

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_232694

UNIVERSAL
LIBRARY

شہر ہلی کی نئی پانی کل عمارتوں کا مین سامع نقشہ جاری کے

۵۲۵

وَاقِعَاتُ الدَّارِ وَمِنْهُ

۱۳۳۷ھ

مشتعل برسہ حصص

(حصص سوم)

۱۳۳۷ھ

مصنفہ بشیر الدین احمد دہلوی

۱۹۱۹ء

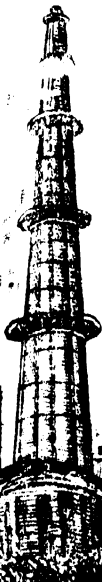
شمس الدین سرگرم محمد بشیر الدین احمد دہلوی نے لکھا ہے



بیاد نقش عماراتِ شہرِ اراں میں یہ کما میں پر خفا پیشہ چوں بہشتِ شکست
۵۲۵

تذکرۃ العارفین
و الفاضلین
۱۳۰۰

حصہ سوم



تذکرۃ العارفین
و الفاضلین

فہرست مضامین حصہ سوم واقعات دار الحکومت دہلی

باب	مضمون	صفحہ	تاصفحہ
۱	۲	۳	۴
	<p>التماس ص ۱۱ - قطعہ تاریخ حکیم لطیف احمد صاحب (۳۳) - پہلا باب دہلی سے قطب کی کوٹلی کی منڈی (۲۱) - انگیزیوں کی مسجد ص ۱۲ - چوتھے والوں کا گنبد - نئی بنی ہوئی مسجد - شیر اعلیٰ کی باغیچہ - راجہ بھورام کا باغ - (۵) لہڈی مارڈنگ کا طبیعہ کا لچ ص ۱۳ - گوزنگ باڈی کی رپورٹ ص ۱۴ - کالج کے حالات ص ۱۵ - استیفات ص ۱۶ - سٹاف ص ۱۷ - خیابات ص ۱۸ - ہسپتال کی رپورٹ ص ۱۹ - مڈیکل سٹاف ص ۲۰ - ایک اور چھوٹی مسجد ص ۲۱ - گلشن شاہ صاحب کا مزار ص ۲۲ - درگاہ حضرت عبدالسلام اور مسجد - جامع خانہ ص ۲۳ - چوکھنڈی ص ۲۴ - سنگ مرمر کی دوسری چوکھنڈی (۱۹) شمس العلماء دہشتی و کار السخاں کی قبر ص ۲۵ - دوسرے دوستی مسجد (۲۶) ہنومان جی کا مندر ص ۲۶ - گینیش کی گٹھی کا برج - راجہ کے بازار کی مسجد (۲۷) کھنڈیل وال جینیوں کا بڑا مندر ص ۲۷ - شوالا - سال کٹورا (۲۸) اگر وال جینیوں کا چھوٹا مندر (۲۹) مہا دیو کا شوالا - نسبان کا مندر (۳۰) منتر منتر ص ۳۱ - رکاب گنج حال مادھو گنج (۳۲) ٹیلے ہکی مسجد ص ۳۲ - نئی چھاوٹی کی مسجد - ایک نامعلوم گنبد - گٹھی دہلی دروازے سے قطب روڈ کی عمارتیں (۳۴) گھوگس پھوٹی مسجد (۳۵) اگر سین کی باولی اور مسجد ص ۳۵ - مسجد (۳۶) محل حج کھنڈل - مسجد سی پائنت - سی پائنت اور اکس پائنت (۳۷) ایک درگاہ ناٹیلہ ص ۳۸ - قطب روڈ اور ریلوے لین کے بیچ کے میدان کی عمارتیں (۳۹) منہدم مسجد (۴۰) دوسری منہدم مسجد (۴۱) ہجرتوں کا گنبد ص ۴۲ - اسی لین میں تیسری مسجد ص ۴۳ - منشی طہارام خزانچی کی جوتلی (۴۴) نانی یا حجام کی جوتلی ص ۴۵ -</p>	۲۲۴	۲۲۴

باب	مضمون	صفحہ	تاسفہ
۱	۲	۳	۴
	<p>باب پوکا دوزنڈوچ ۱۱۳ - ہریس سنگہ کی کچہری اور جلی - جگتا کی حویلی (۳۷) دو گنبد ۱۱۴ - چھار اباغ (۳۸) مسجد ۱۱۵ - بابر پور سے قطب روڈ تک کی عمارتیں (۳۹) ایک عالی شان نامعلوم مسجد اور پل ۱۱۶ - ڈھائی محرابیں (۴۰) سفدر جنگ کا مقبرہ ۱۱۷ - موضع خیر پور کے حدود میں لوہیوں کے مقبرہ (۴۱) مقبرہ سلطان محمد شاہ ۱۱۸ - مسجد (۵۰) خیر پور کا نامعلوم گنبد اور مسجد ۱۱۹ - گنبد کے چاروں دروازوں کے کتبے ۱۲۰ - مسجد کے اندر کے کتبے پہلے درے اندر دوسرے درے اندر تیسرے درے اندر (۵۳) چوتھے درے کے اندر پانچویں درے کے اندر پہلی محراب کے بیرونی رخ پر (۵۴) مسجد کی روکار کے پانچوں دروں کے کتبے ۱۲۱ - کاشانی ٹٹیلوں والا نامعلوم عالی شان گنبد (۵۵) سکندریہ کی مقبرہ اور مسجد ۱۲۲ - باولی - باغیچہ - دی اور دو نامعلوم گنبد (۵۸) کرلا ۱۲۳ - ماہ غائم کی قبر ۱۲۴ - غالباً اشرف بیگ کی قبر (۶۰) - شاہ مرداں یا علی جی یا علی گنج ۱۲۵ علی گنج کا شمالی صدر وازہ (۶۱) مسجد ۱۲۶ - کنواں اور شیر علی دار بالوالی آثار کا دروازہ (۶۵) برس کی ایک پرانی قبر (۶۲) کوکا کی مسجد ۱۲۷ - درگاہ حضرت سید عارف علی شاہ صاحب عرف چٹے پتے کی درگاہ ۱۲۸ قطعہ تاریخ وصال (۶۴) درگاہ قدم مبارک ۱۲۹ - برج کاسہ حضرت فاطمہ (۶۵) جہاز ۱۳۰ - نواب ابراہیم بیگ خاں کی قبر (۶۶) درگاہ کے احاطے کے اندر مسجد ۱۳۱ - سنگ مرمر کا پہلا چبوترہ چار قبروں کے کتبے (۶۷) امرانو مرزا صاحب کے بزرگوں کی بڑوار ۱۳۲ - اسکندریہ دالان (۶۸) مہر النساء بیگم کی چوکنڈی ۱۳۳ - شاہ نعمت الہی کی چوکنڈی ۱۳۴ مجلس خانہ ۱۳۵ - مجلس خانے کے اندر کی قبروں کے کتبے ۱۳۶ - عیسیٰ خاں کی باغیچہ ۱۳۷ - علی گنج کی فیصل (۶۷) نو</p>		

باب	مضمون	صفحہ	تاصیفہ
۱	۲	۳	۴
	مرزا نجف خان کا مقبرہ ۱۰۶ - نجف خاں کی قبر کا کتبہ (۱۰۶) - نجف خاں کی بیٹی کی قبر کا کتبہ ۱۰۷ - شہر مبارک آباد ۱۰۸ - سلطان مبارک شاہ ثانی کا مقبرہ ۱۰۹ - تین برجیاں اور بائچی مسجد (۱۱۰) تبرج (۱۱۱) کا لاگنبد ۱۱۲ - گھانسی والی گزری - چھٹا گنبد (۱۱۳) - مقبرے کے بائیں کتبہ ۱۱۴ - گنبد کے اندر کے کتبہ (۱۱۵) - بڑا گنبد ۱۱۶ - دریا خاں کی درگاہ (۱۱۷) - حماد پور کا نامعلوم گنبد ۱۱۸ - یوسف سرائے (۱۱۹) - مٹی کی مسجد ۱۲۰ - درگاہ حضرت روشن چراغ دہلی ۱۲۱ - دو نامعلوم گنبد ۱۲۲ - جمال الدین غلی کی ناتمام مسجد (۱۲۳) - مقبرہ سلطان بہلول لودھی ۱۲۴ - گیارہویں مزار - سرنالہ ۱۲۵ - بھوتلا گنبد ۱۲۶ - ست پلہ ۱۲۷ - کھڑکی کی مسجد ۱۲۸ - درگاہ شیخ یوسف قتال (۱۲۹) - لال گنبد یعنی مقبرہ کبیر الدین اولیاد ۱۳۰ - معروف کا مقبرہ ۱۳۱ - دو محاطی طوازیں (۱۳۲) - دہ برہی مسجد ۱۳۳ - درگاہ حضرت شیخ صلاح الدین ۱۳۴ - میں نے کیا دیکھا ۱۳۵ - درگاہ شیخ علاء الدین ۱۳۶ - چوکھنڈی - درمہ - سدوری - ایک پرائی مسجد (۱۳۷) - بارہ کھمبا - اکیس دری - کالا گنبد اور حمام (۱۳۸) - نگر خاں کا مقبرہ (۱۳۹) - پنج برجیہ زم پور ۱۴۰ - پہلا برج (۱۴۱) - دوسرا برج ۱۴۲ - تیسرا چوکھا پانچواں برج - ہستی خاں کی باولی - مسجد دروازہ اور مقبرہ (۱۴۳) - باولی (۱۴۴) - مسجد ۱۴۵ - دروازہ (۱۴۶) - ہستی خاں کا مقبرہ ۱۴۷ - ایک منہدم مسجد ۱۴۸ - ایک چھوٹی سی مسجد - شیخ علی کی مٹی حوت بیگ کا باغ (۱۴۹) - ایک ہشت پہل برجی ۱۵۰ - دو طرفہ عمارت کے کھنڈر (۱۵۱) - بیوی باندی کا گنبد ۱۵۲ - ایک حمام (۱۵۳) - کھنڈ (۱۵۴) - ایک تھیس محل نام مقبرہ ۱۵۵ - حاجی والی گنبد ۱۵۶ - کھنڈ (۱۵۷) - پیر کا برج - ایک چھتہ کنواں اور حمام (۱۵۸) - بے چھت کی مسجد - چتر گزری اور دو چوترے (۱۵۹) - ایک برج کی مسجد ۱۶۰ - ایک نامعلوم برج ایک		

باب	مضمون	صفحہ	صفحہ
۱	۲	۳	۴
	<p>نامعلوم گنبد، خاص کے گرد و نواح کے متعدد مقبرے (۱۲۷) کھڑیڑ کی حدود کے مقبرے (۱۲۷) بیوی ہاندی کے مقبرے ۱۲۷ بارہ کھمبا ستیوں کے دو ٹھہ (۱۲۸) گزری اور دو نامعلوم گنبد (۱۲۹) گنبد باغ عالم یعنی شیخ شہاب الدین تاج خاں اور سلطان ابوسعید کا مقبرہ ۱۲۹ - قناتی مسجد ایک اور قناتی مسجد - توپوں والا گنبد (۱۳۰) حوض علائی یا حوض خاص اور مدرسہ ۱۳۱ - فیروز شاہ تغلق کا مقبرہ ۱۳۱ - حوض خاص کی اور عمارتیں (۱۳۵) دو گنبد (۱۳۵) مدرسے کے مکانات ۱۳۵ - فیروز شاہ کے مقبرے کے شرقی جانب کے برج - دو دالان (۱۳۶) تالاب کے کنار کی مسجد ۱۳۶ - نگینہ گٹھی بجلی خاں کا گنبد (۱۳۷) پھونگنہ حاجی لنگیا کا مقبرہ اور مسجد ایک گزری - موضع منیر کہ کے حدود کے گنبد قناتی (۱۳۸) - موضع منیر کہ کے کئی گنبد - بستی کا اندر والا گنبد (۱۳۹) مولانا پہاڑی کے چار گنبد ۱۳۹ - وزیر کے مقبروں کا گروپ - دو قناتی مسجدیں (۱۴۰) موضع محمد پور کے تین مقبرے (۱۴۰) محمد خاں کا مقبرہ ۱۴۰ - گاؤں کے اندر ایک اور گنبد اور مسجد - ایک گنبد (۱۴۱) ہمایوں پور کا مقبرہ - موضع کھڑیڑ (۱۴۲) مسجد ۱۴۲ - دروازہ فیصل نبلی مسجد (۱۴۲) عید گاہ (۱۴۵) عید گاہ کے پیچھے کی دو عمارتیں ۱۴۵ - ایک برج اور قناتی مسجد (۱۴۶) شاہ پور - ۱۴۶ - چوکھنڈی اور مسجد حضرت محمد و سہزادی ۱۴۶ - بیگم پور کی عمارتیں - ہردم خیالی کی درگاہ (۱۴۹) بیگم پور کی مسجد ۱۴۹ - مقبرہ شیخ فرید بخاری ۱۵۱ - منگلہ اور بھوٹی بارہوری (۱۵۲) بارہ کھمبا اونٹنی کوٹھی ۱۵۲ - بچے منڈل یا بیٹری منڈل یا بدیع منڈل ۱۵۲ - بچے منڈل کے واسن میں ایک گنبد ۱۵۲ - کالوہرے کی مسجد (۱۵۵) شیخ ضیاء الدین رومی کا گنبد ۱۵۵ - اٹھ جنی یا بی بی منیر ۱۵۵ - بی بی فاطمہ سام کا حال ۱۵۵ - حضرت نجیب الدین متوکل</p>		

باب	مضمون	صفحہ	تہ صفحہ
۱	۲	۳	۴
	<p>کی درگاہ اور مسجد ۱۶۹ - شیخ عین الدین قصاب کی قبر قاتی مسجد اور گنبد (۱۷۰) درگاہ پنجہ شریف ۱۶۱ - موضع اڑھ چنی کا کتبہ ۱۶۱ - مسجد جامع یا قوت الاسلام ۱۶۵ - سلطان التمش کے عہد کی توسیعات ۱۶۵ - سلطان علاء الدین خلجی کی توسیعات ۱۶۸ - علائی دروازہ ۱۶۸ - مغربی محراب کا کتبہ ۱۶۸ - جنوبی محراب کا کتبہ ۱۶۸ - شرقی محراب کا کتبہ ۱۶۸ - قطب صاحب کی لاٹ ۱۶۸ - پہلی سطر (۱۸۸) دوسری سطر ۱۶۸ - تیسری سطر ۱۶۹ - چوتھی سطر ۱۶۹ - پانچویں سطر ۱۶۹ - چھٹی سطر چیلے کھنڈ کے دروازے پر کا کتبہ (۱۶۲) دروازے کے پاس کا ایک اور کتبہ ۱۶۲ - دوسرا کھنڈ ۱۶۲ - پہلی سطر - دوسری سطر - کتبہ بالائے دروازہ درجہ دوم (۱۶۴) تیسرا کھنڈ ۱۶۵ - کتبہ بالا دروازہ درجہ سوم - کتبہ برہیلوے دروازہ درجہ سوم - چوتھا کھنڈ (۱۶۵) - پانچواں کھنڈ (۱۶۶) چھٹا کھنڈ ۱۶۶ - ساتواں کھنڈ ۱۶۶ - لاٹ ہندو نقطہ خیال سے ۲۱۱ - مسٹر بنگلہ اور مسٹر بنگلہ کا اختلاف رائے کے بعد قول فیصل ۲۱۱ - مسٹر بنگلہ کی رپورٹ پر جرنل صاحب کے ریمارک ۲۱۲ - مسٹر بنگلہ کا آخری نوٹ ۲۱۳ - جرنل صاحب کا آخری نوٹ (۲۱۶) ادھوری لاٹ ۲۱۶ - عام حالات ۲۱۹ - امام ضامن کا مقبرہ ۲۱۹ - آہنی ستون یا لوہے کی لاٹ ۲۲۰ - کتبہ بزبان سنسکرت (۲۲۴) سرسید کا اردو ترجمہ (۲۲۸) ڈاکٹر پرنسپ کے انگریزی ترجمے کی اردو ۲۲۹ - ڈاکٹر بھائو داجی کے انگریزی ترجمے کی اردو ۲۲۹ - ترجمہ پنڈت بانکے رائے صاحب دہلوی (۲۳۲) سلطان شمس الدین التمش کی قبر ۲۳۳ - تعویذ قبر ۲۳۳ - مسجد قوت الاسلام کی شکستہ محرابوں پر کے کتبے ۲۳۳ - تین بڑی شکستہ محرابوں پر کے کتبے (۲۳۸) - سوا چار محرابوں پر کے کتبے ۲۳۹</p>		

باب	مضمون	صفحہ	صفحہ
۱	۲	۳	۴
	سقبوسلطان علاء الدین خلجی ۲۳۹ - ادیم خاں کا مقبرہ یا بھول بھلیا		
	اور مسجد ۲۴۱ - ادیم خاں کے بھائی کا مقبرہ - عمر خاں کا مقبرہ -		
	عامس صاحب کی شکار گاہ (۲۴۵) - کوٹھی دکنشا ۲۴۵ -		
	جوگ مایہ کاندھ ۲۴۶ - راجوں کی بائیں (باولی) اور مسجد ۲۴۶ -		
	دوبرج (۲۴۹) مولنا جمالی اور کمالی کی درگاہ اور مسجد ۲۵۰ -		
	سنگ سرخ کی چوکنڈھی - دوسرا احاطہ (۲۵۵) مسجد ۲۵۵ -		
	ایک برج (۲۵۶) حضرت قلیب الدین بختیار کاکی اوشی رح کی درگاہ		
	۲۵۶ - دروازہ متصل مجلس خانہ ۲۶۲ - دروازہ کی جانب احاطہ		
	۲۶۲ - ملا سوج (۲۶۳) نوابان جھمری بیرواڑ ۲۶۳ - شاکر خاں کا دروازہ (۲۶۵)		
	خواجہ نورالحاٹب بہ محمد خاں کی قبر ۲۶۴ - مراد بخش کا حجر (۲۶۶) شہنشاہ		
	کی مسجد (۲۶۷) مولنا فخر الدین کا مزار ۲۶۷ - دو اور مزار علی خانہ (۲۶۸)		
	ضابطہ خاں کی قبر ۲۶۹ - سماع خانے کے صحن کی دوسری قبریں (۲۶۹)		
	نواب علاء الدین خاں کی بیرواڑ ۲۶۹ - فرخ سیر بادشاہ کا دروازہ محمد		
	کا کپڑا (۲۷۰) قاضی حمید الدین ناگوری کا مزار ۲۷۱ - باندے کے نوابوں		
	کی بیرواڑ (۲۷۱) حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر کی تعمیر کردہ مسجد ۲۷۱ -		
	طلب صاحب کی مسجد ۲۷۲ - صحن مسجد کی قبور ۲۷۳ - بنی بنی جنبل کا مزار		
	احاطہ اولاد فرخ سیر (۲۷۴) حافظ داؤد کی باولی ۲۷۴ - موتی مسجد ۲۷۴ -		
	شاہ عالم بہادر شاہ کا حجر ۲۷۶ - شاہ عالم ثانی کی قبر (۲۷۷) اکبر شاہ ثانی		
	کی قبر (۲۷۸) صرف سرداہ ۲۷۸ - شاہ آبادی بیکم کی قبر (۲۷۹) -		
	حضرت خواجہ صاحب کے بعض حالات ۲۷۹ - علالت اور وفات ۲۸۰ -		
	خواجہ صاحب کی درگاہ کے باہر کی عمارتیں (۲۸۱) بادشاہی دروازہ		
	۲۸۱ - سرے شاہی ۲۸۱ - شیخ سلیمان دیوبی کا مقبرہ - مینا بازار اور		
	باولی (۲۸۱) مسجد و مکان حکیم احسن الدخاں ۲۸۱ - گندھک کی باولی		

باب	مضمون	اول صفحہ	تیسرا صفحہ
۱	۲	۳	۴
	<p>بسنقی دروازے کے سامنے کے دو نقار خانے ۲۹۹ - راجوں کی بائیں کے پاس کا ایک اور مقبرہ (۲۹۰) ناظر کا باغ ۲۹۹ - بیچ کی بارہ درمی ۲۹۹ - مشرق کی طرف کا بیچ در (۲۹۲) جنوب کی طرف کا بیچ در ۲۹۹ - مولانا محمد الدین حاجی رحمہ کا فراد اور مسجد ۲۹۳ - پاس پاس دو گنبد اور ایک قناتی مسجد ۲۹۴ - قناتی مسجد ۲۹۵ - جمہرہ (۲۹۶) مکانات جانب غرب ۲۹۶ - مکانات جانب شمال مکانات جانب جنوب - مکانات جانب شرق (۲۹۹) امراں ۲۹۹ - پھول والوں کی سیر ۳۰۰ - گورگاہوں کی سڑک پر کی عمارتیں (۳۰۱) بادشاہ پسند سرائے (۳۰۱) جہاز محل یا لال محل یا شیش محل ۳۰۱ - بارہ درہ - گورگاہوں کی مسجد (۳۰۳) اولیاء ۳۰۳ - مقبرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۳۰۳ - خانقاہ سید نیاز محمد صاحب رحمہ (۳۰۴) حوض شمسی ۳۰۴ - مولانا وجیہ الدین پانپلی کا مزار ۳۰۴ - شیخ آفتاب دہلوی کا مزار - چہل تن چہل من (۳۱۱) بیچ یاہشت محل ۳۱۱ - دو نامعلوم مقبرے (۳۱۲) بڑا دروازوں کا جہم غیر ۳۱۲ - قلعہ راج پھورا ۳۱۲ - بابا حاجی روز بہ کا مزار (۳۱۲) شیخ شہاب الدین عاشق رحمہ کا مزار ۳۱۲ - بی بی سرخ بے نام کا مزار عید گاہ شمس الدین التمش - اولاد الدین کرمانی - چہل بیہیوں کے مزار - جنازہ پتیاں - شیخ جلال الدین تبریزی - تالاب پیراں (۳۲۳) بحیم کی چٹنکی (۳۲۳) چوڑا ناصہ ۳۲۳ - قصر سفید ۳۲۴ - کوشک فیروزی ۳۲۶ - کوشک سبز (۳۲۴) کوشک محل یا قلعہ سبز یا دارالامان اور شاہ غیاث الدین بلبن کی قبر ۳۲۴ - لال کوٹ ۳۲۴ - انیک تال (۳۳۲) انیک پور ۳۳۲ - سورج کٹہ ۳۳۲ - قلعہ نارنج شاہ محمد جند احسینی صاحب (۳۳۶) قلعہ سبز غن - قلعہ ملاول</p>		

باب	مضمون	صفحہ	تصفحہ
۱	۲	۳	۴
(دوسرا)	۳۳۴ - قصر نرستون ۳۳۴ - جہاں پناہ ۳۳۴ - باد منڈل (۳۳۲) ۳۳۴ - دوسرا باب سلطان غازی عبقرو سلطان غازی ۳۳۴ - ہشت ۳۳۴ - منہدم مکانات - بڑی مسجد (۳۵۳) دو محلوں کے مکھنڈ ۳۳۴ رکن الدین فیروز شاہ اور عز الدین بہرام شاہ کے مقبرے ۳۵۴ -	۳۵۶	۳۵۶
(تیسرا)	۳۵۴ - تیسرا باب قطب صاحب سے تعلق آباد - حضرت قطب صاحب کا چچہ ۳۵۴ - لاڈوسر سے عرف چنڈال پور (۳۵۴) شیخ شہاب الدین کی مسجد ۳۵۴ - شیخ مخدوم حیدر کا مقبرہ (۳۶۰) سید العجائب یاسید العجائب ۳۶۱ - قلعہ اور شہر تعلق آباد ۳۶۱ - مقبرہ غیاث الدین تغلق شاہ ۳۶۱ - مقبرے کے دروازے کے پاس کا نام معلوم مقبرہ ۳۶۱ - فصیل مقبرہ ۳۶۱ - مقبرے کا پل ۳۶۱ - عادل آباد یا محمد آباد یا عمارت ہزار ستون ۳۶۱ - ستیوں کے مٹھ (۳۸) حصہ سوم تمام ہوا -	۳۵۴	۳۸۰
(چوتھا)	۳۸۱ - ضمیمہ (۱) فرامین شاہی وغیرہ فرمان سلطان علاء الدین خلجی بنام راجہ رتن سین راجہ چوڑ (۳۸۱) عرضی جوابی اجہ رتن سین عرضداشت خان اعظم مزا کو کلتاش در جواب فرمان اکبر بادشاہ کہ از کلمہ معظمہ فرستادہ بود منقول از دربار اکبری ۳۸۲ - فرمان شہنشاہ جہانگیر ۳۸۲ - فرمان شہنشاہ شاہ جہاں ۳۸۲ - فرمان شاہزادہ و اشکو سوسومہ راجہ ٹوڈرل ۳۸۲ - فرمان عالمگیری ۳۸۲ - فرمان علی عادل شاہ نمانی (۳۸۸) ششور شہنشاہ اورنگ زیب (۳۸۹) - فرمان اورنگ زیب (۳۹۰) فرمان اورنگ زیب ۳۹۰ - سند مطلقا محمد شاہ بادشاہ (۳۹۱) فرمان محمد شاہ بادشاہ (۳۹۲) سند مطلقا بنام نجیب الدولہ ۳۹۲ - فرمان شاہ عالم ثانی (۳۹۴) نکاح نامہ مرزا شہاب الدین و مداری بیگم ۳۹۴ خط فارسی من جانب لارڈ مٹون بنام ہمارا راجہ رنجیت سنگھ ۳۹۴ - لارڈ کلیمنڈ کا انگریزی خط اکبر شاہ ثانی کے نام مع ترجمہ ۳۹۴ - فرمان مطلقا	۳۸۱	۴۱۲

باب	مضمون	صفحہ	تالیف
۱	۱۹ اکبر شاہ ثانی $\frac{19}{11}$ - تصدیق نامہ $\frac{19}{11}$ - سرچارلس مشکان کا خط تعزیت انگریزی مع ترجمہ $\frac{19}{11}$ - خط فارسی لارڈ آلتن براؤن موسوم بہ بادشاہ ثانی بادشاہ (۱۰۶) خط بہادر شاہ بادشاہ موسومہ ملکہ معظمہ کو ملین و کٹوریا $\frac{19}{11}$ - خط انگریزی لارڈ کالون موسومہ بہادر شاہ بادشاہ مع ترجمہ $\frac{19}{11}$ - سہ قطعات تاریخی نوشتہ مولوی محمد عبدالحکیم صاحب (۱۱۲)	۳۴	۳۴
۲	ضمیمہ دوم - قیصر ہند ملکہ معظمہ و کٹوریا دی گڈ انجمنی کے مختصر حالات پیدائش (۱۱۴) تحت نشینی $\frac{114}{11}$ - شادی میمنت آبادی $\frac{114}{11}$ - پرنس کسٹرن کا انتقال $\frac{114}{11}$ - ولی عہد کی خطرناک علالت اور دیگر حواشی $\frac{114}{11}$ - اتفاقی حوادث $\frac{114}{11}$ - اولاد $\frac{114}{11}$ - ولوک آف یارک کی شادی (۱۱۶) کچھ بچپن کی چٹھی باتیں $\frac{116}{11}$ - ملکہ کی کام کی ترقی (۱۱۷) اتوار کا دن $\frac{117}{11}$ - قصاص کا حکم $\frac{117}{11}$ - زعمیوں سے بہادر دی $\frac{117}{11}$ - کچھ خوشی کی باتیں (۱۲۰) قیصر ہند کا خطاب (۱۲۰) بھولی $\frac{120}{11}$ - دو - ملاطین ہم عصر سے طرز و اسلوب (۱۲۲) ہند پر ہماری نظر $\frac{122}{11}$ - زندگی کے آخری دن $\frac{122}{11}$ - آخری حالت اور وفات حسرت آیات $\frac{122}{11}$ - حضور عالیہ کے جانشین $\frac{122}{11}$ - ہندوستان میں ماتم $\frac{122}{11}$ - واسطے کا نار مع جواب $\frac{122}{11}$ - تجزیہ و تکفین $\frac{122}{11}$ - ضمیمہ دوم ختم ہوا (۱۲۴) قطعہ تاریخ نوشتہ حافظہ بہادر شاہ صاحب (۱۲۴) - ضمیمہ سوم شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم (ایڈورڈ وی پلیس میک کے حالات - شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کے حالات (۱۲۴) تعلیم و تربیت $\frac{124}{11}$ - سپاہیانہ زندگی $\frac{124}{11}$ - شادی $\frac{124}{11}$ - زندگی اور موت کے بیچ میں $\frac{124}{11}$ - سفر و سیاحت $\frac{124}{11}$ - آپ کی اولادیں $\frac{124}{11}$ - اشغال و عادات (۱۲۵) پابندی ضابطہ (۱۲۵) - مدد کا ایک چھوٹا اور پرنس آف ولز $\frac{125}{11}$ - نئی پرانی چھتریوں کا لطیفہ	۳۵	۳۵

باب	صفحہ	صفحہ	مضمون
۱	۲	۳	۴
			<p>(۴۵۴) تاج پوشی ۱۲۰۴ھ - حضور کی ناگہانی علالت اور عین وقت پر جشن کا التوا ۱۲۰۴ھ - تاج پوشی کا مبارک دن ۱۲۰۴ھ - مراسم تاج پوشی (۴۵۸) بادشاہ سلامت کا پیام رعایا کے نام - قصر آسپورن کا قوم کو عطا کیا جانا - قوم کی طرف سے چوبیس لاکھ کا پیشکش - ہندوستانی روساء کی باریلی (۴۵۹) ہندی فوج کا سلام - بحری رویو - پرس آف ولز کا ہندوستان بھیجنا - (۴۶۰) پیام شاہی ۱۲۰۴ھ - انتقال پر لال (۴۶۱) ملکہ معظمہ انگلینڈ کا قوم سے درد بھر خطاب بزبان انگریزی مع ترجمہ ۱۲۰۴ھ - تجیز و تدفین ۱۲۰۴ھ - پیام ملک معظمہ جارج پنجم (۴۶۰) ایام ماقم (۴۶۱) پارلیمنٹ میں سب سے پہلی تقریر ۱۲۰۴ھ - ضمیمہ چہارم - ملک معظمہ جارج پنجم و ام سلطنت کے مختصر حالات ابتدائی حالات ۱۲۰۴ھ - اکتولیف یعنی کاروباری زندگی ۱۲۰۴ھ - شہزادہ ایلبرٹ و کٹر کا انتقال اور پرس جارج کی ولی عہدی ۱۲۰۴ھ - شادی ۱۲۰۴ھ - حضور ملکہ معظمہ کا اعلان ۱۲۰۴ھ - اولاد (۴۶۳) شادی سے ولی عہدی تک ۱۲۰۴ھ - ولی عہد کی حیثیت سے ہندوستان کی سیاحت ۱۲۰۴ھ - ذاتی حالات ۱۲۰۴ھ - اعلان شاہی و بارہ تقریر تاج پوشی ۱۲۰۴ھ - ۱۲۰۴ھ کا پیغام شاہی من جانب ملک معظمہ جارج پنجم ۱۲۰۴ھ - اعلان شاہی ۱۲۰۴ھ - ضمیمہ چہارم تمام مولد (۵۰۶) خاتمہ ۱۲۰۴ھ - انگریزی سلطنت کے بعض اہم واقعات ۱۲۰۴ھ - گورنر جنرل صاحبان کی فہرست ۱۲۰۴ھ - انگلستان کے بادشاہوں کی فہرست ۱۲۰۴ھ - نظم ۱۲۰۴ھ - فہرست آن اردو اور فارسی کتابوں کی جن سے مدد لی گئی فہرست آن انگریزی کتابوں کی جن سے مدد لی گئی ۱۲۰۴ھ - تقاریر اور قطعات تاریخی ۱۲۰۴ھ - حصہ سوم مع ضمیموں کے ختم ہوا (۵۰۶) فقط فہرست نقشہ جات عمارات وغیرہ بہ قید صفحہ یڈی ہارٹنگ زنائہ ڈیکل کالج کادروازہ (۵) - جتھر فتر یعنی جو سنگہ لی جگہ - جتھر مقیاس</p>

گڑھی قبر کوٹہ قہر دوم جٹہ قہر دوار العظام - جٹہ دوار النمل - (۲۳) - صفد جنگ کا مقبرہ (۴۰) - مقبرہ
 خیر پور - مقبرہ محمد شاہ لودھی (۲۹) - خیر پور کا نامعلوم گنبد اور مسجد (۵۰) - مقبرہ سلطان سکند
 لودھی (۵۵) - شاہ مردان (۶۰) - سلطان مبارک شاہ ثانی کا مقبرہ (۸۲) - تبرجہ (۸۶) - مقبرہ
 کی مسجد (۹۰) - درگاہ حضرت روشن چراغ دہلی (۹۱) - نقشہ دروازہ درگاہ (۹۳) - مقبرہ سلطان
 بہلول لودھی (۹۹) - مزار سرنالہ (۱۰۰) - ست پلہ (۱۰۲) - کھڑکی کی مسجد (۱۰۴) - درگاہ شیخ
 یوسف قتال (۱۰۶) - درگاہ شیخ صلاح الدین (۱۰۹) - مقبرہ ننگر خاں پنج برجہ ریم پور (۱۱۲) - بقعہ
 باوڑی (۱۱۶) - فیروز شاہ تغلق کا مقبرہ (۱۳۲) - بچے منڈل یا دبچ منزل (۱۳۳) - ضلع شرقی مسجد
 قوۃ الاسلام یعنی اصل بت خانہ راجہ پتھورا (۱۶۵) - دروازہ شرقی مسجد قوۃ الاسلام (۱۶۶) - دروازہ
 شمالی مسجد قوۃ الاسلام (۱۶۸) - توسیعات مسجد قوۃ الاسلام (۱۷۵) - درجہ سوم مسجد قوۃ الاسلام -
 درجہ اول مسجد قوۃ الاسلام (۱۷۷) - قطب صاحب کی لاٹ (۱۸۵) - آدھوری لاٹ (۱۶۶) - درگاہ
 امام خاصن (۲۱۹) - درجہ دوم مسجد قوۃ الاسلام مع آہنی ستون یا لوہے کی لاٹ کے (۲۲۰) -
 مقبرہ سلطان شمس الدین التمش (۲۳۳) - مقبرہ سلطان علاء الدین خلجی (۲۳۹) - آدم خاں
 کا مقبرہ یا بھول بھدیاں (۲۴۱) - کوٹھی دکنشا صاحب کلاں بہادر (۲۴۵) - جوگ مایا کا مندر (۲۴۶)
 راجوں کی بائیں (۲۴۸) - درگاہ مولانا جمالی مسجد و گاہ مولانا جمالی (۲۵۰) - حضرت قطب صاحب
 کی درگاہ (۲۵۶) - دروازہ ہاسے درگاہ (۲۶۲) - مسجد اور حافظ داؤد کی باوڑی (۲۶۴) - موتی مسجد
 (۲۷۵) - نقارہ عالم ہیا درشاہ کا حجر (۲۷۶) - مسجد و مکان حکیم احسن الدخان (۲۸۸) - بلخ ناظر (۲۹۰)
 چھترہ (۲۹۶) - درگاہ حضرت شیخ عبدالحق (۳۰۴) - قوس شمسی (۳۰۷) - قلعہ راجہ پتھورا نقشہ قلعہ
 راجہ پتھورا (۳۱۳) - مقبرہ سلطان غیاث الدین بلبن (۳۱۶) - قصر نیر استون (۳۲۰) - مقبرہ
 سلطان غاری (۳۲۵) - دروازہ سلطان محمود غوری غاری (۳۵۲) - شہر تغلق آباد (۳۶۲)
 قلعہ تغلق آباد (۳۶۴) - مقبرہ غیاث الدین تغلق شاہ برج مقبرہ - برج کا اندرونی حصہ
 (۳۶۸) - مقبرے کا پیل (۳۷۷) - ستیوں کے منظر (۳۸۰) - ہاف ٹون فوٹو فرما اورنگ و بنام
 شوراپور (۳۸۷) - ہاف ٹون فوٹو فرما علی علول شاہ ثانی (۳۸۸) - شہزادہ ولیز (۳۸۳) - فقط

غلط نامہ

کاتب بالعموم جیسے کم سواد ہوتے ہیں محتاج بیان نہیں اُن میں بھی جو جتنے زیادہ خوش قلم
 آتے ہیں زیادہ بدرقم - کاتب کتابت کی دھن میں عبارت کی طرف توجہ نہیں کرتا - پروف

کی غلطیاں سنگ ساز کے سرکاری جاتی ہیں بڑے بڑے بنائے جھٹی پائی۔ بہر حال اسباب کچھ بھی ہوں
 غلطیاں بہت رہ جاتی ہیں۔ لوگ ان مشکلات پر تو نظر کرتے نہیں کتاب کو دعبہ ضرور لگایا کرتے
 اگر غلط نسخہ غور سے بنایا جائے تو ناظرین اکتا جائیں۔ چھوٹی چھوٹی غلطیاں نون غنہ میں
 نقطہ دینے ایک آدھ نقطہ یا کہیں کہیں شوشہ یا مرکز چٹ کر جانے کی نظر انداز کی گئی ہیں کہ
 سیاق عبارت اور طرز کتابت دونوں رہ نہائی کرتے ہیں باقی رہیں بڑی بڑی غلطیاں
 جن سے نفس کتاب کے مضمون پر اثر پڑتا ہو ان کو کسی طرح دیدہ و دانستہ چھوڑا نہیں جاسکتا
 ہاں یہی ہی نظر ان پر نہ پڑے تو دوسری بات ہو۔ متوقع ہوں کہ ناظرین باتمکین اگر اس کتاب
 کو اس طرح ملاحظہ فرماتے ہیں جس طرح کہ ایک تاج کی کتاب کو نظر غائر سے دیکھنا چاہیے
 تب ضرور ہرگز کتاب شروع کرنے سے پہلے ان غلطیوں کو درست فرمالیں اور اگر محض قصہ کہانی
 سمجھ کر سرسری نظر مد نظر ہو تو یہ غلطیاں تو درکنار اتنی ہی اویسوں تو بھی۔ ایسے ہم بزر علم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۲	۱	۱	۲	۲	۱
۳	۱۵	دُف	دُف	۱۶	۲	جائیں گے	جائیں گے
۱۱	۱۹	حور کھے	حور کھے	۲۳	۶	مطرہ	مطرہ
۲	آخر	بج	بج	۱۶	۱۶	مسجد	مسجد
۷	۷	رغبت	رغبت	۲۱	۲۱	دوار النخل	دوار النخل
۸	۸	کشتش	کشتش	۲۴	۱	سمت منتر	سمت منتر
۱۱	۱۲	قطع	قطع	۲۶	۷	کے	کے
۱۱	۷	اسی	اسی	۳۰	۲۱	نشانات	نشانات
۱۵	۱۵	صیغہ	صیغہ	۳۳	۷	تھوا	تھوا
۱۹	۱۹	تھیر	تھیر	۳۸	۴	او	او
۱۳	۲۷	جو تیر	جو تیر	۴۰	۲	صحر	صحر
۸	۸	چمقاش	چمقاش	۱۱	۱۱	کیے	کیے
۱۳	۱۷	فریالوجی	فریالوجی	۴۲	۶	بریں	بریں
۱۵	۷	حالمات	حالمات	۱۲	۱۲	اویچی	اویچی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳
۴۲	۱۴	لغزل	نقش	۹۰	۸	نواہا
۱۱	۱۹	زبستہ	زبستہ	۹۲	۵	علیہ
۴۶	۵	ہیں	ہو	۱۱	۱۱	چڑھا
۱۱	۱۱	بچ محراب	نقش کی محراب	۹۴	۶	قبریں
۴۸	۲	حیر پور	غیر پور	۱۱	۱۱	علاقہ
۸	۸	چندیا	چندیا	۹۷	۳	ذمیر الدین
۴۹	۲۲	دیپال پور	دیپال پور	۱۸	۱۸	کھنڈری
۵۲	۱۱	بڑھ	بڑھ کر	۱۱	۱۱	گئیں
۵۸	۱	گنبد	گنبد	۹۸	۸	دستے
۸	۸	گنبدیاں	گنبدیاں	۱۶	۱۶	سے
۵۹	۱۱	پو بچتے	پو بچتے	۲۱	۲۱	مسجد
۶۳	۱۴	ربالین	ربالین	۹۹	۱۶	سختہ
۱۵	۱۵	انا	انا	۲۰	۲۰	طرف
۶۴	۱۷	دیواریں	دیواریں	۱۰۰	۲۲	نالے
۶۹	۱۲	کی بنا	کی بھی بنا	۱۰۲	۱۲	مزار میں
۷۳	۱۰	دوائی	دوائی	۱۸	۱۸	ہوتا تھا
۷۴	۱۶	مرزا نجف	مرزا نجف	۱۰۲	۱۰	لے
۷۷	۲۲	کا خاتمہ	کا بھی خاتمہ	۱۳	۱۳	فیروز شاہی
۷۹	۱۳	ان	آں	۱۳	۱۳	۶۸۹
۸۱	۶	۶۱۲۶۱-۳۳	۶۱۲۶۱-۳۳	۱۰۷	۸	۶۸۹
۸۲	۱۳	کر ڈالا	کر ڈالا	۱۰۸	۱۴	کونوں
۸۵	۲۳	کھلی	کھلی	۱۱	۲۲	دوبرجی
۸۸	۱۰	وَلَقَدْ	وَلَقَدْ	۱۱۰	۱۷	شیخ صا
۸۹	۱۹	منقوش ہیں	منقوش ہیں	۱۱۱	۱۱	نفیس صغریٰ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۱۱۲	۶	ولا	ویا قانما بلا	۱۵۵	۱۴	لا پروائی	نہ پروائی
من ذی	نقشہ	کنگرخان	نگر خان	۱۵۷	۱۳	با	بابا
۱۱۵	۱۲	بودہ	بودا	۱۵۸	۲	ادیاں	ادبان
۱۲۰	۳	چیرمہ	چڑمہ	۱۶۱	۱۱	سید	سبد
۱۲۱	۲	کھنڈیوں	کھنڈروں	۱۱	۱۱	ود	ودرود
۱۲۲	۲	ہتچ	تچ	۱۶۳	۱۳	فرو	فرو
۱۲۲	۲	باقی	باقی	۱۵	۱۵	دار	دار
۱۲۳	۱۵	گزد	گرد	۱۶۰	۳	الضمیر	الضمیر
۱۲۴	۱۸	سپاٹ جوگر	سپاٹ جو	۱۶۱	۲۴	ماند	مانند
۱۲۵	۲۱	پر	پڑ	۱۶۳	۳	(دوکان)	(دکان)
۱۲۵	۴	بنایا	بنایا	۱۶۴	۴	سنگیت	سنگیت
۱۲۸	۵	رفیق	رفیق	۱۶۴	۱۶	دور	دور
۱۳۳	۷	ظاہر	ظاہر	۱۶۴	۱۶	اثر	اثر
۱۳۷	۲۰	۱۸	۱۸	۱۶۴	۱۹	زیارت	زیارت
۱۳۷	۷	کو	کا	۱۶۴	۱	غازی	غازی
۱۴۲	۶	کیوں	کیوں	۱۶۴	۲	باسہ	باسہ
۱۴۳	۸	وقت	وقت بائیں طرف	۱۶۴	۵	نبض	نبض
۱۴۷	۲	دودو	دو	۱۶۶	۲۰	لستہ	لستہ
۱۴۸	۷	یَسْفُون	یَسْفُون	۱۶۷	۱۴	اُرسی	اُرسی
۱۴۹	۲	اوبچی	اوبچی	۱۶۷	۲	زہ	زہ
۱۵۱	آخر	اور	او	۱۶۷	۱۴	حالت	حالت میں
۱۵۱	۲۲	عدلت	عدالت	۱۶۷	۱۶	بار	بارہ
۱۵۲	۱۰	کچھ قبریں	ایک قبر	۱۶۷	۱۶	سگین	سگین
۱۵۳	۱۵	جنگ	چنگ	۱۶۷	۱۸	ماکیوں	پاکھوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۱۴۳	۵	جو	×	۱۸۴	۱۸	سلطانہ	سلطانہ
۱۴۵	۱۸	و۔ ۲	دیے	۱۸۵	۲	خسروان	خسروان
۔	۲۰	برصائی	برصائی	۔	۳	العدل	العدل
۔	۲۱	مسجد	مسجد	۱۸۶	۱۲	سیرتی	سیرتی
۱۶۶	۱۲	دروازے	دروازے	۔	۱۴	وہیں	وہیں
۔	۲۳	چوکوں	چوکوں	۱۹۰	۱۶	العالم	العالم
۱۸۰	۲	یہ	یہ	۱۹۱	آخر	المعبد	المعبد
۱۸۲	۱۶	اعلیٰ	اعلیٰ	۱۹۲	۱۲	فی	تا
۔	۲۰	محمدی	محمدی	۱۹۳	۱۳	العمارۃ	العمارۃ الملک
۔	۲۱	مسجد	مسجد	۱۹۵	۱۲	۱۳۸۲	۱۳۸۲
۔	۲۳	رفع	رفع فی	۱۹۶	۳	پرچی	پرچی
۱۸۳	۴	محمد شاہ	محمد شاہ السلطان	۱۹۷	۵	چکروار	چکروار
۔	۸	الخلافۃ	الخلافۃ	۔	۹	اور	×
۔	۱۰	بتوفیق	بتوفیق ایزد	۱۹۹	۱۲	بادشاہ	بادشاہ
۔	۱۳	اللہ	اللہ	۲۰۰	۱۶	اگر	اگر
۔	۱۵	معاہر	مناہر	۲۰۱	۱	بانی	بانی
۔	۱۹	فلاع	فلاع	۲۰۳	۹	لیا	کیا
۔	۔	فحہ	فحہ	۲۰۵	۵-۲-۳	چوکوں	چوکوں
۔	۲۰	جبال	جبال	۔	۲۳	یہ	ان
۱۸۴	۴	مشہور	مشہور	۲۰۶	۸	محبتیں	محبتیں
۔	۵	علاء	علاء	۲۰۸	آخر	پتھے	آگے
۔	۶	بصدق	بصدق	۲۰۹	۵	بٹا	بٹا
۔	۱۱	بز	×	۔	۱۶-۱۷	کے فائدے پر جو کسی	×
۔	۱۳	و	×	۔	۱۶	معمولی	معمولی

صفحہ	صفحہ	نفاذ	نفاذ	نفاذ	نفاذ	نفاذ	نفاذ
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱
۶۱۰	۶	فیروز	فیروز	۲۵۰	۹	مقبول	۳
۱۱۲	۲۳	ننگ	ننگ	۱۰	۱۰	مقبول	۴
۲۱۶	۱۰	نو	نو	۲۵۲	۹	مقبول	۵
۲۱۷	۵	مختصر	مختصر	۲۵۰	۸	مقبول	۶
۲۲۰	۶	کرا	کرا	۲۵۸	۱۳	مقبول	۷
۲۲۱	۲۳	نئے	نئے	۲۵۲	۳	مقبول	۸
۲۲۵	۱۸	سنگ	سنگ	۲۵۵	۹	مقبول	۹
-	۲۲	کال	کال	۲۵۷	آفر	مقبول	۱۰
-	آفر	مالیوین	مالیوین	۲۵۸	۱	مقبول	۱۱
۲۲۷	آفر	مالیوین	مالیوین	-	۵	مقبول	۱۲
۲۲۸	-	کوئی	کوئی	-	۱۰	مقبول	۱۳
۲۲۹	۲	جو	جو	-	-	مقبول	۱۴
۲۳۱	۱۹	سنگ	سنگ	۲۵۹	۱۲	مقبول	۱۵
-	۲۰	کال	کال	۲۶۰	۲۱	مقبول	۱۶
۲۳۱	۱۲	بشخص	بشخص	-	۲۲	مقبول	۱۷
۲۳۲	۲۰	سنگ	سنگ	-	-	مقبول	۱۸
۲۳۳	۱۲	دور	دور	-	-	مقبول	۱۹
-	۱۵	۳	۳	-	-	مقبول	۲۰
۲۳۵	۲۳	الرسل	الرسل	-	-	مقبول	۲۱
-	۲۴	لکم	لکم	-	-	مقبول	۲۲
۲۳۷	۹	قلیلا	قلیلا	-	-	مقبول	۲۳
۲۴۱	۲	۳۹۷	۳۹۷	-	-	مقبول	۲۴
۲۴۲	۲۲	واش	واش	-	-	مقبول	۲۵
۲۴۵	۹	عمر	عمر	-	-	مقبول	۲۶

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۲۸۵	۱۲	آئم	آئم	۲۸۵	۱۲	آئم	آئم
۲۸۶	۲	عالم	عالم	۲۸۶	۲	عالم	عالم
۲۹۱	۱۲	روشن	روشن	۲۹۱	۱۲	روشن	روشن
۲۹۲	۲۳	بازی	بازی	۲۹۲	۲۳	بازی	بازی
۲۹۵	۱۰	دوین	دوین	۲۹۵	۱۰	دوین	دوین
۲۹۶	۱۳	چوڑتر	چوڑتر	۲۹۶	۱۳	چوڑتر	چوڑتر
۲۹۹	۱۷	عقل	عقل	۲۹۹	۱۷	عقل	عقل
۳۰۰	۲۴	رفت	رفت	۳۰۰	۲۴	رفت	رفت
۳۰۱	۲	کے	کے	۳۰۱	۲	کے	کے
۳۰۲	۹	اراسعی	اراسعی	۳۰۲	۹	اراسعی	اراسعی
۳۰۳	۷	گوارا	گوارا	۳۰۳	۷	گوارا	گوارا
۳۰۴	۱۰	اور	اور	۳۰۴	۱۰	اور	اور
۳۰۵	۱۶	مقزی	مقزی	۳۰۵	۱۶	مقزی	مقزی
۳۰۶	۱۸	باولی	باولی	۳۰۶	۱۸	باولی	باولی
۳۰۷	۳	بہادر	بہادر	۳۰۷	۳	بہادر	بہادر
۳۰۸	۱۰	خبر	خبر	۳۰۸	۱۰	خبر	خبر
۳۰۹	۱۳	زکریا	زکریا	۳۰۹	۱۳	زکریا	زکریا
۳۱۰	۱	کشتی	کشتی	۳۱۰	۱	کشتی	کشتی
۳۱۱	۲	حدیث	حدیث	۳۱۱	۲	حدیث	حدیث
۳۱۲	۱۱	کن	کن	۳۱۲	۱۱	کن	کن
۳۱۳	۵	مولینا	مولینا	۳۱۳	۵	مولینا	مولینا
۳۱۴	۱۲	قوال	قوال	۳۱۴	۱۲	قوال	قوال

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۰۶	۲	روینے لیسے نوٹرز	روولینے نوٹرز	۳۲۳	۱	۲	۳
۳۰۸	۱	آواز	آواز	۳۲۴	۲	۳	۴
۳۰۹	۵	جھمکنے	جھمکنے	۵	۵	کہاں	کہاں
۳۱۰	۱۳	ہی	ہی	۱۳	۱۳	احاطے	احاطے
۳۱۱	۲	خیطرو	خیطرو	۲۰	۲۰	قلعے	قلعے
۳۱۲	۲۱	ابدال	ابدال	۲۱	۲۱	کے	کے
۳۱۳	۱۶	وغیر آں	وغیر آں	۲۲	۲۲	الہیچہ	الہیچہ
۳۱۵	۳	لرایک	لرایک	۳	۳	میں قتل	میں قتل
۳۱۶	۱۴	مردور	مردور	۱۴	۱۴	بنایا	بنایا
۳۱۷	۸	حالت میں	حالت میں	۸	۸	میں	میں
۳۱۸	۲۲	پٹا	پٹا	۱۶	۱۶	شکم	شکم
۳۱۹	۱۷	ساتھ	ساتھ	۲۳	۲۳	تا	تا
۳۲۰	۲	جائے	جائے	۱۷	۱۷	بجھ	بجھ
۳۲۱	۱	میرانی	میرانی	۱۲	۱۲	اندپت	اندپت
۳۲۲	۱۳	نمائے	نمائے	۲۳	۲۳	سکتا	سکتا
۳۲۳	۱۴	کے	کے	۱۸	۱۸	آبا	آبا
۳۲۴	۱۹	بتلائے تہ	بتلائے تہ	۱	۱	اور	اور
۳۲۵	۲۰	درست	درست	۴	۴	ذیل	ذیل
۳۲۶	۱	بھی	بھی	۸	۸	لکھتے	لکھتے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۳۴۴	۱۸	غازی	غازی	۳۹۶	۵	اللیام	اللیالی
۳۵۰	۲	محبوبیہ	محبوبیہ	۶	۶	نما سلوا	نما سلوا
۳۵۲	نقشہ	غازی	غازی	۱۲	۱۲	موجل	موجل
۳۵۸	۱۳	عزت	حضرت رب العزت	۱۸	۱۸	نافذ	نافذ
۳۵۹	۱۶	لوک	لوک	۱۹	۱۹	علی طریق	علی طریق
۳۶۰	۱	ہرگز	ہرگز	۲۹۶	۸	عوالیم تب	عوالیم تب
۳۶۰	۹	بر	بر	۱۱	۱۱	مخلص	مخلص
۳۶۲	۱۲	یہ	یا	۳۹۸	۲	مزبور	مزبور
۳۶۳	۱۲	پائدار	پائدار	آخر	آخر	دریں صورت	دریں صورت
۳۶۳	آخر	شیر منڈال	شیر منڈال	۴۰۱	۱۳	سہ	سہ
۳۶۵	۱۱	سما	سما	۲۲	۲۲	بتصرف	بتصرف
۳۶۶	۱۳	قلعہ	قلعہ	۳۰۳	۱۳	بالستہ	بالستہ
۳۶۸	۶	طلائی	طلائی	۱۹	۱۹	مفخر	مفخر
۳۶۵	۲۰	ہرگز	ہرگز	۱۲	۱۲	سلطنت کے بعد	سلطنت کے بعد
۳۶۶	۶	عظمتا	عظمتا	۲۰۵	۱۲	سلطنت کے	سلطنت کے
۳۸۳	۱۳	و	و	۴۰۶	۳	خط	خط
۳۸۴	۱۲	خود راں	خود راں	۴۰۶	۱۱	کی تصویر	کی تصویر
۳۸۵	۲۲	بندہ راں	بندہ راں	۱۳	۱۳	افروز	افروز
۳۸۵	۲۱	بدایوان	بدایوان	۴۰۸	۸	وینم	وینم
۳۸۶	۳	فوزو	فوزو	۹	۹	وخم	وخم
۳۸۹	آخر	ازاد	آزاد	۱۱	۱۱	غمر	غمر
۳۹۰	۴	غالیشان	غالیشان	۴۰۹	۴	مجامع	مجامع
۳۹۵	۱	دوام	دوام	۱۰	۱۰	خالق	خالق
۳۹۵	۱۸	لنچ	لنچ	۴۱۳	۲۰	اودو	اودو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۲	۱	۱	۲	۲	۱
۴۱۷	۱۰	کرونی	کرنی	۴۲۰	۱۴	نئے	۴
۴۱۹	۳	انتقال	انتقال	۴۲۱	۲۱	بجایا	بجائی
۴۲۰	۱۹	نہ جاے	جاے	۴۲۲	۱۰	ولی عہد کے	ولی عہد کے
۴۲۱	۱۷	کوبرک	کوبرک	۴۲۳	۲۰	سلطنت	سلطنت
۴۲۲	۸	واقع	واقع	۴۲۴	۱۷	تریت	تریت
۴۲۳	۱	داماد	داماد	۴۲۵	۱۶	کرس	کرس
۴۲۴	۱۸	توتو	توتو	۴۲۶	۱۶	برولت	برولت
۴۲۵	۷	آسمان	آسمان	۴۲۷	۱۰	غتم	غتم
۴۲۶	۱۵	تھا	تھا	۴۲۸	۱۲	کو اس کے مستحق	کو اس کے مستحق
۴۲۷	۱۵	بادشاہوں کو	بادشاہوں سے	۴۲۹	۲	چنانچہ	چنانچہ
۴۲۸	۵	شعب	شعب	۴۳۰	۳	عمائد	عمائد
۴۲۹	۲۱	جو مذاہب	جو دیگر مذاہب	۴۳۱	۹	ابنی	ابنی
۴۳۰	۲۲	دوسرے دن	دوسرے دن	۴۳۲	۲۲	دفعہ	دفعہ
۴۳۱	۱۰	کیا	کیا تھا	۴۳۳	۸	ولادت	ولادت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۱۵	آر جی بسپ	۱	۲	۳	صحیح
۲۶۲	۱۵	آر جی بسپ	آر جی بسپ	۲	۱۲	۱۲	۲
۲۶۳	۲۴	سہزادوں	سہزادوں	۳	۱۲	۱۲	۲
۲۶۵	۱۱	اسٹریلیا	اسٹریلیا	۴	۲۱	۲۱	۲
۲۶۶	۱۴	احرام مصر	احرام مصر	۵	۶	۶	۲
۲۶۷	۲۰	گو	گو	۶	۵۰۲	۵۰۲	۲
۲۶۸	۳	کا	کا	۷	۵۰۲	۵۰۲	۲
۲۶۹	۱۳	شکریہ	شکریہ ادا	۸	۵۰۶	۵۰۶	۲
۲۷۰	۱۳	و	و	۹	۵۰۶	۵۰۶	۲
۲۷۱	۲۲	رستے	رستے لوگوں سے	۱۰	۵۱۰	۵۱۰	۲
۲۷۲	۲	لمبورن	لمبورن	۱۱	۵۱۹	۵۱۹	۲
۲۷۳	۲۴	گہ	گہ	۱۲	۵۲۰	۵۲۰	۲
۲۷۴	۱۱	بنا	بنا	۱۳	۵۲۰	۵۲۰	۲
۲۷۵	۱۱	گلڈ ہال	گلڈ ہال	۱۴	۵۲۸	۵۲۸	۲
۲۷۶	۲	رکھ دی	رکھ دی	۱۵	۵۲۸	۵۲۸	۲
۲۷۷	۳	بڑی	کی بڑی	۱۶	۵۲۸	۵۲۸	۲
۲۷۸	۱	دوسرے	دوسرے دن	۱۷	۵۲۸	۵۲۸	۲
۲۷۹	۵	محنت	محبت	۱۸	۵۲۸	۵۲۸	۲
۲۸۰	۱۳	کو	کو	۱۹	۵۲۸	۵۲۸	۲
۲۸۱	۱۰	م	م	۲۰	۵۲۸	۵۲۸	۲
۲۸۲	۱۱	ہو گئے	ہو گئے	۲۱	۵۲۸	۵۲۸	۲
۲۸۳	۶	کابیوں	کابول	۲۲	۵۲۸	۵۲۸	۲
۲۸۴	۱۳	پنا	اپنا	۲۳	۵۲۸	۵۲۸	۲
۲۸۵	آخر	لھل	لھل	۲۴	۵۲۸	۵۲۸	۲
۲۸۶	۶	ضرور	اہم	۲۵	۵۲۸	۵۲۸	۲

- غلط نامہ تمام ہوا -

التاس

کس گہر از مٹھ بر آرد سح ام

از خوس پشانی و خون جگر

کہ بچسگر گاہ بہ پیشانیش

کچ شناسد کہ چوں خورد ام

ساختہ ام این ہمہ لعل و گہر

تا ہم از سکر ت پناہ عیش

جس وقت دلی کی تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا یہ کام بہت آسان معلوم ہوا کہ سر سید مرحوم کی کتاب لاجواب آثار الصنادید اندھے کی لکڑی تھی اور خیال تھا کہ کچھ ٹھوڑی بہت کتر بیونت اور اضافہ سے بیڑا پار ہو جائے گا مگر قصورات اور واقعات میں آسان زمین کا فرق ہے۔ انسان سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے۔ میں تاریخ کی کتاب لکھنے کی مشکلات سے واقف تھا کہ اس فن میں سیری یہ تیسری تالیف ہو امتداد زمانے کی وجہ سے کچھ تو ان تکالیف کا جو میں پھیل چکا تھا احساس کم ہو گیا تھا اور کچھ شوق تالیف نے بڑا ہاوسے جڑا ہاوسے کر ہمت بند بانی اور سمجھا کہ جب ملازمت کی بیڑی پڑی تھی تب تو باوجود ہجوم مشاغل تو نے دفتر کے دفتر لکھ لکھا اور اب کہ پنشن لے کر غائب نشین ہے اور ہاتھ بے ہاتھ صرے خالی بیٹھا ہے تیرا بچہ بچہ کرنا محض خدع نفس اور کم ہمتی ہے۔ غرض کہ ع۔ ہرچہ ادا بادا کشتی در آب انداختیم۔ دو برس سے اس جمنیٹ میں پھنسا ہوں۔ کسی دن کی چھٹی ندی۔ کوئی تیز ہوار نہ منایا۔ اپنے سارے مشاغل ترک کر کے رکھ دیئے۔ باہر کا آنا جانا۔ سیر تماشہ ہو خوری۔ لوگوں سے ملنا جلنا سب ترک۔ دن کا سونا چھوڑ دیا۔ رات کا بھی ایک حصہ اس کے سیئے وقف کر دیا۔ غلام یہ کہ ہر طرف سے منہ موڑ لیا اور اسی ایک شغلے میں سارا وقت کھپایا۔ جان لڑا دی مگر اب تک بھی اس بحر فخر

اور دریائے ہند پر کنارا کا ساحل مراد نظر نہ آیا۔ پہلے خیال تھا کہ دو حصوں میں کتاب
 تمام ہو جائے گی۔ اب معلوم ہوا کہ دلی میں اس کثرت سے آثار قدیمہ کا وجود ہے
 کہ اگر اس کو لاتنا ہی کہوں تو بجا ہو۔ دوسرا حصہ جس میں عمارات کا ذکر ہے پڑھنے پر
 ایک طہ مار ہو گیا سانپ کے سنہ کی چھچھو نہ ہو نہ لگی جائے نہ لگی جائے نہ کتاب کو
 جھوڑتے بن پڑتا ہو نہ ختم ہونے ہی کی صورت نظر آتی ہو۔ چوں کہ حصہ دوم کی
 ضخامت خلاف توقع بہت بڑھ گئی اس لیے اس کے دو ٹکڑے کرنے پڑے
 اور اس طرح دو حصوں کے ادغام سے یہ تیسرا بچ پیدا ہوا۔ ناظرین خود ملاحظہ
 فرمائیں گے کہ آیا اس میں زری آخر کی بھرتی ہو یا یہ کہ کام کی باتیں ہیں۔
 لازم نہیں اپنے سنہ سے تعریف نہیں
 خالص ہو بوشک آپ بودیتا ہو

آثار القنادیہ اور دیگر کتب کے مطالعہ سے نہ تو میرے ذہن میں عمارت کا نقشہ
 کما حقہ جتنا ہو نہ میری شعنی خاطر ہوتی ہو۔ ع۔ شنیدہ کہ بودمانند دیدہ۔ یہ بڑی
 مہٹ و صرمی ہوگا اگر میں یہ کہوں کہ دوسرے لائق مصنفین کی بے بہا تصانیف
 سے مجھے مدد نہیں ملی۔ میں تو ہانکے پکار سے کہتا ہوں کہ میں تو ان کا نام لیا
 انہیں کے نقش قدم پر چلے والا اور نقال محض ہوں۔ پہل دہ ہیں اور نقل میں۔
 اپنے شوق کو پورا کرنے اور کتاب کو تاجہ اسکان کس کرنے کی غرض سے ایک فنہ
 نہیں کی کہی و نہ مجھے ان ساری عمارتوں کو نظر غور اور تعمق سے دیکھنا پڑا اور جب
 کچھ نہ کچھ ہوتی جھولی میں بھر لایا۔ بہت سی عمارتیں تو ایسی ہیں جن کا ذکر کسی کتاب
 میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا مگر زمین پر وہ ٹھہری آسمان سے باتیں کر رہی ہیں
 ان کا ذکر نہ کرنا ایک صریح ظلم کے علاوہ کتاب کے نقص کا بھی باعث ہوگا۔ حجم
 بڑے تو بڑے۔ وقت زیادہ صرف ہو تو ہو۔ دعا و دوش کی رحمت ہو تو ہو چشم مارشون
 دل انشاؤں مگر محنت کی داد ملے کتاب پر روانہ چڑھے۔ کتاب جس قدر چھپ گئی ہو
 بعض صاحبوں کی رائے ہو کہ اس میں سارے کے سارے ہاف ٹون فوٹو ہوتے
 میں جانتا ہوں کہ جتنا گڑوا ہوتا ہی بیٹھا ہوتا ہی میں ہاف ٹون فوٹو تو درکنار ان بلکہ
 عمارتوں کے نقشے سونے کے پتر پر چھپوانے کو تیار ہوں مگر مشکل یہ آن پڑی

کہ قیمت کون دے گا اور مول کون سے گا؟ - ناچار یہ طریقہ اختیار کیا کہ دلی کے بہترین مصوّر سے نقشے بنوائے جو بات ٹون کو نہیں پوچھتے مگر اس کے لگ بھگ ضرور ہیں اور مقصود اصلی یعنی عمارت کا نقشہ پیش نظر ہونا چاہیے وہ اس سے بھی بہ احسن الوجود حاصل ہوتا ہے۔ پھر بھی اس میں چند بات ٹون ہلاک بھی ہیں۔ کاغذ لکھائی چھپائی - غرض یہ کہ ہر چیز کی گرانی نے سیری ہمت پست کر دی ہے خریدار تو اپنی جگہ رہے۔

شد سخن ختم قیوے کہ خدایش داد است
تا ابد باقی باد او بادش پایاں
دہلی - دسمبر ۱۹۱۹ء خاک

قطعة تاریخ از جناب لوی حکیم لطیف احمد صاحب عیس قصبہ تہلی ضلع سارن صوبہ بہار
حق کے کہنے میں نہ کچھ ڈر ہے نہ بھو
کیوں ٹھپائی میں ہم جو سچی بات ہے
واقعی گایا ہوا یہ گیت ہے
لیکن اس کی اور دھن ہو اور
ہیں بہت اس کی تلم فرسائیاں
پر یہ کچھ ہو اور شو وہ اور شو
تصفیہ کر لیں گے خود اہل تیز
کیا محو صافی ہو کیا ہو لائے محو
ایک ہی گھر کے ہیں گویہ واقعات
لکھتے آئے لوگ جس کو بڑی بہ بڑی
تاہم اتنا تو کہیں گے ہم ضرور
وہ بھی زیر لب نہیں باؤقت و فی
تو بشیر دہلوی فرخندہ پڑی
کام یاب اس میں اگر پورے ہو
کر دیا بار سے خدا نے وہ بھی ٹو
ایک بھاری مرحلہ پہنچے کا تھا
آفریں صد آفریں بزد است دی
کیا ہو لکھنا ان کا کیا حسدیاں
حور کھنکھانے کو ابھی
ہو بہت کچھ اور لکھنے کو ابھی
نیچے گایوں سر بزا تو باہر کہ
حد بھی کچھ جو فکر سال طبع کی
یہ جہان آباد کی تاریخ ہو
آئیے ہم آپس کہیں لطیف

لے پہلا حلی خدا کا نام ہو اور دوسرے کے معنی زندہ لفظ حلی پہنچ اہل تشدد یہ ثانی لفظ عربی ہو مگر فارسی میں
غیر تشدید جائز و مستعمل ہو۔ مگر اور پڑی کا قافیہ جو لفظ ہرنا درست معلوم ہوتا ہے مگر دیکھ دو شعر جن میں پہلا بدرالدین
کا اور دوسرا شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا پڑھا جائے کی معتبر سند ہے۔

(۱) مردہ صد سالہ را می کند

(۲) چہ گم کرد و ای صمد زلفش زلفی

ایں مجذوق دیگرے کو می کند

ز قہر بر رنعت چہ گاہ جو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پہلا باب دہلی سے قطب تک

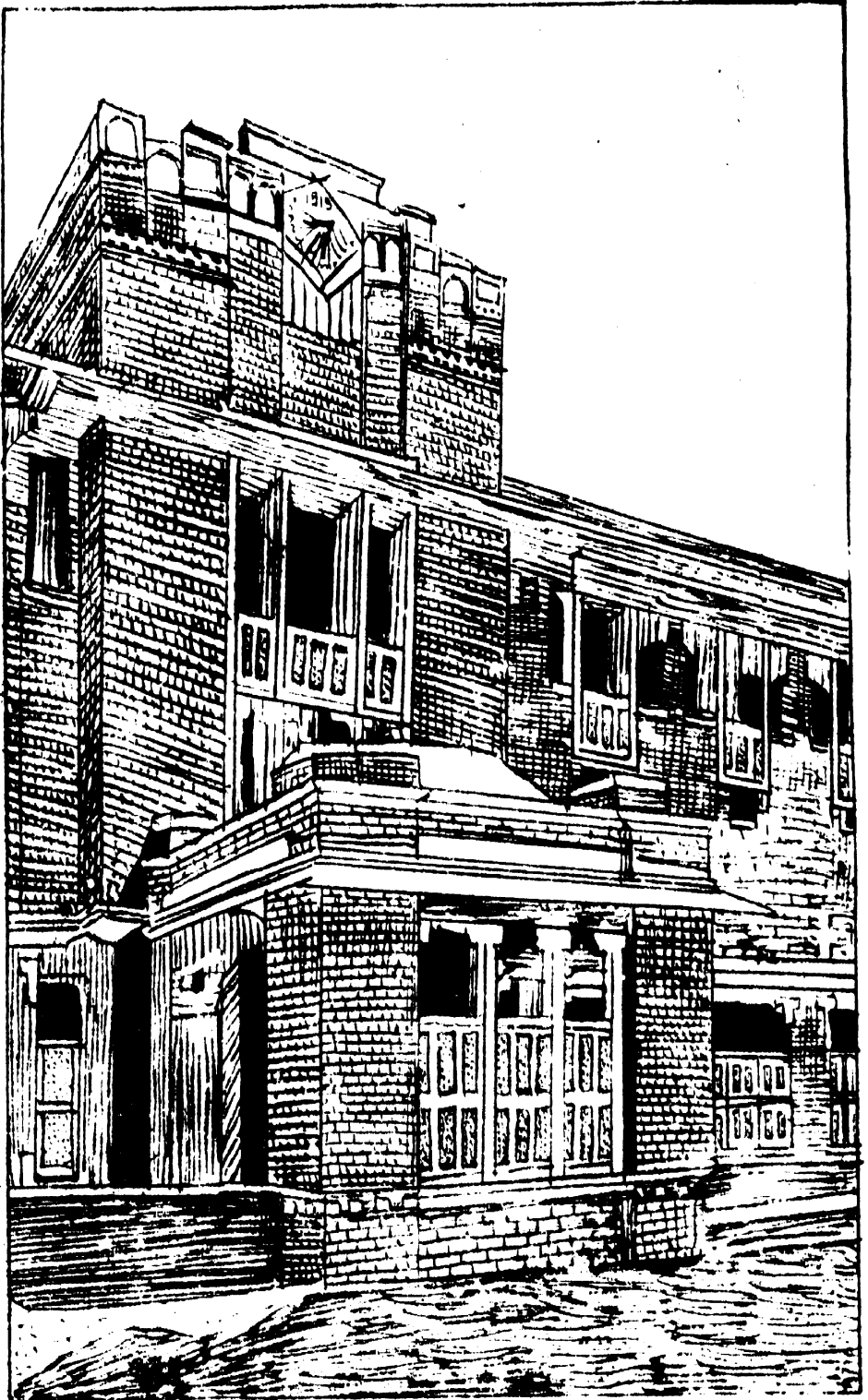
آب ہم پہاڑ گنج کے کنارے سے قطب روڈ کے شامی عام پر چلے جا رہے ہیں۔
 پہلے دابہ بنے ہاتھ کو ایک بڑا وسیع احاطہ ملتا ہے جس کا مشرق
 کوئلے کی منڈی ہے۔ روہ ایک بڑا پھانک جو بی پٹوں کا سڑک سے ملا ہوا ہے۔
 کوئلوں کی منڈی کہلاتی ہے۔ اس میں پہلے کوئلے پکا کرتے تھے اب تو بیج لوگ
 کچرے اور جھو پڑیاں ڈال کر رہتے ہیں اور ایک کشرے کی شکل اختیار کر لی ہے۔
 دہلی شہر کی نفاست کے پہلو پہ پہلو یہاں کی غلاظت بھی ملاحظہ طلب ہے۔

رنگریزوں کی مسجد اور تین دروں کی قدیم مسجد ہے جو رنگریزوں کی مسجد
 کہلاتی ہے۔ بیچ کا بیچ بڑا ہے اور ہر ادمر کے چوٹے یکسب کے ٹوٹ گئے
 کیوں کہ مسجد شاہی زمانے کی بنی ہوئی ہے۔ طول و عرض ۲۴۸ x ۱۳۴ ہے۔ سامنے کا
 چوڑا ۲۴۸ x ۱۳۴ ہے۔ بلند ہے جس پر چوکے نیچے ہوئے ہیں بیچ کا در
 ۱۳۴ x ۱۳۴ اور ۲۴۸۔ لم جوڑا ہے۔ چوترے کے کنارے ایک نیم کا پرانا درخت
 ہے اور صحن کے سامنے ایک کنواں بھی ہے اور یہیں چند قبریں ہیں جن میں سے ایک
 یہ لکھتے ہیں: (۱) بِسْمِ اللّٰهِ - کلمہ -

ناگماں گفت ہلف ای مغموم
 نگر تاسخ فوت دختربود
 دہ دودو کم کن دگوتا سنج
 رفعت النصار خانم تبا سنج - ۱۱ ماہ شعبان المعظم ۱۲۸۸ ھ بمطابق ۱۹ اگست ۱۹۱۹ء
 یوم فتنہ از جهان فانی راحلت نمود

(۲) دہلی طرہ مسجد کے چوترے سے ملی ہوئی۔ ہوا لہاتی کلمہ
 گویا دنیا سے جی نہ بخش سکے ساسا تھا شور و شیون
 لکھنا سے پاس نے زرد زار بنا خلد بریں میں رکا مسکن
 (۳) اسی مسجد کے تکیہ میں قبرستان تھی۔ کلمہ اور نقل من علیہا فان۔

رفیق النصار بموت ۱۱ سال دو ماہ سبت یوم ۱۱ ماہ ربیع الاول ۱۳۳۸ ھ روز شنبہ وفات یافت



بیڈی ہارڈنگ زمانہ ٹیکس کالج کا صدر دروازہ

رہ مسجد کے پچھواڑے سڑک کے کنارے۔ کلمہ۔

ہوا جب شور مچا مگر مرزا ہر اک فرد بشر تھا پاس غمناک
لکھا یوں سال میں آگے آہ گیا دنیا سے عوض بیگ پیراک
سڑک سے ہٹا ہوا داہنی طرف ایک بہت پرانا گنبد جو
چونے والوں کا گنبد جس پر پیلی نمبر پڑا ہوا ہے۔ یہ گنبد ۲۸ مربع فٹ کیسٹون سے

چاروں طرف دروازے تھے۔ جنوبی رخ کا دروازہ مع اس طرف کے حصے کے
بچھ گیا باقی تین طرف کے دروازے بھی دھنس گئے ہیں کہتے ہیں کہ اندر دو قبریں
سیدوں کی ہیں جو بھرتی ڈال دینے سے دب گئی ہیں۔ اب اس میں فرش بھی نہیں رہا۔
مٹی چھرا اور گوبر کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں پاس چونسے کی بھٹیاں ہیں چونے والوں کا
قبضہ اس پر ایسا ہی قبضہ ہو جیسے کہ خانہ خالی را دیومی گیر وہ۔

سڑک کی داہنی طرف۔ یہ مسجد بہت چھوٹی تھی۔ چوں کہ حاجی
نئی بنی ہوئی مسجد عبدالغنی صاحب نے اس سرفروغ تعمیر کرائی جو انداز پہلے کیا
جیشیت تھی معلوم نہیں ہو سکتا۔ طول و عرض ۲۰ × ۹ فٹ ہے۔ چوبترا ۲۲ × ۸۔ چمن۔
سپاٹ چھت۔ داہنی طرف ایک حجرہ۔ کنواں غسل خانہ اور بیچ کی محراب کے اوجھڑھر
دو مینار نما برجیاں۔

شیرا مل کی باغیچہ | برج اعلیٰ شان دروازہ اور کپوند سڑک سے لاہر ابائیں طرف۔
راے بابو رام کا باغ | عالی شان دروازہ اور وسیع کپوند سڑک کی داہنی طرف۔

لیڈی ہارڈنگ کا کالج | لیڈی ہارڈنگ کے ڈیپل کالج کا بہت مختصر ذکر ہم
یہاں گج کے ضمن میں کر آئے ہیں اب ڈاکٹر کیٹ
اسے۔ پلیٹ ایم ڈی (لندن) ڈبلیو۔ ایم ایس
۱۹۱۳ء

پرنسپل نے اپنی بڑی مہربانی سے کالج کی سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۱۸ء (۲۸)

سہ پورا نام اس کا "لیڈی ہارڈنگ کا ڈیپل (طبی) کالج و ہسپتال ستورات اور اطفال کے لئے" ہے۔
"Lady Hardinge Medical College
and Hospital for Women and Children"

صفحہ کی باتصویر بھی دی جو بہت دل چسپ ہو اور اس میں اس کالج کی بنا کی غرض غایت
وجالت باتفصیل لکھی ہو اور کالج کا ایک رخ قطب روڈ کی طرف بھی ہو لہذا یہ بیان
بطور ضمیمہ لکھا جاتا ہے۔

گورننگ باڈی کی رپورٹ

مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۱۹ء

سب سے اول اس کالج کے گورننگ باڈی
یعنی متفقین ایچ۔ ڈی کریک صاحب بہادر
آئی۔ سی۔ ایس۔ اور فٹنٹ کرنل ایچ۔ اسٹن
ساتھ سی۔ آئی۔ ای۔ آئی۔ ایم۔ اس جوائنٹ سکریٹریوں کی تمہید کا محض
پیش کرتا ہوں۔ پرنسپل کی رپورٹ پڑھنے سے سال بہ سال طلباء کی تعداد
میں مستقل ترقی پائی جاتی ہے۔ جس میں مختلف ذاتوں اور مذاہب کا شمول ہو اور
امتحانوں کی کامیابی آئندہ کی ترقی کی ترغیب و تحریک دیتی ہے۔ کالج کی زندگی کے
سال دوم میں کلینیکل کام (تیاری واری) نے ہماری توقعات سے زیادہ ترقی کی جو
اور پنجاب یونیورسٹی کی جانب سے جو ایک خاص کمیٹی کالج کے سائنس کے
لئے مقرر کی گئی تھی اس کی سب سے آخری رپورٹ میں لوازمات ساز و سامان
والات۔ عمارات اور تعلیمی سہولتوں کی بڑی تعریف کی ہو۔ اس کمیٹی کے ایک
ممبر ڈاکٹر ایگنس سکاٹ نے یہاں کے میوات کے انتظام کو بغور دیکھ کر یہ
نوٹ دیا ہے کہ یہاں کے طلباء تندرست اور خوش ہیں اور ان کی پرداخت خوب کی
جاتی ہے۔ ہندوستان کے زمانہ طبی کالج کا مسئلہ بڑی خوش گوار اُمیدوں کے
ساتھ بیدری ہارڈنگ نے (پہلے پہل) ۱۹۱۳ء میں چھیڑا لیکن خصوصاً
۱۹۱۳ء میں جنگ یورپ کے پھوٹ پٹنے سے بڑی بڑی مشکلات کا سامنا
کرنا پڑا۔ نظم و نسق کی کمیٹی نے ہندوستان کے سینے زمانہ ڈاکٹروں کی سخت ضرورت
احساس کر کے باوجود سخت مشکلات پیش آنے کے بھی (قوم) آگے بڑھانے کا
مستحکم ارادہ کر لیا اور ہم جب پنج سالہ گوشہ کے حالات) برنظر کرتے ہیں تو اس
میں کچھ بھی مبالغہ نہیں کہ جن مشکلات کو ہم نے پہلے سے نام لیا تھا وہ بجا سے کم ہونے
کے اور بڑھ گئیں۔ گورنمنٹ پیپر و پرائمری نوٹوں کی قیمت کے اخطاط
ہاری حالت کو بہت گھٹا دیا اور اسی کے ساتھ ساتھ سامان غارتی کی گرانی ان نقشبات

تکمیل کو جن پر دملہ اولیٰ میں کلچ اور ہسپتال کا بنانا قرار پایا تھا خارج از امکان کر دیا۔ کام کرنے والی مستودات کی مانگ اور کارہا جنگ کے بیٹے خصوصاً ڈاکٹری جاننے والی عورتوں کی ضرورت نے اعلیٰ درجے کے سٹاف کے بھرتی کرنے میں سال بہ سال زیادہ دقتیں ڈالیں۔ سامان خواہ سائنس کا ہو یا کارہا ہسپتال کے متعلق روز بروز زیادہ کم یاب ہوتا گیا۔ آخری مگر سب سے زیادہ مصیبت جس پر ہماری کامیابی کا دار و مدار تھا وہ لوگوں کی نظروں میں ایسی بڑی ہسپتال کی طرف جونی اکال ایک غیر آباد مقام میں واقع ہو رغبت دلانا اور اس کی طرف لوگوں کے دلوں کی کشش قائم کرنا تھا۔ ان مشکلات کے علاوہ سارے ہندوستان کے لیے ایک ہی ڈیکل کلچ بنانے اور اس کے چلانے میں یہ دقتیں تھیں کہ ہر صوبے کی یونیورسٹیاں جُدا جُدا ہیں ہر جگہ کی ابتدائی تعلیم کے مدارج بھی جدا گانہ ہیں۔ طالبات کے رہنے بہنے انتظامات خانہ واری کی ضروریات ہی نہ صرف ہندوستان کے ہر حصے میں مختلف ہیں جہاں سے کہ وہ آتی تھیں بلکہ ان کے قومی اور ذات فئات کے حالات بھی اسی طرح جُدا جُدا ہیں۔ لیکن جماعت متظہین مطمئن ہو کہ بڑی بھاری بھاری مشکلات پر ہم غالب آ گئے ہیں اور کلچ اب ایک کارآمد اور ترقی کے وسیع زمانے میں قدم دھر رہا ہو۔ امکان کیشن کا یہ خیال بھی ہو کہ جو کامیابی حاصل ہوتی ہو وہ زیادہ تر کلچ کی پہلی پرنسپل ڈاکٹر کیٹ پلٹ کی مستعدی۔ سرگرمی اور دل بستگی کا نتیجہ ہو۔ کافی تعداد استادوں کی عدم موجودگی میں کام کی سنبھال۔ عمارتوں کی نامکمل حالت سامان آلات و اوزار کی فراہمی کی دقتیں اور سٹاف کی طرف سے ہر وقت کی پریشانی یہ سب باتیں پرنسپل کے سر پر ایک بڑا بھاری بوجھ تھا یہ اور نہ زیادہ گراں اس وجہ سے ہو گیا کہ ڈاکٹر پلٹ نے کبھی کلچ کی خدمت گزاری میں ڈھیل نہ دی۔ ہم اس رپورٹ کو مرحوم سر پارڈی لیو کیس کی کلچ کے متعلق گراں بہا خدمات کا ذکر کیے بغیر ختم نہیں کر سکتے۔ بڑی حد تک یہ آپ ہی کے مشورے اور تجربہ کی وجہ تھی کہ لیڈی ہارڈنگ کا ابتدائی خیال صورتِ حالیہ میں پختہ ہوا۔ ہندوستان کے لوگوں پر لیڈی ہارڈنگ۔ سر پارڈی لیو کیس اور ڈاکٹر کیٹ پلٹ کے احسان کا بار درگراں ہو جو ان صاحبوں نے ہندوستانی مستوط

کی ہیرو وی (اور فلاح) کے بیٹے کیا ہو۔

کلج کے حالات کلج ہسپتال نرسوں اور کمپونڈروں کا ٹریننگ سکول حضور

ملکہ منظمہ قیصرہ ہند کے ۱۹۱۱ء میں ہندوستان کی تشریف آوری کی یادگار میں بنایا گیا ہے۔ ۱۹۱۲ء میں لیڈی ہارڈنگ نے عورتوں کے طبی پیشہ میں اس قدر کم داخل ہونے کی وجہ یہ دریافت کی کہ ہندوستان میں ان کا کوئی خاص کلج موجود نہ تھا اس لیے جناب ممدوح نے ایک کلج اور ہسپتال کا بیہ مستورات طالبات کے لیے بنانے کی سکیم (تجویز) کی جس کے شاف میں بھی تمام عورتیں ہی ہوں کلج میں سوا طالبات ہسپتال میں ڈیڑھ سو مریضوں کے بستے اور ٹریننگ سکول میں پچاس نرسوں کی گنجائش رکھنا مرکز خاطر تھا۔ اس کلج کو اس طرز پر بنانا مقصود تھا کہ طالبات مرضا پر وے اور ذات کے دستور کو برقرار رکھ سکیں۔ اس کے بعد لیڈی ہارڈنگ نے والیان مکاسے جن کو آپ کی ذات مستجمع الصفات سے ارتباط تھا اپیل (درخواست) کی جنہوں نے فیاضی سے اس دکار خیر میں شرکت کی اور بہت وعدے کیے گئے جن کی تعداد پندرہ لاکھ کے قریب (حسب ذیل) ہو گئی۔

ہمارا جہ پور - ہمارا جہ گوالیار - ہمارا جہ پٹیلہ - حضور نظام حیدر آباد - ہمارا جہ بڑوہ
تین لاکھ دو لاکھ سو لاکھ ایک لاکھ ایک لاکھ

ہمارا جہ آو دیپور - ہمارا جہ جھوپور - ہمارا جہ کوٹا - ہمارا جہ صاحبہ ہوا - ہمارا جہ بہادر بھنگہ -
ایک لاکھ ایک لاکھ ایک لاکھ ایک لاکھ

ہمارا جہ اندور - بیگم صاحبہ بھوپال - بیہ ہمارا جہ صاحبہ گوالیار - ان - ایم - واپیاٹسٹ
پچاس ہزار تیس ہزار تیس ہزار پچیس ہزار

بیہ بیگم آغا خان - دیگر معطیان - مذکورہ بالا چندوں کے سوا ہمارا جہ جتوں کشمیر نے سارا سے تین ہزار روپیہ سالانہ مقرر کیا اور گورنمنٹ کی طرف سے خرچ کے لیے سالانہ ایک لاکھ کا علیحدہ (مرحت) ہوا۔ کونٹنس آف ڈفرن فنڈ نے پانچ طبی پروفیسروں کی ماہوار کا خرچ اپنے فونے لیا۔ فنڈ مذکور کی طرف سے اٹھارہ وظائف پچیس روپیہ ماہانہ کے جن میں سے تین چھ

سال کے لئے تھے۔ دیئے۔ جن کی مقدار اب تیس روپیہ کر دی گئی ہے عظیم بالا
گو یا میں ہزار روپیہ سالانہ کے معادل ہے۔ راجہ بہاؤ نارائن سنگھ نے سکھ مہوش
کی طرف سے سترہ ہزار روپیہ اور ایک پیا نو طالبات کا من روم (دکڑہ عام) کے
لئے دیا۔ ہاراتی صاحبہ اور ماہی صاحبہ بھرت پور نے ساڑھے سات ہزار روپیہ
کالج کے داخلی ہال میں سنگ مرمر کے فرش کے لئے بیادگار آن مخلصانہ تعلقات کے جو ان
دونوں رانیوں کو میٹھی ہار ڈنگ کی (ذات) سے تھے۔ دیئے کالج کی بنائے بعد سے
حسب ذیل اور چند وصول ہوئے ہیں:-

سر سردپ چند و حکم چند اندور۔ حضور پرنور اعلیٰ حضرت نظام حیدر آباد۔ گیکو آف بڑو
چار لاکھ ایک لاکھ ہاشٹھ ہزار

مہاراجہ گوالیار۔ مہاراجہ پٹیل۔ بیگم صاحبہ بھوپال۔ مہاراجہ صاحب بیکانیر۔ مہاراجہ صاحبہ اڈ

پچاس ہزار پچیس ہزار بیس ہزار بارہ ہزار دس ہزار

ہرہائس خان قلات۔ مہاراد آف کوٹہ۔ راجہ کیلشوری پرشاد۔ لارڈ ہارڈنگ کا پہلا عطیہ
دس ہزار دس ہزار دس ہزار پانسو

لارڈ ہارڈنگ کا دوسرا عطیہ۔ میجر بھنج سیٹھ۔ مہارانی ڈوگر پور۔ مالامندی سیٹھ۔

دس ہزار پانچ ہزار پانچ ہزار تین ہزار

مہارانی صاحبہ پٹا۔ مہارانی صاحبہ دمرائوں۔ راجہ کلاشد سندھ اور راجہ کرتیاند سندھ بنیلی بھاگپور

دو ہزار دو ہزار دو ہزار

سسر آئی شور۔ سرجان اور لیڈی ریجی۔ رانی صاحبہ کنیکا۔ مہارانی صاحبہ سون پور۔

پندرہ سو ایک ہزار ایک ہزار ایک ہزار

مہارانی صاحبہ پٹنہ (ڈیپس) لالاکوئی ناتھ دہلی ہر اسٹنس لارڈ جیمس فورڈ۔ بابو گھنٹا پٹنہ پرشاد زمیندار چھپر

دس ہزار ساڑھے ساڑھے پانسو

نان بہادر قاضی فرزند احمد گیا۔ سر۔ وی۔ چرال۔ بی بی خدیجہ اکبری کداری۔ گیا۔

ایک سو ایک سو ایک سو

سسر نارون براؤز دہلی۔ سسر شادی رام گوگل چند۔ انسپکٹر اجاب جھامیر خاں ہزارہ پوٹیس۔

سورج پتہ۔ عام چند۔ گورمنٹ۔ تھینکس۔ ان۔ بی۔ مسٹر ہرنی وکیل۔ اندر۔ سندھ۔ فنڈ۔

صوبہ بہائی۔ عام چند۔ گورمنٹ۔ تھینکس۔ ان۔ بی۔ مسٹر ہرنی وکیل۔ اندر۔ سندھ۔ فنڈ۔

پنجاب لیڈی ہارڈنگ موریل فنڈ - بہار و اڑیسہ ہارڈنگ موریل فنڈ - صوبہ سرحدی شہانہ

ایک لاکھ تیس ہزار باون ہزار

بلوچستان - گورنمنٹ آف انڈیا کا سالانہ عطیہ جو حسب ذیل سالانہ بڑھتا رہا :-

سارٹھے چار ہزار ۱۹۱۸-۱۹ - ۱۹۱۹-۲۰ - سنین البعد -

سوالاکھ ڈیڑھ لاکھ پونے دو لاکھ دو لاکھ

سالانہ چندے - فریڈ کوٹ دربار - نواب صاحب مالیر کوٹلہ -

بارہ سو

پندرہ سو

کالج اور ہسپتال کی عمارت کے لئے جو مقام خاص طور پر منتخب کیا گیا وہ پرانی اور نئی دلی کے شہروں کے بیچ میں آئندہ بننے والے ریلوے اسٹیشن کے پاس جو جس سے شفا خانے میں آنے جانے کی بڑی آسانی ہو جائے گی -

کالج کا نقشہ اور تعمیر کا کام مسٹر بیگ ماہرن تعمیر کی زیر نگرانی بڑی مستعدی سے ہوتا رہا۔ ان کی اور مسٹر گلن اگزیکیوٹو انجنیر اور سردار ناراین سنگھ کی ہمدردانہ محنتوں کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ کالج اس قابل ہو گیا کہ فروری ۱۹۱۷ء میں لارڈ ہارڈنگ نے کالج اور کپرنسلی لیڈی جیمس فورٹ کے سالہ میں ہسپتال کا افتتاح فرمایا۔

کالج اور ہسپتال کی عمارتیں مح طبی طالبات کے ہوٹل اور مکانات سکونتی تعلیمی اور طبی سٹاف کے سب ایک بڑے احاطے میں ہیں جو تقریباً ساٹھ ایکڑ کا ہے کالج کی عمارت میں ایک بڑے بلاک میں ایک بڑا کچر تھئیٹر یا کالونکیشن ہال کتب خانہ عجائب خانہ - دفاتر کے مکان - طالبات اور پروفیسروں کے کامن رومز (کمرے) ہیں۔ اس بلاک کے ہر دو جانب بالی آلوچی (علم موجودات زندہ) کسٹری (کیمیا) فزکس (علم طبعی) فرنی آلوچی (حیوانات و نباتات کی زلیست کی حقیقت کا علم) ایناٹمی (تشريح) پی تھالوجی (تشخیص امراض) کے سارے وسامان سے بخوبی آراستہ لیبارٹریز (علم کیمیا کے امتحان کے کمرے) ہیں۔ کالج کی عمارت کے پیچھے سوطا طالبات

۱۷ پہاڑ گنج کے متصل راجہ گورنمنٹ نے باغراض سرکاری معادضہ دے کر بے لی ہو

راجہ کا بازار جسے جو سنگھ پورہ بھی کہتے ہیں اور بانس کوئی کی آبادی یہ سب مقامات

راوی سینا دہلی میں آگئے ہیں اور یہ کالج بھی اسی سرزمین پر قطب روڈ پر بنا ہے ۱۲

کے لیے ہوسٹل (دارالافتاء) کی عمارتیں ہیں جن میں برطانیہ کے لیے ایک جداگانہ کمرہ ہے۔ ہندو رسکھ۔ اور مسلمانوں کے لیے علیحدہ علیحدہ ہوسٹل ہیں جن میں ڈیٹنگ رومز (کھانے کے کمرے) بھی بنائے گئے ہیں لیکن تقسیم کا وسیع کمرہ جو ہوسٹل کے چوک کے بیچ میں ہے وہ سب طالبات کے کام آتا ہے لیڈی ہارڈنگ آنجنائی کی یادگار میں ایک فوارہ جس کے بنوادینے کا وعدہ مشرجہ ایلن نے کیا تھا تعمیر کیا گیا ہے۔

اس کا نقشہ مسٹر بیکر کا مجوزہ ہے اور یہ فوارہ یورپین ہوسٹل اور کامن روم کے بیچ میں ہے جس سے ہوسٹل کے چوک کی رونق بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔

ہسپتال کی عمارت علیحدہ علیحدہ قطعات میں تقسیم ہیں جو اپنی اپنی جگہ ہر طرح مکمل ہیں جن میں دو تو بڑے جنرل وارڈس وسیع اور کشادہ برآمدوں کے ہیں۔ دو چھوٹے وارڈس کے علاوہ ہیں اور بیچ میں ایک عمارت انتظامی کام اور تعلیم کے لیے بنائی گئی ہے جس میں ایک لکچر روم۔ ایک شورہ کمیٹی کمرہ اور ایک کلینیکل پے تھا لوجی روم (تیار داری و تشخیص امراض کا کمرہ) ہے۔ ایسے ایسے دو قطع تو بن چکے ہیں جو دو مسندہ عمارتیں ہیں جس میں اسی بیماروں کی رہائش کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اس کے علاوہ دو بڑے لیبر وارڈز (زچل خانے) اور بارہ کالج وارڈز (چھوٹے قلعے) ہیں جو تین تین ملا کر ایک قطعہ ہیں جن کے ساتھ ایک یاد پچی خانہ اور حمام خانہ بھی ہے اوٹ میسنس ڈیپارٹمنٹ (باہر سے آنیوالے مریضوں کا صیغہ) ہسپتال کے صدر دروازے کے پاس ہے۔ یہاں ایک ویٹنگ روم اور کئی مشورے اور سائنٹ کے کمرے ہیں اور اس طرح بنائے گئے ہیں کہ مریضوں کی بے پردگی نہ ہو اور باہر سے بالکل نظر نہ ہو۔ اس مقام اور اصل شفا خانے کے درمیان باہر سے آنے والے مریضوں کے عمل جراحی کا تھیمپٹر اور برقی صیغہ ہے۔

۱۹۱۹-۲۲ء میں عمارات ذیل اور بننے والی ہیں :-

ایکس انی سولیشن بلاک (جس میں امراض متعدی کے لوگ سب سے الگ تھلک رکھے جاتے ہیں) ایک ایکس ری روم (اکس شعاعوں کا کمرہ جس سے جسم کے اندر کا حال معلوم ہوتا ہے) ایک ایڈمنسٹریشن بلاک (انتظامی قطعہ) جس میں دو عمل جراحی کے تھیمپٹر و فتر کے کمرے

۱۲۔ مریض و قسم کے ہوتے ہیں جو دو خانے میں رہ کر علاج کراتے ہیں وہ ان ہسپتال کہلاتے ہیں اور جو دوا سے کراہنے اپنے ٹھکانے پر چلے جاتے ہیں وہ اوٹ میسنس کہلاتے ہیں۔ ۱۲۔

کچر اور سٹور روم (گودام) ہوگا اور دو قطع اور اسی طرح کے ہوں گے جیسے کہ اب بنے ہوئے ہیں۔ ان چار ٹرے وارڈوں کے علاوہ اور بارہ مزید کلچ وارڈ ہوں گے۔

اس کالج کا الحاق پنجاب یونیورسٹی سے یکم ستمبر ۱۹۱۵ء سے ہوا ہے۔
(۱) سائنس کی ڈیگری فیکلٹی میں تھریٹڈ کورس۔ بیالوجی۔ کسٹری اور فرکس کا اور مزید سٹ کمٹری کا
(۲) ڈیگری فیکلٹی میں فرسٹ پرفیشنل امتحان کا کورس ڈگری بیچلر آف میڈیسن (ادویہ) اور
بیچلر آف سرجری (جراحی) کے لیے۔

کالج نے واقعی طور پر اپنا کام انٹرڈیٹ سائنس کاسٹیبلس^{۱۹۱۶} سے شروع کیا۔ ہسپتال میں باہر کے مریض اپریل ۱۹۱۶ء سے آئے گئے اور رہائشی مریض مایچ ۱۹۱۶ء سے۔

اب جب کہ کالج اور ہسپتال خوب چلنے لگے تو اب ہم اُن لوگوں کی طرف جن کی بدولت یہ ہم سر ہوئی بظن احسان مندی دیکھتے ہیں سب سے پہلے تو ہمارے کالج کی بانیہ لیڈر سی ہارڈنگ مرحومہ ہیں جنہوں نے اس کی بنا ڈالی اُن کی دل سوزی اور سرگرمی اور ہزار ہا مصیبت زدہ عورتوں اور بچوں سے اُن کی ہمدردی ہی سے اس سکیم نے نشوونما پایا۔ اس کے بعد سر ہارڈی لیو کس کالج کے ایک دوست کے بھی خواہ تھے جن کی انتظامی قابلیت و تجربہ اور دانش مندانہ مشورت ہی کی بدولت اس انسٹی ٹیوشن کا آغاز کامیابی سے ہوا۔ سر ہارڈی اپنا بہت سادہ وقت (عزیز) اور محنت اس پر صرف کرتے تھے۔ خواہ وہ کتنے بھی مصروف ہوں مگر وہ ہمیشہ کالج کے متعلق صلاح مشورہ دینے کو تیار رہتے۔ اور اس کی بہت سی کی ہر خزانگیات میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔

وہ صاحب بھی جنہوں نے عمارتوں کے نقشے بنائے اور عمارتیں بنا کر کھڑی کر دیں اور وہ بہت عرصہ سوست جنہوں نے ضروری فنڈ مہیا کر دیتے اور وہ اصحاب جنہوں نے کالج کے کھلنے کے وقت ستم کو دودھی ہے۔ (دس) کا شکریہ ہمیں واجب ہے ہم خصوصاً ہر اسٹوڈنٹ کی چیمپیونر کے بدرجہ غایت ممنون احسان ہیں جنہوں نے اپنے زمانہ قیام ہندوستان میں طالبات کی گزران اور یہی خواہی میں نے دلچسپی لی ہر اس کی طریقوں ہماری مددگار کی سال ریز پورٹ (۱۹۵۸ء) میں کالج نے غلط خواہ مرقی کی ہے۔ تعداد طالبات کی ۸۴ سے نئے سیشن (۱۹۵۸ء) میں ساڑھے لکھ پہنچی جنہاں کی گراں قیمتوں کے سبب کے تعمیر کے کام میں بڑی مشکلیں پیش آئیں لیکن بحیرہ علی علی نے کئی عمارتیں بنائیں جن کا بنانا سٹاف

کی بڑھتی ہوئی تعداد کے لئے ناگزیر تھا کیونکہ ضرورت کے لحاظ سے طالبات کے کوارٹر اس کام میں لائے جا رہے تھے۔ اس سال یہ عمارتیں مکمل ہوئیں۔

ایک دوسرا دو منزلہ بنگلہ پروفیسروں کے لئے جو نیر اسٹاف بنگلے میں تین کمروں کا اضافہ اور طالبات کے ہسٹل میں ایک گرم آب - آمید ہے کہ سال آئندہ ہم ایک اور دو منزلہ بنگلہ پروفیسروں کے لئے بناسکیں گے اور ایک نیا باورچی خانہ یورپین ہسٹل کے لئے کالج کے بڑے کمپونڈ کے باہر بابو کلارکوں کے لئے ایک آفس اور جن مرکالوں میں چھت پر چڑھنے کی سیڑھیاں نہیں ہیں وہ بھی بنائی جائیں گی۔ کیونکہ موسم گرما میں اس ملک کی گرم و خشک ہوا ایک عجیب چٹیش کی حالت ہے ضرور ہے کہ اس اشتداد میں کچھ کمی کی کوشش کی جائے۔

طالبات میں نیزہ ہندو - بارہ اینگلو انڈین - گیارہ یسوی عیسائی - چھ سکھ - چھ یورپین - پانچ مسلمان تین برہمن عیسائی - دو پرتگیز - ایک آریں عیسائی اور ایک یہودی ہیں۔ یہ بات اطمینان بخش ہے کہ موجودہ طالبات ساٹھ کی تعداد میں سے بیالیس خالص مشرقی النسل ہیں اس سے متبادر ہے کہ کالج جس غرض سے بنایا گیا تھا اب وہ مقصود اصلی حاصل ہو رہا ہے۔ یعنی ہندوستانی مستورات کی طبی تعلیم۔ مسلمان طالبات کی تعداد بالنبیۃ کم ہو سکتا ابتدائی تعلیم کے زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہوتیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ (فی زمانہ) ہندوستان میں بالعموم مستورات ترقی کی طرف قدم بڑھا رہی ہیں اور اس سے توقع کیجاتی ہے کہ آئندہ چند سالوں میں تعلیم یافتہ عورتوں کی تعداد بہت سرعت سے ترقی کرے گی ہندوستانی مستورات فطرتاً بہار اور در ماندوں کی ضروریات میں مدد دینے کا مادہ رکھتی ہیں اور ان کا احساس ذمہ داری شعل ہو رہا ہے جس سے ان میں اس بات کی تحریک پیدا ہو گئی ہے کہ مصیبت زدہ بہنوں اور بچوں کی بلا وجہ تکلیفوں کو تابہامکان گھٹایا جائے اس کالج میں متعدد وظائف طالبات کو دیئے جاتے ہیں جن کی تفصیل بخوف طوالت ترک کر دی گئی ہے۔ علاوہ وظائف کے ذیل کے طلبائی تمنع بھی دیئے جاتے ہیں۔

کوئین امپریٹل لیڈی ہارٹونگٹل - لیڈی جمپفورڈٹل

امتحانات | اپریل ۱۹۱۸ء میں لاہور یونیورسٹی کے انٹر میڈیٹ سائنس (طبی) امتحان میں

(۲۳) طالبات بھی گئیں جن میں سے نو پاس ہوئیں۔ (۵) ایک مضمون میں رہ گئی تھیں جس میں انہوں نے دسمبر سال مذکور میں کامیابی حاصل کی تین آرگینک کسٹری میں فیل تھیں انہوں نے بھی پاس کر لیا اور چھ ناکامیاب رہیں۔ مس مارشل انٹرمیڈیٹ سائنس کے امتحان میں (۳۸۹) مرد اور عورتوں میں دو سکمر نمبر پر آئیں اور اس لیے اُن کو لیڈی ہارڈنگ کا طلائی تمغہ دیا گیا اور دوسری بہت سی طالبات نے انٹرمیڈیٹ سائنس (طبی) کے امتحان میں اچھی جگہ پائی۔ ۱۹۱۸ء میں لیڈی چیسفورڈ کا طلائی تمغہ مس طاس کو اور تقری تمغہ بی بی بلونت کو تر کو ملا۔ ۱۹۱۹ء میں لیڈی چیسفورڈ کا طلائی تمغہ مس اپنی کارپ کو ملا۔ کالج کے انتخابات سال میں دومرتبہ سشن کے خاتمے پر ہوتے ہیں مضمون میں ترقی کے انعامات ہر سلسلہ لیڈی چیسفورڈ صاحبہ نے بانیہ کالج کی (دبئی) کے دن ۱۷ اپریل ۱۹۱۸ء کو تقسیم فرمائے۔

سٹاف اگرچہ سٹاف میں بہت کچھ رد و بدل ہوا ہے مگر موجودہ سٹاف حسبِ ذیل ہے۔

پرنسپل اور ڈیپوٹنٹ پرنسپل کی لکچرار۔ س۔ کے۔ اے۔ پلیٹ۔ ایم۔ ڈی۔

بی۔ اس (لندن) و مینٹریکل سرورس انڈیا۔ پروفیسر سینی کالوجی اینڈ ڈیفرمیسی۔ ال۔ ہولٹن۔ ایم۔ ڈی۔ بی۔ اس (لندن) و مینٹریکل سرورس انڈیا۔ پروفیسر آف انامی۔ س۔ ایم۔ مرنی۔ ایم۔ بی (کلکتہ) ال۔ آر۔ سی۔ پی (لندن) ایم۔ آر۔ سی۔ اس (انگلینڈ) و مینٹریکل سرورس انڈیا۔ پروفیسر آف فزیالوجی۔ مس ایم۔ آر۔ این ہومر۔ ایم۔ اے (ڈبلن) نیچرل سائنس ٹرائی پوس (کنٹیب) ڈیپوٹنٹ۔ (آکسن) اسسٹنٹ پروفیسر آف فزیالوجی۔ مس جے پٹیل۔ ایم۔

بی۔ بی۔ اس۔ بمبئی۔ پروفیسر آف کیمسٹری۔ مس اے۔ بین۔ ایم۔ اے۔ بی۔ اس سی (ایڈرین) اسسٹنٹ پروفیسر کیمسٹری۔ مس۔ آر۔ کرکسٹی۔ بی۔ اس سی (بمبئی) پروفیسر آف بیالوجی مس مسٹم۔ بی۔ اس سی (ڈبلن) پروفیسر ریاضیات و انگریزی۔ مس ای۔ ایم۔ فن۔ ایم۔ اے (ڈبلن) ریاضیات ٹرائی پوس (کنٹیب) لکچرار فزکس۔ مس۔ پی۔ بارہتھوک۔ بی۔ اس سی۔ (لندن) ایم۔ اس سی (برسٹل) لکچرار انگریزی۔ مس ایم سینیکواری۔ بی۔ اے (لندن) سکریٹری اور وارڈن۔ مس۔ ایم۔ ڈبلیو جرسٹن۔ ریاضیات ٹرائی پوس (کنٹیب) سیٹوارڈ مس اے۔ میکنزی۔ مس ایم۔ آر۔ این۔ ہومر۔ ایم۔ اے۔ پروفیسر فزیالوجی پنجاب یونیورسٹی کی ویسٹ چنیلر مقرر کی گئی ہیں۔ کالج کو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ پہلا موقع ہے کہ

کوئی عورت کسی یونیورسٹی کے سنسٹریٹ شامل ہوئی ہو۔

طالبات

طالبات کو اپنے کام اور کھیل دونوں کا شوق ہے۔ ان کے کام کی بابت ایک سہ ماہی صاحب نے جو ابھی ولایت سے اس سٹاف میں آئی ہیں اور جو لڑکیوں کے ایک بڑے کالج میں تعلیم دیتی تھیں کہا کہ ان کو یہاں کی طالبات کا شوق اور سوز و گداز ایک تعجب آمیز خوشی ہوئی اور یہ کہ وہ میری سابق کے طالبات کے بخوبی ہم پلہ ہیں۔ ہم عملی حصہ کار پر زیادہ زور دیتے ہیں اور ہر طرح کی کوشش راستی اور تکمیل کے صفاتی جذبات کے ابھارنے کی کر رہے ہیں جو بہت ضروری ہیں۔

آج کل کے دن ۱۷ مارچ کو لیڈی جمپفورڈ صاحبہ نے نہایت مہربانی سے تدریج فرما کر کامیاب طالبات کو انعام تقسیم فرمایا۔ انعامی کتابوں کی جلدیں ہم نے نہایت خوشنما بنوائی تھیں جن پر ہمارے کالج کا طلائی ٹھپہ منقوش تھا۔ گیسٹر کلب (کھیل اور تفریح) خوب ترقی کر رہا ہے اور اس کے کل انتظام طالبات خود کرتی ہیں۔ پتستی سے ان کو سچ کھیلنے کا موقع نہیں ملتا کہ کوئی اور باقاعدہ ہم ہمارے مقابلے کی نہیں ہے لیکن آئندہ سال کے لیے یہ بات قرار پائی ہے کہ مختلف مدارج تعلیمی کے طالبات آپس ہی میں مختلف کھیلوں کے سچ کھیل کریں گے بلیکٹ بال، ہاکی، ٹینس، بیڈمنٹن یہ سب کھیل ہمارے ہاں کھیلے جاتے ہیں۔ اول الذکر کھیل بہت پسند کیا گیا ہے اور آخر الذکر کی دلدادہ بہت۔ سی ہندوستانی طالبات ہیں۔ اب ہمارے کالج کی زندگی کا تیسرا سال چل رہا ہے اور طالبات میں یک جہتی (اتحاد) اور پبلک سپرٹ ترقی کرتی جاتی ہے اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ جب وہ وقت آئے گا کہ ہمارے کالج کی تعلیم یافتہ عورتیں اپنے کام کے وسیع حلقے میں چلی جائیں گی تو ہم ان پر فخر کریں گے اور وہ اس کالج پر ناز کریں گی جہاں کہ انہوں نے تعلیم پائی ہے۔

ہاسپٹل کی رپورٹ

۱۹۱۷ء میں ذیل کی عمارتوں کی تکمیل ہوئی۔

۱۹۱۷ء میں ذیل کی عمارتوں کی تکمیل ہوئی۔
نرسنگ ہسپتال کا ایک دوسرا ضلع جس میں سوپرینٹنڈنٹ اور یورپین اسٹاف کے کوارٹرز ہیں۔ صیغہ معریض ہائے بیرونی کے مکان کی اینٹوں کی جالی پیاروں کے پردے کے لئے۔ چار گھوڑوں کے لیے اصطبل معہ سائیسوں کی کونٹریوں کے اور ایک موٹر ہوس ۱۹۱۷ء میں اُمید ہے کہ ایک ایسی سولیشن بلاک (امراض متدی

کے مریضوں کو علیحدہ رکھنے کا مکان) اور ایک کمرہ اکس ریئر (شعاعے اکس) جو اس شفا خانے کے لیے بڑی جائداد ہوگی جن میں سہالات جنگ کی وجہ سے شفا خانے کے سامان میں بہت تھوڑا اضافہ ہو سکا ہے اور اس وجہ سے ابھی ساز و سامان کی حالت پوری نہیں۔ سال زیر رپورٹ میں ان پشٹ ۱۲۳۸۔ اوٹ پشٹ ۵۹۱ کی تعداد تھی۔ باہر کے مریضوں میں ۶۲۰۶۔ نئے کیس تھے ۳۸ عمل جراحی کیے گئے جن میں سے ۲ میجر (بڑے) آپریشن تھے۔ اور اسی میں ۵ اسپٹ کے عمل جراحی شامل ہیں۔

اکتوبر اور نومبر کے مہینوں میں دہلی میں وبائی بخار (انفلو انزا) پھیلا۔ یہ مرض بڑی شدید فتنہ کا تھا۔ اکثر کیسوں میں نیو مونیہ اور برنی کو نیو مونیہ (سوزش و درم شش) کا انضمام تھا۔ ہمارے نرسنگ سٹاف پر بھی اس بیماری کی بڑی مصیبت پڑی اور ہلکے افسوس ہے کہ ہمارے ہاں کی ایک سب سے بہتر اور ہونہار پروڈیوسر نے انفلو انزا اور نیو مونیہ انتقال کیا اس مصیبت کے وقت میں جب کہ ہمارا نرسنگ اسٹاف ایسا گھٹ گیا تھا گویا کہ تھا ہی نہیں ہکو نہایت قابلیت سے دہلی کی وولنٹی ڈو اگروں (مسٹر ایڈمی اور مس الٹن نے مدد دی۔ ایک بہت نازک وقت میں یہ لیڈیاں ہکو مخلصی دینے کو آئیں اور ہم کو ایک بڑی آزمائش کی حالت سے بچایا۔

زچپکی کے کیس۔ ان ڈور (۱۲)۔ باہر کے (۱۲) ان میں سے ۳۴ مہم عمومی اور (۱۰) غیر معمولی تھے ادھر کی تعداد بہت تشفی بخش ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شفا خانے کا کام اب شہرت پکڑنا جاتا ہے اور اس کی قدر کی جاتی ہے۔ کالج وارڈ کو لوگ بہت پسند کرتے ہیں۔ اچھے اچھے ہندو مسلمان اور متوسط و ادنیٰ حالت کے لوگ جو تھوڑی سی فیس ایک روپیہ اور دو روپیہ روزانہ کے دینے کی استطاعت رکھتے ہیں سب اس میں رہتے ہیں ہم کو اس بات سے بہت اطمینان ہے کہ بہت سی ادبچی ادبچی ذات والی مستورات ہسپتال میں زچگی کے واسطے آئیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شفا خانوں کی نسبت جو بے پردگی کا خیال تھا وہ اب ٹوٹتا جاتا ہے۔

(۱) طبیب۔ مس پلیٹ۔ ایم ڈی۔ بی۔ ایس۔ سی وغیرہ (۲) مس سی ال ہولٹن۔ ایم ڈی۔ بی۔ ایس۔ سی وغیرہ جینیو کالوجسٹ اور آبسٹرکچل سرجن۔ (۳) مس ایم سی مرنی۔ ایم۔ بی۔ وغیرہ برقی محکمہ

(۴) ریس ال ای میکنری۔ نرسوں کی سوپرٹنڈنٹ۔ (۵) مس جی ای۔ منڈن۔ ایم بی۔

بی ایس سی۔ ہسپتال نرلین (۶) مس ایم لے کلسال۔ ایم پی اس۔ (عینہ دوا سازی)

ڈاکٹر ہولٹن نے علاوہ اپنے جینیو کا لوجسٹ (امراض نسوانی) اور آبسٹریکل۔

زحہ خانہ سرجن کے وہ سارے برس شفا خانے کے عمل جراحی بھی کرتی رہیں۔

ڈاکٹر شیمین سین نے جائے کے مہنوں میں شفا خانے کی کلینیکل پریکٹس جی کا کام اور

کالج کے پریکٹس جی کی پریکٹس کام منڈت کیا اس مضمون پطالبات کی تعلیم سالانہ

شروع کیجیے گی۔ انھوں نے اس کے دہائی ایام میں جب کہ نام کا تحت ہجوم تھا اور سٹاف

کی قلت تھی ڈاکٹر وکسٹن نے بھی دستہ امداد بڑھایا۔

نرسنگ اسٹاف۔ اس سٹاف میں تین انگلش نرسز سو فی چار تھیں سیکرٹری

حالات جنگ کسی وقت بھی دوسرے زیادہ نہ مل سکیں۔ اب سٹاف میں چھ نرسیں

اور گیارہ پرمیشنرز (جو امیدوارانہ کام کرتی ہیں) ہیں ان کام سیکھنے والیوں میں چھ

اینگلو انڈین ہیں اور پانچ ہندوستانی۔ اعلیٰ درجہ تک تعلیم پائی ہوئی ہندوستانی

کام سیکھنے والی نرسوں کا ملنا بہت مشکل ہے۔ یہ امر نہایت ضروری ہے کہ نرسوں کے

پیشے کی معیار کو ہندوستان میں بڑھا دیا جائے اور جب تک کہ نرس کا پیشہ سب سے

اعلیٰ اور نہایت باعزت مشغلہ نہ سمجھا جائے گا جیسا کہ انگلینڈ میں سمجھا جاتا ہے تب تک اچھے

خاندان اور اچھی تعلیم یافتہ نرسوں کا اس قدر کافی تعداد میں سیر آنا پڑے گا کہ پیشے کی ضرورت

کو پورا کر سکے ناممکن ہے۔

ایک اور چھوٹی سی مسجد یہ بھی ٹرک کی اپنی طرف ہر تین در کی اینٹ چونے سے

بنی ہوئی مسجد ہے۔ اس کو بھی حاجی عبدالغنی صاحب آنریری

مبٹرٹ نے درست کرایا ہے۔ عرض و طول ۲۲ x ۹ ۱/۲۔ اسی مسجد کے بچھیت کی دیوار

سے ملی ہوئی عبدالسلام صاحب کی درگاہ ہے۔ یہ مسجد اور درگاہ دونوں لیڈی ہارڈنگ

کے کالج کے کمپونڈ سے ملی ہوئی ہیں۔

گلشن شاہ صاحب کا مزار

ٹرک کے بائیں طرف۔ (۲۰ مربع اور دو فٹ اونچے

گول چوڑے پہ آپ کا مزار ہے آپ کے سر اسنے

ایک بہت پرانا نیم کا درخت سایہ کیٹے ہوئے کھڑا ہے

آپ خواجہ عبدالعزیز صاحب نقشبندی کے خلیفہ تھے قبر نچتہ ہے۔ تنوید ۱۳۴۲ھ
ہر یہ کتبہ حال میں لگا دیا گیا ہے۔

دشاد سعادۃ گلشن مجددی رحمۃ اللہ علیہ جامع بود میان کمالات ظاہری و باطنی
وزہد و تقویٰ و تجرید و تفرید ریاضت شاقہ کشید طعام بعد از سہ روز زیادہ از سہ
نقہ تادل نکردے و ناسی سال خود و دیگر گیم گزرا سید۔ آخر در ۵۳ھ وفات یافت،

درگاہ حضرت عبدالسلام
اور مسجد ۱۳۴۲ھ

۵- ۹ پانچ اونچا ہے۔ وہ مقام بالنس کو لی کہلاتا ہے۔
پنڈت کے کوپے میں جو پیر جی عبدالصمد صاحب ایک بزرگ رہتے ہیں ان کے والد
ماجد کا یہ مدفن ہے۔ پیر جی صاحب نے ایک نفیس مسجد اور درگاہ بنوادی ہے جو عبدالغنی
صاحب کی مسجد کی کچھیت کی دیوار سے ملی ہوئی ہے۔ اور اسی سبب یہ مسجد اس درگاہ اور
سڑک کے پنج میں حال ہے اور راہ رودوں کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس چھوٹی سی مسجد کے پیچھے
کیسی خوش نظر عمارت بنی ہوئی ہے۔ لیڈی ہارڈنگ کے ڈیکل کالج کے کپوینڈ سے یہ
درگاہ ملی ہوئی ہے جو ایک بڑی شکل کا سامنا ہے۔ وہ ٹھیری شاہی عمارت اور یہ درگاہ۔ لیکن
آفریں ہے پیر جی صاحب پر کہ انہوں نے ایسی خوش قطع اور بچتہ عمارت بنوائی ہے کہ پہلے تو میں
اس کو بھی کالج ہی کا ایک حصہ سمجھا۔ اب ہم درگاہ کا بیان کرتے ہیں۔

سماع خانہ
مسجد کے مشرق میں سماع خانے کا ایک تین بنگڑی دار دروں
کا دالان ہے جس کے دونوں جانب ایک ایک حجرہ ہے۔ سارے
کپوینڈ کے اندر متعدد نیم کے درخت گھنے سائے کے ہیں جس سے یہ مقام گرمیوں میں بہت
سُکھدار رہتا ہوگا۔

چوکھنڈی
سماع خانے کے سامنے سہارے (۱) و پچھتہ چوترے پر ایک
سنگ مرمر کی چوکھنڈی (۲) اور پچھتہ دس اونچے سنگ مرمر
کے چوترے پر کھڑی ہے۔ سہ دری سرتاپا سنگ مرمر کی ہے جس کے ستون نہایت نازک
اور خوب صورت ہیں کہتے ہیں کہ پیر جی صاحب کو بنی بنائی مل گئی۔ اس زمانے میں ایسی
سہ دری کا مل جاتا ہے پیر جی صاحب کا حسن نیت اور خوش عقیدتی کی دلیل ہے اس کے

اندھرتین دیوار دو زطاق نما محرابیں ہیں اور متعدد چھوٹے چھوٹے طاق بنے ہوئے ہیں۔ اس چوڑے پردہ و قبریں پنج میں سے خام زمین دو زہیں۔ کیوں کہ شرع شریف میں قبر کو پختہ کرنا منع ہے۔ دونوں قبروں کے سرانہ ایک رنگین دائرے میں سبز زمین پر سفید حروف میں نہایت عمدہ طغریٰ ناخط نسخ میں یہ عبارت نقش کی ہوئی ہے:-

(۱) شاہ عبدالسلام حق پرست ۱۲ م ۱۳-۱۲۵۱ م شاہ فرید الدین فخری ۱۵ م ۱۳- چوکھنڈی کا ارتفاع دس فٹ ہے اور سوائے جنوب کے تینوں طرف افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کندہ ہے۔

سنگ کی دہری چوکھنڈی چوڑی۔ ۷۔ ۵x۸۔ ۸۔ چوڑے کی اونچان ایک فٹ۔ چار درنگ مرمر کے

چاروں کونوں پر ہیں پنج میں سنگ مرمر کا قبر کا توہید ہے چوڑے سمیت اس چوکھنڈی کی بلندی ۴۔ ۳ ہے۔ قبر پر کوئی کتبہ نہیں یہاں جو ایک صاحب پڑے سے رہتے ہیں لکھے پڑے حافظ ہیں تیس سیارے ان کو حفظ ہیں مگر یہ بھول گئے کہ یہ کس بیوی کی قبر ہے بس اتنا ہی ان کو معلوم ہے کہ حیدر آباد دکن کی کوئی بیگم تھیں ان کی مٹی ان کو یہاں لائی تھی وہ یہاں آسودہ ہیں

دو چیز آدمی راکشہ زور زور کے آب و دانہ دو م خاک گور

احاطے کے شمال کی طرف چھ حجرہں کا دالان ہے جو ۷۰ لمبا ہے اور اسی کے مجاویزی جنوب کی طرف احاطے کی دیوار میں ایک معمولی سا دروازہ بھڑکڑی کوڑی لگاؤں مسجد کی بچھیت کی دیوار سے ملا ہوا ہندوستان کے زمانہ محال کے مشہور مہندس اور مورخ کا مزار ہے۔ اس پر میاں بیوی دونوں آرام کرتے ہیں۔ اللہ اللہ کیے قول کے پکے

شمس العلماء منشی ذکاء اللہ خاں
کی قبر ۱۳۲۸ھ

ادبیات کے سچے لوگ تھے۔ جب تک جینے بیوی گلے کا ہار میں مرے بعد بھی وہ یوں ساتھ ہیں۔ کیسا بے نظیر چوڑا تھا سنگ باسی کے چوڑے پر جو ۷۰x۸۔ ۸۔ لمبا چوڑا اور دو فٹ اونچا کھڑا ہوا ہے۔ دو قبریں ہیں۔ مسجد کی دیوار سے ملی ہوئی منشی صاحب مرحوم و خاتون کی قبر ہے جس کے سرانہ سنگ مرمر کی لوح پر ذیل کا نہایت خوش خط کتبہ ہے اور اسی کے

پاس اُن کی زوجہ محترمہ آسودہ ہیں :- **شَکَل مِّنْ عَلَیْکُمْ فَا تَ -**

صاحب ایس قبر خان بہادر شمس العلماء نثی محمد ذکار اللہ از شاہیر فضلاء x ایس دیار راست مردے شقیقہ الحال و مجموعہ فضل و کمال بود x در علوم قدیمہ و شیعہ x فنون جدیدہ یطوئی داشت تازیت ہمت بر خدمت طلاب x علم گاشت و در تالیف و تصنیف نقب البقی از اقران و امسال بہ وچتیں کتب از مؤلفاتش مین الطلاب است پو x ہشتاد و یک منزل از منازل عمر بہمود چہارم ماہ ذیقعد x ۳۲۵ ہجری روحش بفرمان اترجعی اہل ربّ بقول نقل آخرت فرمود x و پیکر خائیش زیر خاک بیا سود۔

اللہم اغفر لہ

دوسرے دو کتبے (۱) مسجد کی پچھیت کی دیوار میں پیش طاق کے پیچھے بالکل یہ کتبہ ہے "تغیر کنسی من جانب حاجی احمد حسین مرحوم"

(۲) مسجد کے بائیں طرف دو مندرجہ حجرے کے اوپر :-

در تعمیر من جانب محمدی بیگم مرحومہ

مسجد مسجد ۱۳۰۴ھ ایک دالان کی ہر ایک حجرہ ادھر ایک ادھر ہر حجرہ میں سنگ مرمر کے کتبے لکھے ہوئے ہیں جن میں ۱۳۰۴ھ کی مسجد کی پشت ڈال کی سب جس میں پار آتش لکھا ہے ہوئے ہیں بیچ میں تین درہیں اور ان کے ادھر ادھر ایک ایک پتھر اور اس طرح پانچ درہوں کے مسجد کا دروازہ لداوی ڈیوڑھی داخل خوب کی طرف ہر جس کے دونوں جانب حجرے ہیں بائیں ہاتھ کی طرف کے حجرے میں مسل خانہ اور طہارت خانہ ہے۔ دایبے ہاتھ کی طرف کے حجرے کی دو کھڑکیاں صحن مسجد میں نکلی ہوئی ہیں اور ایک دروازہ ڈیوڑھی میں نکلتا ہے۔ دروازہ مسجد اور درگاہ کا بلحاظ اندرونی عمارتوں کے کچھ زیادہ عالی شان تھیں کیوں کہ موقع ہی ایسا کہ حسب واقع ہوا ہے۔

ہنومان جی کا مندر رائے سینا کے حدود میں یہ ایک بہت پُرانا اور قدیم مندر

راجہ کے بازاریں ہر جو بے سنگہ پورہ بھی کہلاتا ہے۔ اب یہ تمام جائے رائے سینا کی نئی دہلی میں گھیر لی گئی ہے۔ یہ مندر چوں کہ نہ ہی اور قدیم عمارت تھی حالہ چھوڑ دیا گیا۔ اس پر پبلک ورکس کا پی ۱۳ نمبر ٹراپا ہوا ہے۔ سڑک کے کنارے بائیں طرف ہے۔ پہلے اس مندر کا تعلق مہاراجہ صاحب جے پور سے تھا کیوں کہ جے سنگہ پور سے ہیں تھا۔

مندر کے دروازے پر کے کواڑوں کی جوڑی پر پتیل کے پتر منڈھے ہوئے ہیں اس پر یہ عبارت
بخط ناگری دونوں طرف کھدی ہوئی ہے۔

”یہ جوڑی لالہ جنگل کشور و گنیت رائے علوانی کھر کھو دے والا لے

بنوائی۔ مٹی۔ مہاسادی چنچی سمیت ۱۹۷۲ء

اندر مندر کے چوڑے سنگین اور لداوی چھت کے دالان ہیں جن میں سنگ سرخ کے چوکے لگے
ہوئے ہیں۔ اور صحن کا فرش بھی چوکوں ہی کا ہے۔ جنوب اور شمال کی طرف تھک درے۔ مغرب
میں تیرہ سیڑھیوں کا زینہ اس کے بعد سہ دری ہے۔ مغرب میں اصل مندر کی عمارت ہے جس میں
سنگ مرمر کا فرش ہے جو پڑکا یعنی ایک چوکہ سنگ مرمر کا ایک سیاہ کا بہنومان کی صورت کے
گرد سنگ مرمر کا خوش نما کٹھن ہے۔ مندر کے اندر طلائی اور شیشے کا بہت عمدہ اور کثرت سے
کام کیا ہوا ہے۔ صحن کے بیچوں بیچ ایک بڑا بھاری پرانا ٹیم کا درخت ہے اور شمال رخ کتبہ کے
میں ایک سادہ بھی بنا ہوا ہے۔ مسجد کا گنبدیم (مخروطی قبة) بہت بلند ہے جس کے اوپر کلس
چڑھا کر ہلال لگا دیا ہے۔

اس مندر کے پچھواڑے ایک چھوٹی سی ۱۲ اسٹمر مرلج
جرجی بلاکس کے کھڑی ہے جو گنیش کی گئی کہلاتی ہے۔ اس

گنیش کی گئی کا برج

کے اندر اب کوئی صورت بھی نہیں ہے۔

مندر کے محاذی سڑک کی داہنی جانب ایک چھوٹی سی پرانی
مسجد بہت خراب و خستہ حالت میں سڑک سے ملی ہوئی کھڑی

راجہ کے بازار کی مسجد

ہے جس کی ایک منارے نما برجی ہے دوسری گرگنی مسجد کا دالان ۱۵۷۹ء ہے۔ تین دروازے
ادبچے ۳۱ چوڑے ہیں چھت چوبی کڑیوں کی ہے۔ صحن ۱۵۷۲ء ہے جس میں ایک چھوٹا سا
کنواں بھی ہے۔ گرد و زخم ادبچے کیونڈ وال ہے۔ چونکہ حدود چھاونی رائے سینا میں کھڑی
لوگ کہتے ہیں کہ مسجد کی مرمت کرنے کا بھی حکم نہیں۔ خدا جاسے یہ کہتے ہیں یا جھوٹ۔

کیوں کہ انگریزوں کو خود معابد کا احترام ملحوظ ہے اور باہج مسجدوں کو محفوظ کر دیا ہے۔

کھنڈ وال جینیوں کا بڑا مندر | نمبر ۱۹۔ سلطان کو اندر گھسنے نہیں دیتے
ایک بڑا بھاری حصار کے اندر بہت سے

مکانات ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس اماطے کی ساری عمارتیں پچاس ہزار میں سرادگیوں نے

خرید لی ہیں۔ دوسرے مکانات سے ہم کو بحث نہیں ہم صرف اصل مندر کا ذکر لکھتے ہیں۔ اندر چو طرفہ پختہ سنگ بست دالان ہیں۔ صحن کے پنج میں ایک بڑا سایہ دار نیم کا درخت ہے۔ بڑی وسیع عمارت ہے اور باہر کا احاطہ بھی بڑا لمبا چوڑا ہے جس میں متعدد مکانات ہیں۔ مندر کا صدر دروازہ شمال رو ہے اور اسی کے سامنے احاطے کا بڑا عالی شان بھاٹک ہے جس کے دونوں جانب خوش نمائش بنے ہوئے ہیں۔ عرض یہ عمارت بھی پُرانے زمانے کی ہے۔

شوالا اس مندر کے مغرب میں ایک چھوٹا شوالا ہے جس کا ایک برج کھڑا ہوا ہے۔ اس میں کوئی خاص بات نہیں جو لکھی جاوے۔

تال کورا قطب روڈ پر اس نام کا ایک باغ تھا۔ درخت کٹ گئے نام رہ گیا ہے۔ وہ دل نہ رہا اُس کیسی جرگٹ گئی نخل آرزو کی

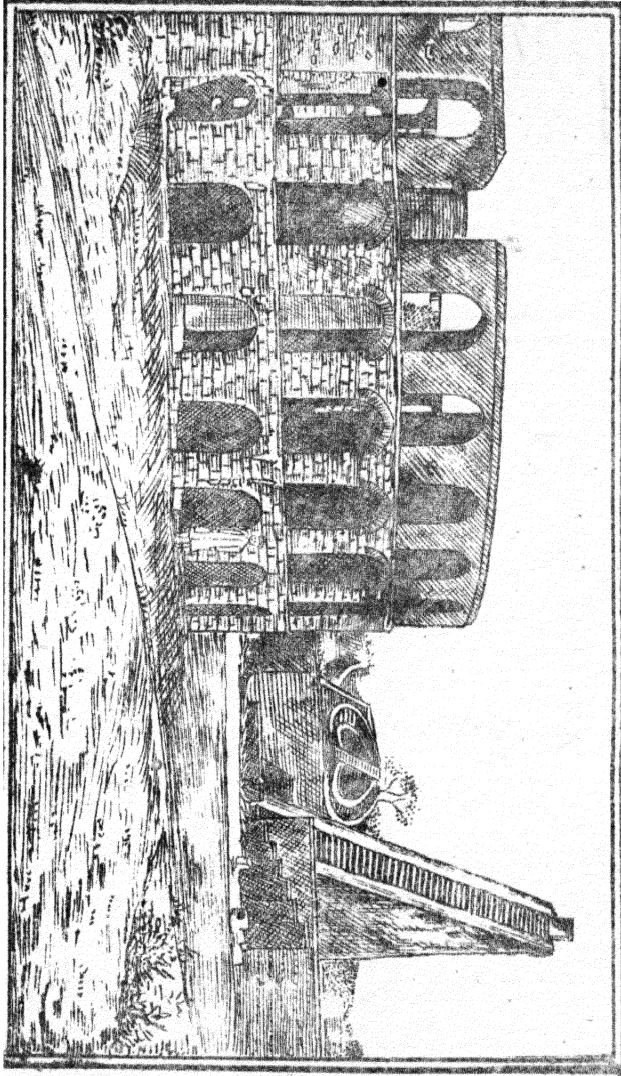
اگر وال جینیوں کا چھوٹا مندر جینیوں کے بڑے مندر کے احاطے سے نکلنے کے بعد مغرب کی طرف ایک اور مندر اگر وال

جینیوں کا ہے جو چھوٹے مندر کے نام سے مشہور ہے۔ یہ بھی جے سنگ پورے اور راجہ کے بازار میں ہے۔ یہ بھی بہت پُرانا اور قدیم مندر ہے۔ جس پر ایک کوٹھی دار گنبد ہے اور ادیر پتھر کا کتس ہے۔ کیا مجال کہ مسلمان اندر پر مار سکے اور مسلمانوں کی یہ حالت کہ سوامی شروہانند مہاتا کو جامع مسجد کے بکتر پر چڑھا دیا۔ ع

بہیں تفاوت رہ از کجاست تا کجا

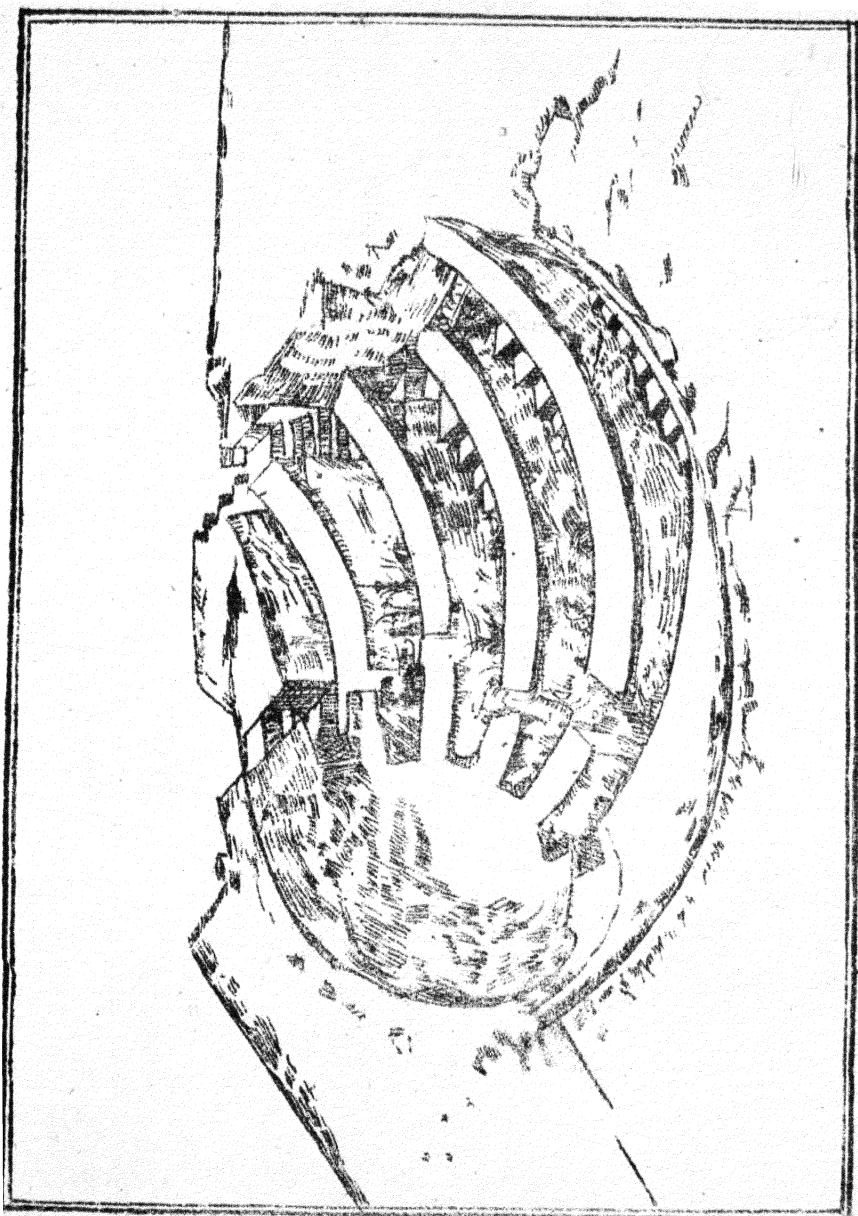
ہم کو اس سے بحث نہیں کہ مسلمانوں نے اچھا کیا یا بُرا۔ وہ جانیں اُن کا کام مجھ کو ہندو صاحبان کا طرز عمل ظاہر کرنا مقصود تھا اور بس۔ اس جگہ پر میں کون پُر کر اپنی اوقات عزیز ضائع کرے۔ ہمارا مسلک تو یہ ہے کہ لکھنؤ دینکھ دین (تم کو تمھارا دین اور مجھ کو میرا دین)۔ باہر سے ہم نے اس کا رقبہ ناپ لیا ۷۶ × ۸۴ کی عمارت ہے اور مندر سے لگا ہوا پجاری کے رہنے کا مکان ہے وہ بھی قریب قریب مندر ہی کے برابر دھلائی دیتا ہے یہ مندر لالہ شنکرن چند کا بنوایا ہوا ہے جن کا بنوایا ہوا ایک بڑا مندر مالیو اڑے میں بھی ہے۔

مسلمانوں کو تو ایک بات ہاتھ لگ جانا شرط ہے جو ہونا تھا سو چوڑا کمر کر دینے سے کیا نہ رہے۔ رسالہ معارف داعلم گڑھ) ماہ مئی و جون ۱۹۵۵ء میں اسی بحث نے (۵) صفحہ گھیر لیے اور پھر اس تصنیف نامرضیہ کو جناب شیخ عمر بخش صاحب دہلی ہائی کورٹ پنجاب نے بار پٹ کے گنجان لکھ ہوئے (۲) صفحہ کے رسالہ کی شکل میں ”مہاجد و غیر مسلم“ کے نام سے شائع فرمایا ہے۔ مضمون دراصل مولانا ابوالکلام صاحب کے ایک افسانہ فعل کا جو از ثبات کیا ہے جن صاحبوں کے مزاج میں کریمہ ہوا ہے اس کے بارے کو ملاحظہ فرمائیے۔



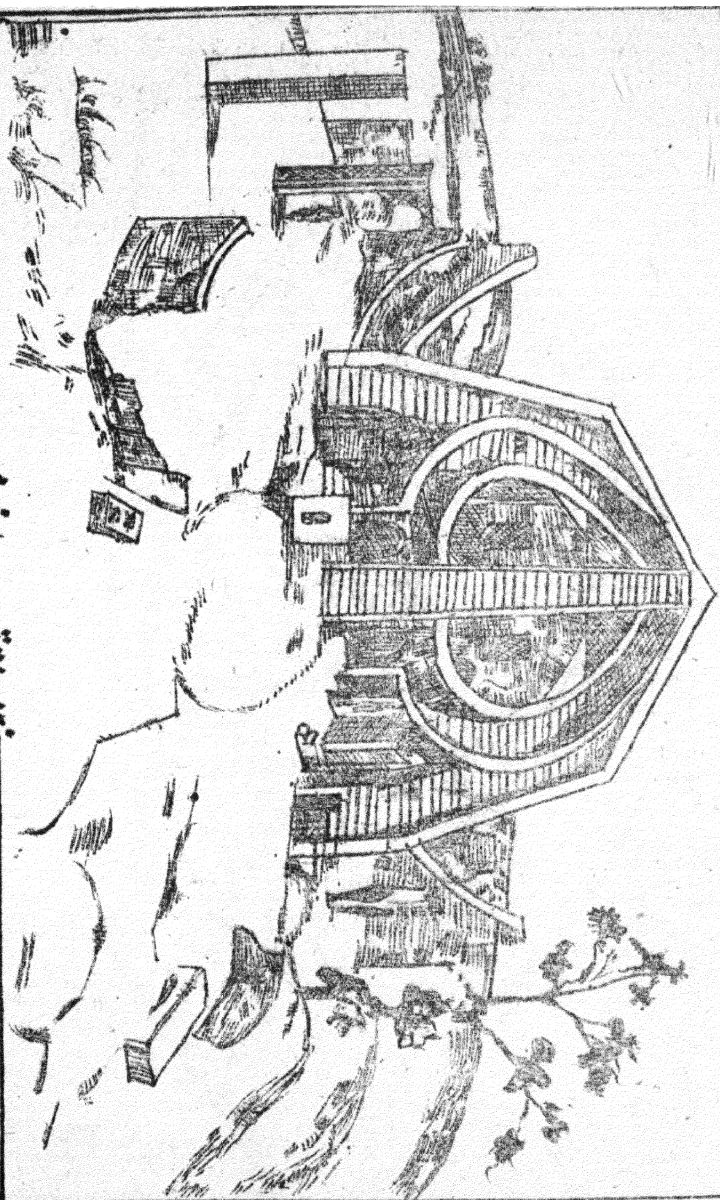
مختصر دینی و سکسکی مصداق

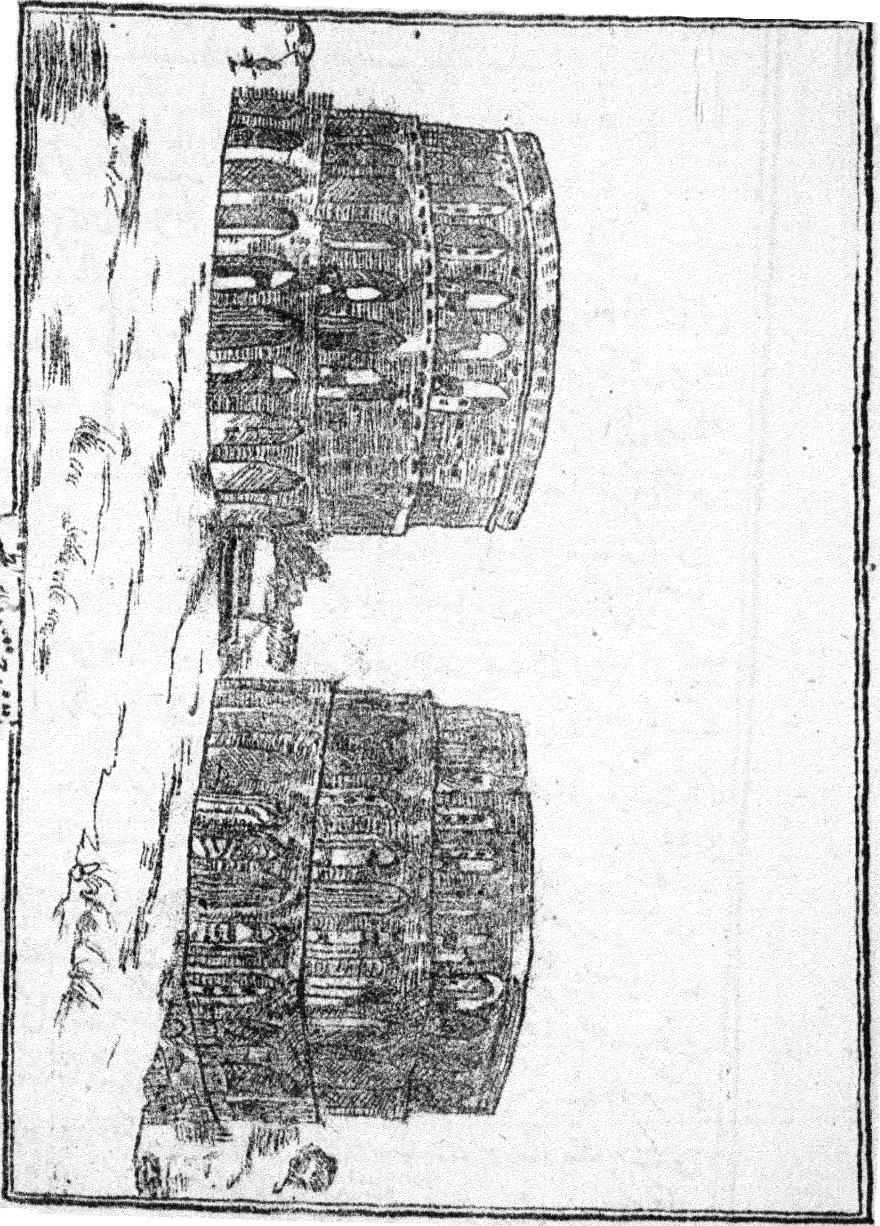




نقشه کبریا

نقشه زمینی و دیوار الفلم





نقشه جامع و دارالعلوم

مہادیو کا شوالا

اسی کے پاس مخدومی قے کا ایک چوٹا سا شوالا ۶-۷ سالہ رہا ہے۔

نیان کا مٹھ

پھر اس سے اور آگے بڑھ کے ایک قدیم اور بختہ مٹھ ہے جہاں پار سناتھ کی سورتی بٹھائی جاتی ہے اور نیال

کہلاتا ہے۔

مہر دمہ و آسمان و انجسم
دریا و زمیں و کوہ و صحرا
سب کا ہی وہی بنانے والا
ما اعظم شانہ تعالیٰ

پرانے قلعے سے مغرب و شمال کے کونے میں کوئی تین میل
اور اجمیری دروازے سے بہ جانب جنوب ایک میل پر یہ
شہور علم ہیات کے علی تجربوں کی رصد گاہ ہے۔ اس رصد گاہ

جستہ منتر
۱۱۳۷
۱۱۳۸

کے متعلق تھارن صاحب نے لکھا ہے کہ "دیکھ کر آتے وقت ہم جستہ منتر کی مشہور
رصد خانے کو دیکھنے کو ٹھہر گئے جس کو پہلے جیسے جلوس محمد شاہی میں مشہور ہیات دان
جسنگہ راجہ امبیر نے جو خاندان راجگان ہے پورا کا بانی تھا بنایا تھا جس کا محل اور اصل
موقع مادھو گنج میں تھا جو اس رصد گاہ کے قریب مشرق کی طرف ایک گاؤں ہے۔ اور ایک
مہاراجہ صاحب ہے پود کی جاگیر ہے ملک ہند کی عالی ہمتی اور سائنس کی یہ یادگار تفصیل شہر کے
باہر جامع مسجد سے کوئی دو میل پر واقع ہے۔ افسوس ہے کہ یہ کام بسبب اس کے بانی کی (بے ہنگام)
وفات اور سلطنت کے عزل و نصب کے پورا نہ ہو سکا تاہم رصد گاہ کا کام جس حد تک ہو چکا تھا
اس سے اس کے بانی کی علم ہیات کی دست گاہ اور محبت عمل کا کافی ثبوت ملتا ہے، لیکن
افسوس ہے کہ اجد جاؤں نے بنانے سے پچاس برس کے اندھی اندر اس کا بالکل ستیاناس
کر دیا۔ اگر وہ مال و اسباب کی لوٹ کھسوٹ پر ہی اکتفا کرتے تو بھی غنیمت تھا مگر غضب تو یہ
ہوا کہ انہوں نے عمارت کے ساتھ دوائر کو بھی بہت بڑا نقصان پہنچایا۔ بڑے دوائر لپٹا
اب تک قائم ہیں لیکن خطوط اور دائرے کا محیط جس میں درجے بنے ہوئے تھے بہت سی
جگہ سے شکستہ ہو گئے ہیں مثلث کے ایک ضلع کا طول (۸۸) ہے۔ دوسرا ضلع کا ضلع
۱۰۷-۱ ہے۔ اس پر چڑھنے کا سیڑھی دار زمین ہے جس کے کناروں اور محرابوں پر سنگ مرمر
لگا ہوا تھا۔ اس عظیم الشان آلے کی کائنیت اور صحت عمل کی وجہ سے جس سنگ نے اس کا نام

سمت فیتر یعنی شاہزادہ دوار رکھا تھا کیوں کہ اسی سمت کے اور دو چھوٹے آئے بھی ہیں۔ ان
 تینوں آلوں کو ایک دیوار کے ذریعے سے ملا دیا گیا ہے جس پر ایک نصف دائرہ ان اشیاء کا
 ارتفاع معلوم کرنے کے لیے بنایا گیا ہے جو اس مقام سے مشرق اور مغرب میں واقع ہیں۔ ان
 دائرہ کے جنوب میں اسی سمت کی دو عمارتیں اور ہیں جن سے ستاروں کی بلندی۔ قوس افقی
 (Azimuth) اور اجرام فلکی کے مقامات اور فصل وغیرہ کے حالات معلوم
 ہوتے ہیں۔ ایک ہی سمت کی کئی کئی عمارتیں ایک ہی جگہ بنانے سے یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ
 ایک آئے سے جو عمل کیے جائیں ساتھ کے ساتھ اس کی صحت عملی کی جانچ پر تامل و دیکھ
 آئے سے بھی کر لی جائے۔ یہ آخر اندک عمارتیں مددِ شکل کی ہیں جو اوپر سے کھلی ہوئی ہیں جن کے
 نیچے ایک ایک بلند ستون عمودی شکل کا سطح زمین سے تین فٹ بلند کھڑے ہیں جس میں سے
 تیس خطوط قطر سے محیط دائرے کو جاتے ہیں۔ ان کا درمیانی فصل قطروں کے برابر ہوتا کہ
 قطروں کے باہمی فصل سے ایک کمال چھ درجے کا حصہ دائرہ بن جائے۔ دیواروں کے
 اندر طاق بنے ہوئے ہیں جن میں مدارِ شمس کے خطوط تماس بنے ہوئے ہیں جن پر
 ستون عمودی کا سایہ پڑتا ہے اور یہ خطوط ایک سے لے کر پینتالیس درجے تک بنے
 ہوئے ہیں۔ لیکن جب آفتاب کا ارتفاع اس بلندی سے زیادہ ہو جاتا ہے تو انہیں درجوں
 اور ستون عمودی سے آفتاب کا صحیح ارتفاع معلوم کیا جاتا ہے۔ ان درجوں کو دقیقوں
 میں تقسیم کیا ہے لیکن جو درجے مقابل کی دیوار پر بنے ہوئے ہیں اور جن میں ہر ہر درجے
 کے چھ حصے کیے گئے ہیں اس سمت کے دقائق کی تقسیم نہیں ہے۔ ان دوار اور خطوط پر جو سایہ
 پڑتا ہے اس سے فوراً آفتاب کا قوس افقی اور عمل نصف النہار معلوم ہو سکتا ہے اور اس طرح
 چاند اور ستاروں کا مریدی (Meridian) بھی معلوم ہو سکتا ہے۔
 ان دونوں عمارتوں اور بڑے دائرہ النفل کے پنج میں ایک کمرہ مقعر بنا ہوا ہے جو فلکی نصف
 دائرے کو بتلاتا ہے جس کا قطر ۵۰ ہے۔ اس میں پندرہ درجے ہیں جس سے نصف النہار معلوم
 ہوتا ہے۔ چوں کہ یہ مقام ایک خاص فن سے متعلق ہے اس لیے ماوشما کو اس کی قدر نہیں
 ہو سکتی نہ کچھ سمجھ میں آتا ہے ہاں جو دگ علم الافلاک کے نام ہیں وہ جان سکتے ہیں کہ کن کن
 مسائل کو کس کس اسلوب سے سمجھایا ہے۔ ہمارے جیسے لوگوں کو جو اس کو چسکے نابلدہ ہیں بظاہر
 ایک بہت بڑی خطاستوں کی ڈائل نظر آتی ہے اور دودھ در عمارتیں معلوم ہوتی ہیں جن میں ایک

اور پرایک سیرھی نما دھائر بنے ہوئے ہیں جن سے بظاہر ستاروں کے صعود و نزول کی پیمائش کی جاتی ہے۔ آگے ہماری عقل خود چلے گی۔ ہم نے انگریزی میں ایک بڑی مبسوط کتاب لکھی ہے جو خاص اسی جہت منتر پر لندن میں حال میں بھی ہے جس میں متعدد نقشے بھی دیئے گئے ہیں اور اس میں ساری بحث راجہ جے سنگھ کے عمل ہیأت پر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سائنس دانوں کے لئے یہ ضرور کوئی بڑی قابل قدر چیز ہے جو اس زمانے میں بھی اُس کی چھان بین کی جا رہی ہے۔

رکاب گنج حال مادھون گنج نمبر تہی ہے۔ - اجیری دروازے سے قطب روڈ پر داہنی طرف سڑک سے کوئی سو سو سو قدم پرے جہت منتر کے

غرب میں ایک بڑا بھاری پختہ احاطہ نظر آیا ہے۔ اس کا قدیم نام رکاب گنج تھا لیکن اب اس پر مادھون گنج کا بورڈ لگا ہوا ہے۔ چونکہ اس گنج کے دروازے کے پاس ایک تین در کی چھوٹی سی مسجد ہے۔ اور وسط میں چوڑے پر ایک قبر بھی ہے تو اس کا بانی کوئی ہندو نہیں ہو سکتا۔ جہت منتر کے بیان میں جو مادھون گنج کا ذکر آیا ہے وہ یہی مقام ہے جسے ہمارا راجہ صاحب جی پور کے علاقے کا کہا گیا ہے اب یہ ساری زمین معاوضہ دے دلا کر رائے سینا میں شامل کر لی گئی ہے۔ صدر دروازہ شمال رویہ بڑا عالی شان ہے۔ گہرائی دروازے کی آٹھ ہے اور چوڑائی ۱۱ ہے۔ دروازے کے اندر بغلی میں دو طرف سے دریاں ہیں اور اندر بھی سردی ہے۔ احاطہ چار سو فٹ مربع ہے جس کے چاروں کونوں پر گھوٹے بنے ہوئے ہیں مشرق کی طرف چوتھائی دیوار گر پڑی ہے اندر سوائے جنگلی گھاس کے کچھ کچھ اس سڑک پر داہنی طرف بائیں سڑک کے لگی ہوئی اونچے نیچے پرایک

ٹیلے پر کی مسجد مسجد بنی ہوئی ہے تین در کی مسجد ۲۵۲ ہے۔ جو (۱۷۴) اونچے ۳۰ - ۸

چوڑے ہیں۔ بائیں طرف ایک حجرہ ۹۵۵ ہے۔ اندر گج کافر ش اور چھوٹا سا منہر ہے جہت چوبی کڑیوں کی ہے جن میں سنگ سرخ کا بہت پرانے چوکوں کافر ش ہے جو ۱۷۴ ہے۔ احاطے کی دیوار ۵ - ۹ اونچی ہے۔ داہنی طرف ایک کنواں ہے۔ صحن کے کونے میں بائیں طرف ایک بہت پُرانا نیم کا درخت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سڑک نکالتے وقت اس مسجد کے صحن کا کچھ حصہ سڑک میں آ گیا ہے اور دروازہ جواب جنوب کی طرف ہے وہ ضرور سڑک کی طرف رہا ہو گا چنانچہ سڑک کی طرف ۱۷۴ ہے۔ لہٰذا اپنی پیچھے چلنے کی بندش کی ایک دیوار مسجد کا صحن محدود کر کے کونسا دی ہے۔ اور یہی اونچان اس ٹیلے کی بھی ہے جس پر کہ مسجد بنی ہوئی ہے۔ غرض ہے کہ قدیم اندر سرکار کو اس کا موجودہ حالت پر

باقی رکھنا منظور ہے جو اس طرح بندش کرادی ورنہ اس دردسری کی کیا ضرورت تھی۔

نئی چھاؤنی کی مسجد انہری پل گورنمنٹ ہوس رائے سینا کے سامنے مغرب کی طرف سڑک کی بائیں طرف معمولی حیثیت کی ایک قدیم مسجد

تین گنبد اور تین دروں کی ۲۲ × ۱۳ ہے بائیں تھکی طرف ایک حجرہ ہے جہت اوپر سے سپا ہر چاروں کونوں پر چار مینار ناچوکور برجیاں ہیں بیچ کا دروازہ اونچا ہے۔ ۹ چوڑا ہے۔ بائیں طرف کی محراب پر سنگ سرخ میں یکافتاح کا طفر لگتا ہوا کہیں اور سے لا کر لگا دیا ہے۔ دو سیڑھیوں کا چھوٹا سا ممبر ہے سامنے گے اینٹ کے فرش کا چھوٹا سا ۱۲ × ۱۳ کا ہے کیونکہ ۲۲ × ۱۳ ہے اونچا ہے صحن میں ایک کنواں بھی ہے شمال کی طرف اینٹوں سے بننا ہوا ایک پختہ گچ کا چوکی دار دروازہ ہے۔ جسے چوبی پٹ ہیں۔ دروازے کی محراب میں کارنس پر رنگ کا کام ہے کسی نے روشنائی سے پیشانی پر یہ شعر لکھ دیا ہے۔

مساز را ہاں سجدہ سجودے نماز عاشقاں ترک و جودے

قدیم نام اس مسجد کا کیا تھا معلوم نہیں۔ اب نئی چھاؤنی کی مسجد کہلاتی ہے۔ اس کے کیونڈ کی مشرقی دیوار میں پانی کا نل بھی لگا ہوا ہے۔ نل کچھ مسجد کے واسطے نہیں لایا گیا بلکہ جس طرح پبلک روڈ پر لگا دیا جاتا ہے یہاں بھی لگا دیا گیا۔ یہ بھی غنیمت ہے۔

ایک نامعلوم گنبد انہری پل بجلی گھر اور محکمہ پی۔ ڈبلیو۔ ڈی کے جنوب میں ایک گنبد سر راہ کھڑا ہے۔ جو اندر سے ۱۰ × ۱۰ ہے۔ چار طرف

چار چار دروازے ۱۰ × ۱۰۔ اندر کوئی قبر نہیں نہ فرش۔ دیواروں میں آٹھ طاق ہیں بہت خراب و خستہ حالت میں ہے۔ کس کا ہے معلوم نہیں۔ لوٹا پھوٹا چوڑا ہ اونچا ہے۔

گمبٹ قطب روڈ کے بائیں طرف سڑک سے کوئی سو سو قدم اٹھی ہوئی صفدر جنگ کے مقبرے کے شمال میں چھ فیٹ مربع بہشت پہل گئی ہے تین طرف دروازے

مغرب میں بند۔ دروازے ۱۰ × ۱۰۔ اس کے جنوب میں ایک پختہ کنواں ہے یہ بھی نامعلوم ہے۔ جہاں بڑے بڑے گنبدوں کا پتہ نہ چلے یہ کس شمار قطار میں ہے۔ اس کے آگے صفدر جنگ کا مقبرہ قطب روڈ کے داہنی طرف ہے۔

دلی دروازے سے قطب روڈ پر کی عمارتیں

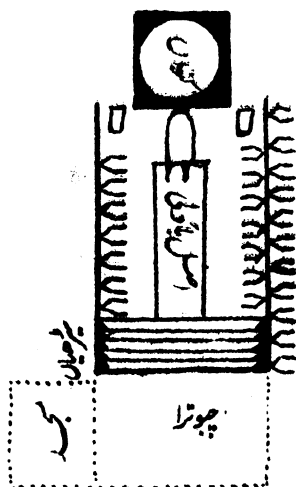
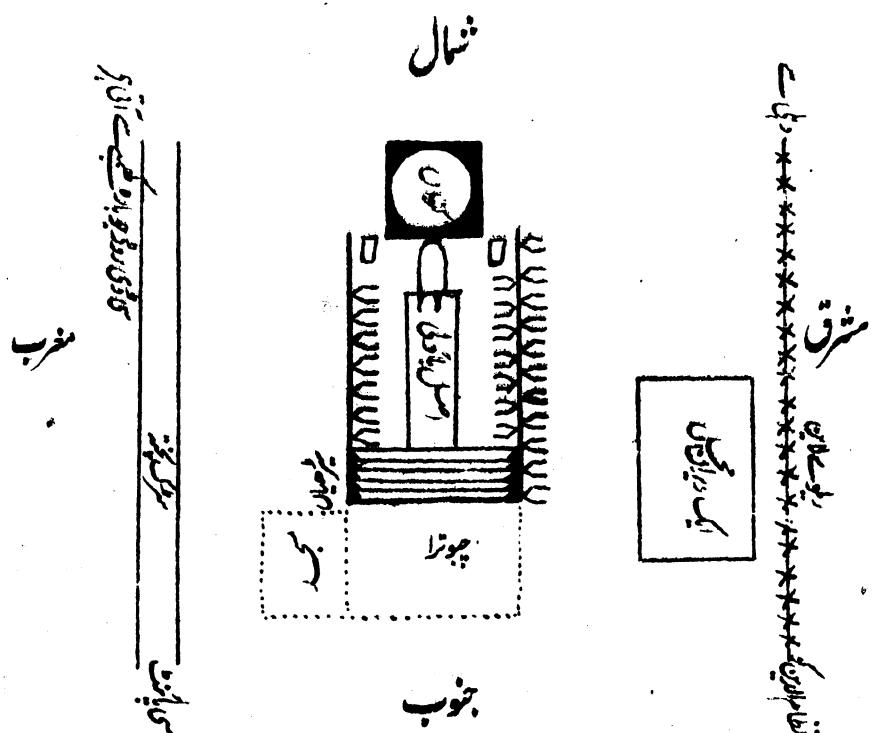
گھوگس دہلی نظام الدین کی سڑک۔ مہابت خاں کی حویلی کے سامنے داہنی طرف ایک سڑک بھٹ جاتی ہے جو رائے سینا سے ہوتی ہوئی قطب چلی گئی ہے۔ بستر کے تکیے کے پیچھے جو دہلی نظام الدین کی سڑک پر ہے اس کے عقب میں دلی دروازہ قطب روڈ کی داہنی جانب ایک ٹوٹا ہوا سا برج گھوگس کی شکل کا ایک چوڑے پر کھڑا ہے جس کا دور ۱۹۲۹ء اور بلندی ۱۵۰ فٹ ہے۔ یہ کسی محل کے احاطہ کے کونے پر کا ایک برج معلوم دیتا ہے۔ چنانچہ اس برج کے پاس دیوار کا کچھ گرا ہوا حصہ بھی باقی ہے۔

پھولی مسجد اریلوے لین دلی سے نظام الدین کے بائیں ٹیلیگراف پول نمبر ۹۵۳ کے پاس ایک بالکل گری پڑی مسجد ہے جس کے تین دروازے تین گنبد ہیں۔ داہنی طرف کا پہلا گنبد اور درمیانی گنبد آدھا باقی ہے۔ تیسرا گنبد بائیں طرف کا وہ بھی نصف رہ گیا ہے اور اسی طرف ایک اونچا پاکھا کھڑا ہے۔ بیچ کے آرج کی چوڑائی (دھاک) ہے۔ صحن کے عقب میں کنواں تھا جواب پاٹ دیا گیا۔ اب یہ مسجد موجودہ حالت کے لحاظ سے پھولی مسجد کہلاتی ہے۔

اگر سین کی باولی اور مسجد اجتر منتر کی رصد گاہ سے کوئی پانچ گز فاصلے سے اس نام کی ایک بہت بڑی رشان دار باولی اور اسی کے ساتھ ایک مختصر سی مسجد ہے جو سڑک کی داہنی طرف ہے۔ اگر سین جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کوئی ہندو تھا مگر معمولی شخص نہ تھا بلکہ صاحب ثروت و منزل تھا جب ہی تو اُس نے ایسی عمارت باولی بنوا دی۔ باولی کے پاس مسجد ہونے سے شبہ ہوتا ہے کہ اس کا بانی شاید کوئی مسلمان رہا اور اصغر حسین کو اگر سین کر لیا ہو مگر یہ بات نہیں دراصل یہ دونوں عمارتیں ہندو صاحب ہی کی بنوائی ہوئی ہیں کیوں کہ ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ امام بارے درگاہ میں چلے ہندو نے بنوائے ہیں اور بعض ہندو اپنی خوش اعتقادی سے ایسا کرتے ہیں۔ کار خیرات و حسنات میں وہ مذہب کی تفریق کو مد نظر نہیں رکھتے۔

باولی کے اوپر کا چوڑا جے مسجد کا دوسرا صحن بھی کہہ سکتے ہیں ۳۷ x ۲۰ فٹ چوڑا خام ہے مگر

گرد بندش پختہ ہے۔ اصل باؤلی ستھیل ۱۰۰ x ۳۲ ہے۔ اور دھڑ دھڑ لہان لو تو ۳۲۰ ہے۔ پہاڑ کا پہاڑ کھڑا ہے۔ اندر اترتے ہوئے ڈر معلوم دیتا ہے پانی بھی لبریز اور شیریں تھا لیکن اب چوں کہ کھیت نہیں ذرا مللا ہو گیا ہے۔ باؤلی کے جنوب میں سیڑھیاں دھڑ تک چلی گئی ہیں اس وقت پانی کے اوپر چھالیس سیڑھیاں ہیں۔ باؤلی کے گرد کی دو طرفہ دیوار ۳۳ اونچی ہے۔ مشرق کی طرف باؤلی کے اندر سے (۲۴) سیڑھیوں کا دو طرفہ زینہ ہے۔ شمال کی طرف لاؤ لگانے کی سوراخ وار کر مایاں پڑی ہیں۔ باؤلی کی دیوار میں اندر کے رخ پر نیچے کے حصے میں آٹھ آٹھ دیوار دوڑ طاق ہیں اور ادھر کے حصے میں نو نو۔ دیوار کے بیرونی رخ پر تیرہ دیوار دوڑ طاقوں کا سلسلہ ہے جو بجائے خود ۷ پاؤں کی کوٹھریاں (دھ) گہراں میں ہیں۔ باؤلی کے شمال میں ایک بڑا بھاری گول کنواں ۸ مربع ہے جس کی چاروں طرف درے اور اوپر لداوی گنبد ہے۔ اسی کا پانی باؤلی میں بھرتا ہے۔ قرینہ کہتا ہے کنواں اور باؤلی دونوں بہت گہرے ہیں اور ان میں جتنی سوتیں ہیں جن کا پانی خشک نہیں ہوتا بلکہ عجب ہیں کہ باؤلی کے شکم میں بھی کنواں ہو کیوں کہ بڑی بڑی باؤلیوں کے پیٹے میں کنوئیں کھودے جاتے ہیں جیسے کہ حضرت محبوب الہی کی درگاہ فی باؤلی میں ہیں۔ باؤلی کی ہیئت کدائی بدون نقشہ نظری کے ذہن نشین نہ ہوگی لہذا اس سے ملاحظہ فرمائیے۔



شوق
یوسف علی
مظاہر المیراث

یہ آیت
سورہ بقرہ
آیت ۱۸۵

ایک دیر محفل

مسجد انبرہ پہ۔ اگر سین کی باؤلی پر ایک چھوٹی سی تین درادر لبادی سطح چھت کی مسجد ۲۸۰ فٹ ۱۰ انچ تینوں درکیاں ۲۰ فٹ اونچے اور ۶ فٹ چوڑے ہیں۔ اندر سے چھت ظم دان نما ہے۔ بائیں طرف کے پائے کی دیوار گرگنی اور اسی کے ساتھ ادھر کا حجرہ بھی لگ گیا۔ دہنی طرف کا حجرہ دس فیٹ مربع ہے موجود ہے۔ درنگ سرخ کے مینجس کی ہے۔ کلاہی ایک ہی پتھر کی کڑی ۱۰ مربع ہے۔ ادھر ادھر اسی قسم کے سنگ سرخ کے دو دو درمیں پتھر کی محراب میں چار چار درنگ لگائے ہیں۔ تینوں دیوار دو زطاقوں کے دو طرفہ کلمہ طیبہ کا مغری ہے۔ منبر اور فرش لوٹ گیا۔ باہر کی دو محرابیں باقی ہیں تیسری گرگنی ان پر بھی دو طرفہ کلمہ کا مغری تھا اور سرخ رنگ بھی مسجد کے رد کار پر تھا مسجد کی بلندی ۱۱۰ فٹ ہے پختہ چبوترہ ۲۵x۲۵ فٹ ہے جس پر ایک شکستہ قبر بھی ہے۔

محفل جو کھڑا رہا۔ اس باؤلی اور مسجد کے مشرق میں جی آئی پی ریلوے لین کے پاس ایک بہت بڑا وسیع احاطہ تھا جس کے اندر کوئی محفل تھا۔ محفل کا نواب وجود رہا نہیں مگر احاطے کی دیواریں کچھ باقی ہیں اندر پتھر اور شی کے ٹھیکے ہوئے ہیں اور مزہ دور برابر کھود کھود کر پتھر اور مٹی ڈھور رہے ہیں۔ انہیں پتھروں سے سڑک بن رہی ہے اور یہی رفتار ہے تو چند دن میں سیدان نما ہو جائے گا۔ اس وقت جو ایک خیالی تصویر اس محفل کی تصویریں آسکتی ہے وہ موقع بھی جاتا رہے گا۔ احاطے کی وسعت۔ دیواروں کی بلندی پتھروں کے انبار شی کے اونچے اونچے ٹیلے بنیادوں کے نشانات سب کافی دلیل اس بات کی ہیں کہ محفل کوئی غیر معمولی وسعت اور شان و شوکت کا تھا۔ اب اگر گورنمنٹ ایسی مرہ اور ادکار رفتہ عمارتوں کو صاف نہ کر دے تو پھر نئی دلی کے واسطے زمین کہاں سے آئے اور خدائی قوتی ۵

ہر کہ آمد عمارتوں کو ساخت رفت منزل بدگیرے پرداخت

کیوں کر صافق آئے۔ زمانہ بدل گیا۔ ہمارا طرز زندگی بدل گیا۔ ہماری ضروریات بدل گئیں۔ فرض یہ کہ آسمان بدل گیا اور زمین بدل گئی۔ یہ عمارتیں اگر باقی رکھی جائیں تو اس زمانے میں کس کام کی ہیں۔ لہذا ان کا مٹا دینا ہی اقتضا ہے ضرورت وقتی ہے۔ اب صرف انہیں عمارتوں کی نگہداشت کی جاتی ہے۔ جن سے کوئی اہم تاریخی واقعہ متعلق ہے یا کسی اولوالعزم بادشاہ کی یادگار ہیں۔ رہیں ایسی ویسی پچکلیان ان کی خدمت گزار کی کدال بھاڑے سے کرفے

سوائے گز بنیں ان پوسیدہ اور ناکارہ عمارتوں کی بجائے اب نئے نئے خوش نما ہوادار مکانات کوٹھیاں۔ پارک بنیں گے جن میں بجلی کی سرکشی جگہ گائے گی برقی پنکھے فرو چلیں گے سوڈا مینڈ کی کالیں و نادن اڑیں گی ماب وہ زمانہ لگیا کہ جب ان دقیانوسی ڈیزیزین کی عمارتوں کی ضرورت اور قدر تھی جب وہ قدردان ہی نہ رہے تو اب ان مکانات کو لیکر کیا کرنا ہے۔

مسجد سی پائنت نمبر بی ۱۰۰۔ اگر سین کی باؤلی سے سیدھے چلے جائیے تو طوی دور کے محل کو چوڑا راستہ سینا آگئی پائنت
نئے گاہ اجمیر گیٹ بارہ کچھ سے سی ڈی روڈ پہنچا سی پائنت ہرولی ڈھیرہ
دلی دروازہ

یہیں مسجد جو جس کے سامنے طاقتورستان ہے مسجد کے گرد سوا مسجد اور قبور کے جسے محاط کر دیا ہے دوسری عمارتیں گر کر میدان صاف کر دیا گیا ہے یہ مسجد تین دروں کی لداوی ہے بیچ میں ایک بڑا گنبد ہے۔ دو طرفہ ایک ایک چھوٹی سی برجی ہے چھت کے اوپر کنگورے دار منڈ ہے ہی اصل مسجد ۳۰x۱۱ بیچ کی محراب ۸x۶ ہے۔ سامنے گچ کا پختہ چوڑا ۳۱x۵ کا ہے۔ صحن مسجد کے سامنے متعدد و پختہ قبریں ہیں یہاں کی چند قبروں پر بیچ میں ہی نہایت بدخط نام گھسیٹ دیے ہیں۔ وہ یہ ہیں:-

۱) ہاتھ گفٹ حکم الہ رفت بفردوس علیم النار
فیاض بیگم فخر جہاں مرزا محمد سراج الدین مراد آبادی۔

سی پائنت اور اکس پائنت رائے سینا میں پختہ سڑکوں کا ایک جال کچھ گیا ہے بہت سی سڑکیں بن گئیں بہت سی

زیر تعمیر ہیں یہاں کے نام حروف تہجی کے نام سے مشہور ہیں یہ ایک ۶۰ امر لچ اوڈیرہ فیٹ اونچا چوڑا تقسیم ارضی کا نشان حال کا بنا ہوا ہے جس پر تیرہ میٹر صیاں چڑھ کر چلتے ہیں۔ اس چوڑے کے اوپر تین فیٹ اونچے پول پر ایک، آہنی اسکیل لگا ہوا ہے۔ یہ مقام پرائے قلعہ اور گورنمنٹ ہاؤس کے بیچ میں ہے۔ اسی طرح سڑک کے غربی آخری سرے پر اکس پائنت ہے۔ یہ مقامات سروے (پیمائش) کے نشانات ہیں۔

ایک درگاہ نمائیلہ نمبر بی ۱۰۱۔ اکس پائنت پر۔ دتی گیدے کے سڑک کے اخیر بائیں طرف ایک بلند سیلے پر چار چار در بانی ہیں۔

یہ عمارت سنگ خارا کی ہے۔ خواہ کوئی مقبرہ رہا ہو یا درگاہ نیم کا ایک درخت بھی اوپر

ایک کوئے میں ہے۔ ٹیلا چو طرف سے کاٹ ڈالا گیا ہے۔ معلوم نہیں اصلی حیثیت کیا تھی بہر حال
ہر کوئی نہ ہی مقام جو محفوظ کیا گیا ہے چوتھے کو جو چو طرف سے تراشا ہے تو سڑک کی جانب
چوتھے کے حصے کو غور سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دو کاٹہ سرف نصف نصف تراش میں
آئے ہیں اور نصف مٹی میں جمے ہوئے باقی ہیں۔ اس کے آگے قطب روڈ مل جاتی ہے۔

قطب ڈاوریلوے لین کے بیچ کے میدان کی عمارتیں

ادھر والے چوراہے کی بائیں طرف بجانب شرق نظر دوڑائیے تو یکے بعد دیگرے
عمارتوں کا سلسلہ ریلوے لین تک چلا گیا ہے جو نشی طوطا رام خزانچی اور نانی کی عویلیوں
پر ختم ہوتا ہے وہیں سے بابر پور کو سڑک چلی گئی ہے پھر بابر پور سے ہم شارع عام قطب روڈ
پر آن ملے ہیں۔ اس نواح کی عمارتوں کا ذکر اسی ترتیب سے کرتے ہیں جیسی کہ وہ واقع
ہیں مگر سلامت ان میں سے کوئی بھی نہیں سب بہت خراب و خستہ حالت میں ہیں۔ ان
عمارتوں کو اگر گورنمنٹ مسلمانوں کی عبادت گاہ اور مقابر سمجھ کر سروسٹ نہ بھی گرائے تو ان کا
اپنی حالت پر چھوڑ دیئے کا بھی وہی نتیجہ ہے جو آج گرائیے سے ہونا یعنی چند سال نہ گزرنے
پائیں گے کہ ان کا عدم وجود خود بخود برابر ہو جائے گا۔ مردے کی نعش کو آخر تک
سنبھال سنبھال کر رکھیں گے کیوں کہ وہ مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيْهَا نُعِيدُكُمْ وَفِيْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰی کا مصداق ہے۔ خاک ضرور ایک دن خاک میں مل جائے
والی ہے۔

منہدیجہ | ادھر دالی سڑک کے کنارے بائیں ہاتھ کی طرف بجانب شرق
پہنچے لداؤ کی ہے۔ ۲۵ x ۱۱ آستین در کی ہے۔ بیچ کا در ہے۔ ۴

اونچا۔ در چھوڑا ہے۔ اب زیادہ تر حصہ مسجد کا اگر صرف ۳۳ باقی رہ گیا ہے بیچ میں بڑا گنبد
تھا جس کی مچھت فلکان غالبو تری لداؤی تھی۔ ادھر ادھر آ رہی تھیں۔ فرش منبر چوبترا
سب معدوم ہے۔ موجودہ حالت یہ ہے۔



۱۵ (نوٹ) اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور (مرے پیچھے) اسی میں تم کو لوٹا کر لائیں گے اور اسی سے (قیامت کے دن)
تم کو دوبارہ نکال کر ظاہر کریں گے۔

دوسری منہد مسجد

منبر علی السلام یہ مسجد ایک بہت اونچے ٹیلے پر واقع ہے۔ جس پر تختہ چوتر اٹھا جواب الیادھ گیا ہے کہ اوپر پہنچا بھی شکل ہے۔ یہ مسجد تار کے کھم نمبر ۹۵۳ کے محاذی قلعہ کہنہ کے غربی دروازے کے سامنے ریلوے لین کے اس طرف ہے۔ مسجد پتھر چولے سے بنی ہوئی ہے پلاستر بالکل جھڑ گیا۔ اندک کافر ش بھی اکھڑ گیا۔ اندر سے تین گنبد تین درمیں اوپر سے چھت سیاٹ ہے۔ برجیاں بھی باقی نہیں رہیں۔ مسجد کا بہت سا حصہ گر کر چوترے ہی پر بڑے بڑے ڈھیم پڑے ہوئے ہیں موجودہ حالت یہ ہے۔

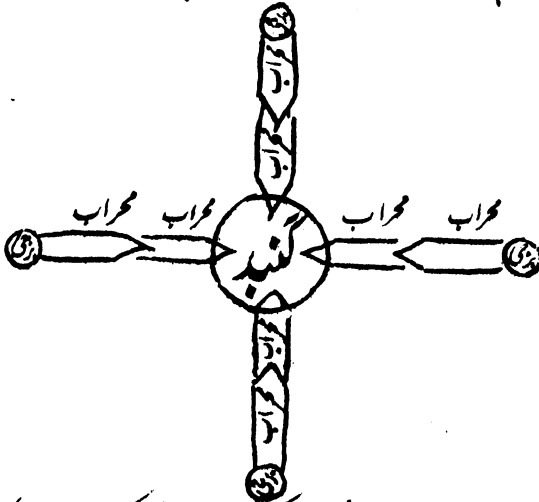
مغرب



گنبد اندر سے پھٹ کر بڑی بڑی ڈرائیں پڑ گئی ہیں بہت جلد بیٹھ جانے والے ہیں۔ محرابوں پر اندر باہر کلمہ طیبہ کے طغری تھے چنانچہ بیچ کے در اور اندر والاں کے پیش طاق پر دو طرفہ اب بھی طغری باقی ہیں چھت اور محرابوں پر نہایت نفیس کلاکاری چولے میں کی ہوئی ہے۔ اندر کی چھوٹی طاق نما دیوار دو در محرابوں پر دو طرفہ طغری تھے جن کا صرف نشان رہ گیا ہے۔ حروف جھڑ کر کچھ باقی رہ گئے ہیں۔ مسجد کے اندر رنگین کام تھا جس کا کچھ بھی باقی ماندہ حصہ چھوٹی محرابوں پر رہ گیا ہے۔ مسجد ۱۳۵ x ۱۳۵ ہے۔ درمیانی محراب ۸ x ۱۰ ہے۔ بلند مسجد کی (۲) ہے۔ سامنے چوتر اٹھا جو منہدم ہو گیا۔ روکار پر باہر کی محرابوں کے دو طرفہ بھی طغری تھے۔ آرجوں کے عمق میں منی کا کام ہے۔ یہ مسجد دو منزلی تھی جب نیچے کی منزل کی یہ گت بنی ہے تو اوپر کا کیا کہنا وہ حصہ تو سارے کا سارا گر کر چھت پر مسجد کی چھت کی دیوار کی طرف صرف ایک محراب باقی رہ گئی ہے۔ زینہ بائیں طرف تھا جو بالکل گر گیا ایک سیڑھی بھی باقی نہیں رہی۔

یہ محرابوں کا گنبد اوپر والی مسجد سے کوئی سو سو اسو قدم ریل کی سڑک کے بائیں طرف یہ گنبد لوگوں کی زبان پر تو یہی چڑھا ہوا ہے۔ دراصل کیا بات ہے خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم نے جو نام سناہ لکھ دیا غ زبانِ خلق کو نفاہ خدا کی ہے۔

یہ گنبد تار کے کھم نمبر ۹۵۲ کے مابین ہر ساری عمارت سنگ خارا اور اینٹوں کی ہر یہ گنبد بڑا عالیشان اور بہت اونچا ہے لیکن بہت شکستہ حالت میں ہے۔ اندر تمام گچ کا پلاستر تھا جس میں کاکچ بھی باقی نہ رہا۔ گنبد کی استرکاری کی چھلیں گر گئیں۔ اور نرمی لکھوری ٹپیں نکل آئیں۔ گنبد کی چند یا میں اتنا بڑا سوراخ پڑ گیا ہے کہ آسمان نظر آتا ہے۔ یہ بندش کی خوبی ہے جو اس حالت میں بھی کھڑا ہے اور خدا جانے کب تک کھڑا رہے گا۔ چاروں طرف ایک ایک بلند محراب دار دروازہ ہے۔ چوتھیں چاروں طرف کی لوگ اکھاڑے گئے۔ فرش ذرا بھی نہیں۔ نشانوں پر سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی قبریں تھیں اب تو صرف ٹوٹے ٹوٹے ایک قبر کا ٹھوسا رہ گیا ہے وہ بھی گنبد کے وسط میں نہیں ہے بلکہ ایک طرف ہٹا ہوا ہے۔ اب یہ گنبد کبوتروں کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ انہوں نے بھی خوب ماسن تلاش کیا ہے پتھر آفت بڑا سد گوشہ تنہائی را۔ گنبد اندر سے ۲۵ مربع ہے۔ اندر کی آرج ۱۵۔ ۹ x ۲۔ ۹ ہے اور پانچ ناپی نہیں جاسکتی کہ زمین جو شمالی محراب میں تھا گر گیا۔ چاروں طرف کی محرابوں پر برجیاں ہیں گردنچہ چوڑا تھا جس کا صرف نشان ہی نشان رہ گیا ہے سطحی نقشہ یہ ہے۔



اسی لین مین تیسری مسجد | تار کے کھم نمبر ۹۵۲ کے محاذی۔ یہ بھی بالکل شکستہ ہے۔

۱۲ x ۱۵ طول و عرض ہے۔ تین گنبد تین درجہ کی محراب ہے۔ بیچ کے گنبد میں دو سوراخ پڑ گئے ہیں جو اب چلنے کی علامت ہے۔ سامنے چوڑا تھا جو اب نہیں رہا۔ مسجد کے گرد ایک وسیع اور چمکتا احاطہ بھی تھا۔ جس میں بجانب شرق دروازہ تھا جس کی صرف ایک اونچی محراب کھڑی ہے۔ دوسری گر گئی جس کے گرسے ہوئے ڈھبسم

یہیں پڑے ہیں۔ مسجد کے دونوں طرف زینہ تھا جو بالکل ٹوٹ پھوٹ گیا۔ ایک آدھ سیڑھی اوپر کی باقی رہ گئی ہے۔

منشی طوطا رام خزانچی کی جوہلی | جی آئی بی کی سڑک پر دلی سے آتے ہوئے

ایک بہت عالی شان اور وسیع پختہ چار دیواری کھڑی ہے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ کوئی منشی طوطا رام فرخ سیر بادشاہ کے زمانے میں در ۱۳۰۰ء خزانچی تھے اُن کی یہ جوہلی ہرگز زبانی تکتے ہیں جن پر شکل سے بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ بہر حال یہ جوہلی تھی کسی بڑے امیر کی۔ اندر جا کر دیکھو تو زراکت خدہ ہے سوائے چار دیواری کی اونچی اونچی دیواروں کے اور کچھ باقی نہیں دو طرف کی دیواریں بھی گر گئیں صرف شمال جنوب کی باقی ہیں محض سارا بنگل ہو گیا ہے جس میں گھاس اور کانٹوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔ محض کاٹول و عرض ۱۴۱۰ فٹ ۶ اینچ ہے۔ دیواریں سر بلبلک ہیں بن پر نیچے سے لیکر اوپر تک طاق ہی طاق بنے ہوئے ہیں۔ صدر دروازہ کی طرف ایک شہ نشین کے کچھ آثار ہیں۔ اندر چنی کا کام تھا چنانچہ ایک چھوٹا سا ٹکڑا چینی کا بن پر نیلا کام تھا ہم کو شہ نشین کے بننے کے ڈھیر میں ملا۔ اطراف شمال کی طرف ۹ فٹ ۱۰ اینچ عری ٹیلری ہے صدر دروازہ جنوب کی طرف تھا جو گر گیا صرف ایک پا کھا شمال کی طرف کا ٹکڑا ہے جس میں اوپر در چول پھنسانے کی ایک سوراخ دار کڑی موجود ہے۔ دوسرا پا کھا گر گیا ہے مگر اس کی بٹیک کا ٹکڑا موجود ہے جس سے دروازے کی جگہ ان کے معلوم ہوتی ہے۔ اوپر کی محراب گر گئی پا کھے پر سے بلندی کا اندازہ ہو سکتا ہے مگر چیت ہی باقی نہیں تو اوپر چڑھنے کی کیا سہیل رہی۔ یہ مکان اس طرز کا بنایا گیا ہے کہ پہلے نہ خانے کی طرح کی لداوی کوٹھڑیاں کوٹھڑیاں بنا کر ان پر پتھر کی چنانچہ مغرب کی طرف تین در کھڑے ہیں اندر جا کر دیکھا تو دروازہ کوٹھڑیوں کا سلسلہ چلا گیا ہے اور نیچے کی منزل کو کوئی گزند نہیں پہنچا ہے۔ اس کے بعد قریب ہی نانی کی جوہلی ہے۔ موقعی نقشہ یہ ہے۔

بابر پور

دلی کی طوطا رام

سڑک

سڑک

منڈی بھد کی سڑک

نانی کی جوہلی

ریل

نانی یا جام کی حویلی

مٹھنڈی مسجد کے پیچھے نانی یا جام کی حویلی کی چار دیواری ہے۔ یہ عمارت تار کے کھم نمبر ۹۵۲ کے سامنے ہے۔ وضع قطع اس کی بھی

منشی طوطا رام کی حویلی کی سی ہے۔ مگر اس سے چھوٹی ہے اور اس کی چار دیواری سلامت ہے جس میں نیچے سے اوپر تک طاقوں کی بھرمار ہے۔ نیچے سے اوپر تک طاقوں کی چار قطاریں ہیں نیچے کی تین بڑے بڑے طاقوں کی ہے۔ باقی تین قطاروں میں چھوٹے چھوٹے طاق ہیں خدا جانے ان دونوں حویلیوں کی چھتوں میں کیا نقص تھا جو چھتوں ہی پر وبال آیا۔ دونوں عمارتیں ایک ہی زمانے کی بنی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اور دونوں ایک ہی لپیٹ میں آتی ہیں حویلی کے نیچے تہ خانہ ہے۔ غربی منجہد سردار کا علاقہ بالکل گر گیا۔ پیش میں دالان در دالان چاروں طرف ایک ایک حجرہ اور سہ دریاں ہیں۔ نقشہ نظری یہ ہے۔

سڑک ————— سڑک

۱۱x۴۱	مغرب	۱۱x۴۱
۲۰x۲۰	۴۰	۲۰x۲۰
۱۱x۴۱	۲۸x۱۱ دالان	۱۱x۴۱
	۲۸x۱۱ دالان	

دہلی سے ————— نظام الدین آباد
ریل کی سڑک

پیش دالان اور بنیلی دالانوں اور حجروں کے پختہ چبوترے موجود ہیں۔ دونوں حویلیوں کی چھت کا ملکہ بالکل نہیں ہے صحن میں گھاس بھر گئی ہے اور جنگلی خود رجھاڑ جھنکار اُگ آئے ہیں۔ سامنے سڑک پر ڈھیر کے ڈھیر پروڑی کے کتے ہوئے لگے ہیں جو سڑکوں کے کام آتے ہیں۔

سچ کہا ہے۔ **لَا مَلِكَ إِلَّا اللَّهُ** یعنی کُلُّ یَوْمٍ۔ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** اور **إِنِّ هُوَ الْغَرَابُ**

لے خدا کی طرف سے ایک فرشتہ (پیٹ) رہا یہ سنائی کرتا رہتا ہے کہ حضور نے کسے پیٹے یعنی چید امواک وہ بیشا علیہن ضرور ہے گا یا یوں سمجھ کر جس نے ان کا پیٹ دیکھا ہے وہ قبر کا گڑھا بھی لا محالہ دیکھے گا اور اسی طرح عمارتیں بھی کسی پختہ بناؤ وہ بھی اپنے ایک دن آجاڑ ہوں گی پر ہوں گی ورنہ یہی معنی **كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ** کے بھی ہیں۔ ۱۱

دنیا عجیب مقام ہے فنا کا بازار گرم ہے یہاں بڑے بڑے بادشاہوں کا کھوج نہیں ملتا۔ بڑی بڑی مالی شان عمارتوں کے بنائے والوں کا ڈھونڈے پتہ نہیں ملتا۔ اسی نواح میں ہزار ہا روپیہ کی تیاری کے نفیس گنبد موجود ہیں معلوم نہیں ہوتا کہ کن کے ہیں تو سیکے چارہ نالی کس شمار قطار میں تھا یہ بھی غنیمت ہے کہ اُس کا نام چلا جاتا ہے۔ زمانے نے ان کی بھی حجامت کر دی۔ رہے نام اللہ کا۔ ۵

دنیا عجیب مرحلہ بے ثبات ہے ہر ایک ذی حیات کو آخر مات ہے
یاں امن ایک لمحہ نہ رہتا ہے جس کو فنا نہیں ہے وہی ایک ذات ہے
بھیڑی ہوئی موت تاک لگائے کمین میں
لے جانی گی یہ کھینچ کے آخر میں میں •

ایسا مکان بناؤ کہ بن کر گر نہ ہو پیدا ہوا ہے کوئی بشر جو مر نہ ہو
ہر کوئی حال جس میں تغیر نہ ہو حادث نہ ہو تو مدخل چون و چبر نہ ہو

فانی ہر ایک چیز کو فانی جہاں ہے
مقصود اس فنا سے مگر امتحان ہے

بابر پور کا ڈیرہ مدینہ کا طوبیخ | حجام کی حویلی سے کوئی دو فرلانگ پر بابر پور نام کا ایک گاؤں ہے۔ اسے سینا میں بے حد بے شمار سڑکیں نکالی گئی ہیں۔ عرض ایک سڑک اس موضع تک بھی ہے۔ گاؤں کے قریب پونچ کر بڑی مالی شان اور پختہ حویلیاں نظر آتی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی چھوٹا سا شہر ہو گا جب تو اس میں ایسے پختہ اور خوش نما مکان ہیں مگر اندر جاؤ تو دیران سنان آدمی کا نام نہیں۔ اسی واسطے ہم نے اسے ڈیرہ مدینہ یعنی اُجڑا ہوا گاؤں لکھا ہے۔ بابر پور کا نام بابر بادشاہ کی طرف خیال دوڑاتا ہے۔ اس خطہ کو کچھ نہ کچھ تعلق اُس زمانے سے رہا ہو گا۔ جب تو یہ نام پڑا۔ غرض یہ قدیم اور پرانی بستی۔ گواہ بہت ہی مختصر ہے۔ بستی میں گھتے ہی پہلے تو ایک مالی شان پختہ عمارت ملتی ہے جو چوچوال کے نام سے شہور ہے۔ ہر بس سنگھ یہاں کے

۵ ایک انگریز شہور شاعر گوڈاسمٹھ نے اس نام کی ایک کتاب لکھی ہے جو بہت شہور ہے۔ لغوی معنی اس کے وہ گاؤں ہے کہ جس کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہو۔ ۱۲

زمیندار تھے جو عالی ہمت ہونے کے علاوہ خوش سلیقہ اور خوش مذاق بھی معلوم دیتے ہیں۔ یہ چوپال جو بطور ایک مہمان سراے یا دہرم سائے کے ہر انھیں کی بنائی ہوئی ہے نیچے ڈھیرے والاں کا۔ درہ ہر جس کے بغلی میں ایک ایک حجرہ ہے۔ دالالوں کی لمیان تہہ اور دونوں دالالوں کی چوڑان تہہ ہر چھت قلم دان مالداروں کی ہے۔ بالائی منزل پر بارہ سیڑھیاں چڑھ کر جاتے ہیں اور پر بھی اسی قسم کا مکان ہر جیسے کہ نیچے ہے اور دو منزلہ کی چھت پر چڑھنے کی بارہ سیڑھیاں اور ہیں۔ پہلی منزل کی بلندی (۲۱) ہے۔ اور دو منزلہ ملائیں تو ۴۲۔ ہر عمارت خوش نما اور چوٹے کچی کی بختہ بنی ہوئی ہے اور درست حالت میں ہے۔

ہریش سنگھ کی کھری ورجولی اس چوپال سے لگا ہوا کچھری کا عالی شان مکان ہے جس کا صدر دروازہ شمال رویہ ۹-۹

اونچا ۷-۷ چوڑا اور گیارہ فیت گہرا ہے جس میں دو طرفہ ایک ایک درہ بنا ہوا ہے۔ چھت قلم دان مالداروں کی ہے۔ چوک میں بختہ اور وسیع کمرے بنے ہوئے ہیں۔ احاطہ بختہ ۵۰ x ۱۰۰ ہے۔ اب اس میں مالی لوگ رہتے ہیں اور یہی زراعت کرتے ہیں وہ بھی صرف دو بھائی ہیں اور ان کے بال نیچے اور ایک سلمان کا گھر ہے۔ السدائد خیر صلا۔ اسی کے سامنے ہریش سنگھ کی بڑی عالی شان اور وسیع سرفراک جو ٹلی کھڑی ہے جس میں آدمی کا نام نہیں۔

جلتہ کی حویلی اسی کے پاس ہریش سنگھ کے بھتیجے جلتہ کی حویلی ہے وہ بھی کچھ کم نہیں اور اسی طرح سارے مکان خالی پڑے بیٹھائیں بھائیں کر رہے ہیں اور گاؤں کو دیکھ کر ڈر معلوم ہوتا ہے۔ ایک ہوکا عالم ہے۔ مالی ٹھیتی باڑی کو چلے جاتے ہیں تو اور بھی بھیا نک ہو جاتا ہے۔

دو گنبد گاؤں سے لگے ہوئے کوئی پچاس قدم کے فاصلے سے شمال کی طرف کھیتوں میں ایک ہشت پہل گنبد ہے جو اندر سے ۴۰ مربع ہے۔ چار طرف دروازے تو اونچے نم چوڑے ہیں کلس۔ قبر فرش سب ندارد۔ چو طرف گھاس اور کانٹی نے ایسا پھل دخل کیا ہے کہ وہاں تک پونچنا ہی مشکل ہے۔ اس گنبد کے پاس ہی بجانب غرب ایک اور بڑا بھاری گنبد تھا جو گر پڑا مگر اس کے بڑے بڑے بھاری ڈھیم جو وہیں پڑے ہوئے ہیں اس کی عظمت اور شان کو بتلا رہے ہیں۔ اس کا چوڑا تہہ ۲ مربع اپنی

چھت کو بالکل سیاہ کر کے تباہ کر دیا۔ ہو۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بابر پور سے قطب روڈ تک کی عمارتیں

ایک اعلیٰ شان
نامعلوم مسجد اوپل

یہ مسجد گوکہ اب جنگل اور ایسی جھاڑی میں کھڑی ہے کہ وہاں تک
پونچنا بھی متعذر ہے لیکن ع شوق در ہر دل کہ باشد ہرے
در کار نیست۔ کتا گھانس اس طرح لپکتی اور گوکہ وہ ایسی خبر
لیتے ہیں کہ پیچھا چھوڑنا شکل ہو جاتا ہے۔ یہ کوئی معمولی مسجد نہیں بلکہ

بڑی عالیشان خوش نما چختہ بنی ہوئی ہے۔ بابر پور سے سیدھی سڑک ہم لے پکڑی جو قطب روڈ
کو جاتی ہے اس پر بائیں ہاتھ کی طرف یہ مسجد ہے۔ پہلے ایک پل ملتا ہے جو اس مسجد کے مشرق میں
ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ ڈاکٹریل کیسا ہے اور پروڈیوم بنا ہوا ہے۔ یہ سارا پل سنگ خارا
کا ہے اس کا ایک دروازہ بھی تھا جس کا صرف ایک اوچا سا یاخارہ گیا ہے کبھی یہاں کوئی
سڑک ہوئی اور نشیب تو یہاں ہے ہی برسات میں پانی جمع ہوتا ہوگا اس کا یہ پل ہی مسجد
چھرا بہت چوڑے کی ہر سنگ خارا اور سنگ سرخ دونوں اپنے موقع سے لگائے گئے ہیں۔
یہ مسجد دو منزلہ یعنی زینہ گر گیا۔ اوپر کی منزل بالکل باقی نہیں رہی یہ مسجد طول و عرض میں ۱۷۷۳
اور نفی میں ۱۱۷۳ طرفہ ایک ایک حجرہ ۱۰۷۳ ہے۔ تین درہیں بیچ والا بڑا ادھر دہر کے بالنسبتہ چھوٹے
۱۰۷۳ اوچان اور ۱۰۷۳ چوڑا ہے۔ اندر تک کا کام تھا جو سب چھڑا گیا۔ اس مسجد
میں زیادہ تر کام بیچ میں ہی کیا گیا ہے۔ قدرت جو اس مسجد میں ہے وہ یہ کہ گنبدوں کے جوف
میں بے نظیر کنول کے پھول بنائے ہیں اور اتنا بڑا پھول بنایا ہے کہ اندرونی حصے گنبد کو
سارا گھیر گیا ہے۔ اتنا بڑا پھول اور ایسا خوش نما بنانا کہ بعد انہ ہو بڑی کاریگری ہے اسی طرح
محراب کے جوف حصے میں بھی بے نظیر گل کاری کی ہے۔ افسوس ہے کہ بڑا حصہ پلاستر کا چھڑ گیا
جو رہ گیا ہے اس کے دیکھنے سے بھی دل پھڑک ماتا ہے۔ سانسے پنچنے چوڑا طول و عرض ۱۷۷۳
اور چھ فیٹ اونچا ہے جس کی بندش سنگ مسخ کی تھی مگر گر گئی سگرو کارنس اور چوڑا چھ تھا وہ بھی
گر گیا۔ مسجد کے شمال جنوب میں ایک ایک وسیع دالان تھا۔ ان کی بھی چھت نہ رہی۔ شمال کے
دالان کے تین درتھے اور جنوب کے دو۔ ان دالانوں کا طول عرض ۱۷۷۳ ہے۔ یہ مسجد گو

اتنی بڑی ہر مگر نفاست اور نزاکت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا گیا۔ جتنا اس کے بنائے میں
تخلف کیا گیا تھا اب اتنی ہی اس کی ٹی پلید ہوئی ہے۔ اس کی دیواروں کی کلکاری دیکھیے
کہ ایک باز کھلا ہے اس کا پلاسٹر ایسا کہ نظر بھستتی ہے اس کا فرش ایسا سطح بخینہ کہ جس پر
دیدہ فرش راہ ہوا اور صریح مگر دیکھ میں قیادیں کا گمان ہو آج اس پر گوبر کے اُبلے
پاتھ کر تھوپے جائیں تو دیکھ بالہ من شرو را نفسنا ومن متبکات اعصابنا
اس مسجد کے شمال مشرق کے کونے پر کسے ذرا ہٹا ہوا ایک کھنڈر
دھانی محرابیں

ہر جس کی اونچی اونچی دو محرابیں کھڑی ہیں اور ایک محراب کا صرف
نصف حصہ اور ایک پاٹھا کھڑا ہے۔ باقی نثار و معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بڑا مکان یا محل تھا جو کھد کھدا
کیا تھوڑا سا حصہ اپنی حالت پر خدا جالے کیوں چھوڑ دیا ہے یہ بھی کوئی دن کی ہوا کھاتا ہے۔

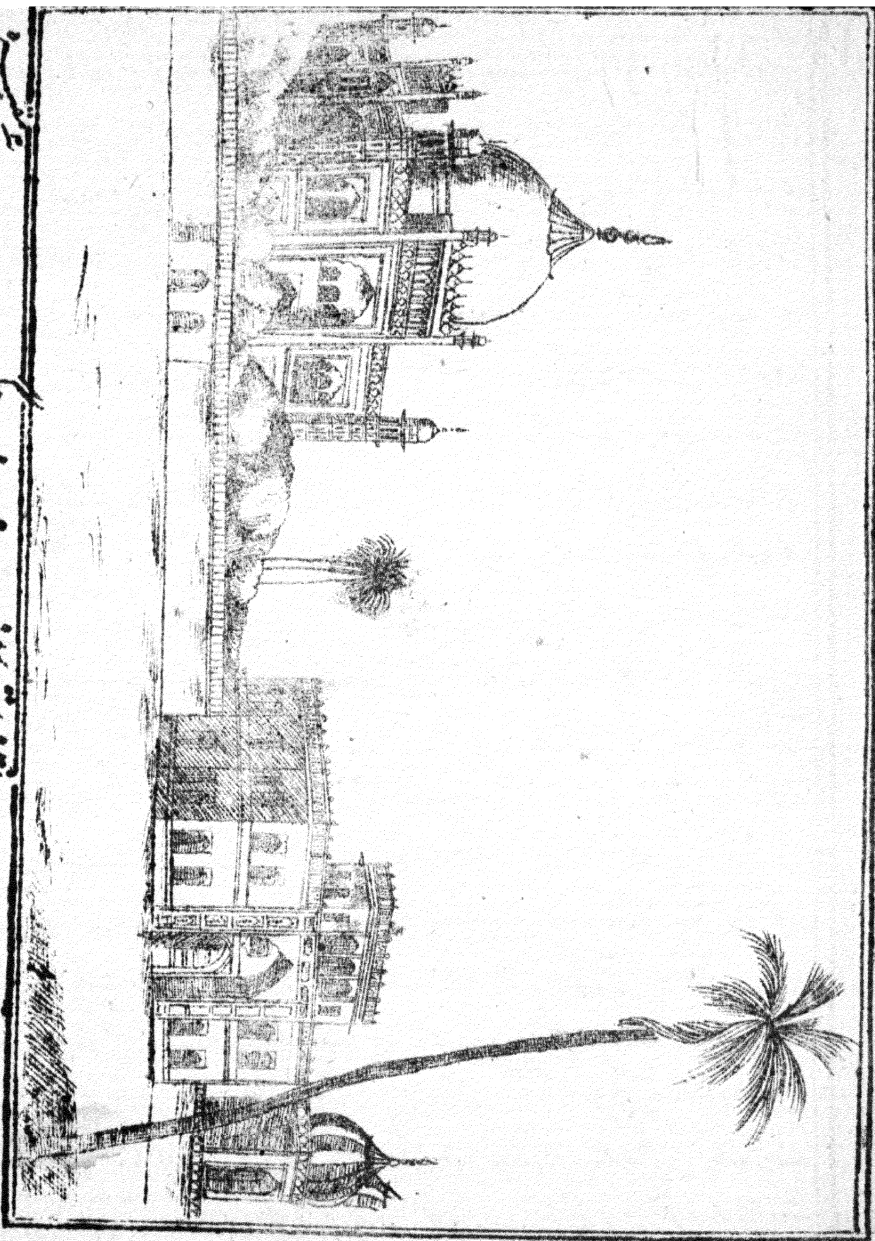
صفدر جنگ کا مقبرہ | دل سے دنیا کے ولولے جاتے ہیں | آگن میں بلی کے تلے جاتے ہیں
ہر راہ بہشت کتنی ہموار آئیں | بند آنکھ کے لوگ چلے جاتے ہیں

۱۱۶۷ھ
۱۷۵۳ء

ابو المنصور صفدر جنگ سعادت علی خاں صوبہ دار اودھ کا برادر زادہ اور ان کا قائم مقام
تھا۔ یہ ایرانی نژاد تھا اور اپنے چچا کی طلبی پر ہندوستان میں آیا اور چچا ہی کی بیٹی سے
اس کی شادی ہوئی۔ نادر شاہ کی غارتگری کے بعد جب ہندوستان میں پھر اس
چین ہوا تو دربار دہلی میں صفدر جنگ کا طوطی پونے لگا۔ نظام الملک نے جب احمد شاہ
بادشاہ کی وزارت سے معافی چاہی تو منصور خاں کو قلم دان و وزارت اور خطاب صفدر
سے سرفرازی ہوئی۔ صفدر جنگ ایک معمولی قابلیت کا آدمی تھا لیکن مشیرین شاہی
کی چرب و بانی نے اس کو کہاں سے کہاں پونچا دیا۔ غازی الدین پسر نظام الملک
البتہ ایک ذی ہوش صاحب ہمت و جرات اس کی فکر کا آدمی تھا اور صفدر جنگ اس
کے مقابلے میں ہر طرح ہٹا تھا۔ صفدر جنگ کو لوگوں نے کچھ ایسا جھیلے میں ڈالا کہ اس کو
وزارت کے عہدہ عظمیٰ سے دست کش ہی ہونا پڑا اور وہ جب تک زندہ رہا سازشوں کا

۱۵ یہ تو شیش محل ہے جس کے فرش میں بھی شیش ہی جڑے ہوئے ہیں۔ ۱۲

۱۶ ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں اور اپنے اعمال کی بدیوں سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ ۱۲



تصویر

نقشه مسجد و مناره حضرت جعفر

ط ۱۱۱۱

شکار ہوا اور آخر کار ۱۶۷۷ء میں انتقال کیا اور اُس مقبرے میں جو قطب صاحب کی سڑک پر دہلی سے چھ میل ہر مدفون ہوا۔ یہ مقبرہ بالکل ہمایوں کے مقبرے کی طرز کا ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ اُس کے بانی کا عندیہ بھی ہمایوں کے مقبرے کا جواب بنانے ہی کا تھا۔ یہ مقبرہ ایک بہت وسیع باغ کے بیچ میں ایک بلند چوڑے پر جس کے نیچے محراب دار کوٹھریاں ہیں بنا ہوا ہے۔ گنبد سنگ مرمر کا ہے جس کے چاروں کونوں پر چار برجیاں ہیں۔ لیکن یہ مقبرہ شان و شوکت اور دل آویزی میں ہمایوں کے مقبرے سے ہر حال میں گھٹا ہوا ہے۔ اور اس میں اُس میں وہی فرق ہے جو ایک بادشاہ اور وزیر میں ہونا چاہیے۔ بقول مسٹر کین کے ”یہ مغلوں کی فن عمارت کی آخری بڑی کوشش ہے“ باغ متعلق یہ مقبرہ تین سو مربع گز ہے۔ صدر دروازہ باغ کے مشرق میں ہے جس میں خدام مقبرے کے رہنے کے حجرے بنے ہوئے ہیں۔ احاطے کی تین طرف کی دیواروں کے بیچ میں وسیع دالان بنے ہوئے ہیں جن میں اگر لوگ ٹھہر کر رہتے ہیں۔ باغ کے چاروں کونوں پر بہشت پہلو برج بنے ہوئے ہیں جن کا ایک رخ چھوڑ کر تینوں جانب سنگ مرمر کی مشبک جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ صدر دروازے کے پیچھے شمال کی طرف تین گنبدوں کی عالی شان مسجد از ستر تا پاسنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ مقبرے کا بڑا چوڑا ۹۷ مربع اور سطح باغ سے ۳۳ فٹ اونچا ہے۔ سترھیاں (۱۸) اطراف سنگ مرمر کا جالی دار کھڑا ہے۔ بڑا اونچا اصل مقبرے کے چھوٹے چوڑے کی کرسی سا کی ہے۔ اس مقبرے کے چوڑے کے نیچے ترخانہ کے اندر بیچ میں مفرد تنگ کی اصلی قبر ہے۔ مقبرہ کی عمارت ساٹھ فیٹ مربع اور نوے فیٹ اونچی ہے جس کے بیچ کے پس منی مربع کمرے میں ایک نہایت خوب صورت سنگ مرمر کے تنوید کی قبر ہے۔ تنوید کا پتھر بہت شفاف مجلی اور نقش و نگار سے آراستہ ہے۔ اس بیچ کے کمرے کے گرد اور آٹھ کمرے ہیں جن میں سے چار مربع ہیں اور چار بہشت پہلو گنبد کے اندر کافرش اور دیواریں اجارے تک سنگ مرمر کی ہیں۔ بیچ کے کمرے پر جو گنبد چودہ اندر سے چالیس فیٹ بلند ہے۔ جس طرح اول مندر میں کمرے ہیں اسی کے جواب میں اوپر کی مندر میں بھی کمرے ہیں۔ گنبد کوٹھی دار سنگ مرمر کا ہے جس کے کونوں پر سنگ مرمر کی میناریں ہیں۔ گنبد کے چاروں رخ ایک ہی وضع اور ایک ہی قسم کی آرائش کے ہیں جن میں سنگ مرمر کی میناں چڑی ہوئی ہیں۔ گنبد کے سامنے ایک تختہ سنگ مرمر ہے جس کے اوپر

ٹوٹ گئے ہیں اور پانی ندارد ہے۔ یہ مقبرہ شجاع الدولہ نائب السلطنت اودھ لے اپنے باپ
صنوبر جنگ کے لئے زیرِ اہتمام سدی بلال محمد خاں تین لاکھ روپے کے صرفے سے بنوایا تھا۔
شترنی جانب کے گنبد کی پیشانی پر یہ کتبہ ہے۔
یا اللہ

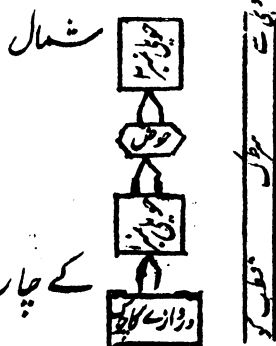
چوآن صفدر عصر مرد می زدار قنانت رحلت گزیں
چنین سال تاریخ اوشد رقم کہ باد اہمقیم بہشت بریں
اس مقبرے کے چاروں طرف چار دروازے ہیں۔ اوپنے اور چھ فیٹ چوڑے ہیں۔
اندر کے دروازوں میں گواڑوں کی جوڑیاں جڑی ہوئی تھیں چنانچہ چلوں کے سوراخ
اب تک باقی ہیں مگر گواڑ ندارد۔ لمبے کمرے ۳۰ - ۵ x ۵ - ۲۔ چھوٹے کمرے
۳ - ۳ مربع۔ باہر کی محراب کے سامنے کاجوڑا ۳۰ - ۸ - ۲ ہے۔ جس حجرے میں قبر ہے
۳۰ - ۳ مربع ہے اور فرش سنگ مرمر کا ہے۔ قبر کاجوڑا ۸ - ۲ مربع ہے۔ قبر کا تعوید نہایت
شفاف سنگ مرمر کا ہے۔ قبر ۳۰ - ۲ - ۲ اور ۲ - ۲ - ۲ اور ۲ - ۲ - ۲ اور ۲ - ۲ - ۲
دہلیز میں ایک سہل سنگ مرمر کی ۸ - ۲ - ۲ ہے۔ ایسی ہے جس میں رنگین
پھول پیتوں کا عمدہ کام پیکاری کا کیا ہوا ہے اور کسی طرف فرش میں نقش و نگار نہیں ہیں۔
مقبرے کے گرد کے چھوٹے بڑے کمروں کی چھتیں لداؤ کی ہیں مگر چھتوں کے اندر بہت
نفیس گلکاری کا ابھرا ہوا کام کیا ہے۔ جو دیکھنے کے قابل ہے۔ قبر والے حجرے میں جو سب
سے بڑا اور درمیانی ہے چاروں طرف چار خوش نمائشیں ہیں۔ اب اوپر کی سیر کیجئے
پہلی منزل تک پونہچنے کے لئے (۲۵) سیڑھیاں ہیں اور دوسری منزل کی (۳۰)۔ درمیانی
منزل کے چو طرف زینے ہیں اور دوسری میں صرف ایک جانب۔ گنبد کو دوسرا سمجھیے اور چھت
پر بھی ایک نہایت خوش نما برج بنا ہوا ہے اور اسی کا وہ قہر ہے جو دور سے سفید سفید نظر آتا ہے۔
اس برج کے چار دروازے ہیں۔ ۸ - ۲ - ۲ اور ۲ - ۲ - ۲ اور ۲ - ۲ - ۲ اور ۲ - ۲ - ۲
دروازے اور چار دیوارہ دوزخ میں جملہ (۸) ہوئے۔ برج میں تین سیڑھیاں چڑھ کر داخل
ہوتے ہیں۔ ۲ - ۲ قطر ہے۔ ہر شمن ضلع ۸ - ۲ ہے۔ گنبد کی بیرونی بندش سنگ مرمر کی سلوں
کی ہر جن کی کاسی اس خوب صورتی اور نفاست سے ملاتی ہے کہ دور سے ایک سفید انڈا
معلوم دیتا ہے مگر اب کئی سلیں نکل گئیں ان کی بجائے سنگ خارا کی سلیں لگا کر تھوپا تھا پی

کردی ہر یعنی کجواب میں گارٹھ کا پیوند لگایا ہر چوٹلی کھانا ہر گراب تو یہ پیوند بھی بسا غنیمت
 ہر آگوتہ ہوتا تو گنبد بیٹھیر ہی جاتا۔ یہ گنبد کوٹھی دار اور پھیل ہوا ہر مگر بھدا ہر۔ دہ سٹول پنا اور
 نزاکت جو ہایوں کے مقبرے کے گنبد میں ہر اس میں نہیں۔ مچت کے چاروں کونوں پر ایک ایک
 ہشت درمی ہر ہی سنگ سرخ کی ہر جس کی چار سیڑھیاں ہیں۔ ان برجیوں پر سنگ مرمر کا کلس
 ہر۔ سرخی میں سفیدی عجب لطف دیتی ہر۔ برجیوں کا قطر ۴۲ جن کا ہر در ۲۔ ۱۰ او پچا اور ۲۔ ۱۰
 چوڑا ہر۔ باہر ۲۔ ۱۰ کا حاشیہ اس کے آگے ۲۔ ۱۰ او پچا سنگ سرخ کا جالی دار کٹہرا۔
 دروازوں پر بڑی خوب صورت ہشت درمی چار سیڑھی او پچی دو طرف ہر جس کے (۹) طاق
 درآگے اور (۹) پیچھے۔ پنج میں ۲۔ ۱۰ کا فصل۔ ان دروں کی او پچی ۲۔ ۱۰ اور چوڑا ۲۔ ۱۰
 ۲۔ ۱۰ اور محرابیں جنگری دار۔ جس منڈیر پر یہ در بنے ہوئے ہیں وہ ۲۲ او پچی ہر۔ ان
 دروں پر کنول کے پھول کے اوپر نو چھوٹی چھوٹی برجیاں مع کلس سنگ مرمر کی ہیں جیسے
 لالٹینوں کے ہنڈے اسی قسم کی برجیاں قلعہ اور جامع مسجد کے دروازوں پر بھی ہیں۔ سامنے
 چبوترہ ۱۰۔ ۱۰ x ۱۰ x ۱۰ ہر جو ۲۔ ۱۰ او پچا ہر۔ اوپر کی منزل مع جالی دار کٹہرے کے ۲۔ ۱۰
 بلند اور نیچے کی منزل بھی اسی کے برابر۔ اب نیچے آئیے تو تہ خانہ ہر جو اسی بلند چبوترے
 کے نیچے بنا ہوا ہر۔ چاروں طرف سترہ سترہ در ہیں۔ بائیں طرف سے گیارہویں در میں چبوترہ
 پر چڑھنے کی سیڑھیاں ہیں جو دھویں اور پندھویں در کے پنج میں کنواں ہر۔ سامنے گرد
 ہر طرف بحری کا چبوترہ ۱۰ x ۱۰ x ۱۰۔ ۱۰ کا ہر۔ ساتویں در میں تہ خانہ کا رستہ ہر جس کے
 حجرے میں یکے بعد دیگرے چھ دروازے طے کر کے پہنچتے ہیں۔ یہ حجرہ جس میں اصلی قبر ہر
 ہیں ۲۲ x ۲۲ مرلج ہر۔ اس میں دو چکی قبریں ہیں مگر اوپر ایک ہی ہر۔ مقبرے کے چاروں
 طرف صحن باغ میں ۲۲ x ۲۲۔ ۱۰ بلجے۔ ۱۰۔ ۱۰۔ ۱۰ چوڑے۔ ۱۰۔ ۱۰ گہرے۔ صحن ہر جن کی تہ کچ
 کی ہر اور پنج میں کئی فتورے لگے ہوئے ہیں۔

تین طرف تین۔ دریاں ہیں جو چاکو دعوہ اور قابل دید عمارتیں ہیں۔ جنوب کی
 درمی موتی محل شمال کی بادشاہ پسند مغرب کی جنگلی محل اس وجہ سے کہلاتی
 ہر کہ اس طرف کالا پہاڑ ہر۔ اور شرق میں صدر دروازہ ہر۔ کمپونڈ کے چاروں کونوں پر
 چار منمن برج ہیں وہ ساون بھاؤں کہلاتے ہیں ان میں ہر طرف سنگ سرخ کی
 جالیاں ایسی باریک اور نازک لگائی ہیں کہ ان کی تراش بجائے خود حیرت انگیز ہر۔ دور

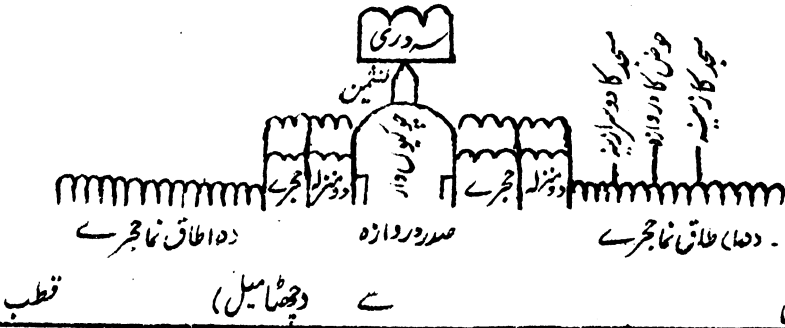
دربان رہتا ہوا اور حویلی نمبر ۱۲ میں وہ سیل باندھے جاتے ہیں جو متبرے کے باغ کے متعلق ہیں اور یہیں جھن بھی بھرا ہوا ہے۔ حوض کے متذکرہ بالا دروازوں کے سوا ایک دروازہ مشرق رویہ سڑک کی طرف ہے جس کو چوبی کوڑ لگے ہوئے ہیں۔ مشرق ہی کی طرف زنان خانے میں سے مسجد میں نے کے سوطھا سوطھا سیڑھیوں کے دوزینے ہیں اور یہی زینے اوپر جا کر پھٹ جاتے ہیں ایک طرف زنان خانے میں نافذ ہیں اور دوسری طرف مردانے میں یعنی سڑک کی طرف نکل جاتا ہے۔ عرض یہ لاؤ کا حوض بالکل سنگ بست اور بڑا مضبوط ہے جو دراصل مسجد کا حوض ہے اور اس خوبی سے بنایا ہے کہ اوپر صحن مسجد اور نیچے حوض جو مسجد اور حویلی والوں دونوں کے کام آتا تھا۔ اب اوپر چل کر مسجد دیکھیں۔ جو بہت عالی شان اور وسیع نہایت پختہ سنگ سرخ کی آج کی بنی ہوئی معلوم دیتی ہے۔ صحن مسجد ۶۶ × ۷۷ ہے۔ چوکوں کا فرش ہے۔ تین بنگری دار دروں اور تین گنبدوں کی مسجد ہے۔ کلس سنگ مرمر کے ہیں۔ دو برجیاں ادھر ادھر مینار نما ہیں۔ جوشش درسی ہیں اور بیچ محراب کی دو برجیاں چار درسی ہیں۔ مسجد کا دالان ۵۴ × ۱۲ ہے۔ نہ ہر بغلی میں ایک ایک حجرہ ۱۲ × ۵ ہے۔ ۹۔ محرابوں کے روکار سنگ مرمر کی عمودی پٹیاں پڑی ہوئی ہیں۔ بیچ کی محراب ۱۱۔ ۳ چوڑی ہے اور مسجد کی لمبائی چھت تک ۲۰ ہے۔ تین سیڑھیوں کا سنگ باسی کا منبر ہے۔ شمال کی طرف ۲۰ سیڑھیوں کا زمینہ اوپر جانے کا ہے۔ شمال جنوب میں مسجد کے احاطے کی پختہ دیوار ہے۔ ۶۔ ۴۔ اوپنی ہے اور مشرق کی طرف ۱۲ اوپنی منڈیر ہے۔ نیچے حوض اوپر مسجد ہونے سے کرسی بہت اوپنی دی گئی ہے اس وجہ سے اور زیادہ دل کشا ہو گئی ہے۔ اتنی بڑی اور ایسی خوبصورت مسجد اور کتبہ کوئی بھی نہیں غالباً کتبہ لگانے کی نوبت نہیں آئی۔

صدر دروازے کا ذرا سطحی نقشہ دیکھ لیجئے:-



یہ چوک ۶۸۔ ۹ مربع ہے جس کے چاروں طرف تین تین محرابیں

ایسی ہی ہیں جیسی کہ ہم نے شمال کی طرف بتلائی ہیں۔ مشرق کی طرف یعنی سڑک کے پاس دہلی سے آتے ہوئے دہانے ہاتھ کو مقبرے کا صدر دروازہ ہے جو مغرب کی جانب مقبرے کے صحن کے کمپونڈ میں کھلتا ہے۔ ہر سہ جانب ان تینوں محرابوں کا عمق ۲۲ ۱/۲ ہے۔ دروازے کی گہرائی میں دو طرفہ صحنچیاں ہیں جن میں دو دو کوٹھڑیاں بھی رکھی ہیں۔ اس چوک پر بڑا بھاری گنبد ہے۔ اور اس کے چاروں طرف بھی سہ دریاں ہیں۔ دروازے کے پت بھی اسی زمانے کے کی پٹیوں سے جڑے ہوئے بڑے مضبوط ہیں۔ دروازے کے باہر سڑک کے متوازی دو طرفہ ایک قطار محروں کی ہے جس کے پنج میں دروازہ ہے۔ اس طرح :-



اس مقبرے کی تعمیر میں تین لاکھ روپیہ صرف ہوا ہے۔

موضع خیر لوہ کے حدود میں لودھیوں کے مقبرے

دنیا کا عجیب کارخانہ دیکھا
کس کس کا نہ یاں زیانہ دیکھا
برسوں رہا جن کے سر پہ چتر زریں
تربت پہ نہ اُن کے شامیانہ دیکھا
مقبرہ سلطان محمد شاہ
صفر گنج کے مقبرے کے سامنے اُس سڑک کے کنارے جو اس مقبرے سے نظام الدین کو گئی ہے۔ اس سڑک کی بائیں جانب جو کئی اونچے اونچے گنبد نظر آتے ہیں یہی لودھیوں کے مقبرے کہلاتے ہیں اور یہ

۸۲۹
۶۱۲۵

اور زمین بھی موضع خیر پور کی ہے۔

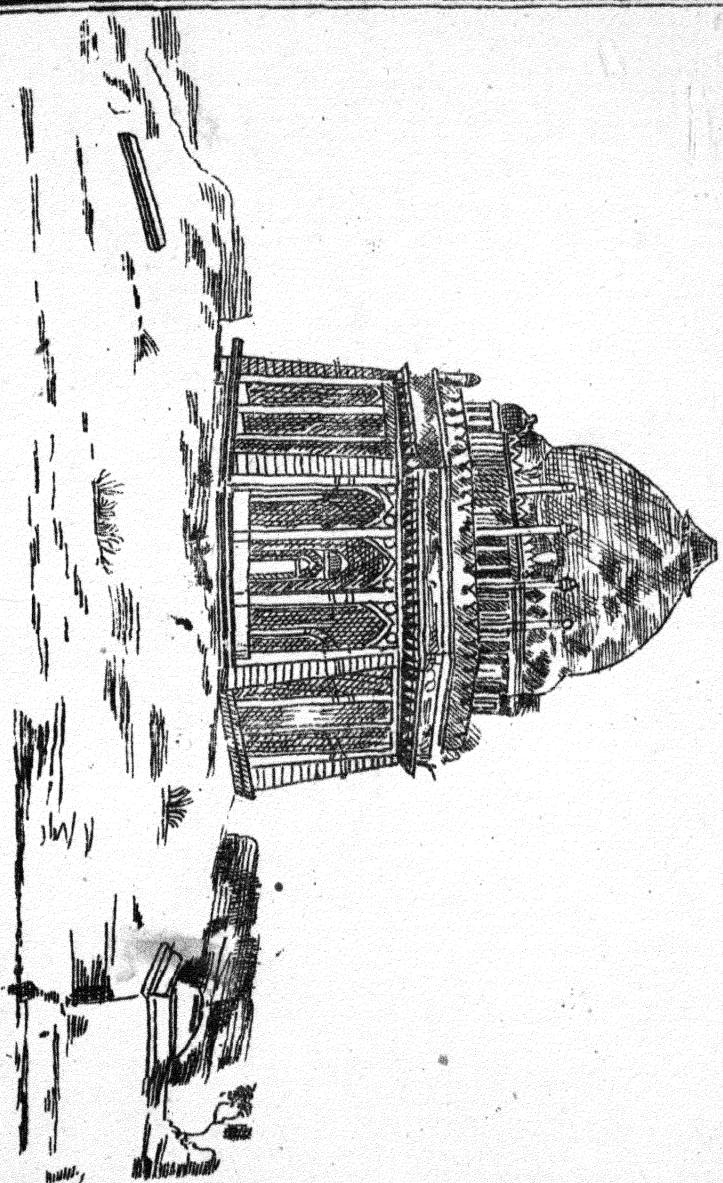
موضع خیر پور میں کل چار مقبرے ہیں جن کا بیان علیحدہ علیحدہ کیا جاتا ہے۔ پہلا گنبد جو ہالیوں صفدر روڈ میل (۱) فرلانگ (۳) پر داہنی طرف سڑک سے ملا ہوا ہے وہ بالکل صفدر جنگ کے مقبرے کے سامنے ہے۔ یہاں سے صفدر جنگ کا مقبرہ صرف پانچ فرلانگ رہ جاتا ہے۔ خاندان سادات کے تیسرے بادشاہ محمد شاہ کا ہے۔ یہ گنبد ہشت پہل ہے جس کا کلس ٹوٹ گیا ہے اس کا قطر اندر سے ۵۳ ہے۔ گنبد کی چھت میں اوپر وار سو طاق ہیں جن میں سے چار تو کھلے ہوئے ہیں اور باقی بند ہیں۔ ان سب طاقوں کے دو طرفہ اللہ اللہ لکھا ہوا ہے۔ گنبد کی چھت پر سب سے اوپر کے چھوٹے دائرے میں جسے جند یا سمجھا جاتا ہے گروی زمین پر سفید حروف میں آیۃ الکرسی مع بِسْمِ اللّٰهِ مَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ شک ہے۔

بڑے دائرے میں بِسْمِ اللّٰهِ - هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ تا آخر سورہ خشر۔ (پارہ ۲۸) پھر اللہ تعالیٰ کے نود نام ختم پر اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا رِزْقَ الْوَسْطَى رِزْقَ الْبَيْنِ كَيْفَ تَشَاءُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ غُفْرَانُكَ رَبَّنَا وَآلَيْكَ الْمَصِيرُ نِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ الْمَصِيرُ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ وَرَسُولُ الْعَالَمِينَ الصَّادِقُ الْمَصْدِقُ الْكَامِلُ۔ اس گنبد کے آٹھوں دروں میں سنگ سرخ کی جالیاں تھیں ان میں سے اب ایک بھی باقی نہیں رہی۔ سرکار کی طرف سے اب تار کی جالیاں لگا دی گئی ہیں کہ کبوتر وغیرہ نہیں اس گنبد کے اندر آٹھ قبریں ہیں جن کی اصل حیثیت نہیں معلوم ہو سکتی کیوں کہ از سر نو سب پر گچ گرا دی گئی ہے۔ کسی قبر پر کوئی کتبہ نہیں ہے۔

اس مقبرے کی نسبت سرسید لکھتے ہیں کہ ”منصور کے مقبرے کے سامنے ایک برج ہے بہت خوش نما۔ اس برج کی عمارت اور مبارک پور کوٹلے کے برج کی عمارت اور عیسیٰ خاں کے گنبد کی عمارت ایک ہی ہے اگرچہ نہیں معلوم ہوا کہ یہ برج کس کے وقت کے ہیں مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ پٹھانوں کے وقت کی ہیں۔ کوئی امیر ہوں گے جن کے نام سے یہ گاؤں آباد ہوا ان کا یا ان کے لواحقوں کا یہ گنبد ہو گا۔ غرض کہ اس کی عمارت بھی بہت خوب اور نہایت عمدہ ہے۔“

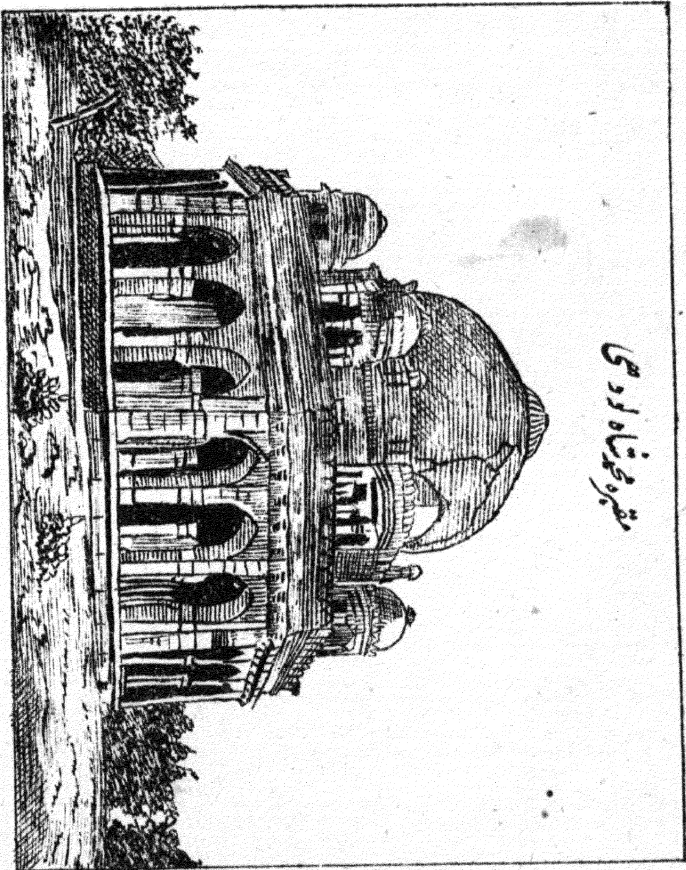
ہشت پہل گنبدوں کا طرز کچھ ایسا مقبول عام ہوا ہے کہ اس طرز کے اکثر گنبد ہیں

۱۔ فرنگی صاحب نے جو قطر قریب اس فیٹ کے لکھا ہے وہ غالباً غلط ہے۔ (۱)



نقشه قبر حضرت

مقبره محمد شاه لودي



خصوصاً لودھیوں کے۔ ان کی بنا کردہ عمارات میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ گواہیات کلام مجید کثرت سے منقوش ہیں مگر اپنے نام کا کتبہ کسی نے بھی نہیں لگایا اور اسی سبب سے یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ کون سا برج کس کا ہے مگر ہیں سب لودھی خانہ ان ہی کے۔

ہمارے خیال میں سرسید مرحوم کو مغالطہ ہوا ہے کہ اس گنبد کو نامعلوم لکھا ہے۔ دراصل یہ گنبد خاندان سادات کے تیسرے بادشاہ محمد شاہ کا ہے۔ کیوں کہ موضع خیر پور میں سب ملاکر چار ہی گنبد ہیں پہلا یہ ہے۔ دوسرا وہ ہے جس کے ساتھ وہ بے نظیر مسجد لگی ہوئی ہے جس کا بہت بڑا گنبد دارودادہ ہے اور تیسرا موضع خیر پور کے شمالی کنارے پر وہ ہے جس پر کار کاشی کی نیلی سلیں لگی ہوئی ہیں البتہ اس کا پتہ نہیں چلتا کہ کس کا ہے اور اس سے آگے چار سو گز کے فاصل سے بہت بڑے احاطے کے اندر چوتھا مقبرہ سکندر بہلول لودھی کا ہے۔ سرسید کا بتایا ہوا نقشہ جس کو وہ نامعلوم گنبد قرار دیتے ہیں اناراضنا دید سے نقل کروایا گیا ہے اور دوسرا نقشہ محمد شاہ بادشاہ کے گنبد کا گارڈن رزلی ہرن صاحب کی کتاب سون سنیز آف دہلی کا ہے۔ دونوں کو ناظرین بالمقابلہ ملاحظہ فرمائیں ہیں دونوں ایک جس سے یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ جس گنبد کا پتہ سرسید کو نہیں لگا وہ دراصل محمد شاہ کا ہے علاوہ اس کے ایک نیل اور ہماری اس رائے کی تصویب کی یہی ہے کہ سرسید نے محمد شاہ کے مقبرے کا کہیں ذکر ہی نہیں کیا۔ اور نہ اس ٹیبلون والے مقبرے کا ذکر کیا جو بہت عالی شان اور بڑی مسجد کے قریب میں ہے سلطان

بہلول لودھی کا مقبرہ مدو دروٹن چراغ دہلی میں ہے اس کا بیان اپنے موقع مناسب پر کیا گیا ہے۔ محمد شاہ پنجم ابن فرید خاں بن خضر خاں ۹۔ رجب ۸۳۴ھ سے ۸۳۹ھ تک حکم ران رہا۔ سادات کا تیسرا بادشاہ تھا جس کا مقبرہ سوا موضع خیر پور میں منصور کے مقبرے کے سامنے اپنے چچا اور بہت بڑا بادشاہ سلطان معز الدین ابوالفتح بن خضر خاں کے مقبرے سے تھوڑی دور ہے کچھ عرصے تک محمد شاہ نے بہلول خاں لودھی کو زبردست یور کے حملوں کی خوب مقاومت کی۔ لیکن

۱۰ دیوالیہ نو سنگری کے ضلع میں بیاس کے پرانے شکر پراک پٹن سے (۲۸ میل شرق کی طرف واقع ہے۔ اٹک والے ریلوے سٹیشن سے ۱۰ میل جنوب میں ہے۔ جنرل کننگھم کی تحقیقات کے بموجب اس کو راجہ دیو پال نے آباد کیا تھا لیکن یہ معلوم نہیں کہ یہ راجہ کون سے زمانے میں تھا۔ کننگھم صاحب کہتے ہیں کہ بطلیموس نے جو ڈیوالیہ شہر لکھا ہے وہ یہی دیوال پور تھا۔ فیروز شاہ تغلق یہاں ایک نہ کاٹ کر لایا تھا اور اس نے ایک جامع مسجد بھی تعمیر کی تھی۔ (بقیہ نوٹ دیکھو صفحہ ۵۰ پر)

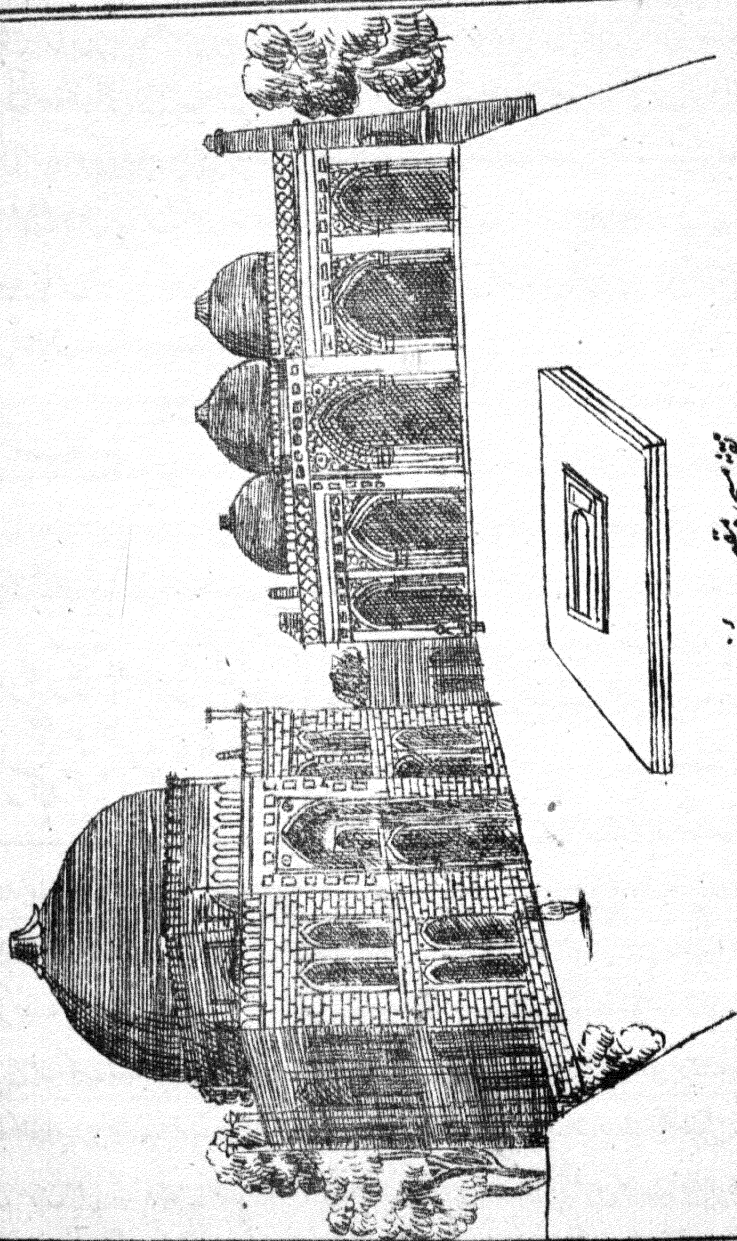
بادشاہ کی طرف سے لوگ کچھ ایسے پر دل تھے کہ دہلی سے بیس کو س کے طے میں جو جو امراء
تھے سب نے کھلی بغاوت کی اور آخر کار ۸۴۹ھ میں محمد شاہ نے وفات پائی اور اسی موضع
میں دفن ہوا اور یہ مقبرہ اُس کے بیٹے علاء الدین عالم شاہ نے بنوایا جو نرائچتر اور چو نے گاہر
اور قطع اس کی بہت نفیس ہے۔ اندر کا مکان اور باہر کی غلام گردش اور برجیاں بہت خوب
صورتی سے بنائی گئی ہیں۔ یہ مقبرہ بالکل مبارک شاہ کے مقبرے کی طرح کا ہے اس لیے
اس کی مزید توضیح غیر ضروری ہے۔ فرگسن صاحب نے اپنی کتاب ہسٹری آف آرکیٹیکچر جلد دوم
کے صفحہ (۶۵۳) پر اس مقبرے کے متعلق لکھا ہے کہ یہ ایک ہشت پہلو مقبرہ ہے جس کا قطر
قریب پچاس فٹ کے ہوا مگر غلام گردش ہے جس کے ہر طرف تین تین لمبوتری محرابیں ہیں جو
وضع چٹانوں کے عہد سے مخصوص تھی۔

مسجد اس مقبرے کے شمال میں بہت دور نہیں قریب ہی ایک چھوٹی سی مس
دروسی مسجد ہے جس کے احاطے کے اندر ایک کنوئیاں بھی ہے۔ احاطے کی
صرف ایک غزنی دیوار رہ گئی ہے باقی ٹوٹ ٹاٹ گئی۔ اس مسجد کا چوترا جو پہلے اونچا ہے
مال کا بنا ہوا ہے۔ مگر یہ مسجد کچھ اوپر والے مقبرے کے متعلق نہیں ہے بلکہ اُس سے جدا ہے۔
آس میں تو شک نہیں کہ یہ مقبرہ اور مسجد ودیوں کے
وقت کی ہے اور تخمیناً ۹۵۰ھ یعنی قریب قریب زمانہ
شیر شاہ کے بنی ہوئی ہے اگرچہ اس کے بنانے والے
کا نام تحقیق نہیں ہوا لیکن اس میں کچھ شک نہیں رہا

خیر پور کا نامعلوم گنبد
اور مسجد تخمیناً ۹۵۰ھ
۶۱۵ھ

کہ ودیوں کے وقت کے کسی امیر کا جس کے نام پر یہ گاؤں آباد ہے یہ مقبرہ ہے اور اسی کی یہ
(تقریباً ۱۶۹ صفحہ ۴۹) سلاطین مغلیہ سے پہلے غلاموں اور خلیجوں کے وقت میں یہ پنجاب کا دار الحکومت
رہا ہے کیوں کہ اُن دنوں میں جنگیز غانی غلوں کے پے در پے حملوں کے روکنے کے لیے لاہور اور ملتان
کے بیچ میں ایک ایسے شہر کی ضرورت تھی جہاں سے دونوں طرفوں کا انتظام آسانی سے ہو سکے۔ پراتے
شہر کا گنبد اب بھی جنوب مغرب کی طرف واقع ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصافات کی بستیوں کے علاوہ
خاص شہر تین میل کے رقبے میں بستا تھا۔ موجودہ شہر کی آبادی چار ہزار ہے اور تحصیل کا صدر مقام ہے۔ تیمور کے
عہد کے وقت یہ شہر ملتان کی ہم سدی کرتا تھا اور اس میں چوڑی مسجدیں تھیں۔ باہر کے وقت میں بھی یہ شہر
آباد تھا اور لاہور سے کم درجہ کا نہیں تھا۔ ۱۲

نقشه مسجد و مقبره خیرآباد



یہ مسجد بنائی ہوئی ہے۔ اگرچہ یہ مسجد چوڑے اندر سے بنی ہوئی ہے مگر اس کے خوش قطع ہونے میں کلام نہیں اور لوہیوں کے زمانے کی فن تعمیر کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ ایسی خوش قطع مسجد پٹنوں کے وقت کی بہت کم دیکھنے میں آئی ہے۔ اس مسجد میں چونہ کاری کی بہت عمدہ منبت کاری ہے اور پیشانی پر چونہ کاری آیات قرآنی کہی ہوئی ہیں۔ اس مسجد کے پانچ دروازے درمیانی محراب بہ نسبت ادھر ادھر کی محرابوں کے اونچی اور نقش و نگار سے آراستہ ہے۔ چھت پر تین گنبد لمبوتری گردن کے ہیں۔ جن کے کلس ٹوٹ گئے ہیں۔ چھت کے اطراف کنگورہ ہو۔ گنبد اندر سے چھتے ہیں جو تمام اعلیٰ درجے کے نقش و نگار سے آراستہ ہیں۔ بگڑ صاحب کی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے کہ اس مسجد کے اند تمام رنگ آمیزی کا کام تھا جس کو گاؤں والوں نے بالکل برباد کر دیا اور اب برسوں ہوئے کہ اس کا کوئی نشان بھی باقی نہ رہا۔ اس مسجد کے صحن کے جنوب میں جو ایک عمارت بنی ہوئی ہے وہ بظاہر اس مسجد کا دروازہ معلوم دیتا ہے۔ اس کی وضع غلامی دروازے کی سی ہے۔

اس مسجد میں داخل ہونے سے پہلے ایک عالی شان گنبد ہے۔ جو اندر سے آٹھ مربع اور باہر سے گول ہے۔ اس کا داخلی دروازہ شمال کی طرف ہے جس میں جانے کا دو طرفہ زینہ گیارہ گیارہ سیڑھیوں کا ہے۔ گنبد کے چار دروازے ہیں ایک تو یہی ہے دوسرا مسجد کے صحن میں جانے کا ہے اور دو بند ہیں۔ گنبد کی چھت میں آٹھ کھڑکیاں بطور روشن دان کے ہیں۔ اس سے اور اوپر (۱۶) طاق ہیں جن میں سے چار کھلے ہوئے اور بارہ بند ہیں گنبد کے اندر پتھر کے چوکوں کا فرش ہے۔ گنبد کی چھت پر جانے کے زینے میں (۳) سیڑھیاں ہیں اور بندی گنبد کی ہے۔ اس گنبد میں کوئی قبر نہیں ہے اور یہ گنبد مسجد کا دروازہ کہلاتا ہے مگر اس کی وضع قطع تو بجائے خود ایک مستقل گنبد کی ہے۔ مجھے اس کو مسجد کا دروازہ قرار دینے میں تامل ہے بلکہ میں اس کو ایک مستقل عمارت خیال کرتا ہوں اور مسجد کو اسی کے متعلق سمجھتا ہوں جیسا کہ عینی خاں کا مقبرہ اور مسجد ہے۔ عموماً منقروں کے ساتھ مسجد بھی ہوا کرتی ہے۔ مسجد کا طول و عرض ۸۷ x ۴۱ ہے۔ مسجد کی پچھیت میں داسنہ پائیں دوستوں بطور پشتیبان کے ہیں جو چھت سے ذرا اوپر نکلے ہوئے ہیں۔ اندر پچھیت کی دیوار کے اندر چار حجرے بھی ہیں۔ مسجد کی بیچ کی محراب ۲۵ اونچی اور ۴ چوڑی ہے اور دونوں کنگورہ اس کے سوا ہے۔ اس کے اعلیٰ

کی محرابوں کی چوڑائی ۱۶ ہجری اور کنارے کی دو محرابیں ۱۶ چوڑی ہیں۔ مسجد کے گرد چوڑا توڑے دار بھاری چھجا بھی ہے جس کے سامنے ایک نہایت وسیع کشادہ کرسی دار ۱۰۰ × ۸۰ کا چوترا ہے جس پر سلون کا فرش ہے اور کچھ ٹوٹی پھوٹی قبریں بھی اس چوترا پر ہیں۔ محن مسجد کے آخر میں بجانب شرق ایک نہایت پختہ لداؤ کاتین در اور دو کھڑکیوں کا دالان ہے جو ۵ × ۵ ہجری دالان اور محروں میں پتھر کی سلون کا فرش ہے۔ درمیانی محراب ۹ × ۱۰ ادچی اور ۱۶ چوڑی ہے۔ دالان کے دونوں جانب ایک ایک حجرہ گیارہ گیارہ فیٹ مربع ہے چھت پر جانے کے لیے بارہ سیڑھیوں کا ذینہ ہے اور اس عمارت کا ارتفاع ۱۹ ہجری اور چھت سپاٹ ہے اور گرد چوڑا اور نہایت بھاری توڑے دار چھجا ہے۔ غالباً یہ دالان بطور ایک مدرسے کے تھا۔

انگریزی کتاب و آل اہموت دہلی، میں اس مسجد اور گنبد کے متعلق لکھا ہے کہ موضع خیر پور کی بستی سے شمال کی جانب کوئی دو سو گز آگے بڑھ ایک عجیب و غریب مسجد ہے جس میں ایک بہت نفیس دروازے سے داخل ہوتے ہیں جو دور سے دیکھنے میں (دروازہ نہیں) بلکہ ایک مقبرہ معلوم دیتا ہے۔ دروازے میں بلند سیڑھیاں چڑھ کر پونہتے ہیں (یعنی کرسی بہت ادچی ہے) یہ گنبد عجیب سڈول اور مرتفع ہے اور غالباً علانی دروازے کے طرز پر بنایا گیا ہے۔ دروازے کے باہر ایک نہایت خوش قطع محن ہے جس کے ایک طرف تو مسجد ہے اور دوسری جانب اسپیلی ہال یعنی مجلس خانہ ہے جس کا سال تعمیر ۱۰۸۰ ہجری ہے۔ یہ سال فتح کو کہیں نظر نہیں پڑا۔ اس مسجد کا پلاستر تمام تر نہایت نفیس نقش و نگار سے آراستہ تھا جس میں کا بہت کچھ حصہ اب تک بھی باقی ہے۔ پلاستر میں جا بجا چینی کی رنگین سلیز (ایٹش) لگی ہوئی تھیں اور سارے ہندوستان میں یہ سب سے بہتر نمونہ اس قسم کی آرٹس کا ہے جو اب باقی ہے۔

گنبد کے چاروں دروازوں کے کتبے

(۱) مغرب روئے :- بِسْمِ اللّٰهِ - وَمَنْ يَكُنْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ تَاَوَّلَ اِلَيْكَ الْمَصِيْدُ

یارہ - ۲۵ - سورہ زخرف - رکوع (۱)

(۲) مشرق روئے :- اِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَاَخَّرَ سَاعِدًا - پارساہ (۲۰)

سورہ قصص - رکوع (۱۲)

(۳) جنوب رویہ۔ نازل نزول بِسَاتِهِمْ تَاْخِرُ سُوْرۃ - پارہ ۲۳ - س ۱۷ ص - رکوع (۹)

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ تَاْخِرُ سُوْرۃ - پارہ ۲۳ - سورۃ فص - (۱۲)

(۴) شمال رویہ: وَلَئِكَ جَعَلْنَا اٰتِیْنَهَا اٰیٰتٍ لِّمَنْ یَّعْلَمُ سُوْرۃ انعام رکوع (۱۵)

گنبد کے احاطے کے اندر مغرب رویہ دروازے کے سامنے ایک قبر سنگ سرخ کے تئو نیکی جس کے سر اسنے اللہ ایک طرف بِسْمِ اللہ اور قُلْ هُوَ اللہ اور دوسری جانب شَہِدَ اللہ اَنَّہُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ تَاْ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ کندہ ہے۔
دیارہ نصف ۳ - سورۃ آل عمران یہ قبر بہت پرانی معلوم دیتی ہے کتبہ کی روش بھی اسی زمانے کی ہے۔

مسجد کے اندر کے کتبے

(۱) داخلی طرف پہلے در کی چیت پر۔ بِسْمِ اللہ۔
اَقِمِ الصَّلٰتِ لِذٰلِکَ التَّحْمِیْنِ تَاْ وَ مَا اُذِّنْتُمْ

مِنْ اَلْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا - پارہ (۱۵) سورۃ بنی اسرائیل - رکوع (۱۰)

(۲) لَقَدْ حَدَّثَ اللّٰهُ رَسُوْلَہُ الْوَعْدَ یَا بَلٰغِیْ تَامَمٌ فَاَنْجَزْنٰہُ یَا رُوْحَ اللّٰہِ - سورۃ فتح - رکوع (۱۲)

(۳) بِسْمِ اللّٰہِ - وَمَا عَجَّلْنَا اِلَّا رَسُوْلًا قَدْ خَلَقْتَ مِنْ قَبْلِہِ النَّاسَ تَاْ وَ اَلْصُّرُ نَا

عَلٰی الْقَدْرِ الْمُکْتَفَرِیْنِ - پارہ ۴ س ۱۷ آل عمران - رکوع (۷)

(۴) بِسْمِ اللّٰہِ - لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ تَاْ خَتَمَ سُوْرۃ حشر - پارہ ۲۸ - رکوع (۷)

(۵) محراب کے گرد۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ کَانَ لَهُمْ جَنَّتٌ

اِفْرَادٌ وَّ مِنْ تُوْسُلًا تَاْ خِرُ سُوْرۃ کہف - پارہ (۱۲) رکوع (۳)

(۱) بِسْمِ اللّٰہِ اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ تَاْ وَ کَانَ اللّٰہُ

بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا - پارہ ۲۲ - س ۱۷ احزاب - رکوع (۲)

(۲) بِسْمِ اللّٰہِ - وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلٰةٍ مِنْ طِیْنٍ تَاْ وَ مَا کُنَّا عَنِ الْخَلْقِ

غَفٰلِیْنِ - پارہ ۱۸ - سُوْرۃ مؤمنون - رکوع (۱)

تیسرے در کے اندر بر ممبر کے پاس ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ - پوری سورۃ الرحمن - پارہ (۲۷)

چوتھے در کے اندر

(۱) بِسْمِ اللّٰهِ اور سورہ واقعہ - پوری - پارہ (۲۷)

(۲) بِسْمِ اللّٰهِ اور سب دہ تحسیمہ - پارہ (۲۸)

پانچویں در کے اندر

(۱) بِسْمِ اللّٰهِ - سار دہ مبا پوری - پارہ (۳۰)

(۲) اِنَّ الَّذِیْنَ یُکِنُّوْنَ الْمُحْصِنَاتِ تَاوَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

عَلِیْمٌ پارہ (۳۱) - سب دہ نور - رکوع (۹ و ۱۰)

(۳) وَ السَّمَاءُ بَنَیْنَهَا بِأَیْدٍ وَأَتَاكُمُ سَعْدُ تَا ختم سب دہ ذریا پارہ (۲۷) رکوع (۲)

(۴) اِنَّهٗ الْمَوْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِہٖ تَاوَاللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ پارہ (۲۶) سورہ حجر رکوع (۲)

پہلی محراب کے بیرونی رخ پر

بائیں طرف - اوپر وار دونوں طرف
قُلْ هُوَ اللّٰهُ کُفْرے -

(۱) وَالَّذِیْنَ اٰتَمَّوْا مَسْجِدَ اَضْرَارًا تَاوَاللّٰهُ بِحُجَّتِ الْمُطَهِّرِیْنَ پارہ ۱۱ - سورہ توبہ - رکوع (۲)

(۲) اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ اَمِیْنٍ تَا آخر سب دہ فَارَقَبَ اَنَّهُمْ مُّقْبِلُوْنَ پارہ (۲۵) سورہ بقیہ رکوع (۱۷)

(۳) قَدْ رَفَعَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ تَاوَا صَابَهُمْ فَخَّرَ رَبِّیَا پارہ (۲۶) سب دہ فتح - رکوع (۱۱)

مسجد کے روبرو کے پانچوں دروں کے کتبے

(۱) سیدھے اندھ کی طرف سے - پہلی محراب - پہلی سطر دونوں طرف کتبے کے طفرے - بِسْمِ اللّٰهِ
وَجَاءُوا بِأَهْمُ عِشَاءَ یَبْکُوْنَ تَا عَلَی مَا تَصِفُوْنَ -

دوسری سطر - وَجَاءَتْ سِیَارَةُ تَا تَا لَ الَّذِی اَشْرَاہُ - پارہ (۱۲) سورہ یوسف رکوع (۱۲)

دوسری محراب - اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کَا طفرہ دونوں طرف - پوری سورہ جمع بسم اللہ -

تیسری محراب - پہلی سطر - بِسْمِ اللّٰهِ - سورہ الملت شروع سے وَاِذَا اُلْقُوا فِیْهَا تَا -

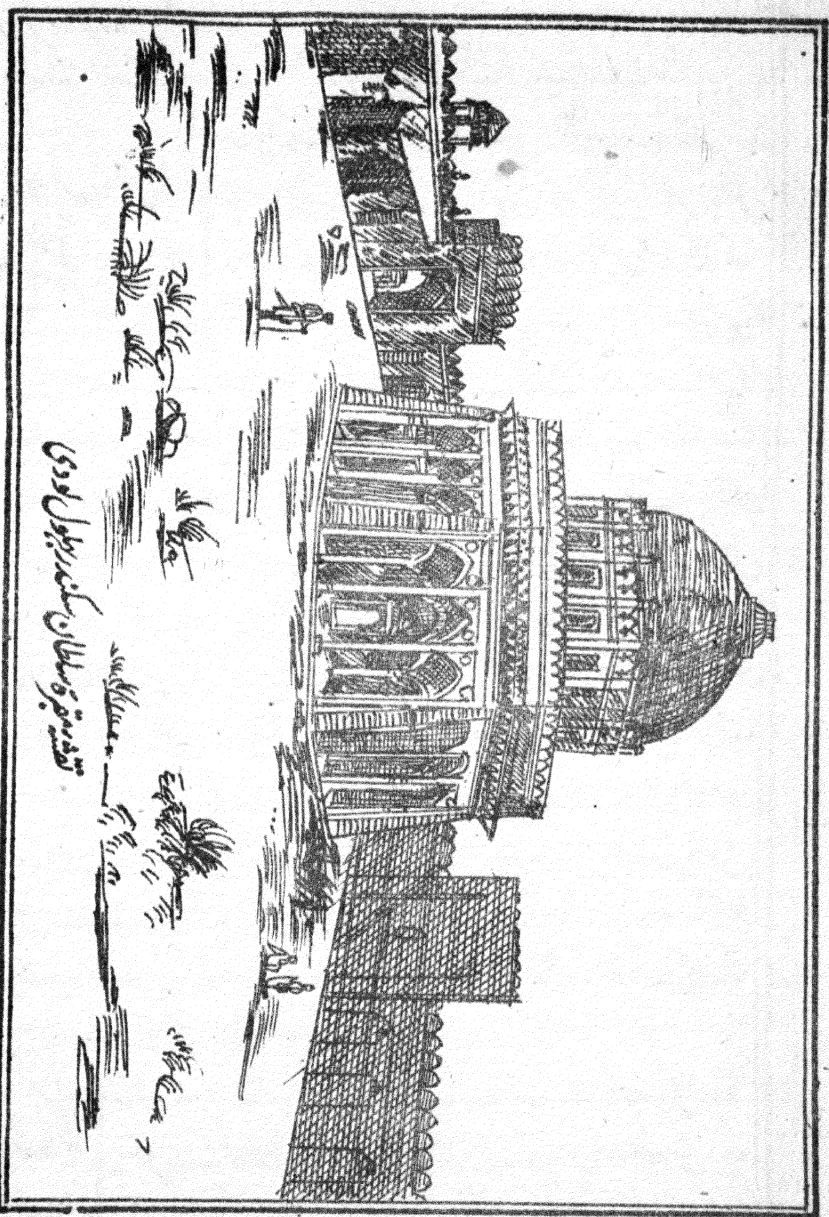
دوسری سطر - کَلِمًا اُلْقِیْ فِیْهَا فِیْ کَج - وَاَسْمٰوُ اَقْلَمُ تَا -

تیسری سطر - اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ قُلُوبَ الَّذِیْ تَا -

چوتھی سطر - اَنْشَاءُ کَدُّ سے ختم سورہ تک

چوتھی محراب - پہلی سطر - بِسْمِ اللّٰهِ - سب دہ منزل شروع سے وَ کِلٰو تَا

دوسری سطر - وَاَصْبَحَ عَلَی مَا یَقُوْلُوْنَ اِلٰی فَرَحَانَ رَسُوْلًا تَا



تقدیم جو سلطان سکندر بک اول لودی

پانچویں محراب۔ پہلی سطر۔ فَصْلًا مِّنْ سَرَاتِكَ تَالَعَلَّهْمُ يَنْتَدِلُ كَرُونَ۔ پارہ (۳۵) سورہ باقرہ ص ۱۷۱
دوسری سطر۔ لَيْسَ لَكَ الْاَمْنُ حَرَجٌ تَاِذًا يَّالِيعَا نَكَ تَحْتَ الشَّجَرِ يَوْمَ هَكَذَا۔ پارہ ۲۶ سورہ فتح ص ۱۰۱

ہر کس بہ بیانہ ازیں دیر نیت
باقی نبود کہے لب عالم ابدًا
شد عازم اس سرے جاوید بقا
غیر از احدے کہ نیت اور اہمتا

کاشانی ٹیلوں والا
نامعلوم عالی شان گنبد

النداقہ کیا زمانہ آیا ہے کہ ایک عالی شان اور بے نظیر گنبد
ہزار ہا روپیہ کی لاگت کاوٹا چھوٹا نہیں گرا پڑا نہیں بالکل
درست ہمارے سامنے کھڑا ہے اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ
کس کا ہر نہ ہم کو کوئی بتلا تا ہے کہ کس نے بنوایا تھا۔ جبر کسی کا

بھی ہوتی تھائی اس کی مغفرت کرے۔ طرز عمارت اور لودھیوں کے گنبد اور بے نظیر مسجد کا
قرب ولالت کرتا ہے کہ ہونہ ہو لودھیوں کے کسی بادشاہ یا بادشاہ نہ ہو گا تو بادشاہ کے
ہم بلکہ کسی ایسے کبیر کا ہے۔ یہ گنبد بھی ہشت پہل ہے اندر سے ۶۳ مربع ہے۔ تین طرف عالی شان
سرفناک دروازے ہیں مغرب کی طرف بند۔ تین سیڑھیاں چڑھ کر گنبد کے اندر داخل
ہوتے ہیں۔ اندر آٹھ قبریں بچتے بچتے گنج کی پس جن کو سرکار نے حال میں درست کر دیا ہے۔
سات بڑی ہیں ایک چھوٹی۔ جس مقبرے کے باہر کی آرائشی کا اس قدر انتہام ہے تو اندر تو
کیا کچھ کام نہ کیا ہو گا۔ مگر اندر کا کام اب بالکل باقی نہیں رہا باہر والی البتہ چینی کارنگ برنگ
کا کام کچھ بچی باقی ہے جنوب کی طرف صدر دروازہ ہے جس کے روکار پر بڑی بڑی اور
چوڑی چوڑی چینی کی لاجوردی رنگ کی اینٹیں بطور تختیوں کے لگی ہوئی ہیں جو تعداد میں
(۹۸) تھیں۔ جن میں سے تھوڑی سی گرجھی بڑی ہیں مگر ان کی خالی جگہ پر سے شمار ہو سکتا ہے
صدر دروازے کی محراب مع کنکورہ ۴۲ اونچی ہے اور یہی گنبد کی بلندی کنکورے تک سمجھیے چوڑا
اس میں شامل نہیں ہے۔ اوپر جانے کا دینہ (۳۳) سیڑھیاں کا ہے۔

سکندر لودھی کا
مقبرہ اور مسجد
۹۲۳
۱۷۸۸ء

موقع خیر پور کے پاس صفدر جنگ کے مقبرے سے کوئی یاد
میل کے فاصلے پر ایک قدیم بچتہ پل کے پاس لودھیوں کے
خاندان کے سب سے بڑے بادشاہ سکندر شاہ ثانی بن بہلول
شاہ (۱۵۱۷-۱۵۸۸ء) کا مقبرہ ہے جسے غالباً اس کے بیٹے ابراہیم

شاہ ثانی لودھی نے ۹۲۳ھ میں بنوایا تھا۔ سکندر شاہ لودھی نے ۹۲۳ھ
۱۷۸۸ء

میں بمقام آگرہ انتقال کیا۔ مصنف تاج محل خان جہاں لودھی نے لکھا ہے کہ بادشاہ اور اس کے باپ دونوں کی نعشیں آگرے سے منتقل کر کے دہلی میں اسلام شاہ سور کے احاطے میں جو اسی غرض سے بنوایا گیا تھا دفن کی گئیں۔ لیکن اس بیان میں کچھ غلطی ہوئی ہے کیوں کہ سکندر لودھی اپنے باپ کے پاس مدفون نہیں ہے اور دونوں کی قبریں ایک ہی باغ میں ہیں بلکہ جدا جدا ہیں یہ مقبرہ وضع قطع میں خاندان سادات کے بادشاہ مبارک شاہ کے شاہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس کے چاروں کونوں پر برجیاں نہیں ہیں اور قتبہ کا ڈھلاؤ بھی کم ہے جو زمانہ مابعد کی تراش خواش ہے۔ یہ گنبد ۳۴ مربع فیصل نما احاطے میں ہے جس کے چاروں کونوں پر برجیاں تھیں جن میں سے اب صرف دو باقی رہ گئی ہیں۔ احاطے کی دیوار کا آثار آٹھ فٹ کا ہے اور کنکورا چھوڑ کر بلندی ۹ ہے۔ احاطے کی دیوار میں بھی نیچے دو دروازے ہیں۔ باہر وار کے یہ درملا لیں تو احاطے کی بلندی ۱۸ ہو جاتی ہے احاطے کا صدر دروازہ جنوب کی طرف ہے جس کی مال میں مرست ہوئی ہے جو ۵۔ ۶ چوڑا ہے اس دروازے کے سامنے ۲۶ × ۵ کی دیوار احاطے کی منہجی ہوئی ہے اس دروازے کے ہر دو جانب احاطے کی دیوار میں نو نو کٹھری ناطاق ہیں یعنی احاطے کی دیوار کے اندر وار بھی طاق بنے ہوئے ہیں اور باہر بھی۔ دروازے کے باہر ایک بہت اونچا چوڑا ہے جس کی بلندی ۳۴ اور سیڑھیاں نو ہیں۔ جن پر چڑھ کر احاطے کے باہر والے چبوترے پر پونہ پختے ہیں جو ۵ مربع ہے جس کے دونوں جانب دو چوکون برجیاں چار چار ستونوں پر کھڑی ہیں۔ جنوب کی طرف یہ دیوار اور آگے بڑھ گئی ہے جس کی دونوں طرف دو برجیاں ہیں جن میں چینی کی رنگین اینٹیں لگی ہوئی ہیں اور جو سنگ سرخ کے ستونوں پر ایسا بنا دہ ہیں۔ احاطے کی مغربی دیوار سے لگی ہوئی ایک مسجد ہے جس کی درمیانی محراب ۷ بلند اور ۳ چوڑی ہے اور ادھر ادھر کی ایک ایک محراب اسی نسبت سے کم ہے۔ باقی عمارت کی تفصیل کے لئے مبارک شاہ کے مقبرے کے بیان کی طرف رجوع کرنا کافی ہے کہ جو وہ سو یہ سوائے اس کے کہ جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ اس کے کونوں پر برجیاں ہیں اور اس پر نہیں۔ اگرچہ یہ مقبرہ نرے چولے پتھر کا ہے مگر اند کا درجہ اور باہر کی علامت گوش اور احاطے کی برجیاں بہت نفیس اور خوش نما بنی ہوئی ہیں۔ یہ گنبد بہت پہلے ہے۔ ہر ضلع میں تین تین در ہیں یہ مقبرہ بھی بالکل عینی خاں کے مقبرے کی طرح ہے اور لودھیوں کے سارے مقبرے ایک ہی ڈزائین کے ہیں۔

اس کے اندر صرف ایک قبر گچ کی ہے۔ فرش میں روڑی حال میں کوئی گئی ہے۔ گنبد کا قطر ۳۳ فٹ ہے۔ گنبد کا پلاستر اندر سے گر گیا ہے۔ غلام گردش کے سات درمیں۔ اندر تمام چینی کا کام تھا چنانچہ اب بھی طاقوں کے دونوں طغرے ہیں۔ بارہ طاق بطور روشن دانوں کے ہیں۔ جن میں سے چار کھلے ہیں اور باقی بند ہیں۔ ان میں بھی کچھ کچھ کام چینی کا باقی ہے۔ گنبد کی چھت میں سب سے اوپر سرخ زمین پر سفید حروف میں آیت الکرسی منقوش ہے۔ غلام گردش کا چوڑی ہے۔ گنبد کا دروازہ باہر سے ۸ فٹ اور اندر سے ۵ فٹ چوڑا ہے۔ غلام گردش کا ہر ضلع ۴۴ فٹ اور گنبد کا ہر ضلع باہر سے ۴۴ فٹ لمبا ہے۔ احاطہ عیسیٰ خاں کے مقبرے کی طرح بہت وسیع فصیل نما کنگورے دار ہے جس میں چو طرف (۸) کوٹھریں طاق بنے ہوئے ہیں۔ مغرب کی طرف مسجد کی چھت کی دیوار اور ایک دیوار دوسرے محراب رہ گئی ہے باقی سب گر گئی ہے۔ گنبد کے اوپر جانے کا زینہ اٹھارہ سیڑھیوں کا ہے۔ گنبد کی بلندی ۳۸ فٹ اور گنبد کے چاروں طرف اٹھیا سی اٹھیا سی فیٹ کے بقدر احاطے کا میدان چھوٹا ہوا ہے۔

آل انبوٹ دہلی میں لکھا ہے کہ اس بادشاہ نے ۱۵۷۷ء میں یعنی مغلوں کے ہندوستان فتح کرنے سے صرف نو برس پہلے انتقال کیا۔ یہ گنبد یہ ایک نہایت عالی شان اسی طرح کے احاطے کے اندر واقع ہے جیسا کہ روشن چراغ دہلی کا ہے یہ ایک گہرے ڈھلواں کنارے پر واقع ہے جس پر سات دروں کا پل باندھ دیا ہے جس پر سے وہ قدیم سڑک گزرتی تھی جو فیروز آباد اور شمالی حصے کو سیری اور پرانی دہلی سے ملاتی تھی۔ گنبد فی نفسہا ایک عمدہ عمارت ہے لیکن زیادہ تر پسندیدہ اس کا خوش نما موقع و محل ہے۔ قبر کے سر اسنے جو چراغ دان کا ستون ہے وہ چینیوں کے مندر کا ایک تخم تھا اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ مغلوں کی فتح سے تھوڑے ہی دنوں پیشتر پھر سندوں کی عمارت کی ٹوڑ پھوڑ شروع ہو گئی تھی۔

نو دھیلوں کے گنبدوں میں ایک بات اور دیکھی گئی کہ وہ کوئی کتبہ بھی اپنے نام کا نہیں لگاتے تھے اور اسی وجہ سے کسی گنبد کو کسی بادشاہ سے منسوب کرنے میں سوائے زیادتی روایات کے یقینی طور پر کوئی رائے قائم کرنی مشکل ہے۔

باولی - بایچی - سہ دری اور دونا معلوم گنبد

سلطان سکندر بہلول لودھی کے گنبد کے پاس ایک قدیم اور محاط بہت وسیع باولی بھی ہے۔ یہیں قریب میں ایک وسیع اور پختہ تفصیل نما احاطہ کھنچا ہوا ہے جو بایچی کے نام سے آج تک مشہور ہے۔

گواہ اس چار دیواری کے اندر زراعت ہوتی ہے مگر پہلے زمانے میں ضرور باغ رہا ہو گا کیونکہ جنوب سرخ کو اس کا صدر دروازہ نہایت مشین اب بھی موجود ہے جس پر سہ درمی بنی ہوئی ہے۔ یہیں ایک چھوٹا سا چٹا گنبد بھی ہے جس کی چھت تو گر گئی مگر چار دیواری علی حالہ کھڑی ہے۔ اس منہدم گنبد کے دونوں طرف دو چھوٹی چھوٹی گنبدیاں بھی ہیں۔ علامہ ان عمارتوں کے اسی نواح میں موقع خیر پور کی حدود میں معمولی اور متوسط دولور گنبد بھی ہیں۔ یہاں بڑے بڑے گنبد جن پر لاکھوں روپیہ صرف ہوئے ہیں آج حالت گم نامی میں ہیں تو یہ معمولی گنبد کس شمار قطار میں ہیں۔

کرو بلا بھٹ جاتا ہے۔ اس رستے پر داہنی طرف سر راہ ایک بڑا دروازہ اور ایک وسیع ٹوٹا چھوٹا احاطہ ملتا ہے یہی کرو بلا ہے اور یہیں بادشاہی زمانے کے ایک نامی گرامی ریس کپتان اشرف بیگ خاں نے ایک پختہ چار دیواری کھجوا دی ہے جو کرو بلا کہلاتی ہے۔ تمام شہر کے تعزینے یہیں ٹھنڈے کیے جاتے ہیں اور یہاں بڑا ہجوم اور میلہ ہوتا ہے۔ اس کمپونڈ میں بہت سی قبریں ہیں۔ کہتے ہیں کہ اشرف بیگ خاں کی قبر بھی یہیں ہے لیکن مجھ کو تو ملی نہیں۔ کمپونڈ کی دیوار پتھر سے بنی ہے۔ اس کا صدر دروازہ سر راہ شمال کی طرف ہے جو ۱۶۔ ۱۷ اور ۱۸ اور ۱۹ چوڑا ہے۔ اس کے دونوں پاکھوں پر سنگ سرخ لگا ہوا ہے جس میں کا ایک پانچواں داہنی طرف کا حال میں گر گیا ہے اور اس کے دھیم وہیں پڑے ہیں بائیں طرف کا پانچواں کاتوں کھڑا ہے۔ کواڑ کی چول بھٹانے کی کڑی بھی موجود ہے جس میں گول سوراخ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں پٹ بھی تھے۔ دروازہ کے دو طرف کچھ عمارت مثل سہ درمی کے تھی جو گر گئی اور اوپر بھی کچھ مکانات ہو گئے یہ سب مفقود ہے اب صرف ایک پانچواں کھڑا ہے اور بس۔ دوسرا دروازہ کمپونڈ کے مشرق میں ہے۔ جو صرف کمپونڈ کی دیوار توڑ کر رستہ کر دیا گیا ہے اس کے مدیا کھے گچ کے ہیں جن کے

ادھر ایک گول مٹی مٹی ایک باکے کی گرگئی ایک کی باقی ہے۔ اس دروازے کی چٹکان
ہو چکی ہے۔

آہستہ برگ گل بفتاں بر مزار ما
بس نازک ست پختہ دل در کنار ما

ماہ خانم کی قبر
۱۳۹۹ھ

کر بلا کے احاطے کے اندر داخل ہوتے ہی سامنے ایک
وسیع و مرتفع پکا چوڑا گچ کا نظر آتا ہے جس کی چار سیڑھیاں ہیں۔ یہ چوڑا ۸۳×۸۳
طول و عرض میں اور ۱۲×۱۲ اونچا ہے۔ اس چوڑے کے وسط میں ۵ مربع ایک اونچا
ایک اور چوڑا ہے۔ اس چوڑے سے ملی ہوئی لداؤ کی قلم دان نما ایک برجی ہے جس کا
داخلی دروازہ سنگ باسی کا بہت چھوٹا سا ۳×۳ کا ہے۔ اس دروازے میں
ایک لداؤی کمرہ بطور دیوڑھی کے ۸×۱۲ کا ہے جس کی چھت قلم دان نما ہے۔
اب چودہ سیڑھیاں اتر کر ہم تہ خانے میں پہنچتے ہیں جس کا ایک ہی دروازہ جنوب
روئے ہو ہوتا ہے۔ تہ خانہ کا حجرہ ۳۱×۳۱ مربع ہے جس کے چاروں طرف روشن دان
رکھے ہیں اور تین طرف دیوار دوز طاق ہیں۔ یہ حجرہ ادیر والے پندرہ فیٹ مربع
چوڑے کے نیچے ہے فرش میں اس کے سنگ مرمر کی تسلیں بھی ہوئی ہیں جن میں کی
بعض بعض سلیں ضائع بھی ہو گئی ہیں۔ چھت مربع لداؤ کی ہے جس میں سنگ کا کام کیا ہوا
تھا جو کچھ بچی باقی ہے۔ اس حجرے کے پنج میں صرف ایک ہی قبر ہے جس کا تعویذ
نہایت عمدہ قسم کے شفاف اور چمک دار سنگ مرمر کا ۲۲×۲۲ ہے۔ ۱۰۔ اونچا
۱۱۔ ۲۲ کا ہے۔ اس تعویذ کے گرد آئینہ الکرسی کچھ عجیب نزاکت سے مثبت منقوش
ہے کہ خط اس کا سرمہ نظر و باعث تجلی بصری۔ زبان اس کی تعریف سے قاصر ہے
اور دل اس کے دیکھنے سے سیر نہیں ہوتا۔ تعویذ کے اوپر سر اپنے بسم اللہ کا
طغری ملے پانچ کے کل نفس ذائقۃ المکات اور تعویذ کے عرض میں نیچے وار
یہ خط شعلیق یہ قطعہ کندہ ہے۔

در نقاب ابر رحمت کرد و زلحق
دورم شد مریم دوزماں و اسلحق

آفتاب برج عصمت ماہ خانم از قضا
کلک قدرت سال این تاریخ بر لوح مزار

کچھ پتہ نہیں چلتا کہ یہ کس کا چاند تھا جو ایک تیرہ مار حجرے میں پڑا جھک رہا ہے اور اپنے حسن و جمال کی شغاعیں آج سٹیکوں برس کے بعد بھی چمکا رہا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اشرف بیگ کے دو دمان عالیہ کا کوئی ماہ منور تھا۔ اس میں شک نہیں کہ تھیں کوئی بڑی نامی گرامی سلیم جن کا مرقداں اہتمام اور صرف زر کثیر سے بنا ہے۔ مگر یہ منزل وہ ہے جہاں امیر و غریب سب برابر ہیں اور کیا بیچ کہا ہے کہ

جو آہنگ مردن کند جان پاک چہ بر تخت مردن چہ بر عئے خاک
جن کے مقبرے ہزار ہا روپیہ کی لاگت سے بنے ہیں آج اُن کا پتہ نہیں چلتا کہ کون تھے پھر ماوشما کا کیا ٹھکانا آج مرے کل دوسرا دن۔ وہ بیقی وجہ و تکت و ذوالجلال و الاکرام غالباً اشرف بیگ کی قبر

ہے۔ یہ چوڑا اس زمانے کے رواج کے موافق مسجد نما ہے یعنی مغرب کی دیوار مع تین دیوار و فرطاقوں کے اور شمال جنوب کے یا کھے کھڑے ہیں۔ جسے حصہ مسجد کہنا چاہیے۔ اس کے محاذ میں چوتھے پردہ چوڑے کی بہت پُرانی قبریں ہیں دونوں قبریں شکستہ حالت میں ہیں۔ ان میں سے ایک قبر کے گرد گچ میں آتھ الکرسی کندہ ہے اور یہی ذرا ٹھیک بھی ہے۔ ہونہ ہوا اشرف بیگ صاحب کی قبر یہی ہوگی۔ کہوں کہ اور کوئی مینر قبر اس اصلے کے اندر نہیں ہے۔

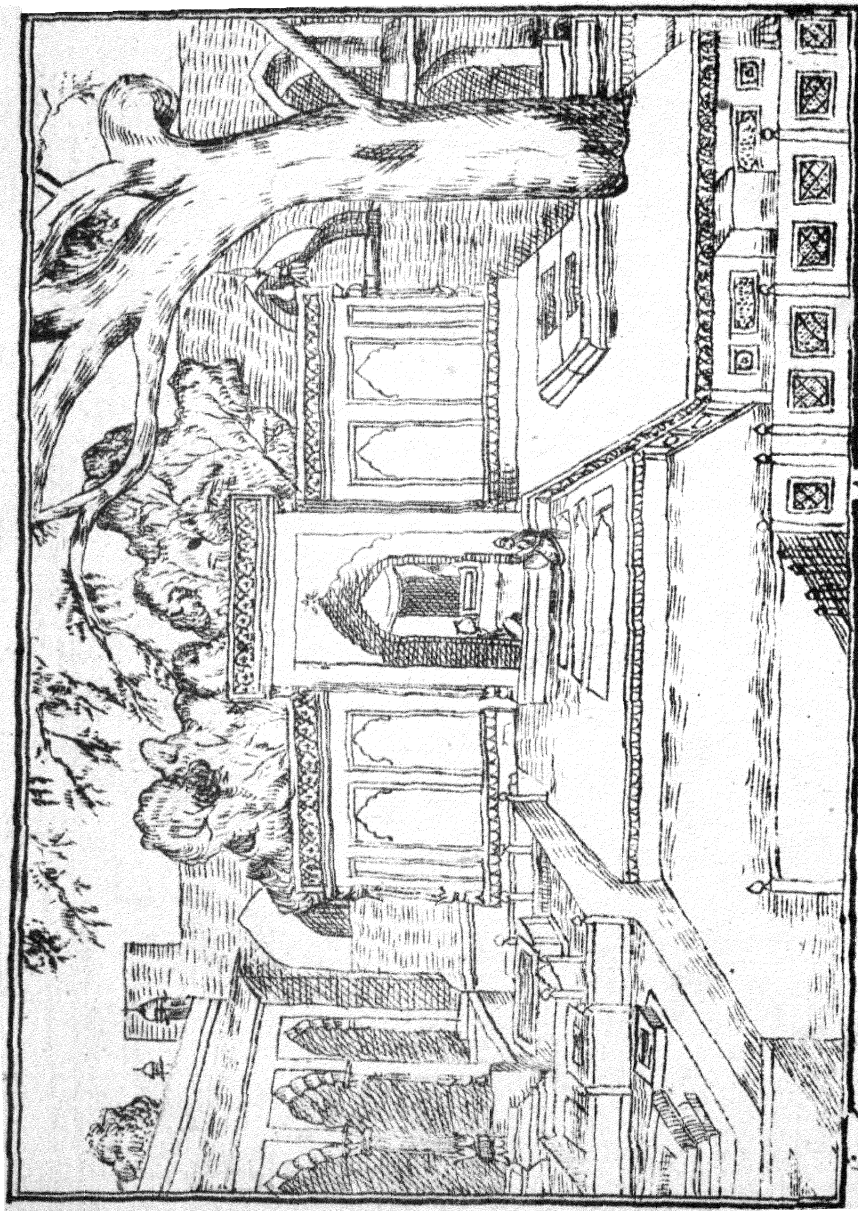
شاہ مرداں یا علی جی یا علی گنج
کیا فیض علی کے قدم پاک ہے روضہ کی زمیں بلند افلاک ہے
بتا ہر وہاں درخفہ قطرہ آب پانی کی بھی آبرو اسی خاک ہے

گورکھا کے احاطے سے آگے ایک بہت بڑا فیصل نما احاطہ دکھلائی دیتا ہے۔ اس کے اندر مختصر آبادی ہے جو شاہ مرداں یا علی گنج کے نام سے مشہور ہے۔ ادھم بانی زوجہ محمد شاہ بادشاہ جن کو احمد شاہ کے عہد سلطنت میں داخل نواب بانی اور پھر نواب قدوسیہ صاحب الزمانی کا خطاب ملا۔ شیخ مذہب تھیں۔ ۱۱۳۶ھ

ساحه

نقشه مردان

طوبی



میں ان کے پاس ایک ایسا پتھر آیا جس پر امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قدم مبارک کا نقش تھا۔ نواب قدسیہ بیگم نے اس نقش قدم کو ایک سنگ مرمر کے حوض میں نصب کرایا اور اسی سبب سے اس مقام کو علی جی۔ شاہ مرداں اور علی گنج کہتے ہیں۔

علی گنج کا شمالی صدر دروازہ احمد شاہ کے زمانے میں نواب قدسیہ بیگم نے ۱۱۶۲ھ میں جاوید خان خواجہ سرانگے ۱۱۶۲ھ ۱۱۶۸ھ

استہام سے چار دیواری مجلس خانہ مسجد اور حوض بنوایا۔ پھر ۱۲۲۳ھ میں عشرت علی خان نے مجلس خانہ بنوایا۔ یہ دروازہ کنگور ملا کر بسا دیا اور ۱۲۴۰ھ چوڑا چوکیوں دار ہے۔ یہ دروازہ دوسرا ہے آگے دروازہ پیچھے دروازہ پیچ میں گنبد دار حوض۔ دیوڑھی میں دونوں طرف دو منبر لہے دریاں ہیں۔ ابھی تک اس کے قدیم چوبی کوڑھی سلامت ہیں۔ اس کی پیشانی پر سنگ مرمر کی تختی پر یہ کتبہ نہایت خوش خط بخط تعلیق لگا ہوا ہے۔

کتبہ

”قال محمد حبیب اللہ دانا مدینۃ العلم
و علی بابہا x در عہد مبارک x شاہ
بہادر بادشاہ غازی بموجب
ارشاد نواب قدسیہ x حضرت صاحب
زمانہ باہتمام نواب بہادر جاوید خان صاحب
بسربراہی خاکسار لطف علیخان تعمیر قلعہ و مجلسخانہ
و مسجد و حوض در یکسال مرتب شد“

اس دروازے کے اندرستی ہے جس میں کئی بڑے بڑے عالی شان دروازوں کے گھر قدیم زمانے کے بنے ہوئے ہیں جو اب ویران ہیں یا یہ کہ کوئی معمولی شخص کہتے ہیں۔

دروازے کے پاس ہی تین کمر کی نہایت خوب صورت سفید مسجد | گنبدوں کی مسجد ہے جن کے کس بھی صحیح سلامت ہیں۔ ادھر ادھر

ایک ایک مربع چارواری برجی ہے۔ مسجد کے تین در ہیں۔ بیچ کا در ہے ادنیٰ آٹھ چوڑائی

مسجد ۱۰۷۰۲۰۱۔ سامنے گٹا اینٹ کے فرش کا چھوڑا ۱۲۶۳۷۱۔ صحن میں نیم کا ایک
بہت پُرانا درخت کھڑا ہے۔ اس کے نیچے کئی خام قبریں ہیں۔ مسجد کے گرد احاطہ ہے۔
کنواں اور سیرھی دار باؤلی | مسجد کی جنوبی دیوار سے ملا ہوا ایک کنواں
باؤلی ہے۔ کنواں اور باؤلی منہدم ہیں۔ صورت یہ ہے:-

(کنواں) باؤلی ||||| سیرھیاں

نقار خانے کا دروازہ | درگاہ میں داخل ہونے سے پہلے نقار خانے
کا دروازہ ملتا ہے جو ۱۰۸۱۰۱۔ یہ دروازہ گنبد دار ہے
جس پر ایک سہ درہی بھی ہے۔ دروازے کے
رد کار پر پیل بوٹے بنے ہوئے ہیں۔ اس کی پیشانی پر یہ کتبہ ہے:-
ہو العلی

چوں کہ صادق علی بنائے رفیع | ساخت بر آستانہ حیدر
سال تاریخ آں بنا صادق | گفت نقار خانہ حیدر
دوسواں سٹھ برس | اسی دروازے کے باہر ایک بہت پُرانی
کی ایک پرانی قبر | قبر سنگ سرخ کی ہے جس کی لوح پر یہ
کتبہ ہے:-
اللہ اکبر۔ جسجد اللہ الرحمن الرحیم

دریغا کہ بے مالبے روزگار | بروید گلو بشکفہ نو بہار
کسانی کہ از مابغیب اندر اند | بیاہند و بر خاک ما بگز رند
بست دیکم شہزوی حجه مغفوری مرحومی میاں عشرت صاحب بر حمت حق پیوست
کو کاکی مسجد | سہ تو یہ مسجد چھوٹی سی یعنی ۱۲۸۱۰۱۔ مگر کچھ عجیب دل فریب اور
چن چن کر ایسا لگایا ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دل لال جوڑا پہنے کھڑی ہے۔ اس کے
سلسلہ بریں علی برید شاہ بادشاہ کے گنبد کے اندر بھی یہ اشعار کندہ ہیں۔ ۱۲-

تینوں گنبد ایسے خوش نما اور سخی ہیں کہ دیکھ کر دل خوش ہو جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ گنبدوں پر کی بعض جگہ سلیس گرگتی ہیں اندر سے اینٹیں نکل آئی ہیں۔ درائیں محل جانے سے ان اینٹوں پر ٹھانس آگ آئی ہے پتھر کی شد رخ سلوں کے ساتھ یہ سبزی بھی عجیب لطف دیتی ہے۔
نیکمہ شوخی چلی بار صبا کی بگڑنے میں بھی زلف اُس کی بنا کی

بیچ کا گنبد جو زیادہ بڑا ہے وہی زیادہ مخدوش حالت میں ہے۔ باقی ایک چھوٹا گنبد بھی مرمت طلب ہے اور ایک درست حالت میں ہے۔ بیچ کے گنبد اور شمال کے گنبد کے پتھر کے نازک کلس باقی میں جنوب کے چھوٹے گنبد کا کلس گر گیا۔ ذرا سی توجہ سے ان کی درستی ہو سکتی ہے ورنہ پانی جذب ہو ہو کر بہت جلد یہ گنبد ٹھیکہ جائیں گے۔ مسجد کے تین در میں۔ بیچ کا در ہے۔ ۸ بلند اور ۵۔ ۹ چوڑا ہے۔ اندر اور باہر جوتے پر جو ۳۔ ۵۔ ۱۳۔ ۸ طول و عرض میں اور ۲۔ ۲۔ ۱۰ اونچائی چوکوں کا فرش ہے۔ ایک کنواں بھی مسجد کی داہنی طرف ہے۔ مسجد کا پختہ اور وسیع احاطہ ہے۔ احاطہ کے اندر کئی قبریں ہیں جن میں سے ایک قبر کا نقوید سنگ باسی کا ہے جس کے اوپر اللہ لکھا ہے اور لمبان میں دو نون طرف بہ خط نستعلیق یہ عبارت ہے۔

ایک طرف ناد علیا منظر العجائب ہے تہجد عونا لک فی الثواب ہے بتابد ہے ماہ دہریں دہور دوسری طرف اگر سر زبیدی راہیں گور ہے کل ہم نعم ہے بھلی ہے بولایک علی یا علی یا علی یہ سجد کو کا کی سجد کہلاتی ہے خدا جانے وہ کو کا کون تھے۔ جس انا کا دودھ پیتے ہیں اُس کا دودھ شریک بھائی کو کا کہلاتا ہے۔

درگاہ حضرت سید عارف علی شاہ صاحب
عرف جٹے کی درگاہ
ان بزرگوار کا حال کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گزرا سید اعجاز حسین صاحب متولی درگاہ کہ حضرت کے خاندان

میں ہیں اور مرد صالح ہیں۔ آپ کے وصال کا سال ۱۲۸۵ھ بتلاتے ہیں اور چوں کہ ان گزرا سی درگاہ کی تذرونیاز پر اباعن جد علا آتا ہے ان کا کہنا ایک حد تک قابل قبول ہے کہ وہی کہتے ہیں کہ آپ کا وصال غوث پور ضلع بجنور میں ہوا۔ آپ کی نقش وہاں سے دنی لائی گئی چنانچہ اب تک بھی آپ کا عرس دتی اور غوث پور دملوں جگہ ہوتا ہے۔ درگاہ کی عمارت ۲۲ مربع ایک گنبد ہے جو پھیلے ہوئے پیٹے کا ہے جس پر برنجی ٹکس ہے۔ آپ کے گنبد کے چار دروازے ہیں۔ آپ کی قبر پر شامیانہ تاشا ہوا ہے اور بہت سے پختے بے آویزاں

ہیں اسی وجہ سے عوام میں چٹے پتے کی درگاہ مشہور ہے۔ آپ کے مزار کے گرد سنگ مرمر کا کٹہر ہے۔ درگاہ کا احاطہ مسطح مریچ ہے جس میں ایک بہت پرانا نیم کا درخت کھڑا ہے۔ احاطے کے کونے میں ایک مختصر سی مین در کی مسجد ۱۸۰۰ فٹ کی ہے۔ غرض جاے از بس دل کش اور پُر انوار ہے۔

قطعہ تاریخ وصال حضرت پید عارف علی شاہ صاحب

بعہد شاہ عالم گیر غازی	سیادت مرتبت عارف علی شاہ
نقیہ متقی و عارف عصر	ملک خصلت کو صورت حق آگاہ
بزد و کشف و اعجاز و کرامت	بعلوم معرفت مشہور چوں ماہ
ازیں دار فنا با صد تحسّل	متاع القا بر بود ہمراہ

چہنیں بنوشت مضطر سال رحلت

نہاں شد آفتاب دین حق آہ

اب درگاہ شریف میں چلیے جس کا مشرق رو بہ دروازہ ۹۰ فٹ
اوپر اور ۲۰ فٹ چوڑا ہے جس کے پٹ چوبی ہیں۔
لیکن جیسی عالی شان عمارت ہے ویسا دروازہ نہیں۔ یہ درگاہ

درگاہ قدم مبارک
۱۳۴۰
۱۶۲۴

ایک بڑے احاطے کے اندر ہے۔ خود درگاہ کا احاطہ ۷۳ × ۲۶۷ فٹ ہے۔ ۸۰ فٹ اوپر سنگ مرمر کی نفیس سلوں کا ہے۔ جنوبی دیوار میں (۱۰) دس پوری سلین سنگ مرمر کی نصب ہیں اور نصف نصف سلین کولوں میں اور ایسے ہی شمالی دیوار میں۔ مشرق کی طرف داخلی دروازہ ۹۰ فٹ اوپر ۵۰ فٹ عریض ہے جس کی چوڑائی سنگ مرمر کی ہے اور پٹ چوبی دروازہ کے اوپر اور دو سلین سنگ مرمر کی ہیں جو ایک نچ چار دیواری ہے۔ اسی طرح مغرب کی دیوار میں دو سلین سنگ مرمر کی اور بیچ میں ایک معمولی سا دروازہ ہے۔ اس دروازے کے دونوں پا کھوں پر سنگ مرمر کے کچھ کتبے دوسری جگہ سے لا کر نصب کر دیے ہیں کہ روندن میں آتے تھے۔

دائیں پا کھے پر (۱) اللہ علیہ

(۲) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی فَاطِمَۃِ حَسَنِ حَسِیْنِ عَلَیْہِ

بھل جعفر موسیٰ علی محمد علی

حسن محمد علیہما السلام

تاریخ وفات شرف النسا بیگم عرف حاجی بیگم مرحومہ بنت میرزا سید محمد گلستانہ عرف
مرزا جانی مرحوم ۶ دوازدہم فہر رجب الثانی روز یکشنبہ ۱۲۱۶ھ
بائیں پا کے پر ۱۲۱۶ھ

۱۱۳۹ھ

محسن درگاہ میں سنگ مرمر کی سلوں کا فرش ہے جس کے بیچ میں ایک پرانا درخت نیم کا بھی

کھڑا ہے۔
قدم شریف کی محل جگہ اسی احاطے کے چوں بیچ سنگ مرمر کا ایک چوترا ۸۰ پھانچا۔ ۱۰۰ اونچا
ہے جس پرین کا صندوق نمائشاؤ کو دیا ہے اور زمین کو سبز رنگ کا رنگ دیا ہے۔ اس صندوق
کے دونوں طرف لمبان میں کھٹنے بند ہونے والی کھڑکیاں رکھ دی ہیں۔ اس کے
اندر سنگ مرمر کا ایک نہایت خوب صورت حوض ۴۰ لمبا اور ۲۰ چوڑا۔ اس
عمیق ہے اسی کے اندر قدم مبارک ہے جس میں خوشبودار پانی اور پھول پڑے رہتے
ہیں۔ اس حوض کے کنارے عرض میں ایک طرف یہ شعر کندہ ہے۔

بر زمین کہ نشان کف پا ہے تو بود ساہا سجدہ صیاحب نظر اں خواہد بود

درگاہ قدم شریف کے احاطے کی شمالی دیوار
سے ملا ہوا ایک چھوٹا سا احاطہ ہے جس کے اندر

ایک چھوٹا سا ہشت پہل برج ہے کہتے ہیں کہ اُس برج میں نقش کا حضرت فاطمہ
علیہا السلام کا ہے۔ اس احاطے کے اندر سوائے عورتوں کے مرد نہیں جاتے میں نے
بھی ادباً اُس میں جانے کی جرات نہ کی ایک چھوٹے سے لڑکے کو اندر بھیج کر دیکھا
اُس برج کے اندر ایک بڑے پیالے کی شکل بنادی ہے اور کوئی خاص بات قابل ذکر
نہیں۔ چوں کہ یہ مقام حضرت فاطمہ کے نام سے منسوب ہے لہذا پاس ادب ضرور ہے۔
اسی سے ملا ہوا ایک بہت وسیع کشادہ اور بلند والان ۶۲ × ۱۶۷ ہے۔
اس والان کا دروازہ ۸۰۔ ۱۰ چوڑا اور بہت اونچا ہے۔ اس والان میں

۱۲

رنگ کا کام تھا جواب برائے نام باقی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ دالان کسی سوداگر نے حجب اس کی سنت پوری ہوئی تو باطلہا تشکر بنوایا اور اس کا نام جہاز رکھا۔ وجہ تسمیہ کوئی کچھ کہتا نہیں۔ میرے خیال میں چون کہ یہ دالان بہت بڑا ہال ہے اور جہاز کی شکل کا لمبا چلا گیا ہے عجب نہیں کہ لمبا طہیت کذا فی جہاز کے نام سے موسوم کیا گیا ہو۔ اس کا ایک دروازہ باہر و درستے پر بھی ہے اور ایک سہ دری بھی اسی کے متعلق تھی جس کے تین در باقی ہیں۔ اس مکان میں جو ندرت ہے وہ یہ ہے کہ اس کی چھت کڑیوں کی ہے اور باوجود امتداد دینے کے جو بنیہ علی حالہ قائم ہے جو تہتہ دروازے پر بطور سرول کے دیا گیا ہے اس کو دیکھنے سے اس کی غیر معمولی جسامت اور سطحی کا اندازہ ہو سکتا ہے چھت اوپر سے سیاٹ ہے اٹھارہ سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ خدا جانے کیا بات ہے کہ جو جگہ ملی وہاں مردے دفن کر دیئے گئے حالانکہ یہ مکانات اس مصرف کے لئے نہیں بنائے گئے تھے۔ اس میں بھی دو قبریں ہیں۔ پھر ایسی جگہ قبریں بنا دینا اور قبروں کو درندن میں لانا عو طلب ہے۔ ان دونوں قبروں کے سراہنے کے سکتے یہ ہیں:-

(۱) ہوا المستعان سیر خورشید علی رضوی تعزیرہ دار بعمر ۵۲ سال در شب جمعہ بتایخ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ رحلت نمود۔

(۲) سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِأَصْبَحَ ثُمَّ فَنَعِدْ عَفْوِ الدَّارِ هَذَا الْقَبْرِ الْمُتَّقِ قَبِیۃُ الْمُنَادِ
فِي رَحْمَةِ كَرْبَلَاءِ بَیْکُمْ الْفَاقِئَةُ لَهَا أَجْرُكُمْ اللَّهُ فِی ۲۴ شَعْبَانَ الْمَظْفَرِ ۱۳۳۲ھ

یوں تو درگاہ کے احاطے میں ایک چپہ بھر زمین بھی قبروں سے خالی نہیں مگر ہم انہیں قبروں کو گھتے ہیں جن پر کتبے ہیں۔ پختہ

نواب برہم بیگ خاں کی قبر

فرش کو چھوڑ کر غام صحن میں جو برج کا سہ حضرت قاطمہ اور جہاز کی عمارت کے سامنے ہے مرث ایک قبر کی لوح پر جو سنگ باسی کی ہے یہ کتبہ بخط نستعلیق ہے۔
غالب برہم بیگ خاں بہادر غلفہ احتشام الدولہ نواب اسمعیل بیگ خاں بہادر فیروز جنگ
بتایخ نیم جادی الثانی ۱۳۳۲ھ وفات یافت۔

درگاہ کے احاطے کے اندر مسجد

درگاہ کے احاطے کے اندر جہاز کے پچھے
بجانب شمال ایک مسجد ہے جس کے تین منبر

اعدین دہلی مسجد طول و عرض میں ۳۰۰ × ۱۲۰ ہے۔ چار سیڑھیوں کا منبر ہے۔ سامنے چوڑا
۴۴۵۰ پاؤں جس پر گٹا اینٹ کا فرش ہے۔ بیچ کا دروازہ ۱۰ پاؤں اونچا اور ۵۰ پاؤں چوڑا ہے۔ کھس
اگنبندوں کے ٹوٹ گئے ہیں۔ صحن کے آگے سنگ سرخ کا ایک حوض ۲۸ × ۱۵۰
تین فیٹ عمیق جس کے بیچ میں ایک فوارہ بھی سنگ سرخ کا ہے اب یہ حوض مٹی سے اٹ
گیا ہے اور اس قدر گھاس اس میں ہو گئی ہے کہ اس کے حدود کا معلوم کرنا بھی مشکل ہے۔ مسجد کے
گروہات فیٹ اونچی احاطے کی دیوار ہے۔

سنگ مرمر کا پہلا چوڑا پھر درگاہ کے باہر آئیے تو اُس کے سامنے تمام سنگ

کھڑے۔ اس درخت کے گرد بھی سنگ مرمر کا ۵۰ × ۱۰۰ پاؤں اونچا دو سیڑھیوں کا
چوڑا باندھ کر درخت کو ایک کونے میں لے لیا ہے۔ اس چوڑے پر دو قبریں سنگ مرمر
کے تنوید کی ہیں مگر کوئی کتبہ نہیں ہے۔

چار قبروں کے کتبے اُس چوڑے کے ذیل کی قبریں سطح زمین کے برابر ہیں
صرف سلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قبریں ہیں۔ سلوں کے
گرد سیاہ حاشیہ بچھ دیا گیا ہے۔ ان چار قبروں میں صرف قبر نمبر ۱ کی سل سنگ سرخ
کی ہے باقی کی سنگ مرمر کی سلیں ہیں۔

(۱) محلدار سکیم کہ گفتی بدنیا
سجود در اہل بیت است در بنیم
غمش کرد خون دل دوستان خشک
شد از تماش دیدہ نوینیں نم
بید خود آں سیدہ سال حلت
بگفتا محلدار خلد بر بنیم
(۲) مرقد نور حجام الدین حیدر موسوی (۳) آخریں منزل جہاں آرا ہے

(۴) بادا بنیال سدائشیں صدر نشاں ہے

امراء مرزا صاحب کے انیم کے درخت والے چوڑے کے سامنے یہ دوسرا چوڑا سنگ مرمر
کا ۳۴ مربع۔ ۲ اونچا جس کے گرد ۱۰ پاؤں اونچا کھراشاں میں
اور نصف نصف شرق مغرب میں ہے۔ اس چوڑے پر صرف

دو قبریں زمین کے برابر ہیں جن پر سنگ مرمر کی سلیں اور چوڑے حاشیہ سنگ سیاہ کا ہے
لے ذاب امراء مرزا صاحب آنری بلیٹ دلی کے عاملین میں سے ہیں آپ دریا گنج میں رہتے ہیں یہ پڑاؤ آپ ہی کے
نمبر ۱۲ کی ہے۔

قبر نمبر (۱) کے اوپر بسم اللہ الرحمن الرحیم دو طرف کلمہ شہادت پنج میں اللہ اور گردہ
آیت الکرسی ہے۔ اس کے سر پہ نہایت خوش خط بہ خط نستعلیق سنگ مرمر کی تختی پر یہ کتبہ ہے۔
حوالہ کیا احمد حسین خاں کہ بعد شباب مرد ناز خوبی دکنوئی و حسن و جمال آہ
سال وفات او بدو نوع ای و فقیہ رس خاں کنہار و دود و مفت و دو سال آہ
(۲) دوسری قبر کے سر پہ یہ لوح ہے۔

<p>اللہ بسم اللہ الرحمن الرحیم</p>		
یا غفار اللہ	یا ستار العیسیٰ	
چراغ شبستان تہتم امام	ہمای علی شاہ مرواں نجفت	حب
وہاتف چو پر سیدم از سال او	مراسکن موسو بخاں بگفت	یا عطفون

ایک سہ درہ والاں | اس چو ترے کے سامنے ایک سہ درہ والاں سنگ
سرخ کا ہے۔ جس کی چھت بھی سرخ سلوں کی ہے۔ یہ طلاں
۴۱۶ x ۱۵۱ اس میں چار قبریں زمین کے برابر ہیں جو سلوں اور جدولوں سے پہچانی جاتی
ہیں۔ کہتے ہیں کہ دیوار میں کتبہ تھا اس میں کچھ غلطی ہونے سے نکال لیا گیا۔ یہاں کے لوگ
اکبر مرزا صاحب کے خاندان کی ہڈیاں بتلاتے ہیں جو فراش خانے میں چوسیا کے چھتے
میں رہتے ہیں۔

مہر النساء سیم کی جو کھنڈی | اوپر والے سہ درہ کی پشت کی پچھت کی دیوار
میں ایک دروازہ ہے جو اس جو کھنڈی میں جانے کا
ہے۔ یہ جو کھنڈی ہے۔ ۱۵۱ x ۱۵۱ جس کے اماٹے میں سنگ مرمر کی سلیں آٹھ اپنی
لگی ہوئی ہیں۔ فرش بھی سنگ مرمر کا ہے۔ دروازہ مغرب میں ہے جس میں سنگ مرمر
کی دو جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ اس کے اندر تین قبریں برابر برابر مشرق
سے مغرب کی طرف ہیں۔ دو کے قنویذ ہیں ایک کی سل جس پر سیاہ
حاشیہ ہے۔

نمبر ۲۱ کی لوح نہایت خوب صورت خوش خط اور نقش و نگار سے آراستہ ہے۔

لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

علیہ الصلوٰۃ والسلام

چومہر انسا بگیم خوش صفات	کہ چوں محرمی داشت روشن لقا
برفت از جهان وسیہ شد جہاں	بیگندہ پر تو بجاک بقا
زمنوں بستم سال وفات	بصد محنت و درد و رنج و غنا
نجا کرو بے اتہا و بگفت	کہ ہیجات ہیجات مہر انسا

۱۲۳۸

نمبر ۲۲ قلی یلیجادی الذین اسرنا فی اعلیٰ انفسہم تا ہذا الغفران الرحیم
 سرا ہے کلمہ یا ایہا الذین امنوا لکم اذا انجذوا و اقامہ دارکم و اقلکم لکم نعمت من ربکم (بیت خوش خط)
 اگرچہ یہ چوگنڈی خود مختصر لیکن با اس ہمہ جنوب رخ پر ایک چھوٹی سی لدا دی سہ دری
 سنگ سرخ کی بنادی ہے۔

شاہ نعمت الہی کی چوگنڈی | سید عارف علی شاہ صاحب مہر کی درگاہ
 کے احاطے کی مغربی دیوار سے ملی ہوئی ہے

جوائنٹ کی ہے۔ یہ چوگنڈی ہر ۱۳۰ پیرچہ پر۔ احاطے کی بلندی ۴۰ ہے۔ درگاہ کی طرف
 کی دیوار کے سوائے دونوں طرف دیواروں میں سنگ مرمر کی چار چار سلیں اور ایک ایک جالی لگی
 ہے۔ مغرب کی طرف دو جالیاں ہیں کہ اسی میں دروازہ ہے۔ اس چوگنڈی میں صرف
 دو قبریں ہیں۔ جو قبر بجانب درگاہ ہے اس کی مرمر کی سل پر یہ عبارت بخط نستعلیق منقوش
 ہے جس کی سیاہی جایا سے اڑ گئی ہے۔

اللہ اعظم بحب الحضرات و وفات

والسلام
 اللہ اعظم بحب الحضرات و وفات
 شاہ نعمت الہی فی التاریخ ۱۰ شعبان ۱۰۹۰ھ

اسی کے برابر دوسری قبر ہر گز اس پر کوئی کتبہ نہیں ہے۔ سنگ مرمر کی سل کے گرد سیاہ ماشیہ ہے۔

مجلس خانہ
۱۲۲۳ھ
۶۱۸۰۸
یہ مجلس خانہ عشرت علی خاں نے ۱۲۲۳ھ میں بنوایا جو تہرے دالان کا ہے جس کے گرد چوڑا حجہ اور چاروں کونوں پر چار برجیاں ہیں۔ یہ عمارت طول و عرض میں ۵۳ × ۳۴ ہے۔ شمال میں پانچ درے مشرق میں دو۔ جنوب میں تین۔ مغرب میں صرف ایک چھوٹا سا دروازہ۔ یہ در دوسرے اور بنگری دار محراب کے ہیں۔ چھت لداؤ کی قلم دان نما اور پر سے سپاٹ ہے۔ چودہ سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ نقشہ سطحی نظری اس کا یہ ہے۔

شمال

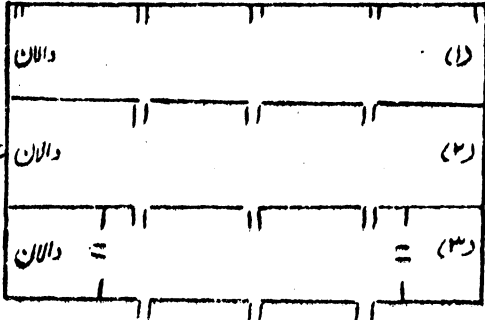
درگاہ کی دیوار

تہروں کی چھٹی قطار

پانچویں قطار

چوتھی قطار

سوی سی علی حسن جتائی تہر



مغرب

مشرق

جنوب

اس مکان کے پیش دالان میں شمال روپیہ پائے پر یہ کتبہ ہے۔

(۱) بدرگاہ شائہ نشہ دوسرا ہے علی شاہ مرداں ولی خدا ہے

محکم شہ اکبر نامہ سور جو عشرت علی خاں بیمار است ہے

زینت دہم سال آں ہمیں زور قلم داد ناظر بنا ہے

اس مکان میں مجلس مرثیہ خوانی کی ہوتی ہے۔ استاد زمانہ کی وجہ سے مجلس خانہ بہت

بوسیدہ ہو گیا تھا۔ اس میں نواب وزیر علی خاں نے اپنی عالی ہمتی سے اس کی درستی

کرا دی چنانچہ صاحب موصوف نے دہلی کشمیری دروازے کھڑکی ابراہیم علی خاں میں جو

درگاہ پنجہ شریف۔ امام باڑہ اور مسجد سید آغا حید صاحب کے بزرگوں کی حیران مقامات کی مرمت بھی کرائی۔ درگاہ پنجہ شریف میں ۸۸ مجرم کو علم اور ۹۰ کو تابوت اٹھایا جاتا ہے اور ہر نوچندی شنبہ کو مجلس عزاسید الشہداء برپا ہوتی ہے۔ اوپر کے کتبے کے متوازی یہ دوسرا کتبہ ہے۔

اللہ

(۲)

وہ عالی مرتبہ سید وزیر علی نواب لگایا جس گھڑی یوں بھر فکر میں غوطہ برائے مادہ سن ہجری نبوی مکان شیر خدا سے یہ بے بدل بولا خاکسار کی سمجھ اس معنی کے حل سے قاصر ہے کہ ہر تو یہ مکان مجلس خانہ اور بانی کی غرض اس عالی شان اور خوش نامعمرات کے بنانے سے انعقاد مجالس تھا مگر اب تو اس سے قبرستان کا کام لیا جا رہا ہے یعنی اس کے مستف حصہ کی بھی کوئی جگہ خالی نہیں کہ جس میں قبر نہ ہو اور جتنی قبریں مجلس خانے میں ہیں رات دن روندن میں آتی ہیں بے تکلف لوگ جوتیاں پہن کر پھرتے اور اسی میں اٹھتے بیٹھتے اور سوتے ہیں اس پر سے ظاہر ہے کہ اس متبرک مقام کے بنانے سے غرض کیا تھی اور اب ہو کیا رہا ہے۔

مجلس خانے کے اندر کی قبروں کے کتبے سے دالان کے باہر مشرق کی طرف۔ دائرہ ایک سنگ مرمر کی سل ۶۷ ۳۴ ۱۶ جس کا چوڑا آٹھ اونچا اور کٹہر ابھی اسی قدر اونچا سنگ مرمر کا

ہے۔ اس کے سراسر اپنے یہ کتبہ ہے۔

ہی الغفور

آرام گاہ دائمی جناب نواب سید سلطان مرزا صاحب مغفور ۱۳۲۸ پاک دامان و خوش اعمال خجستہ گو بہر صاحب تقویٰ ۱۳۲۸ عامی دین نبی سید موسیٰ پر دراز نسل رضا مرد باد وضع ادوا العزم رئیس دہلی در شہر مے ۱۳۲۸ از دار فناء رفتہ ۱۳۲۸ محمد صفیر سلطان مرزا (دست پیہ)

پہلے دالان کے اندر کی قبریں۔ (۲) ۷۸۶۔ قبر موسیٰ بعباس سیرز اقبلہ گاہ سجاد مرزا۔ (۳) ۷۸۷۔ خالی۔

(۵) ہوا اللہ یوم ماہ عزابود و پس از ماہ عزرا
ہاتف غیب بن گفت ز روی الہام
(۶) ہوا اللہ حسین مرزا چوں مرد و شش بر فیاں
پی شمارہ سال وفات و خوال گفت
(۷ و ۸) خالی۔

دوسرے والان کے اندر کی قبریں۔ (۱) کلمہ طیبہ۔

فاخر بقدم بوس علی شد ہر گاہ
عشرت ز غلامان علی شاہ شاہ
سید مراد شیشہ چوز سال نوشت
پا بوس علی باد بشت است

(۳-۲) خالی۔ (۲) یاد و دود و غفور ۱۳۲۳
ہوا الغفار ۱۳۲۳
یاد و ہب یا غافر ۱۳۲۳

از و ہر رفت سیدہ خاتون مگر ندید
یکتا دروے آہ مبنی و لفظ گفت
بھیر فرز نیمہ ماہ صیام بہ
یکشنبہ دہزار و سہ صد بود و لبست و سہ

یاد و ہب یا غفل ۱۳۲۳
سہ ہجری ۱۳۲۳
ہوا الغافس ۱۳۲۳

(۷) ہوا الغفور۔ رفت بر لبست چوں محمد میر
گفت ہاتف و نیل و شش است
سوئے خلد میں ز دار غرور
کا مدہ سال و خلقش مغفور

والان کے باہر (۶) اللہ۔ محمد۔ علی۔ فاطمہ۔ حسن۔ حسین

مزار پر انوار جو امرگ آغا محمد یوسف صاحب خلیل فرزند و بلند آغا محمد ابراہیم صاحب
خلف الرشید حضرت مولانا محمد حسین صاحب آزاد اعلیٰ اللہ تعالیٰ مقام ہم۔
قطعہ تاریخ

عمر بھر یاد رہے گی یہ کہانی انوس
ہائے ہندی بھی دہن کی چھٹی تھی شاعر
تیسرا والان۔ چھ قبریں مگر خالی۔
داغ دل پر ہے محبت کی نشانی انوس
خاک میں فن ہے یوسف کی جوانی انوس

جلس خانے کے محاذ میں چوڑے پر۔ پہلی قطار۔
اس میں کل بارہ قبریں ہیں جن میں سے صرف دو پر کتبے ہیں۔ (۱) جو محراب

کے نیچے سید علی حسن صاحب مرحوم۔

(۲) ہو۔ اے درینا سجاد۔

پانچویں قطاریں۔ پانچ سادی قبریں۔

چھٹی قطاریں۔ چھ قبریں ہیں جن میں سے چار سادی اور دو پر یہ کتبے ہیں۔

(۱) جو دہلی طرف سے چوتھی قبر ہے۔

۱۲۶۸

سید بناریچ پانزویں رمضان
۱۲۶۸

ولایتی خانم صاحب نمود

(۲) جو دہلی طرف سے پانچویں قبر ہے۔

بکرمی سوئے جنت بنت بیجا خان

نذرا سیدزہا قف سال تائیدش

عیسیٰ خاں کی باپچی علی گنج کے حصار کے اندر ایک وسیع اور پختہ احاطہ ہے جس کے اندر کچھ درخت ہیں وہ عیسیٰ خاں کی باپچی

کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا ایک معمولی سا دروازہ مشرق رو ہے۔ اندر ایک تین دروازے

۱۵ اس سے سال ذات نہیں لگتا معلوم ہے تاہم کہ نام کے پانچ سال یوں ہی لکھ دیے۔ آپ اٹادے کے رہنے والے اور نواب محسن الملک بہادر جو کم کے چنانہ بھائی تھے۔ حیدر آباد دکن میں ایک زمانے میں آپ کا ٹھکانہ ہوتا تھا۔ بڑے قابل و پختہ اور ذی خلق صاحب فیض عام تھے۔ ہر کہ وہ آپ کا شاخاں تھا جس طرح نواب محسن الملک نواب دقار الملک و استادہم حیدر آباد سے علیحدہ ہوئے آپ کو بھی علیحدہ ہونا پڑا۔ وہاں سے اگر کچھ دنوں آپ اندر میں ایک معزز و ممتاز عہدے پر پہنچے اور پھر چار برس کے مدارالہام ہو گئے۔ آپ نے سرکار سے بلی میں انتقال کیا۔ قبر آپ کی بہت معمولی سرنگ باسی کی ہے نہ کوئی عمارت ہے نہ حالانکہ اب بھی آپ کے بہت سے عزیز قریب بڑے بڑے عہدہ دار پر مشتمل موادی تیرہ سین بگراسی نواب خداد الملک آپ کے سہمی۔ آپ کے داماد محقق بلگرامی نواب عقیل جنگ بہادر کشر حیدر آباد دکن۔ مرزا قزیر بیگ صاحب نواب نذیر جنگ بہادر ممتاز فوج مولوی سید امیر حسن صاحب نقادہ دار برادر دکن نواب محسن الملک بہادر صاحب ہی خدا کے فضل سے موجود ہیں۔ من صاحب

کی ادنیٰ توجہ سے مرحوم کی قبر عرصہ ہوتے پہنچ سکتی ہے مگر توجہ درکار ہے۔ یوں تو منہ دیکھنے کی ہوتی ہے محبت سب کو

جب میں جانوں کہ سے بعد مراد میں ان کے

۱۵ نام اور زیر زمین خاں کا نام ہے کسی عمارت کی قبر ہے مگر اور دیکھنے کی حاجت ہے کہ اس کے اندر

پختہ والاں جس کی بغلی میں دو طرفہ ایک ایک حجرہ ہے۔ دروازے کے سامنے ایک پختہ کنواں ہے۔ احاطے کی دیوار میں سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ اب اس میں کھار لوگ جھوڑیاں ڈال کر رہتے ہیں۔ معلوم نہیں یہ عیسیٰ خاں کون تھے وہی تو نہیں جن کا مقبرہ اور مسجد ہاپوں کے مقبرے کے پاس ہے۔

علی گنج کی فصیل علی گنج کی بستی کے گرد ایک بڑی عالی شان فصیل بڑے وسیع حلقے کو گھیرے ہوئے ہے۔ فصیل اُسی وضع کی ہے جیسی

کہ شہر دہلی یاروشن چراغ دہلی کی ہے۔ اس میں بڑے بڑے دیوار و دروازا بنے ہوئے ہیں۔ یہ فصیل سنگ خارا کی ہے۔ اونچی اور تین فیٹ کا کنگور اس کے سوا ہر گنگوراملا کر (۲۰) کی اونچائی ہے۔ فصیل کے اوپر چڑھنے کے دو رخے زینے اٹھارہ اٹھارہ سیڑھیوں کے ہیں۔ اس شہر پناہ میں تین دروازے ہیں مشرقی جانب کا دروازہ سمار ہو گیا۔ شمال کی طرف کا دروازہ وہ ہے جس پر کتبہ ہے اور اُس کا حال ہم سمجھ آئے ہیں۔ جنوبی دروازہ بھی بہت عالی شان اور اُسی وضع قطع کا ہے جیسا کہ شمالی دروازہ ہے۔ یہ دروازہ بھی بڑا شان دار چوکیوں اور دو منزلہ ہے۔ آگے ایک دروازہ ہے پیچھے دوسرا جس میں گنبد اور دو طرفہ بغلی میں دو منزلہ سے درمی ہے۔ اس کی بلندی ۲۲ اور کنگورہ ۳۳ جملہ ۳۳ ہے۔ چوڑائی ۱۸۔ لم ۱۰ اور پر جانے کا زینہ ہے۔

نواب مرزا نجف کا مقبرہ یارانِ عزیزانِ بسرخاں بنید از خاک پر سند نشان اثر من
از خاک جہاں جلیقہ نال پیزند حقا کہ نیابند نشان و اثر من
نادر شاہ کے حملے (۱۷۳۹ء) کے بعد مغلیہ سلطنت

کی بنیاد ایسی بن گئی کہ کوئی انسانی طاقت اُس کو دوبارہ نہ کر سکتی تھی۔ لے دے کے نجف خاں ہی ایک ایسا شخص رہ گیا تھا کہ اُس سے کچھ امید بندھتی تھی کہ وہ موجودہ حالت کو کچھ دنوں شتم پشتم چلا لے تو چلا لے لیکن اُس کے مر جانے سے اس امید سوہم کا خاتمہ ہو گیا۔ اس میں شک نہیں کہ سلطنت مغلیہ کے آخری زمانے میں جو نام کہ نجف خاں نے پیدا کیا وہ عروج کسی کو میسر نہیں ہوا۔ کہنے کو نجف خاں کی وقت کے وقت شہنشاہ شاہ عالم تخت سلطنت پر جلوہ افروز تھا اور اُس کے بعد بھی اُس کے جانشین و وادہ بادشاہ ہوئے لیکن نجف خاں کی اولاد نے باغیوں سے

ساخت باخت کر کے سلطنت کی بنیاد اور بھی کھوکھلی کر دی۔ سٹرکین لکھتے ہیں کہ ملک کے حصے بجزوں اور عہدوں کی نامزدگی اور تقسیم پر جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے جس سے سلطنت مغلیہ کے رہنے سے ٹکڑے بھی کچھ کچھ خود مختار سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ نجف خاں ایک بڑا قابل شخص تھا۔ وہ ایرانی الاصل صحیح النسب صفوی خاندان کا سید تھا۔ سٹرکین نے اپنی کتاب مغل امپائر میں لکھا ہے کہ ”سلطنت کے تمام امور وہام اس کے دست قدرت میں تھے جس کو اس کی بیدار مغزی اور صفات حسنہ نے سنبھال لیا۔ چونکہ وزیر سلطنت اودھ میں رہتا تھا اس لیے نجف خاں نیا بٹہ بہام سلطنت انجام دیتا تھا اس کے علاوہ وہ فوج کا سپہ سالار بھی تھا۔ تمام امور مالیہ کے انتظام کا تعلق براہ راست اُسی سے تھا اور حسب رواج ملک اُسے صوبہ آگرہ اور جاٹوں کے علاقہ جات کا درما لگزاری خارج از جمع بھی تفویض تھا۔ اس کے علاوہ ضلع الودھ اور کچھ حصہ بالائی دوا آب کا بھی اُس کے سپرد تھا۔“ سٹرکین نے جوالہ وارن ہسٹنگز گورنر جنرل نجف خاں کی وفات کی تاریخ ۲۶۔ اپریل ۱۸۵۷ء لکھی ہے مگر قبر کے کتبے پر سے ۱۸۵۷ء ہوتی ہے۔ دائرہ علم بالصواب۔

۱۵ الودھ۔ اس ریاست کا رقبہ (۱۴۱۳) مربع میل۔ آبادی (۷۵۱۲۸۵) محاصل (۱۲۶۰۰۰۰)

فرمان روا بہا راہہ سوائی سر جرنلنگ بہادر کے سی۔ آئی۔ ای۔ سلامی (۱۵) توپ الودھ راجہ تانہ کی ایک بڑی بھاری ریاست ہے۔ یہاں تین حصہ ہندو رہتے ہیں اور پاکو مسلمان۔ الودھ کے پہاڑوں میں شکار خوب ملتا ہے۔ سلی سراو دیو پوتی کی جھیلوں میں پھلیاں اور مرغابیاں افراط سے ہیں۔ جنگل میں سانپ، نیل گائے۔ ہرن۔ بارہ سنگھا۔ جنگلی سور سب ہی ہیں۔ ریاست میں دو ہزار سوار۔ ساڑھے پانچ ہزار پیدل اور تین سو کی نفری توپ خانے کی ہے۔ یہاں کاراجہ نہایت تہذیب یافتہ اور برٹش گورنمنٹ سے ان کے تعلقات بہت خوش گوار ہیں۔ الودھ کا شہر بھی دیکھنے کے قابل ہے پچاس ہزار کی آبادی ہے۔ شہر کے گرد فصیل اور خندق ہے ایک طرف قدرتی پہاڑ آگیا ہے جس پر قلعہ بنا ہوا ہے۔ ڈاک بنگلہ ریلوے اسٹیشن ہے۔ پچاس ہے۔ اسٹیشن کے پاس فتح جنگ (۱۸۵۷ء) کی بڑی عمارت ہے۔ یہ اس تقدیم ہے کہ اب الودھ میں فتح جنگ کو کوئی جانتا بھی نہیں کہ کون تھے۔ شہر اسٹیشن سے میل بھر ہے۔ بازار میں جو نقیصہ ہندو پروردہ جگنا تھری کا ہے اور ایک عجیب و غریب قدیم مقبرہ فرزند شاہ کے بھائی ترنگ سلطان کا چور ہے پر ہی جو تقریباً ۱۳۰۰ء کا بنا ہوا ہے۔ بنے بلاس کا محل زمانہ حال کی (بقیہ نوٹ برصغیر آئندہ)

صفدر جنگ کے مقبرے سے ذرا آگے بڑھ کے قطب روڈ سے بائیں ہاتھ کی طرف
کچے رستے پر پہلے کر بلا کا احاطہ ملتا ہے اس کے آگے شاہ مرواں کا بہت وسیع فصیل نما
احاطہ ہے جس کے اندر گاؤں آباد ہے۔ اسے ہی علی گنج بھی کہتے ہیں۔ علی گنج کے جنوبی

تکملہ نوٹ صفحہ گزشتہ ایک بہت خوش نما اور نفیس عمارت ہے جس میں خوبصورت باغ۔ نفیس دربار
ہال جس کا بیولین سنگ مرمر کا ہے۔ دربار ہال کی چھت پر سے ایک عمدہ نظارہ قلعہ۔ مندروں۔ بچھاؤ سنگ
کے مقبرے اور سارے شہر کا ہوتا ہے۔ پولین کی دیواروں اور چھت پر بے نظیر رنگین پیکراری کا کام
ہے۔ اسی کے پاس مہاراج کا رازہ حال کا عالی شان محل ہے۔ کتب خانے میں عجیب عجیب نایاب و نادر شقیہ
قلمی کتابیں۔ بعض مطلقاً مذہب فرامی قابل دید ہیں۔ قدیم کلام مجید۔ گلستان کا ایک ایسا نادریختہ ہے جس کی
قیمت پانچ لاکھ روپیہ ہے جس کی تصاویر فن مصوری اور نقاشی کا عجیب و غریب نمونہ ہیں۔ صحن میں دو مقبرے
سنگ مرمر کے ہیں جن کی جابیاں بڑی نفیس ہیں اس کے آگے کچھ اور مندر و شتو کے ہیں پھر
بچھاؤ سنگ مرمر کا بے نظیر مقبرہ ہے جو بہت خوب صورت اور عالی شان عمارت ہے۔ اس مندر کی
چھت پر کا نظارہ ایسا قابل دید ہے کہ سارے ہندوستان میں اس کا نظیر نہیں۔ سر ایدن آرٹلڈ
لکھتے ہیں کہ اس نوٹ خانہ کو دیکھو جس میں چیل ہیل اور دگر اور حار یوں کی دھکا بیل ہے۔ مقبرے
کی سنگ مرمر کی نازک اور نفیس جالیاں اس کے خشتہ نشین۔ اطلس کی طرح شفاف مجلا جھیر۔
کھنڈی صاف سیاٹھتیں۔ جالیوں کے باریک باریک سوراخوں میں سے دھوپ کی شعاع کا
چھننا۔ دیواروں کا پچھلنا اور ان کے فرش پر پڑنے کی بھینی بھینی آواز۔ تار کے درختوں کے چوڑے چوڑے
پتوں پر سے ہوا کا سرسراہٹ کے درختوں کے ٹڑے بڑے بڑے پتے غرض کسی عمدہ حکمران کی روح ایسی
نہ ہوگی جو ایسے مدفن پر غور نہ کرے۔ جنگلی مور دی کی گھنکار۔ اور کانراں خراباں پھرنا اور ناچنا ان کی
سیلی جی رنگ برنگ کی جلیلی شاندار دھول کا سنگ مرمر کی دیواروں سے لگے لگے اٹھکاتے ہوئے
سیراز۔ نہروں اور نالیوں میں پانی کا دوڑنا اور لہرانا اور چنچ و دم یہ ایک ایسا عجیب و غریب نظر فریب نظارہ
ہے کہ جس کا بیان قلم سے ادائیہ ہو سکتا اور مناظر عجیب کا کوئی نقشہ نگار ایسا نہ ہوگا جو اس نظارے کی
نفاست اور اس کے ہر طرح مکمل ہونے کا معترف نہ ہو۔ سلاح خانے میں ایک بے نظیر ذخیرہ تلواروں
اور انواع و اقسام کے سنہری اور جڑاؤ قبضوں کا ہے۔ اور ہمیشہ صناعی اور دستکاری کے لئے مشہور
ہے۔ یہاں فولادی کام کو اور خنجر۔ نیچے۔ چاقو بہت عمدہ بنتے ہیں مہاراجہ حال کے جد امجد راجہ بے سنگھ
معاہم ہوتا ہے کہ کوئی بڑے بھاری بھر کم اور گراں دلی شخص تھے کیوں کہ ان کا (بقیہ نوٹ برصغیر آئندہ)

دروازے کے باہر ایک گھرے پڑے مگر بہت وسیع پختہ اور فصیل نما احاطے میں چاروں کی چھوڑیوں کے پاس کھیتوں میں یا یوں سمجھئے کہ کربلا اور شاہ مرداں کے درمیان علی گنج کے مغرب میں موضع مجاہد پور کی حدود میں امیر الامراؤ بخشی ملک فاجہ مرزا نجف خاں بہادر کے مقبرے کا عالی شان اور وسیع چوتراہی۔ مقبرے کا نام سن کر لوگ گنبد کی تلاش میں سرگرداں پھرتے ہیں حالانکہ سرے سے کوئی گنبد ہی نہیں خالی چوتراہی چوترا پختہ اور سنگ بست ۹۷ مربع اور نو فیٹ بلندی پر جس پر چڑھنے کا (تکملہ نوٹ صفحہ گذشتہ) زرہ ہی زرہ علاوہ دوسرے ہندیاروں کے وزن میں ساڑھے سو ٹھاپونڈ ہے۔ یہاں زرہ جواہرات سے جگمگا رہا ہے۔ راجہ صاحب کے خزانے میں صندوق کے صندوق جواہرات اور اثاثہ فوہا کے بھرے پڑے ہیں۔ ایک ہزار ترمیں تراشا ہوا ایک پیالہ ہے اور ایک ایسا ہی پیالہ محل کا ہے بیش قیمت موتیوں کے ہار۔ ایک ہیرا جس کی قیمت لاکھ روپیہ ہے۔ دیواروں پر ہاتھی گھوڑوں کی شاندار جھوٹیں۔ گہنے۔ اور انواع اقسام کے سامان بیش قیمت اور گرزاں ہیا پوشاکیں۔ شال ووشائے۔ عطریات اور خوشبوئیں سب ہی کچھ بھر ہوا ہے۔ **شیشے خانے** میں ایک عجیب و غریب چاندی کی میز ہے جس کی نالیوں میں رنگین بٹوری پھیلیاں تیرتی ہیں۔ ہمارا راجہ صاحب کو گھوڑوں کا بڑا شوق ہے ان کے مصطلب میں بہت نفیس نفیس ہندوستانی نسل اور یورپ کے گھوڑے ہیں۔ اور کار سالہ ہندوستان کے بہترین رسالوں میں ہے۔ مصطلب کے آگے ایک مکان میں شکاری جتنے سپہ گوش۔ ہرن جنگلی بارہ سنگھے اور بازہ شکرے۔ بھری۔ ہریم کے شکاری جانور ہیں۔ قلعہ میں کوئی خاص بات دیکھنے کی نہیں ہے سوائے اس کے کہ پہاڑی پہاڑ فیصلوں کا سلسلہ دوسل کے حلقے میں پھیلا ہوا ہے۔ اور کچھ پرانے زمانے کی بڑی بھاری بھاری تو ہیں ہیں۔ قلعہ کی بڑی بانی بہت شکل ہے۔ اکثر لوگ جھپیان میں سوار ہو کر جاتے ہیں۔ سچ کا وقت قلعہ دیکھنے کے لیے بہت اچھا ہے کہ اُس کی بلندی پر سے سارا شہر اور گرد و نواح کا بڑا عمدہ نظارہ ہوتا ہے۔ شہر کے بازاروں میں بڑی بھڑ بھڑا رہتی ہے۔ یہاں کے لوگ قد آور اور شاندار ہیں۔ ایک جگہ چوک میں ایک چوٹی سی میجر ہے شیر وغیرہ درندے اور انواع و اقسام کے چھوٹے بڑے جانور ہیں۔ اس سے تھوڑی دور آگے چل کر ہمارا راجہ کی سواری کی وہ شہور گاڑی ہے جس میں ہمارا راجہ صاحب دسہرے میں برآمد ہوتے ہیں اور جسے چار ہاتھی مٹھتے ہیں۔ یہ گاڑی دوسری اور بڑی بھاری ہے جس میں پچاس آدمی بیٹھتے ہیں۔ اور سے آٹھ میل پر سلیسہ کی خوب صورت جھیل ہے جہاں ہمارا راجہ صاحب کا ایک خوشنما محل ہے اور جھیل میں ایک دفانی کشتی بھی پڑی رہتی ہے۔ جھیل قدرتی نہیں ہے مصنوعی ہے جو ایک میل لمبی ہے جس کے گوبرے بھرے پہاڑ بڑا لطیف دیتے ہیں۔ شہر میں اسی جھیل سے پانی آتا ہے اور اس سے زراعت بھی ہوتی ہے۔

دو طرفہ دس دس سیر میوں کا سنگین زینہ پر قطب روڈ کے چھٹے میل چوتھے فرلانگ کے محاذی بائیں ہاتھ کی طرف سڑک سے کوئی ایک گولی کے فاصل سے یہ مقبرہ ہے۔ جس کے چوترے کا روکار سنگ سرخ کا ہے۔ چاروں طرف پتھر کی سلیں کھڑی کر دی ہیں۔ چوترے کی بالائی سطح پر دو گچ کے چوترے بنے ہوئے ہیں جن میں کا ایک ۳۲ مربع اور ۳۱ اونچا ہے اور (۱) اونچی سنڈیر ملائیں تو ۳۰۔ ۱ کا ارتفاع ہو جائے گا دوسرا چوترا پہلے سے ملا ہوا ۳۲ مربع اور ۳۱ اونچا ہے۔ چوترے کے چاروں کونوں پر ایک ایک ہشت پہل برجی برج کے جوف میں ۸ قطر کی کوٹھری ہے۔

یہ بھی ایک عمدہ طریقہ مقبرہ بنانے کا تھا۔ زمین کے اوپر گنبد رہنے سے اس کے صدقات ارضی و سماوی سے گرجانے کا زیادہ اندیشہ ہے اس لیے اوپر ایک کھلا چوترا بنا کر وہ ساری عمارت چوادر پر بناتے ہیں اندر تہ خانے میں بنالیتے ہیں۔ اسی قسم کا یہ مقبرہ بھی ہے۔ اس میں یہ بھی عمدگی ہے کہ جب چاہیں اوپر گنبد کھڑا کر لیں اور دیوں بڑے بڑے گنبدوں میں بھی گو تو نیک قبر کا اوپر رہتا ہے مگر اصلی قبر تہ خانے ہی میں رہتی ہے۔ اس مقبرے کا ایک وسیع اور پختہ احاطہ ہے جس کا بہت بڑا حصہ اب منہدم ہو گیا اب صرف ایک دروازہ اور اسی کے پاس کی دیوار احاطے کی باقی رہ گئی ہے۔ یہ دروازہ مقبرے سے مشرق میں ہے۔ دروازہ کنگورے دار ہے جس کی بلندی ۲۴ ہے اور کنگورہ ملا کر ۳۲۔ ۲۔ دروازے کی۔ محراب کی اونچائی ۱۴ اور چوڑائی ۱۲ ہے۔ دروازے پر چڑھنے کی (۲۵) سیر میاں ہیں احاطے کی دیوار کا ارتفاع ۳۴ ہے۔ اب بھی اس احاطے کا نشان دور دور تک نظر آتا ہے اور شمال کی طرف کچھ ڈھیم پتھر درجوں کے پڑے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ادھر بھی کوئی دروازہ اور اس کے ساتھ کوئی عمارت مثل نثار خانہ یا سہ درے کے تھی وہ سب معدوم ہو گئی۔

اب اس چوترے کے نیچے تہ خانے میں چلیے جس کا دروازہ ۱۴ اونچا ہے چوڑا مشرق کی طرف ہے۔ جسے مال میں پٹ چڑھا دئے ہیں۔ یہ دروازہ تہرا ہے ایک کے اندر ایک محراب ہے اور اس تمام عرض میں ایک لداوی لمبوتری دیوڑھی بن گئی ہے۔ اندر سے مقبرہ ہشت پہلو ہے جس کا قطر ۱۴ اور چھت کی بلندی ۱۴ ہے۔ تہ خانے کے اندر جنوب مغرب میں روشنی کے لئے جا بیاں لگی ہوئی ہیں اور کافی روشنی ہے مشرق میں دروازہ شمال کی طرف

بنہ وسط ہی میں نواب نجف خاں اور ان کی صاحب زادی فاطمہ بیگم کی قبریں ایک ہی چوترے پر برابر ہیں۔ گویا باب بیٹی دونوں ایک جگہ تاقیامت سورہ ہے۔ یہ چوترا نہایت شفاف اور چمکنے والے سنگ مرمر کا ہے۔ بلندی آٹھ فٹ ہے۔ دونوں قبریں ۸ فٹ ۶ انچ مرمر کی ہیں۔ اونچا تو یز نہیں ہے بلکہ صرف ۶ فٹ ہے۔ جس پر نہایت خوش خط کتبہ بخط نستعلیق ہے۔ جن میں سنگ مرمر کے حروف سے لکھا ہے جو بالکل سیاہی بھری ہوئی معلوم دیتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج لکھا گیا ہے۔ خط ایسا نفیس ہے کہ وہ جو کہتے ہیں کہ آنکھیں روشن ہو جائیں تو واقعی یہ خط ایسا ہی ہے کہ تھانے کے اندر بھی چمک رہا ہے۔

ہوالحی الذی لا یموت

نجف خاں کی قبر کا کتبہ

کوہم حادثات نساز و خطا ہدف
لنسل سیادت عفوئی راز و شرف
پاکیزہ جوہر دو گہر در نہ صد ف
کشور کشاے ہند بتائید لا تحف
سلطان لا قناش ستوے سے خلف
باجد خویش کا شفا اسرار کو کشف
تایخ سال راقم "ایں تربت نجف"
۱۱۹۶ھ

ایں چیخ کج نہاد کمال پشت بر بہام
دو بر نشانہ اشرف سادات را کہ بود
شالیستہ سیوہ شجر باغ ہشت و چار
بخشی الملوک امیر نجف خان شیر دل
آن آجی کہ دست چو بردی بذالفقار
بادا طلیس بدو رسل ختم مرسلین
ز و کلاک وحی تو ام عالی بخاک ادا

۱۔ ایک مادہ تاریخ اور بھی ہے۔ "ایں قدم گاہ شہ مرداں نجف آباد کرد"
۱۱۹۶ھ

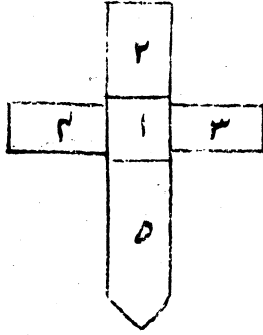
ہوالحی الذی لا یموت

نجف خاں کی بیٹی کی قبر کا کتبہ

فرشتہ خوی نکو بانوی نجستہ نہاد
بروح فاطمہ زہر حقش بیامرزاو
تقدردوالہ نام ائمہ امجد
بجان منزل پاکاں خداش جائیداد
علی وفاطمہ روز جزا شفیعش باد
۱۲۳۶ھ

فخاں کہ رفت ازین خاکدان غم بنیاد
نہے محبہ ہمنام بنت پیغمبر
بدل فدائے دلاے علی عالی قدر
کہ بود بنت نجف خان میر بخشی سپہ
شہیدم آدمیاں گشت مصرع تاریخ

پنج میں باپ بیٹی کی قبر ہے۔ اس طرح کے کمرے لداؤ کے تین طرف ہیں ان میں بھی
دور اور لوگوں کی قبریں ہیں جو اب بخف خاں کے لواحقین ہوں گے۔



(۱) باپ بیٹی کی قبریں۔ (۲-۳-۴)۔ دوسری قبریں۔ (۵) داخلی دروازہ۔

میں نے شاہ مرداں اور کر بلا میں دیکھا کہ امامیہ لوگ مثل سنیوں کے قبر کا تعویذ اوچھا
نہیں رکھتے بلکہ زیادہ تر قبر کو سطح زمین کے برابر رکھتے ہیں اور بجائے ابھرے ہوئے تعویذ
کے صرف ایک سیل پاٹ دیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اہل تشیع کے ہاں قبر کا اونچا رکھنا شرعاً ممنوع ہو۔
بخف خاں کے انتقال کے پچیس برس کے اندر ہی اندر مغل سلطنت انگریزی راج ہو گیا اور
سلطین مغلیہ کا ٹما آہوا چارخ قتل ہو گیا۔ دربار سے سینہ صیحا کی بوٹ اور فرانسسیوں
کی مداخلت کی متقاومت جنرل لیک کو کرنی پڑی اور انگریزوں نے شاہ عالم ثانی تلخ دار
مغلیہ کو سرکار انگریزی کا نشن خوار بنا دیا۔

جنرل لیک کی فتح کے تیرہ دن بعد یعنی ۲۸ ستمبر ۱۷۵۷ء کو جنرل اختر لونی کا مالی اور فوجی
عمل دخل دہلی میں ہو گیا۔ جب سے صرف تین قابل ذکر واقعے پیش آئے۔ شاہ عالم بادشاہ
نے ۱۷۵۷ء میں انتقال اور قطب صاحب میں دفن ہوئے۔ ۱۷۵۷ء میں ان کے پوتے
مرزا جہانگیر دنیا سے رخصت ہوئے اور درگاہ حضرت نظام الدین اولیا میں رکھے گئے۔
۱۷۵۷ء میں شاہ عالم کے بیٹے معین الدین اکبر شاہ ثانی نے رحلت کی اور قطب
صاحب میں اپنے باپ کے پہلو میں آسودہ ہوئے۔ ابوالنظر محمد سراج الدین بہادر شاہ
۱۷۵۷ء میں برائے نام تخت پر بیٹھا دئے گئے اور یہی سلطنت مغلیہ کے آخری تاج دار
تھے ان کی برائے نام سلطنت کا خاتمہ بھی ۱۷۵۷ء میں ہو گیا اور آپ کو رنگون
جلاد میں کیا گیا جہاں آپ نے کڑھ کر ۱۷۵۷ء میں دنیاوی آرام سے چھوٹ کر ابدی نجات

پائی۔ قطب صاحب میں بہادر شاہ کے لیے جو سردار بہ ان کے جدا مجد اور والد کے بیچ میں رکھا گیا تھا لیکن مشیت ایزدی اور ہی کچھ تھی اور ان کی مٹی رنگوں کی تھی اب تک خالی پڑا اور پڑا رہے گا۔

جوانی سے زیادہ وقت پیری جوش ہوتا ہے
بھڑکنہاں چراغ صبح جب خاموش ہوتا ہے

سلطان مبارک شاہ ثانی نے (۱۲۳۱ء - ۱۲۴۱ء) جہان کے کنارے
۷ ربیع الاول ۸۳۷ھ میں ایک شہر کی بنیاد لی اور اس کا نام
مبارک آباد رکھا اور اس کی طرح اندازی اور تعمیر میں اپنا بہت

شہر مبارک آباد
۸۳۷ھ
۳۲
۶۱۸

وقت صرف کیا۔ تبرہند میں کچھ عرصہ رہ کر بادشاہ مع الخیر و العافیت مبارک آباد کو واپس
آیا۔ ہندوستان کی طرف روانگی کے وقت بادشاہ کے ساتھ بڑا لادشکر تھا راستے میں
چند دن چوتڑہ سہ گاہ میں قیام کر کے شہر کی تعمیر کو ملاحظہ کرنے کے لیے بادشاہ
مبارک آباد میں داخل ہوا (از تاریخ مبارک شاہی)۔ بادشاہ کے ہندو وزیر و ملوک
نے سازش کر کے اپنے علاقے کے ایک ہندو شخص سے بادشاہ کو ہ۔ رمضان ۸۳۷ھ
میں قتل کر ڈالا۔ یہ نیا شہر جہان کے کنارے اور غالباً خضر آباد ہی کے پاس تھا۔ لیکن بادشاہ
کی لاش مبارک پور کوٹے میں لا کر دفن کی گئی۔ اس لیے ہم اب مبارک پور کے مقبروں
کا حال سمجھتے ہیں جن کا نام عوام کی زبان پر مبارک پور کوٹہ چڑھا ہوا ہے۔

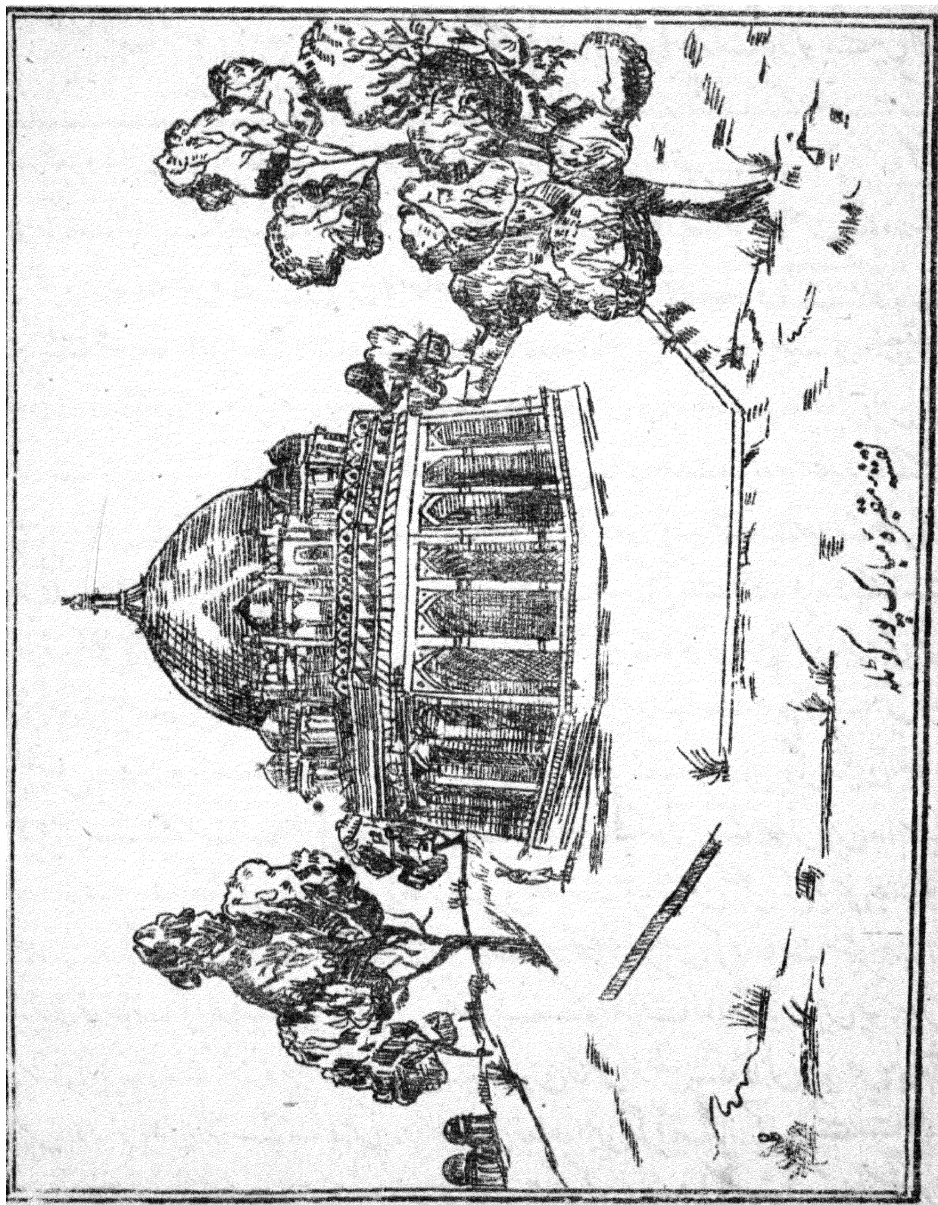
قطب روڈ کے چھٹے میل کے پانچویں اور چھٹے فرلانگ کے بیچ میں بائیں طرف ایک بورڈ
لگا ہوا ہے۔

”الیشور پانڈی ورکس رائے سینا۔ پنڈت امر ناتھ بھاسکر۔ بی۔ اس سی۔ سی۔ ای۔
کلاسکویا، اس کے آگے کا بیچ ساری کا کارخانہ ہے۔ یہ زمین موضع بی بی پور غیاث آباد
کی ہے یہاں صرف چند جھوٹیاں رہ گئی ہیں وہ بھی خالی اور ایک بہت بڑا حصہ انیتوں کا ہے۔
یہیں سے تمام انیتیں نئی دہلی کی عمارتوں کے لیے سپلائی کی جاتی ہیں۔ اس سے آگے
بڑھ کر مبارک پور کوٹے کی بستی ہے۔ چونکہ یہ آبادی محصور ہے اس واسطے کوٹے
کے نام سے مشہور ہے۔ اب تو اس بستی کی حیثیت ایک معمولی گاؤں کی رہ گئی ہے مگر اس کی
شان دار فیصل عالی شان دروازے بڑی بھاری مسجد اور متعدد نہایت عظیم الشان گزبدوں

سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی کوئی بڑا مقام رہا ہو گا۔ اب ہم یہاں کی عمالات کا حال بیان کرتے ہیں:-

سلطان مبارک شاہ ثانی کا مقبرہ بادشاہ کے قتل کیے جانے کے بعد اس کی نعش مبارک پور کوٹلے میں لائی گئی جو صفر جنگ کے مقبرے کے پاس

اور شہر دہلی سے کوئی دہائی میل کے فاصلے پر ہے اور یہیں اس مقبرے میں دفن کیا گیا جو مبارک شاہ کے مقبرے کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مقبرہ ایک وسیع صحن کے درمیان واقع ہے جس کے اطراف فصیل کی شکل کا احاطہ ہے۔ ساخت اس مقبرے کی ایسی معلوم دیتی ہے جیسے شیر شاہ اور اسلام شاہ کے وقت کی عمارت ہوتی تھیں اور بعینہ اسی وضع قطع کا ایک اور مقبرہ عیسیٰ خاں کا ہمایوں کے مقبرے کے پاس ہے۔ سرسید کے خیال میں یہ عمارت اتنی مدت کی بنی ہوئی نہیں معلوم دیتی بہر حال عام شہرت ہے کہ یہ مقبرہ مبارک شاہ کا ہے اور اسی کے نام سے یہ گاؤں مبارک پور کوٹلا مشہور ہے۔ یہ عمارت نہایت خوش قطع سنگ خارا سے بنی ہوئی ہے لیکن سنگ خارا اس خوب صورتی سے لگایا ہے کہ دیکھنے سے علاقہ رکھتا ہے قطع اس کی نہایت خوب ہے اور گرد اس کے بہت خوش قطع شکن غلام گردش بنی ہوئی ہے۔ ستون اور پٹاؤں بھورے پتھر کا ہے۔ ستونان بجز سرے کے لمبوترے ہیں۔ فصیل کے دروازے کے قریب ایک پتلا ٹیکہ گرم کر کے بٹھلائی ہوئی رنگین اینٹوں کا ہے جس کے نیچے سنگ مرمر کی تختی پر دو خوب کھلے ہوئے کنول کے پھول ہیں۔ اس دروازے سے تھوڑی دور آگے بڑھ کر گنبد کی عمارت ہے جو شکن شکل کی بڑی بھاری عمارت سنگ خارا کی ہے جو ایک بلند چوترے پر کھڑی ہے جس کی سات سیڑھیاں رپٹ نما جنوب کی طرف بنی ہوئی ہیں۔ مقبرے کے اطراف غلام گردش میں چوبیس ستون چوترے کی زہ پراستادہ ہیں۔ یہ ستون خاص وضع کے قابل دید ہیں جو لمبوترے ہیں اور اس طرح تراشے گئے ہیں کہ دو ستون جدا جدا ہیں مگر ایک باریک ٹیکے سے جڑے ہوئے معلوم دیتے ہیں۔ اس ہشت پہل عمارت کے ہر بیرونی ستون کو ایک سنگین پشتیان دے کر مضبوط کر دیا گیا ہے جس سے ایک نئی شان اور پائیداری ظاہر ہوتی ہے۔ گنبد ایک پست استوانے پر استادہ ہے جس کے بالائی حصے میں سوٹھار گنمین



نقشه مقبره مبارک پور کوثر

گنبد سے ہیں۔ گنبد کی چھت میں ایک ہشت پہل شکل کا روشن دان ہے۔ گنبد کے کونوں پر آٹھ برجیاں پست فیل پالیوں پر استادہ ہیں۔ اس مقبرے کا ایک ہی دروازہ جنوب رخ پر ہے جو اسی وضع قطع کا ہے جیسا کہ احاطہ کا دروازہ ہے۔ دروازے کی چوکھٹ اور محراب کی گولائی کے درمیان پتھر کی ایک جالی لگی ہوئی ہے۔ دوسرے چھ دروں میں سوائے اُس در کے جو بجانب مغرب جنوبی دروازے کے جواب میں ہے۔ سب میں پتھر کی جالیاں نصب ہیں جن کی لمبائی میں دو دو پتلی پتلی پتھر کی کڑیاں ڈال دی ہیں۔ مغرب کی طرف جالی کی تراش نہایت نازک اور خوب صورت ہے۔ جس کے پیچھے بھی نقش و نگار ہیں ان دروازوں کے اوپر چار محراب دار کھڑکیاں ہیں جن کے اوپر سے گنبد کا ارتفاع شروع ہوتا ہے۔ گنبد کا قطر بہت کافی ہے جس میں رنگین کھڑی پٹیاں ہیں جو نیچے سے اوپر جا کر ایک رنگین دائرے میں جا ملتی ہیں۔ گنبد کے وسط میں قبری پتھر کی ہیں لیکن چون کہ سابق میں ایک عرصے تک یہ گنبد بطور رہائشی مکان کے استعمال میں رہا ہے اس وجہ سے باوجودیکہ ساری قبریں سنگ مرمر کی تھیں مگر سب کی آب و تاب جا کر ایسا میللا ہو گیا ہے کہ اب اسے سنگ مرمر شناخت کرنا بھی مشکل ہے۔ یہ مقبرہ مبارک شاہے منسوب ہے اور قرائن بھی اسی کے مقتضی ہیں۔ گنبد کی تراش خراش۔ چینی کی اینٹیں۔ دروازوں کے نقش و نگار۔ یہ سب پندرہویں صدی کے طرز کے ہیں۔ گنبد کی وسیع عمارت۔ اُس کی خیر لگت اُس کا وسیع اور شان دار احاطہ یعنی فصیل اور پھر مسجد خصوصاً اُس زمانہ میں جب کہ دہلی کی حالت بالکل خراب پست تھی ایسی عمارت کا بنا کر کھڑا کر دینا سوائے بادشاہ وقت کے کسی ایسے خلیفے امیر کے بل بوتے کی بات نہ تھی۔ اس لیے کوئی وجہ شک کی نہیں ہے اور گمان غالب یہ ہے کہ یہ مقبرہ ہو نہ ہو خاندان سادات کے دوسرے بادشاہ یعنی مبارک شاہ تانی ہی کا ہے۔ پہلے شاید ایسا نہ ہو اب تو اس مقبرے کو بالکل مکانات نے چاروں طرف سے دبا لیا ہے اور وسط آبادی میں آگیا ہے حتیٰ کے لوگ اسے لودھی خاں پٹھان کا مقبرہ کہتے ہیں یہ مقبرہ دشمن ہے جس کا ہر پڑا صلح ۱۱۸۰ھ ہے۔ ہر طرف تین تین درجہ ۲۴۰ درمیں۔ گرد ۳۰ عریض بن گھڑے پتھروں کا فرش ہے۔ ایک پر ایک تین چوتھے ہیں پہلا ایک پچھ دوسرا ۲۔۲۔۲ تیسرا ۱۔ ادنیٰ ہے۔ گیلری کی چوڑائی ۱۰ ہے۔ دروں کی چوڑائی ۱۰۔ گیلری اور مقبرے

کے اندر بن گھرے پتھروں کا فرش ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب سارے مقبرے میں عمدہ گھر بنوا صاف اور نفیس پتھر لگایا گیا ہے۔ تو فرش میں اس کا خیال کیوں نہ رکھا گیا۔ مقبرہ کا دروازہ ایک ہی ہے جو جنوب کی طرف ہے جس کی بلندی ۸ اور چوڑائی ۴ ہے۔ اندر سے قطر نشتر ہے۔ اندر چھ جالیاں سنگ خارا کی ہیں مغرب کی طرف کا در بند ہے۔ چھت میں چار روشن دان ہیں (۱) پر ۱۲، طاق دیوار دوز میں۔ قبروں کا موجودہ نقشہ یہ ہے:-

(۱) بائیں طرف سے پہلی لیں۔ یہ تینوں قبریں بڑی اور اونچی سنگ مرمر کی ہیں۔ نمبر (۱) کی مردانی قبر کے سر پہنے اینٹوں کا بھٹا سا چرائع دان بعد میں بنادیا ہے۔ اوپر کلمہ دو طرف اللہ اللہ۔

(۲) زنانی۔ کلمہ اور دو طرف اللہ اللہ اس کے گرد شہد اللہ اُنَّہ لا الہ الا ہُو تَا وَہَا لَعَزِزٌ ذُو الْحِکْمِ (۳) زنانی۔ کلمہ اور اللہ اللہ۔

(۳) دوسری لیں بائیں طرف۔ (۱) خام۔ (۲) مرمر زنانی کلمہ اللہ اللہ۔

(۴) مرمر مردانی کلمہ اور اللہ اللہ (۲) مرمر مردانی کتبہ ندارد۔ (۵) خام صرف ایک طرف کا پتھر رہ گیا ہے۔

گنبد کی ہر محراب پر دو طرفہ طغریں لکھے وغیرہ اور یافتح جا بجا لکھا ہے۔ گنبد کی چھت کے ایک بنڈ میں اسامے حسنی ہیں۔ باوجود روشن دانوں کے بھی گنبد کے اندر اندھیرا ہی اور گنبد کی چھت پر کا کتبہ صاف نظر نہیں آتا۔ اور بوجہ بلندی کے پڑھانہیں جاتا اور یہی حال محراب کے دو طرفہ طغروں کا ہے۔

پیش طاق۔ جو مغرب میں ہے اس کی پہلی لیں میں اللہ اللہ (۲) شہد اللہ لا الہ الا ہُو تَا وَہَا لَعَزِزٌ ذُو الْحِکْمِ۔ اِنِّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (۳) آیت الکرسی۔ (۴) اللہ اور شہد ان لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ صلاۃ لا شریک لہ واشہد ان محمد عبدہ ورسولہ (۵) اللہ

(۶) بلکہ گنبد کے اوپر بہشت درسی آٹھ برجیاں سنگ خارا کی ہیں جن کا قطر ۴ ہے۔ گنبد کے گرد چوڑا اور بھاری چھجے پر گنبد کے اوپر چوڑی برجی بھی ہے جس پر کلس ہے۔ کلس ٹوٹ کر نیچے کا ہتھوارہ گیا ہے۔ مغرب کی طرف (۲) سیڑھیوں کا چکر دار زینہ ہے۔ کل بلندی مقبرے کی چھت تک ۴ ہے۔ بستی چاروں جانب سے کنگورے دار تفصیل سے محصور ہے اور چار طرف چار عالی شان دروازے سنگ خارا کے ہیں۔

تین برجیاں اور بیچی | جنوبی دروازے کے بالکل پاس ایک پشت دری
برجی اور چوڑے رستے کے اُس پار دو گمبواں
اور ہیں اور یہیں ایک بائچی کا پختہ احاطہ ہے۔ آگے والی کچنی اور پچھلی چونکہ سستہ ہر
منڈی کہلاتی ہے۔ کچھ پتہ نہیں کہ یہ کن کی ہیں۔

مسجد | مبارک شاہ کے مقبرے سے تھوڑی ہی تفصیل کے اندر جنوب
مغرب کی طرف تین گنبدوں اور پانچ دروں کی ایک مسجد دہرے
دالانوں کی اُسی زمانے کی تمام تر سنگ خارا کی بنی ہوئی ہے جس کے بھورے پتھر
کے چوبیس ستون ہیں اور بیچ میں بھی ستونوں کی ایک قطار ہے۔ بیچ کا گنبد بڑا بڑا دھڑ
اُدھر کے چھوٹے۔ اندر دونوں دالانوں کی چھت میں پانچ پانچ گنبد جملہ دس گنبد
ہیں۔ لوگوں نے پکا پکا کر بالکل کالا کر دیا ہے۔ مسجد کے دونوں دالان ۲۵×۶۶ ہیں۔
منبر باقی نہیں رہا۔ فرش اکھڑ گیا خالی زمین رہ گئی۔ پانچوں درساڑھے گیارہ گیارہ
فیٹ چوڑے ہیں۔ دروازے سنگ خارا کی کڑیوں کے ہیں در کا پتھر مہلے اور پچھا
اور بیٹھک ایک اونچی ہے۔ در سوافٹ مربع ہیں۔ صحن ۴۵×۶۶ جس میں سلین کچی ہوئی
ہیں۔ زینہ (۲۱) سیڑھیوں کا جنوب میں ہے۔ بلندی مسجد کی چھت تک ۴۲ ہے۔ دروں کے
روکار پر دو طرفہ کلمہ طیبہ کا طغری ہے۔ سامنے چوڑا اور بھاری چھت ہے۔ مبارک شاہ
کے مقبرہ کی طرح یہ عمارت بھی بہت مضبوط بنی ہے پتھر کے سوا اینٹ کا نام نہیں۔
جس طرح مقبرہ مکاؤں سے گھر گیا ہے یہ مسجد بھی مکاؤں کے شکنجے میں کس گئی تھی کہ صحن کا
ایک حصہ بھی داب لیا ہے۔ اس وقت بھی اس مسجد میں سولشی باندھے جاتے ہیں۔ اس مسجد
کو مانگ چند بقال نے اپنی ملک سمجھ لیا ہے کیوں کہ اُس کا مکان یہیں ہے اور اُس نے
ایک دروازہ لگا کر مسجد کو بند کر رکھا ہے۔ نیچے کے مکان کی ڈیوڑھی میں سے جسے دیہاتی
بروٹھا کہتے ہیں گزر کر مسجد میں جانا ہوتا ہے۔ بستی میں سلمان بالکل کم اور ہندو زیادہ
ہیں سلمان جو ہیں وہ مفلس اُن کو بیٹ کے آگے مسجد کی کیا پڑی نہ عرض
مسجد کی حالت افسوس ناک ہے اور زیادہ افسوس اس وجہ سے ہوتا ہے کہ مسجد بالکل
درست حالت میں ہے کہیں سے ذرا بھی نہیں کھلی گو کہ اسے بنے ہوئے (۱۶۴)
برس ہو گئے۔

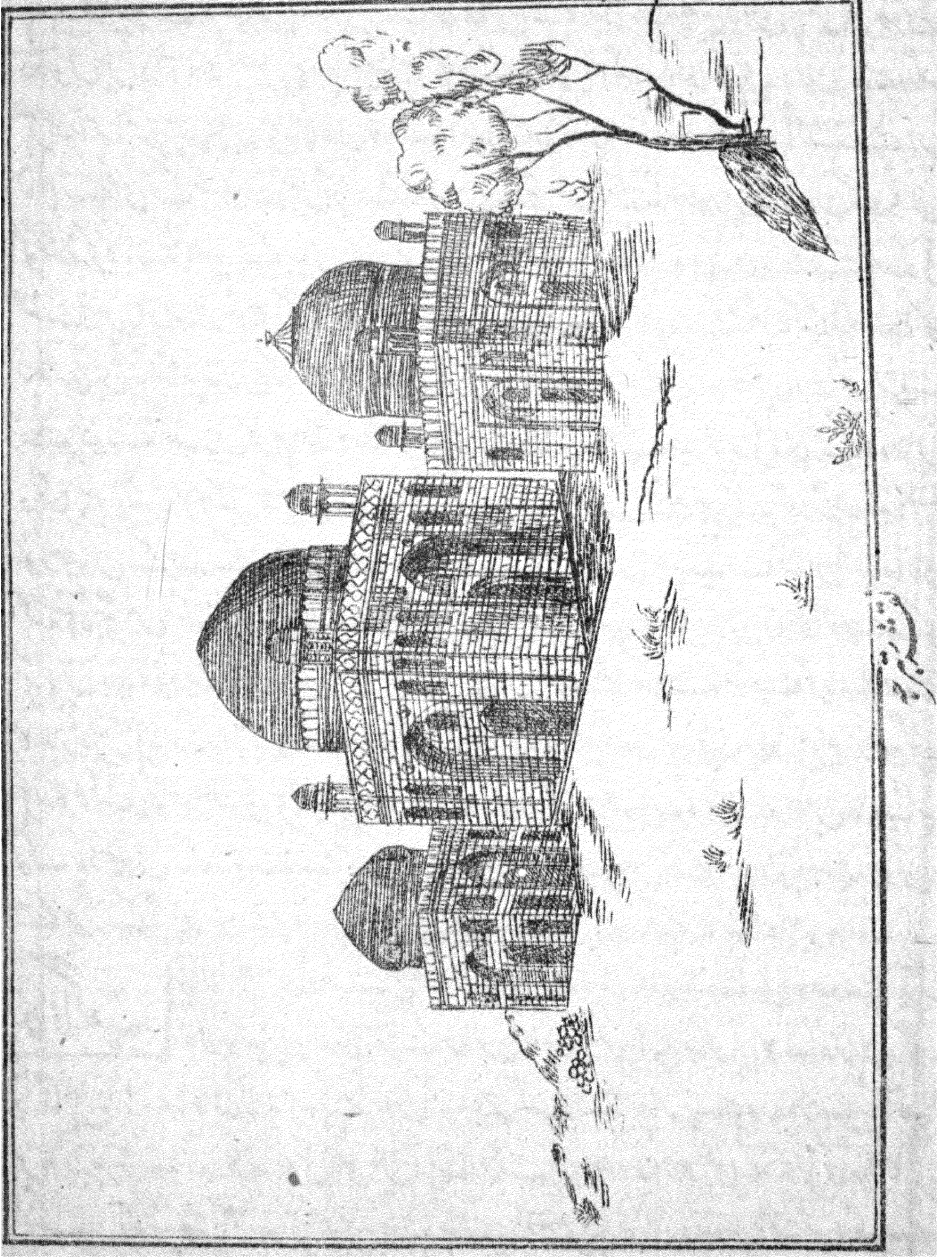
تسریں
۹۰
۶۱۴۹۴

سبارک پور کوٹے کی بستی سے نکلتے ہی بجانب مغرب کئی گنبد پہاڑ
کے پہاڑ کھڑے ہیں جنہیں سرسید نے تبرجہ لکھا ہے لیکن دراصل
دو برجہ ہی تیسرا گنبد تو ان دو برجوں سے بہت دور ہے۔ البتہ یہ دونوں

گنبد جو چھوٹے ٹالے اور بڑے ٹالے کے کہلاتے ہیں پاس پاس ہیں اور
دونوں میں درمیان کا فصل ہے ہاں تیسرا جو کالے ٹالے کا گنبد کہلاتا ہے وہ ان سے الگ
ہے اور اس لین میں نہیں ہے گاؤں والے اب تو چھوٹا گنبد بڑا گنبد اور کالا گنبد کہتے ہیں
نام سے کسی کے منسوب نہیں کرتے سرسید نے لکھا ہے کہ عام طور پر لوگ ان گنبدوں
کو متذکرہ بالا اشخاص کے بیان کرتے ہیں جس کے سواے زبانی روایات کے اور کوئی
سند نہیں اور سند ہو بھی کیا سکتی ہے اس زمانے میں بانی گنبد کے نام کا کتبہ لگانے کا
رواج ہی نہ تھا۔ حالانکہ سارے گنبد قرآنی آیات سے لیے پڑے ہیں اور اس کثرت
سے چھوٹے گنبد میں کلام اللہ منقوش ہے کہ میں نے تو سواے خیر پور کی مسجد کے اور کہیں
دیکھا نہیں مگر نام کا کتبہ نہ کہیں گنبد پر ہے نہ کسی قبر پر سرسید لکھتے ہیں کہ یہ گنبد عجائبات
لو دھیوں کے عہد کے بنے ہوئے معلوم دیتے ہیں اور اس سبب سے قیاس کیا جاتا ہے
کہ یہ گنبد میں سکندر لودھی کے عہد میں بنے ہوں گے۔ درمیانی برج ادھر ادھر کے
برجوں سے دو چند اونچا ہے۔ یہ تینوں گنبد مریج ہیں جن کے سکڑے ہوئے گردے لو دھیوں
کا طرز خاص ہے۔ دروازوں سے دو فیٹ اوپر دیوار میں ایک چھوٹی سی کھڑکی بھی رکھی گئی
ہے۔ کالا گنبد تو غیر معمولی ہے مگر چھوٹا اور بڑا یہ دونوں گنبد معمولی لوگوں کے نہیں۔ یقیناً یہ
لوگ لودھیوں کے زمانے کے کوئی بڑے امیر کبیر رہے ہوں گے جب تو بادشاہوں
کے جوڑے گنبد بنوائے ورنہ ایسے دیسے امیر کے بل بوتے کا یہ کام نہیں۔

کالا گنبد | کالا نام اس وجہ سے پڑا ہے کہ باہر سے امتداد زمانے کی وجہ سے بالکل
کالا ہو گیا یا یہ کہ کالے ٹالے کا ہو۔ لیکن آج نہ کوئی کالے ٹالے کو

جانتا ہے نہ بڑے ٹالے کو نہ چھوٹے ٹالے کو۔ اس گنبد کے چار بڑے دروازے ۱۰۰
ہیں اور ہر بڑے دروازے کی بغلی میں ایک ایک چھوٹا دروازہ بھی ہے ۱۰۰
گنبد اندر سے ۱۰۰ مریج ہے۔ اور باہر سے ۱۰۰ بیچ میں دو قبریں پختہ ہیں مگر بے
مرمت۔ مغرب جانب کی دیوار دو زحراب پر کلمہ اور بسم اللہ اور ہر دروازے کی



محراب پر کھٹے کے طغرے ہیں۔ کرسی ۴-۳ بلند۔

گھانس والی گزری | چون کہ اس میں گھانس بھری رستی ہے لہذا یہی نام پڑ گیا۔

مربع اندر سے باہر سے ۴-۳ تین دروازے ۸×۴ مغرب کی طرف بند۔ گنبد کی چوڑی پر آیت الکرسی اور دروازوں پر طغرے الملک للہ کے۔ کرسی چھ فیٹ۔

بچھوٹا گنبد | یا بچھوٹے خال کا گنبد۔ اب نہ بڑے رہے نہ چھوٹے موت کے زبردست ہاتھوں نے سب کو خاک میں ملا دیا۔

باہر سے (۳۴) مربع یا کل سنگ خارا کا۔ اس پر کثرت سے چینی کا کام تھا جس کی لمبی لمبی عمودی پٹیاں اب بھی باقی ہیں۔ تین طرف دروازے مغرب کی طرف بند۔ دروازوں کی دونوں جانب برجیاں ہیں۔ کرسی ۴-۴۔ محرابوں کے روکار پر نیلی انیل کی ٹیبلز ہیں۔ اندر سے قطر (۲۶) فرش ندارد۔ اندر ایک قبر کا کچا ڈھیر گنبد کے اوپر (۱۶) طاق۔ چوڑا مقبرے کا پہلے تھا اور اس پر قبریں بھی تھیں وہ دھگئیں گڑھے باقی رہ گئے۔ ڈوم کے اندر نیچی اور رنگ کا کام ہے۔ گنبد کی چند یا پر آیت الکرسی منقوش ہے (۲۴) سیڑھیاں کازیمہ مشرق کی طرف۔ تین طرف بہشت پہل برجیاں چھ فیٹ قطر کی صرف جنوب کے طرف کی برجی گر گئی ہے۔ چاروں طرف کے روکار پر اوپر سے نیچے تک چھوٹے چھوٹے طاق محض خوب صورتی کے لیے بنائے ہیں۔ بلندی گنبد کی چھت تک (۲۹)۔ محرابوں میں ہر طرف سنگ سرخ کی جالیاں تھیں جو سب ندارد ہیں صرف شمال کی طرف ایک جالی کا کچھ حصہ باقی بچ رہا جو بھی چند روزہ مہمان ہے۔

مقبرے کے باہر وار کتبے | بجانب شمال۔ (۱) بِسْمِ اللّٰهِ تَكْتُمُ آدُوهُ رُفُفَةُ تَاخْتُمُ سُوْرَةُ الْمَلَكِ۔

(۲) اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ اِلْسْلَامٌ (۳) نَفْسٌ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْصَرِیْنَ اَعْمَالًا (۴) سورہ کہف (۵) هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغُیْبِ وَ اَشْهَادُ تَاْخِرُ سُوْرَةُ یَا رَہ (۶) سورہ ہشتم (۷) لَتَنْذِرُ قَوْمًا مَّا اَنْزَلَ اَبَاؤُهُمْ فُلَهُمْ غَفَلُوْنَ (۸) سورہ یس ۸ ع وَ لَقَدْ رَیْتُمَا السَّمَاءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحٍ رَیَا رَہ ۲۹ - س ملک - (ع) - آیت الکرسی - جانب مغرب۔ (۱) بِسْمِ اللّٰهِ - سورہ قدر - لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (۲) سورہ آل عمران

جانب مشرق - (۱) بسم اللہ یومن وکیسکملہ علیہ (۲۲) سورۃ جمعہ کامل -
جانب جنوب (۱) بسم اللہ - قال لیثف کل آفات النبی قال النبی
علیہ الصلوٰۃ فالتقا امرا باللہ یا غفور - (۲۲ و ۲۳) آیۃ الکرسی -
گنبد کے اندر کے کتبے | جانب مغرب (۱) و تلک تجتئنا اتیکنہا ابواہیم
علی قی مہ تا ان ہوا الذکر لی للعلماین - پارہ (۲)

س الانعام - (۲) لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الْوَدَّیَا یَا حَتّٰی تَاخُذُکَ سُوْرَةُ پارہ (۲۶) س فتح -
گوشہ جنوب مغرب - بسم اللہ - امی الرسول نبی انزل الیکہ من ربہ تَاخُذُکَ سُوْرَةُ البقرہ (۳)
جانب جنوب (۱) اِنَّ اللّٰہَ یَنْزِلُ عَلَیْہِ الرُّسُلَ کَیْ تَلْقُوْہُمْ حِیْثُ لَیْقُوْہُمْ فَاِنْ رَآَہُمْ سَوَّیْہُمْ یَا حَتّٰی تَاخُذُکَ سُوْرَةُ کہف - پارہ (۱۶)
گوشہ جنوب مشرق - (۱) وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مَا تَوْسُوْہُمْ بِہِ نَفْسُہُ پارہ (۱۶۲) س ق -
(۲) وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِنْ طِیْنٍ تَاوَّ اَلْعُلٰی وَ اَسْفٰلٍ بِہِ لَقَدْ رَوٰی - پارہ (۱۶) س من
- (۳) وَ مَا جَعَلْنَا رَسُوْلًا مِّنْ اَوْسَیْنِیْ اللّٰہُ الشّٰکِرِیْنَ - پارہ (۲۳) س آل عمران - (۴) وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ - پارہ (۱) س البقرہ -
کلمہ سورۃ کوثر اور الی خلاص -

جانب شمال (۱) مَوَٰنِیْہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ عَلِیْمُ الْکُتُبِ لَاشَاقَہُ تَاخُذُکَ سُوْرَةُ حشر پارہ (۲۸) س الاحزاب -
گوشہ شمال مغرب - (۱) وَ کُنَّا اِیْنِیْ فِی الدُّنْیَا حَمَیْمًا تَاعٰلٰی بَالِغًا لِّاَلَمِیْنِ - پارہ (۲) س البقرہ - (۲) سورۃ الرحمن -
ہر اندرونی محراب کے دو طرفہ طغرے ہیں۔

بڑا گنبد | جسے بڑے خاں کا گنبد کہتے ہیں اور یوں بھی یہ گنبد بہت بڑا
اور نہایت عالی شان ہے اور کسی لودھی بادشاہوں کے گنبد سے

کم نہیں ہے۔ تین طرف دروازے سنگ سرخ کے ہیں مغرب کی طرف بند - کرسی تھ -
گرد چوڑا ہے مربع - دروازوں کی چکلاں تھ - گنبد بہت پہلے ہے جس کا قطر اندر سے
تھ - فرش ندارد پہلے تھا اب تو بایا گڑھے پڑے ہوئے ہیں - اندر پانچ قبریں ہیں -
جن میں دو بڑی باقی بائیں شکستہ ہیں - ایک سب سے بڑی قبر اے ی - اے لمبی چوڑی
اور تھ - اے اونچی ہے غائبی بڑے خاں کی قبر ہوگی - باقی قبروں کے زے پتھر ہی پتھر
رہ گئے ہیں چونا جھڑ گیا - جس طرح کہ لودھیوں کے مقبرے کی قبروں کی مرمت سرکار
نے کرا دی ہے ان قبروں میں سونے والے زبان حال سے اسی سلوک کے طالب
ہیں - چاروں محرابوں پر چار روشن دان ہیں - قبة کے اندر تمام رنگ آمیزی کا کام تھا

اب صرف چند یا میں گیر دی سطح پر سفید حروف میں آیت الکرسی لکھی ہوئی ہو اس کے سوا اور کوئی کتبہ نہ گنبد میں ہے نہ قبروں پر البتہ محرابوں کے دونوں طرف کلمہ وغیرہ کے طعنے ہیں۔ گنبد کے اندر ہر طرف سنگ سرخ کی جالیاں تھیں جن میں کی صرف ایک شمال کی طرف باقی رہ گئی ہے اور دوسری طرف کی جالیاں لوگ اکھاڑے گئے اُن دروں کو معمولی پتھر لگا کر بند کر دیا ہے۔ گنبد کے اندر مغربی رخ کا دروازہ جو بند ہے اُس میں ایک محراب سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے جس پر نقاشی کا کام بہت خوبی سے کیا ہوا ہے اور اس پر کلمہ طیبہ کھدایا ہے۔ مقبرے کے اندر مشرق کی طرف دو طرفہ (۵۶) سیڑھیوں کا دینے پر چھت تک بلندی گنبد کی (۵۷) ہے۔ گنبد اوپر سے شکستہ ہو کر قبہ میں جا بجا ٹھکانا آگ آئی ہے جو اُس کو قبل اور وقت بٹھا دے تھی کہ پانی اُس میں جذب ہوتا ہے۔ گنبد کی چاروں طرف بہشت پہل بجیاں ۸۔ ۹ قطر کی ہیں جن میں سے جنوب کی طرف کی گر گئی ہے۔

دریا خاں کی درگاہ چھوٹے اور بڑے گنبدوں سے قطب روڈ کی طرف چلو تو رستے میں کھیتوں کے پنج میں دریا خاں کی درگاہ

ایک وسیع اور پختہ (۱۹) مربع چوتھرے پر بنی ہوئی ہے جو ۴۰ اوچا ہے۔ اور بارہ سیڑھیاں ہیں۔ اس کے علاوہ ایک خام چوترا اور جس کے گرد سرکار نے تار کی بارٹھ لگا دی ہے دریا خاں کون تھے کچھ معلوم نہیں نام سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اُسی زمانے کے نو دہی چٹان ہوں گے۔ اس چوتھرے کے چاروں کونوں پر (۱۲) در کے چار برج سنگ راکے بنے ہوئے ہیں جن کا چوترا ۴۰ مربع ہے۔ ستون کی ایک ہی کڑی اُسے چوبیس چھینٹا بھی ٹھیک آٹا اونچی اور کل در کی بلندی و عرض ۴۰ ۸ ۵ ہے۔ ہر مشرق کی طرف کلاچ نصف گریہ کی باقی تین طرف کے سلاستہ ہیں۔ ان کے اندر آیت الکرسی منقوش ہیں۔ چوتھرے کے پنج میں ایک بہشت پہل چوترا ہے جس کا قطر ۴۰ ادا ہو چائی ہے جس کے پنج میں دو قبریں دیر سماج کی ہیں جن میں کی ایک بالکل شکستہ ہے اور ان میں سے ایک قبر دریا خاں کی ہوگی۔ اس کے علاوہ ایک چوترا ۴۰ مربع ہے۔ اوچا ہے اُس پر ایک ہی قبر ہے جس کی ہر کتبہ کسی قبر نہیں۔

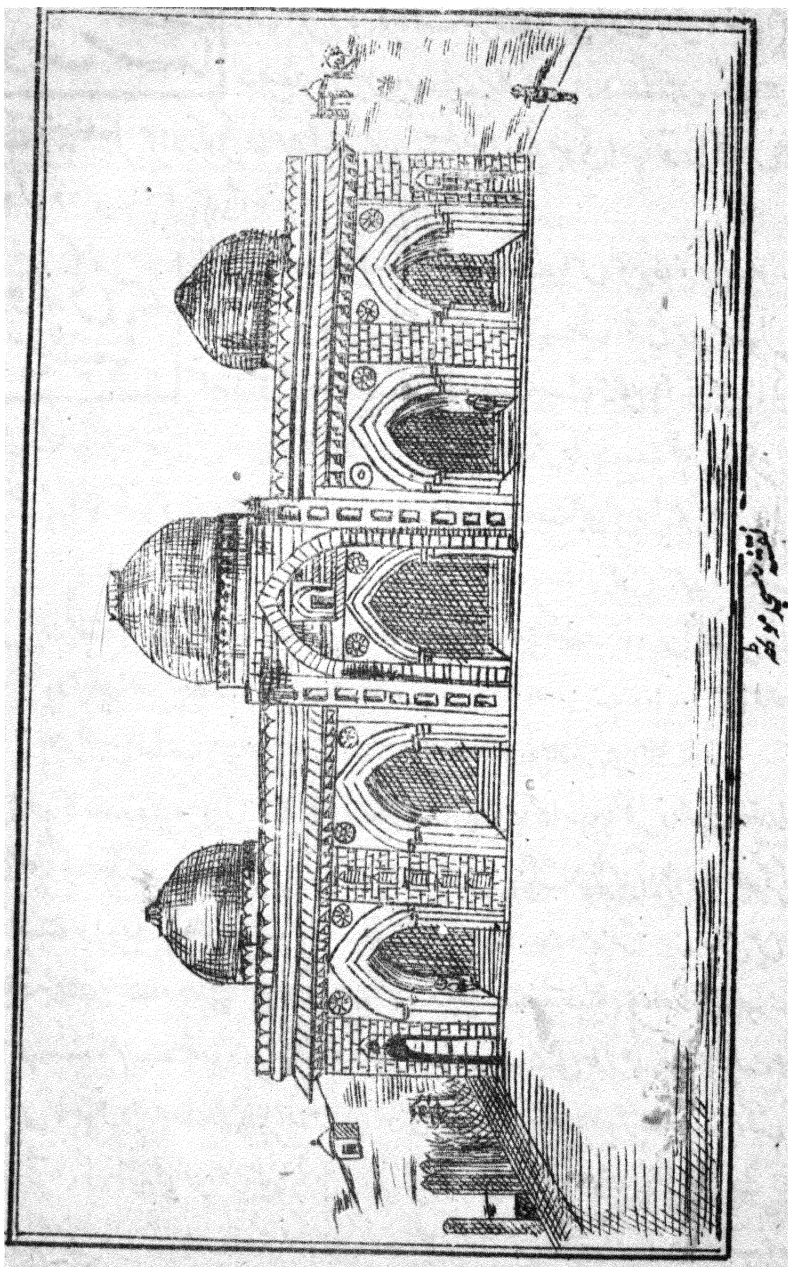
مجاہد پور کا معلوم گنبد قطب روڈ میل ۱۵، فرلانگ ۱۵، پر ذرا سڑک سے ہٹ کر بائیں اٹھ کی طرف ایک سڑک اس گنبد کو گئی ہے جس کا قطر ۴۰ ۴۰ ہے۔ چاروں طرف چار دروازے ہیں۔ ۴۰ ۴۰ ۴۰ باہر سے ۴۰ ادا ۴۰ ۴۰ بلع عمارت ہے فرش اوپر دونوں علاوہ۔ اندر باہر ملا ستر جا بجا سے لگایا ہے پتھر چوڑے کا بنا ہوا ہے۔ گنبد کا قبہ چاروں طرف سے کھنڈ کر ٹری بڑی دراڑیں پڑ گئی ہیں۔

گردھام چوڑا تھا جو گر گیا۔ گنبد کی چند پیراۓ الکرسی کے سوا اور کوئی کتبہ نہیں ہے۔ موضع
مجاہد پور کی حدود میں یہ گنبد ہے لیکن کچھ نہیں معلوم ہو سکتا کہ کس کا ہے۔ مگر یہ بہت قدیم۔
(۸) میل (۲) فرلانگ سڑک کے داہنی طرف اس نام کا ایک ویران
یوسف موضع ہے جس میں اب چند مکانات رہ گئے ہیں۔ گرداس موضع
کے پختہ تفصیل ہے اور کوئی خاص بات نہیں۔ پہلے سرائے ہوگی اب تو رزگاؤں ہی کاؤں
رہ گیا وہ بھی بالکل چھوٹا۔

موٹھ کی مسجد یہ مسجد مبارک شاہ کے مقبرے کے پاس ہے جو خاندان سادات کا دوسرا
بادشاہ تھا۔ یہ مسجد ۸۹۲ھ میں بعد سکندر شاہ ثانی بن بھلول لودی
تعمیر کی گئی تھی۔ مسجد کے پاس ایک بہت بڑی باؤلی بھی بنائی گئی تھی
جس کے اندر سنگ سرخ کی لوح پر ذیل کا کتبہ ہے جو لونی لک کر جا بجا سے جھڑ گیا ہے۔ اب جو کچھ
بشکل پڑھا جاسکتا ہے وہ یہ ہے اور اس کے علاوہ اور عبارت بھی ہے جو پڑھی نہیں جاتی ہے۔
..... (ایں) مسجد در عہد
دولت بندگی حضرت سلیمان سلطان (ہند) سکندر شاہ بن بھلول شاہ
لودی خلد اللہ سلطانہ میں معاصر
الترحمین شہاب الساکن قصبہ سہارن پور۔ مسعودی جھڑی علی کا۔

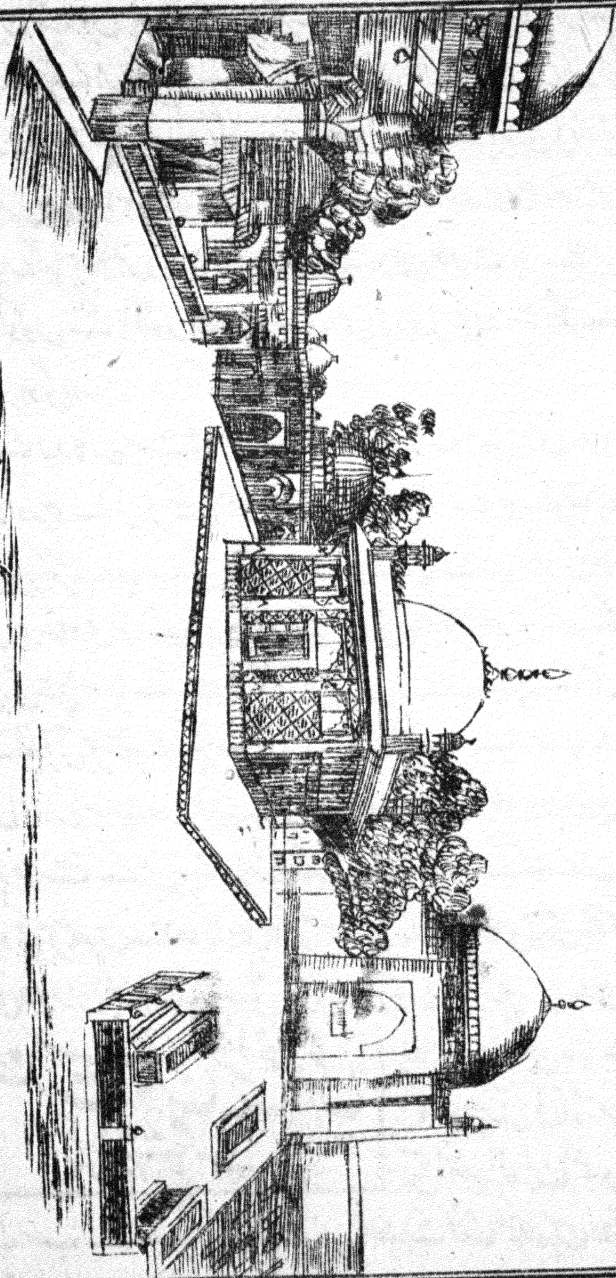
اس مسجد کا صدر واذہ کسی زمانے میں بڑا عالی شان رہا ہوگا اب بالکل حالت انہدام میں ہے۔
اس مسجد کی وجہ تسمیہ یہ کہی جاتی ہے کہ کسی شخص نے راہ چلتے میں ایک موٹھ کا دانہ پڑھا اور دیکھ کر اٹھا لیا
اور اُسے بوا یا وہ اُگا اُس سے جو دانے نکلے وہ پھر بواے ولہم جبراً۔ چند سال میں پیداوار
بڑھتے بڑھتے بہت روپیے جمع ہو گئے اور اُسی روپیہ سے یہ مسجد بنی ہے۔ اور اسی وجہ سے موٹھ
کی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مسجد لودیوں کے زمانے کی طرز عمارت کا ایک عمدہ نمونہ
ہے۔ اس کا چوڑا چھ فٹ اونچا ہے اور عرض و طول میں ۳۰ × ۳۵ ہے چوڑے پر سے گنبد کی چوٹی
تک (۶) کی بلندی ہے۔ اس میں پانچ درہیں اور ادھر ادھر دو در چھوٹے چھوٹے اور ہیں
جن میں سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ درمیانی بلند دیوار دو زحراب میں دروازہ نصب ہے۔ ان
محرابوں کے دیوار دو زستون چھوٹے چھوٹے طاقوں سے جو آٹھ ہیں ایک کے اوپر

۱۷ اور کوئی کتبہ ہے کہ بادشاہ نے وہاں پایا اور وزیر کو دیا اُس نے تھپا اُس دے کو بوا یا



المنارة
في
البحر

دکتر حضرت مولانا محمد علی



ایک آراستہ ہیں اور پانچ پانچ طاق پہلو کی محرابوں میں ہیں۔ درمیانی محراب کی روکار کے بہت سے پتھر لوگ اکھاڑ لے گئے ہیں جس سے دیوار ٹنڈی اور بد نما ہو گئی۔ چھت پر تین گنبد ہیں ایک بیچ کے حجرے پر آمد و دونوں پہلوؤں کے محروں پر۔ گنبد چوڑے اور پتھر کے ہیں مگر نہ بڑے ہیں اور نہ مشین۔ ان کی گردنیں لمبوتری ہیں جو لودیلوں کا خاص طرز تھا۔ پہلو کے دونوں گنبدوں کی حالت خستہ ہے بیچ کی محراب اونچی ہے اور ادھر ادھر کی اسی مناسبت سے کم۔ ان کے سامنے بھاری چھبہ تھا جس کا بہت ہی تھوڑا حصہ اب رہ گیا ہے غرض یہ کہ اس مسجد کے ایک عمدہ عمارت ہونے میں کچھ شک نہیں مگر بے درد لوگوں کے ہاتھوں سے جو تباہی اس کی ہوئی ہے وہ سٹر بگر کے ذیل کے ریکارڈ سے ظاہر ہوگی۔

اس مسجد کے روکار پر بہت کچھ نقش و نگار اور رنگ آمیزی تھی۔ یہ ساری عمارت بن گھر سے پتھروں اور چوڑے کی ہے لیکن بعض بعض مقامات پر تراشے ہوئے پتھر بھی نصب ہیں خصوصاً ستون جو کھڑے ہوئے ہیں۔ صدر دروازے پر سنگ مرمر کی تختیوں پر آیات قرآنی کندہ ہیں جو سادی اور رنگین ہیں مسجد کے اندر کی تمام گل کاری اور رنگ آمیزی کا کام دھوئیں کی تر چڑھ جانے سے برباد ہو گیا لیکن دروازے پر اب بھی سبز اور سرخ رنگوں کی جھلک نظر آتی ہے۔ پتھر بھی بہتر قسم کا سرخ۔ سفید۔ زرد۔ سیاہ جا بجا لگا ہوا تھا۔ احاطے کی دیوار میں اندر باہر چاروں طرف طاق بنے ہوئے ہیں۔ شمالی اور جنوبی دیوار میں دوزینے چھت پر چڑھنے کے ہیں۔ یہ مسجد اب تک مبارک پور کے گنواروں کی بود و باش میں پھنسی ہوئی ہے جنہوں نے جا بجا پکا پکا کر مسجد کی ساری صنایع کو خاک سیاہ کر دیا اور طرفہ یہ کہ جا بجا کچی دیواریں کھڑی کر کے چھوٹی چھوٹی کوٹھریاں بنا کر رہی سہی رونق بھی برباد کر دی۔“

دراگہ حضرت شیخ حسن چرائی دہلی

۱۳۵۶ھ

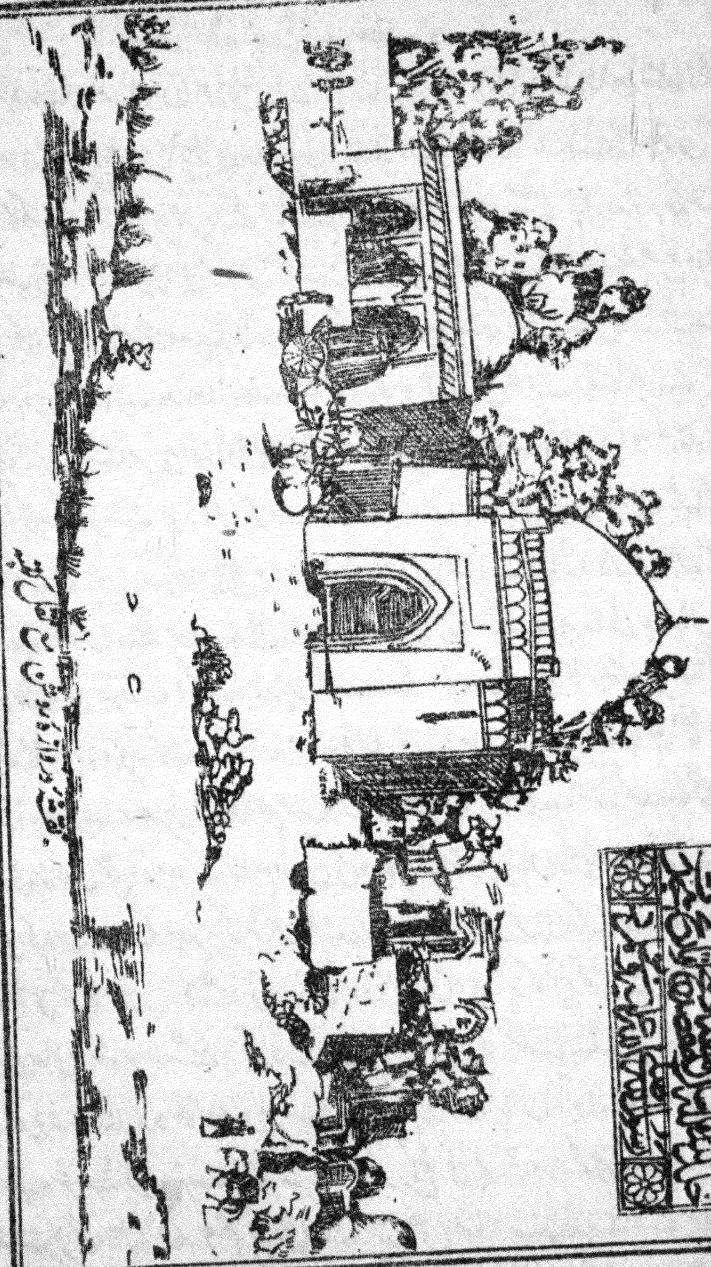
سنگامہ گرم ہستی نایا انداز کا
چشمک ہے برق کی کہ تبسم شرار کا
شیخ نصیر الدین محمود خاندان چشت کے

دلی کے سب سے اخیر بزرگ تھے۔ آپ حضرت نظام الدین اولیا کے اکبر خلفائے
سے تھے۔ آپ بڑے ذی علم مقدس اور خدا پرست تھے۔ بڑے واعظ اور صاحب
تصانیف کثیرہ بھی تھے۔ مذہب اسلام کی آپ نے بہت کچھ اشاعت کی سلطان

محمد تخلق سے آپ سے بھی ان بن تھی آپ نے بہت صبر و تحمل اور استقلال کو کام فرمایا۔ جب مخدوم جہانیاں سید جلال صاحب مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو آپ سے عبد الصمد یا قعی نے طواف کعبہ میں دریافت کیا کہ اب تو دہلی کے بیشتر بزرگان دین مر گئے اب وہاں کون رہا ہوگا۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ میں اب بھی دہلی میں نصیر الدین محمود ہیں جو دہلی کے رکشن چرائع ہیں، جب سے آپ کا لقب روشن چنگ دہلی شہور ہو گیا۔ آپ کے صفات اور کمالات سے کتابیں بھری پڑی ہیں غایت شہرت سے حاجت بیان کی نہیں۔ سلطان فیروز شاہ کو آپ کی خدمت بابرکت میں بڑی عقیدت تھی اور آپ کی خدمت بہت کیا کرتا تھا۔ آپ کی درگاہ کا گنبد آپ کی حیات میں سلطان فیروز شاہ نے ^{۱۱۸۹ھ} میں بنوایا تھا۔ شب جمعہ ۸ رمضان المبارک ^{۱۱۸۹ھ} میں آپ کا وصال ہوا اور اسی گنبد میں آسودہ ہوئے۔ آپ کو ایک سن چلے جالندھری فقیر نے جو آپ کے پاس کچھ خیرات مانگے آیا تھا خنجر سے شہید کیا۔ وقت شہادت آپ کا سن شریف ۸۲ سال کا تھا۔ آپ ہمیں قریب موضع کھڑکی میں اسی حجرے میں رہتے تھے جہاں کہ آپ دفن ہیں۔ آپ کی قبر میں آپ کے ساتھ جتہ۔ عصا۔ کلاہ اور مہتی جو آپ کو آپ کے مرشد حضرت نظام الدین سے ملا تھا۔ دفن کیا گیا۔ آپ کا مقبرہ ایک ستپیل احاطے کے اندر ہے جو ۸۰ × ۱۴۰ اور ۱۲ بلندی ہے۔ اس احاطے کا بڑا حصہ اور قبضے کے گرد جو فیصل ہر محمد شاہ بادشاہ نے ^{۱۱۸۲ھ} میں بنوایا۔ یہ فیصل بہت بڑی اراضی کو گھیرے ہوئے ہے جو نالے سے بہت بلندی پر بنائی گئی ہے جتنی کے سامنے اُس زلزلے میں ایک پل بھی نالے پر بنا ہوا تھا اور آگے چل کر نالے کے بہاؤ کی طرف نیچے وار ایک حد پل بھی تھا۔ اب دونوں پلوں میں سے ایک بھی باقی نہیں رہا۔ درگاہ کا صدر دروازہ آپ کی وفات کے ۱۲ سال بعد ^{۱۱۹۱ھ} میں فیروز شاہ نے بنوایا تھا جس پر

بعض کتابوں میں جمعہ کے دن آپ کا وصال ہونا لکھا ہے کتاب مخبر الوصلین میں ^{۱۱۹۲ھ} ہی سال رحلت فرمائی ہے۔ آنکھ دلائل چلنے راہ یقین مست۔ نام نامی اور نصیر الدین مست۔ ذات اور اچرائع دہلی داں۔ بلکہ خورشید ہر دو عالم خواں۔ عمر اخصت و پنج سالہ شمار۔ بے کم و بیش اے ستودہ شعار۔ شب جمعہ داد حق را جاں۔ شروہم بود از مرصفاں۔ شہزاد نیا چو آن نصیر زماں۔ سال تعلقش "مہرشت" ہواں۔ شمع جمع صوفیاں بھی آپ کی وفات کی تاریخ ہے۔ ۱۲

عَالَمُ الْإِسْلَامِ فِي جِهَاتِهِ
 الشَّرَافِ الْمَعْلُومِ الْمُنْتَهَى
 خَالِدٌ فِي الْمَعْلُومِ الْمُنْتَهَى
 وَشَرَفُ الْإِسْلَامِ فِي جِهَاتِهِ



قَفْصُ مَرَاكِبِ الْبَحْرِ

ایک بڑا گنبد ہے۔ یہ دروازہ درگاہ کے شمال مشرق کے کونے میں ہے جس پر ایک سنگ مرمر کی تختی پر یہ کتبہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ تَمِیْنًا بِذِکْرِہ

عامۃً ایں گنبد در عہد ہمایوں الموافق باللہ ابوالخضر فیروز شاہ سلطان خلد اللہ ملکہ سال ہفصد مفتاد و پنج از تاریخ ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔ اس دروازے کا کمرہ ۱۹ مربع ہے جس کے سامنے ایک پختہ چبوترہ ۲۱۲ پلہ بلند ہر دو جانب ہے۔ آپ کے گنبد کا ارتفاع دیواروں تک (۳۷) ہے اور یہاں سے گنبد شروع ہوا ہے جس کی بلندی ۱۴ ہے اس طرح سب ملاکر ۲۲۴ کی اونچائی ہے۔ دروازے کی منڈیر کے دونوں طرف دو برجیاں ہیں۔ دروازے سے کوئی ۲۳ شمال کی طرف ایک حجرے میں آپ کا مزار ہے جو تیس فیٹ مربع اور ۱۴ فیٹ اونچا ہے جس پر ایک گنبد ہے اور گنبد پر سنہرا کلس چڑھا ہوا ہے۔ گنبد کے چاروں کونوں پر اٹھ فیٹ بلند تیلی تیلی میناریں ہیں چھت کے گرد کنگورہ ہے جس کے نیچے چوڑا چھتہ ہے۔ اس گنبد کے بارہ درمیں جن میں سنگ خارا کے ستون لگے ہوئے ہیں سب دروں میں سنگ سرخ کی جالیاں لگی ہوئی ہیں جنوب کی طرف ایک در میں گنبد کے اندر جانے کا رستہ ہے۔ گنبد چولنے اور پتھر کا بنا ہوا ہے۔ گنبد کے اندر سنہرا کٹورا لٹکا ہوا ہے۔ اکبر شاہ ثانی کے عہد میں شاہزادے مرزا غلام حیدر سپہر اکبر شاہ ثانی نے اس گنبد کے گرد سنگ سرخ کی بارہ دری بنوا دی تھی اور حضرت نظام الدین کی درگاہ کے ستون یہاں لاکر لگائے تھے مگر بارہ دری ایسی بودی بنی تھی کہ دس برس کے بعد ہی گر پڑی۔ گنبد درگاہ شریف کے پاس ہی ایک مسجد بنائی اور پتھر کی بنی ہوئی کہ یہ مسجد فرخ سیر بادشاہ کی بنوائی ہوئی ہے اس مسجد پر کوئی کتبہ نہیں جس سے بننے کا صحیح حال معلوم ہو سکے۔ اگر فرخ سیر کا زمانہ لیں جو ۱۶۱۹ء ہے۔ تو آج اس مسجد کو بننے ہوئے پورے دو سو برس ہوئے۔ اس گنبد کے پاس دو برج اور ہیں۔ ایک برج میں محراب غروب ہے حضرت شیخ فرید شکر گنج کی پوتے سوتے ہیں دوسرے میں جو مشرق کی طرف ہے اس میں مخدوم زین الدین علی صاحب حضرت کے بھانجے کی قبر ہے۔ اس کے متصل سنگ باسی کے جالی دار حجر میں شیخ کمال الدین علامہ۔ جانشین حضرت آرام فرماتے ہیں آپ کے گرد سنگ سرخ کا کٹھن لگا ہوا ہے اس حجر

میں دس جا لیاں سنگ سرخ کی ہیں۔ آپ خلیفہ اور ہمشیرہ زادے مخدوم چراغ دہلی کے ہیں۔ نسب شریف آپ کا حضرت امیر المومنین امام حسن بن علیؑ عنہما تک پہنچتا ہے۔ علم تفسیر اور حدیث اور فقہ میں علامہ مشہور تھے۔ کچھ مدت احمد آباد میں سکونت کی اور گجرات اور دکن کے لوگوں کو ارشاد و تلقین فرماتے رہے بعد ازاں دہلی تشریف لاکر تلقین خلافت کی ادلاد اور خلیفہ آپ کے اب تک دکن میں موجود ہیں۔ ۲۷ مئی ۱۹۰۷ء میں آپ نے رحلت فرمائی۔ رحمت حق تاریخ وفات ہر اور باقی بہت سی قبریں ہیں جن میں اجملہ ان قبروں کے فیض طالب خان بنگش اور مفتی صدر الدین خاں صاحب کی قبریں ہیں۔ خواجہ کمال الدین علاقہ کے مجھر کے جنوب میں مرزا شہتو دلی عہد بہادر کی قبر ایک دوسرے اور کشادہ سنگ مرمر کے چبوترے پر بنی ہوئی ہے۔ پہلا چبوترہ ۱۰ مربع اور اُس کے اوپر کا ۱۰ مربع ہے۔

حضرت روشن چراغ دہلی کے مزار مبارک کے مشرق میں خواجہ طاہر کا مزار ایک جالی دار کٹھرے کے اندر ہے۔ تنوید قبر سنگ مرمر کا ہے جس کے گرد آیتہ الکرسی ہر اوپر کلمہ طیبہ اور ایک طعری یاد اُٹا بلا فناء... وللاذوالککعبہ بقاء... ہر جوسلسل پڑھا نہیں جاتا اور پائنتی یہ قطعہ کندہ ہے:-

خواجہ طاہر خواجہ صاحب رضا	آنکہ دایم بود با جود و کرم
چون شنید از ہاتف غیب داین نداء	کرد رحلت از جہان سوے ام
سال فوتش مادر ایام گفشت	آہ از خواجہ محمد طاہر

اس درگاہ کے احاطے کے اندر دو عالی شان گنبد چٹھانوں کے وقت کے ہیں معلوم نہیں کہ ان میں کن کن کی قبریں ہیں درگاہ کے خدام کہتے ہیں کہ محرم علی صاحب چشتی ان گنبدوں میں کی قبروں کی جو بہت شکستہ ہو گئی تھیں مرمت کرا دی ہے اور یہ بات موجودہ حالت کے نظر کرتے صحیح معلوم دیتی ہے درگاہ کا گنبد اور مسجد نہایت بے مرمت ہو گئی تھی خصوصاً غلام گردش کے گرنے سے جس کو مرزا غلام حیدر نے بنایا تھا گنبد درگاہ کا بہت بودا ہو گیا تھا اور خادم وہاں کے ہر شخص سے مرمت کی درخواست کرتے تھے۔ خواجہ محمد خاں نے تمام درگاہ اور مسجد اور دروازے اور

۱۰ یہ لفظ چھڑ گئے ہیں سیاق عبارت پر سے میں نے لکھ دیئے ۱۰

صحن کی مرمت اور استرکاری کر وادی اور درگاہ کے گنبد کے گرد چھبہ سنگیں بنوایا
اس مرمت کی بدولت حقیقت میں سارا مکان نیا ہو گیا۔ درگاہ کی چار دیواری
اور تین درگا ایک دالان شمال کی طرف اور چھوٹا سا سنگین کٹہرا مولوی فخر الدین
صاحب نے بنوایا ہے اور غلام گروش جو گر پڑی تھی۔ اس کے ستون صیغ و سالم اب
تک درگاہ کے سامنے پڑے ہیں۔ آپ کا عرس شریف ۱۴ رمضان شریف
کو ہوتا ہے اور بہت لوگ جمع ہوتے ہیں اور رات کو رہتے ہیں اور اٹھا دیں
تاریخ قیل کے بعد چلے جاتے ہیں۔ دروازہ کے باہر خدام نے مل کر ایک دالان
بنالیا ہے جس سے لوگوں کو بڑا آرام ہو گیا ہے درگاہ میں ایک تخت سال کی کڑی کاٹھا
تین فیٹ اونچا ایک ہی کڑی میں ترشا ہوا رکھا ہے جس پر بہت ہی عمدہ گلکاری
اور نقاشی کی ہے۔ یہ تخت دکھنی بیگ نے بنگالے سے بھیجا تھا اور اس پر یہ شعر اور
عبارت کھدی ہوئی ہے:

تخت چوبی نیاز دکھنی بیگ بجناب نصیر دین محمود قدس سرہ الغفر
۱۳۳۳ھ مطابق ۱۲ جلوس محمد شاہ غازی

اس درگاہ پاس ایک بستی آباد ہے جس میں ہر قسم کے لوگ رہتے ہیں۔ گرد اس بستی کے
محمد شاہ بادشاہ نے فصیل بنوادی جس میں چار دروازے اور ایک کھڑکی ہے کہتے
ہیں کہ اس فصیل پر پونے چار لاکھ روپیے خرچ ہوئے۔ گو یہ فصیل بہت پختہ محکم
اور بلند ہے مگر پھر بھی اس ارزانی کے زمانے میں اتنا زرخیز صرف ہونا قرین قیاس
نہیں ہے۔

جو کچھ بیان درگاہ شریف کا اور لکھا گیا اس پر میری طرف سے یہ اضافہ ہے کہ آپ کے گنبد
کا فرش سنگ مرمر کا ہے اور مزار منور کے گرد ایک نہایت مصفی اور مخلی کٹہرا سنگ مرمر
کا لگایا گیا ہے جس کی نوجالیاں ہیں دسویں جالی پر ذیل کا کتبہ بہ خط نستعلیق نہایت خوش خط
کندہ ہے۔

”گزرا نیدہ غلامان غلام فدوی محی الدین خاں
شمس الامراء امیر کبیر خورشید جاہ بستم رمضان المبارک
۱۳۰۳ھ ہجری“

اس کٹہرے کا طول و عرض ۴۔ ۱۔ ۲۔ ۱۔ اور بلندی ۱۱۔ ۱۰۔ ۱۱۔ یہ فرش اور کٹہرا حیدر آباد دکن کے امیر کبیر مرحوم مغفور نے بنوایا تھا جس سے رونق مزار مبارک کی اضلاع مسماۃ بڑھ گئی درگاہ میں کچھ ایسی شفا فی اور جلاے ظاہری جو نظر میں نہ جاتی تھی اور شفاء الصدر اور جلاے باطنی کی طرف منجھوتی تھی حضرت کے مزار مہبط انوار کے سراسر ایک قلمی قرآن شریف ۲۰ ۱۰۔ ۱۰۔ ۱۰۔ رکھا ہے جس کے آخر پر یہ لکھا ہے۔ دو نوشتہ سید سلطان علی ولد سید فیض علی بن سید محمد علی ساکن قصبہ فرید آباد بتایا کہ ذیقعد ۱۲۰۰ ہجری ۱۱۔ ایک صاحب رحیم بیگ نامی نے یہ ۱۱۰۰ میں ایک نہایت خوش خط رباعی آئینہ دار چوٹے میں لگا کر نذر گزرائی تھی جو سراسر آدیزاں ہے۔

الصدر اکبر تعالیٰ شانہ عز اسمہ
غلام بخت بلندش ایاز مقصود است کسیکہ ہمت اوچوں نصیر محمود است
شب حصول وصول خدا بمرحش کینہ منزل دادنی مقام محمود است
اب ساری عمارات اندرون درگاہ عمدہ حالت میں ہیں اور نئی مرمت ہوئی ہے حضرت کے گنبد کی جالیاں سنگ سرخ کی ہوں گی مگر اب تو ان پر اس قدر سفیدی کی تہیں چڑھی ہوئی ہیں کہ وہ کچھ ہی کی معلوم دیتی ہیں۔ صحن درگاہ شریف میں ایک کھرنی کا بڑا بھاری بہت پھیلا ہوا بہت پرانا درخت دور دور اپنا سایہ پھیلائے ہوئے ہے۔ جس کی سبزی اور تروتازگی نظروں میں بھی جاتی ہے اور نظریں نور دل میں سرور پیدا کرتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ اسی زمانے کا ہے کہ جب درگاہ مقدس بنی تھی۔ اور غالباً ایسا ہو گا بھی۔ احاطہ درگاہ کے دروازے کا گنبد بہت شین اور لداؤ کا ہے جس کے دونوں جانب لمبی لمبی کشادہ شہ نشین ہیں۔ حضرت علاوہ درویشی بڑے ذی علم تھے۔ شریعت کے بدرجہ غایت پابند۔ سماع مزا میر وغیرہ ممنوعات شرعیہ سے سخت اجتناب کرتے تھے۔ کبھی کبھی اشعار بھی فرمایا کرتے تھے مگر وہ بھی عشق الہی میں ڈوبے ہوئے۔ ایک غزل آپ کی جو بہت مشہور اور لوگوں کی زبان پر چڑھی ہوئی ہے تیر کا لکھتا ہوں:-

بے کارم و باکارم چوں بد بحساب اندر خاموشم و گویا نام چوں خط بکتاب اندر
اگر زاید ظاہر ہیں از قرب سپرس از من اودر من دکن در در چوں بویکتاب اندر

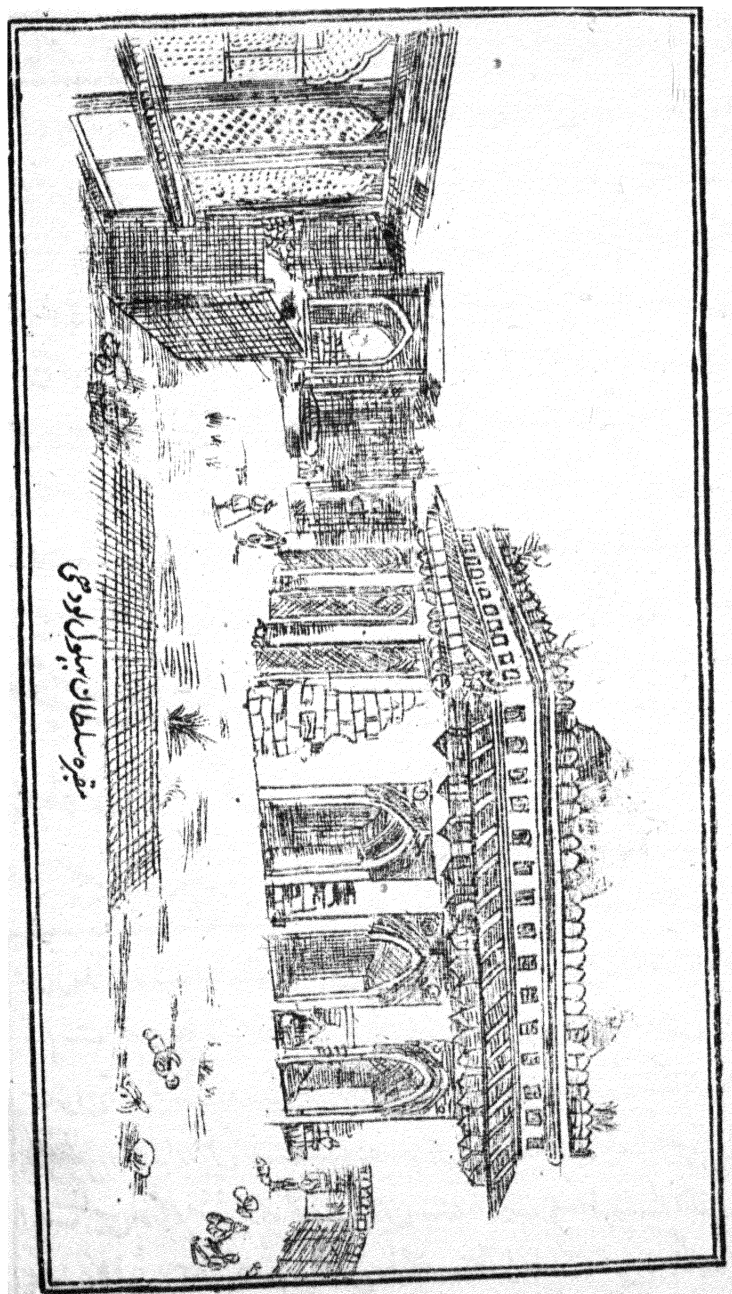
دریا رود از چشم لب تر نشود سرگز
زین شعبہ جبرائیم تشنہ ست بآب اندر
کہ رنجم و گد شادان از عادت خود غافل
کہ خندم و گد گریاں چوں طفل بخواب اندر
در سینه نصیر الدین جز دوست نمی بخند
ایں طرفہ تاشہ میں دریا بہ جباب اندر

حضرت کی جہاں در گاہ وہ بادی بھی آپ ہی کے نام نامی اور اسم گرامی سے مشہور ہے۔ قطب روڈ کے آٹھویں میل پر سے بائیں ہاتھ کی طرف ایک کچا رستہ بچھٹ جاتا ہے۔ دو میل وہ خام رستہ طے کرنے کے بعد آپ کے در دولت پر حضوری نصیب ہوتی ہے۔ راستہ نامہوار۔ خراب اور تھیر بلبل اتنی بڑی زیارت گاہ مرجع خلائق اور شریک ندارد اسی سبب سے لوگ لم فیض یاب ہوتے ہیں بستی کے قریب وہی نالہ رواں ہے جس پر کہست پلہ ہے بسمی کے گرد ایک بڑی وسیع عظیم الشان اور نہایت مستحکم فصیل ہے جو اب تک زمانے کے حوادث کا مقابلہ کر رہی ہے اس کے چار مالی شان سرنگ ملک دروازے ہیں پھر ایسی فصیل پر اگر چار لاکھ روپیہ صرف ہو تو کیا کچھ بے جا اندازہ ہے۔ اب اس فصیل کا کچھ حصہ جا بجا سے گزنا شروع ہو گیا ہے پھر بھی ابھی اس کے گرنے کو صد ہا برس چاہئیں بستی کے اندر جانے کا دروازہ اسی فصیل میں ہے لیکن جیسا کہ قدیم زمانے کا دستور تھا اور دروازے کے سامنے بڑے بڑے پتھروں کی ایک ریٹ بنی ہوئی تھی اس کے پتھر جا بجا سے اکٹڑ جانے سے پیدل تو غیر مگر کوئی سواری نہیں پاسکتی۔ قطب صاحب کی سڑک کے دو طرفہ دور دور تک جہاں تک نظر دوڑتی ہے گنبد ہی گنبد اور کھنڈری کھنڈر نظر آتے ہیں اور سڑک چھوڑ کر دو میل جو ہم پیادہ پہنچتے تو ادھر ادھر مبارک پور۔ کھیر پڑہ۔ کالو سرا۔ کھڑکی۔ سکیم پور۔ شاہ پور جٹ۔ زمر پور۔ سرا۔ شاہ جی یہ موضع اب آج بھی کی بستیوں میں۔ ان میں بھی علامات قدیم کثرت سے ہیں پھر رستے میں سرا سے بچ کی بستی ملی جس کو شیخ علاء الدین اور شیخ صلاح الدین حضرت بابا فرید شکر گنج کے پوتوں نے جو سکندر بہلول دودھی کے زمانے میں (۱۲۵۰ء) آئے تھے آباد کیا تھا۔ اس سے کوئی دو تین فرلانگ پر روشن چراغ دہلی کی بستی اور درگاہ ہے غرض یہ کہ سارے کا سارا وسیع میدان جو کہ سولہ تک چلا گیا ہے عمارات سے بٹا پڑا ہے جس میں بہت سی گڑھیں

کچھ اب گرنے کو ہو رہی ہیں اور کچھ اپنی حالت پر کھڑی ہیں۔ اگرچہ اس میدان میں ہل پھر گیا اور کھیت ہی کھیت ہو گئے مگر کوئی کھیت ایسا نظر نہ آیا جس میں عمارتوں کا نشان نہ پایا جائے کچھ نہیں تو اینٹوں کے ٹکڑے۔ روڑے۔ چوڑے کے ڈولے اب تک کثرت سے بکھرے پڑے ہیں۔ یہ حصہ مجھے بہت تباہ اور ویران معلوم ہوا اور زیادہ تر کس مہر سی کی حالت میں ہر کئی گنبد ایسے نظر آئے کہ اچھے خاصے ہیں مگر سمندر نہیں جاسکتے۔ پاس جا کر دیکھا تو دروازے چن دے گئے ہیں۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ کسی جاٹ صاحب کے قبضے میں ہیں کسی نے اوپلے بھر رکھے ہیں تو کسی نے بھوسہ کیا خدا کی شان ہے۔ گنبد کس کا اور قابض و متصرف کون ع آدمیاں گم شدہ ندمک خدا خر گرفت یہاں کے لوگ کسی ہندو ڈوٹھی صاحب کا نام لیتے ہیں کہ انھوں نے بوقت بند دہشت قبضہ نہیں کیا بلکہ رکھا یہ بات تو ظاہر ہے کہ ایسی جائداد اور کئی قبضہ جائیداد پر تسلیم نہیں کیا جاسکتا اگر کوئی نہیں ہو سکتا ہے تو گورنمنٹ نہ کہ ماؤشا۔ اگر لارڈ کرزن کا زمانہ کچھ دن اور رہتا تو ان تمام زمین کی قلعی کھلتی۔ راتم کے زانا مولوی عبد القادر صاحب نے پنجابی کٹرے کی مسجد کا جس کے وہ امام تھے معاذ منہ طلب کیا تھا کہ وہ حدود ریلوے سٹیشن دہلی میں آگئی تھی تو سرکار نے ان کو ٹکے سے کورا جواب دے دیا کہ مسجد شاہی تھی کچھ مہاری ملک نہ تھی تم خواہاں معاذ منہ کون اور یہ جواب ایک حد تک معقول دستک تھا لیکن یہی حالت ان گنبدوں کی ہے۔ ورنہ جاٹ کجا اور یہ گنبد کجا۔ درگاہ شریف کے اندر مکانات کا حال ہم لکھ چکے اب بستی کے حصار کے اندر جو چند عمارتیں قابل الذکر ہیں ان کا مختصر بیان کرتے ہیں:-

دونا معلوم گنبد۔ درگاہ کے شمال میں بیرون احاطہ درگاہ مگر حصار مسجد کے اندر فضیل کے بالکل قریب ایک ہی وضع قطع کے دو گنبد

ہیں جو پٹھانوں کے زمانے کے معلوم ہوتے ہیں۔ دونوں میں میں فیٹ مرل ہیں گلس ٹوٹ گئے۔ امتداد زمانے سے باہر سے کالے پڑ گئے۔ ہر چہار طرف دروازے ہیں۔ قبریں دونوں میں نہیں۔ جو لوگ ان میں رہتے ہیں قبریں ان کی بود و باش کی آسائش میں مل انداز ہوتی ہیں۔ بجائے اس کے کہ قبروں کو ڈھاتا کر برابر کرتے انھوں نے بھرت کر کے قبروں کو بادیا۔ ادبہ سطح جگہ نکل آئی۔ تدبیر تو اچھی گی۔ ایک



قبو سلطان بنو لودي

گنبد کے اندر تو ہم جا ہی نہ سکے کہ کسی کا زنا نہ تھا۔ باہر سے ہی دیکھ لیا۔

درگاہ کے غرب میں بڑی بھاری عمارت ہے۔ کہتے ہیں کہ علامہ الدین غلی نے بنوائی تھی اور ناتمام رہ گئی۔ اب وہ ساری ہی گر چکی ہے تو ہم اس کا کیا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ

جلال الدین خلجی کی
ناتمام مسجد ۹۵-۱۲۹۰ء

مکمل ہو چکی تھی یا ادھوری رہ گئی تھی۔ مسجد کے سامنے صحن ہے جو اب خام ہے اور اس پر بہت سی قبریں ہیں۔ اوپر درجیت سیاٹ ہے نہ گنبد نہ مینار۔ اندر سے البتہ گنبد دار لفظ چھت ہے۔ مسجد تین در کی ہے ۸۴ × ۲۳۷ ہے اور بلندی ۴۷ ہے اور پھر بلندی محرابوں کی ہے چھت پر جانے کا (۲۸) سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ چھت پر کی کنگورے کی سنڈیر گئی ہے۔ صحن مسجد جس طرح آگے ہے پیچھے بھی تھا۔ مسجد کے گرد فصیل ناکنگورے دار احاطہ تھا وہ بھی جابجا سے گر گیا ہے۔ دہائی طرف کے در کی چھت بٹھ گئی ہے۔ زینہ ادھر بھی تھا۔ اندر باہر کا سارا پلاستر چھڑ کر خالی پتھر نکل آئے ہیں۔ مسجد کے اندر باہر کہیں بجتہ فرش نہیں رہا۔ مسجد بہت بُری حالت میں ہے علامہ مولشیوں کے باندھے جانے کے لوگ بھی خلافت پھیلانے میں کمی نہیں کرتے۔ خدا کی شان ہے کہ اب اس مسجد کی یہ حالت ہے۔!

جسم پوں روضہ سے لگا کہنے تن سے جبٹے بے قرار چلی
چھوڑ کر ساتھ ایک عمر کا آج حیف اور جان غمک ساری
سکندر لودھی سپر بہلول لودھی نے یہ مقبرہ ۸۸-۱۴۸۸ء
میں بنوایا اور موضع بدھولی سے اپنے باپ کی بخشش
لا کر یہاں دفن کی۔ یہ مقبرہ حضرت نصیر الدین روشن

مقبور سلطان
بہلول لودھی
۸۹ھ
۸۸ھ

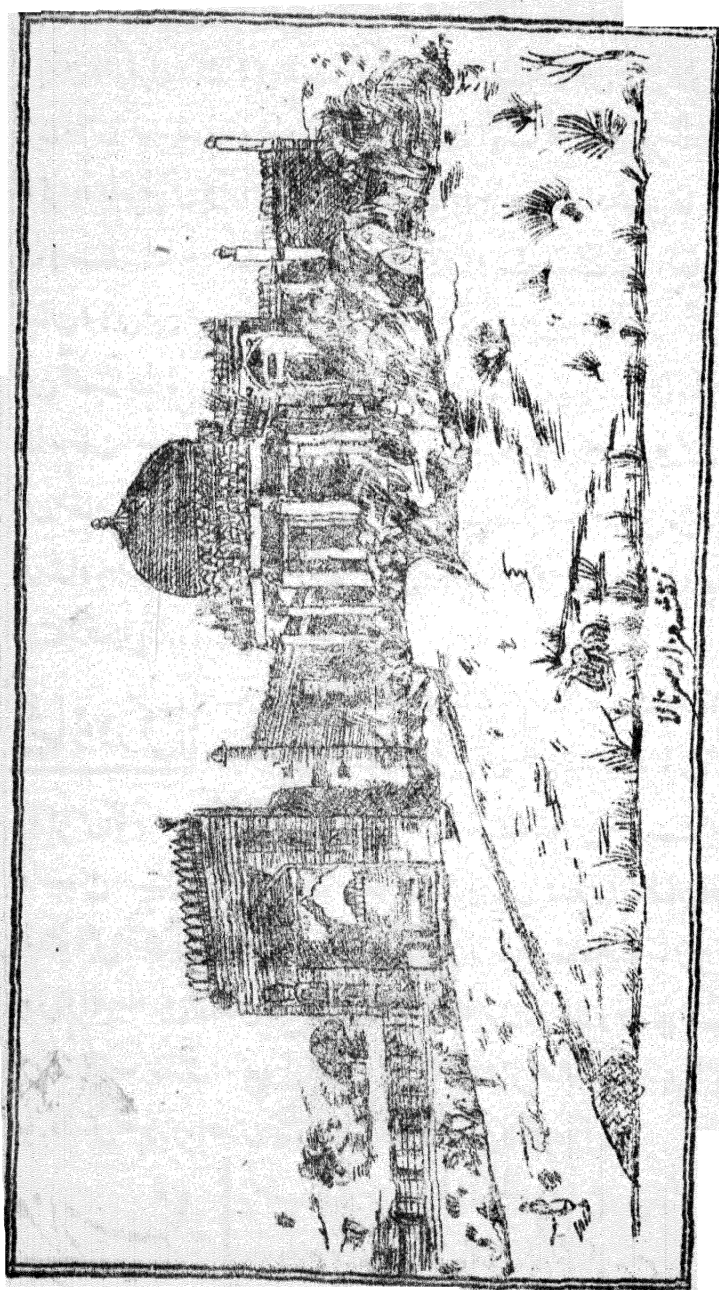
دہلی کی درگاہ کے احاطے کی غربی دیوار سے ملا ہوا ایک سنگ کے اندر ہے جو وہہ بلع کے نام سے مشہور تھا۔ یہ مقبرہ ۴۴ مربع ہے جس کے تین طرف در ہیں جن کے بارہ ستون آٹھ فیٹ اونچے اور دو فیٹ مربع سنگ سرخ کے ہیں۔ محرابوں کی پیشانی پر نقش و نگار اور سیل بوٹے بنے ہوئے ہیں جن کے اوپر ایک سنگین چھپا ہے۔ چھت پر ایک سنگین اور مکمل سنڈیر ہے۔ چھت زمین سے ۸۸ بلندی گنبد کے اندر سنگ سرخ کے چوکن کا فرش ہے۔ قبر کا خوب نقش و نگار ہے آراستہ ہے جس کا رنگ استاذانہ سے بھرا ہو کر سیاہی مائل ہو گیا ہے۔ باہر سے اپنے دروازے میں لکھا ہے کہ دہلی کے فتح

کرنے کے بعد وہ سلطان بہلول اور سکندر لودھی کے مقبروں اور باغوں میں گیا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب جہان چشتی میدان ہر دہان باغ بھی تھے۔ اس مقبرے کے اوپر نہایت خوب صورت پانچ برجیائیں چوڑے گچی کی ہیں۔ جن میں بیچ کی برجی اوروں سے اونچی ہے اور ہماری دارمکر کی وضع کا ہے۔ اب اس گنبد میں حضرت رکشن چراغ دہلی کے خدام رہتے ہیں۔ اس مقبرے سے چند گز کے فاصلے پر ایک نواسٹا مربع حجر سنگ سرخ کی جالیوں کا ہے اور عام خیال ہے کہ اس میں جو قبریں ہیں وہ وزراء بادشاہان خاندان لودھی کی ہیں اٹاوسے سے دلی گئے ہوئے بہلول لودھی نے رستے میں انتقال کیا۔ تائبخ خان جہان لودھی میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے موضع ملاڈی میں انتقال کیا۔ مگر تائبخ داؤدی میں قصبہ جلالی (منبع علی گڑھ) میں وفات پانا درج ہے۔ بادشاہ کی نعش اس کا بیٹا نظام خان الملقب بہ سکندر لودھی دلی لایا اور درگاہ رکشن چراغ دہلی کے پاس اس مقام پر دفن کیا جہاں کہ اب ہے۔ یہاں سے درگاہ رکشن چراغ دہلی کی فصیل جو محمد شاہ بادشاہ نے شہر میں بنوائی تھی وہ اور اس کا ایک دروازہ نہایت خوشنمائی سے دکھائی دیتا ہے۔

گیارہ دری اب یہی مقام گیارہ دری کے نام سے شہرت پا گیا ہے اس کا ایک دروازہ درگاہ کے صحن میں بھی نکلتا ہے۔ جو وہ باغ جس کا اوپر ذکر آیا ہے اس کا وہ اب نشان بھی نہیں رہا۔ ایک عرصے سے اس مقبرے میں درگاہ کے لوگ مع اپنے اہل و عیال کے مستقلاً سکونت پذیر ہیں اور چون کہ مسلمان اور پردہ دار ہیں کی امید جانا بھی مشکلات سے ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ عمارت نہایت شان دار اور چمکتی ہوئی ہے اور ساری لمبائی ہے۔ گنبد اور مقبرے کا طرز جاکر بارہ دری کے مشابہ ہے۔ تین طرف تین تین در ہیں۔ پشت پر یعنی بجانب مغربی صرف دو در ہیں اسی سبب سے گیارہ دری مشہور ہے۔ انداس سے ملی ہوئی وہ مسجد ہے جس کا ذکر اوپر آیا۔

مزار سربلہ یہ گنبد و مزار درگاہ رکشن چراغ دہلی کے نیچے والے کے اوپر واقع ہے۔ ہر چند تحقیقات کی گئی کہ یہ کسی کی قبر اور کب بنی ہو اور کس نے بنائی ہے کچھ معلوم نہ ہوا مگر صحت بھی ایک فضا کا مقام ہر نالے کے سرے

لے آئے مضامین میں موضع جہد دلی میں سکیت میں مزار لکھا ہے واللہ اعلم بالصواب۔



نقشه حرم شاهنشاهی

پر واقع ہے۔ جب کبھی نالے میں پانی بہتا ہوگا تو یہ جگہ بھی نہایت سیرگاہ ہوگی۔ یہ برج ستون اور فرش وغیرہ کے سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے اور اس پر بہت خاصی مینت کاری بھی کی ہے۔ بہت مجموعی اس مکان کی خالی اور لطافت نہیں۔ اس برج کی وضع اور ساخت اور خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اور جس مسجد کا ہم ذکر کر آئے ہیں اس کے غرب میں بستی کی تفصیل کے باہر مگر بالکل ملی ہوئی عمارت ہے جسے سرسید مرحوم نے مزار سرسزنا لکھا ہے مگر اس کا طرز عمارت بتلا رہا ہے کہ یہ کوئی خانقاہ تھی جس نالے کے اوپر ایک بلند ٹیلے پر ایک وسیع اور پختہ چبوترہ بنا کر خانقاہ بنائی گئی تھی وہ نالہ کھڑکی بند کہلاتا ہے اور اسی پرست پلہ پرینلا فیروز شاہ کی شکار گاہ سے آتا ہے اور اب بھی بستی کی تفصیل کے برابر رواں ہے۔ چبوترے کی بندش دھ گئی ہے مگر شکل باقی ہے۔ یہاں جو عمارت ہے اس کے بھی بارہ در ہیں اور چھت لداؤ کی ہے۔ گوبارہ دری مختصر ہے۔ مگر بڑی خوش نما اور سڈل ہے۔ دلے بر حال ماکسی جاٹ نے سارے دہن گھرے پتھروں سے چمن کر اپنے بھر دیئے ہیں جس کے سبب ہم اندر نہ جاسکے یہ بارہ دری سٹا بچ ہے۔ باہر سے ہی دل کو اپنے طرف کھینچے لیتی ہے اندر کی حالت خدا ہی جانتے۔ چبوترے پر متعدد پرانی پرانی قبریں ہیں۔ شمال میں ایک لداوی دالان تھا جس کی کچھیت کی دیوار اور کچھ حصہ پائے کی دیوار کا کھڑا ہے۔ چھت کا بھی تھوڑا حصہ باقی ہے۔ طرز عمارت پٹھانوں کے عہد سے مختلف اور زیادہ نزاکت لیتے ہوئے ہے۔ پلاستر بھی سیاہ نہیں ہوا بلکہ سفیدی رواں سے معلوم ہوتا ہے کہ پٹھانوں کے بعد کی بنی ہوئی ہے۔

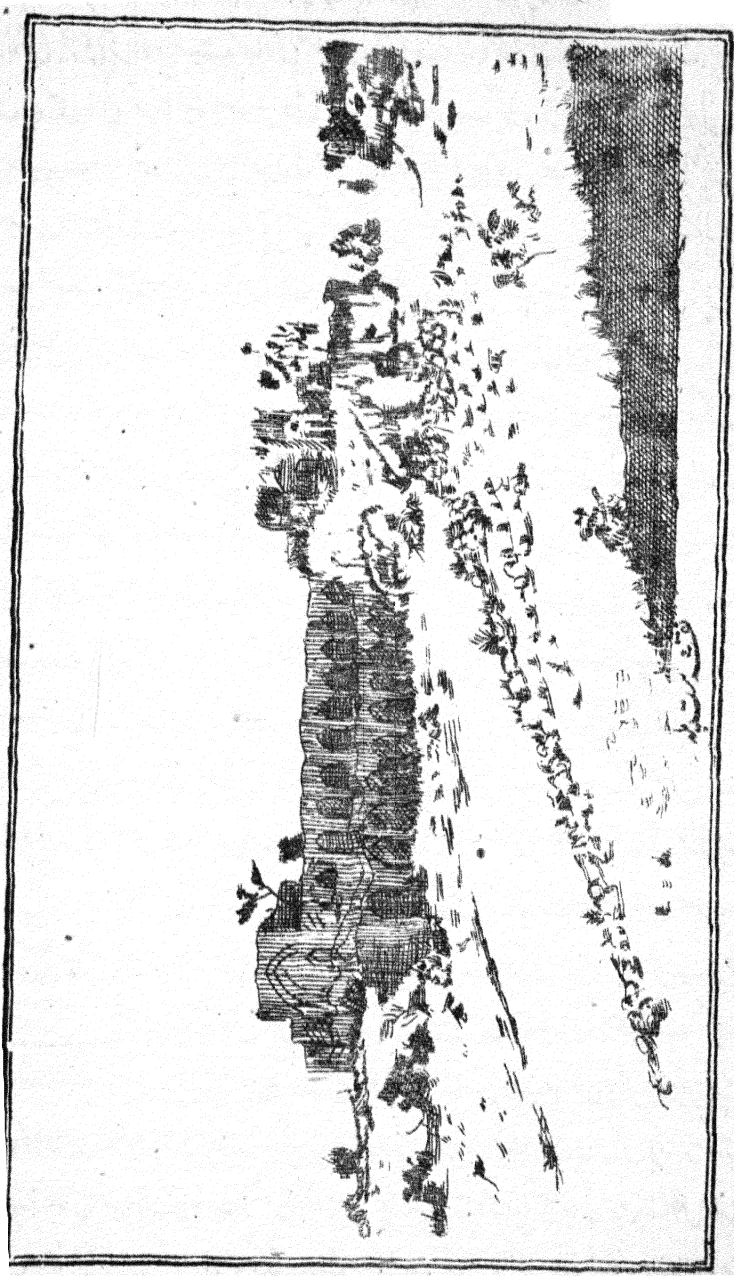
بھوتلا گنبد حضرت روشن چراغ دہلی کی درگاہ کے شمال میں نالے کے اُس کنارے پر ایک گنبد بارہ در کا سنگ سرخ کا چاروں طرف سے کھلا ہوا ہے۔

یہ برج نیز برج بر کسی اس کی تین فیٹ ہے۔ گردن فیصل غلہ خستہ احاطہ ۱۰۰ × ۱۰۰ ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور احاطہ ہر دنی بھی تھا جو گر گیا۔ اند دنی احاطے میں بجانب مغرب ساٹھ فیٹ لمبی اور ۱۰-۱۱ اونچائی کنگورے دار دیوار کھڑی ہے جو ایک ضلع اند دنی احاطے کے عرض کا ہے جو فنائی مسجد کی دیوار معلوم ہوتی ہے کہ اس کے پیچھے پشتی بان بھی گئے ہوئے ہیں اور طاق طاق بلوچانچوں کے بنے ہوئے ہیں۔ گنبد کے اندر دو قبروں کی اوپر کی سلین کھڑی پڑی ہیں ایک سیدی ہے دوسری اونھی۔ ایک کے

ادھر کی طرف اللہ اللہ اور ادھر ہی جہنم کے طور پر آیتہ الکرسی منقوش ہے۔ دوسری
 اوندھی پڑی ہے اور بہت بھاری سل ہے اٹھائے نہ اٹھ سکی مگر یہ وہ اسی کے جوڑ کی اور
 اس پر بھی اسی قسم کا کتبہ معلوم دیتا ہے۔ قبری جگہ اب گڑھا ہے۔ خوب دل کھول کر گہرا کھودو
 ہے۔ قبر کے ساتھ فرش بھی کھود ڈالا ہے کیونکہ کا صحن پختہ تھا وہ بھی اکھڑ بکھڑ گیا۔ کیونکہ
 کا صدر دروازہ شرق رویہ ہے اس کیونڈ میں متعدد قبور ہیں۔ اس گنبد کے دور دور
 تک کھنڈر پھیلے ہوئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گنبد کے گرد اور عمارتیں تھیں جو
 گر پڑ گئیں۔ یہ گنبد بھوتلا گنبد اس وجہ سے مشہور ہے کہ اس دیرانے میں بس یہی ایک
 عمارت رہ گئی ہے۔ یہاں کا بھیانک سا ایسا ہے کہ بھوتلا گنبد کہنا کچھ بیجا نہیں۔ لوگ کہتے
 ہیں کہ یہ مقبرہ جلال الدین خلجی کا ہے۔ لیکن اس کی کوئی سند نہیں۔ خود جلال الدین خلجی کا
 مزار بے ٹھور ٹھکانے ہے کہ آج تک اس کا مقام متحقق نہیں ہوا۔ ایسے بڑے نامی
 گرامی اولوالعزم بادشاہ کا مزار یوں معرض گنما می تو دے بر مال ماو شا۔ اسی
 گنبد کے پاس بجانب مغرب قلعہ سیری کا گھوٹس ہے جس کی شکستہ فیصلوں اور بڑوں
 کا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے اور یہ سارے کا سارا خطہ تباہی اور ویرانی کا ایک وحشت خیز
 منظر ہے۔ جہاں یہ گنبد ہے وہاں سے شرق کی طرف کوئی ایک میل کے فاصلے سے
 دمر پور کی بستی ہے۔ اس گنبد کے شمال میں اور ایک شکستہ چار دیواری میں بھی پرانی پولنی قبریں ہیں
 غرواں کہ مائیں ازوے بجائے چل و مسجد چاہ وہاں سرائے
 ست پلہ موضع ٹھڑکی کی سرحدیں ہے۔ درگاہ روشن چراغ دہلی کے قریب
 یہ پل محمد عادل تعلق شاہ نے بنایا۔ یہ درحقیقت ایک قسم کا

ست پلہ
 ۱۳۶۶ھ

۱۳۶۶ھ میں فوت ہوئے کو محمد تعلق شاہ ہی کا بنایا ہوا لکھا ہے مگر ایڈیشن ۱۳۶۶ھ میں
 اس کا بانی فیروز شاہ کو بتلایا ہے حالانکہ انگریزی کتابوں میں بھی روایت اول ہی لی گئی ہے۔ اگر ست پلے کو
 فیروز شاہ کی تعمیر خیال کیا جائے تو اس کا قصیدوں پر کفیر و زشاہ کا بیانیہ خاں جو بہت عقل مند اور نہایت
 لائق تھا ۱۳۶۶ھ میں مر گیا۔ بادشاہ کو اس کے مرنے سے اتنا غم ہوا کہ اپنے بیٹے کو مرنے سے بتر جانا شاہ
 بادشاہ کو گدائی سے کمتر سمجھتا کسی کام میں اس کا دل نہ لگتا اور سلطنت کے انتظام میں غفل پڑتا۔ اس پر لڑنے
 بہت سمجھا یا مگر اس غم کے بھلائے کو یہ بند بنایا۔ بہت اچھا وسیع محل بنا جس کا ایک کونہ کوئی کوس کے فاصلے
 پر دوہین گھنٹیں ہوا۔ اس میں طرح طرح کے درخت لگا کر شکار گاہ بنائی۔ ان میں کی (فیوض مرقعہ آئینہ)



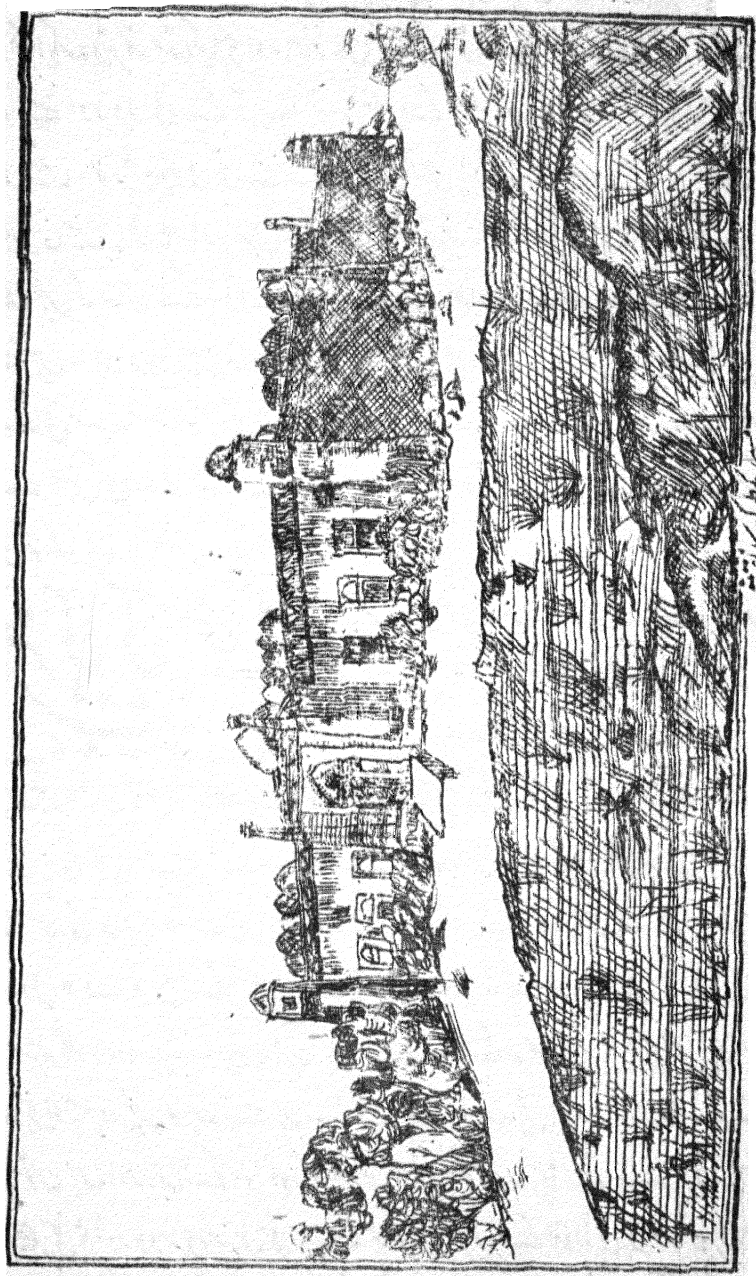
بند پر جس سے در در کے پانی کو روک کر نہالے کے بیچ میں یہ پل سات در کا نہایت پختہ اور مضبوط تھا ادنیٰ باندھ دیا ہی اور اسی وجہ سے سب سے مشہور ہے۔ درمیانی تین در گیارہ گیارہ فیٹ اور باقی نو فیٹ عرض ہیں۔ پل کی لمبائی ۲۵۵ فٹ ہے۔ پل کے اوپر بھی مکان دروازے ملائیں جو ۲۵ فٹ چوڑے ہیں تو پل کی پوری لمبائی ۲۵۵ فٹ ہوگی۔ پل کے اوپر بھی مکان بنے ہوئے ہیں اور دروازے بہت خوش نمائند ہیں۔ ان برج دار دروازوں کی وضع انگریزوں کے عہد کی سی ہے جو نہتے لمبے اور بیس فیٹ سے کچھ فراہی زیادہ اونچے ہیں۔ ان برجوں میں ایک ایک ہشت پہلو کمرہ ہے اور ان کمروں کے بیچ میں ایک ایک طاق بھی بنا ہوا ہے۔ مشرقی محراب جس کے بیچ میں ایک دروازہ ہے سات فیٹ چوڑی اور چار دروازہ سولہ فیٹ چوڑا ہے۔ اور اس میں بھی طاق بنے ہوئے ہیں۔ پل کے دونوں دروازوں کے سامنے ایک ایک چپوترے ۲۵ فٹ مربع پل کی سطح کے برابر ہے مگر سطح زمین سے ۲۵ فٹ اونچا ہے دو دروازوں کے ایک ایک محراب بھی ہے جو چودہ فیٹ اونچا اور گیارہ فیٹ چوڑی ہے۔ پل کے دونوں طرف سطح زمین کے برابر دونوں طرف کھلی ممبرا ہیں جن میں اوپر چڑھنے کا زینہ ہے۔ بعض بعض جگہ سے دیوار گر پڑی تھی تو سرکاری طرف سے کچا بند باندھ دیا گیا تھا اور دروازوں کو بند کر کے پانی روک دیا۔ تمام کھیتیاں اسی پانی سے سیراب ہوتی ہیں اور زمینداروں کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اس مقام پر حضرت روشن چراغ دہلی کے خادموں نے اپنی کمائی کا عجب ڈھنگ نکالا ہے۔ کہتے ہیں کہ جس جگہ اس بند کے در ہیں اس مقام پر ایک دفعہ حضرت روشن چراغ دہلی تشریف لائے تھے اور عصر کی نماز کا وقت تنگ ہوتا اور پانی نہیں ملتا تھا۔ آپ نے اس مقام پر زمین کو گرید فوراً پانی نکل آیا جس سے آپ نے وضو کیا اور یہ دعا دی کہ جو کوئی اس پانی سے نہالے گا وہ تمام بیماریوں سے شفا پائے گا اور اس بات کو کرامات ٹھہرا کر ان دروازوں کے آگے ایک چھوٹی سی کوسیاں کہ جس کا پانی شرمایا بھی پاک نہیں کھو رہی ہے اور بے نذر بھیٹ لیے اس کا پانی کسی کو نہیں (مگر نوٹ صفحہ گزشتہ) ایک دیوار یہ ہے۔ اس دیوار کے بیچوں بیچ ایک بہت بڑا مال ہے کہ قطب صاحب کی امرتجوں اور تمام نالوں کا پانی مل کر اس نالے میں بہتا ہے۔ اس واسطے اس دیوار کے بیچ میں نالے کے بننے کو پل کے طور پر دربنادے ہیں۔ ۱۲

دیتے۔ یہ بات اقل تو کسی روایت سے ثابت نہیں اور اگر ایسا ہوا بھی ہو تو شک
نامے میں فدا سا کھودنے سے بالعموم پانی نکل آتا ہے۔ غرض مسلمانوں نے بھی اس
جگہ کو ایک تیرتھ مقرر کیا ہے اور بیماروں کو اس پانی سے نہلاتے ہیں۔ کانک داکٹروں
کے پینے اور دیوالی کے قریب اتوار سنگل کے دن اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ جس کا کچھ
بیان نہیں۔ عورتیں بچوں کو لے لے کر آتیں اور اس پانی سے نہلاتی ہیں اور چھوٹی چھوٹی
ٹھیلیوں میں پانی بھر اور سرس کے پتے رکھ تبرک لے جاتی ہیں۔ اور لوگ یہ اعتقاد
رکھتے ہیں کہ یہاں کے پانی سے آسیب۔ جن۔ جادو اور بھوت پریت سے محفوظ
رہتے ہیں۔ ان دنوں میں خادموں کی بن آتی ہے چھٹکے سے کم پانی کی ٹھیلیاں دیتے
اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو شرک و کفر سے بچائے اور اعتقاد فاسد سے نجات
دے۔ جس کسی نے اللہ کے سوا دوسرے کو پوجا اس نے اپنے ہاتھ سے اپنے
دین کو کھوایا۔

ست پلے کے پاس قدیم زمانے میں ایک گاؤں ہے
جو کھڑکی کہلاتا ہے اس مقام پر خان جہاں فیروز شاہی۔
جب کہ یہ پل بنوایا تھا اس میں ایک مسجد بنوائی تھی

کھڑکی کی مسجد
۸۹
۸۸

جو ایک عظیم الشان قابل دید عمارت ہے اور ایک مقام مرتفع پر سیاہ رنگ کے پتھر سے بنی ہوئی
ہو جس پر گچ کا پلاستر ہے جو اب استبداد زمانے سے بالکل کالا پڑ گیا ہے اس تبدیل ہیئت کئی
لے مسجد کی ظاہری حالت میں اور عظمت اور وقار پیدا کر دیا ہے یہ عمارت چوکھٹلی اور
چاروں طرف مربع کے ضلعوں کے پیچ میں ایک ایک مربع بطور تاج کے نکلا ہے
سہ منزلہ گاؤں اور ایک ایک برج چاروں طرف تاج کے مربعوں پر ہے جو پچاس پچاس فیٹ
بلند ہے اور مسجد میں نو جگہ ملے ہوئے نو برج بنائے ہیں اور ہر برج کے تلے چار
چار ستون ہیں اور اس کے سوا اور بھی بہت سے ستون جا بجا لگے ہوئے ہیں۔ پہلی منزل
سب سے نیچی ہے اور دوسری منزل کی چھت مسجد کے فرش کے متوازی ہے اور تیسری منزل
اس چھت کے اوپر دار ہے۔ مسجد کے تین جڑے جڑے عالی شان دروازے تینوں طرف
میں پٹھانوں کی عمارات کے طرز کے بنے ہوئے ہیں جو مسجد کی دیوار سے ۲۳ کے
فاصلے پر پورٹ اور پچھلے میں شمالی دروازے میں چھٹی کو اٹکے ہوئے ہیں۔ ہر دروازے



سیتی وینچستر

پہر ایک لداؤ کا گنبد جس کی چھت پر بھاری منڈیر ہو اور بیرونی کونوں پر آٹھ فٹ
 اونچی مناریں ہیں۔ مسجد کی مشرقی منبرنی اور جنوبی دیواروں میں کھڑکیاں ہیں جن میں سنگ
 سخن کی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ دروازے کے دونوں طرف اس قسم کی چھ چھ کھڑکیاں
 ہیں اور اسی قسم کی کھڑکیاں دروازے کے داہنی اور بائیں طرف کی دیواروں میں بھی
 ہیں۔ منبرنی دیوار کے وسط میں مسجد کی بڑی محراب ہو یہ جگہ شمال سے جنوب کو (۲۰)
 فٹ اور مشرق سے مغرب کو (۱۹) فٹ ہو اور اس دیوار میں کوئی کھڑکی نہیں ہو۔ یہ مسجد
 دو منزلہ ہو۔ حصہ اول (۵۱) فٹ بلند ہو جس میں پست اور گہرے حجرے ہیں اور دوسری
 منزل (۲۲) فٹ بلند ہو جس میں (۸۹) چھوٹے چھوٹے گنبد سادی وضع کے نہایت
 مستحکم بنے ہوئے ہیں۔ پہلی منزل کی دیوار کا آثار دیکھا ہو اور بالائی منزل کی دیوار
 کا آثار دیکھا ہو اور اس طرح جوں جوں بلندی ہوتی جاتی ہو آثار کم ہوتا جاتا ہو۔ چنانچہ اوپر پہنچ
 کر وہی فٹ کا آثار رہ گیا ہو یہ تمام عمارت سوائے شمال و مشرق رخ کے اب تک
 اچھی حالت میں ہو اس کو نے کی چھت گر گئی ہو۔ یہ نقصان مسجد کی عمارت کے نقص
 کی وجہ سے نہیں پہنچا بلکہ (۱۳۲) برس ہوئے آئے کہ مسجد کے اس حصے میں گاؤں
 والوں نے چارہ بھر رکھا تھا جسے کسی نے آگ لگا دی جس کی وجہ سے یہ حصہ
 منہدم ہو گیا جبکہ دیسا ہی پڑا ہو۔ یہ عمارت مال مسالے کے اعتبار سے بالکل
 کافی مسجد کی وضع قطع کی ہو اور اس کا طرز بھی مصری ہی ہو۔ کافی مسجد برج ملاکر (۴۴)
 لمبی ہو اور یہ مسجد برجوں سمیت طول میں (۲۱) ہو۔ کلاں مسجد کی شکل قائم الزو یا متوازی
 الاضلاع ہو اور یہ مربع کافی مسجد میں وسط عمارت میں ایک دالان ہو اور اس میں چار
 دالان ہیں۔ اس مسجد میں داخل ہوتے ہی ایک بہت بڑا وسیع ہال نظر آتا ہو جس کی بہت
 بڑی بھاری چھت علاوہ دیوار دوزستوں کے دوسرے ستونوں کی چودہ قطاروں کی
 ٹکی ہوئی ہو تمام مسجد میں سینکڑوں ستون ہیں کہ گنتی میں نہیں سکتے مسجد کے چار چوک تیس
 تیس فٹ مربع ہیں۔ مسجد کی پہلی منزل میں (۱۰۴) محراب دار حجرے ہیں جو نو فٹ
 مربع ہیں علاوہ اس کے نیچے بھی حجرے ہیں جو کل ملاکر تعداد میں (۱۱۲) ہیں جن میں سے اکثر
 کوڑے کرکٹ سے بھرے ہوئے ہیں اور بعض میں مٹی اٹ گئی ہو۔ قریب (۱۴۲)
 برس کے گزرے ہوں گے کہ محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں جو انقلاب عظیم ہوا اس

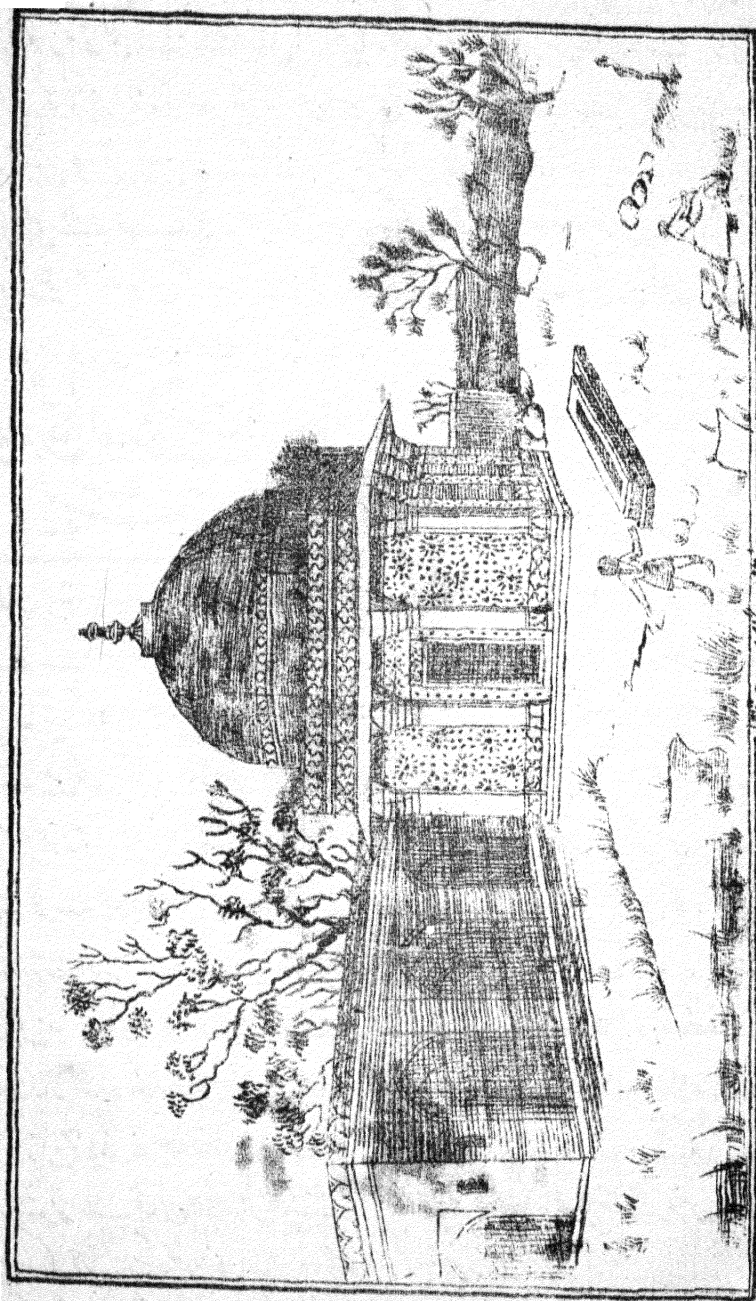
وقت موضع کھڑکی کے گجروں نے اسی مسجد میں پناہ لی تھی اور پھر دونوں اسی میں رہے۔ اور اپنی بود و باش کے لیے جا بجا در بند کر کے اپنے گھر بنا لیے۔ تو کلام ہوا کہ تکلم مقامی نے اسے خالی کر دیا۔ بہتر برس پہلے مٹر لے لے۔ رابر سن کے اس مسجد کو دیکھا تھا تو لکھا تھا کہ اس مسجد میں اٹھارہ گھر لے بستے ہیں جن میں بیالیس مرد اور بیالیس عورتیں مٹس لڑکے اور مٹس لڑکیاں جملہ (۱۳۴) نفوس کے علاوہ (۴۴) دوشیزاں بھی تھیں ہوئے ہیں۔ ان لوگوں میں سے صرف (۳۸) مسلمان تھے باقی سب ہندو تھے۔ افسوس کہ ہونے کو تو یہ اتنی بڑی مسجد مگر کتبہ کوئی بھی نہیں جس سے اس کی بنا کی صحیح تاریخ معلوم ہو سکے۔

درگاہ شیخ یوسف قتال
۹۰۳ھ
۹۰۴ھ

یہ درگاہ حضرت شیخ یوسف قتال کی کھڑکی کی مسجد کے پاس ہی حمرید میں قاضی جلال الدین لاہوری کے ۹۰۳ھ میں سلطان سکندر شاہ ابن سلطان بلہول لودھی کے عہد میں بنی ہوئی اور حضرت شیخ علاء الدین شیخ فرید شکر گنج کے انوار سے بنی ہوئی ہوئی اور گرد کی جالیاں سنگ سرخ کی ہیں اور گنبد چولنے کا ہے اور حاشیہ گنبد پر چینی کا کام بنا ہوا ہے اور ایک طرف کو چولنے پتھر کی مسجد ہے جس کے تالے میں کہ یہ گنبد اور مسجد بنی ہوگی بلکہ گنجی اور لطافت سے خالی نہ ہوگی لیکن اب پرانی ہو گئی ہے اور کوئی مرمت کرنے والا نہیں ہے۔ گنبد تو بہر حال اچھا ہے مگر مسجد بہت خراب خستہ ٹوٹ پھوٹ گئی ہے۔ کھڑکی کے رہنے والے زمیندار اس درگاہ کو بہت مانتے ہیں اور دایف اولیا صاحب کی درگاہ کہتے ہیں۔ درگاہ پر یہ کتبہ بحفظ عربی ہے۔

بنای این عمارت گنبد در عہد سلطان الاعظم ابوالمظفر سکندر شاہ سلطان خلد اللہ ملکہ و سلطانہ بلہ گنبد علاء الدین نور تاج بلہ شیخ قطب العالم شیخ فرید شکر گنج ماہ محرم سن۶۳۰ ثلث تسعمائے حضرت یوسف قتال کا وصال ۹۰۳ھ میں ہوا اور درگاہ بنی ہوئی ۹۰۳ھ میں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے حین حیات درگاہ بن گئی تھی۔

لال گنبد یعنی مقبرہ کبیر الدین اولیا
یہ عمارت سرسبز سنگ سرخ کی ہے جس میں جا بجا سنگ مرمر بھی بطور آرائش



شهر کاؤں کاؤں کاؤں

کے لگا یا گیا ہے۔ اس کی دیواریں بھی تعلق شاہ کے مقبرے کی طرح گاؤم ہیں۔ یہ گنبد حضرت شیخ یوسف قتال کی درگاہ کے پاس شمال مغرب کی طرف ہے۔ آپ شیخ مغر کے صاحب زادے اور اپنے والد ماجد کی طرح بڑے صاحب کرامت تھے۔ یہ مقبرہ عموماً لال گنبد کے نام سے مشہور ہے۔ اسی کے پاس چند تفرق کھڑے ہوئے پتھر کے ستونوں کو یکجا کر کے کھڑا کر دیا ہے جن کے اوپر ایک پتھر و صنگ دیا ہے وہاں ایک تخت الارض چوٹی سی کوٹھری تین فیٹ چوڑی ہے جو اب کوڑے کرکٹ سے اٹ گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ دن کو آپ اسی مختصر حجرے میں اور رات کو اوپر رہتے تھے یہیں ایک پرانا کنواں بھی ہے جس پر شامہ کندہ ہے۔ اس گنبد کے شمال اور مشرق میں سیری کی فصیلوں کے گھنڈر اور درخت ہیں جو اڑھو جانے سے صاف نظر نہیں آتے موضع شاہ پور جبٹ ہیں۔ روسن چراغ دہلی کے اعلاطے کے باہر جہاں پناہ کی نصیحت کا سلسلہ جایا سے گرا پڑا اب تک موجود ہے۔ عوام میں یہ گنبد بنجارے کے گنبد کے نام سے مشہور ہو گیا کہتے ہیں کہ کسی بنجارے نے اپنی خوش اعتقادی سے بنوا دیا تھا۔ اس گنبد کا پختہ بیوڑا بڑھ مرلج اور کم پل بند ہے۔ اصل مقبرہ ۱۵۴۸ء مرلج ہے جس کا قطر اندر سے ۲۹ ہے۔ اور سنگ خارا کی سلوں کا فرش ہے۔ دروازہ داخلی مشرق رویہ ہے دو طرف جالیاں ہیں۔ مغرب میں بند۔ اندر چار چار کی دو قطاروں میں آٹھ قبریں چوٹے بچی کی بہت بڑی بڑی بنی ہوئی ہیں۔ سوائے ایک قبر کے کہ اُس پر قتل ہوا اللہ کندہ ہے۔ اور کسی پر کوئی کتبہ نہیں ہے۔ گنبد پر کسی قسم کا کتبہ ہے اس گنبد کے متعلق ایک روایت مشہور ہے کہ کس اور کٹورا چرانے کو چور آئے تھے چنانچہ انہوں نے اوپر چڑھنے کو جو رکاب میں گاڑی تھیں ان میں کی ایک دو اب بھی باقی ہیں جب چور اوپر چڑھ گئے تو اندر سے ہو کر گرے چنانچہ ان کے خون کے دھبے مشرق کی جانب بدمصر رکاب گڑن ہوئی اب بھی توڑوں اور دیوار میں غور کر کے سے معلوم دیتے ہیں۔ واللہ اعلم اصل معاملہ کیا تھا۔

معروف کا مقبرہ لال گنبد کے پاس ہی بجانب مشرق یہ بہت پرانا گنبد ۱۲۹۸ء مرلج ہے۔ اندر اُپلے بھر کے چاروں طرف کے در چمن رہتے ہیں لہذا ہم کسی مزید کیفیت کے لکھنے سے مجبور ہیں لیکن اسے عبد الصمد کا مقبرہ

بتلائے ہیں۔ غرض جتنے سنہ آتی باتیں صحیح حال کچھ کھلتا نہیں بہر حال کسی صاحب کا بھی ہو جو صاحب اس میں آسودہ ہیں تھے وہ حضرت کبیر الدین اولیاء ہی کے ساتھیوں میں کے۔
دو محاط ہواڑیں اسی جگہ دو احاطے گھرے ہوئے ہیں۔ یہ احاطے بہت مضبوط اور مستحکم فصیل نما بنے ہوئے ہیں۔ وضع قطع مسجد کی ہر اند جا کر دیکھو تو مسجد کی طرح کی ایک دیوار کھینچ کر ایک بلند چبوترہ بنا کر اس پر صرف قبریں بنادی ہیں۔

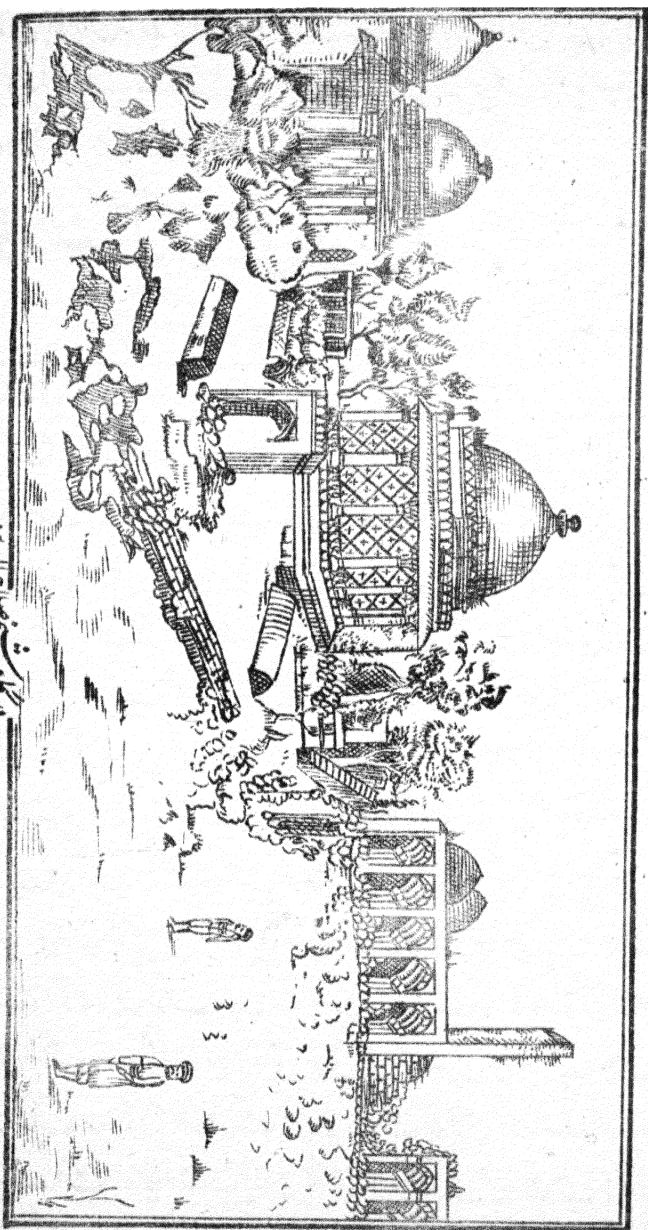
(۱) اس احاطے کا ایک چھوٹا سا معمولی دروازہ غرب رو ہے۔ یہ احاطہ ۳۵ مربع اور اچھی حالت پر قائم ہے۔ مغرب کی طرف مسجد نما ایک دیوار کھینچ کر اس میں تین دیوار دو دروازے بنادی ہیں جس کے سامنے ۲۶ مربع اور چار فیٹ بلند چبوترے پر تین پختہ قبریں بنی ہوئی ہیں۔ چھت پہلے ہی سے نہ تھی۔ ایسا ہی ایک اور چبوترہ ۳۴ مربع ۶ اونچا ہے جس پر نو پختہ قبریں بنی ہوئی ہیں جن میں سے صرف دو اچھی حالت میں ہیں باقی ٹوٹی بھوٹی ہیں۔ اس احاطے کی دیوار پر کنگورائیں ہر سادی ہے۔

(۲) یہ احاطہ پہلے احاطے سے بہت بڑا ہے اور احاطہ کی دیوار بھی کنگورے دار ہے جس کے چاروں کوکوں پر برج تھے۔ تین طرف کی دیواریں اور برج کر گئے صرف مغرب کی طرف کی دیوار اور ایک برج باقی ہے۔ گواہ اس میں زراعت ہوتی ہے تب بھی قدیم احاطے کا نشان باقی ہے ۲۴ مربع تھا اس احاطے میں اُسی طرح کا جیہا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں ایک پختہ چبوترہ ۳۵ مربع اور سات فیٹ اونچا ہے جس پر دو شکستہ اور ایک سالم قبر ہیں۔

یہ دونوں مجھے اُس زمانے کے امراء کی ہڈیاں معلوم دیتی ہیں۔ اب بھی بڑے بڑے لوگ اپنی ہڈیاؤں کی جگہ محصور کر لیتے ہیں جیسے کہ درگاہ حضرت خواجہ بانی باند اور حضرت سید حسن رسول نامیں موجود ہیں۔

دو برجی مسجد موضع شیخ سرا کے کی حدود میں یہ ایک بہت پرانی مسجد ہے جو کالو سرا کے اور بیگم پور کی مسجد کی وضع قطع کی ہے۔ جو اسی نواح میں فیروز شاہ کے عہد میں ۸۹۰ھ کی بنی ہوئی ہے۔ قوی قرینہ اس کا ہرچہ مسجد بھی آج دہائے کی تعمیر ہے۔ یہ مسجد دہرے والاؤں کی تھی۔ ہر دالان پر پانچ پانچ گنبد تھے

درگاه شیخ صالح الدین



اسی وجہ سے وہ برہی کہلاتی ہے۔ پچھلا اعلان مع برجوں کے گر گیا صرف اگلا اعلان اور پانچ بُرج کھڑے ہیں۔ مسجد کی بغلی میں ایک ایک حجرہ بھی واسنے بائیں تھا وہ بھی گر گئے مگر نشان باقی ہیں۔ مسجد کا طول و عرض بمطابق ۲۰۰ فٹ ہے۔ اب اس مسجد کی زہ تک زراعت ہوتی ہے۔ اطراف کے کھنڈ شہادت دیتے ہیں کہ مسجد کے گرد بستی اور مکانات تھے درجہ جنگل میں مسجد کا کیا کام ہے۔

درگاہ حضرت شیخ صلاح الدین

۱۳۰۳ھ
۱۳۰۳ھ

دنیا ہم نے سرائے فانی دیکھی

ہر چیز یہاں کی آنی جانی دیکھی

حضرت روشن چراغ دہلی کے پاس آپ

کی درگاہ ہے۔ آپ شیخ صدر الدین کے غلیبہ میں آپ کا انتقال دہلی میں ہوا اور موضع کھنڈ سے ایک میل کے اندر ہی اندر آپ کا مقبرہ ہے جو ۱۳۰۳ھ میں بنا۔ آپ بڑے مقدس اور ذی علم بزرگ تھے۔ آپ کے تقویٰ اور ورع کی شہرت دور دور تھی۔ آپ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کے ہم عصر تھے۔ اور یہ دلوں بزرگ پاس پاس ہی رہا کرتے تھے۔ آپ محمد شاہ تغلق کے عہد میں تھے۔ آپ کا فیض عام تھا اور خلائق کو پسند و نصائح ہی آپ کا کام تھا۔ اگرچہ آپ بادشاہ کو بعض اوقات سختی سے جواب دیتے تھے مگر پھر بھی بادشاہ آپ کے ارشادات کو بڑی کشادہ پیشانی سے سنتا تھا۔ یہ مقبرہ کھنڈ روڈ کے بیچ میں کھڑا ہے یعنی اضرائ کی عمارتیں سب گر چکی ہیں بس ایک یہ مقبرہ رہ گیا ہے۔ گنبد ۳۳ فٹ مربع چوڑے پر واقع ہے اور چوڑے کی کرسی چار فیٹ اونچی ہے۔ گنبد ۴۰ مربع اور ۲۵ فٹ بلند ہے چوڑے کا بنا ہوا ہے جس کے سارے روکار پر سنگ سرخ لگا ہوا ہے۔ گنبد کے بارہ در دس دس فیٹ بلند ہیں جن میں سنگ مرمر کی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ مشرق کی جانب بیچوں بیچ میں دروازہ ہے۔ قبر سنگ مرمر کی آٹھ فیٹ لمبی چار فیٹ چوڑی اور فٹ بھر اونچی ہے جس کے گرد ایک فٹ اونچا سنگ سرخ کا کٹھن ہے۔ گنبد کی چھت میں ایک اٹا پیالہ لٹک رہا ہے۔ یہ گنبد خاندان تغلق کے زمانے کے گنبدوں کی طرح کا ہے جو مین فیٹ اونچے اسطوانے پر ہے جن پر چار فیٹ اونچا تانبہ کا طبع کیا ہوا کلس ہے۔ گنبد کے ساتھ ایک مسجد بھی تھی جو اب بالکل کھنڈ ہو گئی ہے۔ مسجد کے علاوہ ایک کتب خانہ اور کتب

عمارتیں بھی تھیں جو سب کی سب گر گئیں۔ اس گنبد اور دو برجوں میں حضرت فرید شاکر گنج اور شیخ صلاح الدین کے خاندان کے لوگوں کی قبریں ہیں۔ سرسید مرحوم اس درگاہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ”حضرت صلاح الدین بڑے فقیروں میں سے تھے اور روشن چراغ دہلی کے پاس آپ کی درگاہ ہی کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ درگاہ کب بنی اور کس نے بنائی دیکوں کہ کوئی کتبہ نہیں ہے مگر اُس کی عمارت کی طرح اور ساخت فیروز شاہ کے عہد کی عمارت سے بہت ملتی ہے اور بے تامل کہا جاسکتا ہے کہ یہ فیروز شاہ کے وقت کی عمارت ہے۔ حضرت شیخ صلاح الدین کے مزار پر ایک گنبد ہے اور اُس کے چاروں طرف جالیاں لگی ہوئی ہیں اور اس کے پاس ایک چھوٹی سی مسجد ہے اور اس مسجد کے پاس ایک اور بڑی مسجد گنبد دار ہے کہ وہ اکثر جگہ سے گر پڑی ہے۔ اور پیش طاق بھی ٹوٹ گیا ہے مگر بعض حصہ در باقی ہیں اور حضرت شیخ صلاح الدین کے گنبد کے قریب شرق کی طرف ایک برج اور اُس میں بھی ایک قبر ہے مگر یہیں معلوم کہ وہ کس کی قبر ہے اور اسی کے پاس ایک مختصر دالان بنا ہوا ہے کہ اُس کو مجلس خانہ کہنا چاہیے۔ اس درگاہ پر کوئی میلہ یا عرس نہیں ہوتا۔“ ص ۸۰ صفحہ ۸۰

آپ کا عرس ہوا کرتا تھا وہ بھی ایک عرس سے موقوف ہے۔

میں نے کیا دیکھا اب تو جنگل میں کھیتوں کے بیج میں آپ کی درگاہ ہے اطراف میں کھیت ہی کھیت اور گری پڑی عمارتوں کے مہیب ڈھیریں کے۔ کچھ نظر نہیں آتا چنانچہ یہ میدان عرف میں بی بی کا جنگل کہلاتا ہے۔ درگاہ کے گرد ایک وسیع چمنہ احاطہ تھا جو جا بجا سے گر گیا۔ درگاہ کا کوئی چوڑا سہ مربع اور نہ اونچا ہوگا۔ اب دراصل کوئی چوڑا باقی نہیں ہے۔ گنبد کا چوڑا ہے جو سہ مربع اور دو فٹ اونچا ہے۔ درگاہ کے سامنے زیادہ تر قبریں ہیں وہ بہت پرانے طرز کی سنگ خارا کے ہیں اور بھتے نقویدوں کی ہیں جو بالکل سادہ طور پر چورس کرپے گئے ہیں ان میں کوئی نزاکت یا صنعت نہیں ہے درگاہ سے جنوب کی طرف دو پختہ برج ہیں ان میں بھی قبریں ہیں۔ ایک بڑی سنگین مسجد کا بھی باقی ماندہ حصہ بچہ پڑا ہے اور گنبد باقی ہیں اور دو تہہ کھنڈر ہی کھنڈر۔ چیلے گئے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ درگاہ کے اطراف دو دو رنگ عمارتوں کا سلسلہ تھا۔ مسجد سہ مربع سہ مربع ہے۔ مسجد کے تین گنبد باقی ہیں

اد پر چڑھنے کا زینہ بھی تھا جواب بہت مخدوش حالت میں ہر سجد کے تین درمیں یہ سجد
والان در دالان تھی آگے کا دالان مع گنبد دل کے گر گیا پچھلا حصہ جوں کا توں لکھڑا
ہر سجد کے متصل ایک عمارت تھی اس کا طرز یکساں رہا ہے کہ وہ مدرسہ رہا ہو گا جس میں
تین تین دروں کے دہرے دالان تھے چھت گنبد دار اور او کی تھی جس میں صرف ایک
در گرا ہوا اور پانچ در باقی ہیں۔ باقی اللہ خیر صلاح۔

درگاہ حضرت شیخ علاؤ الدین
۹۱۳ھ

شیخ سراے کی بستی سے باطل لگی
ہوئی آپ کی درگاہ ہر جس کا ایک بہت بڑا
وسیع اور بختہ تفصیل نما احاطہ ہے جس میں

متعدد قبریں ہیں اس احاطہ کے اندر آپ کی درگاہ کا نہایت عالی شان اور خوش نما
گنبد ہے اور علاوہ درگاہ کے اور کئی عمارتیں بھی اسی احاطے کے اندر ہیں۔ آپ کا گنبد ۲۸
مرتب ہے۔ گنبد کا داخلی دروازہ مغرب رو ہے۔ اندر دو دو قبروں کی تین قطاریں ہیں قبریں
چوٹے پچی کی ہیں اور گرد بارہ جالیاں لگی ہوئی ہیں جس قبر پر سیت کھرا چوٹے پچی کا ہر وہ
آپ کا مزار ہے باقی پانچ قبریں آپ کے اعتراف و اقرار ہوں گی سوروازہ پر بسم اللہ
اور کلمہ طیبہ کا طغری ہے۔ گنبد کی چھت پر سب سے اوپر آیت الکرسی ہے یہ پہلا مینڈ ہے
دوسرے ٹیکے میں بسم اللہ کے بعد ہوا اللہ الذی لا الہ الا ہو اللہ الشہادۃ آخر
سورہ حشر رکوع ۲۰ پارہ ۲۸۔ اور اسمائے حسنی ہیں تیسرے ٹیکے میں حضرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارک ہیں اور ہر جالی کے دو طرف نہایت نفیس منبر
ہیں۔ صدر دروازے کی پیشانی پر یہ کتبہ بخط نسخ ہے۔

بنائیں عمارت گنبد در عہد سلطان الاعظم ابو المظفر سکندر شاہ سلطان
خدا اللہ ملکہ و سلطنتہ بانی گنبد شیخ علاؤ الدین نور ناج
شیخ ہنسہ قطب العالم النبی فرید شکر گنج مکہ محمد سنۃ ثلث ہشتم و تسعاۃ
آپ حضرت شیخ فرید شکر گنج کے نواسے تھے۔ علاؤ الدین ابو دھنی کے نام سے
مشہور ہیں۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ نور الدین ابو دھنی ہے۔ تاریخ ولادت ۷۸۵
وفات ۸۴۵۔ صحن میں معمولی سنگ خارا کے چوکوں کا فرش ہے۔ صدر دروازہ
کی جالی کے ایک طرف یا علیا منظر العجاہب والغرائب اور دوسری طرف تاجہ و تاجا

فی البقاع کے مغرب میں۔ جنوب کی طرف لاجل ولاقوۃ الامام علیہ السلام کے مغرب میں اور مغرب میں فاللہ فیہ حافظا وھو ارحم الراحمین دَنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاَنْ تَغْفِرَ لَنَا وَتَرْحَمَنَا لَنْكُنَّ مِنْ الْخَاسِرِينَ رپارہ (۸) سے روہ اعلیٰ وکرتنا وکرتنا ما لا طاقۃ لنا بہ تا آخر سورۃ بقرہ۔ شمال میں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُولُہٗ۔ یا اللہ الموحّد فی کلّ حال درپہر کہ مشرق میں یاد ائمہ بلا فناء..... ولا مردالی۔ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔ یا اللہ اکلہ لکرت جلالہ ربنا انزل علینا ما یرزقنا من السماء لکنک عبید ابراہیم وکنا داخر کا مانت خیر الترابین۔ پارہ (۷) رکوع (۵) سورۃ مائدہ۔ وغیرہ چاروں طرف مغرب ہی طرف ہے۔

چوتھی ۴۴ مربع۔ آٹھ جاہیاں تین دروازے چوتھا مغرب کی طرف کا بند۔ اندر تین قبریں بختہ۔

ہشت درہ برج کھلا ہوا اس میں دو قبریں بختہ ہیں۔

مدرسہ درگاہ کے شمال میں مسجد کے شکل کی تین در کی ایک وسیع عمارت ۱۱۰۰ مربع اس کے پیچ کے در کی پیشانی پر یہ کتبہ

بہ خط نسخ ہے۔

بنی هذا المدرسة باسم قطب العالم شیخ فرید شکر گنج فی زمان السلطان الاعظم نصیر الدین محمد ہایون بادشاہ سلطان غازی دکان پانیہ نور علی شیخ سنۃ احمک واربعمین وتسعمائۃ اس مدرسے کی اصلی عمارت تین ہی دروں کی تھی بعد میں دو در اور داہنی طرف بڑھا گئے۔ صحن مدرسہ جو عقب درگاہ پر اس میں ابھی سنگ رخام کی سلین بھی ہوئی ہیں۔ مدرسے کے داہنی طرف تین در کا ایک دالان ہے جس کے آگے

ایک پرانی مسجد کا برآمدہ گر گیا۔ یہ مدرسہ بھی غالباً مدرسہ ہی کے متعلق تھی یا کوئی جدا گانہ قطع رہا ہو تو بھی عجیب نہیں۔

درگاہ سے تھوڑی دور بجانب غرب ایک شکستہ مسجد ہے جس کا چوترا نمبر ۳۶۰ اور ۱۰۰ پانچویں۔ اس کی صرف دو محرابیں کھڑی ہیں۔ یہ بھی موضع شیخ سرے کی حدود میں ہے۔

بارہ کھمبا

ایک نہایت خوش بنام سنگ مرخ کا ہشت پہل بارہ دروں کا گنبد ہے جو بمربع ہے۔ اطراف وسیع اور پختہ احاطہ ہے۔ اندر ایک قبر بھی ہے بارہ کھمبا کہلاتا ہے شیخ سرا کے ایک ستم شخص نے شیخ فرخ کا گنبد بتلایا جو شیخ علاؤ الدین و شیخ صلاح الدین کے خاندان کے کوئی بزرگ تھے زیادہ حال کچھ معلوم نہیں۔ اس گنبد کے اطراف کھیت ہی کھیت ہیں۔ جو لوگ کھیتوں میں تھے وہ شیخ متھے والا پیر کا گنبد کہتے ہیں۔ اصل میں کسی بزرگ کا مدفن ہے پر وہ خفا میں ہے۔ کوئی کتبہ نہ گنبد پر ہے نہ قبر پر پھر پتہ چلے تو کیسے ہے۔

اکیس دری۔ کالا گنبد اور حمام

۱۱) بارہ دری کی عالی شان اور بہت پختہ لداؤ کی عمارت پٹھانوں کے زمانے کی معلوم دیتی ہے جس کا طول و عرض ۶۰ x ۴۰ ہے اندر تو گنبد ہی گنبد ہیں مگر اوپر چھت پاٹ ہے۔ ستون سنگ رخام کے ہیں۔ فرش اب باقی نہیں رہا کچھ زمین ہے۔ یہ عمارت تہرے دلائلوں کی ہے۔ سات در لبان میں ہیں اور تین چوٹان میں اس طرح ۴ x ۳ = ۲۱ دری کی عمارت ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اکیس دری مشہور ہے۔

۱۲) اسی کے پاس ایک پختہ وسیع اور فضیل نما شکستہ احاطے کے اندر ایک مرتفع گنبد ہے جو ۴۰ مربع ہے گنبد کے چار دروازے چار طرف ہیں کسی جاٹ کے قبضے میں ہے اُس نے اندر بھس بھر کر چاروں درجے دیئے ہیں۔ جب اندر کسی کا دخل نہ ہو تو حال کیا معلوم ہو کہ کوئی قبر بھی ہے یا نہیں۔ کالا گنبد اس وجہ سے مشہور ہے کہ امتداد زمانے سے دہلی کی کالی مسجد کی طرح باہر سے کالا ہی کالا نظر آتا ہے۔

۱۳) اس گنبد کے پاس ہی ایک پُرانی لداؤی عمارت ہے جو حمام کے نام سے مشہور ہے یہ عمارت سہ گبی اور نو گنبدوں کی مسمم مربع ہے۔ عمارت کہیں سے گری پڑی نہیں چون کی توں کھڑی ہے۔ فرش خام ہے۔ اندر جانور باندھ باندھ کر ایسا غلیظ کر دیا ہے کہ پاؤں دھونا بھی مشکل ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس موقع پر حمام کیسا؟ قیاس چاہتا ہے کہ اس کے گرد جو اب کھیت دکھائی دیتے ہیں۔ ان میں کوئی محل رہا ہو گا۔ جس کے متعلق یہ حمام تھا اور بارہ دری بھی اسی محل کا ایک جزو ہوگی۔

لنگر خاں کا مقبرہ

۹۰۰
۶۱۳۹۲

یہ مقبرہ موضع زمر دپورہ کے پورے کے سوائے
میں واقع ہے اور یہ دونوں سوائے کے
ہوئے ہیں۔ اسے پورہ داخل آجادی اس پاس

کے گاؤں کے زمیندار اس گاؤں کی زمین کی کاشت کرتے ہیں اس مقبرے کو لنگر خاں
نامی سکندر لودھی کے عہد کے ایک بڑے امیر نے پہنچانہ میں تعمیر کرایا تھا۔
اس مقبرے میں سوائے اس کے کہ بڑی بھاری۔ نہایت مستحکم اور عالی شان عمارت
ہی اور کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ یہ گنبد آٹھ فٹ اونچے اور ستر فٹ مربع چبوترے
کے مغرب جانب بنا ہوا ہے۔ گنبد (دشہ) مربع اور (دشہ) بلند ہے جس کے چاروں
پر چار برجی دارچمبرے (دشہ) مربع اور (دشہ) اونچے تھے۔ شمال و مغرب کے کونوں کا
چمچہ توڑ گیا جس کا نشان اب بھی معلوم دیتا ہے اور شمال مشرق کی طرف کے چمچے
کی برجی لگ گئی۔ ان چمچوں میں قبریں تھیں۔ چنانچہ شمال و مشرق کے چمچے میں اب بھی
ایک قبر موجود ہے۔ جس گنبد میں لنگر خاں کی قبر ہے وہ سطح زمین سے چھت تک (دشہ)
بلند ہے اور چھت سے گنبد کی چوٹی تک اور (دشہ) کی بلندی ہے اس میں تین طرف تین
دروازے ہیں۔ مغربی دیوار میں تین دیوار دوز صرا ہیں بشکل ایک مسجد کے ہیں۔ اس
چمچے میں تین قبریں ہیں جن میں سب سے بڑی مغربی دیوار سے لگی ہوئی لنگر خاں
کی قبر ہے جو چوٹے لگی کی سوا لمبی۔ (دشہ) چوڑی اور (دشہ) اونچی ہے۔ مسجد کے وسط میں ایک
کھلا ہوا مستطیل مقام (دشہ) مربع ہے جس کے بارہ ستون ہیں اور اس پر ایک برجی بھی
ہے جس سے چھت تک اس کا ارتفاع (دشہ) ہے اور چھت سے گنبد کی چوٹی تک اور
(دشہ) کی اونچائی ہے۔ گنبد اور اس کی ملحقہ عمارت سب پختہ چھتوں لگی کی ٹیٹا جن کی دیوار
کے باہر دار استر کاری ہے۔ بلحاظ صناعتی کے دیواروں کے زمانے کی عمارت کا یہ
کوئی بہت عمدہ نمونہ نہیں ہے۔

موضع زمر دپورہ موجودہ شہر دہلی کے جنوب میں چھ
میل کے فاصلے پر ہے یہ گاؤں پٹھانوں کے وقت
سے آباد ہے اگلے زمانے میں اس گاؤں کو کھن سرٹے

پنج برجی زمر دپورہ

۸۵۴
۶۱۳۸۸

کہا کرتے تھے پھر یہ گاؤں زمر دپور نامی کو جاگیر میں ملا جبکہ زمر دپور نام ہو گیا۔ اس

مقام پر پانچ برج چولے اور پتھر کے پختہ بنے ہوئے ہیں اور ان میں بہت سی قبریں ہیں۔ معلوم نہیں کہ یہ زمر و خان کون تھا اور یہ برج کس کے عہد میں بنے ہیں مگر ساخت عمارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ برج پٹھانوں کے عہد کے بنے ہوئے ہیں ان برجوں میں سے کسی پر کتبہ نہیں ہے کہ جس سے تاریخ بنا اور بنانے والے کا نام معلوم ہو سکے اس واسطے ہمزاس کے نہیں کہا جاسکتا کہ پٹھانوں کے وقت کی یہ عمارت ہے اور جتنی مدت پٹھانوں کی سلطنت کو ہوئی۔ اتنی ہی مدت ان برجوں کے بننے کو بھی ہوئی۔ یہ زمر و خان کی بڑاڑ بھی ہے اور اس خاندان کے باج نام اور مشاہیر یہاں مدفون ہیں اور اسی وجہ سے پانچ برج کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مقابلہ سارے کے سارے لوہیوں کے بنوائے ہوئے ہیں اور سرسید کی تحریر قرین قیاس ہے کہ سکندر لودی کے زمانہ سلطنت میں ^{۱۵۹۹}ء میں بنائے گئے ہیں۔ انھیں برجوں کے پاس اسی عہد کا ایک بہت بڑا کنواں ہے مگر اس میں پانی کئی چلو ہوگا گھنگی کے سبب یہ کنواں اندر سے پانی بوندہ اور بوسیدہ ہو گیا ہے کہ مرمت کے قابل بھی نہیں رہا۔ انھیں برجوں کے نیچے مینہ زمر و پور آباد ہے اور زمینداروں نے چند پیریاں ڈال رکھی ہیں۔

پہلا برج داخل ہوتے ہی ملتا ہے جو چالیس فٹ مربع احاطے میں ہے جس کی دیواریں گیارہ فٹ بلند ہیں۔ سامنے کے رخ پر ٹوٹی ہوئی سیڑھیاں چڑھ کے ایک پچانک میں سے گزر کر احاطے میں پونہ پچھتے ہیں۔ پچانک سے بلند اور منہ اعلیٰ جس میں خالص دروازہ چار فٹ چوڑا ہے۔ احاطے کی پچھلی دیوار گر کر زمین کے برابر ہو چکی ہے۔ مقبرہ ایک کھلا ہوا مربع مقام ہے جو دو فٹ بلند چوترے پر بنا ہوا ہے۔ گنبد بارہ پتھر کے۔ دونوں پر کھڑا ہے۔ سطح زمین سے گنبد کی بلندی ۱۵ ہے۔ چوہترے کے اطراف کنگورہ اور ایک پتھر کی چوڑی سنگنی ہے۔ گنبد پتھر اور چولے کا بنا ہوا ہے۔ گنبد کے اندر کی قبریں سب ٹوٹ چھوٹ کر نیست و نابود ہو گئی ہیں۔ احاطے کے کونے پر جو چاروں برجیاں تھیں وہ بھی گر گئیں

دوسرا برج یہ گنبد شش پہلو ہے۔ مربع اور سطح زمین سے ۱۵ بلند ایک احاطے کے اندر ہے۔ یہ گنبد فیصد کے کرسی کے چوترے پر بنا ہوا ہے۔ گنبد کا قطر ۱۵ ہے۔ گنبد کے چار ستون ہیں بلندی گنبد کی ۲۳ ہے۔ اس گنبد میں

بھی کوئی قبر باقی نہیں رہی۔

تیسرا برج یہ بھی ۱۹ فٹ مربع ہے جس کا گنبد بارہ سنگین ستونوں پر استادہ ہے۔ سطح زمین سے تا سقف ۳۱ اور گنبد کی بلندی تک ۳۳ کی اونچائی ہے۔ پتھر اور سچ کا بنا ہوا ہے۔ بیچ میں ایک قبر سنگ سرخ کی ۲ فٹ لمبی ۲ فٹ چوڑی اور چھ لچاؤ پیچی ہے۔

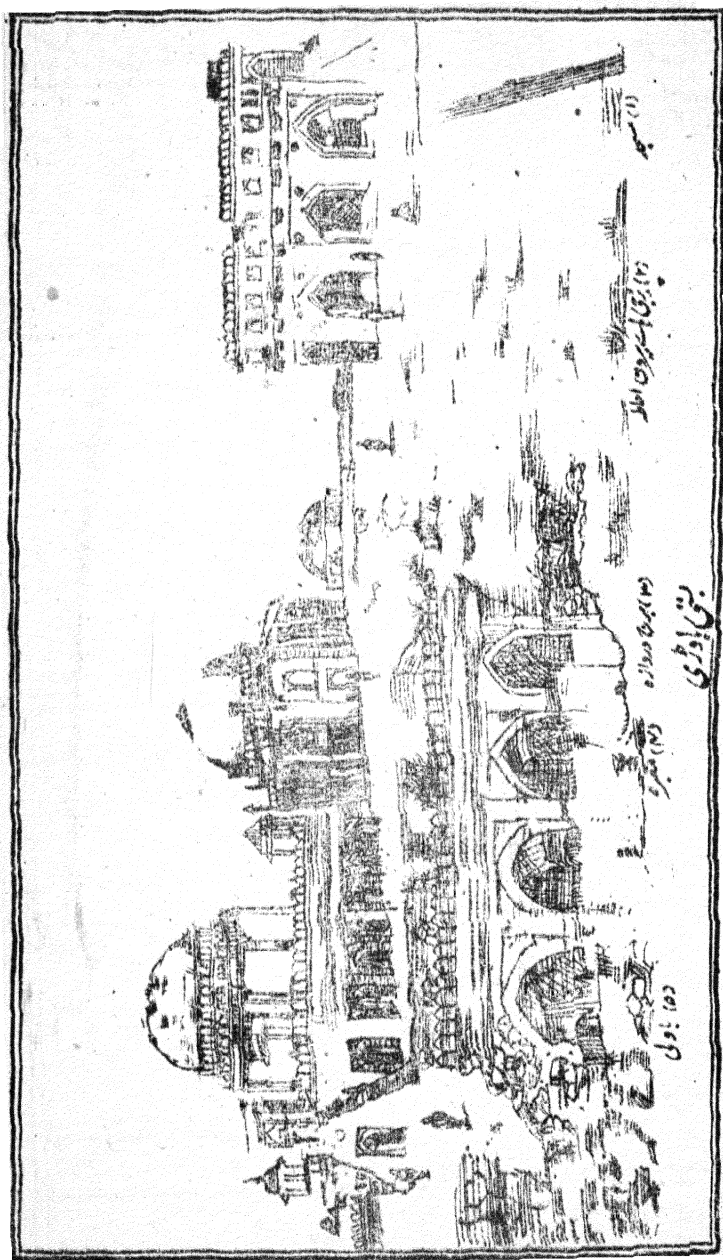
چوتھا برج ان برجوں میں یہ برج سب سے زیادہ شان دار اور پر رونق ہے جو ۲۸ مربع ہے۔ مگر چوڑائی نہیں ہے۔ گنبد کے اطراف کنگورہ چھت تک ۳۳ کی بلندی ہے اور چھت سے لے کر گنبد کی چوٹی تک ۳۸ اور۔ یہ بھی چوٹے پتھر کا ہے۔ گنبد کے تین دروازے اور بیس ستون پتھر کے ہیں۔ اس میں چھ قبریں ہیں جو نہیں معلوم ہوتا کہ کس کی ہیں۔ جنوب مغرب کی طرف سیڑھیاں بھی ہیں جن سے اوپر چڑھ سکتے ہیں۔

پانچواں برج یہ ایک محاط عمارت ہے جو بلحاظ تعمیر سب میں عمدہ اور حالت موجودہ کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہے۔ گنبد ۲۸ مربع ہے اور سات فٹ کے کرسی و اچھوترے پر بنا ہوا ہے سطح زمین سے چھت تک ۳۱ اور گنبد کی چوٹی تک ۳۳ کا ارتفاع اور ستراد ہے۔ گنبد پتھر اور سچ کا ہے۔ باقی عمارت پتھر کی ہے۔ شمال اور جنوب اور مشرق میں تین دروازے ہیں۔ چھت چوبیس سنگین ستونوں پر ٹکی ہوئی ہے۔ اس گنبد میں تین ساوی قبریں ہیں جن پر نہ نقش و نگار ہے نہ کوئی کتبہ۔

بستی خاں کی باولی۔ مسجد بستی خاں خواجہ سراسکندر لودھی کے زمانے میں ایک ذی شان اور با وقعت امیر تھا جس نے موضع نظام پور کی حدود میں بہت سی اراضی محاط کر کے ایک بہت بڑا

گنبد اور مسجد کا دروازہ مسجد نہایت کشادہ باولی اور اپنا مقبرہ ۸۹۲ھ میں بنوایا۔ اگلے زمانے میں باولی کو باوڑی یا بایں کہتے تھے پھر باوڑی کہنے لگے۔

۱۷۰۰ھ حضرت نظام الدین کی درگاہ سے جو حام رستہ دشن چرانہ دہلی کو جاتا ہے اسی پر اراحت مند خاں کا کٹری اس کے نیچے وارڈیل کی سڑک اور تین درکا آہنی پل ہے۔ سڑک کے پار یک ڈنڈی کا رستہ ہے (غیر فوجی اہلکار)



سجدہ کے پچھت کی دیوار ہر وہ ۴۳ بلندی جس میں دو کھڑکیاں ہیں اور پانچ دیوار دو ز
محرابیں۔ سجدہ کے محاذ میں ۴۳ چوڑائی چوتراہی جو بلندی میں ۲۷ ہے۔ سجدہ کے داہنے
بائیں جہاں اوپر چڑھنے کا زینہ ہے وہاں مٹیاں تھیں جو گر گئی ہیں مگر ان کے چوڑے۔ ابھی
باقی ہیں۔ سجدہ کے اندر رنگ آمیزی کا کام تھا جس میں کا ارب بہت کم نظر آتا ہے کیوں کہ کھیت
والوں نے مویشی باندھ باندھ کے ستیاناس کیا ہے اور پھر کھانا پکا پکا کر سجدہ کی ساری
دیواروں خصوصاً پیش حاق کو بالکل سیاہ کر دیا ہے۔ سجدہ کے اندر چونہ کاری سے قرآن شریف کی
آیتیں منبت لکھی ہوئی ہیں جو جابجا سے جھڑ گئی ہیں۔ پیش طاق پر پہلی سطریں یہ آیت ہے۔
پہلی سطر..... ہواللہ الذی لا الہ الاہو عالم الغیب والشہاد قالہ الاسماع احسنی.....

شروع کا اور آخر کا حصہ جھڑ گیا۔

دوسری سطر۔ قل یا ایہا الکافرون۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قل لہواللہ اور قل اعوذ
برب الفلق۔ مگر اس کا بھی کچھ حصہ جھڑ گیا ہے۔

گنبد کے گرد پہلے بیڈ پند اسماعی۔ چھوٹے مطلق میں آیت الکرسی۔ سجدہ کے ہر کونے پر جابجا
اللہ اللہ کھرا ہے۔ تینوں محرابوں پر دو طرفہ طغرے صبی اللہ کے ہیں۔

دروازہ پہلے تو ہم اسی کو بستی خاں کا مقبرہ سمجھے تھے کیوں کہ یہ سجدہ کا دروازہ نہیں معلوم
دیتا بلکہ ایک متقل گنبد معلوم دیتا ہے گو کہ اس میں کوئی قبر نہیں ہے۔ یہ صدر دروازہ

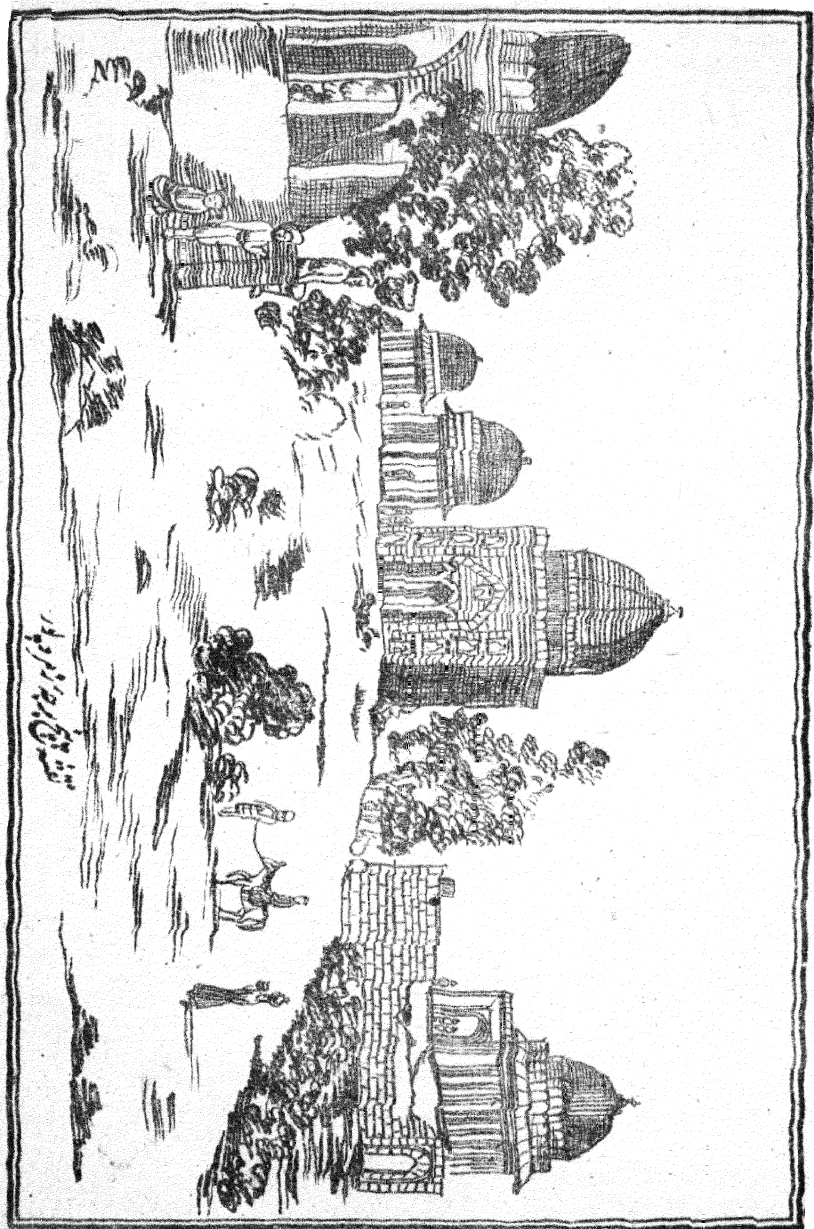
برج دار پتھر اور گچ کا ۴۳ مربع دس فیٹ بلند چوڑے پر ہے۔ چوڑے سے لے کر
چھت تک ۴۲ اور چھت سے گنبد کی چوٹی تک ۴۳ جملہ بلندی اس دروازے

کی (۴۳) ہے۔ اس دروازے کی دونوں جانب بلند دیوار دوزمحرابیں ہیں اور چاروں
طرف پتھر چوڑے اور ۹ پاؤں اونچے دروازے ہیں۔ گنبد کے زینے میں (۲۶) میٹر چھپا

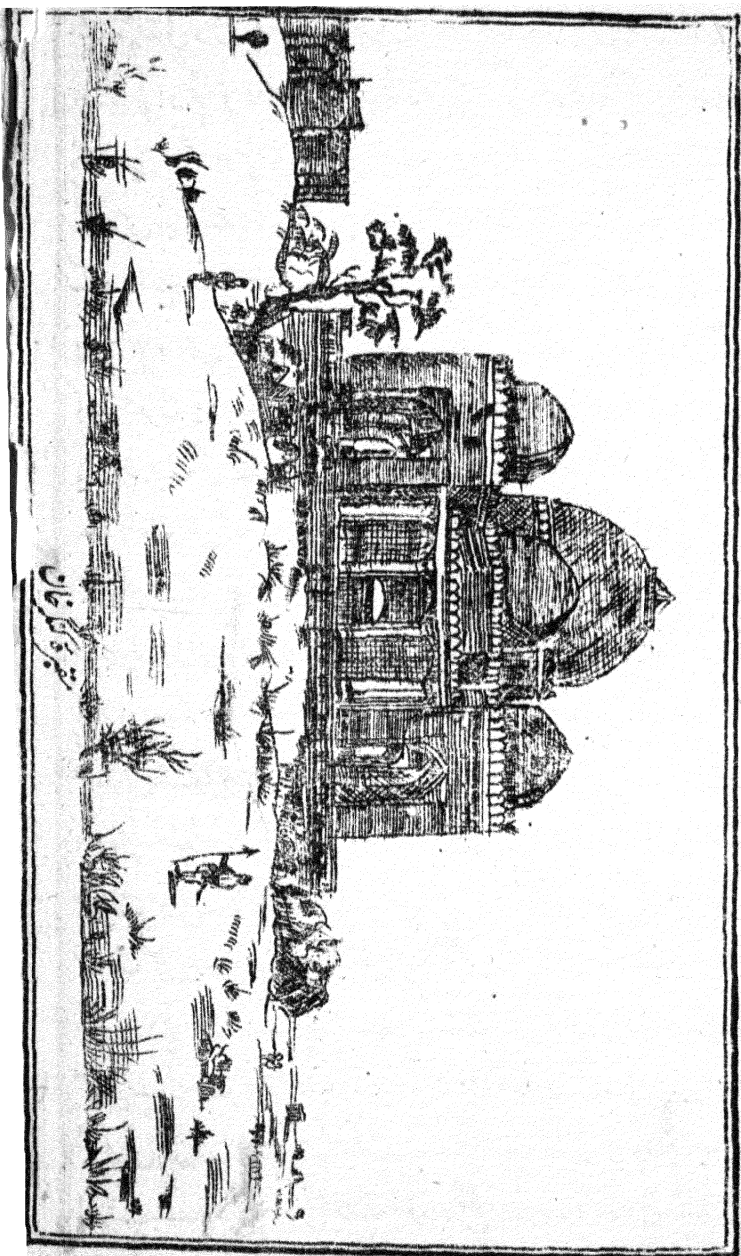
میں۔ فرش بالکل خام ہے۔ گنبد ہشت پہل ہے اور ہر محراب پر دو طرفہ صبی اللہ کے
طغرے ہیں۔ گنبد میں اندر رنگ کا کام تھا جو اب باقی نہیں رہا۔ دروازہ کی مغربی

جانب محراب میں ایک چھوٹی سی محراب دار کھر کی بطور نشین کے لگی ہوئی ہے دروازے
کا مغربی رد کار نقش و نگار سے آراستہ ہے جس میں جابجا سنگ سرخ لگا یا گیا ہے۔

چوڑے سے اجارے تک بھورا بھرا پتھر لگا ہوا ہے۔ اس گنبد کا کلس ٹوٹ
گیا ہے۔



مسجد جامع کابل



بستی خاں کا مقبرہ

اس دروازے سے چند گز کے فاصلہ سے بالکل سامنے مشرق کی طرف بستی خاں کا نہایت خوش قطع مقبرہ ایک چتر کی وضع کا چاروں طرف سے گھلا ہوا ہے اس برج کا پہلا چوتراہم مربع اور ۸ پٹا اونچا ہے دوسرا چوتراہم مربع ۱۲ مربع ۳ پٹا اونچا۔ تیسرا چوتراہم مربع چو گھنڈی کا ۲۰ مربع ۵ پٹا اونچا ہے۔ بلندی چتر کی ۱۵ پٹا ہے۔ یہ مقبرہ دفن لہ ہے پہلے ہم اوپر کی منزل کا حال لکھتے ہیں۔ یہ سرے پانک سنگ رخ کا بنا ہوا ہے جس کے ہر طرف تین تین درمیں اور اس طرح چاروں طرف کے بارہ درہوئے پنج کا درمہ چوڑا اور ۶ پٹا اونچا ہے اور بغلی کے دو درمہ چوڑے اور اونچان وہی ہے۔ اس چو گھنڈی کے پہلے چوتراہم مربع کے چاروں کونوں پر سنگ سرخ کی ۲۰ مربع برجیاں تھیں جن میں چار چار ستون پندرہ پندرہ فیٹ اونچے تھے تین طرف کی برجیاں تو گر گئیں اب صرف ایک مشرق کی باقی ہے۔ چو گھنڈی اوپر سے ہشت پہل ہے۔ اندر چوئے کا ایک ڈھیر رہ گیا ہے جسے قبر کا تونید سمجھنا چاہیے کیوں کہ اصل قبر نیچے کی منزل میں ہے۔ اس کا احاطہ کنگورے نما جس کا دروازہ مشرق کی طرف ہے جو ۵ پٹا چوڑا اور ۶ پٹا اونچا ہے اور اگر کنگورے کو شامل کریں تو اونچان ۳۳ اور بڑھ جائے گی اس کے باہر طرف بارہ سیڑھیوں کا زینہ ہے گنبد بھی سنگ سرخ کا تھا جس کی سلوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی ہے اور ان دراڑوں میں سے اس کثرت سے گھاس اگی ہے کہ گنبد خضر کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ ہم جب گئے تو برسات کا موسم تھا م کو حیرت ہوئی کہ یہ سبز محل کا گنبد کیسا بھر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ گھاس اس گنبد کی موت قبل از وقت کی نشانی ہے۔ حکام کی ذرا سی توجہ سے یہ گھاس نکالی جاسکتی ہے مگر کون ہے جو اس طرف توجہ کرے اور کے غرض پڑی ہے اور کے در وہی قبر کے گرد بھی ایک بستی چوتراہم مربع باقی نہیں رہا۔ گنبد کے چاروں طرف یا اللہ یا اللہ بیسوں جگہ ٹھہرا ہوا ہے اور گرد گنبد کے ایک چوڑا چھج ہے جو جا بجا سے گر گیا ہے۔ گنبد کے باہر چھج کے اوپر چاروں طرف سورہ فتح اور سورہ قدر پتھر کے تراشے ہوئے حروف سے لکھی ہوئی ہے۔ یہ حروف جا بجا سے جھڑ گئے ہیں۔ اس قبر کو عجیب طرح سے بنایا ہے پہلے تو بہت اونچا چوتراہم بنا کر اس میں در در کے نیچے کوٹھریاں ہی بنادی ہیں اور بیچ میں بستی خاں کی اصل قبر کا ۲۰ مربع چاروں طرف سے بند کر دیا اس کے آگے چوڑی غلام گوش دی ہے

جس کے ہر طرف پانچ پانچ درہیں اس طرح بست درہی ہوئی اور اسی طرح ہر طرف پانچ پانچ گنبد چھت کے اندر ہیں پس گنبد بھی بیس ہوئے اور بیچ میں اصل برج ہی اور اسی پر ادپر کا برج بنا ہوا ہے۔ نیچے کی منزل ۵۴ مربع ہر بارہ سیڑھیاں چڑھ کر ادپر جاؤ تو بستی خاں کی قبر کا چھتر ہی اس برج کے دروں میں کسی نسلے میں جالیاں لگی ہوئی تھیں۔ مگر اب جالیاں تو لوگ آگھاڑ کر لے گئے صرف ستون اور برج باقی رہ گیا ہے۔ برج کے ادپر کس تھا اس کو اٹھاڑنے میں شاید وقت پیش آئی جو اس بے دردی سے نکالا گیا ہے کہ چھت میں کیا بغاڑ پڑ گیا ہے۔ جس چوترے پر بستی خاں کی قبر ہی اُس پر بھی تین سیڑھیاں چڑھ کر جانا ہوتا ہے۔ یہ گنبد ادپر کے چوترے سے ۴۴ اور زمیں سے ۴۴ فٹ بلند ہے ان چاروں عمارتوں کے گرد ایک وسیع فصیل نما کنگورے دار احاطہ ۲۹۰ x ۱۹۰ فٹ ہے جس کی دیوار دس فیٹ بلند ہے۔ یہ مقام کسی زمانے میں بہت نفیس ہوگا۔ اب بھی ایک اچھی سیرگاہ ہے۔ ان مکانات پر کوئی کتبہ ایسا نہیں ہے جس سے تاریخ بنا معلوم ہو سکے اس سبب سے سوائے اس کے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ عمارت پٹھاؤں کے وقت کی بنی ہوئی ہے۔

ایک منہدم مسجد بستی بادلی سے جنوب مشرق کے کونے میں ایک بڑا شاندار وسیع اور پختہ فصیل نما کنگورے دار احاطہ ہے جس کے چاروں کونوں پر ایک ایک برجی تھی اب صرف شمال مغرب کے کونے کی برجی رہ گئی ہے وہ بھی ادھی گری ہوئی ہے باقی تینوں طرف کی بالکل منہدم ہو گئیں۔ مغرب دو میٹھی دار محراب میں سے چھت پر چڑھنے کا (۱۳) سیڑھیوں کا زینہ ہے اسی طرح جنوب مغرب کے کونے کی محراب میں بھی زینہ ہے۔ اس احاطے کے تین طرف ایک ایک بڑا عالی شان دروازہ تھا۔ جن میں کے دو شمال جنوب کے اب بھی موجود ہیں مشرق کی طرف کا گر گیا۔ احاطہ کی دیوار کے ہر کسٹن میں جو (۴۴) درتیں تین دیواروں کے دروازوں میں دیواروں کی بلندی دس فیٹ ہے جس کی چھت گر گئی صرف پختہ چوترے اور پٹھانے بائیں پاس کے کی دیواریں جن میں زینہ ہے اور پکی مٹی کے موجود ہیں۔ یہ احاطہ ۸۵ مربع ہے۔ دروازہ ۸۵ فٹ اونچا اور ۲۵ فٹ چوڑا ہے جس کے سامنے چھہ چھہ سیڑھیوں کا دو طرفہ زینہ ہے۔ چوترے کی کسی درت بلند ہے اسے شامل کر لیں تو دروازے کا ارتفاع ۱۸۰ فٹ ہو جائے گا۔ صحن مسجد جو تمام جھاڑیوں سے لایا بھرا ہوا ہے۔

کہ چلنا مشکل ہو جا بجا کچھ پختہ قبریں بھی ہیں نہ کوئی مینار باقی ہے نہ گنبد کیوں کہ مسجد کا دلائل
تو پہلے ہی گر چکا ہے۔ مسجد کے گرد عمارات منہدم مر کے کھنڈوں کے نشانات ہیں جن
سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد آبادی میں تھی اور اب بجائے آبادی کے کھیتوں کے بیچ
میں نظام پور کے حدود میں ہے۔

ایک چھوٹی سی مسجد بستی بادی کے مغرب میں مبارک پور کوٹلے کی حدود
میں ایک برج اور تین در کی ایک چھوٹی سی مسجد
ہے۔ اندر رنگ آمیزی کا کام تھا۔ صحن پہلے ہوگا۔ کھیتوں کی وجہ سے باقی نہیں رہا
طلب و عرض مسجد کا سنہ ۱۲۴۷ ہے۔

شیخ علی کی گمٹی اس مسجد کے مغرب میں کوئی پانچ سو قدم کے فاصلے پر
یہ مہشت پہلو چھوٹا سا برج ہے جس کے آٹھ درنگ سرخ
کے ہیں۔ اس کے اندر تین قبروں کے نشان ہیں مگر اب کوئی قبر نہیں رہی۔ یہ عمارت
تباہ و برباد ہے۔ دروازے اور پچھلے چوڑے میں۔ شیخ علی کی گمٹی مشہور ہے۔
دولت بیگ کا باغ ادبہ دالی گمٹی کے مشرق میں کھیت میں ایک پختہ
دیوار تھینا۔ بشمیلی اور دہلی ادبہ کھڑی ہے کہتے

ہیں کہ یہاں دولت خاں نامی کسی امیر کا باغ تھا۔ حدود دیکھنے سے ہزار فیٹ مربع
کا اندازہ معلوم ہوتا ہے۔ چوں کہ اب اس زمیں میں کھیت ہو گئے ہیں باغ رہا نہ چار
دیواری اب صرف ایک رخ کی دیوار باقی ہے اس کو بھی دیر سویر لوگ توڑ کر اپنے
مصرف میں لے آئیں گے اس احاطے کے بیچ میں ایک چھوٹے سے شکتہ
چبوترے پر ایک پختہ قبر باقی رہ گئی ہے قیاس چاہتا ہے کہ وہ صاحب باغ کی ہو۔

ایک مہشت پہل برجی ایک گڑے ہوئے چبوترے پر جو اب صرف
ایک ٹیلے کی شکل کا رہ گیا ہے۔ بستی خاں کے
گنبد کی پشت پر صرف پچھلے کا رستہ چھوڑ کر سنگ سرخ کی ایک بہت خوش قطع
بشت پہل برجی جس کے پچھلے میں چوڑے گچی کی ایک قبر اس کا ہر ضلع ۳ فٹ
چوڑا ہے اور یہی دروں کی چوڑائی بھی ہے اور اونچائی ۲ فٹ ہے۔ ستون سنگ سرخ
کے ہیں جس کی بیٹھکان اور اوپر کی پتھری الگ چوکون پتھر کی ہے اور بیچ میں ستون

کاسٹل ٹکڑا الگ۔ آٹھ ستونوں میں سے ایک گر پڑا، مگر پڑا یہیں ہی مشرق کی طرف کے ایک ستون کے گرد کلمہ طیبہ منقوش ہو باقی تین ستونوں پر چاروں طرف "الملک لله"۔ تین ستون سادے ہیں اور گرا ہوا ستون بھی سادہ ہی ہے۔

دو طرفہ عمارت کے کھنڈر بستی باؤلی اور اس برجی کے شمال میں پکڑی راستے کے دو طرفہ دور دور تک جا بجا

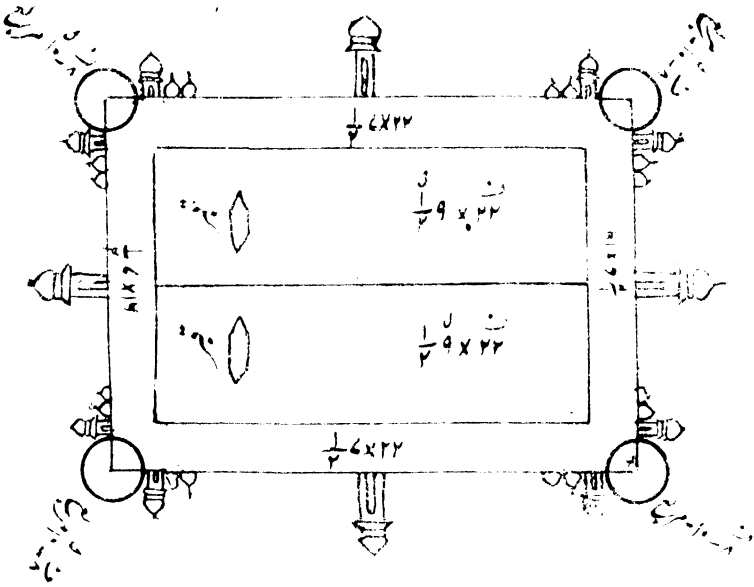
عمارتوں کے کھنڈر نظر آتے ہیں۔ کہیں کوئی ادنیٰ ٹیلہ ہی کہیں دیوار کا کوئی حصہ رہ گیا ہے کہیں کسی محراب کا ایک پاکھا ہی کھڑا ہے۔ داہنی طرف کی حالت بھی یہی ہے۔ اڈل تو بستی باؤلی کے آگے ایک بڑے وسیع پختہ احاطے کی دیوار چلی گئی ہے۔ جو اکثر جگہ سے گر گئی ہے اور بعض جگہ موجود بھی ہے پھر اس کے بعد اور ایک احاطہ اسی قسم کا شروع ہوتا ہے یہی سلسلہ حضرت نظام الدین رح کی درگاہ تک مسلسل چلا گیا ہے۔ کہیں چپہ بھرز میں خالی نہیں اور قبروں کا ٹوکچہ شمار ہی نہیں بہت سی سٹ مٹا گئیں اور بہت سی متفرق طور پر موجود بھی ہیں۔ جب اس سرزمین پر ساہا سال سے ہل پھر رہا ہے اور کھیت جوتے بونے جاتے ہیں تو اب کسی عمارت یا قبر کا نشان کیسے باقی رہ سکتا ہے؟ مزارعین کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے کھیت کو ان رکاوٹوں سے صاف کریں اور انھوں نے کبریٰ کیا اور جہان تک موقع ملتا ہے کرتے ہی جاتے ہیں۔ سنا کرتے ہیں کہ اگلے زمانے کے بادشاہ جب کسی سے ناراض ہوتے تھے تو ان کے ننہ نیچے کوٹھو میں پلوادیا کرتے تھے اور ان کے مکالوں کی جگہ گدھے کا ہل بھڑایا کرتے تھے یعنی بال بچوں سمیت مرواڈا لے تھے اور ان کے گھر چڑ بنیاد سے اکھڑا کر پھینک دیتے تھے اس طرح کہ نشان تک باقی نہ رہ جاتے۔ پس کسی عمارت کو معدوم کرنے کا سرچ الاصول نسخہ ہل کا پھر دینا ہے جواب بھی کثرت شائع ہے البتہ شان دوسری ہے۔ یعنی پہلا طریقہ مزارع تھا اور اب محض اقتضائے لیل دنہار ہے۔

بیوی باندی کا گنبد اسی رستے پر بائیں طرف بستی باؤلی کے شمال میں یہ مقبرہ ہے جس کا قبہ اندر سے بہت خوب صورت ہے اور اس قسم کا ہی جیسے کہ کابل ٹوپی ہوئی ہے۔ یہ گنبد بہت خستہ ہے سقبے میں چاروں طرف

ایسی بڑی بڑی گہری دراڑیں نیچے سے چوٹی تک پڑی ہیں کہ قبے کی چار پھانکیں ہوئی ہیں اندر جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ اندر سے ان دراڑوں میں سے روشنی نظر آتی ہے خدا جانے یہ حالت کب سے ہو اور کب سے اس طرح کھنڈا ہوا کھڑا ہو اور اب تک گرا کیوں نہیں۔ خیر آج نہ گرا تو کل گرے گا۔ رہے نام اللہ کا۔ نہ اندر فرش باقی رہا ہے نہ کوئی قبر۔ تین طرف در ہیں آٹھ اونچے دھڑے اور مغرب کی طرف صرف دیوار دوزخاں ہے۔ یہ گنبد ۸ مربع ہے۔ اس گنبد میں اندر کے رخ پر کمر کی وضع کی پھانکیں بنی ہوئی ہیں اور جہان دیوار ختم ہو کر گنبد شروع ہوتا ہے وہاں گنبد کے گرد ۱۷ طاق ہیں غرض ہے اپنی طرز میں نہالا اور بہت خوب صورت۔ یہ مقامی روایات سے یہ بیوی باندی کا گنبد کہلاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ایک محراب کا ٹھنڈ یہیں کھیت میں صرف محراب کا بہت اونچا ایک ٹھنڈا تھی بہت اونچی۔ خدا جانے وہ عمارت کیا تھی جس کا یہ باقی ماندہ حصہ ہے۔

ایک نفیس محل نام مقبرہ راستے کے داہنی طرف ایک محل دکھائی دیتا ہے جو بالکل کے پاس ہے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ اس میں ایک ہال اور چاروں طرف دالان اور کمرے ہیں اور اس میں ممبرے دالان اور گردہ کمرے ہیں۔ آپ ذرا نقشہ ملاحظہ فرمائیں تو خوب سمجھ میں آجائے گا۔ مگر ہم یہ نہ پوچھئے گا کہ یہ کس کا محل یا مقبرہ ہے۔ جس طرح آپ نادائق ہیں ہم بھی گم ہیں۔ پھر اندیشہ گم است کر رہی گنبد۔ کیوں کہ ایسی عمارتوں کو کسی سے منسوب کرنے کا کوئی ذریعہ ہی نہیں ہے۔ بعض عمارتوں کی نسبت تو لوگ آئینہ شائیں سنی سنائی روایات پر کسی نام سے منسوب کر دیتے ہیں جن کی کچھ تصدیق نہیں اور حافظہ اور روایات کی دست رس سے بھی زیادہ پرانی ہیں ان کا خدا ہی حافظ ہے وہ ما و شما کسی سے متعلق نہیں کی جاسکتیں اور اسی قبیل کی یہ عمارت بھی ہے۔ اس کی وضع قطع سے ہم نے کسی کا محل سمجھ اندر جا کر دیکھا تو ایک چھوٹا دودھ قہر میں موجود اور پھر کل میں لیٹا مان کے مفرے نے تصدیق کر دی کہ یہ محل نہیں ہو کسی صاحب کا مقبرہ ہے۔



چاروں طرف مشن کمرے ۸۔ ۱۰ مربع میں۔ گرد والان اور بیچ میں دو دالان ہر طرف
 واسطے بائیں دو چھوٹے دروازے اور بیچ کا بڑا دروازہ انہیں کے دو طرفہ طعنے
 ہیں جو جھڑ جھڑا گئے چنانچہ مغرب کی جانب بڑے دروازے کے پاکھوں پر
 اکلی علیہا فان کا طعنی بہ شکل پڑھا جا سکتا ہے۔ اندر دارچھت قبر دارلداؤ کی ہے چاروں
 طرف اور بیچ کے دالانوں میں تین تین گنبد ہیں جن میں کے دو ادھر ادھر کے
 چھوٹے اور بیچ کا قلم دان نما لمبوترے۔ زینے کی ۱۳ سیڑھیاں ہیں چھت ادھر سے
 سپاٹ برگر ادھر ایک چوڑا تر ۸ مربع اور ۱۲ اونچا بنا ہوا ہے مگر اس پر قبر کا تو فیذ نہیں
 ہے جیسا کہ بتا سائل میں ہے۔ مقبرے کی عمارت باہر سے ۸ مربع ہے۔ جس کے گرد
 ۸۷ x ۱۲ کا چوڑا تر ہے جو ۱۲ اونچا ہے۔ کل لمبندی عمارت کی ۱۲ ہے۔ مقبرے کے
 گرد احاطہ بھی تھا جو کھیتوں کے سبب سے باقی نہیں رہا۔ ہاں نشان اب بھی باقی ہے۔
 مقبرے کے اندر کثرت سے رنگ آمیزی کا کام تھا جو سب ماند پڑ گیا یا جھڑ گیا۔
 باہر بھی سر سے پاتاک رنگ کا کام جو باوجود امتداد زمانے کے جا بجا اب بھی نمایاں ہے۔
 مقبرہ بالا کے شمال میں رستے کے بائیں طرف ایک مقبرہ ہے۔
باجی والی گمٹی جسے مقامی لوگ اسی نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ بھی ایک

نئی طرز کا دہرا گنبد ہے۔ بیچ میں ایک پورا قبة ہے اور اودھر اودھر آدھے آدھے اس طرح :-



اند۔ ایک پختہ قبر ہے باہر سے یہ عمارت ۲۰ × ۲۰ ہے۔ مشرق کی طرف صرف ایک بڑا دروازہ ۱۰ × ۱۰ ہے۔ چاروں طرف شمال جنوب میں دو کھڑکیاں ہیں اور انہی کے درمیان چوڑی ہیں۔ کل عمارت کی بلندی ۱۰ ہے۔ گنبد کے اوپر ایک مشیت دہ برج بنا ہوا ہے جو ۱۰ × ۱۰ ہے۔ یہ ایک نیا طرز ہے اور سیرے خیال میں خوش نما بھی ہے۔ تخت پر جانے کی (۱۳) سیڑھیاں ہیں۔ چوکھٹیں نڈا۔ گرد ایک مختصر چوڑا تھا جواب باقی نہیں رہا۔ نہ کس ہی رہا۔ یہ ساری عمارت سنگ خارا اور چولے کی ہے۔

منگل والے سیر کا برج یہ نام بھی گاؤں والوں کا بنایا ہوا ہے۔ یہ ایک مشیت پہل گنبد ہے بہت شکستہ چوکھٹیں جو چار طرف تھیں نڈا رکس غایب۔ پلاستر انڈر سے سب جھڑ گیا۔ ۱۰ × ۱۰ مربع عمارت ہے چاروں طرف دروازے ۸ × ۸ ہیں۔ بلندی ۱۰۔ فرش نڈا۔ قبر بھی باقی نہیں۔ غرض بالکل خراب و خستہ حالت میں ہے۔ گرد و پیش کے کھیت والے دوپہر اس میں کاتے ہیں۔

ایک پختہ کنواں اور حمام اوپر والے برج سے آگے بڑھ کر ایک بڑا بھاری پکا کنواں ہے جس کے پاس چھ گنبد دار حجرے ہیں جن میں کے چار سالم ہیں اور دو ٹوٹ گئے۔ دیواروں کے کونوں میں مٹی کے نل لگے ہوئے ہیں اور کنوئیں میں بھی ایک وٹاٹ لگا کر نل لگایا ہے اور اسی نل سے اس مکان کے ہر کمرے میں پانی پہنچتا تھا۔ گو یہ عمارت جا بجا سے گر گئی ہے مگر لمبوں کی موجودگی اور اس کے پاس کونوں کے ہونے سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حمام تھا حمام کے قرب و جوار میں محل یا مکان کا ہونا ضرور ہے۔ کوئی محل میں حمام نہیں بنایا کرتا لیکن اب محل تو غایب ہیں نہ حمام رہ گیا اور وہ بھی ٹوٹا پھوٹا۔

بے چھت کی مسجد اب ہم حضرت نظام الدین اولیاء کی درگاہ کی طرف چلے جا رہے ہیں اور جوں جوں آگے بڑھتے جاتے ہیں ریل

کی سڑک پاس آتی جاتی ہے یہ ایک بہت چھوٹی سی بے چھت کی مسجد ہے۔ مگر جتنی چھوٹی ہو اتنی ہی خوب صورت بھی ہے۔ 5×4 - بلندی دیوار کی $\frac{1}{2}$ پچھیت کی دیوار میں صرف تین دیوار دوز طاق ہیں جن کے دو طرفہ طغڑے کلمہ اور یا فتاح کے ہیں۔ اندر دیواروں پر تمام رنگ آمیزی کا کام تھا۔ مستقل مسجد نہیں ہے بلکہ جس طرح بڑا ڈروں میں مغرب رویہ دیوار۔ اور دو پائے کھینچ کر مسجد بنا دیتے ہیں وہی ہے صحن تو کچھ ہی نہیں صرف چھہ فیٹ ہے اس کے سامنے تین درنگ سڑک کے آگے پیچھے 2×2 - 2×2 - 2×2 - اپنی ایک چوکنڈی ہے جس کی چھت قلمدان نما لداؤ کی ہے اس کے آگے چوترے پر چار تہریں ہیں۔ چوترا منڈیر چھوڑ کر 3×5 ہے۔ اونچان 5 - 8 چوترے کے گرد احاطے کا نشان موجود ہے اس احاطے میں بھی بہت سی قبریں ہیں۔

چبوترہ نالے کے پاس ایک چبوترہ 2×2 مربع 5 اونچا ہے جس پر تین پختہ قبریں ہیں۔ بیچ والی قبر پر چولے میں آیتہ الکرسی کندہ ہے۔

گمزی علیٰ نالے کے کنارے تین گڑڑ کے ریلوے آہنی پل کے پاس۔ تار کے کھم نمبر ۹۵۱ کے سامنے دلی سے آتے ہوئے ریل کی سڑک کے داہنی طرف 2×2 مربع اونچے چبوترے پر ایک چھوٹی سی 2×2 مربع گمزی بنی ہوئی ہے جس کے چار دروازے چاروں طرف 2×2 اونچے اور 2×2 چوڑے ہیں کھٹیں اور قریب باقی نہیں ہے۔ چھت قلمدان نما ہے۔ گمزی کے اندر رنگ آمیزی کا کام تھا۔ اب صرف کہیں کہیں ایک آدھہ ٹپکان نظر آتا ہے اور بس۔

اور دو چبوترے اور ذرا آگے بڑھتے دو پختہ چبوترے ریلوے فینک یعنی تار کی باڑھ کے پاس ہیں جن کے اوپر قبریں ہوں گی مگر

اب تو خالی ہیں اور یہی سلسلہ ریل کی سڑک کے دوسری طرف تھا۔ بہت سی قبریں ریل کی سڑک میں آگئیں اور حسب ضرورت میدان صاف کر دیا گیا۔

ایک برج کی مسجد ٹیلیگراف پوسٹ نمبر ۹۵۱ ریلوے کے محاذی سڑک کی داہنی طرف ایک چھوٹی سی مسجد ایک برج اور تین در کی ہے۔ داہنی

جانب کا در ٹوٹ گیا ہے۔ بیچ کا در ۱۱×۷ اور چھوٹے در ۸×۳ ہیں مسجد ۵×۳۵ ہے
صحن کا چبوترہ ۴۴ مربع ہے۔

ایک نام معلوم برج اسی مسجد کے پاس ایک چھوٹا سا برج بہت خستہ حالت
میں ہے۔ اندر کوئی قبر نہیں۔ دروازہ بھی ایک ہی ہے وہ بھی
چھوٹا سا یہ عمارت ۱۲ مربع ہے۔

ایک نام معلوم گنبد ریلوے لین تار کے کھم نمبر ۹۵۰ کے بیچ میں ٹرک کی بائیں
طرف کوئی سو قدم کے فاصلے سے یہ گنبد پختہ اور اچھی حالت
میں ہے اندر رنگ آمیزی پھول بوٹوں گلہتوں کا کام ہے۔ گنبد ۳۳ مربع ہے۔ قبر نہیں ہے اندر اینٹ کے
چوڑے لگا کر دروں میں چوبی چوٹھیں اور دروازے لگا دیئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص
کا مقبوضہ ہے اور سامان زراعت رکھنے کے لئے یہ سب کارستانی کی گئی ہے۔ اس ہتھکل
برائے اکل۔ دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بھس بھرا جاتا ہے۔ اصلی دروں کی بلندی اور
چوڑائی ۳۵×۹ ہے۔ پختہ چبوترہ ۵ مربع ہے۔ قبة کے چاروں کونوں پر چار برجیاں اور ادھر
سنگ سرخ کا کلس ہے۔ معلوم نہیں کس کا ہے۔

حوض خاص کے گرد موضع کھریٹے کے محاذی دہلی سے جاتے
وقت سیدھے ہاتھ کی طرف آٹھویں میل پر قطب
نواح کے متعدد مقبرے روڈ سے بالکل لمبے ہوئے دو گنبد نظر آتے ہیں

ہیں سے حوض خاص کا رستہ گیا ہے اور ایک ٹرک نکال دی گئی ہے۔ یہاں سے گنبدوں کا سلسلہ
شروع ہوتا ہے اور میرے خیال میں کوئی پانچ میل تک کے حلقے میں جا بجا گنبد ہی گنبد
ہیں جن کا سلسلہ موضع مینیر کے سے آگے تک چلا گیا ہے اب ہم ان گنبدوں کا بیان
تفصیل وار لکھتے ہیں

کھریٹے کی حد کے مقبرے

بیوی باندی کے مقبرے یہ دونوں گنبد بالکل ٹرک کے کنارے ہیں۔ ان
میں ایک بڑا دروازہ ۱۲×۳ سے چھوٹا اور یہ دونوں

گنری چار کھلے دروازے۔ باہر سے ۵۰ پل مرلج۔ قبر اور فرش نہ اور یہاں گنبدوں کا کھنڈر تھا یا نہیں گنری یہی مانا جاتا ہے۔

اور دونا معلوم گنبد (۱) تین طرف دروازے ایک طرف بندہ ایک ٹوٹی پھوٹی قبر۔ فرش ندارد۔ لوگ چو کھٹوں کے بڑے

چور ہیں کہ دہلیز کے پتھر کام آتے ہیں۔ اکھاڑے گئے۔ یہ گنبد باہر سے ۳۰ پل مرلج ہی (۲) اسی طرح کا جیسا اوپر والا ہے۔ ۳۰ پل مرلج۔ چچ میں گچ کی ایک شکستہ قبر۔ تین طرف دروازے مغرب کی طرف بندہ در کی چکلان (۳)۔

در اصل یہ گنبد جو کھڑے کے مقبروں میں سب سے بڑا اور بہت شان وار ہے

گنبد بانع عام یعنی شیخ شہاب الدین تاج خاں
اور سلطان ابو سعید کا مقبرہ ۹۰۶ھ
۱۵۰۶ء

اور سلطان ابو سعید امرائے سلطنت رلودھی کا ہے لیکن اب جس سے پوچھو اس بانع عالم کہتا ہے۔ لیکن ہر کہیلہ اس کے گرد کوئی بانع رہا ہو کیوں کہ دور دور تک جگہ چھٹی ہوئی ہے۔ غرض یہ سمجھ لی گات نہیں ہے یہ قبر بہت خوب صورت بنا ہوا ہے۔ اندر سے ۵۰ پل مرلج ہے۔ تین طرف تین دروازے اور سرور کے ادھر ادھر ایک ایک کھڑکی مغرب کی طرف کاڑا در بند ہے مگر ادھر ادھر کی کھڑکیاں کھلی ہوئی ہیں۔ بڑی محراب کی چوڑائی ۸۰۔ سیڑھیاں نہیں کہ بلند سی معلوم کر سکیں۔ گنبد کی چند یا پر بسم اللہ اور اسمائے حسنی دوسرے حلقے میں آیت الکرسی منقوش ہے۔ گنبد اس قدر اونچا ہے کہ بلا در و بین کے پڑھ نہیں سکتے۔ چار قبریں چوٹے گچی کی ہیں جن میں ایک نورانی اور اونچی ہے۔ فرش اب باطل نہیں رہا۔ باہر دار سنگ سرخ کے چو کھٹوں کی چاروں طرف بڑی انقبیس کھڑکیاں ہیں جن کے تین طرف نیلے ٹیلے لگے جو سمیں اور اوپر مار پتھر تین ٹیلے جھوٹے نہایت خوب صورت طاق بنا کہ پھر سنگ سرخ کا چو کھٹا کر طاقوں کے اندر نیلے ٹیلے لگا دیے ہیں جو بہت ہی جملے لگتے ہیں۔ اس مقبرہ کی ایک دروازہ اس کا نقیس اور خوش حاشا خط نسخ میں طفرے کا کتبہ ہے۔ کتبہ یہ کیا ہے کہ اتنا اونچا ہے کہ اسے پڑھنا از بس دشوار ہے یہ کتبہ سنگ سرخ کے چو کھٹے میں سنگ مدہ کی گئی تختی پر وسطی ہر اور

دوسرا ایسا معلوم دیتا ہے جیسا کہ گن شل کی لوح ہو۔

یہ کتبہ مغرب کی طرف لگا ہوا ہے بلادور میں کے پڑھا نہیں جاسکتا اسی وجہ سے لوگوں نے ایک باد ہوائی بات اڑادی ہے کہ اس کتبے میں اُس زمانے کا زرخ اجرت اور اجناس کی تشریح ہے حالاں کہ کتبہ یہ ہے۔

(۱) بنایا این عمارت در عهد دولت سلطان الاعظم مسکنہ شاہ سلطان خلد اللہ ملکہ
(۲) این گنبد بنای شیخ شہا بدین تاجخان سلطان ابوسعید تیار مخ نہام ماہ رمضان
سنہ ست و بیستم اس گنبد کے اندر چار قبریں چوٹے گچی کی ہیں جن میں ایک ذرا بڑی ہے
اس گنبد کا کلس تو اب رہا نہیں مگر اُس کے گرد کا کنگورے دار کنول بہت ہی نفیس
ہے۔ یہ اس وضع کا ہے جیسے مراد آبادی خاصدان کے اوپر زردہ رکھنے کی ہوتی ہے۔

مغرب کی طرف جدھر کتبہ ہے اُدھر ہی گنبد کے پاس ہی ایک
وسیع قناتی مسجد جس میں بہت سی قبریں ہیں۔

قناتی مسجد

اُس سے آگے بڑھ کر ایک اور محاطہ ڈاڑھی یہاں
بھی ایک اور قناتی مسجد ہے اس میں بھی قبریں ہی

ایک اور قناتی مسجد

قبریں ہیں۔

یہ نام کیوں پڑا کچھ خبر نہیں۔ یہ گنبد سوم مرلج ہے۔ اندر چار
قبریں سنگ خارا کی اچھی حالت میں ہیں۔ تین در کھلے۔

توپوں والا گنبد

مغرب کی طرف بند۔ یہ گنبد بھی عالم گم نامی میں ہے۔

آخر ان شاہ مع الاحسان ساخت حوضیکہ پر آب بود
دہ چھ حوضیکہ غیرت بخت بلکہ از سفہ بخرانتاب بود

حوض عالی یا حوض خاص

فی زندوج بس ز نور صفا مرجالش چو ماہتاب بود
پیش او شہ سارک حیات خشک بے آب چوں سراب بود

۶۹۵ھ - ۷۵۳ھ
اور ۱۲۹۵ء - ۱۳۸۸ء

خوش کوثر بود مگر کہ دلام آب او بہنہ از گلاب بود

یہ تالاب کا ہے کوٹھا ایک جھیل تھی جو ستر ایکڑ کے وسیع رتبے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس تالاب

کو سلطان علاء الدین خلجی نے ۶۹۵ھ میں بنوایا تھا۔ اس تالاب کی بندش ہر چار طرف
سے سنگ بست اور پختہ تھی ۷۵۳ھ میں فیروز شاہ تغلق کا زمانہ آیا تو یہ تالاب

بہت شکستہ ہو گیا تھا سٹی سے تمام اٹ گیا تھا اور پانی کا نام نہ تھا۔ لوگ اس کے شکم میں کوئیں کھود کھود کر زراعت کرتے تھے فیروز شاہ نے گل براری کر ایسی مرست کردائی کہ گویا زمر نو بنو ادیا اور جب ہی سے حوض خاص نام پڑا اور اسی سبب سے امیر محمود نے اس تالاب کو فیروز شاہ ہی کا تالاب لکھا ہر چنانچہ امیر موصوف نے لکھا ہے کہ وہ یہ تالاب فیروز شاہ کا بنایا ہوا ہے جس کے چاروں طرف پختہ سلامی اُتری ہوئی ہے۔ اس تالاب کے چاروں طرف ایک ایک تیر کی زد پر اور نیز تالاب کے گرد عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔ برسات کے پانی سے تالاب لب ریز ہو جاتا تھا اور اس قدر وافر پانی جمع ہوتا تھا کہ رعایا کی سال بھر کی ضروریات کو کافی ہوتا تھا۔ مولینا شرف الدین یزدوی نے ظفر نامے میں بحوالہ ملفوظات تیموری اس حوض کو فیروز شاہ کا بنایا ہوا گہرا در عمیق کنواں لکھا ہے۔ ۵۳۵ھ میں فیروز شاہ نے اس تالاب پر ایک مدرسہ بھی بنایا تھا در تاج مبارک شاہی۔ اس تالاب کے جنوبی رخ پر اس سرے سے اُس سرے تک مکانات ہی مکانات تھے۔ فیروز شاہ کے مدرسے میں پختہ اور لیت حجرے ہیں جن میں گائوں والے رہتے ہیں۔ اس مدرسے کے متولی سید یوسف بن جمال نے ۵۹۹ھ میں انتقال کیا اور مدرسے کے ضمن میں ہی آسودہ ہیں۔ کسی زمانہ میں یہ مقام دل کش اور خوب چمکا کہ اُس کے دیکھنے کو بے اختیار دل چاہتا ہوگا اور ایک عقول سیرگاہ ہوگی۔ اب بجائے سیرگاہ کے زراعت کا میدان ہر رات دن ہل چلتا ہے اور اس کے شکم میں کھیت ہی کھیت بکھڑے ہیں۔ اب یہ حوض کی شکل نہیں رہا۔ بالکل ٹوٹ پھوٹ گیا اور بھر بھر کر برابر ہو گیا ایک قطرہ پانی کا نہیں ٹھہرتا سو کھا پڑا رہتا ہے اور لوگ زراعت کرتے ہیں۔ کھڑے سے آتے وقت تھوڑی دیر تک اس کا ایک بلند بند ملتا ہے جو حال میں ڈالا گیا ہے یا ممکن ہے کہ پہلے بند پر نئی ٹی ڈال دی ہو۔ اب اس گائوں ہی کا نام حوض خاص ہو گیا ہے اور گنواروں کی زبان پر ہود لکھا ہے چڑھ گیا ہے ورنہ اب نہ حوض خاص رہا نہ تالاب رہا۔ وہ وسیع سلسلہ مکانات کا جو اس کے گرد تھے اکثر ان میں سے کھنڈر ہو گئے مگر پھر بھی یہ مقام دیدہ غیرت سے دیکھنے کے قابل ہے۔

فیروز شاہ تغلق کا مقبرہ

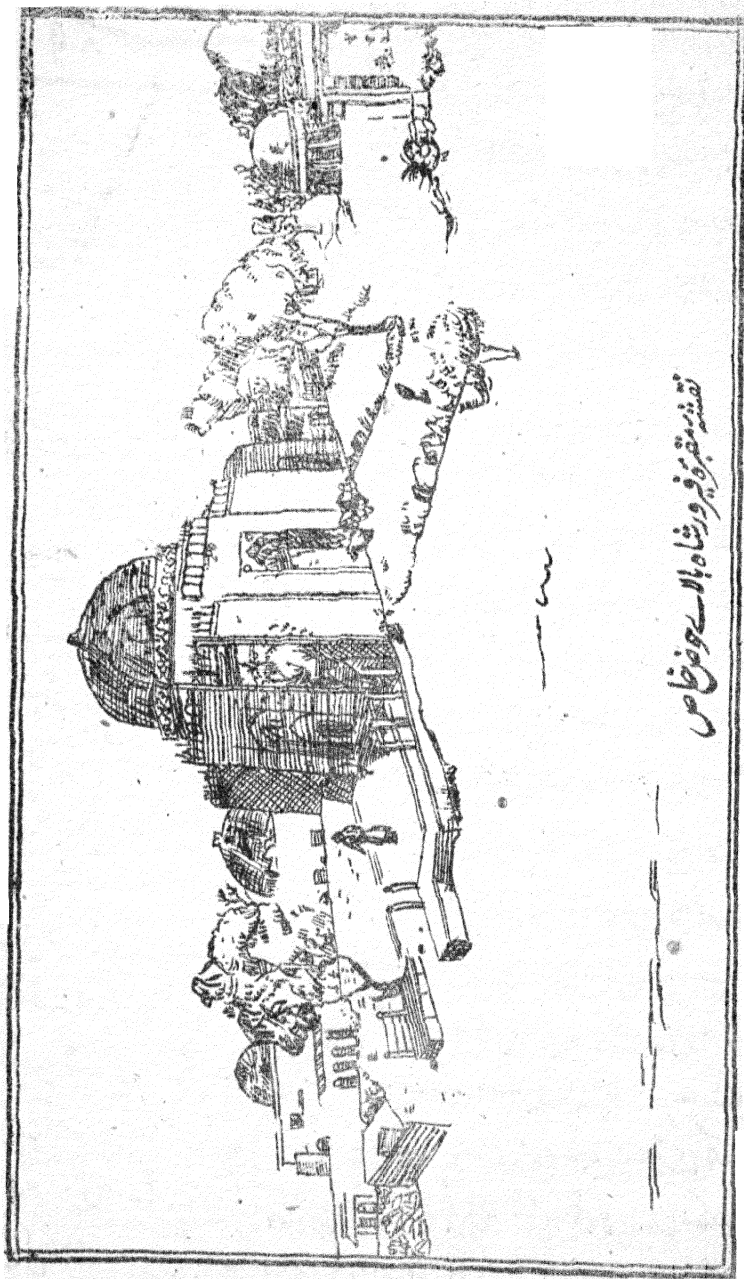
۹۲ء
۸۹

یاد ایام عشرت فانی : نروہم میں نہ وہ سن سانی
خاک میں رشک ساسی : ہا کسی بلند ایوانی
ایسی وحشت سرا میں سے کون : بے دہی گوری ہی درباری
کیا ہوئی وہ بلند فی دیوار : کیا ہے وہ عمارت طولانی
جائے گل میں جس میں ریزہ سنگ پڑا : گاہ کرتی ہزار بجائی
نہ لاکھ نشان آب و دل : خاکست سے جہاں میں چھائی
شور زار و زحمن : کجائے بل و غزل خوانی
نظر اتنی نہیں وہ تصویریں : نقش دیوار کیوں ہوئی
سچین زار کو خزاں تھی ضرورت میں : سنا کیا تہ کی بات پہچانی

﴿﴾

تو من خاص کے پاس ہی ایک کنارے پر فیروز شاہ (۸۹۰-۹۳۰ء) پسر سالار
رجب برادر خور و تغلق شاہ کا مقبرہ ہے کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حوض اور مکانات ملحقہ فیروز
کے بنوائے ہوئے ہیں اور مقبرہ سلطان محمد ناصر الدین بن سلطان فیروز شاہ (۹۲۰-۱۳۸۵ء)
نے جو اپنے جیسے ابو بکر شاہ بن غفر خاں بن فیروز شاہ کے مرنے کے بعد بادشاہ ہوا
۹۲۰ء میں بنوایا تھا۔ یہ مقبرہ اندر سے ۲۹۰ فٹ مربع ہے جو بہت عمدہ تعمیر کا پختہ
بنایا ہوا ہے جس کے دو جانب مغرب اور شمال میں ایک ایک لین مکانات اور حجروں
کی جو بنائے فیروز شاہ کا مدرسہ تھا۔ گنبد کے دو دروازے تھے ہیں۔ مغرب اور شمال
کی طرف بند اور دروازوں کے دو اب میں دیوار و زحر میں ہیں۔ مقبرے کا صدر دروازہ
جنوب کی طرف ہے جس کے سامنے پتھر کی ایک منڈیر کوئی دو فیٹ اونچی گھیر دینے سے
ایک مختصر سا خوش نما صحن نکلا آیا ہے۔ اور اسی صحن میں سے ہو کر تین سیڑھیاں چڑھ کر مقبرے
کے اندر پہنچتے ہیں۔ دروازے کی محراب بلند اور ۴-۵ فٹ چوڑی ہے مقبرے کے اندر
چار قبریں اب بھی قطار میں ہیں۔ مغرب کی جانب سے لا قبر سب سے بڑی ۴-۵ فٹ
اور ۲-۳ فٹ اونچی سنگ مرمر کی ہے اور یہی فیروز شاہ کی معلوم دیتی ہے۔ اس کے پہلو میں
مشرق کی طرف دوسری قبر سنگ مرمر کی اور تیسری بچ کی ہے۔ چوتھی نیچے وار قبر غنیم
کے پائین میں ایک چھوٹی سی قبر سنگ مرمر کی ہے۔ سرسید لکھتے ہیں کہ اس گنبد میں
فیروز شاہ قابیٹا انصیر الدین محمد شاہ اور علاء الدین سکندر شاہ پسر فیروز الدین بھی مدفون

نقشه مقبره فیروز شاه بالائی عرض خاص



ہیں لہذا نمبر ۲ و ۳ کی قبریں ان دونوں صاحبوں کی ہوں گی۔ چوتھی قبر نامعلوم ہے۔ گنبد کا دروازہ چوڑا مستطیل اور محراب دار ہے جس کے بالائی حصے پر سنگ سرخ کی جالی لگی ہوئی ہے۔ دروازے کے اوپر کا پٹا بڑا اور دونوں جانب کے ستون ذرا آگے بڑھے ہوئے ہیں جن پر نقش و نگار بنے ہوئے ہیں مشرقی دروازہ بھی وضع قطع میں بجنسہ جنوبی دروازے کی طرح کا ہے مگر اس کے سامنے احاطہ کی منڈیر نہیں ہے شمال رخ کی دیوار دو محراب میں ایک نوکدار محراب کا دروازہ ہے جس میں سے ہو کر در سے میں جانے کا راستہ ہے۔ مقبرے کی دیواروں کی شکل بہت اوپر جا کر بدل جاتی ہے جو درج سے مشرق اور پھر سولہ اضلعوں کی شکل کی ہو جاتی ہیں۔ اس طرح ایک نہایت پیچ در پیچ شکل کا چھتہ بن جاتا ہے۔ مقبرے کی چھت کے اطراف ایک پست منڈیر کی گنبد نصف دائرے کی شکل کا ہے جس کا قطر بہت بڑا ہے جو چوٹی تک پونہ پونہ پونہ ایک خوب صورت دائرے کی شکل کا ہو جاتا ہے جس میں سے پٹیاں باہم تقاطع کرتی ہوئی گنبد کے وسط تک پہنچتی ہیں۔ ان پٹیوں کے باہمی تقاطع سے تین قطاریں مختلف اقسام و اشکال کے گلدستوں اور پھولوں کی تراشی لگی ہیں۔ ان پٹیوں اور گلدستوں پر اور گنبد کی سقف کی سفید سطح پر مختلف اقسام کی رنگ آمیزی کی گئی ہے۔ جنوبی دروازے کی پیشانی پر ایک نہایت عمدہ و دسٹری کتبہ بخط طغریٰ نسخ چونے میں کندا ہوا ہے جس کے پھیرے جھڑ جانے سے بہت ناقص ہو گیا ہے۔ جو عبارت جھڑ گئی اس سے قطع نظر کر کے بھی جو باقی ہے وہ ایسی پیچ در پیچ لکھی ہوئی ہے کہ طبیعت پر بہت زور ڈالنے کے بعد بھی پوری طرح سمجھ میں نہیں آتی۔ الفاظ اور پرنیچے اور کھج پھج ہونے سے کتبہ کیا ہے ایک بھول چھلا ہے۔ بہر حال کافی غور کے بعد جو الفاظ اکل سکے ہیں وہ یہ ہیں :- کتبہ -

پہلی سطر وہ..... اللہ محمد رسول اللہ لنا... بالتابع فرمالیش در میان
دہ ماہ موت کس در سال کحد در عہد.... سلطان السلطین سکند
بن سلطان السلطین... بی ملو لشاہ خلد اللہ ملکہ و سلطانہ و اعلیٰ
امرہ و شانہ در بستر ماہ رمضان سنۃ ثلثہ عشر لسمائۃ۔

دوسری سطر۔ سلطان السلطین سلطان فیروز شاہ طاب ثراہ و
جعل الجنة مثواہ در.... بن شیخ قاضی بن شیخ حاجی لہ لبنا سے مراد

مقبرے کے شمال میں بھی اسی قسم کا بلاک مدرسہ کی عمارت کا ہے اور اس طرح اب دو بلاک ہیں۔ بالکل دو دنوں بلاک ملا کر بہت وسیع عمارت ہے جس میں کشادہ دالان۔ سہ درے اور حجرے ہیں جو ایک بڑے کالج کے لیے بالکل ملتی ہو سکتے ہیں۔

(۱) ہشت درہ ہشت پہلو برج جس کا ایک ضلع ۴۔۳ ہے۔ (۲) اسی لین میں اس کا جواب دوسرا برج۔ (۳) ایک ٹکستہ لداوی کوٹھڑی برج نمبر (۱) کے پاس۔

فیروز شاہ کے مقبرے کے شرقی جانب کے برج

(۴) ہشت درہ برج دہرے دروں کا۔ ایک ضلع ۴۔۳۔ (۵) ہشت پہلو برج۔ ایک ضلع ۴۔۳۔ اس میں سنگ مرخ کے تنوید کی ایک قبر زمین کے برابر ہے۔ (۶) بارہ کھمبار (۲۴) مربع جس کینچ میں ایک قبر زمین کے برابر ہے۔

منسوب

اس شکل کا

دو دالان

شمال ۲ جنوب ۳

یہ عمارت ۸۰ x ۴۴ سنگ خارا کی بالکل صحیح سلامت ہے۔ لمبان میں گیارہ اور چوڑائی میں تین درہیں۔ دو دنوں سروں پر دو گنبد۔ گنبد نمبر (۱) ۳۰ x ۲۳۔ گنبد نمبر (۲) کے سامنے بالکل تالاب کے کنارے ایک دو منزلہ نہایت وسیع اور مرتفع دالان ۶۰ x ۴۰ ہے۔ اس کے دو دنوں سروں پر بھی گنبد تھے۔ شمال کی طرف کا برج نصف گر گیا اور جنوب کی طرف صرف دو دروں سمیت ایک پاٹھا کھڑا ہے۔ چھت نام کو نہ رہی۔ تختانی حصہ عولاً نصف گر گیا اور نصف باقی ہے عجیب نہیں محل محل ہے۔ یہی ہو اور یوں تو جتنی عمارتیں ہیں سب تالاب کے کنارے ہیں اور سب ہی کا ایک رخ تالاب کی طرف ہے جسے چاہو محل محل کہہ لو۔

یہ مسجد عمارت بلخہ کی شان و شوکت کے لحاظ سے بہت بڑی اور شین بنائی گئی ہے۔ صدر

تالاب کے کنارے کی مسجد

دالان ۵۶ x ۱۰ ہے۔ دائیں بائیں دو گے دالان ہیں۔ داہنی طرف کا دالان گر گیا۔

یہ الان ۳۵-۱۶۸۹ ہیں۔ مسجد پانچ در کی ہے اور دو درختی دالانوں کے ملائیں تو
 نووری سمجھو۔ موجودہ صحن مسجد کا اہم پہلو ہے جس کے پنج میں ایک پرانا درخت نیم کا
 اور دو قبریں سنگ سرخ کے نقودوں کی ہیں۔ اس صحن کے علاوہ مسجد کے
 گرد ایک وسیع پختہ احاطہ بھی ہے۔ مسجد کے صحن میں ایک حوض بھی ہے جس میں مٹی بھری ہوئی
 ہے جو ۳۵ مربع ہے۔ مسجد کی پچھت کی دیوار میں تالاب کے رخ پر تین
 سنگ سرخ کی ششہ نشینیں رکھی گئی ہیں۔ پنج کی ششہ نشین بڑی ہے اور ادھر ادھر
 کی چھوٹی۔

نگینہ گمٹی حوض خاص سے ہم موضع منیر کے کوچے جو کوئی ڈیڑھ میل جگہ ہے۔ فیروز شاہ کے
 مقبرے کے نزدیک حوض خاص کے کنارے ایک ٹیلے پر ایک برجی ٹھہری
 ہوئی ہے جسے لوگ نگینہ گمٹی کہتے ہیں۔ یہ ایک شش درہی برجی ہے جس کا ایک ضلع
 ہے۔ لے گا ہے۔ قبر نہیں ہے۔ گرد کا چوڑا شکستہ ہو گیا۔ ایک خشک کنواں بھی چوڑے
 پر ہے۔ اس سے ذرا آگے پڑھ کر ایک وسیع اور پختہ چار دیواری کے اندر بہت
 سی قبریں ہیں۔

بجلی خاں کا گنبد منیر کے جاتے وقت دہانے ہاتھ کی طرف ایک بلند
 ٹیلے پر جو گنبد ہے وہ بالعموم بجلی خاں سے منسوب
 کیا جاتا ہے مگر فنا کے اندھیرے ٹھپ کے سلسلے بجلی کی گوندی بھی پورے روشنی نہیں ڈالتی۔
 گنبد کی ایسی گہری تاریکی چھائی ہوئی ہے کہ ٹوٹنے سے بھی رستہ نہیں ملتا۔ یہ مقبرہ
 اندر سے اہم مربع ہے۔ سارا پلاستر اندر باہر کا گر پڑا کہیں کہیں کچھ ٹکڑا لگا رہ گیا ہے۔ ایک
 ہی لین میں چار قبریں ملے گی ہیں ایک قبر سب میں بڑی اور اچھی حالت میں ہے اور بچھوٹے
 کو سمجھ لو کہی بجلی خاں کی ہے۔ باقی شکستہ ہیں۔ تین طرف کے در کھلے ہوئے ہیں۔ شرقی
 جانب کا گنبد کہہ دیا گیا ہے۔ یہاں سپر ہیروں کا زینہ اور چڑھنے کوڑے چوں کہ اس نواح میں سائیں
 گنبد فیروز شاہ کے عہد کے پٹھان امراء کے ہیں۔ ہونہ ہو بجلی خاں ان میں سے ایک
 ہوں گے۔ اس مقبرے کے قریب میں ایک اور چھوٹی سی گمڑی ہے جس
 میں ایک لٹنی چھوٹی قبر بھی ہے مگر جب اتنے بڑے گنبد کا کچھ حال نہ کھلا تو
 گمڑی کس شمار تھا میں ہے۔

پھوٹا گنبد بجلی خان کے گنبد کے پاس ہی اس نام کا ایک ادھ بنگا گنبد ہے۔ اس کو دیکھنے سے تو پھوٹے لے کا نام غلط معاذم دنیا ہی بلکہ بات یہ ہے کہ سارے کا سارا بن گیا صرف قبہ بننا باقی رہ گیا۔ چھت کا نہ نشان ہے نہ چھت کا کوئی گرا پڑا حقہ ہی خدا جانے کیا اتفاق پیش آیا کہ بنتے بنتے رہ گیا۔ یہ اندر سے شش مربع ہے۔ قبر نہیں ہے۔

حاجی لنگیا کا مقبرہ اور مریج حاجی صاحب کا اصل نام کیا تھا معلوم نہیں مگر اب تو گاؤں والے اسی نام سے پکارتے ہیں۔ گو یہ گنبد اور

اس سے اگلا دونوں موضع حوض خاص کی حدود میں ہی ہیں مگر موضع منیر کے سے قریب ہیں۔ شش مربع ایک گنبد ہے اندر پولیاں بھری ہوئی ہیں خبر نہیں کہ قبر ہی یا نہیں۔ مشرق اور شمال میں ایک ایک دروازہ ہے۔ سامنے ایک پانچ دری پختہ مسجد ہے جس میں کے دو دروازے مسجد کا دالان ۸۵ × ۹۰ ہے صحن مسجد ۱۰۰ × ۸۵ ہے۔ اسی کے کنارے مقبرہ ہے۔

ایک گمزی ادھر والے گنبد کے شمال مغرب کے کونے میں ایک گمزی ہے۔ مربع کھڑی ہے۔ بیچ میں قبر کا صرف گڑھا رہ گیا ہے اور گمزی کا قبہ بھی بالکل کھنڈ گیا ہے۔ چون کہ یہ گمزی ادھر والے مقبرے کے پاس یعنی اس کے احاطے میں ہے قیاس یہ چاہتا ہے کہ بڑے گنبد والے صاحب کے یہ کوئی متوسل ہوں گے ہم کو نہ آقا کا پتہ ملانہ متوسل کا۔

موضع منیر کے دو گنبد

قناتی مسجد گاؤں سے درے کوئی دو گولی کے ٹپ پر ادھر والے گنبد کے مغرب میں ساٹھ فیٹ مربع قناتی مسجد ہے۔ چبوترے پر بہت سی قبریں اور بیچ میں ایک پڑانا نیم کا درخت کھڑا ہے چبوترے کے گرد منڈیر اور چاروں کونوں پر گول فیل پائے بنے ہوئے ہیں چبوترے کی دیوار میں چو طرف طاق طاق بنے ہوئے ہیں پچھت کی دیوار میں پیش طاق کے نیچے ایک بڑا طاق اور ادھر ادھر تین تین چھوٹے طاق اس طرح کل سات طاق ہیں۔ بہت بڑی ہر دار سلوم دیتی ہے۔ سارا چبوترہ جھاڑی اور کانٹی سے ڈھک گیا ہے۔

موضع منیر کے کئی گنبد منیر خاں اور وزیر خاں فیروز شاہ کے زمانے کے دو امراء تھے کہتے ہیں کہ دونوں بھائی بھائی

تھے۔ انہوں نے دو گاؤں بسائے تھے جو انھیں کے نام سے مشہور ہیں۔ منیر خاں کا منیر کھاں ہوا جو کثرت استعمال سے منیر کہ ہو گیا اور امیر خاں کا گاؤں امیر کہہ لائے گا۔ امیر کہ کی بستی کا تو اب پتہ بھی نہیں رہا ہاں منیر کہ موجود ہے۔ منیر خاں کی نسبت کہتے ہیں کہ شکار کا بہت شوق تھا اور چیتے پالا کرتے تھے۔ دونوں بھائیوں نے دونوں گاؤں جاٹوں کے ہاتھ فروخت کر ڈالے۔ اس بستی کے متصل تو صرف دو گنبد ہیں ایک تو باطل بستی کے اندر ہے اور دوسرا بستی کے باہر۔ پہلے گنبد سے کوئی ہزار قدم پر۔ دونوں گنبدوں کو لوگ منیر خاں ہی کا بتلاتے ہیں لیکن میرے خیال میں بستی کے اندر والا گنبد کسی اور کا ہو گا رہا باہر والا گنبد وہ بہت عالی شان ہے اور قیاس یہ چاہتا ہے کہ وہی منیر خاں کا ہو گا۔

بستی کا اندر والا گنبد (۱) ادھر ادھر دو دو لداوی محرابیں مے امرج۔ بہت خراب و خستہ حالت میں پہنچ میں

ایک قبر ہے وہ بھی خام جس پر گاؤں والے اُپلے تھاپتے ہیں۔ اس گنبد کے شمال میں دو کوٹھریاں ہیں وہ بھی گنبد کی طرح بوسیدہ ہیں۔

(۲) بستی کے باہر اوپر والے گنبد سے کوئی ہزار قدم کے فصل سے ایک بہت بلند ٹیلے پر (۲۵) سیر چھیاں چڑھ کر یہ گنبد دسم امرج ہے جس کے دو دروازے ہیں۔ چاروں کونوں پر چار بُرجیاں ہیں اور دونوں دروازوں پر دو دروازے ہیں۔ تین قبریں سنگ سرخ کی ہیں۔ چوں کہ یہ گنبد بہت بلند ٹیلے پر بنا ہوا ہے اور خود بھی اونچی عمارت ہے دروازے سے دکھلائی دیتا ہے۔ ہونہ ہو یہی منیر خاں کا گنبد ہو گا۔

مراد آباد پہاڑی کے چار گنبد منیر کے سے مغرب رخ پر کوئی ایک میل کے فصل پر ایک بڑا گنبد ہے جو

بار لا گنبد کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے آگے ایک اور گنبد ہے مگر چھوٹا جو باجنا گنبد کہلاتا ہے۔ اور آگے بڑھو تو پہاڑی پر دو گنبد اور ہیں ایک بڑا اور ایک چھوٹا۔ یہ چاروں گنبد کن کے ہیں معلوم نہیں۔ پہلے مراد آباد پہاڑی کوئی گاؤں تھا اب اُس کا وجود نہیں ہے

اب تو یہ چاروں گنبد موضع منیر کے کی ہی حدود میں ہیں۔

وزیر کے کے مقبروں کا گروپ | منیر کے کے سے دو گولی کے ٹپ پر پانچ

(۲) وزیر خاں کا مقبرہ جو سب میں بڑا اور علی شان ہے۔ ۶ مربع۔ اندر ٹھاکھس پولیاں
بھری ہوئی ہیں کہتے ہیں کہ اس میں سنگ سرخ کی ایک قبر ہے۔ (۳ و ۴) دونوں
ایک ہی طرز کے ۶ مربع گنبد منیر ۱۴ میں ایک چوٹے کی قبر ہے۔ منیر خاں کے گنبد منیر
کے سامنے ایک گزری قبر (۵) ہے۔ یہ گزری معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں بنائی گئی ہے کیوں کہ
ایسی بے موقع منیر خاں کے مقبرے کی دیوار میں گھسا کر بنائی ہے کہ اس کے پیش کو
عیب لگا دیا اور بالکل آڑ ہو گئی۔ مقبروں کی اس لین کے محاذی بجانب جنوب
ایک بہت بڑی اور عتیق ستھیل باؤلی ہے جو بالکل دھو گئی ہے۔ باؤلی کے عرض میں
ادھر ادھر دو برجیاں ہیں جن کے پنج میں کنواں ہے اور ادھر ہی ایک سہ دری بھی
بنی ہوئی ہے۔

دوقناتی مسجدیں | منیر کہ اور امیر خاں کے گنبد کے درمیانی میدان میں
بائیں ہاتھ کی طرف تھوڑے تھوڑے فصل سے لکھتیوں

میں دوقناتی مسجدیں ہیں جن میں کوئی خاص بات نہیں۔

موضع محمد پور کے تین مقبرے

محمد خاں کا مقبرہ | (۱) منیر کے سے کوئی میل بھر اور منیر خاں
کے گنبد سے نصف میل پر محمد پور نام کا ایک

چھوٹا سا گاؤں ہے۔ جس کی نسبت سرسید نے لکھا ہے کہ ”اس موضع میں ایک مقبرہ
ہے جس کی نسبت معلوم نہیں ہوتا کہ کس کا ہے“

سراغ عمر گزشتہ کا ڈھونڈنے گرد و ق
میں اس عرض کرنے کی معافی چاہتا ہوں کہ میرے خیال میں سرسید نے اس مقام
کو دیکھا نہیں اور سنی سنائی بات پر یہ مختصر سا فقرہ لکھ دیا ورنہ اس عمارت کی

عظمت و شان اس بات کی متقاضی نہ تھی کہ یوں سرسری طور پر ایسی گراں ڈیل شاہانہ عمارت کا ذکر کیا جاتا۔ موضع محمد پور یا محمد شاہ بادشاہ کے نام پر آباد ہے یا کوئی محمد خاں اس کے بانی ہوں گے۔ پہلی صورت میں یہ شاہی عمارت ہوگی اور دوسری صورت میں محمد خاں کی یا اگر شوق آخر اختیار کی جائے تو محمد خاں بھی منیر خاں اور امیر خاں کے جوڑی دار اور ہم عصر ہوں گے۔ بہر حال یہ خیالی۔ تنگے ہیں کوئی دل ٹھکتی اور ٹھکانے کی بات ہمارے ہاتھ نہیں لگی۔ مجھے اس عمارت کو مقبرہ کہنے ہی میں تامل ہے۔ اگر مقبرہ لغوی معنوں میں لیا جائے یعنی ہر وہ جگہ جہاں قبر ہو تو صحیح ہے اور اگر ستر اوف معنوں میں لیا جائے تو یقیناً غلط ہے۔ کیوں کہ اس عمارت کی صورت کبھی مقبرے کی نہیں ہے۔ صد ہا مقبرے ہماری نظر سے گزرے سب ایک ہی وضع قطع کے ہیں کہ یا مربع ہیں یا مستطیل۔ چار طرف چار دروازے پر گنبد اگر یہ کیسا مقبرہ ہے جو مسلسل ۱۲۰ فٹ تک چلا گیا ہے۔ میرے خیال ناقص میں تو یہ تین در کی مسجد ہے ۶۰ x ۱۶۰۔ تین بڑے بھاری در ہیں ۴۰ چوڑے۔ اس عمارت کے تین گنبد ہیں بیچ کا بڑا ادھر ادھر کے چھوٹے۔ اس طرح تین قطعے ہیں ۱۴۰ فٹ مربع۔ بیچ کے گنبد میں دو قبریں ہیں وہ بھی شکستہ۔ کتبہ کوئی ہے نہیں جس سے کچھ پتہ چل سکے۔ سیدھے ہاتھ کی طرف کے پہلے قطعہ کی چھپیت کی دیوار میں اوپر در ایک سنگ بستی کا ٹکڑا کہیں کالا کرچن دیا ہے جو کسی دہلیز کا ٹکڑا معلوم دیتا ہے جس پر بسم اللہ اور کچھ آیت لکھی ہوئی ہے جو صاف پڑھی نہیں جاتی یہ پتھر بہت لمبا اس نام کے کئی بادشاہ خلف خاندانوں میں ہوئے ہیں (۱) محمد بن غلق (۳۲۰-۱۳۳۰)۔ ناصر الدین

محمد شاہ بن فیروز شاہ تغلق (۹۲-۱۳۸۹)۔ خاندان سادات میں محمد شاہ بن فرید خاں بن خضر خاں (۴۵-۱۳۳۳) سلطان بنغلیہ کے آخری زمانے کے محمد شاہ (۴۵-۱۳۹۰) آخر الذکر تو رنگیلے ہی شہور تھے وہ تو اتنی بڑی عمارت کیا بنوانے اور پھر عمارت ٹھیری بہت پرانی یوں بھی ان سے منسوب نہیں کی جاسکتی نہ اتنی پرانی اور اس طرز کی کہ محمد شاہ تغلق کی کبھی جاسکے نہ اس کا طرز خاندان سادات کے بادشاہوں کی عمارتوں کا سامنے دے کے دل اگر ٹھکتا ہے تو اسی پر کہ محمد شاہ بن فیروز شاہ نے یہ مسجد بنوائی ہوگی اور اسی کے نام پر یہ گاؤں آباد ہے یہ میری ذاتی رائے عمارت کے طرز و انداز پر سے ہے ورنہ خدا

معلوم حقیقت نفس الامر کیا ہے۔ ۱۲ من المصنف

ہمالپور کا مقبرہ محمد پور سے کوئی دو فرلانگ پر ہمالپور کی بستی ہے۔ پہلے اس گاؤں کے گرد فصیل تھی جس کا تھوڑا سا حصہ اور ایک کونے کا برج باقی رہ گیا ہے یہاں بھی بستی سے ملا ہوا ایک گنبد آٹھ مربع شکستہ حالت میں ہے۔ اس میں بھی پولیاں بھری ہوئی ہیں۔ قبر کا حال معلوم نہیں۔ اب ہم اپنا چکر ختم کر کے پھر عرض خاص کے سامنے آگئے اور یہاں سے تاج خان کے گنبد پستے ہوتے ہوئے کھر پڑے جا پڑے۔

موضع کھر پڑہ قطب روڈ کے آٹھویں میل کے پانچویں اور چھٹے فرلانگ کے درمیان دلی سے جاتے وقت سڑک سے ملا ہوا فصیل سے محصور جو گاؤں ہے وہ کھر پڑا ہے اور سڑک کی دوسری طرف سڑک سے پٹا ہوا حوض خاص۔ فصیل اب جا بجا سے گر پڑی ہے۔ اس وقت تو اس گاؤں میں مشکل سے ایک درجن گھر ہوں گے وہ بھی اُن لوگوں کے جو کہ بہ عزت و زراعت یہاں رہ پڑے ہیں مگر یہاں کی دو مسجدوں اور مسجد کے کھانے کی رانے میں یہ بڑی کٹی ہوئی جگہ اس موضع میں دو جگہیں ہیں ایک حکمران کی

مسجد احمد علی مجددی زمانے کی جس کی مرمت دلی والے حاجی محمد اسحاق صاحب بخاری نے کروا کر درست کرا دیا ہے۔ پہلے اس کا مین زیادہ وسیع تھا اب بقدر ضرورت ۳۲۸۴۴ مربع فٹ کر دیا۔ ۴۰۰ اپنی دیوار اٹھا دی ہے۔ مسجد تین در کی ہے۔ محراب کی اونچائی ۵ فٹ ۶ انچ اور چوڑائی ۸ فٹ ۶ انچ۔ بلندی مسجد کی ۲۵ فٹ ۸ انچ اور چڑھنے کی زینے کی دو اونچائیاں ہیں والان اگلا ۱۸ فٹ ۶ انچ۔ ۳۰ فٹ کے در پر گنبد ہے اور صحن اور قلمدان خالدی چھت۔ ممبر تین سیڑھیوں کا ہے۔ سنگ سرخ کے ٹیلے پر بنادہ ہیں۔ مسجد کے سامنے چوڑا چھبہ تھا چھبہ تو توڑ گیا توڑے باقی ہیں۔ فرش والان اور صحن مسجد میں گچ کا ہے۔ چاروں کونوں پر چار برجیاں اور درمیانی محراب کے دو طرفہ ایک ایک برجی۔ شمال میں ایک چھوٹا سا دروازہ ہے اس کے سامنے کنواں مسجد کے روکار پر بہت سے چھوٹے چھوٹے طاق بنے ہوئے ہیں۔ آیات قرآنی کے کتبے تو بہت تھے لیکن نااہلوں کے پتے میں پڑنے سے سفیدی اور زردی لپ لپ کر سب غارت کر دیئے اُن میں تمام سفیدی بھری کہ الفاظ کی تمیز نہیں ہو سکتی۔ چھت کا پلاستر چاہے جھڑ گیا ہے۔ داہنی طرف کی سنگ سرخ کی چھوٹی محراب پر کلمہ اور دو شریعت۔ ایسی طرف کی چھوٹی محراب پر بسم اللہ۔ پوری تل حوالہ

اور سبحان اللہ۔ جو نبی قلمدانِ نادر میں اللھم مالک الملک توفی الملک من تشاء تلیدک الخیر۔
دوسری طرف کلمہ اور کوئی آیت ہر جو صاف نہیں پڑھی جاتی غالباً اقرا۔ گنبد کے دائرے
میں اسمائے حسنیٰ۔ شمال کی طرف۔ بسم اللہ۔ الحمد۔ المجیب۔ العالم۔ العابد۔
الظاہر۔ الباطن۔ الحفیظ۔ الحکیم۔ لیس کشلہ شئی وهو السميع البصیر۔
دوسری سطر۔ بسم اللہ۔ الملک۔ القدوس۔ السلام۔ المؤمن۔ العزیز۔
الجبار۔ المتکبر۔ تیسری سطر۔ قل هو اللہ۔ کلمہ۔ چوتھی سطر۔ بسم اللہ۔ قل عین
یوب الفلق۔ چھٹی محراب پر لاء بسم اللہ۔ الحکم للہ اللہی خلق السموات
والارض۔ الخ (۲) اللھم مالک الملک توفی الملک من تشاء تلیدک الخیر۔

دروازہ ہیل

عالمی شان صدر دروازہ مشرق میں موضع شاہ پور کی طرف
ہے۔ جس کا رد کار سنگ سرخ کا ہے۔ آ۔ ٹے بلند۔ چھوٹ چوڑا۔
بغلی میں دو طرفہ۔ درے۔ باہر نکلے تو ایک اور مسجد ہے۔

نبلی مسجد

اسے درے۔ والان ۴۴ ۱/۲ ۲۔ محراب آ۔ ۲ اونچی۔
چوڑی بیچ کی محراب کے اوپر سنگ مرمر کی صفایاں بہت ہی خوب
کاغوش خط کتبہ لگا ہوا ہے۔ بس یہی ایک چیز اس مسجد میں دیکھنے کی ہے ورنہ یہ مسجد اب
سویشیوں کا کوٹھا ہے کہ والان اور مین سب گوبر سے ایسا بھرا ہوا ہے کہ قدم دھرتا بھی
مشکل ہے۔ کتبہ کچھ ایسا پیشواں ہے کہ دو دن کی کوشش میں بھی پورا نہیں پڑا گیا مگر جتنا
پڑھ لیا گیا ہے اس سے باقی کا نام اند سال بنا تو نکل آیا یہ بھی غنیمت ہے۔

کتبہ بیچ سطر۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بناء هذا المسجد المتین در عہد سلطان
السلطان ظہیر الدین فی اہر منین المتوکل علی الرحمن سکندرشاہ بن بہلول شاہ
خلد اللہ ملکہ وسلطانہ و ظہر کل۔ بوجہ اندہ لعل۔ شاہ و داد خان عظیم مسند عالی
خواضمان دام علیا بانیہ عمارۃ الملک نورۃ حنفیہ۔ الذی رحمۃ اللہ الملائک المناج
.... خانوادہ عظیمہ و مکیم میاں فتح محمد بن خواضمان الدہلی من جماد
ربیع الاول سنہ احدى عشر وستمائتہ برکہ دہرین بادشاہ محمد بن اید پر اسے
عبادۃ۔ علی اہل الایمان بالانہ۔ کما این فتح محمد۔ کاتب
حرف و۔ لعل محمد۔

عید گاہ

اٹھ میل چھ فرلانگ پر قطب روڈ کی بائیں طرف۔ طول و عرض ۳۶۹۰۔
 بلندی دیوار دست پانچ پانچ دیوار دوز محرابیں ادھر ادھر بیچ میں
 صدر محراب اسی کے پاس (۱۳) سیڑھیوں کا زینہ۔ کنگورے دار دیوار۔ دونوں
 سروں پر دو ہشت پہل برجیاں جن کا قطر دس ہے۔ دیوار بھی مخدوش حالت میں ہے
 اور برجیاں تو کھنڈ ٹکئیں مگر ابھی قیہ قائم ہے۔ بائیں ہاتھ کی طرف کی برجی کے پاس
 سنگ سرخ کی سل پر ایک ہفت سطری کتبہ ہے۔ جو کسی طرح پڑھا نہیں جاتا اول تو
 بیچ پنج دوسرے کوئی لک کر حروف سندس کا کئی جم کر حروف کی اصلی صورت
 باقی نہیں رہی اور سب سے بڑھ کر ناٹریوں نے چربے اتار اتار کر کول ٹار اور
 سفیدی لگا لگا کر اور غارت کیا۔ افسوس ہے کہ ہماری کئی دن کی کوشش بیکار گئی۔
 دھلوایا صاف کر لیا سیڑھی لگا کر چڑھے مگر نہ پڑھا جانا تھا نہ پڑھا گیا۔ مجھ سے جو
 پڑھا گیا وہ لکھتے ہوئے بھی شرم آتی ہے کہ اگر حیدہ حیدہ لفظ نکال لیے تو اس
 کا شمار پڑھے جانے میں نہیں ہے۔

(۱) سبحان اللہ الرحمن الرحیم چون قبل الاسلام... داسر الملک دھلی و بلاد الملک
 انرا شہر مغل ملو عید و بہار داسر الکفر۔

(۲) سلطنت غدی ابی داود مسلمین و السید المساجد و المقلد... خلیفہ

(۳) دس گاہ سرا بانی اقبال خاں عرف

(۴) السلطان و اقبال مسند عالی الملک فی

(۵)

(۶) خاص بنا فرمودہ... مسلمانان لفضل او۔

(۷)

اب اس عید گاہ کی یہ گت بنی ہو کہ سارا چوترا جوت والا بن چلا کہ دیوار کو بھی کھود کر پھینک دیتے ہیں عید گاہ کے
 چوڑے کے سامنے دور دور پر لک کے اپنے لکڑی نکال کر کنکری کا بننا دیا ہے۔ کتبے میں جو اقبال ظاہر کا نام ہے اس کا عرف
 قونان پٹھان تھا جو سنہ ۱۱۸۵ میں فیروز شاہ کا پوتا تھا اس حساب سے یہ نگاہ سنہ مذکور کی بنی ہوئی معلوم ہوتی ہو۔

(۸) اس گری پڑی جگہ کو مکان مسجد کو

یا کوئی قناتی مسجد مگر عید گاہ کے استے

عید گاہ کے پیچھے کی دو عمارتیں

پاس مسجد کے بنائے کا کوئی موقع نہیں شاید کوئی بڑا محل ہوگا۔ اس کی کھجیت کی دیوار ۹۶ لمبی چلی گئی ہے جو بیچ میں سے گر بھی پڑی ہے۔ متطیل عمارت ہے ایک سرے پر ایک حجرہ اور زینہ موجود ہے دوسری طرف کی صرف ایک محراب کھڑی رہ گئی ہے اور بس۔

(۲) اوپر والی عمارت کی سیدھ میں ایک ۴۲ مربع گنبد ہے جس کے اندر گچ کی ایک بڑی قبر ہے۔ گنبد سے لگا ہوا ایک طرف کو ایک پختہ چوڑا ۴۶ پا مربع ہے جس پر ایک نیم کا درخت ہے جس کے نیچے تین پختہ قبریں ہیں۔

ایک برج اور قناتی مسجد (۱) عید گاہ سے جنوب میں وہیں قریب کے قریب کھیت میں ایک گول ٹور کھڑا ہے اسے برج کہیے یا پتار غرض وغایت اس کی کھیت کے بیچ بنائے کی زمانہ حال کی سو قعی حالت سے تو کچھ سمجھ میں آتی نہیں۔ اس برج کا دور بے ہے جس چوڑے پر کھڑا ہے وہ (۲) مربع اور ۷۶ اونچا ہے۔ اس پر جو برج ہے وہ ۴۳ اونچا ہے اور ۳۳ سیڑھیاں ہیں۔ اسی کے سامنے ۵۳ پا کے فاصل سے مشرق کی طرف ایک قناتی مسجد ہے۔ انہی ہے جس کی دیوار کا بہت سا حصہ گر گیا ہے۔ قریب یہ چاہتا ہے کہ اب جو چو طرف کھیت ہیں یہاں آبادی رہی ہوگی اور اس برج کے ساتھ کے اور برج بھی رہے ہوں گے۔

شاہ پور موضع کھڑے کے مشرق رو یہ صدر دروازے کے سامنے ایک میل۔ کے اندر ہی اندر شاہ پور کا موضع ہے جو فی زمانہ شاہ پور جٹ کہلاتا ہے۔ یہ موضع پہلے بہت آباد ہو گا جیسا کہ اس کی موجودہ ویران اور گری پڑی عمارتوں سے ظاہر ہے۔ شہر سیری کے حصار کے اندر یہ بھی تھا۔ یہاں کی مرقعہ فیصل اور شان دار برجوں کے سبب سے جو حقیقت سیری کی فیصل کے ہیں اس حصہ کو شاہ پور کا قلعہ کہا جاتا ہے۔ درنہ اصل میں کوئی خاص قلعہ یہاں نہیں ہے۔ گاؤں میں داخل ہونے سے پہلے فیصل کا گرا پڑا حصہ اور کئی ٹوٹے پھوٹے اونچے نیچے برج ملتے ہیں۔ بستی کے باہر ہی ایک بڑا بھاری گنبد ہے جسے گاؤں والے تحفے کا گنبد کہتے ہیں مگر غور

سے دیکھا تو یہ گنبد ایک وسیع مسجد کا سنٹرل ڈوم دیکھ کا گنبد ہر جس کی حالت محذوف
ہونے سے سرکار کی طرف سے اس کی بہت کشادہ محراب میں دو دروہیل پاسے بطور
اڑواڑ کے لگا دیتے ہیں جس سے گرتا ہوا گنبد ختم گیا۔ مسجد کا یہ درمیانی حصہ اندر سے
۴۴ فٹ اور باہر سے ۳۳ مربع فٹ ہم اس کو مسجد کا درمیانی حصہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ
اس کے دلہنے بائیں پا کھے کی دیواریں اب تک کھڑی ہیں ان دونوں پا کھوں کا
درمیانی فصل (دخم) ۱۱ فٹ صحن مسجد کا ۳۲ مربع فٹ۔ بیچ کا درجہ میں دو ختم لگا دیتے ہیں
۲۲ چوڑا ہر نیچے تو مربع فٹ مگر اوپر جا کر گنبد ہشت پہل ہو گیا ہے۔ جنوب کی طرف اوپر جا
کا زینہ تھا ادھر کی چھل گر جانے سے اب اوپر جانے کا راستہ نہ رہا۔ بستی میں گھٹتے
ہی ایک بہت لمبی اور اونچی دیوار کھڑی ہے جو استاد زمانے سے کالی پڑ گئی یہ کسی
شان محل کی پچھیت کی دیوار معلوم دیتی ہے۔ اس طرح کے گرے پڑے بہت سے
مکان اس بستی میں ہیں۔ بستی کے اندر ایک قدیم عمارت بارہوری کی ہے جو اب کھنڈ
ہے اس کے باقی ماندہ حصے میں جاٹ وغیرہ غلے لوگ رہتے ہیں۔ تھانے والا گنبد
اس کا اصلی نام کچھ اور ہوگا اب کچھ دنوں تھانہ رہنے سے یہ نام پڑ گیا۔ بیچ میں ایک
چٹا گنبد ہے دو دنوں طرف در اور ایک ایک حجرہ ہے۔ جس کا طول و عرض ۴۳ x ۳۸ ہے
محراب کی چوڑائی ۱۱ فٹ۔ بلندی عمارت کی ۱۴ فٹ اس کے گرد ایک خام مگر وسیع احاطہ
کھینچ لیا ہے اور جاٹ لوگ رہتے اور اپنے مویشی باندھتے ہیں۔ اسی گنبد کے بچھڑائے
سیری کی تفصیل کا ایک بہت بڑا گول برج ہے جس کی منڈیر کنگورے دار ہے۔ برج بھی
حالت میں ہے مگر اوپر پڑنے کا راستہ نہیں۔ اس برج کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیری
کی تفصیل معمولی تفصیل نہ تھی بلکہ بڑے استحکام سے مناسب مناسب فصل سے عالیشان
برج بنا کر بنائی گئی تھی۔ بستی کے باہر بجانب مغرب کھر پڑے کی عید گاہ کے مشرق جانب ایک
نشتہ مسجد ۴۲ x ۱۹ ہے چھت تو گر گئی صرف مغرب کی طرف کی دیوار ۱۱ فٹ اونچی کھڑی ہے گاؤں
لوگ اس چبوترے پر گئی کاٹا کرتے ہیں۔

اسی موضع کی حدود میں واقع ہے چکھنڈی کے
ساتھ ایک بیچ درمی مسجد ہے جس کا والان

چو کھنڈی اور مسجد حضرت مخدوم سبزواری

۵۸ x ۱۱ ہے۔ محراب ۱۲ فٹ اونچی گیارہ فیٹ چوڑی ہے شمال جنوب میں بھی دو در در میں ستون

اور جنوب کی طرف صرف ایک لفظ "رقیب" پڑھا جاتا ہے اور کچھ نہیں۔ خطبے نظیر ہے۔
سیکم پور کی عمارتیں
 اس میں کئی عمارتیں قابل الذکر ہیں۔

ہردم خیالی کی درگاہ
 مقام اور چند لوگ ہردم خیالی کی درگاہ
 کہتے ہیں عرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ ہردم خیالی محض خیالی نام ہے یا اس کی کچھ اصلیت
 بھی ہے خبر نہیں۔ ایک اونچے ٹیلے پر گاؤں کے باہر ایک بہت بڑا ہال تین در
 اور تین گنبدوں کا بہت مستحکم سفید مٹم کے سنگ غارا کا بنا ہوا ہے جو اندر سے ۱۳۴۴
 اور دہرہ ہے یعنی سامنے تین در اور پچھت تین در ہال کی دونوں طرف
 ایک ایک بلی جڑہ ڈال مریج۔ باہر سے اس ہال کی لمبائی ۱۳۴۴ اور بھی جڑوں کا
 سلسلہ تھا جو گر گئے پچھت کی دیوار سے کل عمارت کی لمبائی ۱۳۴۴۔ سامنے
 ایک وسیع چورس اونچے مٹم ہے جس پر کئی کئی قبریں ہیں اور پیلو کے درخت ہیں۔
 لوگ کہتے ہیں کہ یہ مکان لشکر خاں کا ہے پہلے یہاں تنور گرے ہوئے تھے لیکن
 تو گاؤں کے مویشی بندھتے ہیں۔ عرض یہ ہال بہت اچھا اور دیکھنے کے قابل ہے۔
سیکم پور کی مسجد
 پاس خان جہاں نے ۱۸۸۸ء میں یہ
 عالی شان اور بے نظیر نہایت وسیع مسجد بنوائی

تھی جس کی وضع طرح بھی دہلی کی کلاں مسجد اور کھڑکی کی مسجد کی سی ہے فرق صرف اس
 قدر ہے کہ یہ ایک مندر ہے جو ایک وسیع چوترے پر بنائی گئی ہے۔ یہ مسجد بھی پتھر چوٹے
 سے چمکتی ہوئی ہے اور عہد فیروز شاہی کے دوسری مسجدوں کی طرح امتداد زمانے
 سے بالکل کالی پڑ گئی ہے۔ اس کی شکل مستطیل ہے۔ شمال سے جنوب کو (۳۰۰) اور مشرق سے
 مغرب کو (۲۰۰) ہے اور چوترہ مالکرا (۱۰) ہے۔ اس کے تین دروازے مشرق شمال
 اور جنوب میں ہیں۔ صدر دروازہ مشرق کی طرف ہے جس کے تین طرف پندرہ پندرہ
 سیڑھیاں ہیں۔ باقی دو دروازوں کی طرف کی سیڑھیاں یا تو مٹی میں دب گئیں

یالوٹ پھوٹ گئیں مشرقی اور جنوبی دروازے جو دیوار کے بیچ میں ہیں مسجد کی دیوار سے دس فٹ آگے بڑھے ہوئے ہیں اور مشرقی رخ کا دروازہ جو جو صدر دروازہ ہے مشرقی دیوار سے (۳۰) فٹ کے فاصلے پر جس میں سے ایک رستہ اندر وار کو ہے اور دوسرا باہر وار کو مسجد کی چار دیواری کے باہر بازو کے دروازوں میں ایک ایک کمرہ (۲۲) مربع ہے اور چار دیواری کے اندر ایک اور کمرہ (۲۵) مربع ہے۔ مشرقی دروازے کی طرف کا میدانی کمرہ (۲۵) مربع ہے اور اندرونی کمرہ مستطیل (۲۵) لمبا (۱۲) چوڑا ہے۔ مسجد میں سنگ مرخ کا فرش ہے۔ صحن مسجد طول میں شمال سے جنوب کو (۲۴) ہے اور مشرق سے مغرب کو چوڑائی میں (۲۳) ہے۔ صحن کے اطراف محراب دار کوٹھریاں (۱۲) اونچی ہیں یہ مشرق شمال اور جنوب رخ کی کوٹھریاں ۱۲ چوڑی ہیں۔ باقی کی چوڑائی مختلف طور پر ہے، سے (۱۲) تک ہے۔ دروازوں کے دونوں جانب سات سات حجرے ہیں۔ مغربی رخ کے حجرے تہرے ہیں اور محراب درمیانی کے دونوں جانب بھی سات سات حجرے ہیں اس طرح صحن کے ہر جانب کے حجرے بہ شمول دروازوں کے حجروں کے سب ملا کر (۴۵) ہیں۔ مغربی دیوار میں بلند محرابیں ہیں اصل مسجد بیچ کے حصے میں ہے جو (۲۵) مربع ہے۔ مسجد کی چھت پر (۶۴) گنبد ہیں جن میں سے بڑے گنبد (۹) اونچے ہیں اور ان کی وضع کھڑکی کی مسجد کی سی ہے۔ یہ مسجد جیسی کچھ بھاری بھر کم چوڑی چپکی مستحکم اور عالی شان تھی اور اپنی عظمت و شان کے لحاظ سے جس قدر مستحق قدر تھی اتنی ہی خراب اور معمولی حالت میں ہے۔ بیگم پور کا سارے کا سارا گاؤں جاوٹوں کا مجمع ان کے موشیوں کے اسی میں بستہ ہے اس وجہ سے بیچ پوچھو تو اس کو اب مسجد کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ سنا ہے بڑی مقدسے بازی کے بعد صرف مغرب جانب کا درمیانی درہ مسلمانوں کو نماز پڑھنے کو مل گیا ہے جو (۳۵) مربع ہے۔ اسی میں سنگ موسیٰ کی دہلیز کا پیش طاق ہے۔ کتبہ کوئی نہیں ہے۔ فرش سنگ خارا کی سلوں کا ہے۔ اس حصے کی محراب (۸) چوڑی ہے اس پر سے اس مسجد کے پھیلاؤ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ چون کہ یہ حصہ بھی بودا باس کے کام میں تھا گنبد کا سارا کتبہ اندر سے کالا ہو گیا ہے۔ اوپر جانے کا زینہ تیس سیڑھیوں کا ہے۔ افسوس لارڈ کرزن کو خبر نہ ہوئی ورنہ اس مسجد کے نصیب بلا تعلق رہا۔

کے منوں میں جاگ جاتے۔ اب کوئی امید نہیں کہ یہ مسجد کبھی اس مصیبت سے نجات

پاسکے گی۔
مقبرہ شیخ فرید بخاری
 ۱۰۴۵ھ
 ۱۶۱۵ء

بگم پور کی مسجد سے بجانب شرق آدھ میل کے
 اندر ہی اندر یہ مقبرہ شیخ فرید الدین ابن سید احمد
 بخاری کا ہے۔ جہانگیر کی سلطنت میں آپ مرتضیٰ خاں

کے نام سے مشہور تھے جن کا ذکر ہم سلیم گڑھ کے بیان میں کر آئے ہیں۔ سر بلاکین
 نے آئین اکبری میں آپ کی پوری تفصیل لکھی ہے۔ آپ اوائل عمر میں اکبر شاہ کی ملازمت
 میں بعد ازاں میر جشتی سرفراز ہوئے۔ اکبری وفات کے بعد شیخ صاحب جہانگیر کے
 جان نثاروں میں رہے۔ آپ ہی نے شاہزادہ خسرو کو دریائے بیاس کے
 کنارے شکست دی اور اسی کے صلے میں آپ کی خطاب مرتضیٰ خاں کا ملا اور گجرات
 کے صوبہ دار مقرر ہوئے اس کے بعد آپ پنجاب کے صوبہ دار رہے۔ آپ نے
 پاک پٹن شریف میں اس جگہ جہانگیری مسجد میں انتقال فرمایا اور بگم پور
 میں مدفون ہوئے۔ غالباً قبر پر کوئی مقبرہ رہا ہو گا مگر اب تو قبر زیرِ سما ہے گرد و پیش
 کی ساری عمارتیں شکستہ حالت میں ہیں دو وسیع احاطے قبروں اور شاہانہ مکانات
 سے پٹے پڑے ہیں گھنٹوں گھنٹوں برابر جنگلی گھاس اور جھاڑی ہے کہ قدم و ہرناؤں
 ہے۔ قبر کے اطراف آہنی جنگلا غالباً محکمہ آثار قدیمہ کی طرف سے لگا دیا گیا ہے۔ حضرت
 شیخ صاحب کی قبر سنگ مرمر کی ہے ۳۷-۳۸-۳۹۔ قبر کے سرائے ایک بہت
 عمدہ لمبی لوح ۷۰-۳۸-۳۷۔ کھڑی ہوئی ہے جس پر نہایت خوش خط نستعلیق کا
 واضح اور روشن پندرہ سطر کا یہ کتبہ ہے۔ یا اللہ

سبحان الملک الحمی الامین ولایوت ولا ینوت۔ در زمان دولت حضرت عرش +
 آسیانی جلال الدین اکبر بادشاہ غازی شیخ فرید الدین ابن سید احمد بخاری
 بخیات انحضرت ممتاز بود و در + عہد عدالت نور الدین جہانگیر بادشاہ ابن اکبر
 بادشاہ بختاب مرتضیٰ خاں نے سرفراز گردید تباریح پشتمہ جلوس مطابق ششم

۱۵ گویہ مقبرہ بگم پور کے قریب ہو لیکن دراصل یہ حدود میں سویت شیخ سرائے کے جو روشن چہانغ دہلی
 کے پاس ہے اور یہاں سے بھی بالکل قریب ہے۔

ہجری برحمت الہی پیوست ۱

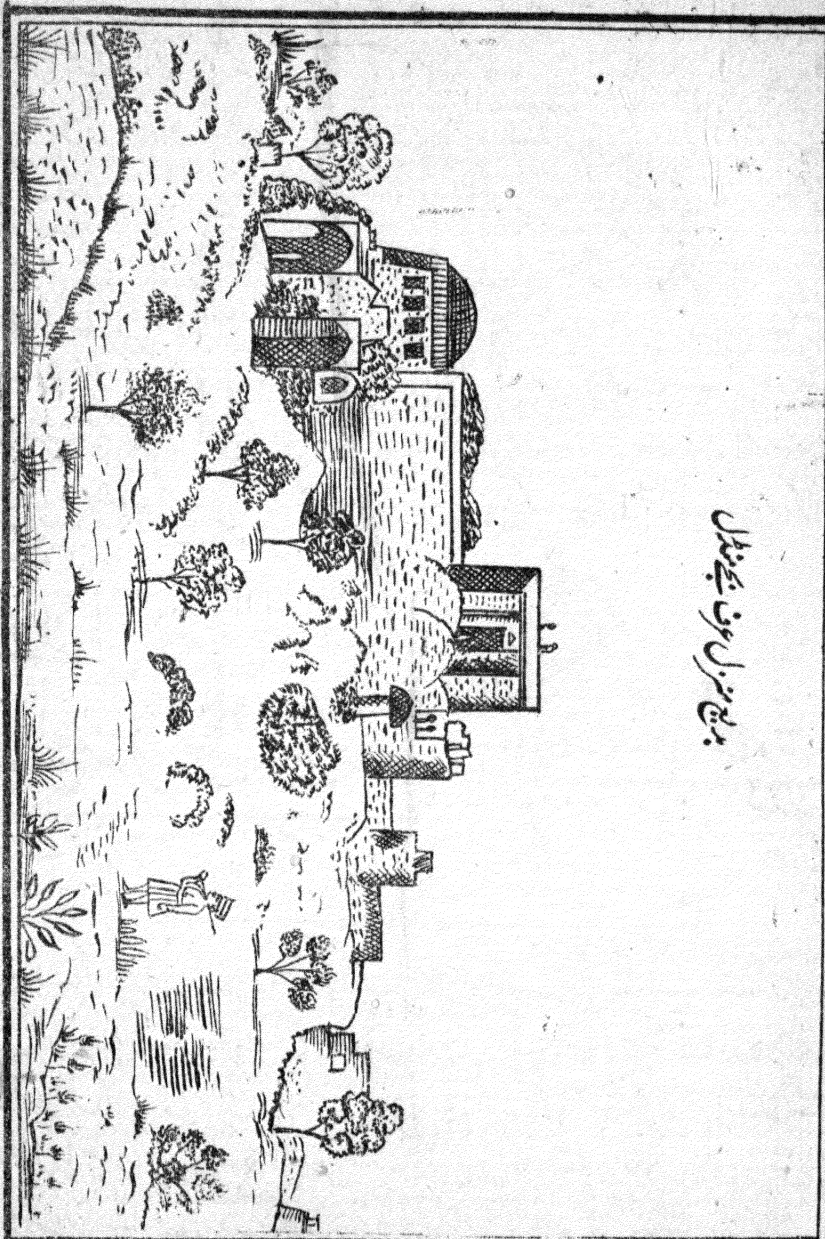
مرغی خاں جو بحق واصل شد
گشت اقلیم بقا مفتوحش
بہر تازیخ ملائک گفتند
بلو پر نور الہی روحش

جس پختہ اور بلند احاطے میں شیخ صاحب کی قبر ہر دہائی ایک سو درمی بطور خانقاہ کے اور ایک قناتی مسجد ہے۔ زبانی روایت یہ مشہور ہے کہ لوح مزار کا پتھر اچھا اور خوب صورت دیکھ کر کوئی جاٹ اٹھاڑے گیا تھا جسے اُس نے اپنی حویلی میں لگانا چاہا۔ رات کو دست لگ گئے جان بلب ہو گیا صبح ہی پتھر جوں کا توں لاکر نصب کر دیا۔ گو اس بات کو نئی روشنی والے مہمانیں مگر بزرگان دین کی شان میں بے ادبی کرنے والوں کو ذک پہنچنے کے کئی واسطے میری چشم دید ہیں دلی کی دلی میں بھی ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ کسی انگریز سینڈرسن نامی نے قطب صاحب کی لاٹ کے نیچے کچھ قبریں اکٹھا کر میدان صاف کر دیا تھا وہ بھی دفعۃً رات کو بیمار ہو گیا صبح ہی اُس نے اُس قبر کو جوں کا توں درست کر دیا چنانچہ اب تک بھی لاٹ کے پاس وہ قبر موجود ہے۔

بنگلہ اور کھوٹی بارہ درمی | مقبرے کے احاطے سے ملا ہوا ایک دوسرا پختہ اور وسیع احاطہ ہر اس میں ایک بڑا مکان تھا جو بنگلہ کے نام سے مشہور ہے اب اس عمارت میں کاسا سنے رخ کا ایک لداوی سے وہ باقی ہے اور دوسری جانب بارہ درمی کے صرف تین درکھڑے ہیں جو حالت موجودہ کے لحاظ سے چھوٹی بارہ درمی کہلاتی ہے۔

بارہ کھمبا اور کھنی کوٹھی | حضرت شیخ فرید بخاری کے مقبرے کے پاس بے چرخ پختہ ۴۰۰۰ احاطے کے اندر علاوہ قبرستان کے ایک نہایت پختہ اور وسیع لداوی عمارت بارہ کھمبہ کی ہے جو ۳۳ مربع ہر اب اس میں گاؤں کے ڈھوڑ ڈنگر رہتے ہیں ایسا عمدہ کنیل شدہ کہاں ملے گا۔ اس وسیع احاطے کے بیچوں بیچ ۳۳۳ کے ایک بہت احاطے کے اندر کچھ کی پانچ قبریں ہیں۔ اس کے گرد یعنی بڑے احاطے کی دیواروں میں شمال جنوب سمت سمت اور مشرق مغرب میں پانچ پانچ اس طرح جو بیس کوٹھریاں بنی ہوئی ہیں مغرب کی طرف صدر دروازہ اور یہیں چودہ سیڑھیوں

برقع منزل و ف بچہ منزل



کا زینہ ہر جس پر سے ہم بارہ کھبے کی چھت پر پہنچتے ہیں یہیں ایک دو منزلہ سہ دری
ہر جس کے دو لدائی گنبد ہیں اور ۱۲ x ۱۲ لم کا دالان ہے۔ پھر پچیس سیڑھیاں چڑھ
کر سہ دری کی دوسری منزل پر پہنچتے ہیں جس کی چھت گرگئی ہے دو منزلہ کمرہ اثنا مربع ہے
اور کل بلندی اس عمارت کی چھت یہاں جنوب کی طرف دیوار میں ایک چھوٹا طاق ہے
جس کی سطح میں سنگ سرخ کی ایک سل ہے اسے بجاد تو کھن کھن کرتی ہے اسی وجہ سے یہ
بجتی کوٹھی کہلاتی ہے۔ گنواروں کو لٹھالے کا یہ اچھا نسخہ ہے در نہ در اہل کچہ بات نہیں سل
کے نیچے خلا رکھا گیا ہے جس کے لیے وسیریشن (گوخ) مزدہری ہی صنعت فتح پور سیکری
کی حضرت سلیم چشتی کی مسجد کے ایک ستون میں رکھی گئی چوں کہ وہ بہت بڑی عمارت ہے
اس کی بہ نسبت اس میں گوخ بھی زیادہ ہے۔ گنوار لوگ اسے بھی ایک معجزہ اور کرامت
سمجھتے ہیں۔

بجے منڈل یا بیڑی منڈل

یا بدیع منڈل ۵۵ء
۶۱۳ء

از روے یار خرگئی ایواں ہی بنیم تہی
وز قد آں سرو سی خالی ہی بنیم چمن
جائے کہ بود آں لستان و تستان بوستان
شد گرگ در وہ را مکان ہم یوم و گرگس وطن
بر طے جنگ نائے ولی آواز ناع ست و زغن

برجائے ظل و جام گوراں نہاد مستمند

کالو سراے اور سیم پور کے درمیان یہ ایک مکان ہے قطب صاحب کے رستے میں
بائیں طرف نہایت رفیع و دل چسپ و دل کش فیروز شاہ کا بنایا
ہوا اور اس کو جہاں نما بھی کہتے ہیں اور بدیع منڈل بھی مشہور ہے عوام الناس اسے
بجے منڈل یا بیڑی منڈل کہتے ہیں۔ کتب تواریخ کی رو سے یہ مکان اسی زمانہ میں
بنایا جس زمانے میں فیروز شاہ نے فیروز آباد بسایا تھا یعنی ۵۵۵ھ۔ پس اس
کی تعمیر پیش ازین نیست کہ چند سال بعد ہوئی ہوگی۔ جنرل کننگھم صاحب
کا یہ خیال کہ اس نام کی عمارت تغلق آباد میں تھی صحیح نہیں ہے۔ شاہ عبد الحق صاحب
محدث دہنوی مصنف اخبار الاخیار جو عہد اکبری و جہانگیری میں ایک مشہور

۱۵۵۵ء اخبار الاخیار میں اس عمارت کو سلطان محمد عادل تغلق شاہ ۵۲۰ھ کے وقت لکھا ہے۔ ۱۲

بزرگ صاحب تقویٰ تھے اور جن کی وفات ۱۱۹۶ھ میں ہوئی جو وہ اس عمارت کو جہاں بنیاد کا ایک برج بنانے میں اور فرماتے ہیں کہ سکندر لودھی کے زمان سلطنت میں شیخ حسین طاسر نامی ایک بزرگ دہلی تشریف لائے تھے وہ حکم شاہی اسی محل میں ٹھہرے گئے تھے ان کا انتقال ۱۱۹۹ھ میں ہوا اسی مکان کے باہر زمین کیے گئے چنانچہ اس جگہ اور قبور بھی ان کے اعزاء اقربا کے ہیں۔ یہ مکان ایک اونچے ٹیلے پر واقع ہے جو سنگ بست اور سطح زمین سے (۸۳) بلند ہے جس پر جانے کی سیڑھیاں ہیں۔ سیڑھیاں اور ٹیلے کے ہر دو جانب کی بندش اب استاد زمانہ سے بہت خراب ہو گئی ہے۔ یہ ایک مشمن شکل کا کمرہ ہے جس کی چھت گر چڑی ہے مگر سید لکھتے ہیں کہ اس مکان کی قطع بھی عجیب ہے کہ ایک بلند برج پر چار دروازوں کا ایک کمرہ بنایا ہے اور اس کی دیوار میں سے اوپر جانے کا زینہ رکھا ہے اور اس نے اوپر اگلے زمانے میں بہت خوش ناما بارہ درسی تھی جو اب ٹوٹ ٹاٹ گئی ہے مگر اوپر چڑھ کر دیکھنے سے اس کی علامات معلوم ہوتی ہیں۔ ایسے مکانات عرض شکر کو بنائے جاتے ہیں اور یہ مکان بھی اغلب ہے کہ اسی غرض سے بنایا گیا ہو گا۔ یعنی بادشاہ سلامت فوج کا ملاحظہ فرماتے تھے اور دیگر تقاریب میں بھی جوس ملاحظہ کرتا تھا۔ جس کمرے کا ذکر اوپر آیا ہے وہ سنگ بست اور پختہ بنا ہوا ہے جس کے چاروں کونوں پر سنگ سرخ لگا ہوا ہے۔ یہ کمرہ (۸۳) مربع اور (۲) مرتفع ہے۔ دیوار نیچے پھیلی ہوئی اور اوپر جا کر سکڑی ہو گئی ہے چنانچہ بیس فیٹ میں چار فیٹ چوڑاں بڑھ گئی ہے۔ اس محل کے قریب ہی ایک گنبد دار دارالان بھی ہے جو (۵۰) مربع اور (۳) بلند ہے۔ یہ بھی پختہ اور اچھی حالت میں ہے قبرستان کے پاس ایک مسجد بھی ہے۔ کل مقام پر دیرانی برستی ہے اور اسی کے پاس بسیم پور کا گاؤں بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ فیروز شاہ نے ایک سرنگ بنائی تھی جو قلعہ فیروز آباد سے اس مکان کے نیچے بہتی ہوئی حوض خاص تک چلی گئی تھی۔ اس میں تین کوس کا فاصلہ ہے۔ یہ مکان بہت شکستہ حالت میں تھا۔ لیکن محکمہ آثار قدیمہ سے خاطر خواہ مرمت کرا دی گئی ہے۔ اس کی وضع قطع اور ہیئت کدانی نقشے کے ملاحظہ سے ظاہر ہوگی۔

بے سنڈل کے دامن میں ایک گنبد
بے سنڈل کے ٹیلے کے نیچے
بجانب مغرب ایک بہت پرانا

مگر بڑا بھاری گنبد اندر سے ۳۱ پا مرلج ہے۔ قبر اور فرش دونوں باقی نہیں ہر طرف دودو دریں۔ مشرق کی طرف کے در بند کر دیئے گئے ہیں۔ پلاستر اندر باہر سے سب گر گیا ہے خصوصاً گنبد کا سارا پلاستر جاتا رہا اور سنگ خارا کی سلیس اور پتھر نکل آئے جن میں برسات کا پانی خاطر خواہ جذب ہوتا ہے اور اگر خبر نہ لی گئی تو عجب نہیں کہ بہت جلد گر جائے۔ اس کے در آٹھ فیٹ چوڑے ہیں۔ گنبد کے سامنے ایک گراڑا چوڑا درجس پر ایک قبر اب تک بھی باقی ہے۔ یہ بھی نامعلوم اور بن پتہ گنبدوں میں ہے۔

کالوسہ کی مسجد ۸۹
 بیگم پور کی مسجد کے پاس ہی کالوسہ رے کی بستی ہے جو قطب
 کے آگے ایک فلائنگ بائیں طرف ہوگی۔ اس موضع میں بھی
 خاں جہاں فیروز شاہی نے ایک اور مسجد بنوائی۔ اس نے

قریب قریب مسجدیں بنوانے کی مصلحت کچھ سمجھ میں نہیں آتی ممکن ہے کہ اس زمانے میں کالوسہ رے کوئی بڑی جگہ رہی ہو اور یہ تو ظاہر ہے کہ زمانہ حال کی بہ نسبت جب کہ سلطنت اسلامی عروج پر تھی روزے نماز کا چرچہ زیادہ تھا نماز کی طرف سے اس زمانے میں بھی لاپرواہی تو یقیناً نہ تھی۔ بہر حال مسجدیں موقعی ضرورت کے لحاظ سے بنائی گئی تھیں ورنہ اتنی عقل تو ان لوگوں میں بھی ہوگی کہ بے ضرورت روپیہ صرف نہ کیا جائے۔ یہ مسجد بھی چوٹے اور پتھر سے برنجیوں دار بنی ہوئی ہے اور چوں کہ خاں جہاں وزیر نے کئی مسجدیں قریب قریب زمانے میں بنائی ہیں اس واسطے ان کی سال بنا بھی قریب قریب تصور کیا گیا ہے۔ اس مسجد کے شمالی اور جنوبی ضلع منہدم ہو گئے ہیں اور گاؤں کے لوگ اس میں بستی ہیں مگر میں سب سلمان۔ یہ مسجد بھی ایک مرتفع مقام پر بنی ہوئی ہے جو ہفت دری تھی دو درگاہ گئے پانچ رہ گئے ہیں۔ والاں سے گئے ہیں۔ دروں کی اونچائی ۱۰۔۱۰۔۱۰۔ چوڑائی ۹۔۹۔۹۔ لبان اس مسجد کی ۱۲ ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ اس گاؤں میں کوئی ہندو نہیں رہتا مینا بھی سلمان ہی ہے۔

شیخ ضیاء الدین رومی کا گنبد ۹۰
 آپ کا گنبد قطب روڈ کے کنارے بائیں طرف
 کالوسہ رے کے سامنے ۸ میل ۶ فلائنگ

پر ہے۔ یہ گنبد کچھ بہت بڑا نہیں ہے اندر سے ۲۲ مرلج ہے۔ اندر باہر سے پلاستر چھڑ گیا ہے

ردوں میں کی جالیاں ٹوٹ گئیں اب پتھروں سے چُن دیا ہر بارہ درہ گنبد ہر اندر دو
 قبریں گچ کی ایک مردانی دوسری زنانی تھیں۔ سونے کے دس اونچے اوپنے چبوترے پر ہیں
 گاؤں والے جھاڑو بہارو دیتے رہتے ہیں اور قبروں کی بھی از سر نو مرمت کر دی گئی
 ہر مردانی قبر کے سر پہنے دیواریں پتھر پر یکتبہ ہر شیخ ضیاء الدین رومی و شیخ بھری ہوی رگڑے عالم
 بفاشدند آپ شاخ کبار میں سے ہیں شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ میں سلطان قطب الدین بن علاء الدین
 آپ کا معتقد اور مرید تھا کہتے ہیں کہ وصال کے تیسرے دن جب شیخ نظام الدین اولیاء آپ کی زیارت
 کو تشریف لے گئے تو سلطان قطب الدین وہاں پر حاضر تھا شیخ نظام الدین کو نہ تعظیم
 دی اور نہ سلام کا جواب دیا۔ حضرت شیخ نظام الدین سے منقول ہر کہ انہوں نے
 شیخ ضیاء الدین سے سنا تھا کہ ان کا یک دوست تھا جسے سماع میں حال اور ذوق بہت
 ہوتا تھا اُس کی وفات کے بعد انھوں نے اُسے خواب میں دیکھا کہ بہشت میں اُسے مقام رفیع ملا
 ہر مگر مغموم بیٹھا ہر۔ آپ نے سے ایسے عمدہ مقام ملنے پر مبارک باد دی اور پوچھا کہ اُدس
 کیوں بیٹھے ہو انھوں نے کہا کہ یہ سب کچھ مجھے ملا کہ وہ لذت اور حال جو سماع میں
 ملتا تھا میرے نہیں۔

اڑھہ چینی یا بی بی نور قطب روڈ کہ نوین اور دسویں میل کے درمیان بائیں
 ہاتھ کی طرف یہ گاؤں ہر اور داہنی طرف بی بی نور کی
 درگاہ۔ اہل نام تو اس موضع کا اڑھہ چینی ہر مگر مسلمانوں نے بستی ہی کا نام بی بی نور رکھ
 لیا ہر۔ درگاہ کا ایک وسیع احاطہ ہر جس کے اندر درگاہ ہر اور ایک چھوٹا سا گنبد
 چلے گا ہر۔ سب قبروں پر کتبے لگا دیئے ہیں جس سے بہت آسانی ہوتی ہر احاطے
 کے اندر خدام کے رہنے کے لیے ایک کشتش درہ بھی بنا ہوا ہر احاطے میں نیم کے
 بہت سے درخت ہیں اور ایک منہد۔ مہ باؤلی بھی ہر۔ قبور کی یہ تفصیل ہر۔

چلے کے سامنے دا حضرت بی بی زلیخا صاحبہ۔ والدہ ماجدہ حضرت سلطان المشائخ
 محبوب الہی شیخ نظام الدین اولیاء قدس اللہ اسرارہم غرہ جمادی الاخری ۷۴۸ھ سفر آخرت
 اختیار نمود۔ آپ کا مختصر حال حضرت کے تذکرے کے ضمن میں آچکا ہر ۲۵ حضرت
 بی بی جنت صاحبہ دختر نیک اختر بی بی زلیخا رحمۃ اللہ علیہا۔

۳۵ حضرت بی بی زینب صاحبہ دختر نیک اختر حضرت بی بی جنت رحمۃ اللہ علیہا اور

آپ ہی کے برابر آپ کی چاب صاحب زادوں کی قبریں ہیں۔

چلے کے پیچھے حضرت بی بی حور رحمۃ اللہ علیہا حضرت بی بی نور رحمۃ اللہ علیہا دختران شیخ شہاب الدین بہروردی رحمۃ اللہ علیہ۔

بی بی فاطمہ سام کا خال

حصہ دوم کتاب ہذا میں حضرت بی بی فاطمہ سام کے مزار کا ذکر آیا ہے اس وقت آپ کے حالات میری نظر سے نہیں گزرے اب چوں کہ سائے صالحات کا ذکر درپیش ہے یہیں لکھ دیتا ہوں کہ ناظرین اس نیک، نہاد بیوی کے حالات سے محروم نہ رہ جائیں۔ از صالحات و قانات و عبادات زمانہ بود و ذکر او در ملفوظات شیخ نظام الدین و خلفائے ایشاں بسیار است می گویند کہ سلطان المشایخ در وضع فاطمہ سام بسیار مشغول بودے۔ شیخ فرید الدین گنج شکر فرمودے کہ فاطمہ سام مردیست کہ ادرا بہ صورت زناں فرستادہ اند۔ شیخ نظام الدین فرمود کہ شیراز میں ہر دن آید کسے نہر سد کہ آن شیراز است یا مادہ فرزندان آدم را طاعت و تقویٰ باید خواہ مرد باشد و خواہ زن بعدہ در مناقب بی بی فاطمہ سام غلو فرمود کہ در غایت صلاحیت و کبریاں شدہ بود من اورا دیدہ ام بس عزیز عورتے بود اورا با شیخ فرید الدین و شیخ نجیب الدین متوکل بر اور خواندگی و خواہر خواندگی بودہ است۔ بیست ہا بر حسب حال ہر چیز کے گفتے

ایں تو مصرع من ازو یاد دارم۔۔۔

ہم عشق طلب کنی ہم جان خواہی ہر دو طلبی و لے میسر نشود

و نیز فرمود کہ من از بی بی سام شنیدہ ام کہ می گفت از برائے آل کہ پارہ نان و کوزہ آب بہ کسے و بند نعمت ہائے دینی و دنیاوی نثار او کنند کہ بصد ہزار روزہ و نماز نتوان یافت و در ملفوظات میر محمد گیسو و رازمی نوید کہ روزے و مجلس شیخ نصیر الدین محمود سخن در فضائل بی بی فاطمہ سام بود فرمود فاطمہ سام بعد از موت با شخصے حکایت کرد کہ روزے بر مہود خویش در حضرت رب العزت می رفتم از طور بلکہ در گزشتہ ناگاہ فرشتہ گفت کہیتی بایست چہ باشد کہ نیک بیباک داری گزری و من سو گن جو دم کہ من ہم آں جان شستہ ام تا خود رب العزت تعالیٰ مرا نہ طلبد بیشتر نمود ساعتے گزشتہ بی خدیجہ دبی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما آمدند در پائے ایشاں افتاد و گفتند لے فاطمہ امر و ناسخ تو کیست کہ خداے تعالیٰ بطلب تو ما را فرستادہ است گفت من کینزک شام کہ ام عزت بالاتراں باشد کہ شما بطلب

من بیائید آما من سو گنہ خورده ام فرمان شد فاطمہ راست می گوید شما از میدان دور شوید اِلٰہی
 اِلٰہی خاست من از جا جنبیدم بحضرت گفتم خداوند و حضرت تو ای جنیں بے ادبیاں
 ہم با شند کہ آیندگان حضرت ترا شناسند این سخن گفت و آہ زد و در میان گور خود
 بنشت۔ میر محمد گیسو در از کنایت از خود کردہ می فرماید کہترین خدمتکاران عرضہ می دارد
 کہ جنیں گمان دارم کہ خواجہ این حکایت از خدمت محمدی کرد آما بر کم قدیم بلفظ غیبت می فرمود
 در غیر المجالس می گوید کہ روز سہ مولانا حسام الدین بخدمت شیخ نظام الدین آمدہ بود فرمود
 مولانا سہ حسام الدین، امروز ابدلے را دیدم عرضہ داشت کرد کجا دیدید فرمود بزیارت
 بی حسام رفتہ بودم نزدیک حظیرہ حوضے ست یک مرد پیدا شد بخیار بر سر کردہ کرانہ حوض
 فرود آورد و خیار ہا انبار کرد و خود و حوضے ساخت کہ مرا از حوضے او بچسب آید چوں
 وضو تمام کرد و بر خاست و در رکعت باراحت تمام نماز گزار و دوم را از دوق نماز او بچسب آید
 بعد از ان میان آب رفت دسہ بار سید شست بعد از ان بگاہ بگاہ چارہ می شست و می شست
 و رسیدی انداخت تا تمام خیار ہا بچسب لبشت بعد از ان سبہ برگرفت دسہ بار میان
 حوض فرود برد باز آورد و در کرانہ نہاد تا آب بچکد من از غایت تعجب برخاستم و یک
 تنکہ سفید در دستار چہ من بود باز کردم و پیش او بردم و گفتم خواجہ قبول کنید گفست شیخ
 مرا معذور دارم گفتم خواجہ تو برلے دیشل بندین باری گیری و زہمت می بری یک تنکہ نقرہ
 خدا تعالی فتوح بر توی رساند چہ استانی باز گفست معذور دارید گفتم کیفیت بگو چرا می ستانی
 گفت بنشین بگویم من دآن مرد ہر دو شستیم آغاز کرد و ہر من ہیں کار کردے من خود
 دووم کہ پداز سہ بر رفت مادر مرا ال قدر احکام عبادت آموختہ بود کہ پنج وقت منہا
 گنہار دلی داتم بعد از ان چوں وقت نفل مادر شد مرا نزدیک خود طلبید و گفت درین
 چہر گر سہ نہادہ ایم بکش بیار دست بہ چہر بردم گر سہ بیرون آمد پیش مادر نہادم گرہ
 باز کرد و چیزے علیہ کرد و گفت این وجہ کفن و غسل و بر آوردن گور بود و مقدار بیت
 و ہم مراد و گفت این مایہ ہمہ عمر تست۔ پادرتو دیابات رفتے خیارے و سہری بستہ
 دآزافروختے و در زگار ہدال گزارانیدے تو نیز خیارے و سہری بستانی و بفروشی و
 جز این وجہ بیچ وجہ بخوری۔ چوں آن مراد این حکایت تمام کرد و یافتم کہ آذ ابدال
 است از بیچ کس چیزے قبول نکند مگر ووری رحمۃ اللہ علیہ و علی حجج الصالحین و

سیر الاولیاء می گوید کہ بی بی فاطمہ در حوالی قصبہ اندر پست خفتہ است و روضہ او قبلہ حاجات خلق گشتہ۔ تھروے ٹرڈیک دروازہ نخاس دہلی در خرابہ افتادہ است پہنچ کس نمی داند الا ماشاء اللہ۔ مردم آں را بی بی شام گویند و بعضے عوام الناس بی بی صائمہ گویند ہر دو لفظ غلط است نام ایشان بی بی فاطمہ سام است (دراذخبار الافہیام)

حضرت نجیب الدین متوکل کی درگاہ اور مسجد

بی بی نور کے احاطے سے ملا ہوا ایک اور وسیع احاطہ جس کے اندر ایک اور چھوٹے سے احاطے ۲۴ × ۲۱ کے اندر پانچ قبریں ہیں اور پلو کا بہت پرانا درخت ہے جس کی جڑ تک امتداد زمانے سے کہنے ہو گئی جس سلسلہ قبروں کا بائیں طرف سے یوں ہے اور سب پر کتبے لگے ہوئے ہیں :-

(۱) حضرت شیخ احمد فرزند شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہم۔

(۲) یا اللہ مزار مبارک حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ۔ وفات ۱۰۸۵ ہجری

(۳) حضرت شیخ اسمعیل صاحب فرزند شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ۔

(۴) حضرت شیخ محمد صاحب فرزند شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہم

(۵) حضرت بی بی فاطمہ دختر شیخ الشیوخ العالم شیخ فرید الدین گنج شکر قدس اللہ عنہ

حضرت نجیب الدین متوکل حضرت فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے برادر اور خلیفہ

ہیں۔ آپ بڑے بزرگ اور متوکل تھے۔ دلی شہر میں برابر شہر برس تک رہے۔ آپ

کا ظاہری ذریعہ گزراوقات کا کچھ بھی نہ تھا اور ماکل متوکل تھے باایں ہمہ مع اپنے اہل و

عیال کے خوش گزرائی سے بسر اوقات کرتے تھے۔ دنیا اور مافیہا سے اس قدر بے تعلق

تھے کہ آپ کو یہ بھی خبر نہ رہتی تھی کہ آج کون سا مہینا ہے اور کون سا دن ہے اور یہ بھی نہ جانتے

تھے کہ یہ درم کس مقدار کا ہے۔ درویشوں کی عید کے دن آپ کے گھر میں بہت سے

فقیر جمع ہو گئے اتفاق سے اُس دن آپ کے پاس کچھ نہ تھا آپ کو تھے پرچہ گئے

اور یاد الہی میں مصروف ہو گئے اور راز و نیاز ہوئے گئے۔ دل میں خطرہ گزرا کہ سبحان اللہ

کیسی عید ہے کہ بال بچے بھوکے ہیں اور جو مسافر آئیں وہ بھی ترستے چلے جائیں۔ متاویض کیا ہیں

کوٹھے پر ایک پیر مرد تشریف لائے اور یہ بیت پڑھی۔ ۵

بادل گفتم ولا خضر را بینی دل گفت اگر مرا نماید مبینم

ان بزرگ نے کھانا آپ کے سامنے رکھا اور فرمایا کہ تیرے توکل کا ڈنکا تو مار اعلیٰ پر زح رہا ہے اور تیرا حال یہ ہے۔ آپ نے فرمایا خدا بہتر جانتا ہے کہ میں نے اپنے لیے کچھ خیال نہیں کیا بلکہ یہ لوگ جو آئے بیٹھے ہیں ان کی وجہ سے خیال آگیا۔ شاید وہ بزرگ خواجہ خضر ہی تھے۔

حضرت نظام الدین بابا صاحب (حضرت فرید گنج شکر) سے سبوت کرنے سے پہلے آپ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ دعا فرمائیے کہ میں کہیں کا قاضی ہو جاؤں۔ آپ سن کر خاموش ہو گئے جب دوبارہ آئے اور پھر یہی خواہش کی تو آپ نے فرمایا ”اجی قاضی بن کر کیا کر دے گے تم تو کچھ اور ہی بننے والے ہو۔“ غرض آپ کے محامد اور فضائل بیرون حدود شمار ہیں آپ کی قبر پر حال میں ۱۷۷۷ء کا کتبہ لگا دیا ہے لیکن برے تحقیق معلوم ہوا کہ صحیح سن آپ کی فوت کا ۱۷۷۷ء ہی تھا۔ آپ کا اور حضرت نظام الدین ادلیا کا مکان بھی تھا۔ ثبے احاطے کے اندر ہی ایک قناتی مسجد اور صحن مسجد میں کنواں بھی ہے۔ یہ مسجد ۱۷۷۵ء وری ۱۳۷۵ھ ہے۔ دو طرفہ زینہ بھی ہے۔ پیش طاق پر اسمائے حسنی۔ کلمہ کا طعری اور حدیث ہے۔

قال البیہی صل اللہ علیہ وسلم المؤمن فی المسجد کالسلمۃ فی السماء والمناق فی المسجد کالطیر فی القصر۔ دونوں طرف طعری سبحان اللہ۔ سورہ الفلق۔ اساتخما کا کچھ ہے۔ طاق کے اندر خلا میں سورہ فاتحہ

شیخ عین الدین قصب کی قبر بالکل ٹرک سے ملی ہوئی داہنی طرف ایک قبر پر یہ کتبہ لگا ہوا ہے: شیخ عین الدین قصاب رحمۃ اللہ علیہ

قناتی مسجد اور گنبد قطب روڈ کی دائیں طرف ایک وسیع قناتی مسجد ہے جس کی پشت بالکل ٹرک سے ملی ہوئی ہے اسی مسجد کے صحن میں ایک

گنبد ۲۳۔ ۴ مربع ہے۔ گنبد کس کا ہے معلوم نہیں۔ مسجد اور گنبد دونوں میں جاٹ پتے ہیں۔ پولیوں کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ پرندہ وہاں پر نہیں مار سکتا۔

درگاہ پنچہ شریف ایک احاطہ ہے جس کے چو طرف مکانات تھے سب گر گرائے اب صرف ایک صدر دروازہ اور دودرہ رہ گیا ہے یہاں ایک

چبوترہ پختہ ہے ۱۸ x ۱۱۔ ۳۔ ۴ اونچا جس کو لوگ عام طور پر فرخ سیر بادشاہ کی قبر بتلاتے ہیں حالانکہ برے آثار البصائد فرخ سیر بادشاہ تو ہمایوں کے مقبرے کے چبوترے پر

دفن ہو۔ یہ غلط روایت غالباً اس وجہ سے مشہور ہو کہ یہ مقام درگاہ پنجہ شریف، دہلی
 فرخ سیر کے زمانے میں بنی تھی جس کتبے کا اُگے ذکر آتا ہے وہ اسی درگاہ کا تھا۔ اب
 اس کی حیثیت نہ درگاہ کی نہ مقبرے کی گرد جاٹ رہے ہیں اور اُس چبوترے پر جو
 بہر حال میں پنجہ شریف کے نام سے مسلم پر کھلے خزانے اُپلے تھا پلے جاتے ہیں اور
 ایسا معلوم دیتا ہے کہ گویا یہ چبوترہ اُپلے تھا اپنے ہی کے واسطے بنوایا گیا تھا۔ خیر اگرچہ نہ ہو
 تو اس مقام کو مسلمانوں کی ایک تبرک جگہ سمجھ کر گاؤں والوں کو اُپلے تھا اپنے سے تو
 روک دینا چاہیے اور کم سے کم اس چبوترے کے گرد آہنی کٹھرا لگھیر دیا جائے تو اس
 جگہ کی جو پنجہ شریف سے نامزدی اسی مٹی پلینڈ ہو میں چونکہ مسلمان ہوں یہ حالت دیکھ کر
 میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اس طرح کی غلطی تو کسی مذہبی مقام پر خواہ وہی فرقہ وملت
 کا ہو روا نہیں ہو۔ اس گوبرستان کے صدر دروازے سے ملی ہوئی ایک تین در کی چھوٹی سی
 مسجد جس پر گوبر کی کھل چڑھی ہوئی ہے اور جاٹ رہے ہیں مسلمان اندر قدم بھی نہیں دھر
 سکتا یہ بات یقیناً مسلمان کے دل کو تو ضرور کھٹکے گی اور اس سین کو دیکھ کر ضرور دل کڑھے گا۔
 اس کتبے کو سب سے پہلے **موضع اڑھہ جینی کا کتبہ** ڈایرکٹر جنرل آثار قدیمہ نے دیکھا اور اس کے متعلق
 مولوی ظفر حسن صاحب بی۔ اے نے مقامی تحقیقات کے

۱۱۲۷ھ
 ۱۷۱۵ء

بعد ایک قابل قدراً ٹیکل اپنی گریفیا انڈوسیلیکا میں دیا ہے اُسی پر سے ہم یہ اندازہ کرتے ہیں
 یہ کتبہ ایک سنگ مرمر کی ہے۔ ۲×۲ فٹ کی تختی بہ بخبط نستعلیق کھدایا ہے یہ ایک احاطے کے
 اندر ایک قبر کے سرانے موضع اڑھہ جینی میں لگا ہوا تھا۔ اس سنگ کتاہ کی حالت بہت
 افسوس ناک تھی۔ کئی جگہ سے تو پتھر ٹوٹ گیا تھا اور تختی کے کئی ٹکڑے تھے حضور خدا اس کے
 آخری حصے کو بہت صدمہ پہنچا تھا اور ایک چھوٹا سا ٹکڑہ بھی لگا تھا علاوہ برہن لوگوں نے پتھر
 ٹوٹنے کی غرض سے عبارت کو بھی کئی جگہ سے ضائع کر دیا تھا اس لیے عربی نقشان محفوظ کرنے کی غرض
 سے یہ کتبہ اب قلم کے ذریعہ نقل کیا گیا ہے۔ یہ کتبہ اب قلم کے ذریعہ نقل کیا گیا ہے۔ یہ کتبہ اب قلم کے
 سطرے پر اور خوش خط اور صاف کھدایا ہے۔ یہ کتبہ ۱۱۲۷ھ کا ہے جس کی عبارت سے معلوم ہوتا
 ہے کہ اس کو ایک شخص محمد مصوم نامی نے کھدوایا تھا جن کو حضرت رسالت مآب کا پنجہ شریف ملا
 تھا حضرت رسول مقبول کے پنجے اور قدم کے نقش ہندوستان میں کئی جگہ ہیں۔ خود دہلی

ہی میں قدم شریف موجود ہے اور نیز گورڈ وغیرہ مقامات پر بھی ہیں لیکن پروفیسر دان برچم Prof Van Berchem لکھتے ہیں کہ یہ مقابلہ ملک ہند کے دیگر بلاد اسلامیہ میں ایسے نقوش بجز نہت ہیں چنانچہ فلسطین - مصر - وغیرہ مقامات میں موجود ہیں۔ بیت المقدس میں قبۃ الصخرہ میں حضرت کا ایک مشہور قدم شریف ہے جس کے حالات عجیب و غریب ہیں کہ جنگ ہائے صلیبی کے پیشتر وہ قدم البنی کہلاتا تھا لیکن صلیبی جنگ والوں نے اسے حضرت علیؑ کا قدم بتلایا جس کے بعد الی الاں وہ قدم حضرت محمدؐ صلعم کہلاتا ہے۔ اسی طرح عراق اور فارس میں حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کے پنجہ شریف لبداؤ - عکبرہ (مستقل بخداد) موصل - اردبیل (آذربائیجان) وغیرہ مقامات میں موجود ہیں اس قسم کے پھول اور قدیموں کے نقوش کی روایات قریب قریب ہر مذہب میں ہیں۔ اور بقول جینیوا کے پروفیسر ڈبلیو ڈیمن (Deonna) کے اس بارے میں ایک خاص کتاب بریلوں کی موجود ہے جس پر پتھر کی چٹانوں پر نقوش قدم کے تذکرے ہیں۔ نجد محصوم کی قبر جس احاطہ میں ہے۔ ہر وہ شرق سے مغرب رخ نشہ اور شمال سے جنوب رخ ہے اور باغیچے کے نام سے مشہور ہے۔ یہ احاطہ اینٹوں کا ہے جس کے چاروں طرف کونوں پر پشت پہلو برجیاں ہیں اور وسطی دروازہ مغرب رو ہے۔ احاطے کے جنوبی جانب ایک چھوٹا سا پیوٹین ہے جس کے تین محراب دار ہیں اور چھت لڑکی ہے۔ کچھ عجیب نہیں کہ اس زمانے میں بھی مقام پنجہ شریف کی گھبراہٹ ہو اب یہ احاطہ اور اٹان گاڑ والوں کے قصبہ میں ہے اور پنجہ شریف کا کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کھر گیا وہ کتبہ یہ ہے:-

یا اللہ یا محمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم
خاتم الرسالۃ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

از انجا کہ پنجہ مبارک حضرت یافہ ام شنیدم بکہ معظمہ بر کوہ حرا کہ اند جبل تور گویند بنگ نشان بدن افزہ حضرت است کہ ابتداء دجی جبرئیل علیہ السلام بر ان سنگ سینہ پمور چاک کردہ بالوہ پر نمود و درغار جبل تور کہ حضرت وقت حبرۃ پنہاں شدہ بودند نشان پہلو و پشت دست مطہر است و بپائنت متصل مسجد البنی در غار اشرہ پہلو و پشت و دست تقدس پای آہو مادہ بمعہ کچھ و قطرات شیر موجود است و حضرت مسجد الحرام... نمازیم فتد و زرقانی الحجر کجفۃ کسی از تاسخ فست جماعت کیمہ بدیوار اند

یہ واقعہ حضرت رسالت پناہ کی حضرت بنی ہاشم کے اہل عرب کے دستور کے موافق دینی حکم کے پہنچانے اور ان کے لوگوں کے ساتھ کربا کے بارے میں جانکاری کے لئے ۱۳۰۰ھ زرقانی کے نوی سنہ کی (بقیہ صفحہ آئندہ)

آرٹھج مبارک سنگ در آمد و از دیوار چپ شکی عرض کرد جماعت تیار دآں دروغ گو املیس بود اثر زبان
سنگ ظاهر است آخر کتابے الاعلام باعلام بیت المحرام ایکن زیارت نوشته خلاصہ ترجمہ آنکہ
باین مولد البنی دخانہ حفرة خدیجہ در راہ مسجد سیت یکونچہ نام اوز قاق المرفق انجا (دوکان ہم)
دیکر؛ بود و در وصف میفر و جنت قریش بدیواری سنگیت نمود اثر آرٹھج و سیت و در کتاب
بجہر المیق از زہدۃ الاعمال نوشته کہ آن اثر آرٹھج ید مبارک است و فی قدی بتاریخ مکہ گفتہ مردم زیارت
آں می کنند و میگویند آنحضرت تکیہ بران سنگ کردہ سخن میگفت با سنگ دیگر کہ پیش آنحضرت بود
بجہاب چپکے زیارت او نیز میکنند اغلب کہ این سنگ بمان باشد کہ حفرة فرمودند شکی میدم و دیگر ہر گاہ
بر او میگفتہ سلام میکرد بما و در جبل البقیس قبر حضرت آدم و حوا و شیت علیہم السلام است
و خلص ترجمہ تاریخ آذری آنکہ حدود حرم مکہ شریفہ حضرتہ ابراہیم باشارہ جبریل علیہما السلام
رسمکے نوشتہ صفحہ ۱۶۲) یا کو چپکے ہیں اور جبر تھو کہتے ہیں۔ رفاق الحجیہ کے منظر میں ایک گلی کا نام ہے جہاں ایک پتھر چوکی
شیت مشہور ہے کہ وہ ایک فرہول اٹھا تھا۔ حاجی لوگ کہتے ہیں کہ اس پتھر پر پان کی طرح کا اب بھی ایک نشان بر طرف
سے اس کتاب پر انام "کتاب الاعلام باعلام بیت اللہ المحرام" ہے مطبوعہ تونس فلانہ کہتے ہیں جس فقرے کا وہ اس
کتبے میں ہے وہ پور لوں ہے اور چوں کہ کتبہ ناقص ہو گیا ہے لہذا اس معاہدے کی پوری عبارت نقل کر دینا مناسب معلوم ہوا
اور ہذا۔ قال القاضی ابو البقاء ابن ابی الصیاف النجاشی العمیق ذکرہ سعد الدین الاسفرائینی فی کتاب زیارتہ
ان کل مکہ عیشون اذا امروا بالموالیہ من دار خدیجۃ و رضا الی مسجد یقوون انہ وکان ابی بکر الصدیق
کان سیر فیہ الخ و سلم فید علی یدہ عثمان بن عفان و طلحہ و الثعلبہ رضی اللہ عنہم قال و فی جبل رعد الدخان
اشرف رسول اللہ صلعم یروی انہ رسول اللہ صلعم جاء داس ابی بکر ذات یوم و نادى یا ابا بکر رضی اللہ عنہ
ترجمہ فارسی ابی بقاء و از رضا جبریل میں کہتے ہیں کہ سعد الدین اسفرائینی نے اپنی کتاب زیدۃ الاعمال لکھا ہے کہ مکہ کے
لوگ جب مقامات مقدسہ کی زیارت کو جاتے تھے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر سے گزر کر ایک مسجد بنی ہے جس
کو لوگ حفرة ابو بکر صدیق کی دکان بتلاتے ہیں۔ جہاں آپ رحمہ فرشتہ کیا کہتے تھے اور اسی دکان میں عثمان بن عفان
طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم مشرف باسلام ہوئے۔ سعد الدین نامقل ہیں کہ اس دکان کی دوا میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
و نشان ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ پیغمبر خدا صلعم ایک دن حضرت ابو بکر کے مکان پر تشریف لائے تھے کہ وہ ان کے
مکہ الحرام میں سے دکانی پر سے کھڑو سے اس وقت منبر اٹھاس پیغمبر سے کان کر رہے تھے کہ تمہارے قہقہے میں انصاف
ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ پتھر حجۃ ہے اور یہی جسد و گت ہے وہ پتھر اور حجۃ
لوگ کہتے ہیں کہ وہ پتھر رفاق المرفق نامی گلی میں ہے۔ رفاق۔ گلی۔ مرفق۔ کہیں ہے۔

سنگ دگل بنا نمودہ و حدیث عرفات کو نہ نہ باز دہ کردہ از کہ زیر کوہ در غازی منزل آنحضرت رزمہ
 بود و سابق برے آدم از جنت خیمہ یا قوت سرخ یاسہ (قنادیل؟) ملا دحجر الاسود بردشتی ستارہ ملائکہ
 آورده جائے کعبہ داشتند روشنی انہا تا حدود حرم.....
 سیکرند تا نظر شیاطین بردنیفتند و جبریل..... اندام..... گفت.....
 بشارت آنحضرت مبارک دو نیمہ شد ہر دو نیمہ..... نبض احادیث ثابت است باسل رفت و زیسا نیدہ
 محمد معصوم مخاطب..... (اعتبار؟) خان عظیم الشانی سہہ مبارک محمد فرخ سیر
 پادشاہ غازی (۲۸ سالہ) جس پنجرہ شریف کا ذکر اس کہتے میں ہر ممکن ہر کہ سہ دہا بیوں نے چرا لیا
 ہر جو اس قسم کے معجزات اور پیشکش کے سخت مخالف ہیں۔ سہہ کے عذر کے کچھ دلوں
 پیشتر بھی دہا بیوں نے دلی کی مشہور درگاہ قدیم سے قدم رسول کے اڑا دینے کا قصد کیا تھا۔
 اس قدم شریف کو مصر سے سید جلال الدین بخاری (ف خدمتہا نیاں بزماں فیروز شاہ تعلق (۵۲۳ھ)
 لائے تھے۔ یہ راز عین وقت پر افشاء ہو گیا اور بہادر شاہ بادشاہ نے ان لوگوں کا مقتول
 تدارک کیا۔ مولوی محمد عمر صاحب قادری المعروف یہ سراج الحق نے قدم رسول کی اصلیت
 اور واقعیت پر ایک عمدہ رسالہ الاستشفاء والتوسل بانثار الصالحین دسید الرسل (مطبوعہ ۱۳۱۹ھ)
 مطبع خادم الاسلام دہلی لکھا ہے۔ اس رسالے میں مصنف نے اس معجزے کے متعلق کہ حضرت
 رسول مقبول کے لیے پتھر نرم پڑ جاتا تھا اور آپ کے قدم کا نقش ابھرتا تھا تفصیلی بحث
 کی ہے اور روایات معتبرہ سے اس معجزے کی صحت کو ثابت کیا ہے۔

سہہ کر وہ اور کوس دوڑوں سنکرت کے لفظ "کر دس" سے مستخرج ہیں جس کے لفظی معنی ہیں
 آواز بلند۔ کوس عموماً دو میل کا شمار کیا جاتا ہے۔

سہہ یہاں تعمیر خانہ کعبہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جب کہ حرم کی حدود مقرر کی گئی تھیں۔

سہہ معجزہ شوق افر کا ذکر ہے جس کا ذکر الکلام البین کے ص ۱۰۸ معجزے نمبر (۱۱۰) میں ہے۔ یہ
 معجزہ حضرت کے مکہ چھوڑ کر مدینہ جانے سے قبل کا ہے۔ ۱۲



مسجد جامع یا مسجد قوت الاسلام ۱۱۹۱ھ

صفت مسجد جامع کہ چنان مستور	شجرہ طیبہ پر سو جو طوبیٰ بجاں
مسجد او جامع فیض الہی	زمزمہ حطبہ او تاباں ہ
بر منبر نہ تخت گرفتہ شہی	منبرش از خطبہ بیت الہی
آمدہ دردی ز سپہر کبود	فیض بیک خواندن قرآن فزود
غفلت تسبیح بگنبد دروں	رفتہ زنہ گنبد والا بروں
گنبد او سلسلہ پیوند راز	سلسلہ چون کعبہ شدہ حلقہ ساز
خواندہ اہم کعبہ دین خودش	پیش نشستہ حجر الاسودش
بندہ سنگش دروعل و عقیق	ز دہمہ آزادی بیت العقیق
ہر کہ سعادت بودش رہنماے	بر در او سر نہند انگاہ پاے
در تہ سقفش رسما تا زمین	نصب شدہ جملہ ستون ہا دین
قامت خود کردہ موزن دراز	دادہ اقامت بہ ستون نماز

(امیر خسرو - از فتویٰ قرآن السعیدین)

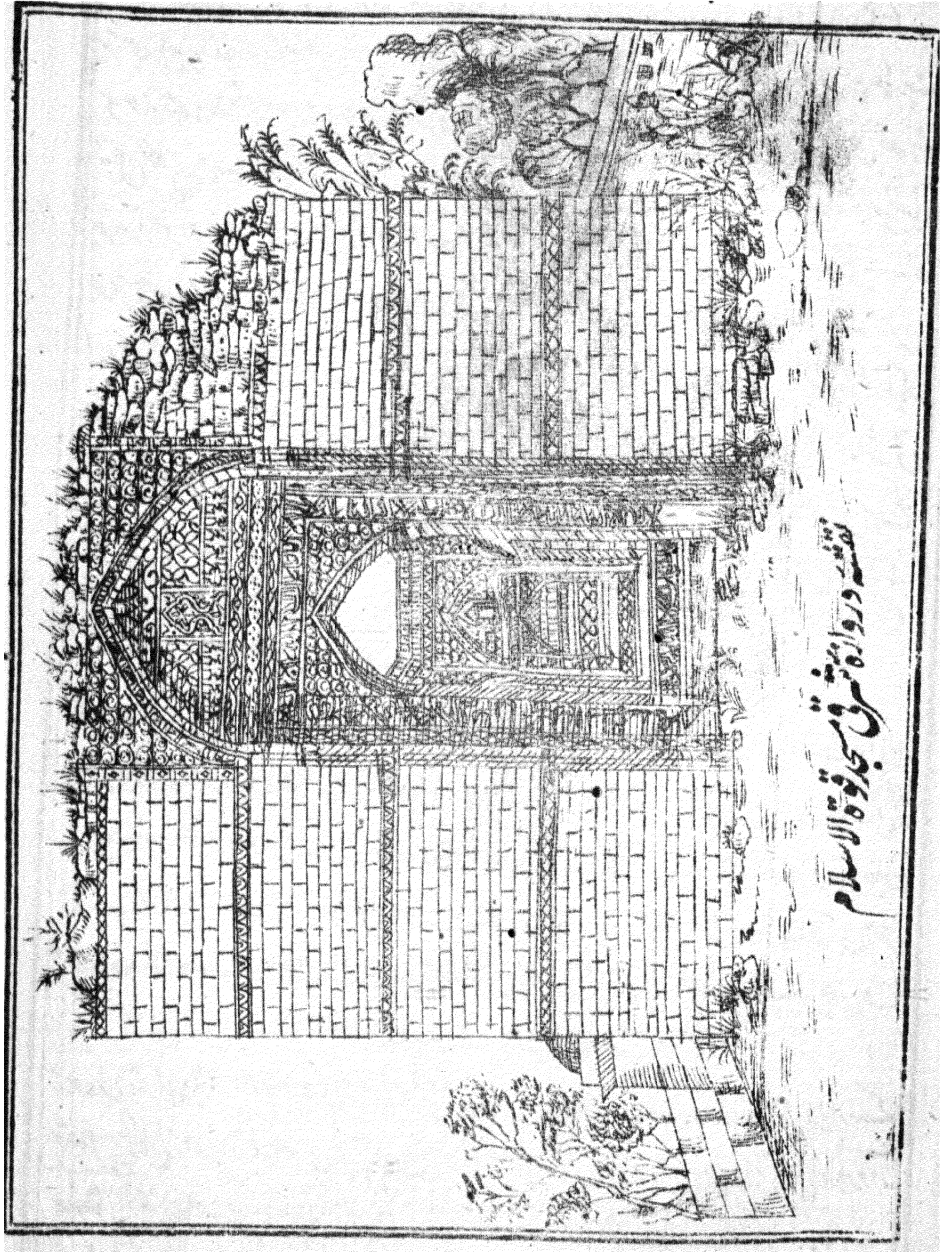
راے پھورا کے اُس مندر کا یقینی طور پر کچھ حال نہیں معلوم ہوتا جہاں کہ مسجد کا بنانا بیان کیا جاتا ہے۔ یوں بہت سے بے سرو پا بیانات ہیں کہ وہ بڑا بھاری مندر تھا جس میں تہری تہری اور چوہری چوہری قطاریں حجروں کی تھیں اور اس کے علاوہ بھی بڑی بڑی عالی شان اور وسیع عمارتیں تھیں۔ بات اصل یہ ہو کہ جب وہ چیز ہی موجود نہیں تو اُس کا اندازہ کیسے ہو سکتا ہے۔ سلطان محمد غوری کے نامور اور مورم راجہ خسرو انہ جنرل قطب الدین ایک سنے دلی کی فتح کے بعد ہی جاے حالیہ پر جو مندر تھے اُن کو توڑنا ارادہ ہوا کہ اس کے مسجد بنانی شروع کر دی تھی۔ مسلمان مورخین اور بعض یورپین وقائع نگار کہتے ہیں کہ سلطان قطب الدین ایک نے مسجد بنانے کے لیے مندر کی صرف غزنی دیوار گرا دی تھی اور باقی جوں کا توں کھڑے کا کھڑا چھوڑ دیا۔ لیکن جنرل کننگھم صاحب کی راے یہ ہے کہ نہیں مندر کی عمارت تمام اسوارے چند ستونوں کے جن کا بیان آگے آگے لگاؤ معاوی گئی تھی البتہ چوترے کا او بجا حصہ پہلے ہی کا ہے جس پر کہ مسجد کی وسیع عمارت بنائی گئی ہے اور اسی سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ مندر کی عمارت کہاں کہاں پھیلی ہوئی تھی لیکن اس چوترے کے نیچے کے حصے کی طرز واری

بحالہ چھوڑ دی جو اپنی اصلی حالت پر کھڑی ہے۔ اس میں ٹنگ نہیں کہ بندوؤں کے مندر جن جن کے نیست و نابود کیے گئے اور یہ بغصب اس قدر بڑھا کہ شمس الدین التمش کے زمانے میں جو قطب الدین کا جانشین تھا مندروں کا نام و نشان تک باقی نہ رہا (از ظفر نامہ) یہ مسجد باہر سے دیکھنے میں نئے رونق اور بھدی معلوم ہوتی ہے کیوں کہ پتھر کی مربع عمارت ہے جو بنتے بنتے آدھوری روگئی اسٹراکری اور تکمیل کی فوٹ ہی نہ آئی ورنہ اس کی صورت شکل نکلتی۔ محراب دار صدر دروازہ مشرقی دیوار کے بیچ میں ہے سات بھاری بھاری بیڑیاں چڑھ کر ہم اس دروازے میں داخل ہوئے ہیں اور پھر مسجد کا صحن ملتا ہے۔ مسٹر بگل نے بغرض حصول معلومات جب سب سے کھدائی کی تھی تو معلوم ہوا کہ بیڑیوں اور مسجد کے صحن کی حالت پہلے کچھ اور ہی تھی۔ ان بیڑیوں کا سلسلہ اور آگے تک محتاج کے آگے ایک پختہ چوڑا تھا۔ مسجد کی بیرونی مشرقی ایوان ۴۰ فٹ لمبی ہے۔ جس میں چار کھڑکیاں ہیں۔ مشرقی دروازے پر ایک محراب ہے جو ذرا نیچھے وار کوئی ہوئی ہے جس کے بالائی حصے میں بہت کچھ نقش و نگار بنے ہوئے ہیں اور تختانی حصے پر یہ کتبہ بخط غزنوی نہایت سیدہ طغریں کندہ ہے۔

این مسجد را بنادگر قطب الدین ایبک خلد از آن
رحمت کند کھڑکہ بہ نسبت بانی این خیمہ علیہما السلام

بسم الله الرحمن الرحيم من دخله كان آمنا والله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا ومن كفر فان الله غني عن العالمين
خلد از دجل بنائند کہ چنگند کھڑکہ بدین اعتبار بنایا گیا
این جعبہ دار افتخ کرد این مسجد جامع را بساخت بنارنج فی شہور سندہ سبع و شمانین
و خمس مائۃ ایدر اسفہا لاجل کبیر قطب الدولہ والدین ایدر لہ مرا ای باد سلطانی اعز
الله الفصاحۃ و لبست و هفت الہ بتخانہ مکنی در ہر بتخانہ دو یا ہزار بار ہزار دیوال صوف
شد بود درین مسجد بکالستہ شدہ است

مسجد کی مشرقی دیوار کے پاس کی کرسی ۴۰ فٹ ہے۔ دو دیواریں ۲۰ فٹ لمبی اصلی دیوار کے متصل یہ شکل زاویہ قائمہ کھڑی ہے جن میں وہ بیڑیاں ہیں جو مسجد میں پونجانی میں اور دروازہ
۱۷ فرنگ صاحب جن سے مسٹر ڈور تھا جس بھی اتفاق کرتے ہیں کہیں میں کہ اگر ہر مندر کی قیمتی لاگت
ساتھ ہزار روپیہ بھی محسوس کی جائے تو ستائیس سدروں کی لاگت سولہ لاکھ سیس ہزار روپیہ ہی ہوئی۔

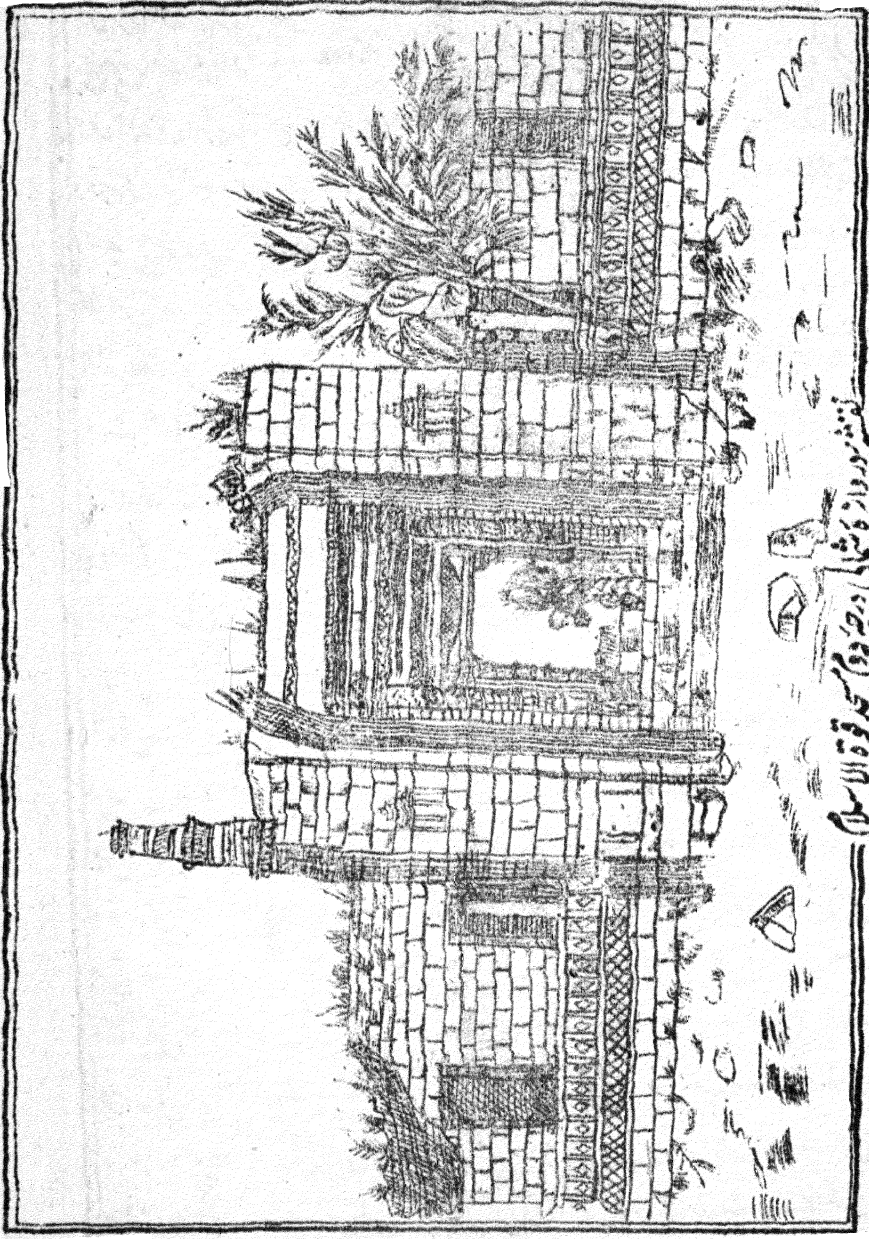


کی محراب کے اندر تک ہیں۔ دروازہ گیارہ فٹ چوڑا ہے لیکن زیادہ اونچا نہیں۔ مسجد میں داخل ہونے کے بعد ایک چھوٹا سا گنبد تھا جس کے دائیں بائیں دونوں طرف ستونوں کا سلسلہ اور صحن ہے۔ جو تمام چوروں سے بنا ہوا تھا لیکن صرف آدھے سے زیادہ صحن میں چرے باقی رہ گئے ہیں۔ صحن طویل میں ۱۲۷ فٹ اور عرض میں ۱۰۸ فٹ ہے۔ گنبد ٹہٹ پہلو ہے جو مربع نیچے پر کھڑا ہے۔ گنبد میں چار چار ستون یکجائی میں جن پر گنبد ٹکا ہوا ہے۔ یہ ستون نیزہ فٹ لمبے اور پائے میں ڈھائی فٹ چوڑے ہیں اور اوپر کی تختی ڈیڑھ فٹ چوڑی ہے۔ گنبد باہر سے نوکدار مخروطی شکل کا ہے۔ فرگن صاحب مسجد کے حجروں کی نسبت لکھتے ہیں کہ یہ عمارتیں اس قسم کی ہیں کہ ان کے گرائے اور دوبارہ پھر کھڑے کر دینے میں کوئی مشکل نہیں۔ کیوں کہ ستونوں کی کلاسی نہایت عمدگی سے ملائی گئی ہے جو بالکل بندوؤں کی منامی ہے۔ ہر چہرے میں نو تسلیں پنجر کی اس طرح جمی ہوئی ہیں کہ چار تو ستون کے پائے پر ہیں اور چار کونے میں اور ایک بیچ میں۔ ان سلوں کے جو نہایت عمدگی اور ایسی صفائی سے پیوست کیئے گئے ہیں کہ ان میں مسالا بھرنے کی مطلق ضرورت نہیں۔ ان کو اتار کر پھر اسی طرح نہایت آسانی سے جھانک سکتے ہیں۔ گنبد بھی اسی طرز سے بنایا گیا ہے اس کی سلوں کے جوڑ بھی خوب ملائے گئے ہیں اور اس کی سلیں بھی ایسی آسانی سے نکالی اور لگائی جاتی ہیں جیسی کہ حجروں کی (از ہشتری آف آرکیٹیکچر جلد دوم صفحہ ۶۳۸)۔

زائرین کے داہنی طرف ستونوں کی قطاریں ہیں جو شمالی دیوار کی آخری حد تک ہیں۔ ان میں بعض کے سامنے براہ راست بھی ہیں۔ پہلی قطاریں سات ستون دیوار کے کٹھڑے میں دوسری قطار پہلی قطار سے چھ فٹ کے فاصلے سے ہے اس میں چھ ستون ہیں۔ تیسری قطار بھی دوسری قطار سے چھ فٹ ہے اور اس میں بھی چھ ستون ہیں۔ چوتھی قطار صحن میں ہے جو تیسری قطار سے پانچ فٹ دور ہے جس میں سات ستون ہیں یہ سارے ستون دائرہ ستون جو گنبد کی بائیں جانب ہیں سب نقش و نگار سے بھرے ہوئے ہیں۔ بعض پر مختلف قسم کی تصویریں۔ کڑے۔ چوڑیاں۔ زنجیریں۔ بلیں۔ لہریں بھی ہیں جن کے سرے پر گھنٹی یا پھندا ہے۔ مشرقی والاؤں کے دونوں سروں پر ایک ایک گیلری مثل ہیں فٹ مربع ہے۔ پست گنبد اسی طرح کے جیسے مشرقی دروازے پر ہیں اس طرف بھی ہیں۔ مسجد کی دیواروں میں گیلریوں پر چھنے کی سیڑھیاں ہیں۔ گیلری پر کا گنبد ٹہٹ پہلو

ہر چار ایک مربع برج جس کے آٹھ ستون ہیں ٹٹھا ہوا ہے۔ چار ستون چار کونوں پر ہیں اور چار
 بیچ بیچ میں۔ جنوب و مشرق کی گیلری میں ایک نواں کھم بطور اڑواڑ کے لٹکا ہوا ہے۔ گیلری کے
 بیچ میں گنبد ہے اور گنبد کے ستونوں کے اطراف چھ فیٹ اچڑی کھلی جگہ ہے۔ اس گیلری کے مشرقی
 اور جنوبی رخ پر مسجد کی مشرقی اور جنوبی دیوار آگئی ہے جس میں چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں ہیں۔
 دوسری جانب چھوٹے چھوٹے ستون ہیں جو دالان کے ستونوں سے آدھے ہیں گیلری کی چھت
 انھیں ستونوں پر تھمی ہوئی ہے۔ ان ستونوں میں سے اکثر پر نقش و نگار ہیں۔ ایک امر یہاں
 خاص طور پر ذکر کرنے کے قابل ہے جس سے بلاشبہ شک کے ثابت ہو جاتا ہے کہ فرش تو
 قائم رکھا ہے مگر بالائی عمارت مندر توڑ کر مسجد بنائی گئی ہے۔ اول تو یہ کہ دیواروں کے ستونوں
 کے بالائی ٹکڑے آگے بڑھے ہوئے ہیں اور ان کی بیٹھیک کا پتھر بھی نہیں ہے۔ شمال مشرق
 کی گیلری میں بھی اسی طرح کے ستونوں کے اوپر کے ٹکڑے موجود ہیں چھت کی بعض سلوں میں
 بودھ کی صورتیں بنی ہوئی ہیں جو کبھی وشنو کے مندر میں بنیں ہو سکتیں۔ جس طرح کی گیلری
 جنوب مشرق کے کونے میں ہے ویسی شمال مشرق کے کونے میں بھی ہے۔ شمال مشرق کے
 دالان کے ایک کونے میں سے ہم شمالی دالان میں جاسکتے ہیں جو مسجد کے صحن کی آخری
 شمالی حد ہے۔ اس دالان میں ستونوں کی چار چار قطاروں کی جگہ صرف تین تین قطاریں ہیں
 دیہاں کے ستون ایسی اچھی حالت میں ہیں جیسے کہ مشرقی دالان کے ہیں۔ اس دالان
 میں (۴۹) ستون ہیں جن میں سے سترہ تو دیوار سے چسپاں ہیں اور یہی گویا پہلی لین ہے۔
 دوسری قطار پہلی قطار سے ساٹھ فیٹ کے فاصلے سے ہے اور اس میں بھی سترہ ہی ستون
 ہیں۔ رہی تیسری قطار وہ بالکل صحن کے کنارے پر ہے اور اس میں پندرہ ستون ہیں اور اس
 قطار میں اور دوسری قطار میں آٹھ فیٹ کا بعد ہے۔ شمالی دالان کے بیچ میں ایک مخروطی گنبد ہے
 جو مشرقی دروازے کے گنبدوں سے چھوٹا ہے۔ اس گنبد کے بالمقابل مسجد کا شمالی
 دروازہ ہے اور گنبد کی دونوں جانب کی دیوار میں تین بڑی بڑی کھڑکیاں ہیں۔ اس دروازے کی
 صرف دو سنگین سیڑھیاں ہیں۔ یہ شمالی دروازہ بھی بعض لمبائیات سے مشرقی دروازے ہی
 کی طرح کا ہے مگر اس کی محراب کو اسناد زمانے سے زیادہ نقصان پہنچا ہے اس دروازے
 کی پیشانی پر بخط عربی یہ کتبہ ہے:-

بسم الله الرحمن الرحيم واللہ یعلیٰ دار السلام و یصلیٰ علی من یشاء الی



نقشه سردار و شاهلی درجه دوم مسجد قوه الاسلام

صراط مستقیم فی ششوی سنه اثنی و تسع

جرت هذه العمارة بعالي امر السلطان المعظم مغزا الدنيا والدين محمد بن سمام ناصر امير المؤمنين

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ شمال کی طرف کی دیوار اور اُدھر کا دالان دونوں اوصو رہے ہیں۔ اس دیوار کے شمال مغرب کے سرے پر تیس فیٹ کا خلا ہے اور اُدھر کی گیلری خستہ و شکستہ ہے۔ جنوب رخ کا دالان صحن مسجد کی جنوبی حد بھی ہے۔ جو اس سے بھی بدتر حالت میں ہے۔ اس دالان کے جنوب مشرق کے سرے پر کوئی ساٹھ فیٹ لمبی دیوار اور پندرہ ستونوں کا دالان ابھی تک کھڑا ہے۔ اس کے ستونوں پر دوسرے دالانوں کے ستونوں کی طرح نقش و نگار نہیں ہے بالکل سادے ہیں۔ یہ دالان بحیثیت کی دیوار بیت بیہر آرمنٹھ صاحب ایگزیکٹو ٹرانزینجیرنگی بنایا ہوا ہے۔ صاحب موصوف نے سلطان تہمتش کی توسیع کردہ عمارت کے اُس حصے میں سے جو مسجد کے مشرقی دروازے کے محاذی ہے یہ ستون کمال کہیاں لگا دئے جو صاف چٹلی کھائے ہیں۔ مسٹر کیمبل ایگزیکٹو ٹرانزینجیرنگی دہلی لکھتے ہیں کہ مسٹر منٹھ کے تصرف اور الٹ ٹلٹ سے قطب الدین ایک کی بنائی ہوئی کھڑکیاں بھی اپنی اصلی حالت پر قائم نہ رہ سکیں۔ اس دالان کے پندرہ ستونوں کے من جلا چھ نو دیوار سے لگے ہوئے ہیں۔ دوسری قطار پہلی قطار سے پانچ فیٹ کے فاصلے پر ہے جس میں پانچ ستون ہیں اور تیسری قطار بھی اسی فاصلے پر ہے اور اس میں چار ستون ہیں۔ جنوب مغرب رخ کی گیلری اور گنبد بالکل نیست و نابود ہو گئے ہیں۔ مسجد کے جنوبی جانب بیچ کے حصے میں جتنی دیواریں اب کھڑی ہیں ان کے سرے پر سجدہ کا جنوبی دروازہ ہے جو بالکل شمالی دروازے کے طرز کا ہے اور صحن میں جانے کی سات سیڑھیاں ہیں۔ اس دروازہ میں جنوب و مشرق کی طرف کھڑکیاں ہیں مگر جنوب مغرب کی طرف کی دیوار اور کھڑکیاں سب کچھ گر گئی ہیں۔ مسٹر بگلر نے

۱۷ معلوم ہوتا ہے کہ کتبہ کے کھودنے والا بڑے کلمے پر نئے حرف صورت نہیں تھے۔ یہ حرف سترہ ہائی ہوندا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کتبہ کی روگیا۔ یعنی ۵۹۲ھ کیوں کہ سلطان سوزالدین بن سام کا یہی زمانہ ہوتا ہے۔ پھر اس میں بھی قسح کے لفظ کو ہم کہیں نہ دے کے نیچے کے قسط سے صبح کا ناظر ہوتا ہے اور صبح پہ پہلے صبح کے لفظ سے لے کر جو جاتے ہیں۔ اس میں قسم کی غلطیاں صبح کی روٹ کے کتبہ میں بھی کی گئی ہیں بلکہ اس میں بھی بدحوذا زیاد ہیں کہ لفظوں کی ترکیب غلط کسی کا سرور کوئی کا جو لکھا گیا ہے کلمے ہوندا ہے

اس دروازے کے نیچے دار بھی کھدو یا تھا تو ستونوں کے پایوں کے نشان نکلے تھے جو چوترے کی زد پر تھے گویا مشرقی دروازے کی بیڑھیوں اور پایوں کا جواب تھا۔ اندازے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور اسی طرح کا ایک دروازہ مغرب کی طرف بھی تھا چنانچہ اس طرف بھی پانچ بیڑھیاں اب تک موجود ہیں جن کی موجودگی زبان حال بتلا رہی ہے کہ یہاں بھی دروازہ تھا۔ جس مسجد کے جانب مغرب پانچ بلند محرابیں لیکن بہ لحاظ زمان تعمیر ان کا ذکر آگے پہل کر آئے گا کہ انھیں محرابوں کے پیچھے نازگاہ کا صدر مقام قطب الدین ایک کی بنا کردہ مسجد کا تھا۔ یہ عظیم الشان ہال بھی دوسرے والاؤں کی وضع قطع کا تھا جس پر ایک بڑا گنبد مشرقی دروازے کے گنبد کی طرح کا تھا۔ لیکن مسجد میں پھیراڑے کی دیوار میں سے کوئی رستہ تھا بلکہ اس میں تین اونچی اونچی دیواروں اور محرابیں تھیں۔ ریاست لوہارو کے رئیس سابق نواب ضیاء الدین خاں بہادر پانچ طاق بتلاتے ہیں۔ یہ دریا فی ہال نمبر ۱ x ۴ تھا۔ جس کی چھت سب سے عمدہ اور نفیس نقش و نگار کے ہندوئی ساخت کے ستونوں کی چار قطاروں پر کھڑی تھی۔ اب یہ مسجد ایسی شکستہ اور تباہ حالت ہے کہ اس کا عہدم وجود برابر ہے۔ تھوڑا سا حصہ جو باقی رہ گیا ہے وہ صرف وہی ہے جو چوترے کے شمالی رخ پر اوریشیاں دار کما ہیں کھڑی ہیں جن کا ذکر ابھی اوپر آیا ہے۔ یہ حصہ قطب الدین ایک کا بنایا ہوا تھا۔ بیچ والی کمان کا کچھ حصہ چوترے کے اوپر ہے اور کچھ حصہ چوترے کے جنوبی رخ کے پیچھے دار اور یہیں مسجد کے چند ستون بھی باقی ہیں۔ شمالی رخ پر چار قطاروں میں بائیس رہ گئے ہیں۔ ان ستونوں کے سروں اور بیچ کے حصے پر نئے نظیر سنگ تراشی کا کام کیا ہوا ہے ان ستونوں میں صرف ایک ہی ستون ایسا ہے جس پر کچھ کام نہیں اور سادہ ہے۔ بعض ستونوں پر اب بھی چھت کی سلیکٹ کڑیوں کے ٹوٹے پھوٹے ٹکڑے ادھر ادھر کھڑے ہیں۔ اور چھت کا بھی ٹوٹا پھوٹا تھوڑا سا حصہ دو مقام پر نظر آتا ہے۔ دوسرا حصہ دس ستونوں کا اسی طرح کا ہے جیسا کہ شمالی چوترے پر اور بیچ کی کمان کے دوسرے چوترے پر ہے۔ اس کی بھی چار قطاریں ہیں۔ جنرل کسٹکھم کی رائے یہ ہے کہ قطب الدین ایک نے مسجد بنانے وقت ان ستونوں کو ہلایا جلا یا نہیں بلکہ جہاں پہلے سے تھے وہیں ہی رہنے دیا۔ لیکن اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ انھیں ستونوں میں سے ایک ستون پر یہ کتبہ ہے۔ ”بہار فضل ابن ابو المعالی منوکی، مسجد کی مغربی دیوار کا ایک تہائی حصہ شمال کی طرف اب بھی موجود ہے

لیکن جنوب کی طرف کا گر گیا۔ موجودہ دیوار کے وسط میں طاق نما محرابیں بنی ہوئی تھیں جن میں سے دو کا کچھ کچھ حصہ اب بھی نظر آتا ہے۔ بیچ کی محراب کا نیچے کا حصہ جو دیوار کا بھی وسطیٰ اب بھی ملحوظ زمین سے اونچا ہے۔ اس کا باقی حصہ گر گیا۔ اس کے شمال میں جو طاق نما محراب ہر دو البتہ جوں کی توں پوری کھڑی ہو لیکن جنوب والی محراب بالکل گر گئی۔ شمال رخ کی دیوار بھی ابھی آدمی باقی چھوٹی رخ کے والا ان کے سلسلے میں ہو لیکن مغربی دیوار تک نہیں پہنچی بلکہ عاتی جنوبی دیوار ایسی گری ہو کہ اب اس کا نشان تک باقی نہیں ہے۔ مسجد سے کوئی تیس فیٹ پرلوہے کی لاث کھڑی ہو جو غالباً مسجد کے بننے کے پہلے ہی سے یہاں ہے۔ مسجد کے صحن میں چار چھتہ قبیلے ہیں جن کے چوترے بلند اور تعویذ خوش نما ہیں۔ مسجد کے اندر آئے کا راستہ بھی اوٹورٹھی کی وضع کا بنایا ہوا تھا۔ فرگن صاحب اس مسجد کی اس جہت کی نسبت جو سلطان قطب الدین ایبک کے زمانے میں بھی لکھتے ہیں کہ وہ اس مسجد کی وضع قطع بالکل چین کے مندروں کی سی ہے۔ ستون اسی تراش خراش کے ہیں جیسے کہ کوہ آج کے مندروں کے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ان پر زیادہ کام کیا ہوا ہے اور یہ میں بھی زیادہ عمدہ۔ ان ستونوں کی ساخت غالباً بارہویں یا تیرھویں صدی کی ہے۔ اب اس ٹونے کے ستون کہ جن میں اس قدر نقاشی کا کام ہو ہندوستان میں بہت کم باقی ہیں۔ ان ستونوں کی یہ حالت ہے کہ سر سے پاؤں تک ان میں عمدہ صناعتی سے ایک انچ بھی خالی نہیں ہے (مشرقی آرت آرکیٹیکچر صفحہ ۶۴) آگے چل کر اسی کتاب کی جلد دوم صفحہ ۶۵ میں لکھا ہے کہ اس مسجد کے جہاں اور عجائبات ہیں وہاں اس کی تعمیر کی نوعیت بھی عجیب و غریب ہے۔ افغان فاتحین کا طرز عمل یہ تھا کہ وہ ایک خاص قسم کی نوکدار محراب بنانے کو فن تعمیر کا اصول سمجھتے تھے لیکن راسخونفک اصول پر وہ اس طرز کی خوبی بتلانے سے قاصر تھے اس لئے انھوں نے ہندو معماروں اور کاریگروں کی مرضی پر جھوٹا کہ وہ اپنی رائے اور سمجھ کے موافق بنائیں۔ لیکن ہندو معماروں میں اُس زمانے تک کمان اتارنے کے طریقے سے کوئی واقف ہی تھا بلکہ اس کے بعد بھی کئی صدیوں تک وہ اس اصول سے نا بلد رہے اس لئے وہ اُسی اصول پر محراب بنانے لگے جس طریقے پر کہ گنبد بنایا اور وہ طرز یہ ہے کہ پہلے تو وہ جہاں تک بلند کر سکتے تھے اُٹھانے چلے جاتے تھے بعد چھری سلوں سے پاٹ کر سلوں کا منہ اوپر سے ملا دیتے تھے یہ مسجد قوت الاسلام کی ابتدائی حالت جو سلسلہ میں تھی ہم

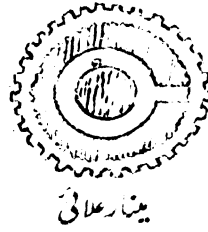
بہ صراحت بیان کرتے ہیں۔ وہ بڑی بڑی محرابیں جو بے موقع نظر آتی ہیں بعد کی بنی ہوئی
 ہیں۔ مسجد کی سطح والا ٹونی کی سطح سے اونچی ہے۔ مسجد کے فرش کی سطح میں ہر سو فیٹ
 میں آٹھ انچ کا ڈھلاؤ ہے۔ مغربی دیوار سے جہاں سب سے زیادہ مرتفع سطح پر مشرقی دیوار
 تک جو سب سے زیادہ کمبت حصہ سطح کا ہے۔ اس سرے سے لے کر اُس سرے تک مترو
 انچ کی ڈھلان ہے۔ سلطان محمد غوری کی طلب پر قطب الدین ایبک غزنی چلا گیا تھا وہاں
 واپسی کے بعد اس نے مسجد کے سامنے والی محرابیں بتائیں جن کو فرنگین صاحب اس
 مسجد کی جان کہتے ہیں (ہسٹری آف آرکیٹیکچر جلد دوم صفحہ ۶۴۹)۔ ان محرابوں کے آٹھ
 آٹھ فیٹ کے ہیں جن کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ درمیانی بلند دیوار اور دو طرف
 دو چھوٹی دیواریں۔ درمیانی دیوار ۳۴ فٹ اونچی اور ۳۴ فٹ چوڑی ہے۔ جب تمام چھوٹی ہیں
 بھی فائنر حصے تو بازو کی ہر دیوار ۲۴ فٹ بلند اور ۲۴ فٹ چوڑی تھی۔ اس دیوار میں پانچ
 محرابوں کی جگہ رکھی گئی ہے۔ معلوم نہیں ہوتا کہ اس سے بانی کا ارادہ آیا یا نہ پٹاؤ کرنے
 یا کسی قسم کی محبت بنانے کا تھا یا کیا۔ مسجد کے ہر حصہ کے لیے محبت کا ہونا کچھ لازماً
 سے نہیں ہے۔ صرف قبدرخ ایک دیوار ہونا کافی ہے اور اکثر مسجدوں کو احاطے سے بھی
 محصور کر دیئے ہیں تاکہ نماز وغیرہ میں خلل نہ ہو۔ یہ کمائیں سنگ سرخ اور زرد رنگ کے پتھر
 پتھر کی ہیں اور یہ اس شکل کی ہیں۔ بیچ کی محراب ۲۲ فٹ چوڑی ہے۔ اس کے اطراف کی
 چار محرابوں میں سے اب صرف تین رہ گئی ہیں۔ دو شمال میں اور ایک
 بیچ کی محراب کے جنوب میں۔ یہ محرابیں ۲۴ فٹ بلند ہیں اور بیچ والی محراب
 کے دونوں طرف کی ۱۱ فٹ اونچی اور ۱۱ فٹ چوڑی ہیں۔ دروازے پر دروازے پر دروازے پر
 ہیں۔ بیچ والی کمان کے ستون ۹ فٹ مربع ہیں اور انہی بائیں کمانوں
 کے ۸ فٹ مربع اور جو کمانیں پرے ہیں ان کے ستون بتیل ۸ فٹ مربع ہیں
 ان محرابوں میں کوئی طاق نہیں ہیں اور ستون بن تراشنے رہ گئے ہیں۔ غرض یہ کہ ادھوری
 ہیں۔ ان پر سر سے بانک نہایت خوشنما کہتے آیات کلام مجید کے ہیں۔ یہ محرابیں ۵۹۲
 میں بنائی گئی ہیں اور بیچ کی محراب کے بائیں بائیں پر زمین سے آٹھ فیٹ کی اونچائی پر
 تا بیچ ۲۰ فٹ قد ۹۴ فٹ گندہ ہے۔ قطب الدین کا اس مسجد کے متعلق یہ آخری کام تھا۔
 کمانوں اور ستونوں کے سنے نظیر نقش و نگار اور خوش خط و خوش ناکتبات کے علاوہ

مسجد کی دیواریں بھی آیات قرآنی اور مختلف اقسام کے بل بوتوں سے آراستہ تھیں اور ان میں ایک غرض یہ بھی مضمر تھی کہ تمام نامشروع نقشا ویرا ورتوں کی تشکیل جو مندر کی تھیں ان کے نیچے دھک لگائی تھیں۔ امیر خسرو لکھتے ہیں کہ ”جب مسجد کی تکمیل ہو گئی تو نقش و نگار اور آیات قرآنی یا پتھر میں کھدوا دی گئیں یا پلاستر نقش کر دی گئیں“ اب پلاستر جا بجا سے جھڑ جھڑ گیا جو اوجھن نقشا ویرا کا چھپانا جو قصور تھا وہ خود بخود پھر نمودار ہو گئی ہیں۔ پلاستر جدیدہ جدیدہ اُن مقامات پر باقی رہ گیا ہے جو محفوظ تھے۔ مسجد کی چھت اور دیواروں میں بعض بعض سلیں اور پتھر اب بھی ایسے لگے ہوئے ہیں جن میں کرشن کا چھپنا اور دیوتاؤں کی مجلس بنی ہوئی ہے۔ سب سے صاف اور بہتر حالت میں دو جگہ مورتیں موجود ہیں جنہیں جنرل کنگھم نے نوٹ کیا ہے۔ مسجد کی شمالی دیوار کے باہر دو کمروں کا نقشہ بتلایا ہے۔ جس کا درمیانی دروازہ نصف کھلا ہوا ہے۔ ان دونوں کمروں میں سے ہر ایک میں ایک ایک عورت اپنے اپنے پاس ایک بچے کو لیٹے ہوئے لیٹی ہوئی ہے اور تخت پر شامیانہ تیا ہوا ہے اور ایک خادمہ باؤں کے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ بائیں ہاتھ کی طرف کے کمرے میں دو عورتیں اپنے اپنے بچوں کو لیٹے ہوئے دروازے کی طرف جا رہی ہیں۔ داتھ کے ہاتھ کے کمرے میں دو اور عورتیں اپنے اپنے بچوں کو ایک دیوتا کی طرف لے جا رہی ہیں۔ دالان کے شمال مشرقی کونے میں ایک پتھر پر ان کھڑکیوں کے پاس جو شمال مشرق کی گلی میں ہیں ایک دم سے چھ مورتیں وشنو۔ اندر۔ برہما۔ شیو اور دو غیر معلوم دیوتاؤں کی پائی جاتی ہیں۔ بدھا کی بیٹی ہوئی کئی مورتیں دونوں گیلریوں میں بنی ہوئی ہیں۔ بعض اُن میں کی بالکل صاف نمایاں ہیں اور بعض بدھ ہیں۔ لوہے کی لاٹ کے گرد کے دالانوں میں جنرل کنگھم نے (۳۴۰) نقشین ستون گنے ہیں لیکن جب کہ یہ دالان مکمل حالت میں نہ گئے تو حساب کی رو سے (۴۵۰) ستون ہوں گے۔ بلا نقش و نگار کے جنرل صاحب نے (۳۷۰) ستون شمار کیے ہیں اور موقعی حالت کے لحاظ سے اندازہ لگا تے ہیں کہ کل دالانوں کی تکمیل کے لیئے اور بارہ سو ستون ہونے چاہئیں۔ قطب الدین ایک کی تعمیر کی خصوصیات یہ ہیں۔ خاص طرز کے گنبد اوروں سے بالکل الگ تھلک پہاڑ جاتے ہیں۔ سطح چٹین۔ دروازوں پر پٹاؤ۔ دالانوں کے ستون سرخ اور زردی مائل بھر بھرے پتھر کے۔ ستونوں کا بلندی اور سبزی میں دوسروں سے مختلف ہونا۔ ستونوں کے ٹکڑوں کی تعداد۔

اُن کے نفس و نکار۔ یہ سب باتیں اپنی وضع اور طرز میں بنائی ہیں۔ ستونوں کی نشست کا سلسلہ بھی پچھلے زمانے کی عمارتوں سے جدا ہے۔ ان ستونوں کے نادر اور قیمتی خیریاں کہ ہم جنرل گنگھم صاحب کی آثار قدیمہ کی رپورٹ سے نقل کرتے ہیں وہ ان شکستہ مندروں کی چھائی برائی کی حالت اس حد تک ہے جو میں نے سنہ ۱۸۷۳ء میں ماحصل کی تھی اور جس کی تکمیل اب میں نے سنہ ۱۸۷۶ء میں کی عجیب طرح بہم پہنچی ہے۔ سب سے پہلے تعلق جنوب و مشرق کو کرنے میں جو دالان ہیں ان کے ستون ہائے اور سر کے سمیت تمام نئی وضع اور جسات کے ہیں اور بالکل الگ پہچان لئے جاتے ہیں۔ ان ستونوں کے مین حصے میں اوپر اور شیشے کے اور درمیانی۔ ان ستونوں کے بالائی حصے پر تیرہ بھی پڑے ہوئے ہیں اور جہاں تک پتہ چلا ہے وہ (۱۹) نمبر (۱۹) ہے۔ اور پندرہ خالی ختم نمبر پڑے ہوئے ملے ہیں۔ جن میں کاغذ (۱۳) کا ختم شعلی دالان میں نصب ہے۔ جو اپنے سلسلے کے نمبروں سے بالکل الگ اور دو دیکھا ہے۔ تیرہ نمبر پڑے ہوئے حصہ زیریں اور سات بالائی حصے ملے ہیں۔ لیکن ان میں صرف ایک ستون نمبر (۱۰) کا ایسا ہے جس کے مینوں حصوں پر یکساں نمبر پڑے ہوئے ہیں اور سب جوڑ بھی برابر ملے ہوئے ہیں۔ اس سے صاف یہ نتیجہ نکلا کہ کوئی ستون اپنی اصلی جگہ پر قائم نہیں ہو سکا۔ سب سے نوکسی کا یہ کہ کوئی کہیں کھرا کر دیا تو کوئی کہیں۔ نمبر پڑے ہوئے ختم کل (۱۵) ملے ہیں۔ نمبر (۱۵) پر بیٹھکیں (۱۴) ملیں۔ جن میں چار چوکوں میں اور باہج کے کولنے کول کئے ہوئے ہیں۔ ایک ہی وضع قطع کے ہیں بالائی حصے ملے ہیں جن میں سے ایک پر نمبر (۱۹) پڑا ہے۔ ان امور سے یقین ہوتا ہے کہ جن مندروں کے یہ ستون ہیں اُن میں کل (۱۳) ستون تھے۔ نمبر (۱۱) کے ختم پر خط نالری ایک طختہ لفظ ”کچل“ اور دوسری طرف (۱۲) کندہ ہے جو بکرا جیت کا سمت ہے۔ یہ ستون کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ زمانہ ایک ہائی نائی لالی لال کوٹ کا تھا جبکہ کہ وہ دلی پر حکم ہال تھا۔ راجہ اور سنگ لڑکوں نے نہ صرف ستونوں ہی پر نشان ڈالے ہیں بلکہ اس ختم کے نشان کا بجا پور سے سبیل پاؤں پر ہیں۔ یہ نشان صاف اور مکمل میں گرچہ بھی صاف طرح ان نشانوں اور الفاظ اطلاق کا مفہوم سمجھ میں نہیں آتا۔ نشانوں کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ سرسیدانیک بال لکھتے ہیں اور انگریزی میں جہاں دیکھو اُنکے بال ہے۔ ۱۲

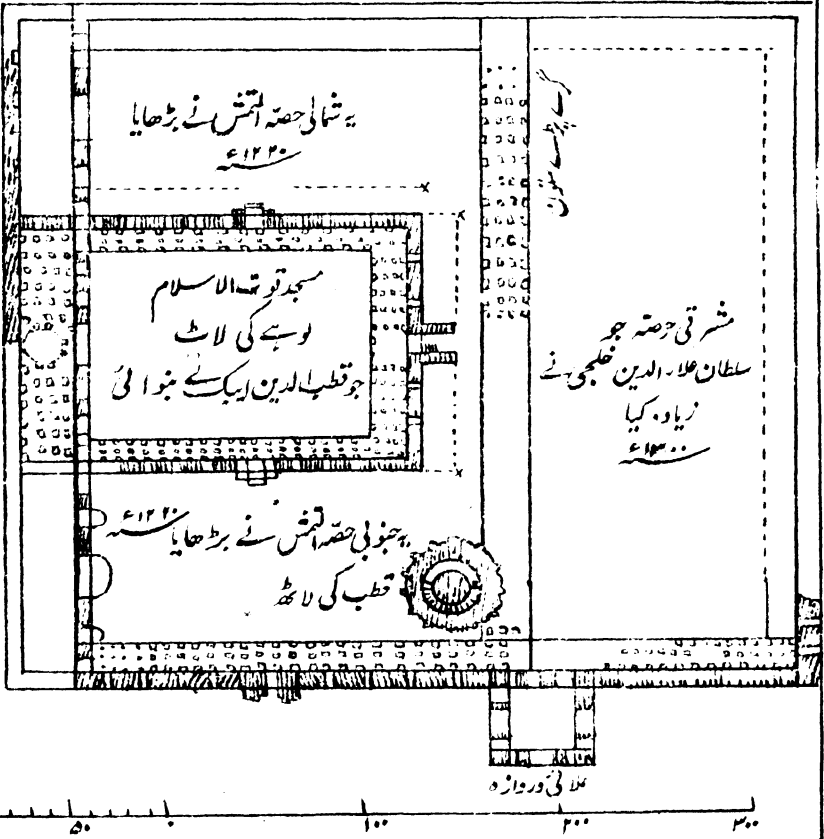
انقشہ
مسجد قوت الاسلام
دہلی



مینار علانی



ستبرہ آتش



- (۱) چپ ڈیڑھا = بالائی ویڑا (۱) نمبر ۳ - (۸) بچیم کی داشتن = مغربی جانب کا سرول -
 (۲) " " = " " (۹) نمبر ۲ - (۹) پورب پڑھنا = مشرقی پٹا سرول -
 (۳) بوجلی = " " = پٹھلا حصہ (۶) نمبر ۲ - (۱۰) پورب ۳ = مشرق نمبر ۲
 (۴) " " = " " (۶) نمبر ۲ - (۱۱) بچیم یا ۳ = آگے (۶) = مغرب نمبر ۲ (۶)
 (۵) ونی چوٹھی = ویڑا (۶) چہانم - (۱۲) دکان بچھی = مغرب عقب
 (۶) ونی پنجم = " " (۱۳) دکانی ۲ = نمبر عقب
 (۷) پڑا تھا داشتن = پہلا سرول

ستونوں کے نمبروں میں ایک اور خصوصیت قابل غور یہ کہ ہند سے کے اول اسٹون صرف
 بھی لکھا ہوا ہے۔ مثلاً (۱۴) - کے ہند سے کے اول یعنی تین اور (۱۱) کے اول
 دو " اور سولہا کے اول بیس۔ اسی قسم کے نشانات ایک دوسرے مندر کے
 ستونوں پر بھی ہیں اور ایک دوسرے نمونے کے ستون پر بھی " دو " لکھا ہوا ہے۔
 اسی طرح ایک دیوار دو ستون بھی اسی قسم کا ملا ہے۔ ۱۹ " لکھا ہوا ہے۔ مذکور بالا
 ستون کی پیمائش یہ ہے - اوپر کا حصہ - ایک فٹ ۴ - اونچ - خالص کھم درمیانی حصہ
 ۴ - فٹ - ۱۱ - اونچ - باج - ۱ - فٹ - ۱۱ - اونچ -

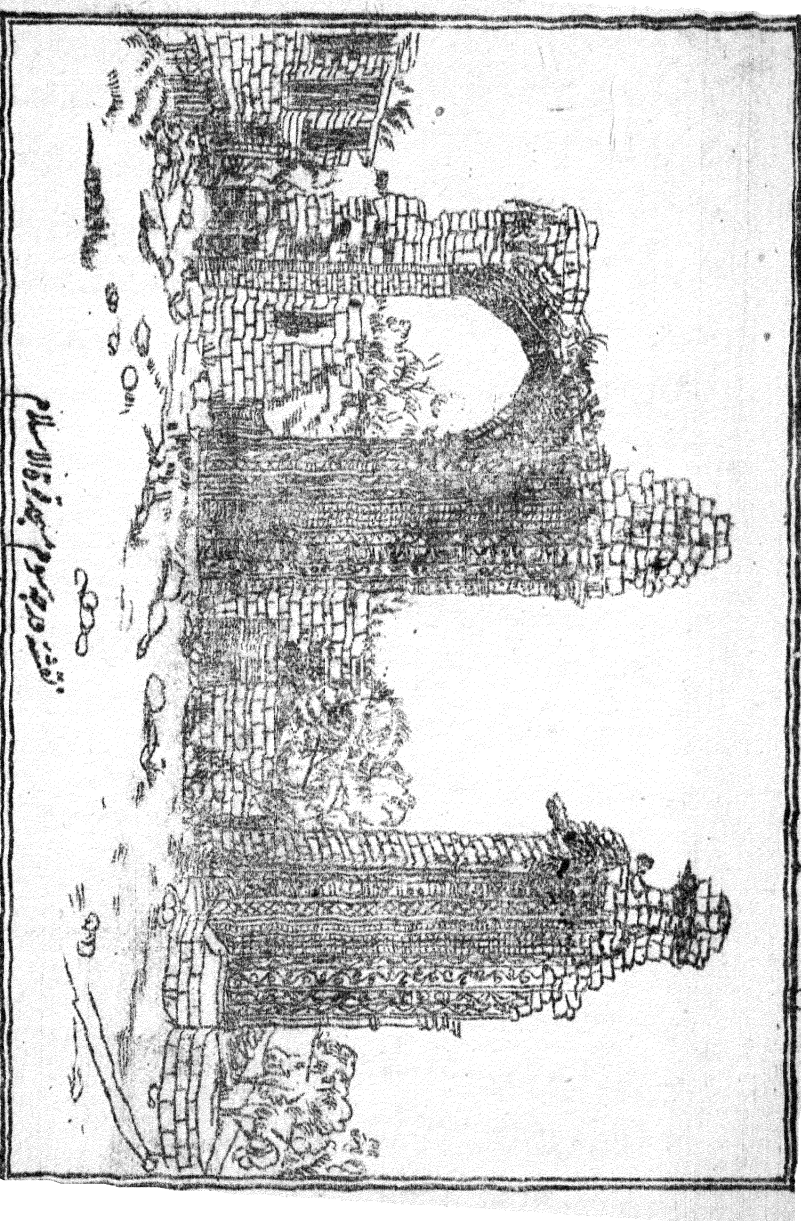
تھوڑا سا الٹا ہے جو ہندوؤں کے مذہب کے مطابق

سیکھے ہیں اور دویکے سے بھی آید

سلطان الشمس کے عجیب
 کی توسیعات

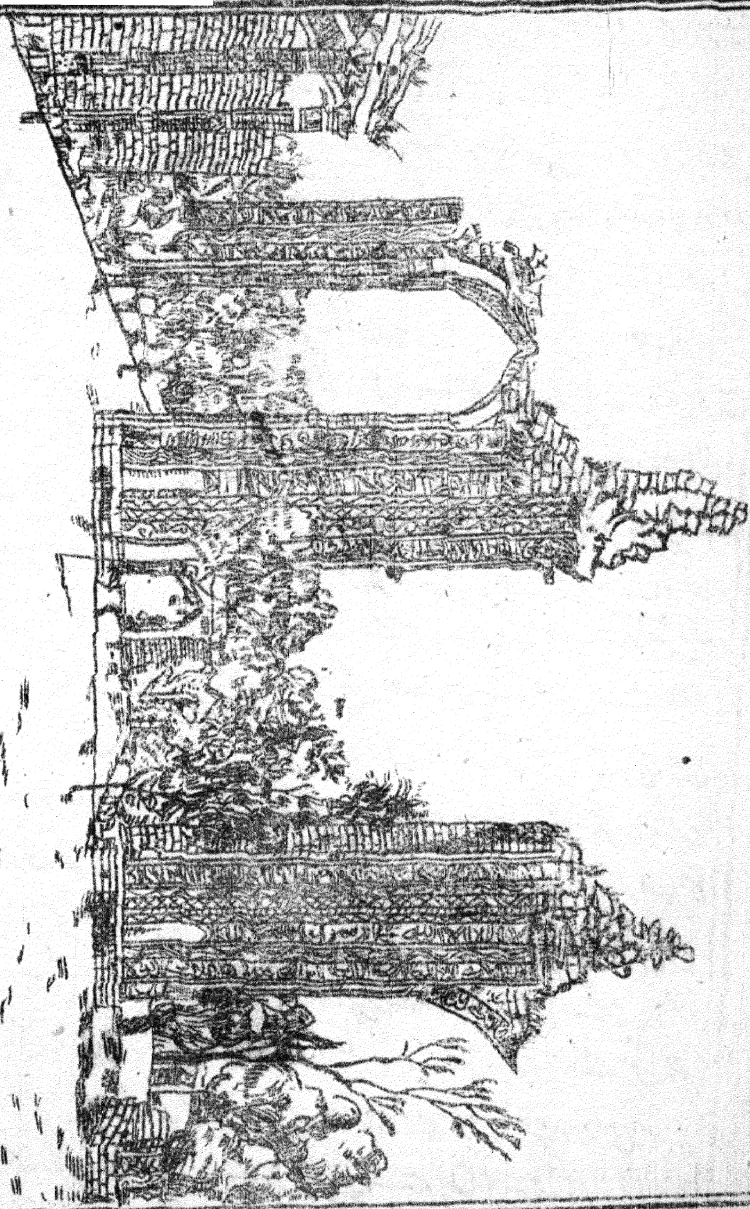
سلطان الشمس نے قطب الدین ایبک کے بنائے ہوئے دارالان میں اور صدر اور دو دارالان
 اور بڑے دارالان اور مشرقی شمالی - جنوبی - تین طرف کے دارالان بنوائے - مسجد
 کے بچیاں رخ کی دیوار دونوں طرف قدیمہ آفت بڑھوا دی - اس طرح ساری
 دیوار کی لمبائی ۳۸۰ فٹ ہو گئی - اس حوالے سے دیوار کا اب بہت تھوڑا حصہ رہ گیا ہے
 البتہ جد کے شمال مشرقی کونے کی طرف جو دیوار کھڑی ہو وہ الشمس ہی کی بنائی جنوبی
 ہے لیکن اس میں بھی نہیں فٹ کا ٹکڑا منہم ہو گیا ہے اور باقی اور دیواریں جو اس رخ پر ہیں ان کا پتہ صرف باقی ماندہ
 بنیادوں کے نشانوں سے چلتا ہے شمالی دارالان ۴۴ فٹ لمبا تھا جس کا پتہ اب بھی ٹھیک شکل سے صرف بنیادوں
 کے پاس پر سے چلتا ہے جنوبی رخ کی دیوار بھی ۴۴ فٹ لمبی ہے جو فی الجملہ درست حالت میں ہے صرف

تھوڑی سی بیچ میں سے گر گئی ہے۔ التمش کے بنائے ہوئے مسجد کے جنوبی مغربی
حصے کی دیوار بھی ستر فٹ گر گئی ہے مگر یہاں بھی بھری ہوئی بنیاد صاف موجود ہے۔ یہاں
سرے پر مسجد کی بچھیت کی دیوار کوئی تیس فٹ تک جا بجا گر گئی ہے لیکن ایک والاں جن میں
ستونوں کی تہری قطاریں ہیں اسی طرح کا جیسا کہ مسجد کے جنوبی دروازہ کے پاس ہے
یہ بھی ہے جو مسجد کے دروازے سے جا ملا ہے ابھی موجود ہے۔ اس دروازے کی
محراب گر پڑی ہے اب صرف دونوں طرف کے پائے سولہ فٹ اونچے کھڑے ہیں
یہیں پانچ دھڑے ستون مہندہ دیوار کی بنیاد کے برابر کھڑے ہیں اور یہی گویا پہلی
لین ہے۔ دوسری لین میں سات ستون ہیں جو پہلی لین سے چھ فٹ کے فاصلے پر
کھڑی ہے۔ تیسری قطار میں بھی سات ستون ہیں یہ دوسری قطار سے ۶ فٹ کے فاصلے
سے ہے۔ چار ستونوں پر ایک سپاٹ بھت جس کی سلیں ایک دوسرے پر چڑھی ہوئی ہیں
موجود ہے۔ دروازے کے پاس یہاں ستونوں کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے سو فٹ کی ایک دیوار
کھڑی ہے جو علانی دروازے تک بڑھی چلی گئی ہے۔ لیکن اس دیوار میں کوئی بیس فٹ
تک کے ستون گر گئے ہیں۔ ستونوں کی بلندی اور ایک دوسرے کا باہمی فاصلہ اور
چھت سب اسی وضع کہیں جیسے کہ اس والاں میں ہیں جس کا بیان ہم ابھی اوپر
کراٹے ہیں۔ یہاں بھی ستونوں کی تہری قطار جس میں سے چودہ دیوار سے لگے ہوئے
ہیں۔ دوسری قطار میں سولہ اور تیسری میں پندرہ۔ اس دیوار میں سات بڑی بڑی بلندیوں
میں جن میں کی پانچ تو پوری بھی نہ ہونے پائیں اور ویسی ہی ناتمام رہ گئیں جن کے سامنے
پردے کی دیوار تک نہیں رہ باقی دو ان سے بھی بڑی ہیں جن کے سامنے سنگ سرخ
کی جالیاں علانی دروازے کی کھڑکیوں کی جالیوں کی طرح کی ہیں۔ اس مقام سے دس
فٹ بر قطب صاحب کی شان دار لاٹ کھڑی ہے۔ عموماً یہ خال کیا جاتا ہے کہ التمش کی توسیعات
بہین ختم ہو گئی ہیں اس سے آگے نہیں بڑھیں بلکہ و بڑی کھڑکیاں جو دیوار میں ہیں وہ بھی
علاء الدین خلجی کی بنوائی ہوئی معلوم دیتی ہیں۔ بیشک یہ کھڑکیاں علاء الدین کے وقت کی معلوم
دیتی ہیں لیکن علاء الدین کی بنائی ہوئی عمارت کا سلسلہ جب ہی چوکوں ہو سکتا ہے جب کہ
جنوبی دیوار کو علانی دروازے سے جالائیں اور اغلب یہ کہ علاء الدین نے یہ کھڑکیاں
التمش کے والاں کو گروا کر بنائی ہیں علانی دروازے کے داہنی طرف چھوڑ کر ٹھیک



نقشه دروازه کهنه اسلام

نقشه درج اول مسجد قزوین



شمال کی طرف سامنے ہی التمش کے بنائے ہوئے مشرقی دالانوں کے کھنڈر مٹی کے
تیلے دے پڑے ہیں۔ اس کے بعد قطب الدین کی مسجد کے مشرقی دروازے پر
جائے تھکتے ہیں جو علاقائی دروازے سے دو سو فٹ کے فاصلے پر ہے۔ یہاں سے تیس فٹ پر
التمش کے شرقی دالانوں کا کچھ باقی ماندہ حصہ جو جس میں (۳۴) ستون ہیں جن میں سے
انیس کھڑے ہیں اور پندرہ گرے پڑے ہیں ان ستونوں کی چار قطاریں ہیں۔ پہلی
قطار میں نو ستون اس ٹرک پر ہیں جو مسجد اور دالانوں کے درمیان ہے۔ دوسری قطار میں
گیارہ۔ تیسری میں گیارہ اور چوتھی میں صرف تین۔ ان قطاروں میں چھ چھ فٹ کا فاصلہ
ہی اور چھت کا تھوڑا سا حصہ جہاں کہیں باقی رہ گیا ہے وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ جنوبی دالانوں
کا ہے۔ اس دالان کے بعد التمش کی توسیعات ختم ہو جاتی ہیں۔ التمش نے جیسا کہ لکھا جا چکا
ہے نہ صرف حوالی مسجد میں اور دالان بنوائے بلکہ اس نے قطب کی محرابوں کی بھی توسیع
کی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ التمش کی بنائی ہوئی کمانیں قطب الدین کی کمانوں سے زیادہ
اوپر ہیں مگر سب سطح پر بنائی گئی ہیں اور ان کے پانچوں میں طاقے ہیں اور فیل پائے
جو کشیش بہشت پہلو تراشی ہوئی ہوئی ہیں اور اوپر کٹھن ہیں اور فیل پاؤں ہی ساری نوکدار
محرابوں کا وزن ہے۔ یہ فیل پائے جو چھ خوب سمجھا لیتے ہیں۔ ان کمانوں کے نقش و نگار
پہلے زمانے کی صناعی سے بدرجہہ نفیس اور بہتر ہیں قطب الدین کی کمانوں کے دونوں
پہلوں میں التمش نے بھی تین کمانیں بنائی ہیں ان دونوں زمانوں کی محرابوں کے بیچ میں
آٹھ فٹ چوڑا رستہ ہے۔ التمش کی پہلی محراب اب بھی موجود ہے جس کا کنگورا البتہ گر گیا
ہے مگر کمانوں کی توں کھڑی ہے جو ۶۶ فٹ اونچی اور تیر فٹ چوڑی ہے۔ اس محراب کا
شمالی پیل پایہ جو درمیانی محراب کا جنوبی پیل پایہ ہے ۶۶ فٹ چوڑا ہے۔ بیچ کی کمان جس کی
محراب بڑی عالی شان ہوگی ۴۴ فٹ چوڑی ہے۔ اس کے صرف دو ہی پائے ہیں اور
تیسری کمان التمش کی بنائی ہوئی گرگرائی اب اس کا نشان بھی نہ رہا۔ جنوبی سمت میں جو
کمانیں التمش نے بنائی تھیں وہ ساری کی ساری نیست نابود ہو گئیں۔ قریب والی اور بیچ
والی دو محرابوں کے وجود کا بہت صرت ان کے پیل پاؤں سے چلتا ہے۔ جنوبی رخ کی آخری
کمان البتہ اپنی حالت پر قائم ہے جو چھ بچرے بچرے کی تیلی سلوں کی بنی ہوئی ہے اور عین قریب
گرنے والی ہے۔ یہ ایک بڑے تعجب کی بات ہے کہ دو محرابیں جو زیادہ مستحکم تھیں وہ تو زیادہ

ہوا کہ گر گئیں اور جو کم زور ملام ویتی ہو ہی صحیح سلامت کھڑی ہو۔ التمش کے عہد کی فن تعمیر کی خصوصیات کے متعلق مشرکیمبل لکھتے ہیں کہ "ستون بھر بھرے تھے۔ کثافت بندی کے ہیں جو برخلاف ستون ہائے زمانہ قطب الدین نے ترتیب نصب کیے گئے ہیں کوئی خیال درمیان فی فضل کی یکسانیت کا نہیں رکھا گیا۔ یہ ستون کسی اور پرانی عمارتوں کے معلوم دیتے ہیں مگر مندروں کے نہیں معلوم دیتے۔ محرابوں کی ساخت۔ آراستگی۔ سنائی۔ سب باتیں قطب الدین کے زمانے سے بہت بڑھی ہوئی ہیں۔"

سلطان علاء الدین خلجی کی توسیعات

۷۹۵ - ۷۱۵
۱۳۱۵ - ۱۲۹۵ھ

ہر کہ آمد عمارتوں ساخت رفت منزل بد بکری و اخت
۶۹۵ھ میں سلطان علاء الدین خلجی اپنے چچا جلال الدین
بالی خاندان خلجی کے قتل کے بعد دہلی میں تخت نشین ہوا۔
اس نے بھی اپنے عہد میں مسجد قوت الاسلام کی توسیع

کی۔ حضرت امیر خسرو لکھتے ہیں کہ "یہ چوتھی توسیع تھی۔" یہ توسیع پچھترے بڑے پیمانے پر
نئی انتہی ہی بہتر اور عمدہ بھی تھی لیکن افسوس ہو کہ باوجود کہ سب سے بعد بنی تھی مگر سب سے
پہلے کر گئی اور اس کا بہت ہی تھوڑا حصہ باقی رہ گیا ہو جس سے اس کی نفاست کا اندازہ
ہو سکتا ہو۔ جس کی تعریف میں اس زمانے کے شاعر امیر خسرو و مطلب اللسان ہیں
اس زمانے کے اب چھ ستون جو جنوب مشرقی دیوار کی طرف ہیں وہ بمقابلہ قطب الدین
اور التمش کے عمدہ نمونوں کے لوگوں کی نگاہ میں نہ بھریں گے لیکن نہایت عالی شان
"علائی دروازے" کے آگے سب گرد ہیں جس سے اس بادشاہ نے دوامی شہرت
حاصل کی ہے۔ علاء الدین کی صرف ایک ہی تعمیر ایسی لا جواب ہو کہ اگر وہ اور ایک اینٹ بھی
مسجد میں نہ لگاتا تو بھی اس میں کسی کو محل شک نہ ہوتا کہ دہلی کے بڑے بڑے بادشاہوں
نے جو شہرت ابدی بہت سی سر بفلک عمارتوں کی تعمیر سے حاصل کی ہے اس زمرے میں
یہ سب سے دو قدم آگے تھا۔ علاء الدین کے زمانے کی کل توسیعات کو سمجھنے کے
لیئے بجائے اس کے کہ ہم التمش کے مشرقی داران کی جنوب مشرقی حد سے شمال کی
طرف رخ کریں ہم کو سیدھے جنوب کی طرف۔ مشرقی دیوار سے زاویہ قائمہ بناتے ہوئے
جانا چاہیے۔ علاء الدین کے زمانے کے ستونوں کی وضع قطع التمش کے ستونوں سے

قدر سے مختلف ہے۔ اب ہم علانی دروازے سے شروع کرتے ہیں۔ وہ ستون جو اندرونی دروازے کے سامنے والے والان میں تھے اب نہیں رہے اور کوئی قریب تیس فٹ کے میدان صاف ہو گیا ہے۔ اس خلا کے مشرقی جانب سے پھر والان کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے جو علانی دروازے سے ۱۲۰ فٹ تک چلا گیا ہے جو دوسرے زمانے کے توسیع شدہ والان سے جا ملا ہے۔ اس والان میں چار دروازے اور تین بلند کھڑکیاں ہیں۔ کھڑکیوں میں سنگ سرخ کی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ اس پتے ہوئے والان کی پہلی قطار میں بارہ۔ دوسری میں بندرہ اور تیسری میں گیارہ ستون ہیں۔ ان ستونوں اور قطاروں کا باہمی فصل اور چھت سب الٹش کے اس والان کی سی ہے جو جنوب میں ہے۔ جب ہم علار الدین کی توسیع کے جنوب مشرقی کنارے پر پہنچتے ہیں تو یہاں بیس فیٹ تک والان کے نشان ملنے میں مگر اس کے آگے صرف پلے کا ایک ٹیلہ سا نظر آتا ہے۔ مشرقی والان کا جس قدر حصہ اب باقی ہو اُس میں صرف گیارہ ستون ہیں۔ چار دیوار سے لگے ہوئے ہیں۔ چار دوسری قطاریں اور تین تیسری میں اور یہیں جنوب رخ کی دیوار میں جو بیس فیٹ لمبی ہے ایک دروازہ بھی ہے۔ حال کی کھدائی سے معلوم ہوا کہ علار الدین کی توسیعات الٹش کی شمال رخ کی توسیع سے بہت آگے تک تھیں اور اسی میں وہ اوجھنی لاٹ بھی شامل ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ علار الدین نے جملہ جنوبی و شمالی زمین کے قطع میں والان بنوائے تھے۔ قطب الدین کی تعمیر کردہ مسجد کی شکل مستطیل تھی جس کے شمالی اور جنوبی ضلعے لمبے تھے۔ الٹش کی توسیع نے بھی اس کی مستطیل شکل میں کوئی تبدیلی نہیں کی مگر لمبوترے ضلعے شمالی اور جنوبی سے مشرق اور مغرب کی طرف ہو گئے اور پھر علار الدین کے زمانے میں بھی قائم رہا۔ اخیر خروئے جو مسجد کی ان توسیعات کا ذکر کیا ہے علار الدین کے زمانے میں ہوئیں اس پر سے اب پتہ چلنا مشکل ہے۔ وہ فرمانے ہیں کہ بادشاہ سلامت نے مسجد میں ایک رقعہ حصہ بڑھایا۔ یہ حصہ تین قدیم دروازوں اور محراب مسجد کے باہر تھا۔ جس میں اوستہ اور ستون۔ تھے اور پتہ وں پر آیات کلام مجید اس نفاست اور عذکی سے کندہ کرائی تھی جس کے سوم پر بھی ہونا ناممکن تھا۔ محرابوں کی بلندی کی یہ حالت تھی کہ بلا مباغہ یہ معلوم دیتا تھا کہ قرآن شریف آسمان کی طرف صعود کر رہا ہے اور پھر آتے بھی رہا ہے۔ دوسرے مقامات پر جہاں نیچے کندہ تھا اُس سے ایسا معلوم دیتا تھا کہ کلام مجید آتے رہا ہے۔

غرض سر سے پانک سارا کام بحسن الوجہ مکمل تھا۔ زمانے کے امتداد و فنا کے دور دورے کا بہ کرشمہ یہ کہ اب انہوں نے نشان تک بھی صفحہ ہستی پر باقی نہیں رہا۔ سر سید صاحب کی رائے ہو کہ امیر خسرو نے جن کماؤں کا ذکر کیا ہے وہ موجودہ کمانیں ہی ہیں لیکن جنرل کنگھم موجودہ کماؤں کو قطب الدین اور التمش کی بتلاتے ہیں۔ ان پر کے کتبات طغرائی میں عجیب صنعت رکھی گئی ہے کہ خط بلحاظ بلندی کے گھٹنا بڑھتا ہی یعنی جوں جوں کتبہ اونچا ہوتا جاتا ہے حروف بھی بڑھ جاتے ہیں جس سے دیکھنے والے کو یکساں نظر آتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو نیچے کے حروف تو ابھی طرح نظر آتے اور اوپر کے بوجہ بعد مقامی کے مہیوم ہو جاتے۔ یہ رہا کہ ملائی دروازے اور جد کی محرابوں کے کتبات کی نسبت در سید فن صاحب کے نزدیک علاء الدین کی بنائی ہوئی آٹھ محرابیں التمش کے شمالی دالان کے شمال میں تھیں۔ بگڑ صاحب کی کھدائی میں اسی طرف بڑے بڑے آثار کی دیواروں کے نشانات ملتے ہیں جو التمش کے وقت کی مغربی دیوار کے سلسلے کی توسیع ہے۔ اب یہاں گھٹنا جنگل ہے جس میں دیواریں چھپ گئی ہیں پھر بھی دس دس فٹ زمین سے اوپر کھڑی ہیں۔ امیر خسرو جن چھ محرابوں کا ذکر کرتے ہیں وہ بھی اسی مقام پر تھیں چنانچہ اب بھی انکی بنیادوں اور پانکھوں کے نشان موجود ہیں بلکہ ان نشانات پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ آٹھ محرابیں رہی ہوں تو عجیب نہیں۔ اگر ہم علاء الدین کی نصیبی لاٹ سے ایک خط مستقیم کھینچیں تو وہ خط علاء الدین کی بنائی ہوئی محرابوں کو دو مساوی حصوں میں تقسیم کر دے گا

علائق دروازہ | یکے یکے زرنگارایواں ملے ہیں خاک میں

۱۰۱
(۱۳۱۶ھ)

ریزہ ریزہ اس بھی ویرانوں میں طلسم پوش ہو

یہ بڑا بھاری عالی شان گنبد دروازہ سلطان علاء الدین خلجی کا بنوایا ہوا ہے اور اسی کے نام پر سے علائی دروازہ شہر ہے۔ جنرل کنگھم صاحب لکھتے ہیں کہ مدافغہ کی جتنی عمارتیں دیکھنے میں آئیں ان سب سے یہ بہتر ہے۔ فرگسن صاحب کا قول ہے کہ اس عمارت سے پٹھانوں کے زمانے کی تعمیر کا وہ اعلیٰ طرز ظاہر ہوتا ہے جب کہ تعمیر معراج کمال پر پہنچ چکا تھا اور ہندو معماروں نے نہایت خوش نما اور نادر سلطانی طرز کا کافی ملکہ حاصل کر لیا تھا۔ یہ دروازہ جو سچے خود ایک مستقل عمارت ہے علاء الدین کے بنا کر بنوایی والاں میں ہے جو التمش کے دالانوں کی تین ذرا آگے ہے۔ یہ دروازہ غالباً مسجد کا وہ

دروازہ تھا جو شہر کے رخ پر تھا۔ اس کے بنا کی تاریخ دروازے کی مشرقی مغربی اور جنوبی محرابوں پر ہ اشوال سن ۱۱۳۱ھ کندہ ہے۔ یہ عمارت جو کون شکل کی ہے جو اندر سے ۱۳۱ ۱/۲ فیٹ اور باہر کے رخ سے ۵۶ ۱/۲ فیٹ مربع ہے۔ دیواروں کا آثار گیارہ فیٹ ہے۔ دروازے کی بلندی ۱۱۴ ۱/۲ ہے۔ دروازے کی عمارت نیچے سے چوکور ہو کر اوپر جا کر مشیت پہل ہو گئی ہے اور اسی پر گنبد اٹھایا گیا ہے۔ اس دروازے کی نسبت فرگسن صاحب لکھتے ہیں کہ جہاں تک ہندوستان کی عمارتیں میری نظر سے گزری ہیں ان میں یہ عمارت بڑی سڈول اور عمدہ ہے۔ چاروں طرف کے کونوں میں کئی محراب دار خوب صورت اور خوش قطع طاق نکالے گئے ہیں۔ گنبد کے چاروں طرف کھنڈار بلند محراب دار در بطور دروازے کے ہیں۔ جنوبی اور شمالی رخ کے دروازوں کے مقابلے میں مشرقی اور مغربی دروازے ذرا است ہیں۔ جنوب کی طرف دس فیٹ اونچا ایک چبوترہ ہی جس سے سات سیڑھیاں اتر کر دروازہ ملتا ہے۔ چاروں طرف کے دروازے نے نظیر بیل لوٹوں۔ نقش نگار سے آراستہ ہیں۔ محراب نعل نما نوک دار ہے یعنی پھیلواں نہیں ہے۔ پاکھوں کی مرغولیں چھ انچ جوف میں جن کو اس طرح تراشا ہے کہ جیسے کپڑا پٹیا جاتا ہے اور پتلے پتلے خوش نمایل دار ستونوں پر محراب آتا ہے۔ محراب نگار اور اندرونی حصہ چھ انچ جوف ہے اور جا بجا قائم الزوایا پٹیکے پڑے ہوئے ہیں اور ان سب پر نسبت کتبے عربی خط طغرائیں ہیں جن کے الفاظ پتھر میں تراشت گئے ہیں بعض جگہ کتبوں کے حروف امتداد زمانے سے ٹوٹ بھی گئے ہیں۔ اس عمارت کا نام رکھا ہے سرے پاتک نقش و نگار سے دلہن بنا ہوا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ قلمیں طاقت نہیں کہ اس کا نقشہ کھینچ سکے۔ الفاظ میں وہ قدرت نہیں جس کی خوبی کا ایک شمع بھی ان کے غرض یہ کہ چپ بھر جگہ بھی کاری کرنے ایسی نہیں چھوڑی جو صنعت نے نظیر سے آراستہ ہے۔ ہر دروازے کی دونوں جانب دو دو کھڑکیاں ہیں جو دروازے کے مقابلے میں ایک تہائی ہیں وہ بھی وضع قطع اور صناعی میں عین دروازے ہی کی سی ہیں۔ ان میں نہایت عمدہ سنگ مرمر کی جالیاں نہایت باریک اور نازک کام کی لگی ہوئی ہیں۔ درلی کھڑکیوں کی بنیت پرلی کھڑکیوں کی جالیوں کا کام اور بھی باریک اور نازک ہے۔ ان کھڑکیوں کے اوپر ایک ایک طاق اور بنا گیا ہے جو در سے کھڑکیوں کی طرح کے نظر آتے ہیں جو باہر

کا گچھا ہیں۔ ان میں کی دو دو عمودی محرابیں سنگ مرمر کے مستطیل چٹکے لگے ہوئے ہیں اور ان پر جو چھوٹے چھوٹے نمائشی طاق اوپر وار بنے ہوئے ہیں ان پر کلام مجید کی آیتیں اور احادیث شریف نہایت خوش خط اور عمدہ کندہ ہیں۔ محرابوں کی پیشانی پر حسیا کہ عموماً دستور ہر انواع و اقسام کے ہاں بوٹے سنگ مرمر میں ثبت ہیں۔ جنوب رخ کے دروازے کی معمولی مرمت میجر سمٹھ نے کرائی تھی لیکن نقش و نگار کو چھوا تک نہیں اور نہ ان کی تجدید کی کوشش کی۔ جب باہر وار راستگی کا یہ حال ہو تو اندر کا کیا پوچھنا اندر اور نزدیک صناعی اور نقش و نگار ہیں۔ چار خانے دار طرح طرح کے طفرے جو دور سے عین میں پھولوں کا گلہ سہ معلوم دیتے ہیں نہایت نئے نظیر اور قابل دید ہیں۔ فرگن صاحب خود لکھتے ہیں کہ ”عمدگی کے اعتبار سے لا جواب ہیں۔ دروازے پر کنگند بالکل سادہ اور صاف ہر البتہ اس عمارت کی عمدگی کے مقابلے میں کم تر دوسرے کا ہی لیکن اندر کا کام باوجود اس سادگی کے بھی نہایت دل کش اور دل آویز ہے۔“ باہر سے دیکھو تو گنبد چھوٹا اور سبب نظر آتا ہے۔ دروازے کی دیواروں پر رنگور اہر جنوب کے طرف کنگور اہر چھوٹے صاف نے جب مرمت کی تو اتر دیا۔ ۱۸۷۳ء میں میجر برٹ (Burt) نے اس دروازے کو دیکھ کر اس کی خستہ حالی پر توجہ دلائی تھی کہ اگر مرمت جلد نہ ہوگی تو گر جائے گا۔ اس کے دو سال بعد زیر اہتمام میجر سمٹھ اس کی داغ و دوزی اور مرمت گورنمنٹ نے کرا دی اس کنگند میں کئی بڑے بڑے کتبے ہیں جن کی ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں :-

مغربی محراب کا کتبہ | چوں ایند تعالیٰ اعلیٰ اعلاء و سہمی اسماءہ برہ
احیائے مراسم ملت و اعلاء معالم شریعت خاتم النبیین
جہان را برگزیدہ تا ہر لمحہ اساس دین محمدی استیقام می یزید و ہر لحظہ
بناسہ شریعت محمدی میگردد از سراسرے دوا و مملکت و نظام سلطنت
عمارت مسجد طاعات بحکم کلام من لا رب سواہ کہ انما یرحمہا جلالہ
من آمن باللہ (والبومر الآخر) ابوالمظفر محمد شاہ السلطان بین الخلاف
ناصر امیر المؤمنین خلد اللہ ملکہ الی یوم القیام رحمہنا و جوامعہ الاسلام و ابقا
مدی الزمان فی اشاعہ الاموال احسان فی الناس فی الخامس عشر من شوال

سنة عشر و سبع مائة حضوت علیا خلد ایگان سلاطین مصطفی جاره
 انصار عامه مر الله المخصوص بعنايت اکرم الاکرامین علاء الدینیا والدین عثمان
 السلام والمسلمین مغز الملوک والسلاطین القايم بتأييد الرحمن ابوالمنظف
 محمد شنا سکندر ثانی یمن الخلافة ناصر امیر المؤمنین خلد الله ملکه بناء
 ابن خیرات سنت و جماعت است عمارت فرموده - این مسجد که چون بیت المعمور
 در افواج جهانیا مذکور است بخلوص عقیدت قضا طویت مجلس اعلی خلد ایگان
 سلاطین زمان علاء الدینیا والدین سلطان البر و البحر ... المؤید بتأييد
 الرحمن ابوالمنظف محمد شاه السلطان یمن الخلافة ناصر امیر المؤمنین
 خلد الله ملکه الی یوم الدین

جنوبی محراب کا کتبہ

بتوفیق بیہمتا و معاونتیشی نثار امثال مسجد

اسس علی التقوی تعالی امره و شأنه و تعالی

عدله و احسانه بن مفضی خیر ما مور امر فوال و جھت شطر المسجد الحرام

محمد الرسول الله علیہ السلام کما قال من بنی مسجدا للہمہل بنی لہ بیتاً

فی الجنة مجلس اعلی خلد ایگان سلاطین زمان شہنشاہ موسی فرسلیمان

مکان راعی شرائط شریعت محمدی حامل مر اسمر ملت احمدی موکل معابر

معالم و مساجد و موطل قواعد مدارس و معابد و مہمہل بنیان رسوہ

مسلمانی و موسس مبانی مذہب نعمانی قانع اصول مردہ فجار و فاطح فروغ

قیدہ کفر و ہادیم بنا صوامع اصنام راضی اساس مجامع اسلام مظہر آیات

(الله) قاهر کفر و رؤف متین قانع حمراء و زمین فاعلم قلاءع ساحل امکان

ضابط بقاع راسخ بنیان المعتصم بحلال الله المنان ابن المنظف محمد شاه السلطان

یمن الخلافة مبین دین الله ناصر امیر المؤمنین مد الله ظللال جلالہ علی رؤس

الاعمالین الی یوم الدین بنا فرمودہ این مسجد کہ مسجد بیامم و لیا کور ملتہم ہست

انقیاد و جمع مزینات کرام و محضار و اح انبیاء عظام است بتاوید فی الخواص

من شوال سنہ عشر و سبع مائة - در عین ہر ایان حضرت سیدنا خلد ایگان

سلاطین جہاں علاء الدین و الدین العالی بخجوع الظفر ابو المظفر محمد شاہ
السلطان یمن الخلافہ ناصر امیر المؤمنین مد اللہ ظلال خلافتہ علی رؤس العین
الی یوم الدین ابن مسجد کہ بر صفت و من دخلہ کان امنًا موصوف است۔ ابن
مسجد نے کہ در فتمت و در فتمت چوں بیت المقدس مشہور است حضرت
اعلیٰ خدا ایگانہ فیاض فضل نائل احسان المولید بتائید الملک المئان علاء الدین
والدین المظفر ابو المظفر محمد شاہ السلطان یمن الخلافہ ناصر امیر المؤمنین
مد اللہ ظلال عظمتہ الی یوم الدین بصدق نیت و خلوص عقیدت بنا غفر۔

شرقی مہراب کا کتبہ

بناء ابن بفعہ شریف و اساس ابن عمارت منیف
بود در عہد سلطنت و ایام مملکت خدا ایگانہ

سلاطین جہاں خسرو دارانشان سلطان کامل عدل و افر احسان شہنشاہ
شامل بر و نافذ فرمان معلیٰ منابر اسلام محی آثار احکام بانی منابر مساجد
طاعات رافع اساس معابد عبادات عامر بلاد و ہدایت غامر دیار
غواہت و سریر مملکت مظہر قوانین جہاد مہرہن براہین اجتہاد
وضیابط بلاد سلاطین رافع بناء مہراب منابر اسلام کا سر اساس صواب
امینام ناصر قوا عدل خیرات حافظ حوائت مسکرات بادشاہ کشور
کشائے سایہ رحمت خداے مؤیل بتائید یزدان ابو المظفر محمد شاہ
السلطان یمن الخلافہ ناصر امیر المؤمنین خدا مد اللہ ملکہ فی عمارت المسجل
وائید سلسلہ فی اناربت المعابد و ابقا فی المملکت و الخلافہ مدی الدین
ما تلین سورۃ سبحان الذی اسرئی بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد
الاقصیٰ بفرمان برگزیدہ حضرت رحمان ضابط ممالک جہاں سلطان
سلیمان نشان علاء الدین و الدین غوث الاسلام و المسلمین مغر الملوک
و المسلمین جہاں جمع بناء خیرات و الملحد بن رافع اساس مہراب
و من ابن المظفر محمد شاہ السلطان یمن الخلافہ ناصر امیر المؤمنین
خدا مد اللہ ملکہ الی یوم التناد ابن مسجد سا مہراب کمرہ شل ابن

زمین پر نہیں نشان دیتے۔ نقل مشہور ہے کہ اگر اس کے نیچے کھڑے ہو کر اوپر دیکھو تو ٹوٹی والے کو ٹوٹی اور ٹوٹی والے کو بگڑی تمام کے دیکھنا پڑتا ہے۔ یہ لاٹ اس قدر بلند ہے کہ آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ اس کو پرے بیشک آسمان کو کھڑکوں گا اور اس دباؤ آسمانی کے ذریعے سے غلہ شہ آسمان پر چڑھ جائے گا۔ سارا لوگوں کو اتفاق ہوا ہے کہ ساون ماہ کے مہینے میں کہ عین موسم پھول والوں کی سیہ کا ہوتا ہے اس لاٹ پر چڑھے ہوئے ہیں جب نیچے اُترے تو دیکھا کہ غوب مینہ برس گیا ہے جب جانا کہ اسد اکبر اس لاٹ سے بچا تھا۔ اس لاٹ کے اوپر سے نیچے کے آدمی ذرا دھڑکے معلوم ہوتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے آدمی ننھے ننھے ہاتھی گھوڑے دکھائی دینے کے سبب بڑا تماشہ معلوم ہوتا ہے اور اسی طرح نیچے والوں کو اوپر کے آدمی ذرا اسے معلوم ہوتے ہیں اور ایسا شبہ پڑتا ہے کہ فرشتے آسمان پر سے اُترتے ہیں۔ لاٹ کی چوٹی پر چڑھ کر عجیب و غریب منظر پیش نظر ہوتا ہے۔ مینار کی جڑ کے پاس مسجد قوۃ الاسلام اور اُس کے متعلقہ والاں اور عمارتیں ہیں۔ تھوڑی دور بڑھ کر لال کوٹ کی چار دیواری ہے اور بجانب غرب سب سے اونچی رائے پتھور کے قلعے کی عمارت نظر آتی ہے۔ جس کے سرے پر پرانی عید گاہ کی بڑی بھاری کالی کالی دیوار کھڑی ہے۔ قلعہ رائے پتھور کے شمال جانب میدان کے ادھر جہاں پناہ کی گری ہوئی فصیل کے ٹیلے ہیں جن کا سلسلہ سیرجی کی منہدم فصیل تک چلا گیا ہے اگر چہ مینار پر سے یہ آخری حصہ نظر نہیں آتا مگر سکیم پور کی مسجد کی بڑی کالی کالی گراں دیوار سے ہم کو اس کا پتہ چلتا ہے۔ جہاں پناہ سے آگے شمال مغرب کی طرف فیروز شاہ کے مقبرے کا گنبد جو عرض خاص کے پاس ہے دکھائی دیتا ہے اُس سے آگے بڑھ کر صفدر جنگ کے مقبرے کا مخروطی قبہ چمکتا ہے اور اسی لین میں جامع مسجد کے برج جگمگا رہے ہیں۔ صفدر جنگ کے مقبرے کے مشرق میں پرانے قلعے کی لمبی فصیل ہے وہیں پاس حضرت نظام الدین اولیا کی درگاہ ہے۔ گانگری اُس سے ذرا نیچے ہمایوں کے مقبرے کا عالی شان گنبد ہے۔ اس کے جنوب میں کالکاجی کا مندر ایک بلند مقام پر بنا ہوا ہے۔ یہیں نیچے دار کو قطب مینار سے ٹھیک پچاس کے رخ پر تعلق آباد اور عادل آباد کے قلعے ہیں جن کے بیچ میں تغلق شاہ کا مقبرہ دکھائی دیتا ہے۔ تغلق آباد کی سڑک کے قریب شمال کی طرف ایک بڑی بھاری انبرائی ہے جو عرض رانی اور کھڑکی کا میدان ہے۔ اس سڑک کے جنوب میں اور مینار کے پاس ہی جانی مسجد اور سلطان ملین کے عالی شان مقبرے کے کھنڈریں ہیں۔ جس کے پاس حضرت قطب صاحب

کی درگاہ کے جنوب میں موضع مہرولی کی بستی درختوں کے جھنڈ میں نظر آتی ہے۔ باوصف اس قدر بلندی اور عظمت کے ایسی خوب صورت اور خوش قطع بنی ہوئی ہے کہ نے اختیار دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ اس لاٹ میں بالکل سنگ سرخ لگا ہوا ہے اور چوتھا درجہ سنگ مرمر کا ہے اور ہر درجے پر آیات قرآنی کھدی ہوئی ہیں اور بجا بجا نسبت کاری بنی ہوئی ہے۔ اس لاٹ کے بیچ میں مدور اور کمر کی ایسی خوب صورت پتھریں ہیں کہ جس کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا۔ مسلمان ہیں اس لاٹ کو سلطان شمس الدین التمش نے جو شہرہ میں بادشاہ ہوا اپنے عہد سلطنت میں بنایا تھا۔ کتب تواریخ سے معلوم کے بعد اس کا نام ہونا پایا جاتا ہے۔ تقویم البلدان اور فتوحات فیروز شاہی میں اس کی کچھ یاد ہے اور سلطان مغز الدین کی لاٹ لکھا ہے۔ اس لاٹ کا پہلا دروازہ شمال رو ہے اور ہندوؤں کے مندر کی عمارت کا دروازہ ہمیشہ شمال رو ہے ہوتا ہے برخلاف ماذنوں کے کہ ان کے دروازے ہمیشہ شرق رو ہے ہوتے ہیں۔ چنانچہ سلطان علاء الدین کی وہ لاٹ جو بنتے بنتے رہ گئی اس کا دروازہ بھی شرق رو ہے اور مسلمانوں کا یہ بھی دستور ہے کہ ایسی عمارتوں کو اکثر کرسی دے کر بناتے ہیں جیسے کہ ادھر بنی لاٹ کو کرسی دے کر بنانا شروع کیا تھا برخلاف ہندوؤں کے کہ وہ بدون کرسی کے بناتے ہیں جیسی کہ یہ لاٹ بنی ہوئی ہے اور نیز اس سبب سے کہ اس لاٹ کے پہلے درجے کے کتبوں کے پتھر صاف طور پر تھپے سے لگائے ہوئے معلوم دیتے ہیں۔ علاوہ بریں جس طرح کہ رای پتھور کے اصل بت خانے میں پتھروں پر لکھتی ہوئی گھنٹیاں کھدی ہوئی ہیں اسی طرح اس کے پہلے کھنڈ کے پتھروں پر بھی اسی وضع کی گھنٹیاں کھدی ہوئی ہیں اور نیز اس دلیل سے کہ جس طرح کتبہ فتح نامہ کا بنام قطب الدین ایک سپہ سالار اور دوسرا معز الدین کے نام کا اصل بت خانے پر ہے اسی طرح اس لاٹ پر بھی ہے جس سے اغلب خیال یہ ہوتا ہے کہ اس لاٹ کا پہلا کھنڈ ہندوؤں کے وقت کا ہے اور رای پتھور کے مندر کا ایک جزو ہے اور کچھ عجیب نہیں جس طرح مسلمانوں نے مندر کو ڈھار یا اس منار کے اُس حصے کو جو اس وقت موجود ہو یعنی کم سے کم پہلا کھنڈ اس کے تمام پتھر جن میں بت تراشے ہوئے ہوں نکال کر اپنی طرف سے کتبے کے پتھر جن پر آیات قرآنی کندہ ہیں اور بادشاہ کی تعریف پر جام دیے ہوں۔ جو بات مدت سے مشہور چلی آتی ہے اور جسے آوازہ خلق نقارہ خدا سمجھا جاسیے وہ یہ ہے کہ یہ لاٹ رای پتھور اس نے بت خانے کے ساتھ سمٹنے لگا کر حاجیت میں بنائی تھی۔ ممکن ہے کہ اُس وقت اس کے

زمین نہیں نشان دیتے۔ نقل مشہور ہو کہ اگر اس کے نیچے کھڑے ہو کر اوپر دیکھو تو ٹیڑھی والے کو ٹیڑھی اور بڑی والے کو بڑی مقام کے دیکھنا پڑتا ہے۔ یہ لاٹ اس قدر بلند ہوئی کہ آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ اس کے اوپر بیشک آسمان کو کھڑکوں گا اور اس دباؤ آسمانی کے ذریعے سے شبہ آسمان پر چڑھ جائے گا۔ یہاں لوگوں کو اتفاق ہوا ہے کہ ساویجی آدمی کے مہینے میں کہ عین موسم چول والوں کی سیر کا ہوتا ہے اس لاٹ پر چڑھے ہوئے ہیں جب نیچے اترے تو دیکھا کہ خوب مینہ برس گیا ہے جب جانا کہ اسید اکبر ابراس لاٹ سے بچا تھا۔ اس لاٹ کے اوپر سے نیچے کے آدمی ذرا ڈرا سے معلوم ہوئے ہیں اور چھوٹے چھوٹے آدمی ننھے ننھے ہاتھی گھوڑے دکھائی دینے کے سبب بڑا تماشہ معلوم ہوتا ہے اور اسی طرح نیچے والوں کو اوپر کے آدمی ذرا ڈرا سے معلوم ہوتے ہیں اور ایسا شبہ پڑتا ہے کہ فرشتے آسمان پر سے اترتے ہیں لاٹ کی چوٹی پر چڑھ کر عجیب و غریب منظر پیش نظر ہوتا ہے۔ مینار کی جڑ کے پاس مسجد قوۃ الاسلام اور اس کے متعلقہ والان اور عمارتیں ہیں بھٹوٹی دو بڑھ کر لال کوٹ کی چار دیواری ہے اور بجانب مغرب سب سے اونچی راے چھوڑا کے قلعے کی عمارت نظر آتی ہے۔ جس کے سرے پر پرانی عید گاہ کی بڑی بھاری کالی کالی دیوار کھڑی ہے۔ قلعہ راے چھوڑا کے شمال جانب میدان کے اُدھر جہاں پناہ کی گری ہوئی فصیل کے ٹیلے ہیں جن کا سلسلہ سیرمی کی مہندہ فصیل تک چلا گیا ہے اگر چہ مینار پر سے یہ آخری حصہ نظر نہیں آتا مگر یکم پور کی مسجد کی بڑی کالی کالی گراں دیل عمارت سے ہم کو اس کا پتہ چلتا ہے۔ جہاں پناہ سے آگے شمال مغرب کی طرف فیروز شاہ نے مقبرے کا گنبد جو عرض خاص کے پاس ہے دکھلانی دیتا ہے اس سے آگے بڑھ کر صفدر جنگ کے مقبرے کا مخروطی قبة چمکتا ہے اور اسی لین میں جامع مسجد کے برج جگمگا رہے ہیں۔ صفدر جنگ کے مقبرے کے مشرق میں پرانے قلعے کی لمبی فصیل ہے وہیں پاس حضرت نظام الدین اولیا کی درگاہ ہے۔ کا گنبد جو اس سے ذرا نیچے ہمایوں کے مقبرے کا عالی شان گنبد ہے۔ اس جنوب میں کالکا جی کا مندر ایک بلند مقام پر بنا ہوا ہے۔ یہیں نیچے وار کو قطب مینار سے ٹھیک پچاس کے رخ پر تعلق آباد اور عادل آباد کے قلعے ہیں جن کے بیچ میں تعلق شاہ کا مقبرہ دکھلانی دیتا ہے۔ تعلق آباد کی رٹک کے قریب شمال کی طرف ایک بڑی بھاری انبرائی ہے جو عرض رانی اور کھڑکی کا میدان ہے۔ اس مشرق کے جنوب میں اور مینار کے پاس ہی جالی مسجد اور سلطان ملین کے عالی شان مقبرے کے کھنڈر ہیں۔ جس کے پاس حضرت قطب صاحب

کی دنگاہ کے جنوب میں موضع مہرولی کی بستی درختوں کے جھنڈ میں نظر آتی ہے۔ باوصفا اس قدر لمبھی اور عظمت کے ایسی خوب صورت اور خوش قطع بنی ہوئی ہے کہ نے اختیار دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ اس لاٹ میں بالکل سنگ سرخ لگا ہوا ہے اور چوتھا درجہ سنگ مرمر کا ہے اور ہر ہر درجے پر آیات قرآنی کھدی ہوئی ہیں اور جابجا نسبت کاری بنی ہوئی ہے۔ اس لاٹ کے بیچ میں مدور اور کمر کی ایسی خوب صورت پتھیں ہیں کہ جس کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا۔ مسلمان ہیں اس لاٹ کو سلطان شمس الدین التمش نے جو تئیس میں بادشاہ ہوا اپنے عہد سلطنت میں بنایا تھا۔ کتب تواریخ سے معلوم کے بعد اس کا نام ہونا پایا جاتا ہے۔ تقویم البلدان اور فتوحات فرشتاہی میں اس کی کچھ یاد ہے اور سلطان مغز الدین کی لاٹ لکھا ہے۔ اس لاٹ کا پہلا دروازہ شمال رویہ ہے اور بندوؤں کے مندر کی عمارت کا دروازہ ہمیشہ شمال رویہ ہوتا ہے برخلاف ماذنوں کے کہ ان کے دروازے ہمیشہ شرق رویہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ سلطان علاء الدین کی وہ لاٹ جو بنتے بنتے رہ گئی اس کا دروازہ بھی شرق رویہ ہے اور مسلمانوں کا یہ بھی دستور ہے کہ ایسی عمارتوں کو اکثر کرسی دے کر بناتے ہیں جیسے کہ ادھ بنی لاٹ کو کرسی دے کر بنانا شروع کیا تھا برخلاف ہندوؤں کے کہ وہ بدوئ کرسی کے بناتے ہیں جیسی کہ یہ لاٹ بنی ہوئی ہے اور نیز اس سبب سے کہ اس لاٹ کے پہلے درجے کے کتبوں کے پتھر صاف طور پر پیچھے سے لگائے ہوئے معلوم دیتے ہیں۔ علاوہ بریں جس طرح کہ رای پتھور کے اصل بت خانے میں پتھروں پر لکھتی ہوئی گھنٹیاں کھدی ہوئی ہیں اسی طرح اس کے پہلے کھنڈ کے پتھروں پر بھی اسی وضع کی گھنٹیاں کھدی ہوئی ہیں اور نیز اس دلیل سے کہ جس طرح کتبہ فتح نامہ کا بنام قطب الدین ایبک سپہ سالار اور دوسرا معز الدین کے نام کا اصل بت خانے پر ہے اسی طرح اس لاٹ پر بھی ہے جس سے اغلب خیال یہ ہوتا ہے کہ اس لاٹ کا پہلا کھنڈ بندوؤں کے وقت کا ہے اور رای پتھور کے مندر کا ایک جزو ہے اور کچھ عجیب بنیں جس طرح مسلمانوں نے مندر کو ڈھار یا اس منار کے اُس حصے کو جو اُس وقت موجود ہو یعنی کم سے کم پہلا کھنڈ اس کے تمام پتھر جن میں بت تراشے ہوئے ہوں نکال کر اپنی طرف سے کتبے کے پتھر جن پر آیات قرآنی کندہ ہیں اور بادشاہ کی تعریف ہو جا دیے ہوں۔ جو بات مدت سے مشہور چلی آتی ہے اور جسے آوازہ خلق نقارہ خدا سمجھا جا بیٹے وہ یہ ہے کہ یہ لاٹ رای پتھور اس نے بت خانے کے ساتھ سمیت لے کر حاجیت میں بنائی تھی۔ ممکن ہے کہ اُس وقت اس کے

اتنے کھنڈ نہ ہوں بہر حال ایک بلند منار ضرور تھا کیونکہ راجہ کی بیٹی سورج کھی مذہب کی تھی اور ہندو دیا سے جتنا کو سورج کی پتری سمجھتے ہیں اس واسطے اس عقیدے والے جتنا کلاشن کرنا بھی بڑا دھرم جانتے ہیں اس واسطے راجہ نے اپنی بیٹی کے لیے تاکہ وہ جتنا کلاشن کیا کرے بنایا تھا۔ ۱۱۹۱ء میں اس بت خانے کو مسلمانوں نے فتح کیا اور اس کے بعد سے جو کچھ تقرفات مسلمانوں نے کیئے اُس کا تفصیلی بیان ذیل میں ہے۔ یہ منار ایک گاؤم شکل کا بہت بڑا اور بہت اونچا ستون ہے جس کی بلندی ۴۴ فٹ ۱۰ انچ ہے جس کا دھوپائے میں ۴ فٹ ۳۰ انچ ہے اور چوٹی پر نو فیٹ۔ منار کی اس وقت پانچ منزلیں ہیں جن کو کھنڈ کہتے ہیں۔ اور ہر کھنڈ کے گرد ایک مختصر سی غلام گردش بطور برآمدے کے ہے جس پر انواع و اقسام کے نقش و نگار کے بند لگے ہوئے ہیں۔ منار کا پایہ ایک کثیر الزویا شکل کا ہے جس میں چوبیس ضلعے ہیں اور ہر ضلع ۶ فٹ ۶ انچ کا ہے۔ منار دو فیٹ اونچے چوڑے پر ہے۔ نیچے سے فیروز شاہ تغلق کی برجی تک منار کی اونچائی ۳۸ فٹ ۱۰ انچ ہے۔ سب سے پہلا کھنڈ ۴۴ فیٹ ۱۱ انچ اونچا ہے جو سنگ سرخ کا چوبیس ضلعوں کا بنا ہوا ہے۔ اس کھنڈ پر کے کتبے کو جو پہلے ہی سے غیر موزوں تھا رہا سہا آس کو اب بعد کی مرمت نے اور بھی غارت کر دیا۔ کچھ تو اس مدت اوزانے سے پہلی سطر کے خوف جھٹ گئے اور مرمت اس خوش سلیقگی سے ہوئی کہ جس کا سر نہ پر حروف کو ایسا نئے ترکیب جوڑا کہ مطلب فوت ہو گیا۔ اب صحیح عبارت جو پڑھی جا سکتی ہے وہ صرف اتنی ہے "ابدا لا مرأ الا سفہسا لارا الجلیل الکبیر" اور چیدہ چیدہ لفظ جو پڑھے جاتے ہیں وہ یہ ہیں:-

پہلی سطر

لقد - اللہ - اللہ الا - سلام والا - للہ - لا عظیم الا -
المراتلک آیات الکتاب وهو العزیز - الا للہ - الاحم - الناس
الا - علی اللہ رزقاً - والمومنین - وصاعقة -

دوسری سطر

السلام والقادر الباهر والاعظم
السلطان المعظم شہنشاہ الاعظم
مالک رقاب الامم

اس کتبے کے اکثر حصے کی ترکیب اول بول ہے جو وہ پتھر جس پر اسے مرتب کیا گیا ہے ان کلاں کا جو وہ ہے
اکارہ مناد ہے کہ یہاں پر جس ملک میں عبادت سے منور لادیا ہو وہ کہنے کا تو یہ سن کر ہر دم نہ کہنے کی ہمت نہیں کر دے گی اور یہی اس کے مصنف
ان کا ارادہ ہے جو پتھر کا یہ لکھ دیا ہے جس کا نقل راجہ عقل - ۱۲

مولی ملوک العرب والعجم اعدل السلاطین فی العالم مغر الدنیا والدين

مولی ملوک العرب والعجم اعدل السلاطین فی العالم مغر الدنیا والدين

غیا لله بأهـر تان لیـن لها اللوالین لاظـد باسط لـه والاحسانک

غیاک الاسلام والمسلمین تاج الملوک والسلاطین باسط العدل والاحسان

لاضـل ن لا الاظـل الله فی الخافقین الراعی لعباد الله الخا لبلاد الله

فی الثقلین ظل الله فی الخافقین الراعی لعباد الله الخا لبلاد الله

الصادع لما لا یما ت القایم بحم ال سـم الـه الـه للـس الـه القابـل الـم الـم

الموعید من السماء المنصور لا اعلا الد فامو دا حـم الله الـه لـه لـم الـه لـم الـه

المنصور علی الاعلا علاء الدولـة القاهرة جلال الامـة الباهرة فک المـلـة

الا فرسـه الله الـه العـن سلطان البر والنجـم الـه لـم الـه لـم الـه

الظاهر سلطان البر والنجـم الـه لـم الـه لـم الـه

کلمـة الله الـه الـه اسـکندر الـثانی ابـن المظفر محمد بن سـام الـه لـم الـه لـم الـه

محمد الله الـه الـه اسـکندر الـثانی ابـن المظفر محمد بن سـام الـه لـم الـه لـم الـه

ومملکتـه وسلطانـه ولعلی الـه الـه الـه الـه الـه الـه الـه الـه الـه الـه

خلد الله فکـه وسلطانـه ولعلی امره وشانـه

هو الرحمن الرحیم و اقل العالیه ا-

گو الفاظ برابر پڑھے جائیں اور پڑھنے کیسے جائیں جب کہ جہاں کے ہاتھ سے

اس کی یہ گت بنی ہو مگر اتنا عنینت ہو کہ مطلب اب بھی فوت نہ ہوا۔ سطر دوم میں مظفر

سز الدین بن سام بادشاہ کی تعریف ہو جو عام طور پر سلطان محمد غوری کے نام سے

شہور ہے۔

اس کا بھی وہی حال ہو جو دوسری سطر کا ہے یہاں سرے سے

بسم اللہ ہی غلط ہو کر چون کہ قرآن شریف کی آیت ہو اس سطر

سمجھ میں آگئی۔ پھر اس میں یہ اور زیادہ اشکال ہو کر قرآن شریف کے ایسے منفر و الفاظ

ہوئے ہیں کہ ایک کا دوسرے سے جوڑ نہیں ملتا۔ خدا جانے کہ کبھی کبھار لکھا دیا۔

تیسری سطر

بسم الله الرحمن الرحيم

فتحا للابسم الله ولا جا هـ... من تلك وحامد ح لا فله نعمته...
لها مبرما خسفتها ومرس لب صل اس لفرها وال لا ما

هو الذي انزل

لسا لسكينة في كل ان... ليزدادوا افلا مع ايمانهم لله جنود

السكينة في قلوب المؤمنين ليزدادوا ايماناً مع ايمانهم والله جنود

السموات والارض وكان الله عليماً حكيماً ل محل ال هـس والمومن

السموات والارض وكان الله عليماً حكيماً ليدخل المؤمنين والمهتات

جنات تجري من تحتها الانهار خالدون فيها ويكفر عنهم سيئاتهم

جنت تجري من تحتها الانهار خالدون فيها ويكفر عنهم سيئاتهم

صل على ما لم يدرك الله لوزا عظيماً وارسل له ب

..... وكان ذلك عند الله فوزاً عظيماً واقتررب

حد لدو المر امانهـ

مناقب

چوتھی سطر اس میں سغزالین ابو المنظر محمد بن سام بادشاہ کی تعریف ہے۔

..... السلطان المعظم شهنشاه الاعظم مالمک قاب

الاهم مولى ملوك العرب والعجم سلطان السلاطين والعالم غياث الدنيا

والدين المعز الاسلام والمسلمين محي العدل في العالمين علا لدسوله

علا لدولة

القاهرة اصل لله لد لد لما الامراء السراهره شهاب الخلافة باسطا

فلک الملة الطاهرة جلال الملة الباهرة

الاحسان والرافد مل والثقلين ظل الله في الخافقين لعمى لبلاد الله

والرافة

لہ خدا جاننے لفظ بیاں کیسے آیا قرآن شریف کی آیت یہ ہے ”فخسفتنا به وبلاد الارض

لہ خدا جاننے صل علی۔ ہاں کہاں سے آگیا۔ ۱۲

الراعى لعباد الله محرم ممالك الدنيا ومظهر كلمات الله هو العليا

ابو العا الحسود كل ليا مكر سر حر مسم احمر الموحسوس لمسلمين

ابو المظفر محمد بن سام قسيم امير المؤمنين والمسلمين
للمه برهنه

غفر الله ملكه

يا نوحين سطر نودونه نام بارى تعالى

بسم الله الرحمن الرحيم هو الله الذى لا اله الا هو عالم الغيب الشهادة
هو الرحمن الرحيم هو الله الذى لا اله الا هو الملك الواسع السلام

القدوس

الذى

الموفق المهيم العزيز الجبار المتكبر الخالق البارى المصور العفار

الجبار

المومن

القهار الوهاب الرزاق الفتاح العليم القابض الباسط الخافض

الباسط

الرافع المخر المذل السميع لصر الحمد العدل اللطيف الخابر

الخبر

البصير الحكيم

العظيم الحليم الغفور الشكور العلى الكبير الحفيظ المفسر المحسن

المقيت الحبيب

الجليل الكريم الرقيب المجيب الواسع الحكيم الودود المجيد البالحه

الباحث

الشهيد الحق الوكيل القوى المتين الولى الحميد المحصى المبدى

المبدى

المعبد المحصى المميت سرا المحمو الواحد الواحد الطاهر

الصل

الحى القيوم

المعبد

القادر المستدر المقدم لمحرر الاول الآخر الظاهر الباطن
 المقتدر المخر الباطن
 الله لا تعالی الرا الیواس المنتقم العفو الرؤف مالک الملک ذی الجلال
 الوالی المتعالی البر التواب
 والاکرام المقسط الجامع لغنی لمعو - آگے پتھر بوٹ گیا میر اور دس نام
 الجامع الغنی المغنی

باقی رہ گئے ہیں -

قرآن شریف کا رکوع

چھٹی سطر

بسم الله الرحمن الرحيم - یا ایہا الذین امنوا انفقوا مما رزقناکم من قبل
 ان یاتی یوم لا ینفع فیہ ولا خلة ولا شفاعة والكفرون هم الظالمون الله لا اله الا هو الحی القیوم - آیت الکرسی تا ہم فیہا خالدون - الم تر الی الذی حاج
 ابراهیم فی ان اتاہ الله الملک -

پہلے کھنڈ کے
 دروازے پر کا کتبہ

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من بنا مسجداً
 لله تعالى بنى الله له في الجنة بيتاً مثله - عمارت منارہ
 مبارک حضرت سلطان السلاطین شمس الدین
 والدین مرحوم ومنعقوی طاب ثراه وجعل الجنة مثواه شکست شدہ بود منارہ
 مذکور در عہد دولت سلطان الاعظم والمعظم والمکرم سکندر رشاد بن
 بھلول شاد سلطان خلد الله ملکہ و سلطانہ واعلی امرہ و شانہ علی خان زاد
 فتم خان بن مسند عالی خواص خان جونانگبندی و درز بندی مرتبہا بالا
 مرت کر دہ مرتب کنانید الغراء من ماہ ربیع الآخر سنہ تسع وتسعمائة
 - العبد بالرحمن (س ۹۰۹)

دروازے کے پاس کا ایک اور کتبہ
 متولی ابن منارہ فضل ابن ابوالعالی بودہ است

اس کتبے کا ذکر خاص طور پر آگے چل کر آئے گا کہ سنار کے اس حصے کی تاریخ معروض بحث میں ہے۔

سنہ ۱۷۱۱ء میں سکندر شاہ لودھی نے پہلے کھنڈ کی مرمت کرائی تھی پھر تین سو برس تک کسی نے ہاتھ نہیں لگایا۔ انگریزوں کے دور حکومت میں جس کا آغاز سنہ ۱۷۶۵ء سے ہے اس دروازے کی مرمت دو مرتبہ ہوئی ہے۔ پہلی مرتبہ سنہ ۱۷۶۹ء میں سیمبر سمتھ کے ذریعے سے اور پھر سنہ ۱۷۸۳ء میں زیرنگرائی سٹرچی۔ ایچ۔ لی آئر (Major H. J. Ayr) انگریزوں نے انجنیر کے دروازے کی تجدید اور داخل دروازے کی مرمت کرائی گئی۔ وبلہ ثانی میں پنجے کی زمین کو اونچا کر کے چوڑا درست کیا گیا۔ جنرل کنتھم کی شکایت و اجبی عہدہ سیمبر سمتھ کو چاہیے تھا کہ طرز قدیم کا متبع کرتے جیسا کہ انھوں نے اس مینار کی مرمت کے متعلق اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ مرمت اس بیچ پر کی جائے گی کہ جہاں تک ممکن ہو پرانی طرز سے میل کھا جائے لیکن دروازے میں تو انھوں نے ایک نئے طرز کا چھوڑا اور کنگنی کھال کر اور کتبے کے پتھروں کو الٹ پلٹ جہاں ایک نئی ہی شان کھال دی۔ پہلے تو کھنڈ کے گرد بڑے بڑے سنگین توڑوں پر برآمدہ تھا جس میں نہایت نفیس اعلیٰ درجے کا شہد کے چھتے کی وضع کا ایسا باریک کام تھا کہ دنی کی کسی عمارت میں اس کی نظیر نہ تھی۔ جنرل صاحب کی رپورٹ میں یہ صنعت Honeycomb Work کا کام کہتے ہیں اکثر مندروں کے قبوں میں دیکھی گئی ہے (آرکی آؤٹ لک رپورٹ جلد اول صفحہ ۱۹۰)۔ سٹرگیل لکھتے ہیں کہ اس قسم کا کام جو مینار کی شہ نشینوں میں کیا گیا ہے بالکل غریب اور احمق (Major H. J. Ayr) کے مشابہ ہے۔ (جنرل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال جلد ۳۰ - حصہ اول صفحہ ۲۰۰)۔ اس ٹیلر کی طرف سے کتبہ کا کتبہ ۱۳۱۰ فیٹ اونچا ہے اور اسی طرح باقی چار کھنڈوں پر بھی کتبے ہیں۔ یہ کتبے سیمبر سمتھ کے بنوائے ہوئے ہیں۔ قدیم عمارت میں کتبے نہ تھے بلکہ نہایت نفیس برآمدے تھے ان کو کھال کر یہ کا جو بھی کتبہ ایسے جیسے عموماً باغوں کی بارہ دریوں میں ہوتے ہیں لگا کر عیب لگا دیا جو صاف پتل کھائے ہیں اور اسے بھاری بھاری عمدہ توڑوں پر کسی طرح موزوں نہیں ہیں۔

دوسرا کھنڈ ۵۰ فٹ ۸ ۱/۲ انچ اونچا ہے۔ اس میں کمر کی پٹیں ہیں اور دو ٹیکوں

میں سلطان التمش کی تعریف کندہ ہو۔

پہلی سطر السلطان الاعظم شہنشاہ المعظم مالک رقاب الامم
مفخر ملوک العرب والعجم ظل اللہ فی العالم شمس الدنیا
والدین غیاث الاسلام والمسلمین تاج الملوک والسلاطین باسط
العدل فی العلمین علام الدولة القاهرة جلال الملة الباهرة المویل
من السماء المظفر علی الاعلاء شهاب سماء الخلافة ناشر العدل
والرافة محرک مالک الدنیا مظہر کلمة اللہ العلیا ابو المظفر یتقش
السلطان ناصر امیر المؤمنین خلد اللہ ملکہ وسلطانہ واعلیٰ امرہ وشانہ
دوسری سطر - بسم اللہ الرحمن الرحیم مثل کلمة طيبة کشجرة
طيبة اصلها ثابت وفرعها فی السماء توتی اكلها کل حین باذن ربها
ویضرب اللہ الامثال للناس لعلہم یتذکرون - یا ایہا الذین آمنوا
اذا نودی لصلو تمّن (۴ من) بود (۲ الجمعة تا واذکر واللہ کثیر العلم تقویٰ)

کتبہ بالادروازہ امر باتمام ہذا العارۃ المؤید من السماء شمس الحق
والدین یتقش السلطان ناصر امیر المؤمنین -
ورجہ دوم پہلے کھنڈ کی طرح دوسرے کھنڈ کے اطراف بھی گیلری ہو جس پر سحر سمعہ کا بنایا
ہوا ۳۳ فٹ اونچا کھڑا ہو۔ اس کے توڑے پہلے کھنڈ کی طرح زیادہ بھاری
اور مضبوط نہیں مگر ان پر بھی نقش و نگار کی کچھ کمی نہیں ہو۔ راستگی میں یہ بھی کسی طرح
ان سے کم نہیں۔

تیسرا کھنڈ ۳۳ - ۹ - ۱۶ انچ اونچا ہو۔ اس میں بھی ابھری ہوئی پنچیں ہیں اس میں
دو پتے ہیں پہلے پر صرف نقش و نگار اور پیل بوٹے بنے ہوئے
ہیں اور دوسرے پر یہ کتبہ ہو۔

السلطان المعظم شہنشاہ الاعظم مالک رقاب الامم مولیٰ ملوک العرب
والعجم سلطان السلاطین فی العالم حافظ بلاد اللہ ناصر عباد اللہ
المظفر علی الاعلاء المویل من السماء تاج الاسلام والمسلمین غیاث الملوک

والسلاطین الحامی لبلا دالدہ الراعی لعباد اللہ یمین الخلافۃ باسط
العدل والرفاۃ ابوالمظفر التمش السلطان ناصر امیر المومنین خلد اللہ
ملکہ وسلطانہ ویعلی امرہ وشانہ -

کتبہ بالادوارۃ
درجہ سوم
السلطان المعظم شہنشاہ الاعظم مالک رقاب
الامم خاتم ملوک العرب والعجم المولود من السماء المظفر
على الاعلاء سلطان ارض الله حافظ بلاد الله ناصر

عباد اللہ محمد مالک الدنیا مظهر کلمۃ اللہ العلیا جلال الدولۃ القاہرۃ
نظام المملۃ الباہرۃ شمش الدنیا والدین غیاث الامم والسلام والمسلمین
ظل اللہ فی العالمین التاج الامم والخلافۃ صاحب العدل والرفاۃ
سلطان السلاطین

کتبہ برہیلو دروازہ
درجہ سوم
تمت هذه العمارۃ فی نوبت العبد المذنب
محمد امیر کوہ (انجنیر)
اس منزل میں ایک چھوٹی سی سطر ناگری کتبہ کی بھی ہے

جس میں "محمد سلطان" کا نام اور سمت ۱۴۸۳ (۱۸۶۷ء) درج ہے جو سلطان محمد تقی شاہ
کا لائمہ جلوس ہوتا ہے۔ تیسری سترل پر بھی دوسری منزل کی طرح کتبہ ہے اور تین اونچا ہے

چوتھا کھنڈ
۲۴ فٹ - ۴ - انچ - اونچا ہے۔ یہ کھنڈ سادہ بنا ہوا ہے اس میں
تین بنیں ہیں۔ اس کھنڈ کے روکاو میں علاوہ سنگ سرخ کے کہیں کہیں سنگ مرمر بھی
لگا ہوا ہے۔ اس کھنڈ پر چار پٹکے ہیں جن میں سے ایک پر یہ کتبہ ہے اور باقی تین پر بہت
خوب صورت نقش و نگار ہیں:-

امربہذہ العمارۃ فی ایام الدولۃ السلطان الاعظم شہنشاہ المعظم
مالک رقاب الامم مولی ملوک الترتک والعرب والعجم شمس الدنیا والدین
معز الاسلام والمسلمین ذو الامن والامان وارث ملک سلیمان
ابو المظفر الیتمش السلطان ناصر امیر المومنین (آگے پتھر ٹوٹ گیا ہے)
اس کھنڈ کی شہ نشیں لگی پھلکی ہے اور کتبہ کے کی اونچان تین فیٹ ہے۔

پانچواں کھنڈ

۲۲ فٹ - ۴ - انچ اونچا ہو۔ اس کا ستون درمیانی گول ہے۔ اس پر

سنگ سرخ اور سنگ مرمر کے منقش پٹے ہیں جس پر آہنی اور

برنجی جنگلا لگا ہوا ہے اور دروازے پر یہ کتبہ ہے:-

..... دزب مناسراہ شہور سنہ سبعین و اسبعائے بافت برق

خلل یافت صرمت بتوفیق نربانی برکشیدہ عنایت سبانی فیروزسلطانی

این مقام را باحتیاط تمام عمارت کرد خالق بیچون این مقام را از جمیع

آفات مصئون دارد۔

فیروز شاہ کی برجی کا ٹوٹا ہوا ٹھنڈ جو قریب دو فٹ کے اونچا ہے پانچویں منزل پر اب بھی

کھڑا ہے۔ اس منزل پر دو کتبے ناگری کے بھی ہیں جن کے متعلق جنرل کنگم صاحب

کتبتے ہیں کہ ”پہلے کتبے کی وہ سطریں ہیں جس میں ۱۲۲۵ھ (۱۸۰۷ء) زمان سلطنت فیروز شاہ

(فیروز شاہ تغلق) درج ہو۔ دوسرا کتبہ دروازے کے جنوبی بالکھ پر ہے جس کا کچھ

آجھہ سنگ مرمر پر کندہ ہے اور کچھ سنگ سرخ پر۔ اس میں بھی فیروز شاہ کا نام درج ہے

لیکن سمٹا ہوا ہے۔ اس کتبے کو جنرل صاحب بیت اہم خیال کرتے ہیں لیکن اس میں

غرابی یہ ہے کہ بیت مشکل سے پڑھا جاتا ہے۔ اس میں صرف اتنا پڑھا جاتا ہے ”سری

وسوا کر م پر سا در چتیا۔ اور کتبے کے آخر میں ”سیلنی“ تعمیر کنندہ لقب ہے جو چھٹے

دیو پال کے بیٹے ”نایا سلما“ کے واسطے متعلق ہوا ہے جس نے سنار کی مرمت

کی تھی۔ اس کتبے کے بیچ میں پانچ ہند سے بھی ہیں۔

پچھٹا کھنڈ

فیروز شاہ کی برجی ۱۹۴ فٹ تک موجود تھی جس سے ۱۲ فٹ ۱۰۔ انچ

مینار کی بلندی اور بڑھ جاتی تھی۔ ۱۹۳۰ء میں زلزلے کے صدمہ

سے گر پڑی۔ چون کہ اُس زمانے کی لاٹ کا کوئی نقشہ ہمارے دستکھ میں نہیں آیا

لہذا ٹھیک طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ اُس برجی کی وضع قطع کیا تھی۔ ۱۹۲۹ء میں

جو ایک کمیٹی لاٹ کی ترمیم شدہ حالت پر رپورٹ کرنے کو مقرر ہوئی تھی اُنھوں نے

جہاں تک معلوم ہو سکتا تھا برجی کی کیفیت اور سمجھنے والے جو اُس کے عوض میں

نے جو تعمیر کی تھی ان واقعات کو قلمبند کیا ہے۔ میجر صاحب نوڈ کتبے ہیں کہ ”نہ تو میں

برجی کے قدیم طرز کا پورا متیج کیا اور نہ میں نے یہاں کے بڑے بڑے لوگوں کی زبانی روایات کی پیروی کی بلکہ دراصل برجی صرف چار ستونوں پر بنی تھی۔ میجر صاحب نے جس برجی کو درست کیا ہے یہ چھٹی ساتویں منزل کھلاتی تھی۔ چھٹی منزل سنگ سرخ کی صرف ایک برجی تھی جس کے آٹھ ستون تھے اور چھبہ اور کارنس بڑی نفیس تھی۔ اس کی بلندی ۱۶ فٹ تھی جس پر تین فیٹ اونچا سنگ سرخ کا کٹھڑا مع منڈیر کے تھا۔

ساتواں کھنڈ بالکل سیدھا سا داشیشم کی لکڑی کا ایک سا بان (منڈا) تھا۔ جس پر جھنڈا لہرایا کرتا تھا۔ اس منڈوے کے عزم

آٹھ فیٹ اونچے تھے اور جھنڈے کا کمر جو سال کی لکڑی کا تھا ۴ فٹ لمبا تھا ۴۸ فٹ لمبا تھا اور ڈنگ گورنر جنرل کے حکم سے مینار پر سے یہ بدنا حصہ اُتر دیا گیا جو اب تک ایک چھوٹے سے چوترے پر بلا جھنڈے کے دھرا ہوا ہے۔ چنانچہ کپتان سلیمین (Capt. Sleeman) صاحب رزیڈنٹ دہلی نے اس برجی کو ملاحظہ فرما کر نہایت جستہ ریمارک کیا تھا کہ اگر فیروز شاہ کی برجی بھی ایسی ہی تھی جیسی کہ آپ نے بنائی ہے تو اُس کا بجلی سے نیست و نابود ہو جانا ہی اچھا ہوا کہ جس وقت جھنڈا چڑھایا گیا جب ہی لوگوں نے اسے ملے ڈول اور بہنک خیال کر کے ناک بھوؤں چڑھائی تھی۔ لوگوں کی ناپسندیدگی کی خبر پا کر میجر سمیت نے حضرت بہادر شاہ صاحب بادشاہ دہلی سے استعراج کیا۔ حضور اقدس نے مہتمم محلات کی معرفت میجر صاحب کو لکھا کہ جہاں پناہ دے دو بار لاٹ کو ملاحظہ فرمایا

۱۷ کہیں لوگوں کو شبہ نہ ہو یہ سر ہنری ہارڈنگ ۱۸۴۸ء تک گورنر جنرل رہے جو حال کے گورنر جنرل بیرن ہارڈنگ آف پرنسپر سٹ کے جو نومبر ۱۸۴۸ء میں گورنر جنرل مقرر ہوئے اور جن کے عہد میں ہمارے شہنشاہ جارج پنجم ملک ہندوستان میں رونق افروز ہوئے۔ **۱۸** فیروز شاہ کی برجی ایک قبہ نما منڈا تھا جس کے چار یا شاید آٹھ درتھے لیکن فرنیچر صاحب اور ڈیٹیل صاحب نے اپنی کتاب میں جو نقشے دیئے ہیں اُس میں یہ شکل نہیں ہے۔ مگر این سین جیمس بلنٹ جو ۱۸۴۸ء میں ولی میں آیا تھا وہ اس برجی کے متعلق لکھتا ہے کہ اس مینار کی چوٹی پر ایک شان دار برجی منگ پرج کی تھی اور اب بھی اگر کسی عمدہ ڈیزین کی خوش نادر برجی بنادی جا تو لاٹ جواب لکڑی نظر آتی ہے بے انتہا خوش نما ہو جائے۔

اور ارشاد فرماتے ہیں کہ جس طرز پر کہ آپ تعمیر کرنا چاہتے ہیں وہ مابدولت کو پسند ہو۔
 لاٹ کی پہلی تین منزلیں ریٹیلے سنگ سرخ کی ہیں لیکن سب کے پتھر کارنگ یکساں
 نہیں ہیں۔ پہلی اور دوسری کا پتھر گلابی زردی مائل رنگ کا ہے اور تیسری منزل
 کا پتھر گہرا سرخ ہے۔ اس سے اوپر کی دو منزلوں میں ریٹیلے بھر بھر اسنگ سرخ
 اور سنگ مرمر دونوں لگنا ہوا ہے۔ مگر زیادہ تر سنگ مرمر ہی ہے۔ اندر چوگردار
 زمین پر اس کا بھی یہی حال ہے۔ تختانی درجوں میں درمیانی محوری ستون اور اس کے
 گرد کی سیڑھیاں سنگ خارا کی ہیں۔ زینے پر کی کھڑکیوں اور روشن دانوں کی
 محرابیں ہندوانی وضع کی ہیں۔ بالائی دو کھنڈوں میں محوری ستون اور دیوار کے
 اندر وار اور سیڑھیاں سب ریٹیلے سنگ سرخ کی ہیں۔ چوتھی منزل اپنی
 اصلی حالت پر قائم نہیں ہے بلکہ اس میں بہت کچھ ترمیم و تبدیل ہو گئی ہے۔ فیروز شاہ
 نے حسب مرضی خود اس کی تعمیر کرائی اور گوکہ دروازہ اور کتبہ علی حالہ قائم ہے
 مگر پھر بھی فیروز شاہی عہد کی ترمیم لحاظ اپنے طرز کے بالکل الگ معلوم دیتی ہے
 ابو الفدا مورخ نے مسئلہ ۴ میں فیروز شاہ کی دست اندازی سے بہت پہلے
 عینار کی (۲۶۰) سیڑھیاں بتلائی ہیں۔ اب اگر ہم سیڑھیوں کی تعداد (۲۶۰) پوری
 کرنی چاہیں تو ہم کو پانچویں منزل کی بھی اکیس سیڑھیاں ملانی پڑیں گی جو درحقیقت
 سلطان الشمس کے زمانے کی چوتھی منزل تھی۔ منار کی تین تختانی منزلوں
 اور اس کے اوپر کی منزلوں کی طرز تعمیر میں ایسا کھلا فرق ہے کہ یہ دونوں ایک ہی
 زمانے کے کاریگروں کی بنائی ہوئی ہونہیں سکتیں۔ چکر دار زینے کی سیڑھیوں
 کی صحیح تعداد (۲۶۹) ہے۔ جن میں سے صرف تین سیڑھیاں میسر متحدہ کی بنائی گئی
 برجی کی ہیں۔ لیکن تعجب ہے کہ جتنے منہ اتنی ہی باتیں ایک ذرا سے معاملے میں
 بڑے بڑے دانشور بھی جنھوں نے عینار کو غور سے دیکھا اور سیڑھیاں گنی ہیں
 چکر میں پڑ گئے۔ تھارن صاحب (۳۴۵) فرینکلن صاحب (۳۸۸) وان آرلک
 (۳۸۳) سرسید (۳۸۸) سیڑھیاں بتلاتے ہیں۔ درحقیقت یہ منار کبھی پانچ
 منزل سے اونچا نہ تھا۔ مسئلہ ۴ میں الشمس کی تعمیر ختم ہو گئی اور اس زمانے میں
 (۲۶۰) سیڑھیاں تھیں۔ اس تعداد کے لحاظ سے ہم پانچویں منزل کی اکیسویں

سیٹر سی پر جا پونچتے ہیں۔ اہستہ برس بعد مسئلہ ع میں جب مینار پر پہلی گری نخی
 قویہ وزشاہ نے چوتھے اور پانچویں کھنڈوں کو پہلے ہی مال مسالے سے
 تیار ہوا از سر نو بنوایا۔ چوتھے کھنڈ میں اُس نے قدیم دروازہ اور کتبہ بدستور قائم
 رکھا۔ چنانچہ خود فیروز شاہ نے لکھا ہوگا اُس نے ایک برجی بنوا کر اسے اونچا
 کرادیا۔ سرسید اس مینار کو سات کھنڈوں کا "ہفت منظر" لکھتے ہیں لیکن اس
 کا کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ ہمیشہ سے وہ پانچ ہی کھنڈ کی نخی فیروز شاہ نے صرف اسے
 ذرا اونچا کروا دیا تھا۔ بانی مینار کی نسبت اب کسی قسم کی اختلاف رائے کا موقع باقی
 نہیں رہا۔ کچھ شک نہیں ہو کہ پہلی منزل قطب الدین ایک کی بنوائی ہوئی ہو جس کی
 کھلی ہوئی دلیل یہ ہے کہ اس پر کے کتبے میں صاف طور پر "محمد غوری" کا نام موجود
 ہے جو اس بادشاہ کے زمانے کا ایک بڑا امیر تھا اور بقول سرسید خود قطب الدین کا
 نام موجود ہے اور سب سے بڑھ کر یہ ثبوت ہے کہ "فضل ولد ابوالمعالی" مینا کا ستولی
 تھا اور یہی بعد قطب الدین مسجد قوۃ الاسلام کا بھی ستولی تھا۔ سرسید کیمبل کی پیرایہ
 کہ مینار قطب الدین کی مسجد کا ماذنہ تھا بالکل با موقع ہے۔ ابوالفدا نے بھی اپنی
 "تاریخ مختصر" میں اسے "ماذنہ جامع مسجد دہلی" لکھا ہے۔ ماذنہ اُس مینار کو کہتے ہیں
 جس پر چڑھ کر اذان دی جاتی ہے۔ ابوالفدا شمس سراج اور امیر خسرو اس مینار کو
 سلطان التمش سے منسوب کرتے ہیں۔ اس ملک میں اور خصوصاً دہلی میں کوئی
 نئی بات نہیں ہے کہ جو کسی عمارت کی حرمت کرتا ہے اسی کا نام ہو جاتا ہے۔ فیروز شاہ
 نے اسے مغز الدین سام کا مینار لکھا ہے۔ ابن بطوطہ اس مینار کی تعمیر مغز الدین
 کی قیادت کی طرف منسوب کرتا ہے۔ لیکن کسی کی کہی سنی بات بمقابلے اُن کتبات
 کے جو خود اس مینار پر ڈنکے کی چوٹ بتلا رہے ہیں کب قابل وثوق ہو سکتی ہے۔
 دوسرے درجے کے دروازے پر جس میں اس عمارت کی تکمیل کا فرمان ہے
 وہ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ آغاز کار اس بادشاہ کے وقت میں نہیں ہوا اور چوتھے
 درجے کے دروازے پر کا کتبہ دوسرے درجے کے دروازے کے کتبے کے
 برخلاف التمش کو بانی مینار قرار دیتا ہے اور ایسا ہی سب سے آخری زمانے
 کے سکندر لودھی کے کتبے میں جو سب سے نیچے کی منزل کے دروازے پر ہے

درج ہو۔ پہلا کتبہ جو تیسری منزل کے دروازے پر نصب ہوا اور دوسری منزل کے دروازے کے کتبے کی متضاد عبارت کا میلان جنرل کنگم صاحب نے یوں کیا ہے کہ پہلا کتبہ صرف چوتھی منزل کے متعلق ہے نہ کہ سارے مینار پر مکتوی ہوا اور لودی کے زمانے کے کتبے میں جو لکھا ہوا ہے وہ پہلے کتبے کی محض نقل کی بنا پر ہے۔ بدیں وجہ مینار کی پہلی منزل جو قطب الدین ایک سے منسوب کی جاتی ہے وہ بالکل درست ہے ہی باقی عمارت وہ شمس الدین التمش کی بنوائی ہوئی ہے اور فیروز شاہ کی مرمت بھی اس سے الگ ہے۔ اس مینار کی تعمیر ۱۱۹۱ھ سے ۱۱۹۲ھ تک بیس سال کا عرصہ لگا ہے۔ جنرل کنگم نے سلطان علاء الدین کا نام بھی لاٹ کے بانیوں میں لیا ہے۔ جس کو وہ ایک ”نیاد کوئی دار“ کہتے ہیں وہ امیر خسرو کی تاریخ ”علائ“ سے نقل کرتے ہیں کہ ”سلطان علاء الدین نے بھی ایک روکار کی درستی اور مٹی بنانے کا حکم دیا تھا“۔ اس پر سے جنرل صاحب کی رائے ہے کہ موجودہ نام روکار سنگ سرخ کا علاء الدین خلجی کا بنوایا ہوا ہے مگر اتنی بات ضرور ہے کہ علاء الدین نے قطب الدین ایک کے طرز کو نہیں چھوڑا۔ بار نے بھی اس منار کو علاء الدین خلجی کا کہا ہے لیکن جن لوگوں نے اُس زمانے کی تاریخ پڑھی ہے اور علاء الدین کے کتبے پر غور کیا ہے اور علائی دروازے پر اُس کے غیر متناہی کتبے پڑھے ہیں وہ ہرگز یقین نہیں کر سکتے کہ اگر سلطان علاء الدین نے قطب مینار کو ہاتھ لگایا ہوتا تو جس طرح کہ علائی دروازے میں بار بار اُس کا نام آیا ہے کوئی وجہ تھی کہ مینار کے کسی کتبے میں وہ اپنا نام نہ درج کرواتا۔

بہیں کراست بت خانہ مرا ای شیخ
کہ چوں خراب شود خانہ خدا گردد

لاٹ ہندو نقطہ خیال ہے

یہ خوب صورت مینار جو دنیا کے سات عجائبات میں کا ایک ہے اس کی نسبت یہ خیال کہ اس کی بنائے اہل ہندو کی ہے بالکل واجبی ہے۔ یہ ستون راجہ پرستھی راج کا بنوایا ہوا ہے جسے سلطانہ میں لائوں کو شکست دے کر بطور ”جسٹیمما“ (بادگار فتح) کے بنایا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ مینار راجہ نے اپنی بیٹی کے لیے بنوایا تھا کہ وہ اس پر بچہ کر مہنا کا درشن کر لیا کرے۔ یہ عمارت یقیناً ہندوانی ہے۔ جس پر مسلمانوں نے قرآن شریف کی آیتیں

(بعد میں) لگا دیں۔ اس کے بانی و سواکرم دیوتا کے نام پر اسے بنایا جو ہندوؤں کا بڑا دیوتا ہے جسے عمارات کے بنانے کی قدرت کا ملہ ہے۔ پر تھی راج کی وفات کے بعد دہلی پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور اُن کے جنرل قطب الدین نے اس کو اپنے طرز پر ڈھال لیا۔ اُسے منہ مانگی مراد ملی۔ بنی بنائی عمارت ہاتھ لگی۔ اس سے بہتر بلند اور موزوں عمارت اذان دینے کے لیے کہاں مل سکتی تھی۔ منار پر کی مرغولیں اور پچیس مسلمانوں نے بتوں کی صورتیں نکال کر بنالیں۔ تسلسل واقعات سے تو یہی معلوم ہوتا ہے لیکن ہم خواہ مخواہ کا جھگڑا کھڑا کرنا نہیں چاہتے کہ شیر شاہ کی ڈاٹھی بڑھی تھی یا سلیم شاہ کی۔ اس ستون کے پاس ہی ایک خوب صورت مندر تھا جسے توڑ کر مسجد بنائی گئی ہے اور دہلی کے پرانے پرانے لوگ جن سے گفتگو کرنے کا موقع ملا ہے وہ سب اس امر میں یک زبان ہیں کہ منار اور مسجد دونوں دراصل اہل ہندو کی عمارات تھیں جنہیں مسلمانوں نے توڑ پھوڑ کر اپنے مطلب کا بنالیا۔ اگر یہ بات واقعی ہے اور ہمارا خیال صحیح ہے تو یہ بات دوسری ہے کہ قطب الدین غلام تھا یا نہ تھا مگر اس میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا کہ وہ ایک دانشمند اور زیرک حکم راں تھا۔ کیوں کہ کسی خوب صورت چیز کو نیست و نابود کر دینے سے یہ بہت بہتر ہے کہ تھوڑے رد و بدل کے ساتھ ہم اُسے اپنے کام میں لے آئیں۔ مسجد قوۃ الاسلام کے ستون جن پر نہایت نفیس نقش و نگار ہیں وہ پر تھی راج کے مندر ہی کی باقیات ہیں۔“

جھکی ذرا چشم جنگ بھی کل گئی دل کی آرزو بھی

مستکشم اور مستہ بگلر کا
اختلاف را کے بعد فیصل

بڑا منرا اس ملاپ میں ہے صلیح ہو جا جنگ ہو کر

سٹرے۔ ڈی۔ بگلر محکمہ آثار قدیمہ کے اسٹنٹ (مددگار) ڈائرکٹر جنرل نے اپنی ۱۹۶۱ء کی رپورٹ میں (جو سلسلہ آثار قدیمہ کی چوتھی جلد ہے) قطب صاحب کی مسجد اور لاٹ کو بالکل یہ ہندوانی عمارت ثابت کیا تھا۔ جس میں جنرل۔ اے۔ کشتکم۔ سی اس آئی۔ ڈائرکٹر جنرل نے ایسے مدلل طور پر اختلاف کیا کہ بگلر صاحب کو قائل ہونا پڑا۔ ہم دونوں صاحبوں کی رپورٹ یہاں لکھتے ہیں جو بہت عالمانہ اور مفید ہے۔ بات یہ ہے کہ عقل مندوں کا ہر کام عقل مندی کا ہوتا ہے۔ یہ لوگ لڑیں گے بھی

اپنی آن لیں رہیں گے۔ بحث کریں گے تو تہذیب سے۔ اختلاف کریں گے تو نہایت عمدگی سے۔ کیا مجال کہ اُس میں ذاتیات کی جھلک نظر آئے یا دلوں میں کہورت آجائے۔ ہر شخص اپنی رائے میں آزاد ہو۔ خواہ وہ ماتحت ہی کیوں نہ ہو۔ پھر ان کی صفائی قلب۔ حق پسندی کو دیکھئے کہ واجبیت کے سامنے اپنی بات کی ذرا بھی وجہ نہ کی اور فوراً اپنی غلطی کو کشادہ پیشانی سے تسلیم کر لیا۔

عیسائیوں ساری مسلمانوں کی خصلتیں
اسلامیوں میں انکی سی کوئی ادا نہیں
واں اتحاد و یک دلی و الفت و وفاق
یاں ایسے اختلاف کہ کہنے کی جا نہیں

مسٹر بگلر کی رپورٹ پر
مسٹر بگلر کی رپورٹ پر
جنرل صاحب کے ریمارک
ماتحت سے اختلاف ہو۔ مجھے اپنے خیالات کا

اظہار قطب صاحب کی مسجد اور مینار کی نسبت زیادہ ضروری ہے مبادا میری خاموشی توافقی رائے نہ سمجھ لی جائے حالانکہ میں اُن کی رائے سے کلیتہً مخالف ہوں۔ پرانی دہلی میں سب سے بڑھ کر دل چسپ یہ دو عمارتیں ہیں۔ ایک قطب صاحب کی مسجد اُس کی شان دار محرابوں سمیت۔ دوسری وہ عجیب و غریب موزن کا ستون جو قطب مینار کہلاتا ہے اور جو تقریباً دو سو چاس فٹ بلند ہے۔ اس مسجد کی تعمیر ہمیشہ قطب الدین ایبک سے منسوب کی جاتی ہے جو دہلی کا پہلا مسلمان بادشاہ تھا۔ وحقیقت اس بات کی صراحت اُس مشرفی کتبے میں موجود ہے جو مسجد کے صدر دروازے پر لگا ہوا ہے۔ اور نیز یہ بھی اُسی کتبے میں ہے کہ مسجد کا مال مسالہ ہندوؤں کے ستائیس مندر توڑ کر فراہم کیا گیا ہے۔ یہاں کے دالانوں کے ستونوں کا ہندوئی ہونا ایک ایسی بات ہے جو ہر شخص پر ظاہر ہے اور اسی کے ساتھ یہ امر بھی اُسی طرح اُکھلا ہوا ہے کہ ان کو مسلمانوں نے از سر نو ترتیب دے کر دو دو تین تین تھم اوپر تلے جما کر موجودہ اونچان پوری کی ہے۔ یہ بات جس طرح مجھ پر ظاہر و باہر ہے مسٹر فرگسن کو بھی اس کا علم تھا۔ مسٹر بگلر اگرچہ اپنی رپورٹ میں ستونوں میں کچھ رد بدل کیے جانے کو تسلیم کرتے ہیں مگر پھر بھی اس بات پر اڑے ہوئے ہیں کہ جس طرح وہ ہندوؤں کے مندر کے دالان میں تھے اُسی طرح اپنی اصلی جگہ پر اب بھی ہیں اور نیز کہ اُن کی

موجودہ اونچان بھی وہی ہو جو کہ ہندوؤں کے دالان میں ابتداً تھی۔ وہ اپنی اسی راہی کے ووثق پر مسلمان بانیان مسجد کے اُس قول کی تردید کرتے ہیں کہ انھوں نے ستائیس مندر توڑ کر یہ مسجد بنائی اور اس کو مسلمانوں کی نری شیخی خیال کرتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ رائی بالکل ناقابل قبول ہے۔ مسلمان فاتحین کو ستائیس مندروں کے توڑنے کی ایک غلط خبر مشہر کرنے اور پھر اس صریح جھوٹی بات کو ایک عظیم الشان مسجد کے دروازے پر کندہ کرانے سے کچھ مفاد نہ تھا۔ اس لیے میں (مسلمانوں کے) اس بیان کو بالکل ووثق سے صحیح (اور مطابق واقعہ) سمجھتا ہوں۔ علاوہ ازیں میرے اس خیال کی تصدیق صحیح کے قیوں طرف کے دالانوں ستونوں کی ساخت سے کافی طور پر ہوتی ہو اور جیسا کہ میں نے دلی کے بیان میں ظاہر کیا، یہ ستون یقیناً متعدد اور مختلف مندروں کے ہیں۔ اس میں مجھے کچھ شک نہیں ہے کہ جس جگہ مسجد بنائی گئی ہے جگہ فی الواقع ایک ہی مندر کی تھی اور جب بگل صاحب نے میرے ایما سے کنبدیگی کا کام شروع کیا تھا تو میں نے اُن اپنی راہی ظاہر کر دی تھی کہ مسجد اپنے چوترے کا نشیبی حصہ جو محاط ہو وہ ہندوؤں کے مندر کا ہی اور وہ اپنی اصلی حالت پر قائم ہے۔ مسٹر بگل نے ان دیواروں کے باہر باہر کھدائی کی تھی اُس سے میری راہی کی تصدیق ہو گئی۔ اسی وجہ سے اُس اونچے چوترے کو جس پر کہ مسجد کھڑی ہو پرانی دلی کے ایک بڑے بھاری مندر کا مقام سمجھتا ہوں اور اسی (مند) میں سے حالت اصلی پر وہ لمبے لمبے ستون باقی رہ گئے ہیں جو بڑی محراب کے صیں عقب میں ہیں۔ یہ ستون عین بین ہندوانی ہیں جن کو نہ مسلمانوں نے ہلایا نہ بدلا بلایا۔ (یعنی یہ کہ جہاں پہلے تھے وہیں اب بھی ہیں) ان ستونوں کی نسبت میرا یہ کہنا کہ ان کو مسلمانوں نے ہلایا جلا یا نہیں اس وجہ سے ہے کہ ان کی جگہ چوترے پر چھینی سے کھانچے بنے ہوئے ہیں اور بدلا بدلا یا نہیں اس پر میں کہتا ہوں کہ ان کے تمام سلاک سلاک اُسی طرح کے ہیں جیسے کہ (عموماً) ہندوؤں کے مندروں میں ہوتے ہیں۔ باقی اطراف کے سارے دالانوں کے تمام ستونوں کو مسلمانوں نے اس طرح ترتیب دیا ہے کہ دو دو تین تین ٹکڑے (اور پتلے) جوڑ کر بقدر ضرورت اونچا

کیا گیا ہے۔ میں اپنی اس راہ کی تائید میں کہ بڑی محراب کے پاس کے ستونوں کو اپنی جگہ سے جنبش نہیں دی گئی ایک اور ثبوت پیش کر سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ بڑی محراب کے پانچوں کے پتھروں میں جو گھران ستونوں کے بٹھانے کے تراشے گئے ہیں ان میں ان کی چولیس ٹھیک بیٹھی ہوئی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محراب میں ستونوں کے بعد بنی ہیں اور مسلمانوں نے مندر کے پرانے ستونوں کو پیش نظر رکھ کر (انہیں کے لحاظ سے) بنائی ہیں اور انہیں وجہ سے میں اس نتیجے پر پہنچتا ہوں کہ یہ ستون اپنی اصلی جگہ پر قائم ہیں۔ دالانوں کی ساخت میں پرانے اور نئے کاموں کے ملا دینے کا طریقہ بالکل بدل گیا ہے یعنی یہ کہ ایک دیوار دوز ستون میں جو شمالی دالان میں ہے۔ یہاں کی دیوار کے ایک پتھر میں ایک قدرتی پھوڑا تھا جس کے جانے کے لیے ستون میں اتنا ہی سوراخ کر کے پھنسا دیا ہے۔ میں ان کو دیوار دوز ستون اس واسطے کہتا ہوں کہ وہ دیوار سے لگے ہوئے ہیں لیکن ان میں کے اکثر ستون پورے ہیں جو دیوار سے ملا کر کھڑے کیئے گئے ہیں۔ لیکن ان ستونوں کی پٹھکیں بچوں بیچ میں نہیں ہیں بلکہ اپنی اصلی جگہ سے کئی انچ آگے بڑھی ہوئی ہیں۔ اس سے میں نہایت وثوق سے یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ اطراف کے دالانوں کے تمام اپنی اصلی جگہ پر قائم نہیں ہیں بلکہ مسلمان ان ستونوں کو ہمند ووں کے ویران مندروں سے لائے ہیں اور یہاں لٹائی دیواروں میں لگا دیئے ہیں۔ اس امر کے ثبوت میں کہ ان ناہموار ستونوں میں جوڑ لکائے گئے ہیں میں ذیل کے واقعات پیش کرتا ہوں:-

(۱) شمالی دالان میں بیرونی قطار کا پہلا مشرق روئے ستون جو بالکل سنگ خارا کا ہے اُلٹی بیٹھک پر کھڑا ہے۔

(۲) شمالی دالان میں بیرونی قطار کے دو پاس پاس کے ستونوں میں ایک ہی قسم کے تین تین ٹکڑے ایک کے اوپر ایک جمے ہوئے ہیں۔ جن کی ساخت اور نقش و نگار ایک ہی طرح کے ہیں۔ ان دونوں پتھروں کے چھ ٹکڑوں میں سے چار تو بہت پہلو ہیں۔ جن کے ضلع کا ہر دوسرا رخ کھڑا ہوا ہے اور باقی دو ٹکڑے سادے بہت پہلو ہیں۔ ایک تمام میں تو یہ بن کھڑا ٹکڑا میں

میں سب سے اوپر دار کا جڑ اور دوسرے میں اوپر پیچے کے ٹکڑے چھوڑ کر بیچ میں لگا ہوا ہے۔ (۳) بہت سے سادے ہشت پہلو تھم اور ان کے ساتھ دوسرے تھم کہ جن کا ہر دوسرا رخ گھرا ہوا ہے مربع بیٹھک پر ایسا وہ ہیں حالاں کہ بیٹھکیں ابتداءً چوکوں تھموں کے لئے گھڑی گئی تھیں۔ یہ بات چوکوں بیٹھکوں کی سطح بالائی اور خالی کونوں کے دیکھنے سے بخوبی ظاہر ہو سکتی ہے کیوں کہ ہشت پہلو ستون ان چوکوں بیٹھکوں پر اچھی طرح نہیں بیٹھے بلکہ اب تک ویسے ہی بن گھڑے گھڑے ہیں جیسا کہ معماروں نے چھوڑ دیا تھا۔ پرانے مال مسالے کو رد و بدل کر کے استعمال میں لانے کا ثبوت کچھ والا ان کے ستونوں ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ دروازوں پر کے گنبدوں اور دالانوں کے کونوں کے کمروں میں بکثرت اور زیادہ متیقن ثبوت ملتے ہیں۔ ان گنبدوں کو بھی مسٹر بگلر قدیم ہی کا خیال کرتے ہیں لیکن ذیل کے واقعات سے ان میں بھی مسلمانوں کا تصرف ظاہر ہو جائے گا:-

(۱) جنوب و مشرق کے کونے میں ایک ہشت پہلو قطعے سے گنبد شروع ہوتا ہے اور یہ ٹمن ایک مربعے کے آٹھ ستونوں پر ٹکا ہوا ہے۔ یعنی چار ستون چاروں کونوں پر اور چار بیچ میں۔ ہدیوں و جہنمن کے زادیوں کا جو جہہ بجائے ستونوں کے شہتیروں پر پڑتا ہے۔

(۲) شمال و مغرب کے کونے کے گنبد میں یہ صریح غلطی اور بھی زیادہ واضح ہے۔ کیوں کہ ستونوں کا باہمی فصل درمیانی ستون مربع اضلاع کے بیچ میں ہونے سے یکساں نہیں ہے۔

(۳) شمالی و مشرق کے کونے میں گنبد ایک ٹمن سے شروع ہوتا ہے جو بارہ ستونوں پر ٹکا ہوا ہے۔ جس سے ایک مربع شکل بن گئی ہے لیکن ستونوں کے بالائی حصے پانچ پانچ توڑے مربعے کے ہر کونے میں لگے ہیں اور بعض جگہ اسی ٹمن کے کونے میں عام قسم کے ستونوں کے سرے چار توڑوں ہی کے ٹمن کے کونوں میں لگا دیئے ہیں۔ یہ توڑوں کے لگانے میں جو صریح غلطی ہوئی ہے جب تک کہ ان میں رد و بدل نہ کیا ہوگا کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔

(۴) مشرقی دروازے کی طرف کے بڑے گنبد میں بھی اسی قسم کی سنی ترتیب پائی جاتی ہے۔

بجائے اس کے کہ ستونوں کو پانچ توڑوں کے نیچے لگایا جاتا وہ صرف دو توڑوں اور ستونوں کے بالائی حصے کے چار مشترک توڑوں کے بیچ میں لگے ہوئے ہیں۔ پتھر کے شہتیر بھی یکساں نہیں بعض بالکل سادے ہیں بعض نقشین۔ اس سلسلے کا ہر ایک کہ اس گنبد کی سابقہ حالت میں مسلمانوں نے رد و بدل کر کے موجودہ حالت پر پائا ہے۔ (۵) کنارے کے کمروں کی چھوٹی چھتوں میں دیکھا جاتا ہے کہ مربع نقشین جو کونوں کو کاٹ کر اٹھیں مستطیل جگہ میں پھنسا دیا ہے اور جہن گھڑی سلیں ہیں اُن کو اس طرح پھنسا دیا ہے کہ لبان میں جو جگہ خالی رہ گئی وہاں سلجے ڈال کر پُر کر دیا۔ اس لیے یہ چھتیں یقیناً اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں ہیں اور مجھے یہ نتیجہ نکالنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں ہے کہ جب قطب الدین ایک ستائیس مندروں کو ڈھا کر اُن کے مال مسالے سے یہ مسجد بنو رہا تھا تب مسلمانوں نے (اپنی مرضی کے موافق) کاٹ چھانٹ کر کے۔ پتھر کی سلوں کو جہاں اور جس طرح مناسب سمجھا لگا دیا۔ چنانچہ حالت موجودہ خود) اسی تصرف کا نتیجہ ہے۔

(۶) شمال و مشرق و جنوب و مشرق کے کونوں کے بالائی کمروں کی چھتوں کے پٹاؤ کے چوکوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جینیوں کے کسی مندر کے ہیں کیوں کہ بہت سے پتھر جو مربع کھڑکیوں کی کشادگی کم کرنے کے لیے کونوں میں لگائے ہیں اُن کے بیرونی رخ پر انسان۔ ہاتھی۔ گھوڑوں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں اور بیچ میں تو ایک پتھر پر ایک شخص الٹی پالٹی مارے ہوئے بالکل برہنہ بیٹھا ہے جس کے دونوں ہاتھ اُس کی گود میں لٹک رہے ہیں جو بالکل جین مت کے لوگوں کے بتوں کا طرز ہے۔ اور بھی اسی طرز کی صورتیں بنی ہوئی ہیں۔

غالباً اسی بنا پر مشر بگلر استدلال کرتے ہیں کہ اس دالان کے کل ستون جینیوں کے ایک ہی مندر کے ہیں۔ یہ ایک ایسا استدلال ہے جسکی نفی اُس آہنی ستون کے کتبے ہی سے ہو سکتی ہے جو اسی صحن میں کھڑا ہے جس میں اُس ستون کا نام ”وشلو کا بازو کھلا ہوا“ علاوہ اس کے وشنو کی بہت سی صورتیں جو اطراف کی دیواروں پر بنی ہوئی ہیں مثلاً ”س اوتار“ اور ”ناراین“ جو انتہا ساپ کے پھن پر ٹیکا دیئے ہوئے ہے یہ بھی بگلر صاحب کی رائے سے اختلاف کرنے میں محذ ہیں۔ قطب صاحب کی مسجد کی بابت میں صرف اسی

نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اُس کی تعمیر مندوراجوں نے مسلمانوں کی نگرانی و نگرانی میں ہندوؤں کے مال سنا لے ست کی عرجن میں سے شک نہیں کہ بعض مند جینیوں کے بھی ہوں گے۔ اس سے اُن تمام غلطیوں کی جو تعمیر کے متعلق ہم اوپر بتلا آئے ہیں اور نیز والافوں کے ستونوں کی۔ نئے ترتیبی کی کافی وضاحت ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں کا مقصود ایک بلند (اور عالی شان) عمارت بنانے کا تھا لیکن ہندوؤں کے مندروں کے تھم بالعموم پست ہوتے ہیں۔ اس کی تلافی (مسلمانوں نے) اس طرح کی کہ دو دو اور تین تین تھم جوڑ کر سرے اور بیٹھکیں لگا کر کھڑے کر دیئے۔ اس میں شک نہیں کہ عام طور پر یہ منظر خوش نما ہو لیکن۔ یہ خوش نمائی صرف ستونوں کی خوب صورتی اور نقش و نگار کی وجہ سے ہو جو نظر کو اپنی جانب ایسا متوجہ کر لیتی ہے کہ ستونوں کی تلے تھیں اُن کے موٹے موٹے (بھدے) تھم جن کے اوپر پتلے ٹکروں کے جوڑ لگے ہوئے ہیں اور خالی توڑے جو کسی چیز کو سہارا نہیں دے رہے اور نلے سہارے لگے آگے بڑھے ہوئے طاق (یہ سب اسقام) چھپ جاتے ہیں۔ اگر یہی ستون نقش و نگار سے معرا اور) سادے ہوتے تو میں یقین کرتا کہ سب سے پہلے نگاہ تو ان کی عدم یکسانیت پر پڑتی اور ان کی بے ترتیبی اور غیر مناسب جوڑ و فرائض ہو جاتے۔ ستر بگلر کا یہ بھی خیال ہے کہ قطب مینار کی شروعات ہندوؤں نے ہوئی ہے۔ صاحب موصوف اپنی رائے کی تائید بڑی ہوشیاری سے کرتے ہیں۔ ہندو خود اس بات کے مدعی ہیں کہ مینار اُن کا ہو اور کہتے ہیں کہ پرتھی راج نے اپنی بیٹی کے واسطے جنا کا ویشن کرنے کے لیے بنایا تھا۔ اس کے متعلق میں نے تفصیلی وجوہات اپنی رپورٹ جلد اول کے صفحہ (۱۹۰) میں بیان کر دیئے ہیں کہ قطب مینار بتماہا مسلمانوں ہی کی عمارت ہو اور اب میں (چند) اور باتیں بھی پیش کرتا ہوں جو بگلر صاحب کے ساتھ دو مرتبہ قطب مینار جا کر میں نے دیکھیں پہلی مرتبہ مجھ کو بگلر صاحب نے ذیل کے چھوٹے (چھوٹے) کتبے بتلائے جو مینار کے نیچے کے حصے میں بخطناکری کندہ ہیں :-

- (۱) دروازے کے باہر سیدھی طرف (سم (د) ت ۱۲۵۶)
- (۲) دروازے کے اندر ڈیوڑھی میں بائیں طرف (سمت ۱۲۵۶)

(۳) دروازے کے رستے میں محراب کے پاس (سموت ۱۲۵۶) میں ان کتبوں کو ان راجوں کا کھودا ہوا سمجھتا ہوں جنہوں نے اس مینار کو بنایا ہے اور یہ امر کہ وہ جاہل محض تھے اس بات سے ظاہر ہے کہ پہلے کتبے میں واو کا حرف ہی چھوڑ گئے ہیں اور دوسرے کتبے میں ہزار کا ہندسہ ہی غائب ہے۔ یہ تینوں کتبے سموت ۱۲۵۶ مطابق ۱۱۹۹ء کے ہیں جو میرے خیال میں یا تو اس مینار کے شروع کا سال بتلاتے ہیں یا اختتام کا۔ ایک ہی تاریخ کا بار بار اعداد کو نامندو راجوں کا دستور ہے۔ اسی طرح جونپور کی اٹا لاسی کے ستونوں پر جو سابق میں ایک سندھ تھا اور جس کو ابراہیم شاہ شرقی نے ماہیں ۱۳۴۷ء مسجد سے تبدیل کر دیا۔ میں نے سموت ۱۲۶۱ء کتبہ پر کر کے رکھا ہوا اس طرح دیکھا ہے۔

(۱) شمالی دروازے کے بیرونی سمت ۱۲۶۴ء سموت { سمت ۱۲۶۴ء سال ۱۲۶۴ء میں ستر اودھار اپدو ماوی { پدو ماوی راج پیر سائی رخ پیر سیدھے پاکھے پر۔ سائی ستر اودھار سوتا { راج نے ختم کیا۔

(۲) نیچے کے ایک چوکوں ستون۔ سمت ۱۲۶۴ء سموت { سمت ۱۲۶۴ء سال ۱۲۶۴ء میں بنایا گیا بنیادی پاری {

(۳) جنوبی رخ کے ایک بیرونی ستون۔ سمت ۱۲۶۴ء علامہ ان سٹون کے (جو قطب مینار پر کندہ ہیں) میں نے ایک اور کتبہ بھی اسی دستری کا دیکھا ہے کہ جس کی زیر نگہانی یہ مینار بنی ہے۔ یہ کتبہ چوتھے کے جنوبی روکار پر ہے جسے مجھے بگل صاحب نے بتلایا تھا۔ بد قسمتی سے یہ کتبہ پتھر کے ترخ جانے سے ناقص ہو گیا ہے۔ بائیں ہمہ کچھ حروف اور ہند سے جو صاف باقی رہ گئے ہیں وہ یہ ہیں :-

× × ماکج ۵۱ ————— ۸۳ ۱۲ دار نامی

۱۵ کے ہند سے کے پیچھے ہی ایک چوڑی یا لمبی سیدھی لکھنی ہوئی ہے جس کے

دونوں سرے نیچے کی طرف جھکے ہوئے ہیں اور اس کی داہنی طرف کوئی ایک انچ کے فاصلے سے اسی طرح کا ایک نشان اور ہر جو کچھ کچھ سٹ گیا ہو۔ یہ دونوں سطحوں چوتھے کی بیرونی سطح پر ہیں۔ لفظ دائرہ منی کے معنی میرے خیال میں (Plumb line) سہاؤل کے خط کے ہیں۔ کتبے کی عبارت سے ایسا معلوم دیتا ہے کہ یہ لین دو بارہ ایک انچ مٹا کر صحیح کی گئی ہو۔ یہ کہ یہ کتبہ کسی ہندو کا ہے بجائے گز کے لفظ "گج" سے ظاہر ہو ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ کوئی فاتح مسلمان ایسا (غلط لفظ) استعمال کرتا۔ یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ میں نے اسی طرح کا ایک نشان مسجد کی پچھیت کی دیوار کے آگے بڑھے ہوئے حصے میں بھی دیکھا ہے جو مسجد کے پیچھے واریچوں بیچ میں ہے اور جو غالباً مسجد کی بیچ کی لین کو سدھ کرنے کو لیا گیا تھا۔ کیوں کہ یہ نشان بڑھے ہوئے حصے کے بیچ سے بھی کئی انچ آگے بڑھا ہوا ہے۔

مسٹر بگل کی رائی دو امور پر مبنی ہے۔

(اول) مینار کے نیچے کے تین گنبذوں اور اُس کے اوپر کے دو گنبذوں کی طرز تعمیر میں فرق ہے۔ جس سے وہ یہ نتیجہ مستنبط کرتے ہیں کہ پہلا حصہ ہندوؤں کا بنایا ہوا ہے اور بعد کا مسلمانوں کا۔

(دوم) گنبذوں کا درمیانی فاصلہ عمل باے حسابی و اقلیدسی کے لحاظ سے ہے جو کسی *Arithmetico geometrical series* معمولی شخص کا کام نہیں بلکہ وحشی مسلمانان فاتحین کو یہ حسابی طریقہ معلوم تھا۔ اس لیے یہ کام دانش مند ہندوؤں کا ہے۔

مسٹر بگل کی پہلی توجیہ میں انہوں نے اس واقعہ کا خیال نہیں رکھا کہ لاٹ کی اوپر کی دو منزلوں کو تو فیروز شاہ تغلق نے از سر نو بنوایا ہی تھا جیسا کتبات اور اُس کی

۱۰ ہندی میں (ز) کا حرف ہے ہی نہیں جب یہ امر مسلم ہو کہ راج ہندو توجیہ بحث ہی تحصیل اصل ہو
۱۱ شاید بگل صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ مسلمان بہت بڑے۔ باضی داں تھے اقلیدس اور جبر و مقابلہ انھیں کی
ایجاد ہے اور انھیں سے انگریزوں نے لیا ہے چنانچہ اقلیدس اور الجبر الکنام ہی وہ اس امر کا بدیہی ثبوت ہیں ۱۲

سوانح عمری سے ظاہر ہو۔ طرز تعمیر کا مختلف ہونا البتہ حیرت انگیز ہے۔ لیکن اس سوائے اس کے اور کچھ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ قطب الدین ایک سے لے کر فیروز شاہ تغلق تک ڈیڑھ صدی کا زمانہ گزرا۔ اس لمبی عرض مدت میں فن تعمیر کے مذاق میں کیا کیا کچھ تبدیلیاں نہ ہوئی ہوں گی۔ پس یہ اختلاف طرز اختلاف مذاق اور زمانے کا نتیجہ ہے۔ نیچے کے برآمدوں کی عمدہ نقاشی بعینہ اُسی طرح کی ہے جیسی کہ دہلی اور اجیر کے پتھلے زمانے کی مسجدوں میں پائی جاتی ہے۔ اب رہا سنگ مرمر اور سنگ سرخ کا برابر برابر لگانا یہ طریقہ فیروز شاہ کے وقت کا ہی جیسا کہ اس بادشاہ کے بنائے ہوئے اُس ستون میں موجود ہے جو حصار میں لگا ہوا ہے۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ ان پسندیدہ نقاشیوں کا طرز ہندوستانی ضرور ہے لیکن مسلمانوں کی شروع شروع کی عمارات میں یہ ایک ضروری امر اس وجہ سے تھا کہ فاتحین سپاہی منش تھے ان کو قدرتی طور پر مقامی کاریگروں سے کام لینا پڑا (جو ہندو تھے) اسی وجہ سے ایک کمان دوسری پر چڑھ گئی ہو اور نقش و نگار میں بھی ہندوؤں کے طرز کی جھلک نظر آتی ہے۔ مسٹر بگلر کی دوسری دلیل جس کا دار و مدار سینہ بے سینہ حسابی اقلیدسی عمل پر ہے میں اُس کی تردید کرتا ہوں کہ وہ محض ایک خیال ہی خیال ہے۔ لوفرضنا وہ صحیح بھی ہو تو بھی یہ امر یہ آسانی تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ محمد غوری کا سارا لشکر (اس سرے سے اُس سرے تک) جاہل محض تھا۔ خصوصاً جب کہ ہم کو معلوم ہے کہ اس زمانے سے بہت پہلے محمود غزنوی کے ساتھ ابوریحان جیسا عالم فاضل آیا تھا۔ بگلر صاحب کہتے ہیں کہ عمل ہاے حسابی و اقلیدسی کوئی آسان کام نہ تھا تو اس سے مستحیلات پر کچھ زور نہیں دے سکتا۔

مسٹر بگلر مزید برآں یہ بھی کہتے ہیں کہ کنول کے پھولوں کے پتوں اور عربی کتبوں کے پتوں کے سطحی ابھار میں فرق ہے۔ پھولوں کے نقش و نگار والا پتہ سطح کے برابر ہے حالانکہ دوسرا پتہ بہت اُبھرا ہوا ہے۔ لیکن صرف سب سے نیچے کے کھنڈ کے کتبے کی تحریر سطح کی برابر ہے باقی سب اُبھرے ہوئے ہیں۔ سب سے نیچے والے پتے کا یہ حال ہے کہ استد زمانے اور نااہل لوگوں کی شکست و ریخت سے ایسا نقصان پہنچا ہے کہ اب برابر پڑھا ہی نہیں جاتا۔ سرسید بھی اس کتبے

میں سوائے ”امیر الامراء“ کے کچھ نہ پڑھ سکے۔ اس لیے میرا خیال یہ ہو کہ یہ بنگلہ جو
 دیا ہوا ہے محض اُن لوگوں کی بدولت ہو کہ جنہوں نے دوبارہ اسے نصب کیا۔
 میرے اس خیال کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہو کہ روکار میں لال پتھر جو
 لٹکائے گئے ہیں وہ اس (بدتمیزی) سے بیچ میں سے کاٹ ڈالے گئے ہیں کہ
 اُن کی دراڑوں میں سے اندر کے بن گھڑے پتھروں کی کوریں نظر آتی ہیں۔
 یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ حسابی اقلیدسی عمل کا اس پٹکے سے کوئی تعلق
 نہیں ہے اور مجھ کو یقین کئی ہو کہ مینار کا یہ حصہ بھی قدیم آراستگی کا اصلی جزو ہو تو میں
 ہندوؤں کی عمارات کے متعلق سینہ بسینہ عمل ریاضی کو نہ ایک خیال ہی خیال
 سمجھتا ہوں۔ قطب مینار کے ابتدائی نقش و نگار کے متعلق کہ وہ ہندوؤں کے
 بنائے ہوئے نہیں ہیں بالکل قطعی ثبوت اخیر خسرو کی تاریخ علانی سے ملتا ہے جو
 علاء الدین خلجی کا ہم عصر تھا۔ علاء الدین خلجی نے جب ایک نئی مینار بنانے کا حکم دیا
 تو اخیر خسرو لکھتے ہیں کہ ”(بادشاہ) نے حکم صادر فرمایا تھا کہ پرانی مینار کی باہر وارے
 درست کرادی جائے اور پرانی برجی کے ساتھ ایک اور نئی برجی بھی بنادی جائے“
 - اس تحریر کی رو سے جو چشم دید ہو معلوم ہوتا ہے کہ سنگ سرخ کا تمام رد کا علاء الدین
 کا بنوایا ہوا ہے اور تمام عمدہ برائے اور نقش و نگار کے پٹکے بھی خسرو اسی نے
 لگوائے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ماہر بادشاہ نے اس تمام (ترمیم و) درستی کا مال سن کر کہ
 سلاطین افغانہ نے کی ہے اس کو ”علاء الدین خلجی کا مینار“ کہا ہے۔
 مینار کے روکار اور نقش و نگار اور پٹکوں کے ہندوانی نہ ہونے کی نسبت تصفیہ
 کرنے کے بعد اب ہم اصل مینار کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ سرسید لکھتے ہیں کہ یہ

۱۔ کتبہ جب اپنی اصلی حالت پر موجود تھا جا۔ یہ کتبہ کھدے ہوئے تو ہیں نہیں بلکہ ثبت ہیں اور حرف تراش کے بنائے گئے
 ہیں۔ ایسے لوگوں نے دوبارہ جمایا ہے جو پڑھے لکھے نہ تھے۔ چنانچہ سرسید نو تحریر کتابیں ”نہایت افسوس ہے کہ سرسید کے وقت اس
 لاث کے کتبوں کے حرف جو گر پڑے تھے بالکل غلط ثابت ہوئے۔ اکثر ماہر صورت لفظوں کی بناوی جو چاہے غور کر کے دیکھ تو وہ لفظ نہیں ہیں صرف
 نقش ہیں اور بعضے غلط لفظ بنا دیے ہیں اور بعضی جگہ اپنی طرف ایسی عبارت کمزوری ہو کہ اصلی کتبہ کے شعور بالکل مٹ رہی ہے
 کس طرح اس لاث کے کتبے نہیں پڑھے تھے یہ سرسید ہی کا کام تھا کہ وہ دیکھ کر ان کو پڑھا۔ جَزَاهُمُ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْجَزَاءِ۔

مینار ہندوؤں کی ساختہ ہونے کے متعلق ایک ثبوت یہ پیش کیا جاتا ہے کہ مسجدوں میں عموماً دو دو مینار ہوتے ہیں اور یہ فرد ہے، لیکن دو دو مینار بنانے کا طریقہ تو صرف تین ہی صدیوں سے چلا ہے ورنہ ذیل کے واقعات سے معلوم ہو گا کہ اس سے پہلے مسلمان مسجدوں میں ایک ہی مینار رکھا کرتے تھے۔ جسے ”ماذنہ“ کہتے تھے۔

(۱) ابن طولکئی مسجد قاہرہ میں ۶۷۹ھ میں بنی ہوئی اس میں ایک ہی مینار ہے۔

(۲) محمود غزنوی کے بنائے ہوئے دو مینار غزنی میں جو تقریباً ۱۰۰۰ھ میں بنے ہیں۔

یہ دونوں مینار مختلف بلندی کے ہیں اور دونوں میں نصف میل کا فصل ہے۔ اس لیے یہ دونوں مینار دو جدا گانہ مسجدوں کے ہوں گے (نہ کہ ایک کے)۔

(۳) سلطان برکت کی مسجد قاہرہ میں جو ۱۲۵۰ھ میں بنی ہوئی اس کا بھی ایک ہی مینار ہے۔

(۴) کوئیل (ملقاہ) کا منار جو ۱۲۵۰ھ میں بنا تھا وہ بھی فرد ہے اور اس کی مقامی حالت بلحاظ مسجد سے فصل کے مجنسہ قطب مینا کی سی ہے۔

(۵) علاء الدین کی ادھنی مینار جو ۱۲۹۰ھ میں بنی (ہلے بنتے رہ گئی)۔

(۶) بیانے کی دو مسجدوں میں صرف ایک ہی مینار ہے اور وہ بھی صحن مسجد کے باہر

شمال و مشرق کے کونے میں ہیں۔ بخلاف قطب مینار کے یہ تو (صحن مسجد کے)

جنوب و مشرق کے کونے میں ہے۔ ان میں سے ایک مینار پر نصیر الدین محمد کا کتبہ ہے جو

۱۲۹۰ھ میں حکم راں تھا۔ ان سات مثالوں سے جن میں پانچ صدی سے زیادہ کا

زمانہ پھیلا ہوا ہے اور اکبر شاہ سے ایک سو آٹھ برس پہلے تک یہ بات ظاہر ہے کہ اس

وقت تک مسلمانوں میں مسجدوں میں ایک ہی مینار بنانے کا دستور تھا۔ یہ کہ قطب مینا

در اصل ماذنہ تھا اس کا ثبوت خود اس کے کتبوں سے ملتا ہے جن سے کبھی چشم پوشی

نہیں کی جاسکتی۔ نیز ابوالفدا نے بھی اسے ماذنہ ہی لکھا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ یہ

مسلمانوں ہی کا ڈزٹین (خاکہ) تھا اس کی تائید میں وہ واقعہ موجود ہے کہ دہلی کے

قائمین غزنی کے حکم راں تھے جو محمود غزنوی کے میناروں (کے طرز) سے وقف

کے

اور تاہیں نظیر میں پیش کرتا ہوں کہ راجہ ملک سرکار عالی نظام کے قطعہ میں ”ایک مینار کی مسجد“ مشہور ہے۔ اس کا

بھی ایک ہی مینار کا دو م تہی کر بلند اور کئی درجہ میں ۹۱۹ھ میں بعد سلطان محمود گھزنوی ملک غزنوی نے بنوایا تھا۔ ۱۲

تھے جن کا طرز (star polygon) ستارہ نما کثیر الزوایا وضع کا گہرے
 ننگورے دارزاویوں کا ہے۔ قطب مینار کے بنائے میں مسلمانوں کی ایک
 خاص غرض بھی مد نظر تھی جو ان کے مذہب کے روزانہ (بلکہ پنج وقتہ) عمل سے متعلق ہے۔
 اس لیے مجھے یقین دلائل ہیں کہ یہ عمارت غرض اور طرز دونوں اعتبار سے
 خالصاً مسلمانوں کی ہے۔ اگرچہ ساری عمارت نہیں تو اکثر عمارت کا حصہ خصوصاً
 چڑھی ہوئی اور گولے دار محرابوں کی وضع قطع البتہ ہندو الہی طرز کی ہے۔

مسٹر بگلر کا آخری نوٹ

پہری اب تک قطب مینار اور مسجد کی نسبت وہی راہی
 تھی جو کہ میں نے رپورٹ میں لکھی ہے۔ چوں کہ
 میں نے (اپنی رپورٹ کو) اس کلیہ فرضیہ سے شروع کیا تھا کہ بنیادیں اور
 مسجد کے اندرونی اور بیرونی احاطوں کی دیواروں کے وہ حصے جو سطح زمین
 سے بہت ہیں دراصل اہل ہندو کے (بنائے ہوئے) ہیں تو مجھے اُس
 نتیجے پر پونہ چنانا کرنا پڑا جو میں نے ظاہر کیا۔ لیکن اسی سال کے اوائل
 ماہ نومبر میں میں اور جنرل صاحب دونوں مل کر قطب صاحب کی باقی ماندہ عمارتوں
 کو دیکھنے گئے اور صاحب موصوفے مجھے اختلافات دکھلائے جن سے
 صاف طور پر ظاہر ہو گیا کہ اندرونی اور بیرونی احاطے بحالت موجودہ دراصل
 ہندوؤں (کے زمانے) کے نہیں ہیں۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ
 بعض بعض حصص اور اغلباً مسجد کی پچھت کی دیوار کا وہ حصہ جو اصل مسجد کے
 بالکل عقب میں ہے ہندوئی ہے۔ مجھے ضرور معلوم دیتا ہے کہ میں اس امر پر غور کروں
 اور خاص طور پر اس (امر) کا اظہار کروں۔ جیسا کہ میں نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ

۱۔ جنرل صاحب کا نوٹ۔ میں بگلر صاحب سے پوچھتا ہوں کہ ہندوؤں کے معابد کو مینار سے
 کیا تعلق ہے۔ کیا ہندوؤں نے مسلمانوں کی فتوحات سے پہلے یا بعد کوئی ایسی مینار
 بنائی ہے۔ اور سب سے بڑھ کے یہ کہ ایسی مینار کے بنانے سے ہندوؤں کی
 کون سی غرض پوری ہوتی تھی۔ ۱۲

مسجد کی تمام دیواروں کا مال مسالاجس کو میں نے ہندوانی بتلایا ہر ٹھیک طور پر وہ ہندوانی ہی ہے۔ سوائے اندرونی احاطے کی جنوبی دیوار کے ایک حصے کے جس میں ایک نہیں بلکہ کئی پتھر ایسے لگے ہوئے ہیں کہ جن میں آگے بڑھے ہوئے توڑے لگے ہوئے ہیں یا کسی زمانے میں لگے ہوئے تھے۔ جنرل صاحب نے مجھ کو مسجد کی پچھیت کی دیوار میں چند ایسے پتھر بتلائے کہ جو اگے لگے ہوئے تھے اور جن کے اندر تصویریں بنی ہوئی تھیں اور علاوہ اس کے وہ دُری کاٹس بھی بتلائی جو مسجد کی پچھیت کی دیوار کے برابر کوٹنے تک چلی گئی ہے۔ جس سے یہ امر ثابت ہوا کہ اندرونی احاطہ کسی زمانے میں مکمل تھا اور باہر سے وہی کارشن التمش کے زمانے کے توسیع کردہ عمارتی حصے میں بھی ہے اور اس حصے کا مال مسالا اور ساخت بالکل قطب صاحب کی مسجد کی وضع کی ہے۔ دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساری کی ساری ایک ہی سلسل دیوار ہے۔ لیکن میں نے پہلے اس بات کا خیال نہیں کیا کہ قطب صاحب کی مسجد کے احاطے کے کوٹنے کے پاس کارشن کا رخ مڑ گیا ہے اور اس طرح کی اور فروگزاشتوں کی وجہ سے اب مجھے یقین ہوتا ہے کہ قطب صاحب کی مسجد اور سلطان التمش کی توسیعات کی بنیادیں اور دیواریں (بجز شاید ایک تھوڑے غیر محدود حصے کے) سب مسلمانوں ہی کی بنائی ہوئی ہیں۔ اس بات کے تسلیم کر لینے کے بعد جو دلائل کہ میں نے اپنی رپورٹ میں بیان کیے ہیں وہ بالکل بدل جاتے ہیں مگر بریں ہم اُن کی موزونیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ میں نے (اپنی رپورٹ کو) اس کلیہ فرضیہ سے شروع کیا تھا کہ بنیادیں تمام ہندوانی ہیں اور میں نے اس بات کو ثابت کیا تھا کہ بحالت موجودہ مسجد کے دوسرے حصے مسلمانوں کے (بنائے ہوئے) ہونے نہیں سکتے۔ اور چون کہ مینار اصولاً مسجد کا ایک جزو لا ینفک ہے لہذا وہ بھی مسلمانوں کا بنایا ہوا نہیں ہو سکتا (یعنی جب مسجد مسلمانوں کی بنا کر وہ نہ ٹھہری تو مینار جو اُسی کا ایک جزو ہے مسلمانوں کا کیسے سمجھا جاسکتا ہے) (لیکن) اب میرا یہ خیال ہے کہ بنیادیں بھی ہندوؤں کی نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں ہی کی بنائی ہوئی ہیں۔ تو (ایسی حالت میں) میری تمام پچھلی دلیلیں بھی نہایت درست

اس کی ثابتی کی طرف منجرب میں کہ (کام کا) جو حصہ ہندوؤں کا بنایا ہوا (میں نے) فرض کیا تھا (لا محالہ) وہ بھی مسلمانوں سے منسوب ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ میرے استدلال کے دار و مدار اس بات پر تھا کہ جس زمانے کی بنیادیں ہیں اُسی زمانے کا مینار بھی ہے۔ اور چون کہ میں نے ایک غلط مفروضہ اختیار کیا تھا۔ بالضرور استدلالاً ایک غلط نتیجہ پر پہنچا (یعنی بناءً الفاسد علیٰ الفاسد) کہ مینار اہل ہندو کا بنایا ہوا ہے۔ اب میں بلا تامل نہایت خوشی سے اپنی بڑی بیماری غلطی کو جو مجھ سے سرزد ہوئی تسلیم کرتا ہوں۔ اور جنرل صاحب کو معلوم ہو جائے گا کہ جس کو صاحب موصوف نے میرا خیالی قاعدہ فرمایا ہے وہی قاعدہ اُن کی رائے کی تائید میں بھی ایک سب سے زیادہ قوی ثبوت ہے۔ بناؤ علیہ اب میری یہ رائے ہے کہ جس قدر مجھے کو میں نے اپنی رپورٹ میں ہندوؤں سے منسوب کیا ہے وہ سب قطب الدین اور التمش کے زمانے کے مسلمانوں سے متعلق بنا چاہیے اور نیز یہ کہ جس کام کو میں نے (مذکور ہی سے) مسلمانوں سے منسوب کیا ہے وہ وحقیقت اُن نفس و نباتات مابعد اور مرتبوں کا نتیجہ ہے جو پہلے اول میں علاء الدین خلجی اور وہلہ دوم میں فیروز شاہ (تغلق) نے کرائی تھیں۔ چنانچہ ان دونوں مرتبوں کے متعلق کتب تواریخ میں صاف لکھا ہے کہ زمانے کے دست برد سے جو نقصان سمارت کو پہنچا تھا (ان دونوں بادشاہوں نے) ایک وسیع پیمانے پر مرمت کرائی۔ وہلہ سوم میں وہ ترمیمیں بلا تصحیح ہیں جو فیروز شاہ کے بعد لازمی طور پر ہر بادشاہ نے اپنے اپنے وقت میں کرائی ہوں گی جن کی تفصیل سے تاریخ ساکت ہے۔ باقی حال ساری کی ساری سمارت بنی تو ہندوؤں ہی کے ہاتھ سے ہے جس کی بدیہی وجہ یہ ہے کہ قطب الدین اور التمش کو جو کاکر میر آئے وہ ہندو ہی تھے۔ میں اس موقع پر جنرل کشنم صاحب کی مہربانی اور اُس تحمل کا جو صاحب موصوف نے مجھے میری غلطی پر متنبہ کرنے میں (برداشت) فرمایا۔ علی الاطلاق اظہار کرتا ہوں۔ غلطی بھی کیسی غلطی کہ جس کی تصحیح محض دلائل (تحریری) سے نہیں ہو سکتی تھی اور اگر ہم دونوں (مل کر) ہر موقع نہ جائے تو غلطی اسی طرح بلا تصحیح رہ جاتی کیوں کہ جنرل صاحب کے کسی استدلال نے میرے دلائل کی واجوبیت کو اور نہ میرے ”خیالی“ قواعد کو جن کے محکوم مسجد کے حصے اور منار میں جنبش نہیں دی۔

میں اپنے آئندہ مضمون میں اپنے اُسی قانون کو اُن عمارات سے منطبق کر کے بتلاؤں گا جن میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہو کہ وہ ہندو کی بنائی ہوئی ہیں۔ مثلاً وسط ہند کے بڑے بڑے عالی شان مندر جس سے ظاہر ہو جائے گا کہ ہندو ماہرین فن عمارت اُس قانون کو خوب جانتے تھے اور یہی میرے استدلال کی جڑ ہے۔ اگرچہ قطب صاحب کی عمارتیں مسلمان بادشاہوں کے حکم سے بنائی گئیں اور انہیں کے صواب وید پر عمارتوں کا ڈول ڈالا گیا لیکن طرز تعمیر خواہ وہ تفصیلی ہو یا جزئی اور نیز نقش و نگار اور آراستگی (کا ڈھنگ) وہ تو سارے کا سارا ہندوؤں ہی کے ہاتھ میں تھا۔

جنرل صاحب کا آخری فیصلہ

یہ بات سب پر ظاہر ہو کہ قطب مینار کے کھنڈوں اور ٹکڑوں کے باہمی فصل ارتقاعی کا تعین کوئی

اتقافی بات تو تھی بلکہ ضروری کہ کوہی حسابی یا اقلیدسی عمل ارتقا پر مبنی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ وہ عمل بالکل سیدھا سا وادھا تھا لیکن پھر بھی ہم اُس کی دریافت سے محض اس وجہ سے قاصر رہے کہ ہر کھنڈ کے فاصلہ درمیانی کی صحیح صحیح ناپ حاصل کرنے میں بڑی دقت ہو۔ اور جو کئی جگہ خالی قواعد کا ذکر آیا ہو اُس سے مراد یہی حسابی اور اقلیدسی گڑبگڑ جس کی رو سے قطب مینار بنائی گئی ہو۔ اگر مینار کی بلندی باارج نہ ہوتی اور ہر کھنڈ کا صحیح ناپ مل جاتا تو ممکن تھا کہ اُس پر سے ریاضی داں لوگ اُن اصول موضوعہ کو معلوم کر سکتے جن پر سے قطب مینار بنائی گئی ہو۔

ادھوری لارٹ

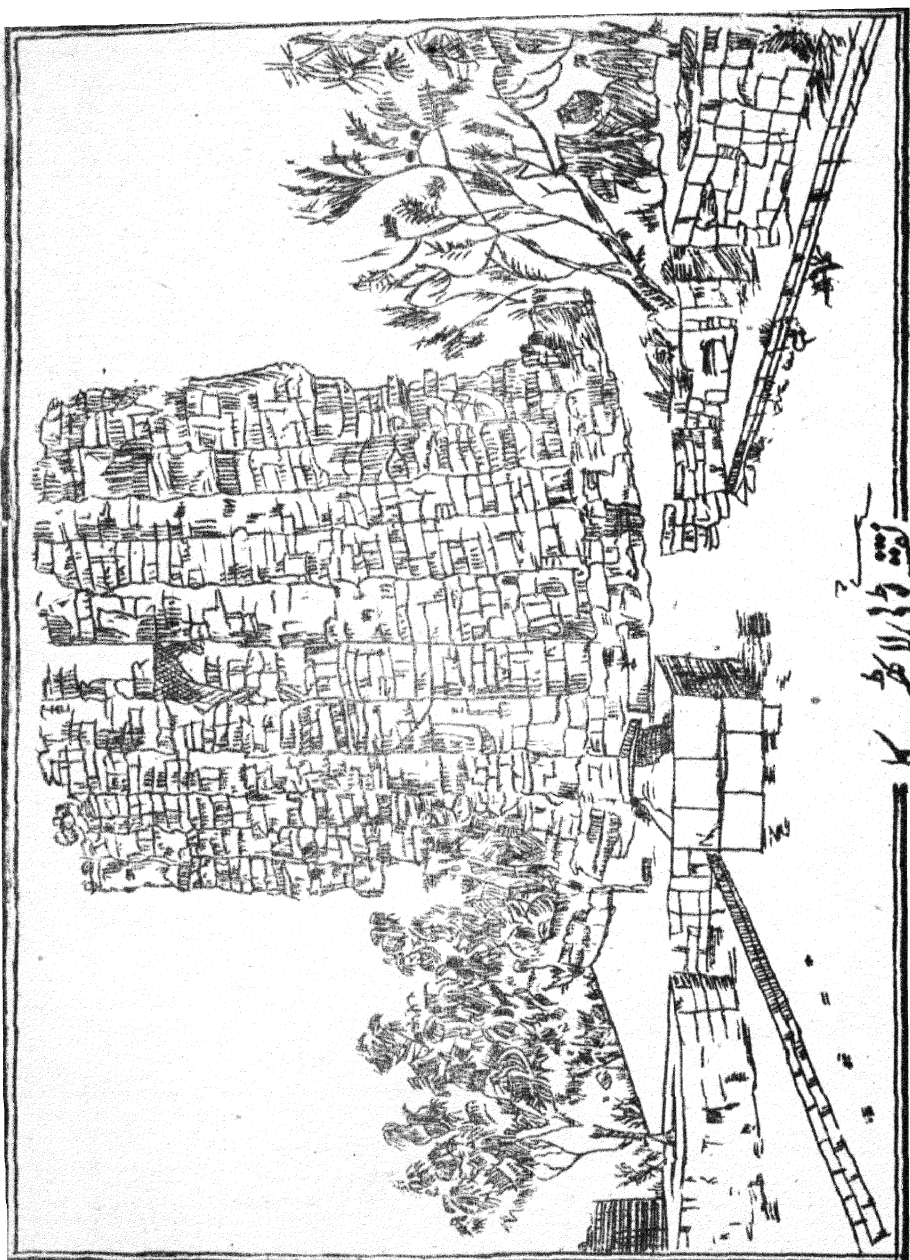
از پی خنجر خورشید شدہ سنگ فشاں

۱۱
۱۱
۱۱

از پی سقف فلک شیشہ رنگ
درتہ اودا شتمہ سنگیں ستوں
گنبد سنگ فلک سنگ یافت
سنگ زرد کی خورشید شدہ است
زور خورشید عیار می نمود

شکل سنارہ چوستو نے ز سنگ
سقف سما کہ کہنی شد نگوں
تا سرش از اوج بگردول شرافت
آن کہ ز در بر سرش افروز شد است
سنگ و می از بس کہ بخورشید سود

تعمیر و ترمیم کا



سب سے سنگین کہ ستر تن سپھر
گرنے خوف شد فلک شیشہ ساز
دین اور اکلاہ افگندہ ماہ
ماہ غمیدہ شب تا سحر
زاں خلد ہر بار کہ درابر داد
شد چو بلند از شرف نفس خویش
بر ملکش سایہ طرف بر طرف
از پل بر رفتن ہفت آسمان
گرد مہر شش کرد موزن چو گشت
موزن سن آسجا کہ اقامت کشید
مسجد جامع زوروں چون بہشت

آمدہ از مہر شدہ ہم ہمہ
از چہ بران سنگ بود شیشہ باز
بلک فنا و شش کہ دیدن کلاہ
کز سر سختتس خلد دار دبہر
برق زجا بست و دیگر جافتاد
ز دہلندی بحق چرخ نیش
تا فلکش پایہ شرف بر شرف
کرد زمین تا بفلک ز دہان
قامتس از سجد عیسیٰ گشت
قامت موزن نتواند رسید
حوص ز یروں شدہ کوثر سرست

(تیسرے حصہ دارالحکومت دہلی)

مسجد قوۃ الاسلام کے متعلق یہ ایک آخری دل چسپ مقام ہو۔ یہ قطب مینار سے کوئی پاؤں میل کے فصل پر ہو۔

حضرت امیر خسرو اس نام تمام مینار کی نسبت لکھتے ہیں کہ ”علاء الدین غلی نے ایک دوسری مینار جامع مسجد کے جوڑ کی بنوائی چاہی جو اس وقت سب سے مشہور مینار تھی اور نشانہ تھا کہ یہ منار اتنی بلند ہو کہ جس سے زیادہ اونچا کرنا نامکن ہو۔ بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ قطب مینار سے اس کا وزو گنا ہو اور اسی مناسبت سے وہ بلند بھی کی جائے (تاریخ ہند مصنفہ النیث صاحب جلد سوم صفحہ ۷۷)

ایک اور مورخ لکھتا ہے کہ افسوس ہو کہ بادشاہ کی زندگی نے وفانہ کی اور وہ اپنا ارادہ پورا نہ کرنے پایا تھا کہ جاں بحق ہو گیا۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں سامان سو برس کا ہو کل کی خبر نہیں

۱۲ بیت المقدس

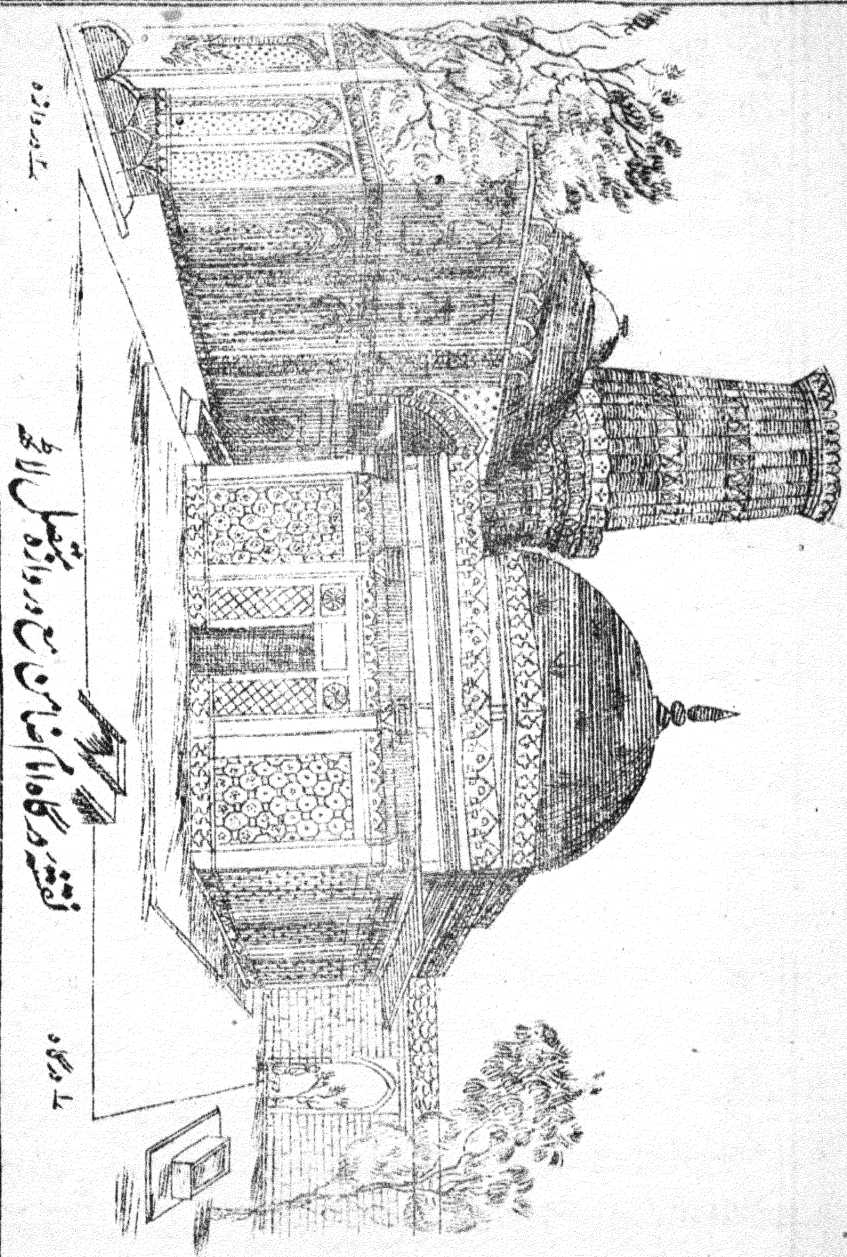
۱۳ موزن ظرف از اذان بمعنی کبترہ کہ موزن بر آں ایستادہ اذان می گوید۔ ۱۳

مینار کی موجودہ حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ بننے بننے رہ گئی۔ جتنی بچی ہو صرف ایک ڈھانچ ہو اس عظیم الشان مینار کا جس پر بہت کچھ صنایعی صرف کی جانے والی تھی۔ ایسی حالت میں اس بات کا اندازہ کرنا فضول ہے کہ اس کا روکار کس قسم کا بنانا مرکوز خاطر تھا۔ موجودہ حالت اس کی یہ ہے کہ پائے میں بتیس ضلعے ہیں جن میں کا ہر ضلع آٹھ فیٹ کا ہے۔ بقول کشنکھ صاحب مینار کی شکل بظاہر ایک بڑے بھاری *solid wheel* (وہ پہیہ جس میں دانے بنے ہوئے ہوں) کی سی ہے۔ اس میں تمام تر سنگ خارا لگا ہوا ہے۔ اس کا چوڑا ۲۲ فٹ مربع اور ۲۲ انچ اونچا ہے۔ کشنکھ صاحب اس کا دور ۲۵۴ فٹ بتلاتے ہیں اور کا سٹیفن صاحب ۲۵۴ فٹ اور فرینکلن صاحب (جنہوں نے اس مینار کو ۱۸۲۲) برس اول دیکھا تھا ۲۵۲ فٹ دور بتلاتے ہیں۔ یہ دونی دیوار کا آثار ۹ فٹ ہو اور کل مینار کرسی سمیت ۸۰ فٹ بلند ہے۔ مینار کا قطر جس کے اطراف چکر دار زینہ بنانا مقصود تھا ۲۸ فٹ ہے اور زینے کی چکڑاں ۹ فٹ ۹ انچ۔ اس مینار کی تعمیر ۱۸۳۱ء میں شروع ہوئی اور علار الدین غلجی کی وفات سے ۱۸۳۱ء میں ملتوی ہو گئی۔

عام حالات

یہ عام حالات اس مشہور مسجد قوت الاسلام کے تھے جسے مسجد آؤنہ اور جامع دہلی بھی کہتے تھے۔ اس مسجد کو قطب الدین ایبکؒ مسندوں کو توڑ کر ان کے مال مسالے سے بنایا تھا۔ مسندوں کو ہاتھیوں سے ڈھویا گیا اور جو پیسہ لوٹ کا ہاتھ لگا سب اس مسجد میں لگایا گیا۔ اس مسجد کے سامنے شمس الدین التمش نے بکراجیت کا بت جسے مہاکال کے مندر سے لایا تھا ایک تختہ منڈل مقام پر رکھا تھا۔ اور اس کے بعد سلطان علار الدین غلجی نے ۱۸۳۱ء میں سو منات کے مندر کی لوٹ کے بعد جو بت وہاں سے لایا تھا اور جس کے لیے ایک ہزار اشرفیاں ملتی تھیں مگر قبول نہ کیں۔ اس بت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسی مسجد کے دروازے کے فرش میں لگا دیا تھا چنانچہ سٹر بگلر کی کھدائی میں

۱۲ یہ لفظ میرا نہیں ہے بلکہ سٹیفن صاحب نے یہی لفظ استعمال کیا ہے۔



نقشه درگاه امامان مع دروازه متصل لایحه

ط ۱۰۱۰۰

ط ۱۰۱۰۰

دوبت سنگ سیاہ کے مسجد کے شمالی دروازے میں گرے ہوئے نکلے تھے
 ۱۲۳۷ء میں پرانی دلی کے ملحدوں نے اس مسجد کو لوٹ ڈالا اور تیمور کے تسلط کے
 ابتدائی دنوں میں ہندو بھاگ کر اسی مسجد میں چھپے تھے۔ تیمور نے اُن کا تعاقب
 مسجد تک کیا۔ اُس زمانے میں دلی کے تین شہر جدا جدا تھے۔ سب کو یکے بعد دیگرے
 دھڑی دھڑی کر کے لوٹا۔ سلطان محمد تغلق کے زمانے (۱۳۲۷-۱۳۵۱ء) میں ابن بطوطہ
 نے اس مسجد کو دیکھا تھا اُس نے لکھا ہے کہ ”اس شہر کا جواب کیا بلحاظ اُس کی
 عظمت اور وسعت کے اور کیا باعتبار حسن و خوبی کے دنیا کے پردے پر نہیں ہے۔“

امام ضامن کا مقبرہ

۹۴۲ھ
 ۱۵۳۷ء

آپ کا نام امام محمد علی اور آپ کا مزار ”سید حسن بامینار“
 کے نام سے مشہور ہے۔ سکندر لودی کے عہد میں
 آپ شہید مقدس سے تشریف لائے تھے۔ آپ کا
 مسجد قوت الاسلام کے متعلق کوئی بڑا عہدہ تھا آپ

اپنی زندگی ہی میں اپنا نہایت خوب صورت منقش گنبد دار مقبرہ ۹۴۲ھ میں بنایا تھا
 اور اُسی میں آپ آسودہ ہیں۔ مقبرہ علانی دروازے سے لگا ہوا کوئی دس گز کے
 فاصلے سے ہے اور اب تک نہایت عمدہ حالت میں زمانے کی دست برد سے محفوظ ہے
 یہ مقبرہ ۲۴ فٹ مربع اور ۴ فٹ اونچا ہے۔ اس مقبرے کے تین طرف سنگ سرخ
 کی جالیاں ہیں۔ جنوبی دیوار میں اندر جانے کا دروازہ ہے جس کی چوکھٹ سنگ مرمر
 کی ہے جس کے دونوں طرف اُسی وضع کی جالیاں ہیں جیسی کہ سامنے واریں۔
 چاروں کونے کے چار ستون ملا کر مقبرے کے بارہ ستون ہیں۔ ان ستونوں کے
 بالائی حصوں اور ٹیٹھک میں نقاشی کا بہت کام ہے۔ بالائی حصے سے محراب کی گولائی
 شروع ہوتی ہے اور ایک چھو گنبد کے چاروں طرف ہے جس سے چار فیٹ چھپت کے
 اطراف ایک نہایت خوش نما اور آراستہ منڈیر ہے۔ گنبد سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے
 مگر اُس کے اوپر پلاستر کر دیا گیا ہے جس پر وقتاً فوقتاً سفیدی ہوتی ہے۔ اگرچہ مقبرے
 کی چھت بہت ہی نیکن خوب صورت اور خوش وضع ہے جو دشمن جاو دیواری پر
 بھٹی ہوئی ہے۔ قبر سنگ مرمر کی (۴ فٹ لمبی۔ ۳ فٹ چوڑی۔ ۱۸-۱۹ انچ اونچی بالکل

سادى سودى ہى۔ قبر كے سراسر ہنسى سنگ سرخ كا ايك طاق دو فٹ اونچا ہى۔ گنبد كے دروازے كى پيشانى پر سنگ مرمر كى ايك بڑى تختى پر بخط نسخ و طغرى چار سطر كا يہ كتبہ ہى جو بہت پچيدہ ہى اور بہ مشكل پڑھا جاتا ہى:-

(پہلى سطر) بسم الله الرحمن الرحيم وظيفہ حمد و دعا نيكہ فجا و راجظير

قدس وساكنان روضہ اش باں قيام نمايند نارخلاوند
كس مقبران درگاه او دنيا و آخرت را فدايے راه او نموده
ونقد جان و دل پيكر اين گل را صرف باركاه او
فرموده و در درود و افروختيات متكاثره بہ مشہل معظم

(دوسرى سطر)

و حظيرہ منور شفيع روز محشر و آل اصحاب طہر و واصل
ومتواصل باد و بحضرت موفى الخيرات و مبشر البريات
توفيق ازلى را رفيع حضرت هلايت قرئت صفت محمد على حسنى مشرب
حسنى نسبت عمدہ سادات عظام خلاصہ اتقيائے كرام
عيسى عالم تجريد موسى كوه عزالت و تفريل المويل من عند الله
الغنى قطب الملة والطريقة سيد حسنى الحسينى گردانيہ
تا اين بقعہ شريف و منزل لطيف را احداث نموده وصيت
فرمود کہ چون

(تيسرى سطر)

مرت ك۔ انديك قيامت پيوند باد لب را بد و بتبشريف
ادخلوها لبسلام آمين مشرف گرديدہ بسوى حظيرہ
قدس و روضہ اش پرواز نمايد مقبرہ فايز الانوار
حضرت اين بقعہ نامدار فرمان بائند التمام هذه البقعة
فى شہور سنہ اربع و اربعين و ثلثمائة -

(چوتھى سطر)

اس مشہور آہنى ستون كو جسے لوہے كى لاٹ کہتے ہيں اس كو
مشرپ نسب راجہ دما و ايك معروف شخص سے منسوب
كرتے ہيں اس كى اصلى حقيقت جى زمانے كى تاريخى ميں نظر

آہنى ستون

يالوہے كى لاٹ

نہیں آتی اور اس کے متعلق ہر روایات بھی ایسی ہی گڈٹھیں جیسے کہ اس بابی کا شخص۔
 عموماً کہا جاتا ہے کہ یہ ستون راجہ انتگ پال اول کا بنایا ہوا ہے جو راجہ پتھور کے مندر
 میں استاودہ کیا گیا تھا۔ جب اس مندر کو توڑا تو ڈاکٹر قطب الدین ایک نے مسجد بنالیا
 تو اس ستون کو جہاں پہلے سے کھڑا تھا وہیں چھوڑ دیا لیکن روایت یا درایت کسی سے
 بھی اس کے باقی یا غرض بنا پر روشنی نہیں پڑتی۔ ڈاکٹر جھاو و اجی کا خیال ہے کہ یہ ستون
 جس پر دہاد کا کتبہ کھدا ہوا ہے اپنی اصلی جگہ پر برقرار نہیں ہے بلکہ وہ کسی وشنو کے
 مندر میں تھا۔ یہ معلوم کرنا بہت مشکل ہے کہ وشنو کا مندر اور وشنو پانڈاری کہاں واقع
 تھے۔ اگرچہ مسجد قوت الاسلام میں اب بھی دسویں اور گیارھویں صدی کے
 جین۔ شیو اور وشنو مندروں کے پتھر لگے ہوئے موجود ہیں مگر اس ستون کے
 اس مقام پر کھڑے کیے جانے کی کوئی معقول وجہ یقینی طور پر معلوم نہیں ہوئی۔ یہ
 ستون مصفا اور بجلی بنائے ہوئے لوہے کا ہے۔ چاندنامی شاعر نے کہا ہے کہ
 راجہ نے سنون کو مانگو اگر کھڑوایا پھر لوہاروں نے اُس کا ایک ستون پانچ ہاتھ
 لمبا بنایا۔ کانٹا اول پر تھی راج ریاسا۔

سر سید اسے ڈھلے ہوئے لوہے کا لکھتے ہیں۔ لیکن اکثر سیاحوں اور دیگر
 اصحاب نے اس ستون کو بیچر سی دھات کا کہا ہے جو پیتل۔ تانبا۔ اور دوسرے
 مرکب اجزاء سے بنا ہے۔ جو کوے مانٹ (Kue-mant) اس
 ستون کو نرم لوہے کا بتلاتا ہے۔ ڈاکٹر مرے اس منجھوں نے جنرل سنگھم کی
 خواہش پر اس کے ایک ٹکڑے کی کیمیائی تجزی کی تھی وہ کہتے ہیں کہ یہ ستون صرف
 نرم لوہے کا نہیں ہے بلکہ یہ مختلف چند دھاتوں سے بنا ہے۔ جو کھڑا جاسکتا ہے اور جس کا
 ثقل مختص Specific gravity ۷.۶ ہے۔ لیکن ڈاکٹر
 جھاو جی کو اصرار ہے کہ اس ستون میں لوہا مطلق نہیں ہے بلکہ یہ مختلف دھاتوں کا
 مرکب ہے۔ اس ستون کی ٹھیک بلندی ۲۳ فٹ۔ ۸ انچ ہے۔ موجودہ چوڑا بننے
 کے پیشتر ۲۲ ۱/۲ فٹ کے قریب اور پتھا اور قریب چودہ انچ کے زمین کے اندر
 کڑا ہوا تھا۔ ستون کی جڑ نے قاعدہ لٹو کی شکل ہے جو چھوٹی چھوٹی آہنی سلاخوں پر
 لگی ہوئی ہے اور ستون کو سینے سے پتھر میں جما دیا گیا ہے۔ ستون کی برہی ناچوٹی

۳۰ فیٹ لمبی ہو اور صاف حصہ ستون کا ۱۵ فیٹ لمبا ہو۔ باقی حصہ بن گھڑا جو جس کے جوڑ بھی اچھی طرح سے پیوست نہیں کیئے گئے۔ ستون کے حصہ اسفل کا قطر ۴۲ ر ۱۶ انچ ہو اور بالائی حصے کا قطر ۵۰ ر ۱۲۔ اس ستون پر لوگوں نے گویاں بھی چلائی ہیں اور دو نشان توپ کے گولوں کے بھی موجود ہیں جو ستون کے پہلو کو چاٹتے ہوئے نقل کیئے ہیں مگر ستون کے درمیانی حصہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اس ستون کے متعلق بہت سی روایات زباں زد خاص و عام ہیں۔ جنرل کشکم نے جو قول کچھ ٹھور ٹھکانے کے تھے سب اکٹھے کر لیئے ہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں یہ ستون انگ پال کا بنوایا ہوا ہے جو بیلان پور کے نام سے مشہور تھا اور تھوڑا خاندان کا بانی تھا۔ راجہ انگ پال سے کسی بزرگ برہمن نے وعدہ کیا تھا کہ اگر یہ کھم اچھی طرح شیش ناگ (جس کے پھنچ ہو نیا ٹکی ہوئی ہے) کے سر پر مضبوط طور پر گاڑ دیا جائے گا تو جس طرح یہ ستون اٹل رہے گا اسی طرح تیری سلطنت بھی ابد قرار رہے گی خیر ستون تو گر گسیا لیکن راجہ کے دل میں کھد بُدی لگ رہی تھی اور اُس کو اس بات کا یقین نہ آیا اور دل میں کہا کہ لاؤ برہمن کی بات کو آزما کر تو دیکھیں چنانچہ اُس نے اس ستون کو اکھڑا دیا تو یہ بات عجیب و غریب دیکھ کر اُس کے ہوش و حواس باختہ ہو گئے کہ ستون کی جڑ ساری خون سے بھری ہوئی تھی کہا یہ تو برہمن کی بات سچ تھی۔ یہ ستون سانپ کے سر پر کڑا ہوا تھا اور یہ خون اُسی کا ہے۔ راجہ گھبرا یا اور کہا کہ جو نہ ہونا تھا سو ہوا خیر اب کسی نہ کسی طرح اسے پھیر چوں کا توں گاڑ دو۔ پھر ہزار کوشش کی مگر ستون کو نہ جمنّا تھا نہ جما۔ زمین میں وہ اچھی طرح نہ پھنسا اور سورخ میں ڈھیلارہا۔ وہ جو سانپ تھا جس کا سر ستون کے بوجھ سے دبا ہوا تھا وہ چلتا ہوا۔

خ اب جا چکا ہے سانپ تو پٹا لکیر کر۔ چنانچہ یہ دو ہا مشہور ہے۔

کلی نوڈھلی جھٹی۔ شمار بھیا ست پین

یعنی ستون تو ہو گیا ڈھیلّا اور تمار خاندان کی مراد پوری ہوئی۔ اسی حکایت کو مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے۔ چاندنامی شاعر نے تو اس پر ایک کتاب ہی لکھ والی جس کا نام ”پر تھی راج روسا در باب کلی وھلی کتھاؤ“ اس نے بھی جھنڈے ہی قصہ لکھا ہے جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں صرف فرق اتنا ہے کہ وہ اس واقعے کو راجہ انگ پال

دوم سے منسوب کرتا ہے۔ ریاست گوالیار کا کھرگ بھاٹ اس واقعہ کا سال ۱۷۷۷ء بتلاتا ہے اور سرسید رائے پتھورہ خاندان ہنود کے آخری راجہ کے زمانے میں اس امر کا وقوع کہتے ہیں۔ سٹر و حیل اس ستون کو پانڈرا جاؤں کا کہتے ہیں۔ بقول چاند اتنگ پال ثانی نے ایک بسا بزرگ بیاس نامی سے اپنے پوتے کی پیدائش کی نیک ساعت دریافت کی۔ اُس نے کہا کہ ”یہ ساعت بہت نیک ہے۔ تمہارے راج کو زوال نہیں جس کی جڑ شیش ناگ کے پھن پر گڑنی ہوئی ہو۔“ لیکن راجہ کو بیاس کی بات کا یقین نہ آیا۔ تب ویاس نے اپنی بات کی تصدیق یوں کرائی کہ ایک لٹے کی سلاخ لی اور اُسے ساٹھ انگل زمین میں یہاں تک دھنسا یا کہ وہ سانپ کے پھن تک جا پہنچی تب اُس نے سلاخ کو نکالا اور راجہ کو دکھلایا کہ لودکچھو اس کا سرا اسی شیش ناگ کے خون سے بھرا ہوا ہے یا نہیں۔ تب بیاس نے راجہ سے کہا کہ تو نے میری بات نہ مانی۔ اب کیا ہو سکتا ہے۔ تیرا راج اس سلاخ کی طرح ڈمگ لگ گیا ہے یعنی ستر لزل ہو گیا اور یہ دوا کہا:۔

بیاس جگ جوتیوں بولایہ باتیں مئے والی میں

شمار تب چوہاں اور تھورے دنوں میں ترک

کلکتہ جنرل میں ایک شخص نے جو تہا اسی برس ہونے آئے کہ دلی گیا تھا ایک مضمون لکھا تھا کہ مقامی لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ ستون کے برباد کرنے کی دو مرتبہ کوشش کی گئی۔ نادر شاہ کا حکم نادر علی اس کو کھود کر پھینک دیئے کا ہوا۔ لیکن فرد در کام نہ کر سکے۔ سانپ نے اپنا پھن ہلانا شروع کیا جس کی وجہ سے ایک سخت زلزلہ بھی آیا۔ دوسرے دن میں مرہٹوں نے اس پر ایک بھاری توپ لگا دی لیکن اُس سے بھی کچھ نہ ہو سکا سوائے اس کے کہ گولے کا تو ایک نشان پڑ گیا۔ یہ لوہے کی لاٹ بناوٹ کے لحاظ سے تو کوئی عجیب و غریب یا قابلِ قدر چیز نہیں ہے۔ اس پر کا کتبہ از قابلِ قدروں ہے۔ اُن کتبوں میں سے جو اس پر کھدے ہوئے ہیں یہ بات تعجب کی ہے کہ جو کتبہ سب سے پرانا ہے وہی سب سے زیادہ صاف اور واضح ہے۔ بعض لوگ اس کتبہ کچھٹی عیسوی

۱۷۷۷ء اصل نہیں ہے بلکہ ترجمہ ہے۔ ۱۲

صدی کا کہتے ہیں۔ ۱۷۵۰ء میں کپتان آرچر۔ لارڈ کامبر میر کے ساتھ مالک مغربی و شمالی کے دورے کو آئے تھے تو انھوں نے اس کتبے کو دیکھ کے کہا کہ وہ ایسے قدیم خط میں ہو کہ اسے کوئی پڑھ ہی نہیں سکتا۔ ۱۷۵۵ء میں لفٹنٹ ولیم الیٹ نے بشپ کالج کے ڈاکٹر ٹیلر کے لیے اس کتبے کا چربہ اتارا تھا لیکن وہ کچھ ایسا نہ دھنگا اُتر کہ ایک لفظ بھی پڑھانہ گیا۔ چار برس بعد کرنل برٹ Col. B. Dumas نے جو بنگال کے ایک انجینئر تھے انھوں نے البتہ اس بارے میں کچھ کامیابی حاصل کی اور ہمارے سب سے بڑے ماہر فن آثار قدیمہ مسٹر جیمس پرنسپ James Prinsep نے اصلی کتبے کو من و عن آثار اور زمانہ حال کی موجودہ ناگری اور انگریزی میں ترجمہ کر کے بنگال ایشیاٹک سوسائٹی جنرل میں چھپوا دیا۔ لیکن مسٹر پرنسپ کے ترجمے پر بھی کے مشہور اور نامور ڈاکٹر بھائو داہی نے بڑی حرف گیری کی جو ۱۳ اپریل ۱۸۳۷ء کو اسی سوسائٹی میں ایک بڑا فاضلانہ مضمون پڑھا۔ اس کتبے کا خط قدیم زمانے کی ناگری جو ۱۸۳۷ء کا زمانہ پرنسپ اور جنرل کنگھم صاحبان قیسری یا چوتھی صدی قرار دیتے ہیں مگر مسٹر ڈاکٹر بھائو داہی نے طرز تحریر کے لحاظ سے اس کو اس سے بھی زیادہ پرانا خیال کر سکتے ہیں۔ جنرل صاحب اس تحریر کو گپتا کے زمانے کے خط تحریر کے مائل بتلاتے ہیں لیکن ڈاکٹر بھائو داہی جن کی رائے سے دلی کے علمائے سنسکرت متفق ہیں اس کو گپتا کے زمانے کے بعد کی تحریر قرار دیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ لفظوں کے اور اترے دیئے کا رواج گپتاؤں کے زمانے کے بعد دیکھا گیا ہے۔ اس کتبے کی رو سے کتابت مان کھاڑی کے اُن دو کتابت سے زیادہ ملتی جلتی ہو جو ملک بہار کے دو پہاڑی غاروں پر ہیں یعنی اننتا درم کے غار جونا گرونا اور بارا بار میں ہیں۔ مسٹیفی صاحب طرز کتابت اور لٹسٹ الفاظ کے لحاظ سے اس کتبے کو عیسوی پانچویں صدی سے آٹھویں صدی کے شروع کا قرار دیتے ہیں۔ پنڈت بانکر لال صاحب دہلوی بھی ایک بڑی اتھارٹیٹی (مستند) ہیں انھوں نے بھی اس سنوں کی بابت یہی لکھا ہو جو ہم لکھ آئے۔ انھوں نے جو کچھ مزید روشنی ڈالی ہو اُس کو ہم ناظرین کے ملاحظے کے لیے لکھ دیتے ہیں کہ گوش زوہ اثر سے وارد۔ یہ سنوں لال بھائی راج کے اجازت کے بیچوں بیچ میں اکیلا کھڑا اپنی عظمت اور شان و شوکت دکھا رہا ہو۔ اُس کے کتبے کا

عجیب و غریب خط اس کی اس نے شمار قدامت کو بتلانا ہی جو اس کے بانی راجہ چندر گپت
پسر راجہ سمد راگپت و پسر راجہ کمار گپت کے زمانے کو گزرا۔ چندر گپت ایک بڑا جری آدم
ایک بڑے خاندان کا شخص تھا۔ ہندوستان اور دوسرے راجہ اس کے تابع فرمان
تھے اور وہی سب کا سردھرا تھا۔ راجہ وشنو کا پیر و تھا اس نے پانچویں صدی کے
امائل میں یہ ستون سری وشنو کا جھنڈا چڑھا لئے کو لوہے کا ڈھلوا یا و باوجود اس قدر
زمانہ مدید گزرنے کے موسمی اثرات سے محفوظ اور جوں کا توں کھڑا ہے اس کا بڑا بھاری
وزن اس کی گولائی اور موزونیت۔ اس کے یہاں لانے اور کھڑے کر سنے کی زحمت اور
وہ شینیں جن کے ذریعے سے اتنی بھاری لاٹ یہاں کھڑی کر دی گئی انسان کو تعجب
اور محویت پہنچتی ہے۔ کتبے میں بانی کا نام ”چندرا“ ہی جس کا چہرہ چاندنی طرح چمکتا تھا
۔ چندرا سے مراد چندر گپت ثانی ہے۔ یہ بات ہم اس وجہ سے کہتے ہیں

کہ اس کتبے کی طرف کتابت بالکل اس راجہ کے عہد کی تحریر سے ملتی جلتی ہے۔ دوسری
بات یہ ہے کہ چندر گپت ثانی ہی وشنو کا بڑا بیٹا جری تھا اور یہ لاٹ بھی وشنو کے مندر کی ہے۔
چندر کے ساتھ گپت کا لفظ مضن نظم کی رعایت سے چھوڑ دیا گیا ہے جیسے رام چندر کو
رام اور جھیم سین کو جھیم بطور اختصار کہہ دیا کرتے ہیں۔ کتبے میں لکھا ہے کہ یہ ستون وشنو بڑا
کے پیار پر لگا دیا گیا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جہاں اب یہ ستون لگا ہوا ہے اسی کا نام

لکھنا خاندان کا زمانہ ۵۰۵ء - ۳۲۰ء تک رہا ہے۔ چندر گپت اول ۳۲۰ء اور سمد راگپت ۳۳۰ء
اور چندر گپت ثانی جس کو بکرماجیت بھی کہتے تھے اور جس نے مالوہ اور اجین کو فتح کیا تھا اور سمت
جو چلا ہے وہ بھی اسی کا ہے اس نے ۲۹۵ء - ۲۷۲ء تک راج کیا اور ۳۳۰ء میں اس کا بیٹا کمار گپت اپنے
باپ کی جگہ بانشین ہوا۔ عام طور پر جو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سمت بکرماجیت ۲۷۲ء ق۔ م کسی راجہ سے جو
بکرماجیت یا راجہ بکرماجین کا تھا متعلق ہے یہ بات غلط ہے اس زمانے میں اس نام کا کوئی راجہ ہی نہ تھا
اس میں شک نہیں کہ سب سے پہلے مالوے میں اس سمت نے راج پایا اور غالباً اجین کے غور میں کا
نچا لہا ہے چنانچہ پہلے اس کا نام مالوہ سمت تھا۔ ”دکرم کمال کی اصطلاح سے جو بعد میں رواج پایا وہ بکرماجیت
کے نام کے کئی راجہ گزرے ہیں ان میں سے کسی ایک سے متعلق ہوگا جو سمت کا بیٹا سمجھا جاتا ہے لیکن وہ اصل چندر گپت دوم تھا
تھاجس نے ۲۹۰ء میں اجین کو فتح کیا تھا اور اسی وقت سمت گپتا اور سکے کے نام بدل کر ولجھی اور ساہیوں علی المرتضیٰ نے
(تاریخ ہند، مصنف و سنہ ۸۰ و ۸۶ء ق۔ م) (۲) برہمچاریہ

و سنم پاڑا تھا۔ دوسرے لوگ ناقل ہیں کہ نہیں یہ ستون ستھر سے لایا گیا ہے۔ پنڈت جی ایک تیسری بات کہتے ہیں کہ ان کی رائی میں گیا کی ایک بڑی تیرھ گاہ سے لایا گیا تھا کیونکہ وہاں وشنو پاڑے کے نام کا ایک پہاڑ الی یو منا ہذا موجود ہے۔ بڑی خرابی یہ آن پڑی ہے کہ کہتے ہیں کوئی سن ہی نہیں تو ساری باتیں محض قیاسی ہی ٹھیکتی ہیں۔ اب جو کچھ بھی کہنا سنا ہو اس کا دار مدار طرز کتابت پر ہو اور اسی پر سے چند رگت ثانی پر بات آن ٹھیکری میں کل زمانہ سمت بکرماجیت (۷۰ء) ہوتا ہو۔ اور اس کہتے سے ہی پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ لاٹ تو چند رگت نے بنوا کر کھڑی کرائی لیکن یہ کتبہ اس کی وفات کے بعد غالباً اس کے بیٹے کمار گپت نے کندہ کرایا۔ کتبے کی پہلی سطر کا خط دوسری سطروں سے بہت خفی ہے۔ اس

نقطہ صفر کر گشتہ

۱۷ اس آہنی ستون کو کہیں اور سے لاکر سطح زمین پر کھڑا کر دینا بلا نا ان غیر معمولی واقعات کے جو دوسری جگہ ہو چکے ہیں مجھ کو تو کچھ بھی تعجب نہیں معلوم دیتا۔ بیجا پور کی مشہور توپ ”ملک میدان“ جس کے زمانے میں آدمی ٹھیک کر کڑی ہانڈھ لیتا ہے اور جس کا وزن پانچ سو سو چار سو پچاس ^{۹۹۹}/_{۱۰۰۰} میں بنی احمد نگر میں ان سے پر نیڈے کو لائی گئی جو (۵۰) میل کا فاصلہ ہے اور برج پر چڑھائی گئی خیر یہاں تک بھی غیبت تھا۔ اس زمانے میں نہ پختہ ٹھیکیں تھیں نہ پل تھے اتنی بڑی بھاری توپ کو لنگھنے کی طرح اڑائے اڑائے پھرے ۱۷۳۲ء میں سوزیل کی مسافت ہو کر کے بیجا پور لائی گئی اور وہاں کے سب سے اونچے شہرہ برج ۵۰ اصفیہ ^{۱۷۳۲}/_{۱۰۰۰} کو چڑھائی گئی ہم کو حدیث ہے کہ اس زمانے میں جرٹشیا کے آلے تھے نہ بڑے بڑے کرین تو اتنی بھاری توپ سیکڑوں کو س کچھ رسوں ندی نالوں میں احمد نگر سے پر نیڈہ اور پر نیڈہ سے بیجا پور اور بیجا پور سے مشہور جنگ تالی کوٹہ میں ^{۱۷۳۵}/_{۱۰۰۰} میں بڑے بڑے دور یا بیہما اور کشنا عبور کر کے کیسے گئی ہوگی اور پھر کس وقت سے بیجا پور واپس لائی گئی ہوگی۔ قلعہ پر نیڈہ کے عالی شان برج پر اس کا چڑھانا اور اتارنا اور نیزہ بیجا پور کے اس برج پر جو سب سے بلند ہے چڑھانا اتارنا اور پھر چڑھانا و تحقیقت انھیں لوگوں کی ہمت اور حوصلے کا اقتدار تھا۔ اسی طرح قلعہ راجپور کی فصیل میں ایک بڑا بھاری پتھر ۴۵ فٹ ۵ انچ لمبا اور تین فٹ چوڑا جو ^{۱۷۹۹}/_{۱۰۰۰} میں چڑھایا گیا کیوں کر چڑھا ہوگا۔ دور کیوں جائے خود دی میں فیروز شاہ کے کوٹلے میں پتھر کی ایسی بھاری لاٹ اتنی دور موضع نہیرے سے جو (۱۲۵) میل کا فاصلہ ہے۔ کیوں کر لائی گئی ہوگی اور اتنی اونچان پر ^{۱۷۹۹}/_{۱۰۰۰} میں کیسے کھڑی کی گئی ہوگی اور ٹوٹی کیوں نہیں ۱۳

کتبے کا چربہ پہلے پہل مسٹرٹ نے اپنی کتاب اکس کرژن (Excursions) میں دیا ہے جو اب دستیاب نہیں ہوتی۔ سر سید نے آثار الصنادید کے پہلے ایڈیشن بہ طبعہ ۱۲۶۰ھ میں بھی اس کی نقل اور ترجمہ دیا ہے۔ پڈٹ ہائیکے راجی صاحب دہلوی نے بھی ایک ترجمہ کیا ہے جو لاٹ کے سامنے والی دیوار میں سنگ مرمر کی تختیوں پر ناگری۔ اردو۔ انگریزی زبانوں میں الگ الگ لکھا دیا گیا ہے۔ کارل سمیٹھن صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۹ پر یہ چربہ دیا ہے۔ اور صفحہ ۲۰ پر پرنسپ صاحب کا ترجمہ اور صفحہ ۲۱ پر ڈاکٹر جاجی کا ترجمہ۔ چربہ میں نے اس واسطے نہیں اُتر دیا کہ بے کار ہے۔ پڑھ کون سکے گا ناگری خط میں اُس کی نقل ناگری داں پڑھ لیں گے وہ یہ ہے۔ ناظرین سب ترجمے دیکھ لیں گے اور اپنی جگہ فیصلہ کریں کہ کونسا ترجمہ دل لگتا ہے۔

यस्योद्वर्तयतः प्रतीप मुरसा शत्रनसमे त्यागता । न्वङ्गण

کتبہ زبان سنسکرت

हववर्तिनेभिलिखिता खड्गेन कीर्तिभुजे । १। तीर्त्वा सप्त

मुरवानियेन समरे सिन्धोर्जिता बाल्हिका । यस्याद्याप्यधि वास्यते जलनिधि
वोर्योनिलैर्हृक्षिराणा । २। खिन्नस्येव विस्त्रज्यगां नरपतेर्गमाश्रितस्यतरां ।
मूर्त्यो कर्मजितावनीगतवतः कीर्त्यो स्थितस्य क्षितौ । ३। शान्तस्येव महा
वने हुतभुजो यस्य प्रतापो महाज्ञाद्याप्युत्स्रजति प्रणा शितीरपोर्यत्नस्य
शेषः क्षितिम् । ४। प्राप्तेन खभु जार्जितञ्ज सुचिरं चैकाधिराज्यं क्षितौ
चन्द्राव्हेन समग्रचन्द्र सदृशीं वक्त्राश्रियं भ्रता । ५। तेनायं प्रणि
धाय भूमिपतिना भावेन विष्णौ मतिं । प्रांशुर्विष्णुपदे गिरौ भग
वतो विष्णोर्ध्वजः स्थापितः ॥ ६ ॥



سر سید کا اردو ترجمہ

(۱) اُس شخص نے کہ جس نے یہ خبر سنی کہ میرے دشمن ابھی سپاہ اور رفیقوں کے ساتھ مجھ سے لڑائی اور مورچے بندی کی تیاری کرتے ہیں ایک آلہ شہرت کا کھدوایا جس طرح کُاس کی تلوار اعضائے دشمنوں پر جو شخص کہ مالک سات سلطنت کا تھا اُس نے دریائے سندھ سے عبور کر کے سندھیوں کی قوم و بلیکار کو دہلیا اُس کی باقاعدہ فوج اور گھاتیں جو بطرف جنوب اُس دریائے تھیں اس زمانے میں بھی پاکیزگی کے ساتھ یاد ہیں۔

(۲) جس طرح کہ شیر ایک شکار چھوڑ کر دوسرا شکار پکڑتا ہے اسی طرح اُس نے اس دنیا کو چھوڑ کر اُس عالم پر قبضہ کیا یعنی مرگیا مگر اُس کی ناموری اب تک بھی زمیں پر سب اُس کے پہلے کاموں کی شہرت کے اگرچہ وہ اب مر گیا ہے لیکن اُس کے ہتھیار کرنے کی طاقت جو دشمنوں کا تباہ کرنے والا تھا اب تک عالم میں باقی ہے۔

(۳) اُس شخص نے جس نے بوسیہ اپنی تلوار کی مدد تک زمین کی بادشاہت کی اہم نے اپنے میں سورج اور چاند کی خاصیتیں اکٹھی کی تھیں اور اُس کے چہرے کی خوب صورتی مثل کوہِ چاند کے تھی اسی راجا دہاوا کا جس نے اپنا سر جھکایا پاؤں دشمنوں میں اور لگایا اپنا دل اسی دشمنوں پر تھا یہ اونچا ہتھیار یعنی لائحہ وشنوں کے نام پر جو قابلِ پرستش کے بنایا ہوا دہاوا کا ڈاکٹر پرنسپ کے انگریزی پہلا سلوک۔ اُس نے جس نے اپنے دشمنوں کی ترسجے کی اردو اُن کی خدقوں میں جنگی تیاریاں سن کر اپنی ہیرہ۔

ترجمے کی مشکلات اربابِ نظر پر محض نہیں۔ ترجمے میں اصلی زبان کا لطف قائم رکھنا بڑا مشکل ہے۔ اور یہ تو ترجمہ در ترجمہ ہوا۔ پرنسپ صاحب اور بھاؤ داس صاحب نے اصلی زبان سے انگریزی میں ترجمہ کیا اور پھر دونوں اپنی اپنی جگہ صحت کے دعویٰ دار اور پھر ایک دوسرے پر معترض اور مطلب میں آسمان زمین کا فرق اور میں بے چارہ جو کسی شمارِ قطار میں نہیں

انگریزی سے اردو میں ترجمہ کر رہا ہوں
میری شرم خدا ہی کے ہاتھ ہے۔ اصل زبان
سے میں نا بلد خدا جانے کیا کیا ہو جا بہر حال
میں تو یہی کوشش کی ہو کہ انگریزی سے اردو میں کوئی نقص نہ ہو

سپاہ اور معاہدین کے ساتھ ایک شہرت کی یادگار (یا بازو) اپنی تلوار سے
 اُن کے بازوؤں پر منقوش کر دیا وہ جو مالک سات استفادوں کا مالک
 تھا (اسی طرح جیسے کہ گورنمنٹ کے سات بازو ہوتے ہیں) (دریائے
 سندھ) [۱]۔ کو عبور کر کے سندھ کے واپلیکون کو ایسا مطیع کر لیا کہ تباہی سنا ہذا
 بھی اُس کی آراستہ افواج اور حفاظت کا اُس جانب جنوب (دریائے) کی بھی وہ
 مقدسہ تعظیم کرتے ہیں۔

دوسرا سلوک وہ جس نے جس طرح کہ شیر ایک جانور کو دبوچتا ہے اور دوسرے
 کو چھوڑتا ہے اس دنیا کو چھوڑنے کے بعد اُس دنیا میں اپنی جگہ پیدا کر لی۔ جس کا
 ذاتی وجود اب تک پردہ دنیا پر بوجہ اُس کے کاربائے (سابقہ) کے اب تک
 باقی ہے جس کی قوت بازو اب بھی اگرچہ (کہ وہ) اب آرام میں ہے۔ (موتی)
 اور اُس کی جبروت کا کچھ حصہ جو دشمنوں کا بیج کن تھا اب بھی دین سے
 ملحق ہے۔

تیسرا سلوک۔ اُس نے جس نے اپنی قوت بازو سے غیر منقسم سلطنت ارضی
 پر مدتوں حکمرانی کی ہے وہ (جس میں اوصاف مجتمع تھے) اچانک اور سورج
 کے جو دو دھوپیں رات کی طرح حسین تھا۔ اسی راجہ دہاواسے جس نے اپنا
 سر و شنو کے قدموں پر جھکا دیا تھا اور اپنی لو اُس سے لگا دی تھی۔ یہیت
 بلند بازو (ستون) واجب التعظیم و شنو کا بنوایا۔

وہ جس کے دست قدرت پر شان و عظمت
 تلوار (کی نوک) سے منقوش ہے جب اُس نے
 علی التواتر اپنے مجتہد دشمنوں کے میدان
 جنگ میں (بمقام ونگاس (بنگال)؟) منہ

ڈاکٹر بھاجو واجی کے
 انگریزی ترجمے کی اردو

پھر دیکھئے۔ جس نے سندھ کے سات دہانوں کو عبور کر کے بالٹیکوں کو برباد
 (فٹ برصغیر آئندہ)

میں مفتوح کیا جس کی شہادت کی خوشبو سے نسیم اب تک جنوبی سمندر میں اڑتی ہوتی ہے جس نے دنیا سے (دنی) کو من و ہر سنج (دالم) میں چھوڑ کر دوسرے عالم میں (عرش بریں) پر چلا گیا جو دار البر کو جسمانی شکل میں چلا گیا لیکن اُس کی شہرت اس دین پر بدستور باقی ہے۔ جس نے اپنے بچے کچھ دشمنوں کو فدا کر دیا جس کی بہادری سنل جنگل کی ایک بڑی بھڑکتی ہوئی آگ کے تھی۔ (اُس کی بہادری) زمین سے نہیں چلی (سٹ لگئی) اور وہ جس نے اپنے قوت بازو سے اس دنیا کی ایک لاشانی سلطنت مدت بائے دراز تک کی۔ جس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ اس خداوند دنیا کا نام ”چندرا“ تھا جس نے دشمنوں سے عنایت رکھنے کی وجہ سے اپنے دل کو مطمئن کر لیا تھا (یہی اصل تھا) یہ جھنڈے کا کلمہ جھگو ان شوکا شنو پا ڈاگری (دشمنوں کے نقش قدم کا پیٹھ) تعمیر و اس بنا کیا۔ ڈاکٹر بھاؤ داجی کہتے ہیں کہ میں نے جو کتبے کی نقل کی ہے اُس کی ہر سطر دستِ بھابھ کی نقل ہے مختلف ہے جو انھوں نے جنرل ٹیٹھالی پٹی - جس کو انھوں نے ”دباونا“ پڑھا ہے وہ دراصل ”بھاونا“ اسی طرح ”دھواج“ ”بھواج“ صحیح - اور اسی طرح جسے ”چندرا رکنا“ پڑھا ہے وہ ”چندرا دھنا“ ہے - یہ غلطی اس وجہ سے ہوئی ہے کہ حرف ”دھا“ پر ایک بھانٹا درمیان سے بائیں طرف لگا دینے سے ”دھا“ ہو جاتا ہے۔ دبا و اس سے کسی راجہ کا نام ہی نہیں ہے جس کو اس سون کا بانی سمجھا گیا ہے بلکہ اس کا بانی چندرا راجہ ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں ہے جو زوار راجاؤں کے خاندان میں سے تھا جس کے سکے کا نوکر جنرل صاحب نے بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے جنرل نمبر ۳۰ بابت ۱۶۶۵ء میں کیا ہے۔ سکوں میں جن کی تحقیقات کی گئی ہے ایک سکے پر چندرا کا نام

۱۵ کیا ہے بالیک ستر ستر کے ”ساہ“ خاندان کے راجہ تھے؟ جو یقیناً ستر ستر میں دریائے سندھ کے کنارے رہتے تھے اور جو ستر ستر یا ستر ستر کے گائے دیکھو
دائل ایشیاٹک سوسائٹی جنرل جلد ششم صفحہ ۲۸) ابھی یہ بات متحقق نہیں ہے لیکن اگر پائیدار تصدیق کو پہنچ جائے تو یہ گتھی بھی کھل جائے - ۱۲

موجود ہے۔ لیکن جنرل صاحب اس چندرا کو کوئی اور راجہ چندرا گپت خیال کرتے ہیں جو زبان مابعد میں ہوا ہے۔ مگر چندر گپتا خاندان کے کسی راجہ کا رسکہ اُس کے سے جس پر ہم بحث کر رہے ہیں ملتا جلتا نہیں ہے۔ علاوہ انہیں کے سے پر لفظ "چندرا" ہی تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اُس میں گپتا کے لفظ کا بھی انضمام کیا جائے۔ سرسید اس ستون کو تیسری صدی عیسوی سے بھی پہلے کا بتلاتے ہیں۔ کتبے کی نسبت اُن کا خیال ہے کہ اس میں سمت نہیں ہے اس وجہ سے وہ شش ق م سے بھی زیادہ پرانا ہے کیوں کہ بکرا جیتی سمت کا راج اُس وقت سے قرار پا چکا تھا۔ سرسید کی راجہ میں ستون کا بانی راجہ مدھاوا تھا جو بدھ شٹر کی اولاد میں تھا اور جس نے شش ق م میں حکم رانی کی تھی کار سٹھن صاحب کی راجہ میں ڈاکٹر بھاؤراجی ایک بڑے ماہر علم السنہ کے ہیں اُن کی راجہ زیادہ بھروسے کے قابل ہے کہ کتبے کی روشن تحریر گپتا راجاؤں کے مابعد کے زمانے کی ہے اور دہلی کے تمام ذہنی علم اہل ہنود اور سسٹر ایڈورڈ ٹامس کا بھی اسی طرف رجحان ہے۔

اس ستون پر اس بڑے کتبے کے سوا اور بھی چھوٹے موٹے کتبے کثرت سے ہیں جن میں سے کوئی بھی وقیع نہیں پھر بھی ہم لکھ دیتے ہیں۔ آنگ پال دوم "منوت دینا" ۱۱۰۹ انگ پال بھائی" یعنی سمت ۹۰۰ء میں انگ پال نے ولی کو آباد کیا۔ دو کتبے جو بان راجہ چتر سٹھا کے ہیں جو راجہ پتھوراکا خاندان کا تھا۔ یہ دونوں سم ۱۲۳۹ء کے ہیں۔ خود راجہ پتھوراکا خاندان سم ۱۱۰۹ء کا ہے۔ اب حال کا ایک کتبہ چھ سٹری بخط ناگری سم ۱۶۶۱ء بندید راجہ چندری کا ہے جس کے نیچے دو فارسی کے کتبے ۹۰۰-۱۱۰۰ء کے ہیں یہ صرف اُن لوگوں کے نام ہیں جو اس ستون کو دیکھنے آئے تھے۔ لوگوں کی مادت ہے کہ ایسے مقامات پر خواہ مخواہ اپنا نام لکھ کر اپنا دل خوش کر لینے میں اور نہیں بچتے کہ زمانہ ایسا سٹا سٹا ہے کہ آج بڑے بڑے راجاؤں اور بادشاہوں کا پتہ نہیں چلنا بیسیوں گنبد لکھو لکھا روپیے کی لاگت کے کھڑے ہیں لیکن کوئی یہ بھی

نہیں جانتا کہ کس کے ہیں۔ ماوشما کس شمار و قطار میں وہ تو یہ کہو کہ لوہے پر
 نام باسانی کھد نہیں سکتا ورنہ ساری لاٹ پر آج نام ہی نام نظر آتے ۵
 کسی کا کندہ نیچنے پہ نام ہوتا ہے کسی کی عمر کا لبریز جام ہوتا ہے
 عجب سرا ہر یہ دنیا کہ جس میں اٹھ پیر کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

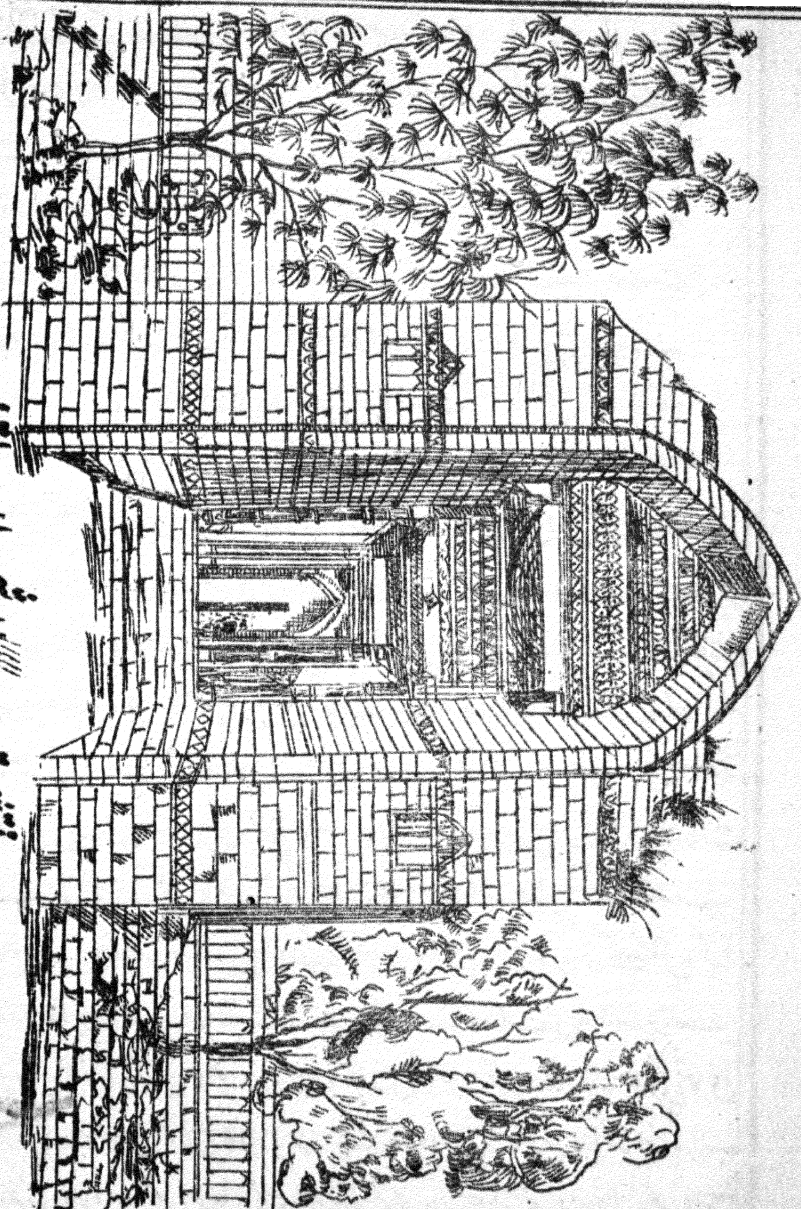
ترجمہ پنڈت

بانکے راجہ راجا دہلی

(وہ راجہ) جس کے بازو پر تلوار نے
 ناموری نقش کر دی جب کہ ملک ونگ
 (بنگال) کی لڑائی میں اُس نے (اپنی)
 سینہ زوری سے اُن دشمنوں کو

تباہ کیا جو جمع ہو کر اُس کے مقابلے کو آئے تھے۔ جس نے سندھ
 کے سات دہانوں کو عبور کر کے قوم و ملک پر فتح پائی۔ جس کی شہادت
 کی نسیم سے بحر جنوبی آج تک بہک رہا ہے۔ جس مالک امم نے افسر وہ
 غاصب سا ہو کر دنیا کو چھوڑ سفر آخرت اختیار کیا اور شخص خود اُس
 (عالم ہشت) کو سدھارا جس کو اُس نے اپنے اعمال سے ماحصل کیا تھا
 (مگر) ناموری کے سبب اس عالم میں باقی ہے جس کی اعدائے
 طاقت کا اثر ایک بڑے جنگل کی جلی بھی آگ کی بڑی تیز حرارت کے
 مانند اب تک زمین پر سے زائل نہیں ہوا۔ جس نے اپنے بازو
 سے ماحصل کی ہوئی شہنشاہی کو مدقوں قائم رکھا۔ جس کا نام چندر
 (اور) جس کے چہرے کا حسن پورے چاند کی مانند ہے۔ اسی روئے
 زمین کے مالک (ہمارا راجہ) نے جو دشمنوں کا بڑا بھگت تھا۔
 دشمنوں کے گوان کا یہ بلند نشان دشمنوں پر پڑی پر نصب کیا۔
 (چوتھی صدی) اسے ڈی شری شیت پنڈت وشنویشور ناتھ جی
 کے سبب شریمنست پنڈت بانکے راجہ نے گوبند جی نے اس
 اٹ کے نشید لکھا ہے کہ یہ اردو ترجمہ اس لکھنؤ کے مہندری غلط ہے

نقشه مقبره سلطان شمس الدین امیرش



سلطان شمس الدین التمش

کی قبر ۳۳-۶۰۷ھ ۳۵-۱۳۱۰ء

چنین ست آئین باغ جہاں گئے نوبہارست گاہے فزاں
بہار یکہ خند و لبش درخشاں خورشید فیض دل بر دہن
اگر صبح را جلوہ ہائے نکست بلائے غم شام و نبال اوست
نہ دانی کشش از چہ روشطرت دم صبح با تیغ کیں بر سرست

اگر قلعہ داری ز فولاد سخت
چو زیر نگیخت بود ملک جسم
بروزیکہ فوج اجل سرکش
بجارت نیاید از ان تلج و تخت
غم و شادمانی نمائند و لیک
جزائے عمل ماند و نام نیک

کرم پائے دار و نہ دیہیم و تخت
بدہ گز تو این ماند از نیک بخت

خاندان غلامان دہلی کے سب سے بڑے اور نامور بادشاہ شمس الدین التمش نے ۶۰۷ شعبان ۶۳۳ھ کو انتقال کیا جو سجد قوت الاسلام کے باہر شمال و مغربی کوٹے میں آسودہ ہو کر سرسید لکھتے ہیں کہ یہ مقبرہ سلطانہ رضیہ کا بنوایا ہوا ہے مگر اس کا کوئی وثیقہ نہیں مل سکا۔ اس کے برعکس خود بادشاہ ہی نے اپنی حیات اپنا مقبرہ بنوانا لکھتے ہیں۔ کیوں کہ مسجد کے اُس حصے کی جو اس بادشاہ نے بنوایا تھا یہ ہو بہو نقل ہے علاوہ بریں سلطان التمش کے ہاشمیوں کی مدت سلطنت ایسی کونسی لمبی جوڑی اور خالی از تردد و افکارات تھی کہ وہ اتنے بڑے بھاری اور مشکل کام کو اتنا زحمت و کسر کر سکتے۔ جنرل کننگھم صاحب نے گواس بارے میں کوئی صاف و صریح رائے نہیں دی مگر یہ وہ ضرور کہتے ہیں کہ مسجد اور مقبرہ بنے دونوں ساتھ ہی ساتھ تھے۔ اس مقبرے کا ایک ہی کمرہ اندر سے ۲۹ مربع فٹ۔ دیواروں کا آثار تہہ پہا کا ہر اور موجودہ بلندی ۲۷۔ مقبرے کے مشرقی شمالی جنوبی من رخ پر دروازے شمال رخ کا دروازہ پہلے پتھروں سے چن دیا گیا تھا مگر اب صاف کر دیا گیا۔ مغربی دیوار میں تین طاق اُسی طرح کے ہیں جیسے کہ مسجد میں عموماً ہوتے ہیں۔ بیچ کا طاق ۶ اونچا اور ۲۷ لمبا چوڑا ہے۔ اُس کے ادھر ادھر کے طاق ۶ بلند اور ۲۷ عریض ہیں۔ تینوں دروازے تہہ اونچے اور ۲۷ چوڑے ہیں جن کی دیواروں میں

باہر وار کو ۴۵ اونچی آٹھ چوڑی اور ڈیفٹ عمیق محرابیں ہیں۔ مقبرے کے باہر سنگ
 ہر اور اندر سنگ سرخ۔ اندر علاوہ سنگ مرمر کی سلوں کے یوں بھی جا بجا سنگ مرمر
 کی تحریر ہے۔ دروازوں میں نیچے سے لے کر اوپر تک طرح طرح کی نقاشی کے علاوہ
 کلام مجید کی آیات منقوش ہیں۔ دروازوں کی بیرونی محرابیں جن کا اوپر ذکر آچکا
 ہے نہایت بلند اور دیواروں کے اندر تراشی ہوئی ہیں نیچے وار کی محرابیں جو مقبرے
 کے داخلی دروازے میں ہیں وہ وسعت میں بیرونی محرابوں سے دو تہائی کم ہیں۔
 اندرونی محرابوں کے دونوں طرف نہایت خوب صورت پتلے پتلے نازک
 ہشت پہلو ستون لگے ہوئے ہیں اور ان محرابوں پر بھی قرآن شریف کی آیتیں منقوش
 ہیں۔ مقبرے کا اندرونی رخ تمام نقش و نگار سے لپا ہوا ہے جس میں بڑی کاریگری
 صرف کی گئی ہے۔ مغربی دیوار کے بیچ کا طاق سربرسنگ مرمر کا ہے اور نقش و نگار و
 آیات قرآنی سے بہت آراستہ اور خوش نما ہے۔ دوسرے طاق زسے سنگ سن
 کے ہیں۔ مقبرے کے چاروں کونوں میں نہایت خوب صورت دیوار دو ستون
 اسی طرح کے لگے ہوئے ہیں جیسے کہ باہر کی محرابوں میں ہیں۔ قبر سرتاپا سنگ مرمر
 کی ہے جو ۱۰ x ۴ اور ۲۰ x ۳ بلند ہے۔ قیود ۱۲ x ۳ اور ۱۲ x ۳ اور ایسا مجلی اور مصفا ہے کہ جس
 میں منہ دکھلائی دیتا ہے۔ جس پر آیات قرآنی نہایت خوش خط بخط طغریٰ منقوش ہیں۔
 قبر کا سالم حصہ شمال چوڑے کے ۱۲ x ۳ بلند ہے۔ فرگن صاحب کو اس مقبرے
 کے سقف ہونے میں شک ہے وہ لکھتے ہیں کہ یہ مقبرہ بننے سے ادھورا ہی رہ گیا۔
 جنرل کننگھم کی رائے ہے کہ اس پر ہندوانی طرز کی چھت ضرور تھی چنانچہ اب تک بھی
 چھت کا ایک پتھر نکلا ہوا موجود ہے جس پر کچھ الفاظ عربی کے کندہ ہیں۔ مقبرے کی
 جنوبی دیوار کا جس قدر بالائی حصہ اب تک باقی ہے اس کی حالت کے مشاہدے سے
 یہ امر بدرجہ یقین کو پہنچتا ہے کہ اس پر چھت ضرور تھی۔ فتوحات فیروز میں جو عبارت
 ذیل فیروز شاہ نے لکھی ہے اس سے چھت کا ہونا مسلم ہے اور مقبرے کے چاروں کونوں
 پر برجیاں بھی تھیں لیکن اب سوائے جنوبی دیوار کے طرف کے بچے چھ حصے کے اور
 کسی چیز کا پتہ نہیں رہا۔

”مقبرے کے ستون گر گئے تھے ان کو میں نے پہلے سے بہتر بنوا دیا۔ مقبرے کا صحن پختہ نہ تھا وہ بھی میں نے بنوا دیا۔ زمین کھود کر جو زمین نکالا گیا تھا اسے میں نے بڑھوا دیا اور چاروں برجیوں کے ستون پھر سے بنوائے۔“

فرگسن صاحب پھر لکھتے ہیں کہ ”اگرچہ یہ ایک مختصر سی عمارت ہے تاہم اہل اسلام کی اغراض کے لئے ہنود کی اس صنائی کا جو پراسنہ قلعے میں ہے ایک قابلِ قدر اور خوب صورت نمونہ ہے۔ اگرچہ اسلام کے طرزِ جدید کے اختیار کرنے میں کاریگر بعض بعض جگہ چوک بھی گئے ہیں۔“

سلطان شمس الدین اتمش کے مقبرے کے نیچے شہ خانہ بھی ہے جس میں اکیس سیڑھیاں اتر کر جاتے ہیں۔ اصل قبرتہ خانے میں ہر ادا اور پرتوید ہے۔ مقبرے کے اندر باہر پیش طاق وغیرہ پر کثرت سے قرآنی آیات کھدی ہوئی ہیں۔

جنوبی دروازے پر۔ باہر وار بسم اللہ الرحمن الرحیم سورہ الرحمن از ابتدا تا فیہما و نخل و زمرات۔ باہر وار۔ و کو انزلنا۔

للہ ما فی السموات وما فی الارض تا ختم سورہ بقرہ
اندر وار۔ و لو انزلنا ہذا القرآن علی جبل لراہ لہ خاشعاً متصلاً عامن خشیعاً
وتلك الامثال نضرب للناس لعلہم یتذکرون۔

شمالی دروازے پر باہر وار۔ (۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سورہ نوح تا قال رب انی دعوت قومی لیلہ و نھا کراً۔ (۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سورہ مومنون تا الذین یؤثرون الفرادس ہم فیہا خلدوا۔

اندر وار ولقد خلقنا الانسان من طین وجعلنا فی قرار ملکین تا فاسکنالہ فی الارض وانا ذہاب بہ لقدسرون۔

شرقی دروازے پر باہر وار۔ (۱) بسم اللہ اور سورہ فتح تا وکان ذلک عند اللہ قویراً عظیماً۔ (۲) بسم اللہ سبحن الذی اسری لبعیدہ لیلۃ قاصداً شکوفاً۔ (اندر وار)

غربی دروازے پر۔ و ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل
پیش طاق پر اندر وار۔ (۱) نغفر لکم ذلک و لکم وید خکم و جنت تجری من تحتہا الانہار تا
ذلک الفوز العظیم۔

۲۱) انا للقرآن کریم فی لوح محفوظ لا یمسه الا المطہرون تنزیل من رب العالمین۔

۲۲) فنادته الملیکۃ وهوقایم یصلی فی المحراب تا من الصلحین۔

شمال رُخ کے چھوٹے طاق پر۔ ۱) هو اللہ الذی لا الہ الا هو عالم الغیب

والشہادۃ تاسمان اللہ عما یصفون۔ الغفور۔ الشکور۔ العلی۔ الکبیر۔ المقیت۔

الحسب۔ الخلیل۔ الکریم۔ الرحیم۔

۲۳) قل اللہم مالک الملك لوقی الملك من تشاء نانا انک علی کل شیء قدیر۔

۲۴) واولو العلم قائما بالقسط لا الہ الا هو العزیز الحکیم ان الدین عند اللہ الاسلام

وما اختلف الذین ادوا العلم بغیا بینہم.....

جنوب رُخ کے دوسرے چھوٹے طاق پر ۱) اما حتی الحکیم الودود.....

النور الہادی الید لیع الباقی الراشد الصبور ال.....

۲۵) ان ابراہیم کان امة قاللہ حنیفا ولم یمک من المشرکین شاکر الہ لغمره اجبتہ

ولعلہ الی صراط مستقیم۔

۲۶) کل نفس ذائقۃ الموت وانا لاقون اجور کم تا وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور۔

۲۷) پہلا چوترا۔ ۱) چپے سنگ سرخ اوپر سنگ مرمر کی سلیں۔ ۱) ۱ x ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔

۲) بلندی ۲۔ دوسرا چوترا جس میں یکے بعد دیگرے اوپر تین حصے ہیں

۱۔ ۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔

قبر کا دوسرا حصہ۔ ۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔

قبر کا تیسرا حصہ۔ ۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔

اس طرح پانچ چوتے ہیں۔ کل ارتفاع قبر کا ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔

کاہر۔ اندر سے مقبرہ ۱) مربع اوپر جا کر ہشت پہل شکل کا ہے۔ تین طرف دروازے

مغرب میں پیش طاق۔

اس امر پر بحث کہ اس قبر پر گنبد تھا یا نہیں بالکل بے سود ہے۔ تھا اور ضرور تھا۔ اب تک

بھی اس کی ٹھنی علامتیں موجود ہیں۔ بلکہ چھت گرنے ہی سے فرش بھی ضائع ہو گیا اور نہ

اپنے نفیس مقبرے میں اور سنگ عمار کی سلوں کا فرش کیا معنی؟ چھت گرنے سے

قبر کو بھی ضرر و صدمہ پہنچا ہے جب ہی توجہ دید چوترا بنانا پڑا اور اس کے گرو کبتوں کے

بچروں کو اوندھا سیدھا جوڑ کر ستیاناس کر دیا۔ اب آپ خود ملاحظہ فرمائیے کہ کیا گت بنی ہے:-

(۱) وَلِلَّسَالِقُونَ السَّالَهُو قَلِيلٌ الْمُتَّقُونَ فِي جَنَاتٍ النَّعِيمِ ثَلَاثًا وَلِلَّهِ قَلِيلٌ مَا.....
فی..... ناکلو وکاس۔ (۲) رلیقین و لیصدون عنہا و لا نہ فوا فاکلہ ما اند سما
ماتشہ ہو جو عمر کانال۔

(۳) اللولو و المملکون جزا ابا کانولا لعلمون لیسعون قیما لغولا بنما ان
المکون جزاء کانولا x لعلمون و فیہا لغوا تا شیما
اقبالہ سلاما سلاما و اصحاب الیمین ما اصحاب الیمین۔
قلیلہ سلما سلما اصحاب

مسجد قوت الاسلام کی شکستہ محرابوں پر کے کتبے

مسجد قوت الاسلام کی تین سر بلند محرابیں سلطان التمش کے مقبرے کے سامنے
کھڑی ہیں۔ تیسری محراب کا آخری پا کھا گر گیا اور ساتھ ہی اپنا کتبہ بھی لے گیا۔ سرکار کی طرف
سے سنگ خارا کا ایک فیل پایہ بنا کر گرتی ہوئی آرج کو تھام لیا ہر در نہ وہ بھی دھڑام سے
آن پڑتی۔ انہیں کے جوڑ کی سوا چار محرابیں لوہے کی لاٹ کے آس طرف باقی ہیں۔ چار
در سالم ہیں پانچویں محراب کا صرف اوپر کا ذرا سا سرا بے سہارے معلق کھڑا ہے۔ یہ ساری
محرابیں بے بنیاد بن گئیں اور اسی طرح ادھوری زیریں کھڑی ہیں یعنی نشان کی کسی قسم
کی حفاظت ہو نہ اور پر سائے غور کیجئے کہ کسی تو کس پہرے کی حالت اور اس پر گزرے (۲۰، ۲۱)
ہیں اور اتنی ہی ہر ساتیں ان کے سر پر سے گزر گئیں۔ حیرت ہے کہ اتنی بھی اب تک کیسے
باقی رہیں۔ یہ محرابیں بہت بلند ہیں اور مٹی بلند عمارت ہوتی ہے اتنی ہی اس کی بقا معرض
خطر میں ہوتی ہے لیکن خدا جانے کس بلا کا مال سالانہ گایا کہ صدیوں پر صدیاں گز گئیں
مگر ذرا بھی جنبش نہیں کھائی۔ بنائے وقت کوئی دقیقہ ان کی خوش نمائی کا اٹھا نہیں رکھا گیا
ان کے رد کار پر سر سے پاتک کلام مجید کی آیات نہایت نفاست سے کندہ ہیں۔ کتبات
مآقیری نہیں رہے اول تو کالی جم جم کر مہیت کڈائی مگر کئی دوسرے حصہ زیریں کو جہاں تک کہ

ہاتھ پونچھتا ہر بہت نقصان پہنچا ہے۔ جا بجا سے حروف جھڑ گئے ہیں اور بلندی پر نگاہ کام نہیں کرتی۔ بہر حال جو کچھ پڑھا جا سکتا ہے اس کا قلم بند ہو جانا ارباب غنیمت ہے کہ کل کو نما کے ہاتھوں اس کو بھی بچا نہیں۔

تین بڑی شکستہ
مخربوں پر کے کتبے

شمس الدین لکش کے مقبرے کے سامنے جو بہت بڑی تین شکستہ محرابیں کھڑی ہیں ان پر یہ کتبے ہیں:-
پہلا پاکھا۔ (۱) کلمہ تھا لوٹ گیا۔ (۲) کلمہ۔ (۳) چھوٹے طاق کے اندر قتل ہوا تندر۔ (۴) آیتہ الکرسی۔ (۵) باہر کی

بڑی لین بسم اللہ و سورہ ملک تا الیہ النشور۔

دوسرا پاکھا۔ اندر کا طاق۔ (۱) کلمہ علی خط سے۔ (۲) کلمہ خفی خط سے۔ (۳) شہد اللہ افہ لا الہ الا ھو و الملکۃ و اولو العلم فاجاب القسط تا لا الہ الا ھو الغریز الحکیم (۴) ما کان محمد ابدا حد من مر جالکم تا واعدلہم اجر لکریما۔ (۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اتنا فتحنا تا فان تطیعوا یو تکلم اللہ اجرا حسنا۔ تیسرا پاکھا توڑی گیا ہے۔

سوا چار مخربوں پر کے کتبے

(۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم وللہ ملک السموات والارض واللہ علی کل شئی قدير ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل ما را بنا فاغفر لنا۔ سورہ آل عمران پارہ ۴۔ ۱۰ و آج۔

(۲) بسم اللہ تراود احادیث ہیں جو برابر پڑھی نہیں جاتیں۔

(۳) تبارک الذی جعل فی السماء بروجا وجعل نیہا سوا حیا و تمرا منیوا تا والذین اذا لقوا لیس فیوا۔ پارہ (۱۹) الفرقان ص ۷۔

(۴) احادیث۔

(۵) بسم اللہ۔ سبحن الذی اسی لعلہ لیلہ تا ثم را دنا لکم الکسۃ (۱۰ پارہ ۱۵) سورہ نبی اسرئیل (۶) پڑھا نہیں جاتا۔

(۷) سورہ نفع پارہ (۲۶) از شریف و کان ذلک عند اللہ فوزا عظیمًا۔

(۸) سبحن اللہ حین تمسون و حین تصبحون ولہ الحمد فی السموات والارض راضی آگے لوٹ گیا ہے پارہ (۳۱) سورہ روم ص ۷۔

(۹) الحمد للہ لا الہ الا ھو الخ القیوم تا ان فی ذلک لعبرۃ لای ولی الا مبصر۔ پارہ (۳) سورہ آل عمران ص ۷۔



طاهره

نقشه درختچه سلطان علاء الدین خلجی

علاء الدین

(۱۰) و سار عواالی مغفرتہ من ربکم تاد اللہ یحب المحسنین (پارہ ۴) آل عمران (ع)
 (۱۱) یا ایہا الذین امنوا اذہا تطیعوا الذین کفر و ایزدکم علی اعقابکم فتقلبوا اخرین
 بل اللہ مولکم۔ (پارہ ۴ سورہ آل عمران ع۔)

(۱۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سبحن الذی اسوی بعد کالیلہ من المسجد الحرام تا وکل
 شی فصلہ تفصیلاً۔ پارہ (۱۵) سورہ بنی اسرائیل (ع)۔ موجودہ پاکوں پر یہی آخری ہے
 اور اس کے آخر پر فی شہرہ بر رذی قعد اور سند سبع عشر و ستا شہ پڑھا جاتا ہے جو
 ۶۱۷ھ ہوا اور یہی زمانہ سلطان اتمش کا ہے پھر خدا جائے کار شیخ صاحب نے
 ۵۹۸ھ کیے پڑے۔

مقبرہ سلطان علاء الدین خلجی

۶۹۵-۷۱۵ھ
 ۱۳۱۶-۱۳۹۶ھ

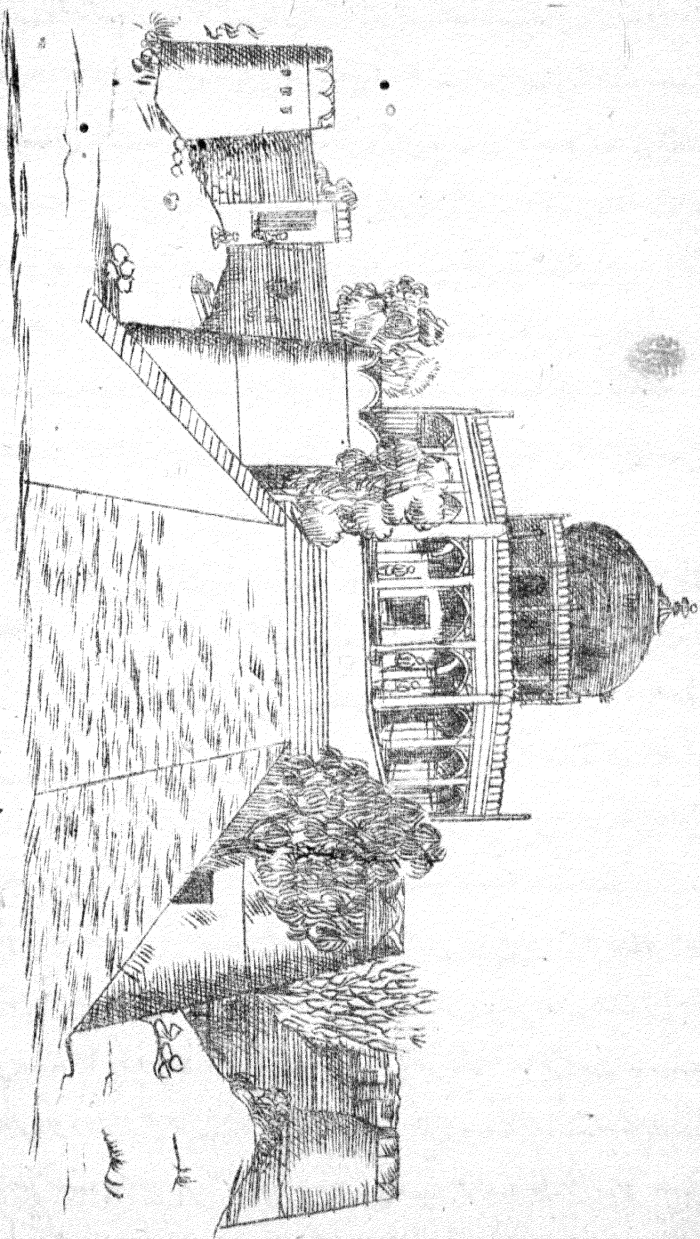
نور سکندر نے ہی مقبرہ دارا
 مٹے نامیوں کے نشان کیے کیے
 ۷۱۵ھ شوال ۱۳۱۶ھ کی صبح کو علاء الدین خلجی

نے انتقال کیا۔ اس کا جنازہ سیری کے لال محل سے برآمد ہو کر جامع مسجد میں دفن کیا گیا۔
 یہ وہی جگہ ہے جہاں عام روایت کی رو سے اور نیز سرسید کی تحریر کے موافق علاء الدین کا مزار
 بتلایا جاتا ہے لیکن جگر صاحب کہتے ہیں کہ وہ ایک سنگ مرمر کا نہایت عمدہ اور نفیس تقوید
 سیری میں پڑا ہے جو امتداد زمانہ اور باہر کھلا پڑے رہنے سے زرد پڑ گیا ہے لیکن کوئی نہیں
 جانتا کہ ایسا بیش قیمت اور بہتر تقوید کس کی قبر کا ہے عجیب نہیں وہ ضرور علاء الدین ہی کی قبر کا ہوگا
 کیوں کہ تاریخ میں لکھا ہے کہ علاء الدین قصر نزارستون میں دفن کیا گیا تھا، لیکن یہ بات صریح
 غلط ہے سرسید کے قول کی تائید تاریخ فیروز شاہی سے ہوتی ہے۔

فیروز شاہ تغلق کے عہد میں جن عمارات قدیم کی مرمت کرائی گئی ان کی فہرست میں یہ مقبرہ
 بھی شامل ہے اس کی مرمت کے علاوہ ایک صندل کے کواڑ دل کی جوڑی بھی چڑھائی گئی تھی۔
 آبادار خان نے اور مسجد قوتہ الاسلام کی غزلی دیوار جو در سے کے اندر ہے اس کی مرمت بھی اسی
 زمانے میں ہوئی تھی اور چوکوں کا فرش بھی بچھوا گیا۔ علاء الدین کی قبر مسجد کے صحن کے جنوبی
 حصے میں ہے۔ گنبذ کا احاطہ چار سو فیٹ لمبا اور دو سو فیٹ چوڑا ہے جس کے احاطے کی مغربی اور
 جنوبی دیواریں علاء الدین کے جانشین شہاب الدین کے عہد کی بنی ہوئی ہیں۔ شمالی دیوار
 ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کبھی پوری ہوئی ہی نہیں رہی مشرقی دیوار اس کے پانچویں حصے کے

قریب مسجد قوۃ الاسلام اُس حصے کے مغربی دیوار ہے جو سلطان التمش کا بنوایا ہوا ہے۔ گنبد کے
 صحن میں گوجاروں طرف رستہ ہے لیکن اصل صدر دروازہ مشرق اور مغرب کی جانب
 ہی ہیں۔ مشرقی دروازہ سلطان التمش کی بنائی ہوئی مسجد کی دیوار میں ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے
 مغربی دروازہ اُس سڑک کی جانب ہے جو قطب صاحب کی لاٹ سے ادم خاں کے مقبرے
 کو جاتی ہے۔ یہ دروازہ پٹھانوں کے زمانے کی سی عمارت معلوم دیتی ہے جو پتھر اور گچ کا ہے اور جو
 باقی عمارتیں اس احاطے میں ہیں وہ بھی اسی قسم کی ہیں۔ دروازہ چودہ فیٹ اونچا اور گیارہ
 فیٹ چوڑا ہے جس کے اوپر سردل کی دیوار اور چار فیٹ بلند ہے۔ اگر ہم دروازے کے اندر
 جا کر دروازے کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوں تو ہماری داہنی طرف ایک کمرہ جس پر گنبد
 ہے دروازے سے بھی اٹھ فیٹ اونچا دکھائی دیتا ہے۔ اسی سے ملے ہوئے ادتین کمرے
 ۱۲x۱۲ محراب دار ہیں۔ ان کے آگے اور ایک گنبد دار کمرہ ہے جو پہلے کمرے سے چوڑا ہے اور
 بظاہر ایک دوسرا دروازہ معلوم دیتا ہے اس کی داہنی طرف بھی اسی طرح کے تین کمرے
 ہیں جیسے کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں مگر اس میں کا آخری کمرہ گزین کے برابر ہو گیا ہے۔ یہ بیان احاطے
 کے غربی جانب کا ہوا۔ شمال کی طرف سب سیٹ میدان ہے کوئی عمارت باقی نہیں رہی۔
 جنوبی رخ پر تین گنبد دار گھرے ہوئے کمروں کے نشان باقی ہیں۔ علاء الدین کی قبر بیچ
 والے کمرے میں ہے جو ۵۰x۲۲ ہے جس کے دونوں طرف رستہ ہے جو دوسرے کمروں
 سے اسے جدا کرتا ہے۔ بارو کے دونوں کمرے بیچ کے کمرے سے آدھے ہیں۔ ان کمروں
 پر کے گنبد گر گئے ہیں۔ دیواروں کا پلاستر جھڑ گیا ہے۔ ردکاری پتھر کی سلیس ندیں ہوئیں کہ
 لوگ نکال لے گئے۔ ان کمروں کے پچھوڑے کئی کوٹھریاں نشست کی چوبیس فیٹ چوڑی
 احاطے کی مغربی دیوار کی لمبان کے برابر تھیں جو سب گر پڑیں۔ ان کوٹھریوں کی جنوبی دیوار
 میں چھ طاق اور بیچوں بیچ میں ایک دروازہ ہے۔ جنوب و مشرق کی دیوار میں چھت پر چڑھنے
 کا رستہ ہے۔ گنبد اور تمام مکانات ملحقہ کی دیواروں کی استرکاری جھڑ جھڑا کر خالی دیواریں
 کھڑی ہیں۔ احاطے کی مشرقی دیوار میں تین نیچے نیچے کوٹھریاں محراب دار دروازوں سمیت اسی
 طرح کی ہیں جیسی کہ مغربی طرف ہیں۔ ان سے ملا ہوا ایک دروازہ ہے جو اس کے محاذ کے دروازے
 کا جواب ہے۔ غالباً یہ دروازہ بستی کے رخ پر تھا اور ادھر ہی سے قطب صاحب کی آبادی
 کے لوگ آمد و رفت رکھتے تھے۔ اس سے آگے بڑھ کے مسجد قوۃ الاسلام کی بڑھائی ہوئی مغربی

نقشه شهر وادوم خان ورف بهول بلیان



دیوار پر گنبد کے جنوب و مشرقی کونے میں اس مقبرے کے متعلق جو سجدہ تھی مہس کے
کھنڈر ہیں۔ مدرسہ اود آب دارخانہ دونوں (جس کی مرمت فیروز شاہ نے کرائی تھی) مقبرہ
کی مشرقی اور مغربی دیوار سے ملے ہوئے حجرہوں میں تھے۔ چوں کہ لاٹ کے گرد کے گڑے
پڑے کھنڈروں کو صاف کر کے سڑکیں نکال دی گئیں ہیں اور ایک قسم کی چمن بندی ہو گئی
ہے اس لئے موجودہ حالت اس مقبرے کی صرف یہ ہے کہ قطب صاحب کی لاٹ کے
مغرب میں قریب ہی ایک خالی چار دیواری کھڑی ہے جس کے تین طرف ایک ایک دروازہ
ہے۔ یہ مقبرہ اندر سے ۲۳ مربع چار دیواریں ایک خالی چوڑا دونیٹ اور ۱۳۸۷ - ۸۷۱
غالباً اسی پر قبر ہوگی جو اب ناپید ہے۔ پلاستر کا نام باقی نہیں خالی سنگ خارا کی دیواریں کھڑی
ہیں۔ اندرون مقبرہ فرش کسی قسم کا رہا ہی نہیں صرف بھری کوٹ کر ہموار کر دیا ہے گنبد گر
زمانہ ہوا اب نری چار دیواری ہی چار دیواری باقی رہ گئی ہے اور شکل سے یقین آتا ہے کہ یہ اتنے
بڑے جلیل القدر بادشاہ کا مقبرہ ہے۔ اس کے زمانے سے پہلے پہلے کی عمارتیں تھیں
برقرار ہیں اور یہی سی تباہ ہوئی کہ اب صورت تک بھی نہیں بچا پی جاتی۔

دنیا میں تو دونوں کا فقط جینا ہے
اور اس پر یہ جسد اور بعض دیکھتے ہیں
خاموشی کہ جام جسم کا نہ رہا
اور حال سکندر کا تو آئینہ ہے

ادھم خاں کا مقبرہ یا بھول بھلیاں
۹۶۹
اور مسجد
۱۵۶۱

قطب صاحب کی حالت سے جو سڑک مہرولی کو جاتی ہے اس کی داہنی طرف ادھم خاں
کا مقبرہ ہے۔ یہ مقبرہ اکبر شاہ بادشاہ نے ادھم خاں اپنے کو کے اور اس کی ماں باپ
انگہ کے لیے بنوایا تھا۔ خان اعظم کے مقبرے کے ضمن میں ہم وہ واقعات لکھ
آئے ہیں جس بنا پر اگرے میں اکبر شاہ کے محل میں اعظم خاں کو ادھم خاں اور اس کے
ساتھ والوں نے قتل کر دیا تھا۔ طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ ”مراہم خسروانہ کے
کھنڈ پر اعظم خاں کو مار کر ادھم خاں درانہ حرم سرے شاہی کے دروازے پر جا بھاڑا
ہوا۔ بادشاہ سلامت یہ سن کر ستمیہ برسنہ ہاتھ میں لیے ہوئے معاً بار آمد ہوئے
ادروہیں قاتل کی شکایں کس لی گئیں اور اسی طرح بندہ باندہ یا سزاے قتل میں ملنے
کی تفصیل سے نیچے لکھا دیا گیا۔“ شمس الدین محمد خاں انگہ غزنوی المتی قطب بہ اعظم خاں

(جو اکبر بادشاہ کی ایک دوسری رضاعی ماں کا شوہر تھا) کے قتل کا افسوس ناک واقعہ ۱۲ رمضان المبارک ۹۶۵ھ کو ہوا۔ بدایونی لکھتا ہے کہ ”قلعے کی فصیل سے دھکیل دینے کے بعد بھی اہم خاں سخت جان میں کچھ جان باقی تھی۔ بادشاہ نے اسے دوبارہ گروایا تب کہیں وہ مرا۔ چنانچہ مقتول خان اعظم کے ایک دن بعد اس کی تجہیز تکفین ہوئی۔“ ماہم انگہ نے جب اڑتی پڑتی خبری تو اسے یہ معلوم نہ تھا کہ وہاں کام تمام ہو چکا۔ ماں کی ماتا گو بیار تھی مگر دلی سے گرتی پڑتی اگرے پونچھی۔ بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوئی۔ بادشاہ نے ارشاد فرمایا کہ ”تمہارے صاحب زادے نے میرے (رضاعی) باپ کو قتل کیا۔ میں نے جان کے بدلے تمہارے بیٹے کی جان لی۔“ ماہم انگہ مزاج شناس تھی سمجھی کہ اب عرض معروض کرنا بے فائدہ ہے۔

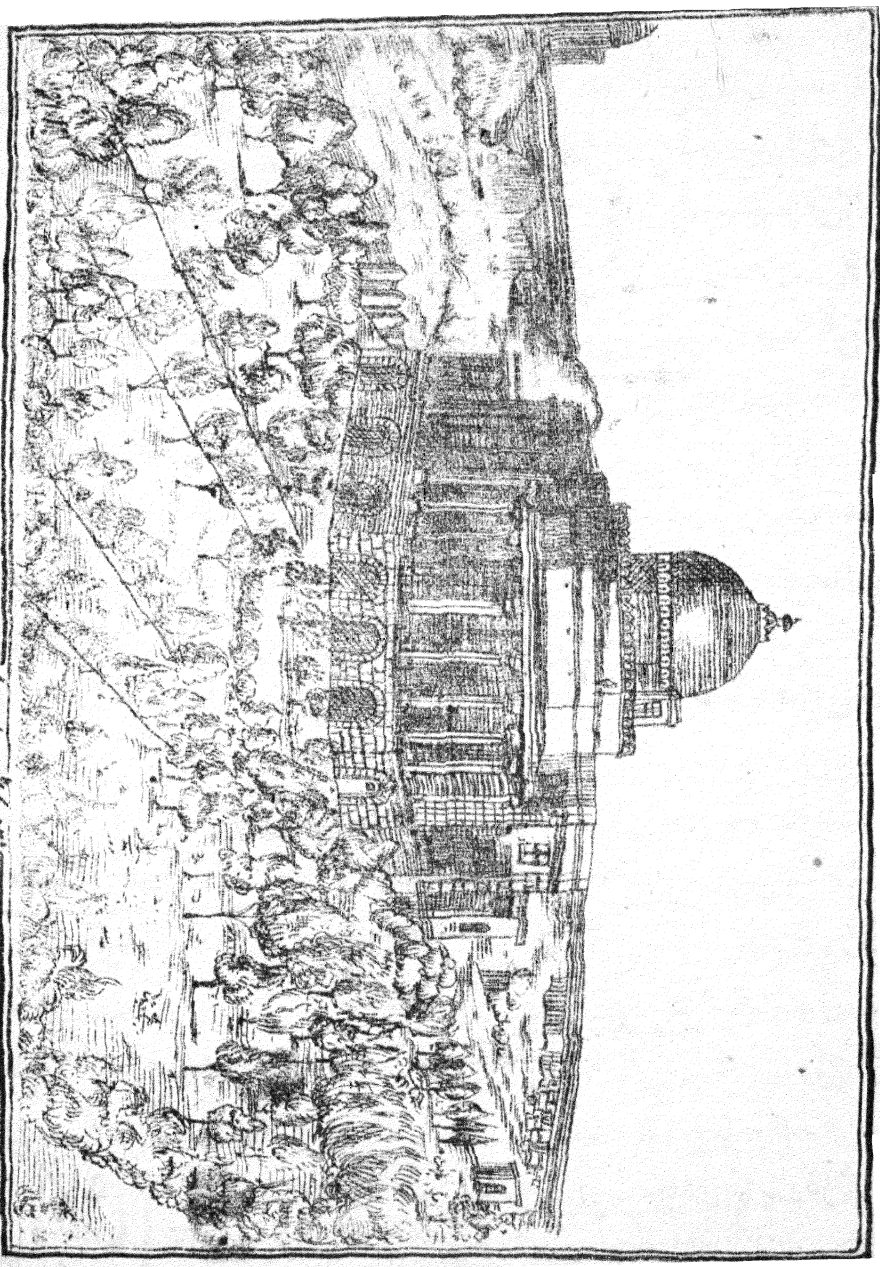
بے فائدہ اب ہر رنج و حرماں خود کردہ خویش را چہ در ماں بولی۔ ”جہاں پناہ نے جو کچھ کیا خوب کیا“، یہ کہہ واپس چلی گئی۔ جوان بیٹے کے بن تو مارے جانے کا بڑھیا ماں کو ایسا دہا کا بیٹھا کہ چالیسواں بھی نہیں ہونے پایا تھا کہ اپنے بیٹے سے جا ملی اور اسی مقبرے میں اپنے بیٹے کے پاس دفن ہوئی جو اکبر بادشاہ نے بنوادیاتھا (از امین اکبری مترجمہ بلا کمین)

اب ہم مقبرے کی عمارت کا کچھ حال لکھتے ہیں۔ دو ادبچی ادبچی سیڑھیاں چڑھنے کے بعد مقبرے کا صحن ملتا ہے۔ یہ صحن سڑک کی سطح سے سترہ فٹ اونچا ہے۔ مقبرہ شست پہلو ہی صحن کا قطر دو سو فٹ کا ہے۔ صحن کا وہ حصہ جو سڑک کی طرف ہے کھلا ہوا ہے۔ شمال و مغرب کی دیوار میں جدھر سے قلعہ راے پتھور کا راستہ ہے ایک چھوٹا سا دروازہ ہر ساسی طرح کا ایک اور دروازہ جنوب و مغرب کی دیوار میں بھی ہے جس میں سے اس مسجد میں جانے کا راستہ ہے جو مقبرے کے مغربی رخ پر کوئی بیس گز کے فاصل سے ہے۔ احاطے کی دیوار زمین سے دس فٹ اونچی ہے جس میں جھانجیاں رکھی گئی ہیں لیکن اب بہت بڑا حصہ اس دیوار کا منہدم ہو کر شکل سے صرف ایک چوتھائی باقی رہا ہے۔ صحن کے آٹھوں کونوں پر ایک ایک برج بنی ہوئی ہے اور مقبرے کے گرد چھ فٹ اونچا کنگور ہے۔ دیوار اور برجیاں سب گھڑے ہوئے پتھر سے اور چوڑے کی ہیں۔ برجوں کے بیچ میں احاطے کی دیوار سے چند فٹ بہت کرکچر کھنڈر ہیں۔ نہیں کہا جاسکتا کہ

وہ آیا منہ مدبر جیوں کے ہیں یا اُس چوترے کے ہیں جو مقبرے کی رونق اور لوگوں کے آرام کے واسطے بنایا گیا تھا۔ مقبرہ ساٹھ فیٹ اونچا ہے اور چوترے کی کرسی چار فیٹ کی ہے مقبرے کی ساری عمارت بہشت پہل ہے درمیانی حجرے کے گرد غلام گردش بطور برآمدے کے ہے۔ چوترے پر سے گنبد کی بلندی ۱۲۲ ہے جس کے آٹھوں ضلعوں میں ہر طرف تین تین در ہیں۔ ستون ان دروں کے چوکون ایک کے اوپر ایک پتھر رکھ کر بنائے گئے ہیں۔ بعض بعض ستون سنگ خارا کے ایک ہی ٹکڑے کے بے جوڑ ہیں جن کے سرے اور بیٹھکیں دوسرے قسم کے پتھروں کی ہیں۔ کونوں کے ستون دھڑے ہیں۔ چھت پر چار فیٹ اونچی جھانگی دار منڈیر ہے جس کے دونوں کونوں پر چھ چھ فیٹ اونچی برجیاں ہیں۔ درمیانی بہشت پہل حجرے کا قطر پچاس فیٹ کا ہے۔ آٹھوں ضلعوں کے بیچ بیچ میں ایک ایک در ہے جس کی دونوں طرف دو دو فیٹ اونچا ایک ایک طاق ہے۔ گنبد کا قبة میرونی رخ سے سولھا اضلاع کے چوترے پر بنا ہوا ہے جس کی بلندی بارہ فیٹ ہے اور جس کے ہر ہر کونے پر ایک ایک چھوٹی برجی بنی ہوئی ہے۔ گنبد پتھر اور چوڑے کا بنا ہوا ہے جس پر استرکاری کی ہوئی ہے جس کا ارتفاع سولھا فیٹ ہے جس پر پتھر کا کمر کی کلس چڑھا ہوا ہے۔ گنبد کا قطر ۱۲۲ ہے گنبد کے نیچے کی دیواروں کا آٹھ اضلاع فیٹ کا ہے۔ درمیانی حجرے کی چھت کا اندر دنی حصہ بہشت پہل دیواروں پر کھڑا ہے۔ گنبد کا قطر ۱۲۲ ہے جس کی گول بلندی ۱۲۲ ہے اور یہ دیوار سولھا ضلعوں کی ہیں جن کے در بھی سولھا ہی ہیں جن میں سے ایک کھلا اور ایک بند ہے۔ جس کے اوپر جا کر پھر ۱۲۲ ضلعوں کی دیواروں پر گنبد لٹکا ہوا ہے۔ گنبد کی دیواروں میں ایک طرف اوپر جانے کا زینہ ہے اور ایسا بھی رستہ بنا ہے کہ دیوار ہی دیوار گزرتے ہیں اور اس میں ایک مقام پر ایسا دھوکا رکھا ہے کہ آدمی خیال کرتا ہے کہ جس رستے کو میں جاتا ہوں اسی رستے سے نیچے اتر جاؤں گا حالانکہ برخلاف اپنے قیاس کے اور اوپر چڑھ جاتا ہے اور پھر جب نیچے اترنے کا ارادہ کرتا ہے تو بسبب اس کے کہ نیچے اترنے کا رستہ ایک کونے میں نظر سے پوشیدہ رکھا گیا ہے اسی رستے پر ان پڑتا ہے اور پھر اوپر چڑھ جاتا ہے اسی وجہ سے لوگوں نے اس مقبرے کا نام ”بھول بھلیاں“ یعنی ایسا مقام کہ جہاں آدمی بھول جائے اور چکر کھا جائے رکھا ہے

بہر حال قطب صاحب کی عمارتوں میں یہ بھی ایک مشہور اور قابل دیدہ ہے۔ اس میں اکثر انگریز اُترا کرتے تھے اور بطور مسافر بنگلے کے استعمال کیا جاتا تھا اسی سبب سے ادہم خان کی قبر کا تعویذ کوئی اتنی برس گزرے کہ اکھاڑ کر باہر غلام گردش میں ڈال دیا اور سطح زمین اپنے آرام و آسائش کے لئے برابر کر لی۔ جب ادہم خان کی قبر کے ساتھ یہ سلوک ہوا تو اُن کی ماں کی قبر کا کیا پتہ چل سکتا ہے۔ ہمارے خیال میں جب ادہم خان کی قبر کسڑی گئی تب ہی اُس کی ماں کی قبر بھی نکال دی گئی ہوگی کیوں کہ بدوں اس کے نہ جگہ صاف ہو سکتی تھی نہ مقبرہ رہنے کے قابل ہو سکتا تھا۔

موجودہ حالت اس مقبرے کی یہ ہے کہ ٹرک سے (۱۹) سیڑھیاں چڑھ کر اچھپتے ہیں چوتھے کمرے کے آٹھوں کونوں پر برج تھے جن میں کے کچھ گر گئے کچھ باقی ہیں۔ چوترا بھی مقبرے کی مناسبت سے مہشت پہل ہے اور مقبرے میں اور چوترا کے میں گھا کا فصل ہے۔ چوترا بہت کشادہ ہے جس کا ہر ضلع ۵۰ لمبا ہے۔ کمپونڈ کی دیوار ٹرک کے سطح سے بلند ہے اور سنڈیرس پل اوپنی ہے۔ گنبد کے چوترا کی کرسی چار فیٹ کی ہے۔ چھ سیڑھیاں چڑھ کر گنبد کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ گنبد کا ہر بیرونی ضلع ۳۰ لمبا ہے۔ گنبد مہشت پہل ہے اندر سے قطر ۳۰ ہے۔ اوپر چھت میں کچھ طاق طاق ہیں آٹھ بند یہ دہری لین ہے۔ یعنی پھر اُس کے اوپر طاقوں کی ایک ایسی ہی لین اور ہے۔ دروازے آٹھ ہیں جن کے دو طرفہ یا اللہ اور کلمے کے طفرے ہیں۔ غلام گردش ۴۰ عرض ہے اور دونوں کی چکلاں ۱۱۔ گنبد کی بلندی اجارے تک ۱۰ اور اُس سے اوپر ختم دیوار تک اور ۱۸۔ اس طرح صرف دیوار دیوار کا ارتفاع ۳۰ ہے۔ گنبد و دروازے ہر دونوں منزلوں میں بیس بیس سیڑھیاں ہیں۔ اس گنبد کے قعر میں رنگ کے کام کا کچھ کچھ حصہ باقی ہے۔ باہر وار بھی کہیں کہیں رنگ آمیزی باقی جاتی ہے۔ چون کہ عرصہ تک یہ گنبد بطور مسافر بنگلے کے استعمال کیا گیا ہے اور انگریزی اصول کے موافق دہیٹ داس یعنی سفیدی ہونا ضروری تھا دیواروں پر کئی کئی کوٹ سفیدی کے چڑھ جانے سے سارے نقش و نگار اور گلکاری ڈھک گئی ہے۔ یہی تعارف فرش میں بھی ہوا ہے یعنی پہلا فرش باقی نہیں رہا اب تو گچ کر دی گئی ہے۔ جو تعویذ پہلے نکال دیا گیا تھا اب پھر اپنی جگہ پر لگا دیا گیا ہے جو سنگ مرخ کا ہے۔ ۳۰ لم ۲۰ لم ۲۰ لم



تخت‌المشرفی صاحب‌الکائنات آباد

اور اسکا اونچا چوں میں کوئی ندرت نہیں۔ رہی ادہم خاں کی ماں کی قبر اس کا پتہ نہیں۔ اس مقبرے کے متعلق جو سب دے اس کی اصلی حیثیت بھی باقی نہیں رہی کہ مرمت کے ساتھ اندر باہر استرکاری کرا دی گئی ہے۔

ادہم خاں کے بھائی کا مقبرہ

مسجد کے بعد سڑک پر ہی ایک اور بڑا گنبد ادہم خاں کے گنبد کی طرح کا ہے جس میں اب سرکاری ڈاکٹر خانہ ہے۔ ڈاکٹر خانے کی ضروریات کے موافق اس کی بھی شکست۔ بخت کی گئی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ مقبرہ ادہم خاں کے بھائی کا ہے یہ چار بھائی تھے۔ ادہم خاں۔ ٹائے خاں۔ عمر خاں۔ محمد قلی خاں جس کو لوگ مشکلی خاں کہتے ہیں۔ عمر خاں کے مقبرے کا بیان تو آگے آتا ہے اب یہ مقبرہ ہونہ ہو یا ٹائے خاں کا ہو گا یا محمد قلی خاں کا۔ واللہ اعلم۔

عمر خاں کا مقبرہ

قطب کی لاٹ سے بجانب جنوب ایک میل کے اندر ہی اندر مرتفع پہاڑی پر ایک مقبرہ بنا ہوا ہے جو ادہم خاں کے بھائی عمر خاں کا کہلاتا ہے۔ اکتالیس سیرھیاں چڑھ کے اوپر پونچتے ہیں۔ یہ گنبد پچاس فیٹ مربع ہے اور چار دروازے چار طرف ہیں جو ۱۰ ۶ ۶ ۶ ہیں۔ اندر سات قبریں چوبے لگی ہیں جو بہت شکستہ ہیں اور فرش کے برابر ہو گئی ہیں۔ طاس صا کی شکار گاہ

پہاڑی سے ایک عمارت بنی ہوئی ہے جو طاس صاحب کی شکار گاہ کے نام سے مشہور ہے پہاڑ پر دو کنگورے دار برج ہیں جن کے پنج میں ایک دیوار کچی ہوئی ہے۔ پرائے لوگ اسے سلطان شمس الدین التمش کی شکار گاہ کہتے ہیں۔ میرے خیال میں بادشاہ کی بنائی ہوئی کوئی سیرگاہ ہوگی جسے طاس صاحب نے درست کرایا ہوگا۔

کوٹھی دیکشا

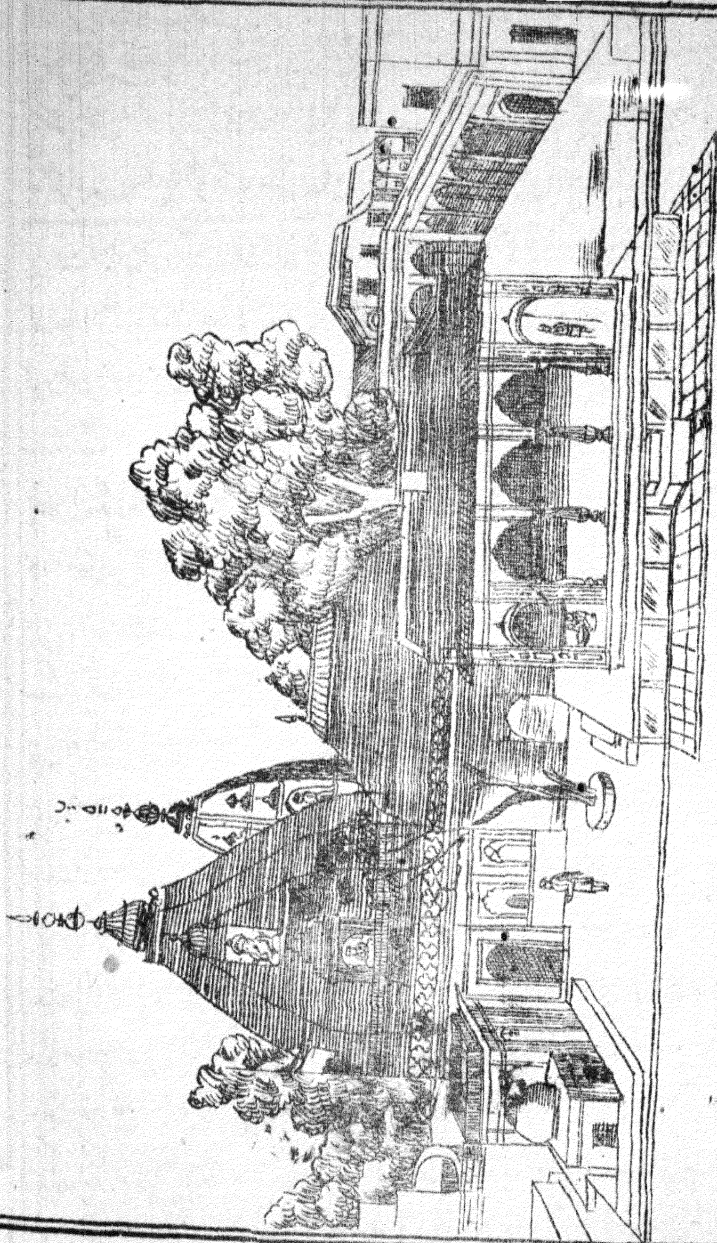
قطب صاحب کی لاٹ کے قریب ایک مکان نہایت خراب حنتہ ناقص و شکستہ محمد قلی خاں کے مقبرے کے نام سے مشہور تھا جو اکبر بادشاہ کے کوکا تھے اس لحاظ سے یا تو یہ عمارت اکبر اعظم کے عہد کی ہوگی یا جہانگیر بادشاہ کے وقت کی اس کو سر تھیا فلس ٹکاف

نے جن کا شاہی لقب معظم الدولہ امین الملک اختصاص یار خاں طاس تیا فلس
مکلف صاحب بہادر فیروز جنگ صاحب کلاں تھا بنوایا اور آراستہ کیا
اور گرد درخت لقب کراے۔ اب بالکل ویران اور حستہ حالت میں ہے۔ اب
کوٹھی دکنشا جا کر وحشت کردہ ہو گیا ہے۔

جوگ مایا کا مندر قطب صاحب کی لاٹ کے پاس لوہے کی لاٹ
سے کوئی ۲۶۰ کے فاصلے سے سرحد یوسف سرا

پاے مینار میں ایک اونچے احاطے کے اندر جوگ مایا یعنی مقدس دیوی کا مندر ہے۔
کہا جاتا ہے کہ یہ مندر بہت قدیم اور راجہ پدھشٹر کے زمانے کا بنا ہوا ہے لیکن موجودہ عمارت
کو دیکھو تو وہ سو برس کی بھی نظر نہیں آتی۔ ممکن ہے کہ مندر کی پرانی عمارت بوسیدہ ہو جائے
سے نئے سرے سے بنایا گیا ہو۔ جوگ مایا کی پوجا تو کم سے کم آٹھ سو سال سے راجہ
پتھورا کے وقت سے مروج ہے۔ لیکن اس کی ابتدا کا پتہ نہیں چلتا کہ کب سے اس دیوی
کا استھان یہاں پر ہے۔ مندر کا احاطہ چار سو فیٹ مربع ہے۔ احاطے کے چاروں طرف دیوار
ہے۔ احاطے کے اندر مندر کو ملا کر کل بائیس عمارتیں ہیں۔ جن کو اکبر شاہی بادشاہ کے عہد
کے ایک امیر سید حیل نے بنوایا تھا۔ اس مندر میں آس پاس تین برج الگ الگ
ہیں اور جس برج کے آگے گھنٹہ لٹکا ہوا ہے اسی میں وہ پتھر کا ٹکڑا ہے جو دیوی کے نام سے شہو
ہے۔ اصل مندر کوئی خوب صورت اور دل کش عمارت نہیں ہے۔ ایک بھدی سی عمارت کے
سامنے یہ مندر بنا ہوا ہے اور یہ عمارت بھی کچھ مندر سے زیادہ قدیم نہیں پائی جاتی۔ اصل مندر
بتما مہاس فرش سنگ سرخ کے باسٹھ سال کے اول بنا تھا اور پھر بعد میں سنگ مرمر
سے پانا گیا ہے۔ اس کی چوٹی پر سنہری کلس ہے جس کو ملا کر مسم کی بلندی ہے۔ اس کلس پر آئینہ
لگا ہوا ہے جس کی پرچھائیں دور تک جاتی ہے۔ کمرہ جس میں سنگ سیاہ کی دیوی کی صورت
ہے ستر فیٹ مربع ہے۔ دراصل یہ کوئی صورت بھی نہیں ہے بلکہ زرا ایک پتھر ہے۔ مندر کی چھت پست
ہے جس پر چھوٹی چھوٹی برجیاں ہیں۔ حجرے کا دروازہ سنگ مرمر کا ہے۔ مقدس صورت
ایک سنگ مرمر کے حوض میں رکھی ہوئی ہے جو دو فیٹ چوڑا اور ایک فیٹ گہرا ہے جس پر غرق
غلاف ہمیشہ پڑا رہتا ہے اور پانی کے دو ٹکٹے چھت میں لٹکے ہوئے ہیں۔ ایک چوکی سنگ
کی اٹھارہ اونچے مربع اور نو اونچے ادنیٰ صورت کے سامنے رکھی ہوئی ہے جس پر چڑھا اور پھول

نقشه سندر چوک یا ما



رکھے جاتے ہیں۔ شراب کا یہاں گزر نہیں۔ اکثر مندروں کی طرح یہاں کوئی گھنٹہ بھی نہیں
ہر کہتے ہیں کہ دیوی کو تختے کی آواز پسند نہیں۔ مندر کے سامنے آٹھ فیٹ پر ایک لوہے
کے پتھرے میں دو پتھر کے شیر ہیں۔ پتھر یا پنج فیٹ مربع اور دس فیٹ اونچا ہے۔ مندر
سے پتھرے تک کا راستہ ٹپا ہوا ہے۔ چھت ہلکے تختوں کی ہر جس پر اینٹ اور چوٹے کا پلاستر
ہے اس کی چھت میں چار گھنٹیاں پجاریوں کے لیے ٹنک برہی ہیں۔ دیوی کی طبعی خاصیت بہت
تھیلی اور جابر بتلائی جاتی ہے یعنی جلال بہت ہے اور دنیاوی لذات سے بالکل متفرغ اور
مند کو شراب یا گوشت سے ناپاک کرنا بالکل پسند نہیں کرتی اس دیوی کا تفصیلی حال
سوائے اس کے کچھ معلوم نہیں ہوتا جو بھگوت پران میں لکھا ہے کہ یہ دیوی کشن اور تار کی
بہن مٹی جس کا یہ نقشہ مشہور ہے کہ وہ بجلی بن کر اوپ ہو گئی اور یہاں آن پڑی۔ جب سے
یہ مکان جوگ مایاجی کا استھان ہو گیا۔ اور بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ رائے پتھورا
کی بیٹی مایاجی تھی جو حاجی روزہ کے پاس گئی اس وقت اس کے ساتھ بہت سی سہیلیاں
تھیں جس وقت رائے پتھور کی بیٹی مسلمان ہو گئی ان سہیلیوں نے یہ بات سوچی کہ اب
ہم راجہ کو کیا منہ دکھائیں گے اور بھگوان جانے وہ ہمارا کیا حال کرے گا۔ اس ڈر اور
شرمندگی سے سب کی سب ایک گومیں میں جو اس مندر کے پاس تھا اور بعض کہتے
ہیں یہی کنواں تھا جو اب اس مندر کے پاس موجود ہے گر کر مر گئیں جب کہ رائے پتھورا
کو اس حال کی خبر ہوئی اس نے ان کی لاشوں کو بھگوان اور اس مقام پر جہاں اب مندر
ہے پھونک دیا اور کہا کہ ”اُنھوں نے بڑا جوگ کمایا“ جب سے اس کا نام جوگ مایا
ہو گیا اور پان پھول مٹھائی چڑھنے لگی اب رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ یہ لوگ اس کو
دیوی کہنے لگے اور پوجا پتری کرنے لگے اور مان منت مانگنے لگے غرض کہ یہ سب پوجاریوں
کی کن ترانیاں ہیں حقیقت حال کچھ معلوم نہیں ہوتی۔ لوگ اس دیوی کو کالکا دیوی سے
اچھا جانتے ہیں کہ وہاں تو جو پڑھتا ہے یعنی قربانی ہوتی ہے اور یہاں پھول پٹکھڑی۔ اماٹے
کے اندر پلنگ یا چار پائی لائے کی اجازت نہیں۔ لالہ ہر دیان سنگھ صاحب رئیس
دہلی نے وقتاً فوقتاً اس مندر کی تعمیر و ترمیم کرائی ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ اچھی حالت
میں ہے۔ یہاں ہفتے وار ایک دن چھوٹا سا میلہ ہوا کرتا ہے۔

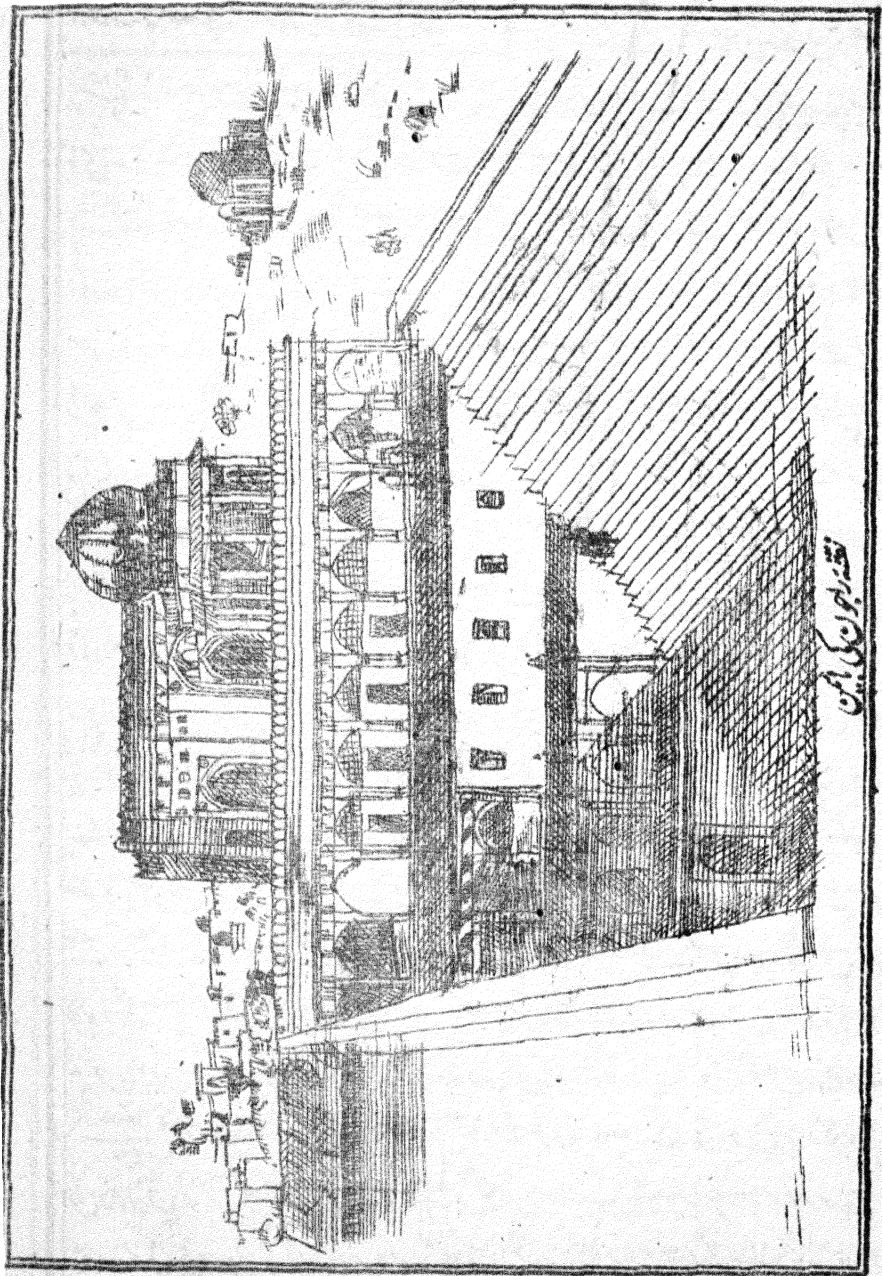
راجوں کی بائیں (باؤلی)

۹۱۲
اور مسجد ۱۵۰۶

قطب صاحب کی لاٹ کے قریب جنوب
و مغرب میں کوئی پانچ منٹ کے رستے
پر ادم خاں کے مقبرے کے جنوب
میں یہ ایک عالی شان مکان ہے جس کو

۹۱۲ء میں سکندر شاہ لودھی بن بھلول شاہ لودھی کے عہد میں ایک امیر دولت خاں
نامی نے بنوایا تھا۔ اس مکان کی لطافت اور نزاکت بیان سے باہر ہے۔ اگرچہ یہ مکان
چوڑے اور تنگ سے بنا ہوا ہے لیکن سنگین مکانوں پر ہزار درجے شرف رکھتا ہے۔ اس مقام پر
ایک باؤلی ہے بہت نفیس و لطیف نہایت بڑی اور بغایت دل کشا بالکل سالم گویا ابھی
سمتار اٹھ کر گئے ہیں۔ کسی زمانے میں اس باؤلی کے مکانوں میں راج بستے تھے جب سے
راجوں کی بائیں شہور ہو گئی ہے مگر پھر راج جا کر مدتوں چار آسے تھے اور اب خالی پڑی ہے۔
باؤلی کے شمالی زرخ پر سیڑھیاں ہیں جو پانی کی تہ تک چلی گئی ہیں جن میں سے ستادوں تو
پانی کے اوپر ہیں اور نو پانی میں دکھلائی دیتی ہیں لیکن قیاس یہ پائنا ہے کہ یہ سیڑھیوں کا سلسلہ
باؤلی کی تہ تک ہو گا۔ باقی باؤلی کے تین طرف اونچی اونچی دیواریں کھڑی ہیں جن میں چار
قطاریں محراب دار حجرہوں کی ہیں جو عرض و طول میں یکساں ہیں مگر تعداد میں مختلف۔ بائیں کی
دیواریں ۱۷ اونچی ہیں اور مشرق اور مغرب کی دیواریں ۸۰ لمبی۔ اصل باؤلی کی چوڑائی ۱۵
ہے۔ جب ہم نے دیکھا تو نو فیٹ پانی تھا مگر موسم بارش میں پانی بہت چڑھ جاتا ہے بلکہ حجرہوں
کے نیچے کی منزل ڈوب جاتی ہے۔ باؤلی کے جنوب میں اوپر وار ایک ہشت پہل کنواں ہے
قطر کا ہے جس میں مروے لگے ہوئے ہیں۔ باؤلی کے اوپر ایک بہت خوبصورت مسجد ہے جس
کے دیکھنے سے آدمی کا دل خوش ہو جائے اور نہایت فرحت حاصل ہو۔ باؤلی کی مغربی
دیوار کی سطح کے برابر مسجد کا پختہ صحن ہے جس میں چوکنے بچھے ہوئے ہیں۔ مسجد کا طول ۱۵۰
عرض ۱۲۰ اور بلندی ۲۰ ہے۔ مسجد تین دروں کی ہے جو ۹-۶-۶ ہیں۔ چھت کے
نیچے ایک بھاری چھتہ لگا ہوا ہے جو پتھر کے توڑوں پر لگا ہوا ہے۔ مسجد
کی دونوں جانب چھت پر چڑھنے کا چھبیس چھبیس سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ تمام عمارت پتھر اور
چونے کی بنی ہوئی ہے چھت پر ایک کوٹھی دار گنبد ۲۸ مربع اور ۲۲ بلند ہے۔ مسجد میں تین
سیڑھیوں کا ممبر ہے اور فرش گچ کا ہے۔ لوگوں نے پکا پکاساری مسجد کو اندر وار سے کالا بٹ

تقدیر جوان کی این



کر دیا ہر کیوں کہ مدتوں اس میں لوگ رہے ہیں۔

مسجد کے پیش طاق پر بسیم التہ اور بنی سطروں میں اسمائے حسنی اور منبر کے پاس والی محراب پر هو اللہ الذی لا اله الا هو عالم الغیب والشہادۃ تافتم سورہ شہارہ ۲۸ مع مسجد کے صحن میں پتھر کے ستون کھڑے کر کے ایک نہایت خوب صورت اور مستحکم کھلا ہوا چھتر بنادیا ہر جس میں ایک قبر ہے۔ اور باہر اس چھتر کے ایک قبر اور ہے۔ دست خاتون کی قبر سنگ خارا اور سنگ سرخ کی ہے جو نو فیٹ لمبی اور چھ فیٹ چوڑی اور دو فیٹ اونچی ہے اس پر کسی قسم کا کتبہ سوائے کلمہ طیبہ کے نہیں ہے البتہ مذکورہ بالا برج کی پیشانی پر یہ کتبہ بخط نسخ ہے۔

(۱۱) درامہد دولت ہمایوں سلطان الہ عظم المعظم المتوکل علی

(۱۲) الرحمان سکندر شاہ بن بھلول شاہ سلطان خلد اللہ ملکہ

(۱۳) و سلطانہ بنا کسر دایں گنبد بندہ امید و امرا برحمت پروردگار

(۱۴) دولت خاتون احسا قوم خواجہ محمد غراہ ماہ رجب سنہ اثنی عشر و تسعمائۃ یہ چو کھنڈی ہے۔ ۴ مربع ہے۔ چاروں طرف چار چار در ہیں ۳۔ ۱۰ چوڑے۔ گنبد کے اندر درود اکبر نہایت خوش خط لکھا ہوا ہے۔ دولت خاتون کون بوی تھیں معلوم نہیں۔

دو برج اس باؤلی کے پاس ہی ایک ٹیلے پر دو چو کھنڈی غا برج سنگ خارا کے بنے ہوئے ہیں۔

(۱۵) ۹ مربع۔ اس میں چار قبریں گچ کی ہیں اور چاروں قبریں مروانی ہیں۔ با این ہمہ یہاں کے لوگ اس برج کو رضیہ بیچم کا برج کہتے ہیں حالانکہ بیچم موصوف کی قبر دہلی میں ہے نہ کہ یہاں۔ یہاں کی ایک قبر پر سورہ ملک اور سورہ حشر کا آفری رکوع گچ میں کھد ہوا ہے اور اسی طرح بیچ والی قبر پر آیتہ الکرسی ہے۔

(۱۶) اوپر دالے برج کی طرح کا بارہ درہ راجوں کی بائیں کے شمال میں ہے۔ برج کے اندر کوئی قبر نہیں ہے مگر باہر چوتھے پر متعدد پختہ قبریں ہیں۔ یہ دونوں برج بے پتہ اور نامعلوم ہیں۔

مولانا جمالی اور کمالی کی

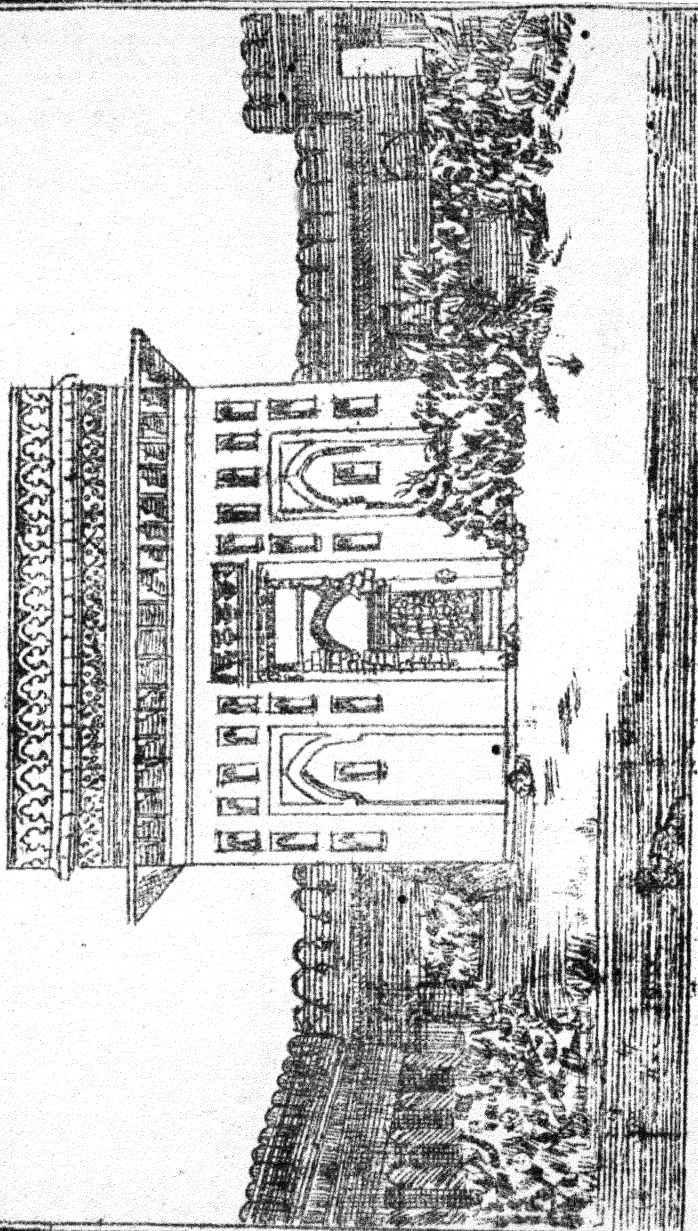
درگاہ اور مسجد ۹۳۵ھ

۶۱۵ھ

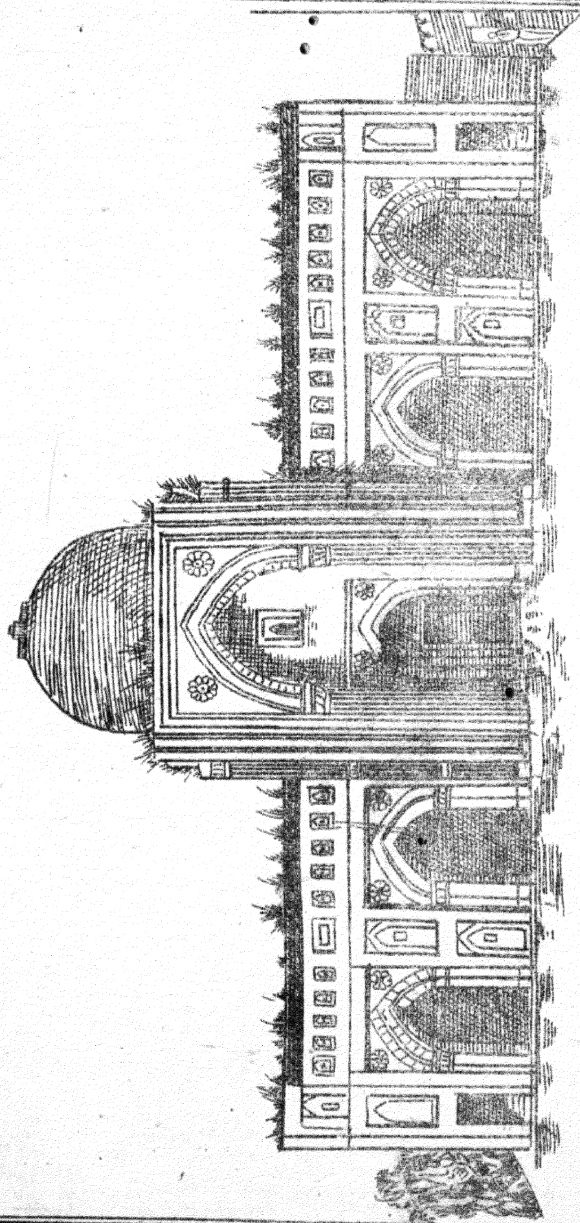
ہیبت من از کجا و این کار کجا
در خور دمن ضعیف این بار کجا
اوصاف بزرگاں ز شمار افزولست
در طاقت تقریر من زار کجا

شیخ فضل الدین جلال خاں جو حضرت جمالی کے نام سے مشہور ہیں۔ ایک بڑے سیاح۔ عالم متبحر۔ نامی گرامی شاعر اور اہل اللہ تھے جن کے علم و فضل اور تقدس کا شہرہ دور دور تھا۔ درگاہ آپ کی راجوں کی بایں کے پاس پختہ بابر شاہ بادشاہ کے عہد کی بنی ہوئی ہے۔ آپ ایک بڑے بیکمال شاعر تھے۔ شومی زغر لیں قصائد سب ہی کچھ کہتے تھے مگر قصائد آپ کے بڑے پر معنی اور پُر زور ہوتے تھے۔ آپ اول جلالی تخلص کرتے تھے پھر جمالی تخلص کرنے لگے۔ آپ مولانا سماء الدین علیہ الرحمہ کے مرید تھے۔ آپ کے حسن کلام کی وجہ سے دربار شاہی میں آپ کی بڑی وقعت تھی۔ آپ کے زمانے میں دہلی میں چار بادشاہ ہوئے۔ سکندر لودھی۔ ابراہیم لودھی۔ بابر اور ہمایوں۔ سکندر لودھی کے زمانے میں آپ کا تیر اقبال چمک رہا تھا اور طوطی بول رہا تھا اور اُس زمانے کے اولیائے کاملین میں آپ کا شمار تھا۔ اگرچہ ہمایوں بادشاہ کے عہد میں آپ کی وہ بات نہ رہی تھی پھر بھی متوسلان شاہی میں آپ کا مرتبہ بلند تھا۔ آپ کو ندسی مباحث میں یدِ طولی حاصل تھا اور سب آپ کے آگے سر تسلیم خم کرتے تھے حتیٰ کہ علماء اور فضلاء دیگر بلا بھی آپ کا لوہا مانتے تھے ۹۳۵ھ میں آپ نے ایک مسجد اور یہ درگاہ اور پھر اپنا مقبرہ قطب صاحب کی پڑائی بسجی میں راجوں کی بایں کے پاس بنوایا۔ یہ مسجد نہایت عمدہ اور بڑی شان و شوکت کی چوٹے پتھر سے بنی ہوئی ہے اُس کی خوبی وضع اور دل کشائی کا بیان نہیں ہو سکتا حقیقت میں یہ مسجد کسی زمانے میں بہت دل چسپ اور نہایت دل پسند ہوگی اس مسجد پر کوئی کتبہ یا تاریخ بنا نہیں اس سبب سے یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ مسجد کب بنی اور کس نے بنائی مگر یہ ظاہر ہے کہ درگاہ کے ساتھ کی مسجد ہے اور اُسی زمانے میں بنی ہوگی جب کہ درگاہ بنی۔ اس کی وضع قطع ہمایوں بادشاہ کے عہد کی عمارتوں سے بہت ملتی جلتی ہے اس لیے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ مسجد

آرامگاه شاهان صفوی



نقشه مسجد درگاه مولانا جامی



ہمایوں بادشاہ کے عہد کی بنی ہوئی ہے اور درگاہ کے ساتھ بنی ہے۔ اگرچہ یہ مسجد اب
 ویران ہے مگر اگلے زمانے میں عین قطب صاحب کی آبادی میں واقع تھی چنانچہ
 اب بھی ٹوٹی پھوٹی حویلیوں کے گنڈر اس کے اطراف میں موجود ہیں۔ آپ
 ہمایوں بادشاہ کے ساتھ گجرات تشریف لے گئے تھے اور وہیں ۱۰ ذی قعدہ ۹۵۵ھ
 میں آپ کا وصال ہوا۔ ”خیر و ہند و اقصیٰ“ آپ کی تاریخ وفات ہے۔ آپ کی
 نقش گجرات سے دلی لائی گئی اور عین حجرے میں آپ رہا کرتے تھے اُسی میں آسودہ
 ہیں۔ مسجد اور درگاہ کے احاطے کو علی حدہ علی حدہ میں مگر ملے ہوئے ہیں چنانچہ مسجد
 کی شمالی دیوار جو درگاہ کی جنوبی دیوار ہے درمیان میں راستہ بھی تھا جو اب بند کر دیا گیا
 ہے۔ صحن مسجد ۱۳۵ × ۷۷ ہے جس میں جانے کا دروازہ مشرق کی دیوار میں ہے جو حال کا
 ٹھکانا لا ہوا معلوم دیتا ہے۔ قدیم دروازہ جنوبی دیوار میں تھا جو اب یک جہدہ دیوار سے جو شرقی
 اور مغربی دیواروں کو ملاتی ہے بند ہو گیا ہے۔ جمالی مسجد کی وضع قطع موٹھ کی مسجد جیسی ہے فرق
 صرف اتنا ہے کہ اول الذکر میں صرف ایک گنبد ہے اور آخر الذکر میں تین۔ جمالی مسجد کا
 گنبد دو دیوں کے زمانے کی آخر طرز کا ہے۔ مسجد ۱۳۵ لمبی اور ۷۷ چوڑی اور ۳۳ اونچی
 ہے۔ بسیار فاضل و باخرد و دیانت ہوا۔ درخوردی نام او جلال خاں بود و غلص جلالی داشت چوں جوان
 شد باشارہ پیر خوشیچ سہار الدین جمال خاں نام و جلالی تخلص کرد۔ سیر العارفين از تصنیفات اوست
 و در زمان ابوالغازی سلطان حسین مرزا کچھ اسان رفته و تا آخر عمر مرزا بداں دیار گزرا نیدہ و در سہند
 مراجعت نمودہ مصاحب سلطان سکندر بود۔ بابر شاہ بادشاہ احترام او کما ہی بجای آوڑ و ہمایوں
 بادشاہ را بہ محبت اوسیلے موغور بوجہ ہموارہ با او مجالست می نمود۔ از ابیات اوست ہے
 مارا ز گرد کوش پیرا ہنسیست برتن واں ہم ز آب دیدہ صد چاک تا بدامن

”تاریخ رحلت از قمر الجواہرین“

مخذاقت خرد اجمالی بود عاشق دست لاء بالی بود
 شعر گیت و تازہ ہنس چہاں بہت عشرت فرمے پیر و جواں
 نقشبش را بداں زردے لعلیں بود بے اشتباہ تسمہ الدیں

ہمال نقشبش بہت و مکمل

غزیم گفت ماہ خسلد بریں - ۱۳

ہر چھت سے گنبد تک اور دس فیٹ کی بلندی ہے۔ مسجد پنج حدی ہے درمیانی محراب دیوار میں دو فیٹ اندر دار کو جو (دس) بلند اور (۱۰) چوڑی ہے۔ دیوار دوزستوں کے سرے جہاں سے محراب شروع ہوتی ہے سنگ سرخ کے ہیں جن پر عمدہ نقش و نگار ہیں۔ نہیں کہا جاسکتا کہ کبھی یہ ستون چھت تک بلند تھے یا نہیں۔ محراب کی اندرونی حصہ پر بھی منبت کاری کے عمدہ نقش و نگار ہیں اور محرابوں کی پیشانی پر بھی خوش نمائیل بوٹے بنے ہوئے ہیں اور سنگ مرمر اور سنگ سرخ کی پٹیاں پڑی ہوئی ہیں۔ محراب کے نیچے اُس دیوار میں جس میں بیچ کا دروازہ ہے ایک چھوٹی سی محراب دار کھڑی ہے۔ اس کھڑکی سے تین چار فیٹ نیچے وہ دروازہ ہے جس کا ذکر اوپر آیا ہے جو (۱۰) بلند اور (۱۰) چوڑی ہے۔ اس دروازے پر بھی سنگ مرمر اور سنگ سرخ کی پٹیاں بیل بوٹے اور نقش و نگار ہیں۔ درمیانی محراب کی ادھر ادھر کی محرابیں ۱۲ اونچی اور دس فٹ چوڑی ہیں بیچ کی محراب کی چھت دونوں جانب کی محرابوں کی چھت سے ۴ اونچی ہے۔ آخری بازو کی محرابوں کے دیوار دوزستوں میں دو طاق کم گہرے اور تین فیٹ اونچے ہیں۔ بیرونی دیوار دوزستوں کی پٹی محرابیں کھلی ہوئی ہیں اور ان میں سے مسجد پر چڑھنے کا زینہ ہے۔ چھوٹی محرابوں کی پیشانی پر بھی نقش و نگار ہیں جن میں بھورا اور لال پتھر لگا ہوا ہے۔ صحن مسجد میں چوکے نیچے ہوئے ہیں۔ پانچوں دروں کے جواب میں چھت کی دیوار میں بڑی بڑی دیوار دوز محرابیں ہیں۔ ان محرابوں میں سنگ مرمر کے ٹپکے اور نقش و نگار ہیں۔ بیچ کے حصے پر گنبد ہے جس کی چھت محراب دار ہے اور اطراف کے حصوں کی سطح۔ درمیانی حصہ مربع ہے مگر اوپر جا کر شہت پہلو ہو گیا ہے۔ درمیانی حصے کے کونوں کی مثلثی جگہ میں عمدہ نقش و نگار ہیں۔ مسجد کی عقب کی دیوار میں بھاری بھاری ٹوڑے جگہ کوڑے کرنے کو لگا دیئے ہیں۔ صحن مسجد کے شمال و مغرب کے کونے میں کوئی ستر فیٹ مربع زمین فصیل نما احاطے سے محصور ہے۔ احاطے کی دیوار دس فیٹ اونچی ہے اور اسی میں مولانا جمالی کا مزار شریف ہے۔ یہ احاطہ بھورے پتھر اور گچ کا ہے جس میں جانے کے پئے شمالی دیوار میں ایک پست دروازہ لگا ہوا ہے۔ تمام دیوار میں طاق ہی طاق ہیں اور مغرب رخ کی دیوار کے طاق کھلے ہوئے ہیں۔

اس احاطے کے جنوب و مغرب کے کونے میں ایک حجرہ ہے جو غالباً خدام کے لئے بنایا گیا ہے اور یہیں وہ دروازہ تھا جس میں سے مسجد میں جانے کا راستہ تھا جو اب بند کر دیا گیا ہے۔ حضرت کے مزار کے مشرق میں ایک وسیع احاطہ ہے جس میں بہت سی قبریں ہیں حضرت کی قبر ۴ مربع اور ۱۱ اونچے حجرے میں ہے جس کا دروازہ جنوب کی دیوار میں ہے۔ دروازے کے سامنے اور عمارت کے گرد اگر سنگین چھبے ہیں جس کے نیچے توڑے لگے ہوئے ہیں۔ اسی کے نیچے حجرے کے اطراف ایک کاشانی اینٹوں کے کام کا پتھر ہے۔ حجرے کی سطح چھت کے اطراف بھی رنگین نقاشی کا کام ہے۔ دروازے کے دونوں طرف دو طاق ہیں جن کے اوپر چھوٹے چھوٹے طاق روشنی کے لئے بنے ہوئے ہیں۔ حجرہ شریف میں سنگ مرمر کا فرش ہے جس پر سنگ موسیٰ کی تحریر ہے مغربی دیوار میں ایک چھوٹا سا سنگ مرمر کا طاق قبیلہ کی طرف ہے جس پر یہ کتبہ ہے۔

لا الہ الا اللہ الملک الجبار محمد رسول الہی المختار۔ اللہ (ہم مرتبہ) شہد اللہ
انہ لا الہ الا اللہ والہو الملک والہو العزیز
بارہ (۳) س آل عمران باع۔ الملک الواحد القہار لا الہ الا اللہ محمد الرسول
یا اللہ۔

شمالی اور مغربی دیواروں میں سنگ سرخ کی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ ان جالیوں کے دونوں طرف جہاں مغربی دیوار میں دروازہ اور دیوار دوڑ محراب ہے روشنی اور ہوا کی آمد و رفت کے لئے دو فیٹ مربع طاق بنادیئے ہیں۔ حجرے کی چھت اندر سے گنبد دار ہے جس میں نہایت عمدہ مگر ضرورت سے مزیدہ نقش و نگار اور رنگ آمیزی ہے۔ حضرت کی قبر شریف حجرے کے پنج میں ہے۔ آپ کی داہنی طرف اور ایک قبر ہے جو آپ کے بھائی کمالی صاحب کی کہی جاتی ہے۔ بائیں طرف ایک قبر کی جگہ خالی ہے۔ دونوں قبریں نہایت شفاف سنگ مرمر کی ہیں جو بہت مجلی کیا گیا ہے۔ قبروں کے تعویذ سیدھے سامے چپے ہیں جن پر نہ کوئی نقش و نگار ہے نہ کوئی کتبہ۔ درگاہ کے اندر گنبد کے گرد چوڑے کی منبت کاری میں ذیل کی دو غزلیں آپ کی کہی ہوئی کھدی

ہوئی ہیں۔

غزل

اگر کفر کشد سرسیاہ کاری ما
 بود بعفو تو چشم امید داری ما
 بہ آستان تو شرمندہ سگان تو ام
 کہ شب قرار ندارد بآہ وزاری ما
 اگر بپرودہ رازے تو محسوس یابم
 فقر بفر نماید بپرودہ داری ما
 بنجا ک کوے تو در حتم مردمان خواریم
 بہ نزد اہل نظر غنیمت است خواری ما
 ز ابرطف تو شد تا پدید گرد گناہ
 و بیک شستہ نشد داغ شساری ما
 برو ز بجز تو در سبکی و تنہائی
 بجز محنت نرسد کس بگلزاری ما
 جمالیسا بدر یار التجاسی آر
 کہ بہت برود دلدار رستگاری ما

دوسری غزل

ز حد گزشت بجنس تو بے قراری ما
 امیدست کہ رحم آوردی بزاری ما
 جمال عفو تو کما آدے بریں ز نقاب
 اگر نہ روئے نمودے گناہ گاری ما
 اگر چه در غور قہریم از گنہ کاری
 بود بملطف تو چشم امید داری ما
 بغزت جبروت و بجزمت ملکوت
 رسم گریفر از بی بجا کساری ما
 اگر بپرودہ راز تو پرودہ دار شوم
 فرشتہ را نشود جاے پرودہ داری ما
 نزدیک تر شخ ابر کرم فرو شونی
 غبار جرم ز رخسار شساری ما
 نظر بسوے جمالی فگن ز روے عطا
 سہیں بجانب سستی و حنام کاری ما

قطع

اے رحمت تو از غضب بردگرو
 دگر تہ ترا لطف تو فرمود برو
 جاے کہ شد از خربین عفو تو سخن
 آں جا گنہ خلق استنجید بوجو

درگاہ کو مختصر مگر بہت خوب صورت اور بالکل درست حالت میں ہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کل کی بنی ہوئی ہے۔ اندر فرش سنگ مرمر کے چوکوں کا ہے جس میں سنگ سنی کی ٹیلیا پڑی ہوئی ہیں۔ آپ کی قبر کا تعوید ۶۔ ۵ x ۳۔ ۸ ہر دونوں قبریں ایک ہی وضع کی ہیں اور اللہ اللہ اور بیچ میں کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے۔ حجرہ شریف اندر سے ۱۳۔ ۱۰ امرج ہے۔ دیواروں پر خدا جانے کس نفاس سے کج کی ہے کہ مثل آئینے کے سنہ دکھائی دیتا ہے۔ دیواروں پر نقش و نگار کے علاوہ گنبد کی چھت پر جو بہت بلند نہیں لا جو ردی رنگ کے ایسے گل بوٹے لٹکائے ہیں کہ چمن کھلا دیا ہے اور رنگ ایسا پائدار ہے کہ ذرا پھیکا لگی تو نہیں پڑا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی نقاش نے قلم دھرا ہے۔ درگاہ کے سامنے ۳۶ x ۱۲ کا چوڑا کا بہت نفیس فرش ہے جس میں سفید اور گردے رنگ کی چھ اینچ مربع ٹیلیاں لگی ہوئی ہیں اور آج تک باوجود روندن کے یہ فرش جھل رہا ہے۔ سبحان اللہ کیسے بنائے والے تھے اور کیسے بنوائے والے۔ اسی فرش کے چوں بیچ ۷۔ ۱۲ ہوض ہے جو اب پاٹ دیا گیا ہے۔

آپ کی درگاہ کا احاطہ بہت وسیع اور فصیل ناکنگورے دار ہے جس کا طول و عرض ۱۲ x ۹ اور اونچان ۱۰ ہے۔ ساری دیواریں طاق طاق بنے ہوئے ہیں۔ اتنے بڑے احاطے کے اندر پورا کچ کا فرش تھا جو سب ضائع ہو کر کہیں کہیں کوئی ٹکڑا رہ گیا ہے۔

درگاہ کے احاطے کے اندر بجانب **سنگ سرخ کی چوکھنڈی** مشرق ایک چھوٹی سی گھر بہت سڈول

چوڑی ۹ پیم مرلج چوکھنڈی ہے جس کے بیچ میں سنگ سرخ کی ایک زنائی قبر ہے جسٹ دو طرف اللہ اللہ اور بیچ میں کلمہ ہے۔

دوسرا احاطہ اوپر والی چوکھنڈی کے پاس ایک اور کنگورے دار ۱۰۰ x ۱۰۰ پیم طاق دار احاطہ ہے جس کی بلندی ۱۰ ہے۔

فرش پختہ تھا اب کہیں کہیں کنارے کنارے باقی رہ گیا ہے۔ اس میں بہت سی قبریں ہیں مگر بہت کم تفصیل بیان اوپر آچکا ہے۔ بڑی بھاری اور عالی شان بڑے

مسجد وسیع احاطے کے اندر یہ مسجد عمارت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مکمل نہ ہوئے پانی اور اچھوری ہی رہ گئی کیوں کہ دو درکتبوں سے خالی رہ گئے ہیں۔

مسجد میں دو طرفہ منبتیں منبتیں سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ ممبر تک باقی نہیں۔ مسجد کا فرش صرف روڑی کارہ گیا ہے۔ دہنی طرف سے پہلے در پر (۱) لیس البوان تو لواد جو حکم قبل المشرق والمغرب تا داوالمک ہم المتقون۔ پارہ ۲۔ س بقر۔ ۴۔ یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام تعلمہم یرشدون۔ پارہ ۲۲۔ س بقر۔ ۴۔ آیتہ الکرسی فن یکفر تک۔ اور کلمات داخل علیہا ذکر یا المحاب تاناں اللہ یرزق من لیشاء بغیر حساب۔ پارہ ۲۳۔ س آل عمران۔ ۲۴۔ (۳) پیش طاق۔ وما جعلنا القبلة الاللی کنت علیہا تاناں اللہ بالتائیں لہ رؤف ورحیم پارہ ۲۴۔ س بقر۔ ۴۔ سجین ربک رب العزۃ عما یصفون وسلم علی المرسلین والحمد للہ رب العلمین۔ پارہ ۲۳۔ س صفت۔ ۴۹۔

باقی دو درکتوں سے خالی رہ گئے ہیں۔ بیچ کی محراب سنگ مرمر کی ہے جس میں سنگ مرمر اور سنگ سرخ کی نہایت نازک اور نفیس مرغولیں بنی ہوئی ہیں۔ گو مسجد سنگ خارا کی ہے مگر باہر کی محراب کار و کار سنگ سرخ کا ہے۔ اور اس پر ایک بہت خوب صورت نشیمن سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے۔

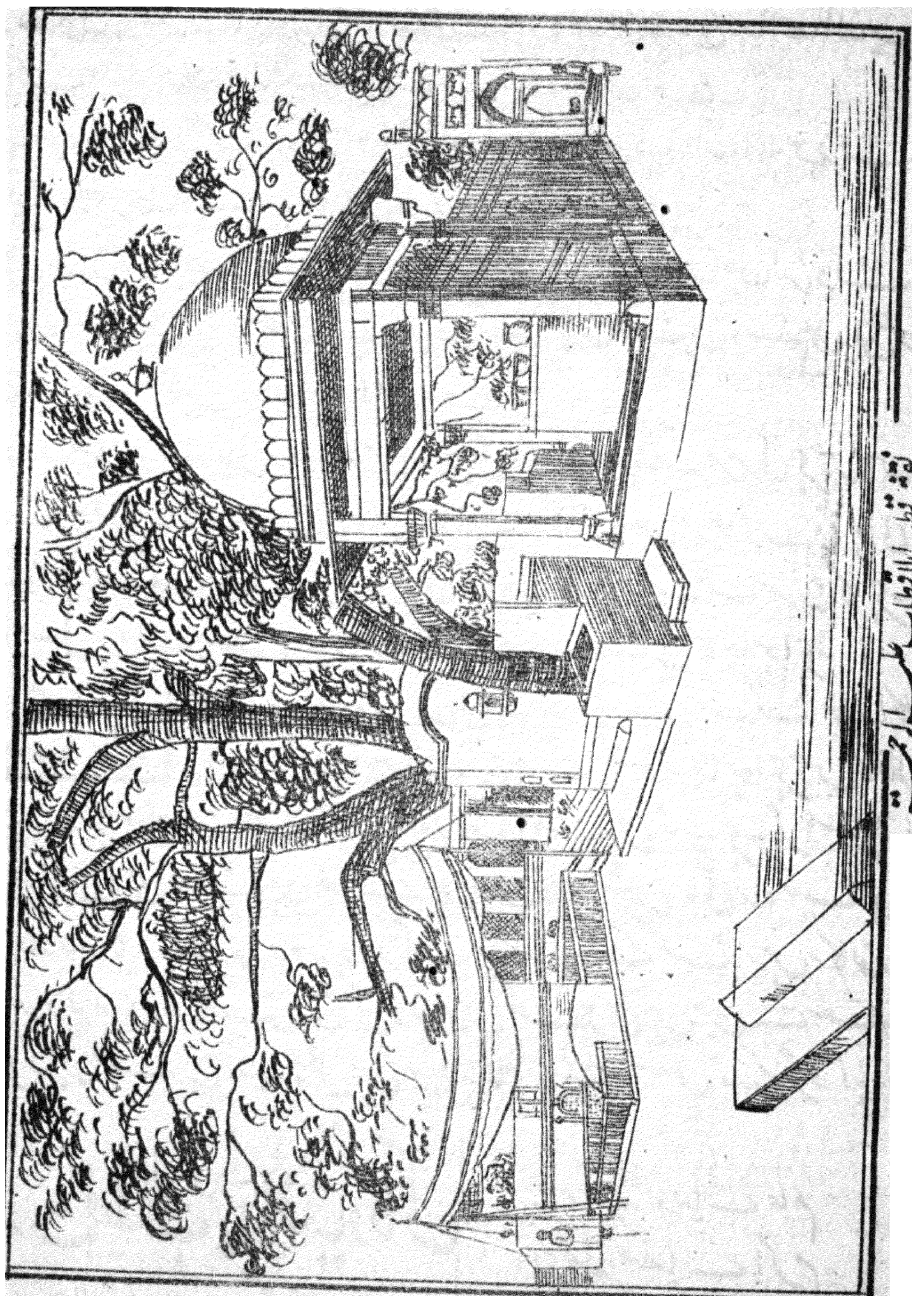
ایک منج

مسجد کے شمال میں ایک اونچے ٹیلے پر سنگ خارا کا ایک بہت پہلو برج بہت مضبوط بنا ہوا ہے جس کا قطر ۱۱ فٹ ہے۔ اور ہر ضلع طول میں ۷ فٹ ہے اور در کی بلندی ۱۱ فٹ ہے۔ مگر اس میں کوئی فبر نہیں رہی صرف بن گھڑے پتھروں کا فرش باقی رہ گیا ہے۔ مسجد اور درگاہ کے گرد دور دور تک مکانوں کے کھنڈ رہیں مکانوں کی چار دیواری اور محبوروں کی دیواریں کھڑی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اب جنگل میں یہ درگاہ ہے پہلے اس کے گرد آبادی تھی۔

اے سرور اولیائے عالم
ای قبیلہ اصفیائے اکرم
روئے تو کہ آفتاب جن ست
پیدا شد از وضیائے عالم

حضرت قطب الدین بختیار کاکی
اوسی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ

نقشه قطب الاقطاب علی الارض



حضرت خواجہ قطب الدین صاحب حسینی ہیں آپ کے نسب کا سلسلہ حضرت
 امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام نامی خود
 کمال الدین احمد موسیٰ لوشی ہے۔ آپ اوشس ملک ماوراء النہر کے رہنے والے
 تھے حضرت خواجہ قطب الدین جو عموماً خواجہ صاحب سے مخاطب کیے جاتے
 ہیں بزرگان دین میں نہایت اعلیٰ مرتبہ رکھتے ہیں۔ حضرت صرف ڈیڑھ یا دو ہائی
 ہی سال کے تھے کہ آپ کے پدر بزرگوار نے انتقال فرمایا۔ آپ شہر بغداد
 میں امام ابو اللیث ثمرقندی کی مسجد میں بہارِ رجب ۳۲۰ھ حضرت
 معین الدین حسن چشتی سخبری قدس سرہ العزیز کے مرید ہوئے اور مرتبہ
 خلافت پیرانِ حشت سے حاصل کیا اور ایک مدت خواجہ بزرگ کے ساتھ بغداد شریف
 میں محنت و ریاضت شاقہ کھینی۔ جب خواجہ موصوف بغداد سے اجمیر شریف
 تشریف لائے تو بعد میں آپ بھی پہلے ملتان آئے بعد وہلی پونچ کر آپ
 نے خواجہ بزرگ کی خدمت میں ایک عریضہ اشتیاقیہ لکھا۔ حضرت نے جواب
 دیا کہ روحانی نزدیکی کو کافی فاصلہ نقصان نہیں پہنچاتا اور نہ پونچائے گا اگر بابا
 بختیار تم کو وہلی میں رہنا چاہیے چنانچہ آپ وہلی ہی میں رہے مگر تین بار آپ کی
 زیارت کو اجمیر تشریف لے گئے۔ سراج الاقطاب میں لکھا ہے کہ آپ
 ۵۸۰ھ میں فتح دہلی سے پورے تین سال پہلے راہِ تپپور کے زمانے میں
 ہندوستان تشریف لائے اُس وقت سن شریف میں سال کا تھا اور آپ
 تحصیلِ علوم سے فرائع حاصل کر چکے تھے آپ کو دنیاوی معاملات امورِ سلطنت
 سے کسی قسم کا تعلق نہ تھا آپ کا مشرب ہمیشہ صلح کل رہا۔ سراج الاقطاب میں لکھا ہے کہ
 آپ کے تعلقات سلطان محمد غوری سے سلگت نہ تھے مگر سلطان
 سمسال لدین ایش آپ کا بڑا معتقد تھا اُس کے زمانِ سلطنت میں آپ کا بڑا
 ۱۰۰۰ھ اوشس بوزن موش ولایتِ فرغانہ میں ایک قصبہ پر مین سمرقند اور اندجان کے۔ آپ کی حیات
 کے سال میں اختلاف ہے۔ کتب تواریخ سے آپ کی وفات یومِ دوشنبہ ۱۴ رجب الاول ۶۳۳ھ میں ہوئی اور
 وفات کے وقت آپ کی عمر چھتر سال کی ثابت ہوتی ہے بلکہ صاحب اسرار الادب لکھتے ہیں کہ سن شریف چھ
 سو برس کا تھا کیوں کہ آپ کی ولادت ماہِ رجب ۵۱۳ھ ہونا بھی جاتی ہے واللہ اعلم بالصواب۔

دور دور تھا۔ پہلے پہل آپ نے پانی کے آرام کے خیال سے موضع کیلو کھڑی
 میں لب آب قیام فرمایا اور کچھ دنوں وہیں رہے کہ شمس الدین لغمان نے آپ کو
 شہر میں لانے کی خواہش کی لیکن آپ نے انکار کیا مگر پھر بھی ہفتے میں دو مرتبہ
 بادشاہ آپ کی خدمت میں بالاتزام حاضر ہوا کرتا تھا حالانکہ آپ کی اقامت کا فصل
 پانچ کوس تھا۔ آخر بادشاہ بہت مصر ہوا اور آپ کو نہایت عجز و الحاح سے شہر
 میں لایا اور اعزاز الدین کی مسجد کے پاس جو ایک پُر فضا اور عفا مقام تھا آپ کو
 ٹھہرایا۔ شہر کے چھوٹے بڑے سب خواجہ صاحب سے رجوع ہو گئے۔ تھوڑے
 دنوں بعد مولانا جمال الدین احمد بسطامی شیخ الاسلام نے انتقال کیا۔
 بادشاہ نے چاہا کہ یہ خدمت آپ کو دے لیکن آپ کو دنیاوی معاملات سے
 کیا تعلق تھا آپ نے ہرگز قبول نہ فرمایا۔ آپ دہلی میں شاہل ہوئے اور آپ
 کے دونوں صاحب زادے سید احمد اور سید محمود صاحبان آپ
 کے برابر ہی آسودہ ہیں بڑے صاحب زادے کا مزار تو کٹہرے کے اندر آپ کے
 برابر ہی ہے اور چھوٹے صاحب زادے کا کٹہرے کے باہر آپ کی پائنتی۔ بڑے صاحب
 سید احمد بڑے صاحب جذبات و کمالات گزرے ہیں۔ سید محمود نے عالم طفلی
 میں سات سال کی عمر میں ہی انتقال فرمایا۔ حضرت خواجہ صاحب کے مزار کے
 سر پہنے خواجہ عبدالعزیز بسطامی اور پائنتی قاضی حمید الدین ناگوری۔ مولانا بدر الدین
 غزنوی اور امام الدین ابدال حضرت ضیاء الدین دست غیب خواجہ صاحب کی طایہ
 کے صاحب زادے خواجہ شرف الدین بقال اور بہت سے بزرگان دین کے
 مزارات ہیں۔ آپ کو حضرت خواجہ خضر سے عالم رویا میں ملاقات ہوئی تھی۔ آپ
 کے کمالات خوارق عادات۔ کرامتوں۔ غیب گوئیوں کی بہت سی روایتیں مشہور
 ہیں مگر آپ نے خود کبھی اپنے کشف و کرامات کا اظہار نہیں فرمایا۔ آپ جب تنگ
 زندہ رہے مرجع خاص و عام رہے اور گوکہ آپ کے جنازے کو بادشاہ وقت
 نے کندھا دیا مگر آپ کے بے شمار مریدیں اور معتقدین کو جو عقیدت آج تک
 ہر اس کے مقابلے میں یہ امر کوئی قابل فخر بات نہ تھی۔ آپ نے اپنے وصال
 کے وقت اپنا تجبہ اور عصا اپنے مرید اور خلیفہ حضرت فرید گنج شکر کے پاس

بمقام پاک پٹن جو ملتان کے قریب ہی صبح دیا۔

آقا جی کہ جب ایک بار حضرت خواجہ معین الدین جشتی اجیر سے وہی اس ضرورت سے تشریف لائے کہ آپ کے دو صاحب زادوں کا علاقہ اجیر میں ایک گاؤں تھا وہاں کا تعلقہ دار تنخواہ دینے میں آپ کو ستانا تھا۔ آپ نے صاحب زادوں کی خاطر دہلی چل کر بادشاہ سے مشاہرہ لانے کی آمادگی ظاہر فرمائی۔ خواجہ بزرگ دہلی تشریف لائے اور حضرت قطب صاحب ہی کے مکان پر تشریف فرما رہے قطب صاحب نے فرمایا کہ آپ کو بادشاہ کے دروازے پر جانے کی کیا ضرورت اور میں نہیں چاہتا کہ ذرا سی بات کے لئے آپ وہاں تک تکلیف فرمائیں یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ مختصر یہ کہ آپ بادشاہ کے پاس گئے۔ بادشاہ تو آپ کی ملاقات کا بھوکا ہی تھا آپ کی تشریف آوری کو بے انتہیت سمجھا اور بہت خوش ہوا اور اسی وقت مقررہ مشاہرے کی اشرافیوں کی تحلیلیاں نذر کیں۔ اسی مجلس میں رکن الدین حلوائی حاکم خطہ اودھ بھی آیا اور حضرت کے بلند مرتبے پر بیٹھا بادشاہ کو یہ سوا ادبی ناگوار معلوم ہوئی آپ نے تاڑ لیا اور حسدہ پیشانی سے فرمایا کہ جس وقت حلوا اور کاک موجود ہوتا ہے تو ہمیشہ حلوا کاک کے اوپر رہتا ہے پس اگر حلوائی کاک کی سے اوپر بیٹھ گیا تو کیا بُرا ہوا۔

حضرت قطب صاحب فرماتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ معین الدین صاحب دہلی تشریف لائے اُس وقت شیخ نجم الدین صغرا دہلی کے شیخ الاسلام تھے اور خواجہ بزرگ سے اُن سے قدیم رد ابط ملک خراسان سے تھے اور آپ کی طبیعت میں چوں کہ انکسار بہت تھا آپ بے تکلف اُن سے ملنے چلے گئے وہ ایک چوتھے کے بنوائے میں مصروف تھے ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ آپ نے نزدیک جا کر اسلام علیکم کہا اور کہا کہ شاید تم کو شیخ الاسلامی کا گھمنڈ ہے جو قدیم دوستوں سے یوں بے رنجی کرتے ہو۔ نجم الدین نے بہت کچھ معذرت کی اور کہا کہ معاف کیجئے میں نے دیکھا نہیں ورنہ میں وہی بندہ معتقد اور مخلص ہوں مگر آپ نے اس شہر میں ایک ایسے مرید کو چھوڑا ہے کہ اُن کے سامنے میری خدمت پہنچے۔ آپ مسکرائے اور فرمایا کہ ”خاطر جمع رکھو میں یا باقطب الدین

کو اپنے ساتھ اجیر لے جاؤں گا۔ خواجہ بزرگ نے چندے دلی میں اقامت فرما کر مراجعت کا قصد فرمایا اور قطب الدین صاحب نے فرمایا کہ بابا بختیار دفعۃً تو ایسا شہر میں مشہور ہوا کہ بعض لوگ تجھ پر رشک کرتے ہیں اٹھ اور میرے ساتھ چل، چنانچہ آپ نے بھی حضرت کے ساتھ اجیر جانے کا ہتھیہ کر لیا۔ یہ خبر مثل برق صاعقہ کے پھیل گئی جس سے دلی میں ایک تہلکہ عظیم برپا ہو گیا اور لوگوں نے حضرت معین الدین کے حضور میں واویلا اور منت سماجت کی کہ حضرت کو دلی ہی میں رہنے دیا جائے کہ جن کے دم قدم کی برکت سے ہم لوگوں کی جان میں جان ہر اور شہر میں برکت ہے۔ یہاں تک کہ سلطان شمس الدین التمش یہ خبر سن کر پاسبانہ حضرت کی خدمت میں دوڑا ہوا آیا۔ چوں کہ ایک جم غفیر کی یہ خواہش تھی حضرت معین الدین نے یہ درخواست قبول فرمائی اور خواجہ بزرگ نے آپ کی مفارقت میں تمام شہر کا حال ایسا مضطرب و پریشان دیکھا تو فرمایا کہ بابا قطب الدین تم یہیں قیام کرو میں نہیں چاہتا کہ تمہاری آتش جدائی میں خلق خدا کے دلوں کو کباب کروں۔ جاؤ اس شہر کو ہم نے تمہاری پناہ میں سپرد کیا، قطب صاحب نے بھی قصد روانگی ملتوی فرمایا اور پھر آپ نے یہیں اقامت فرمائی اور یہیں آپ کا وصال ہوا۔

آپ سے لوگوں کی حسن عقیدت اس درجے بڑھی ہوئی تھی کہ اب تک بھی آپ کا مزار مہبط انوار الہی ہے۔ سبحان اللہ عجیب مکان پُر نور اور مقام کرامت نشور اور آستانہ فیض گنجر اور بارگاہ سراسر سرور ہے کہ ہر درویش و یار اُس کا مطلع خورشید سعادت اور ہر گوشہ اُس کا مشرق انوار ہدایت ہے۔ ہر سنگ اُس کا سحر گاہ سبحان بیت الجمور اور ہر ذرہ اُس کا بصیرت افرازے دیدہ تجلی طور ہر طرف رواے شوارق رحمت رحمانی نور افشاں اور ہر جانب رشحات سحاب لطف یزدانی فیض رساں۔ باوجودیکہ مزار آپ کے زیر سما ایک انبار گل ہے مگر اُس کی خوشبو سے شمس گل و بوئے مشک مجل ہے اور باوصف کہ تربت پر کچھ گنبد و آرائش نہیں لیکن اُس کی عظمت و جبروت سے بارگاہ سلطانی اور شوکت خروگاہ آسمانی منفعول ہے۔

تاریخ سلاطین افغانہ میں احمد یادگار راوی ہیں کہ محمد عادل شاہ سور کا سپہ سالار

ہیمبول جب دہلی سے مغلوں کے مقابلے کو نکلا تو وہ آپ کے مزار پر حاضر ہوا اور منت مانی کہ اگر وہ دہلی فتح کرے گا اور مغلوں کو پس پا کر کے دہلی کے تخت پر متمکن ہو جائے گا تو وہ قبول اسلام سے مشرف ہوگا۔

جب آپ کے وصال کی خبر پاک پٹن میں پہنچی تو حضرت فرید شکر گنج دہلی شریف لائے اور جو منٹھی کی مٹی لاکر آپ کی قبر پر ڈال کر یاں بھر بھر کر ڈالیں چنانچہ آپ کی قبر شریف آج تک خام ہے بلکہ اس کا یہاں تک اہتمام ہے کہ ان نوکریوں کی مٹی کو اسی طرح چھوڑ دیا ہے سطح کو ہموار تک نہیں کیا۔ انھیں پر ایک سفید غلاف پڑا رہتا ہے۔

حضرت کے مزار کے گرد سنگ مرمر کا ایک نہایت نفیس جالی دار کٹھن ہے۔ اور پچاس سال پہلے سرخورد شہید جاہ بہادر نے نصب کرایا ہے۔ کٹھن کی زینت کا کیا پوچھنا مگر کتبہ جو لگا یا ہے وہ ایسا بدخط ہے کہ اس نے کٹھن کو بھی غیب لگا دیا۔ حال اُن کہ نواب صاحب مرحوم و متغور نے حضرت نظام الدین اور وردن چرائے دہلی کی درگاہوں میں بھی کٹھن لگوائے ہیں اُن پر تو بہت خوش خط کتبے ہیں اور ضرور ہے کہ یہ کٹھن بھی جب ہی لگایا ہوگا مگر کتبہ غالباً بعد میں بے توجہی سے کھدوایا ہے اور وہ یہ ہے۔

و گذرانیدہ غلامان غلام نقوی محی الدین بہادر شمس الامرا

امیر کبیر خورشید جاہ نسبت دیکم ماہ صفر المظفر سنہ ۱۰۳۲ ہجری

حضرت مزار کے سراپنے دیوار میں بطور چراغ دان کے ایک طاق بنا ہوا ہے اس پر یہ خوش خط کتبہ ہے۔

۷۸۶

لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

جائش سلطان الہند غریب نواز خواجہ معین الدین

خواجہ قطب الدین بختیاؤٹی کاکی چشتی رح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا اللہ بخش

جام شراب الفت آفا کہ بر کشیدند بادند جاں بیازی گری گری آید

چراغ دان مزار مبارک حضرت قطب الاقطاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

گزارا بندہ خاکسار رسوا مرزا غافلہ از دہلوی ۲۴ ربیع الاول ۱۰۳۳ھ

فدا حسین مستنگ تراش

اکبر آبادی

آپ کے سراپے ایک اور کسج احاطہ ہر اس میں بھی متعدد قبور بزرگان دین اور آپ ہی کے معتقدین کی ہیں۔ اس احاطے میں بڑے بڑے چار درخت کھرنی کے بہت بڑے ہیں کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ مخدوم جہانناں جہاں گشت کے لگائے ہوئے ہیں بہر حال میں بہت پرلے۔ ان کا گھنا سایہ گرمی میں بڑا لطف دیتا ہوگا۔

۹۴۸ھ میں بزمان سلطنت شیر شاہ خلیل اللہ
۱۵۴۸ء نامی ایک بڑے امیر وقت نے آپ کی قبر کے
اطراف ایک وسیع احاطہ کھنچوایا اور شمال کی طرف

مقتصل مجلس خانہ
۹۴۸ھ
۱۵۴۸ء

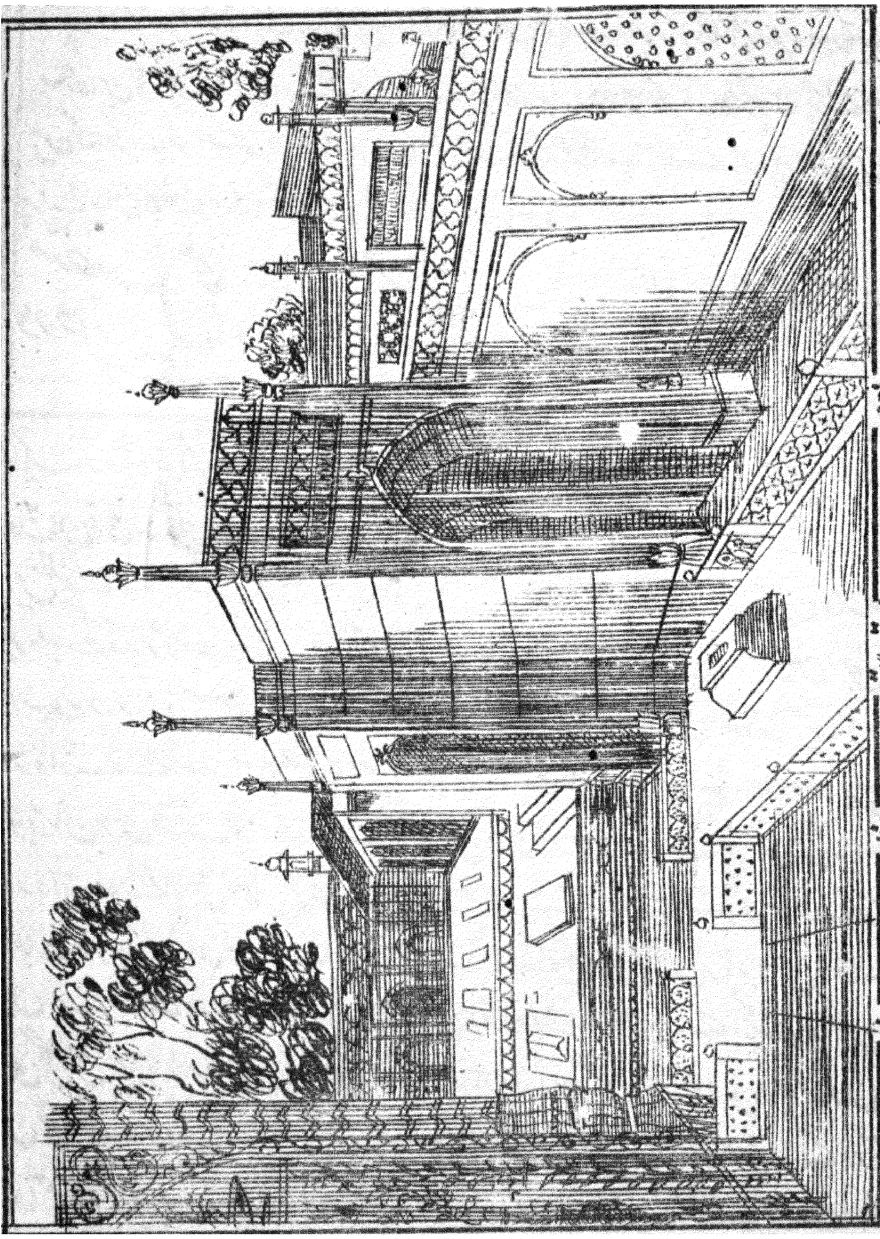
ایک دروازہ بنا کر یہ کتبہ نصب کیا:۔ (اشعار پر دروازہ مقتصل مجلس خانہ)

دور بزمان آفتاب جرخ دولت شیر شاہ شاہ را برباب کوکب سوکب گردوں غلام
ابن عظیم القدر در گاہے کہ اندر باب او صادق آمد قول خدا الباب من دار السلام
بود بست و چار و نہ صد سال از حجت کشد را ہتمام شیخ دیں پر در طویل الحق تمام

اب یہ دروازہ بستی دروازہ کہلاتا ہے۔ دروازہ تو کچھ بڑا عالی شان نہیں ہے۔ اسی دروازے سے بستی چڑھتی ہے اس سبب سے یہ نام مشہور ہو گیا۔ ۱۳۰۱ھ ۲۴ ربیع الاول

کو بزمان عرس شریف غلاف خوشبوئیں وغیرہ اسی دروازے سے چڑھتی ہیں۔ اسی دروازے کے پاس سماں خاں کی قدیم عمارت تھی جو اب شکستہ ہو کر سوائے وسیع احاطے اور ایک شان دار گنبد دار دروازے کے کچھ باقی نہیں رہا۔ اس احاطے میں اب صرف قبریں ہی قبریں ہیں بستی دروازے میں سے ایک چالیس گز لمبی لگی چلی گئی ہے جو مکانوں کی ٹھپیت کی دیواروں اور صحن درگاہ کی دیواروں سے بن گئی ہے۔ اس گلی کے سرے پر چھ سیرٹھیاں چڑھ کر مولنا فخر الدین کے دروازے میں ہم داخل ہوتے ہیں۔ آپ شاہ عالم کے زمانے کے ایک بڑے امیر تھے۔ اس دروازے کے ایک جانب تین اور دوسری طرف ایک حجرہ ہے جو خدام

لے بارک پور کوٹلے کے مطلق دار تھے۔ ۱۳۰



مط دروازه اندرون مط در خانه بیرون

نقشه دروازه ای درگاه و حشمت خواجه قطب المظاہر شیخ مرزا سوادا خان کرمانی
بست مرزا سوادا خان کرمانی

کے رہنے کے لیے بنے ہوئے ہیں۔

دروازہ جانب حاطہ ملا موح
 دس برس بعد سلیم شاہ کے عہد میں
 یوسف خاں نے ایک اور
 دروازہ ۹۵۸ء میں بنوایا جواب
 ۱۵۶۸ء

مسدود دروازہ ہے اور خیم پر یہ کتبہ ہے۔
 اشعار پر دروازہ جانب حاطہ ملا موح

در زمان شہ جہان اسلام	شد بلند بی در سپہر جناب
گرچہ مدست باب جنت را	لش باٹ بٹیل ہذا الباب
کردیمے بنا کہ در بابش	یوسف ثانی از حق است خطاب
چوں ز تلخ نام کردم عرض	گفت در گاہ خواجہ اقطاب

اس دروازے کا نام مالن دروازہ مشہور ہے جو درگاہ کی مشرق جانب تھا۔ مالن دروازہ اس سبب سے کہلاتا تھا کہ ادھر سے کوئی مالن بھول اور چادر وغیرہ چٹا لے آیا کرتی تھی۔ اب یہ دروازہ گر گیا ہے اس سبب سے یہ کتبہ یہاں سے نکال کر صحن مسجد کے سونے جو تین حجرے توڑتے خانے کے بنے ہوئے ہیں ان میں سے بیچ والے حجرے کی پیشانی پر لگا دیا ہے۔

نوابان جھجر کی سہراڑ
 بستی دروازے میں داخل ہونے کے بعد سیدھے ہاتھ کی طرف مجلس خانے کے دروازے کے ملحق ایک احاطہ ہے جو ۱۷۵۸ء کا ہے جو جھجر کے نوابوں کی سہراڑ ہے۔ اس احاطے کے اندر مغرب میں ایک چھوٹی سی تین دروں کی مسجد ہے اسی کے صحن میں یہ سہراڑ ہے۔ اسی احاطے میں مسجد کی پشت پر ایک مکان تین در اور دو کوٹھڑیوں کا ہے جس کے صحن میں ایک برجی بھی بنی ہوئی ہے۔ صحن مسجد کے مشرق میں سنگ مرمر کے دو نفیس چبوترے ہیں۔ دونوں ۱۰.۵ × ۳.۵ طول و عرض میں اور دو فیٹ اوپے ہیں۔ دوسرے چبوترے کے گرد سنگ مرمر کا ایک جالی دار کٹر ایک فٹ اوپا ہے۔ پہلے چبوترے پر دو قبریں ہیں ایک جھجر کے پہلے نواب نجابت علی صاحب کی اور دوسری ان کی بیوی کی۔ یہ

نجات علی وہ ہیں بن کو لارڈ لیک کے زمانے میں جاگیر عطا ہوئی تھی۔ دوسرے چبوترے پر نجات علی خاں کے صاحبزادے میر فیض محمد خاں کی قبر ہے جس پر سنگ مرمر کی لوح پر یہ خط تعلق نہایت خوش خط یہ کہتہ ہے:-

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

لواء چوں گذشت ازین ایراں سراے از جوش درد و غم ہمہ عالم بہم زوم
تاریخ طمش سد لوح مزار او آرام گاہ فیض محمد عالم زوم
اس قبر کی داہنی طرف ایک اور سنگ مرمر کی ایسی ہی قبر ہے مگر اس کے گرد نہ کٹھن ہے نہ لوح۔ یہ قبر میر فیض علی خاں کی ہے جو لواء عبد الرحمن خاں حجازی کے آخری لواء کے والد تھے۔ عبد الرحمن خاں کو ۱۷۵۷ء کے عہد میں بعلت بغاوت پھانسی دی گئی تھی جن کی نقش کو سرکار نے اُن کی ہڈیاں دفن کر دیا۔ اس کے علاوہ اس احاطے میں اور بہت سی قبریں ہیں۔ محسن مسجد سے شروع کریں تو پہلی لین میں تین قبریں ہیں (۱) چبوترے اور قبر سنگ مرمر۔ (۲) سنگ سرخ کی۔ (۳) ایک پست قبر چمچ کی دوسری لین (۱) سنگ سرخ کے چبوترے پر دو قبریں سنگ مرمر کی۔ دوسرا چبوترے سنگ مرمر اس پر دو قبریں جس میں ایک سنگ مرمر کی ہے۔ ان دونوں چبوتروں کے بیچ میں ایک لین دونوں قبر۔ تیسرا چبوترے سنگ سرخ کا اس پر ایک قبر۔ تیسری لین۔ محسن مسجد پر ایک قبر چمچ کی محسن سے اتر کر تین چبوترے سنگ مرمر کے ہیں جن پر لواء بان حجازی کی قبریں ہیں اسی لین میں چوتھی قبر چمچ کی ہے اور پانچویں قبر سنگ مرمر کی سنگ سرخ کے چبوترے پر ہے۔ چوتھی لین۔ سات قبریں پانچویں لین۔ چار خیمہ دو غم قبریں۔ اس لین کی کوئے والی قبر چمچ کی ہے یہ لوح لگی ہوئی ہے۔

ہو القیوم

فرشتہ خصلت و عصمت پناہ و مرتبت
ہوئی واصل بحق از حکم رب پاک بہمت
جو پوچھا یا سنا رضواں سے مسکاز سرشیش
زہی جنت میں ممتاز انسا گئی بولا

یہ احاطہ پتھر چوڑے کا ہے۔ احاطہ کے بیچ میں نیم کا ایک بہت پرانا درخت ہے۔
شاہ کرخاں کا دروازہ
 ۱۱۹۹ھ
 ۱۶۰۶ء

بیس گز کے فاصلے سے ایک اونچی دیوار میں ایک دروازہ نصب ہے اور وہ اپنی طرف
 ایک اور محراب دار دروازہ ہے جس کو ۱۱۹۹ھ میں بھگت شاہ عالم بہادر شاہ کرخاں
 نے بنوایا۔ اب یہ دروازہ بادشاہی دروازے کے وجہ سے کہلاتا ہے کہ بادشاہی
 دروازے کے پاس ہے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ اس دروازے کی پیشانی پر یہ کتبہ ہے۔
 اشعار دروازہ غری

خلق کہ دیں گنج سعادت می رخت
 آخر گہر تبار شاہ کرخاں سفت
 گفتم چہ نویسم رقم تاریخش
 رضواں بدر اسرار در حینت گفتم
خواجہ نور المصطفیٰ متعمد خاں
 ۱۰۸۴ھ

کی دس فٹ بلند ہے جس کے اوپر دو فٹ اونچا اور کنگورابھی ہے۔ سر تھیا فلس شکاف
 کی قبر جو دہلی کے سینٹ جیمس کے گرجا میں بنی ہوئی ہے کہتے ہیں کہ اس کا تعویذ پہلے جج
 کے نواب نے اپنے لیے خریدا تھا مگر ۱۸۵۴ء کے غدر سے معاملہ درجیم برہم ہو گیا
 اور ایک مسلمان کی قبر کا تعویذ انگریز کی قبر پر نصب کر دیا گیا۔ اس احاطے میں اب متعمد خاں
 کی قبر ہے جو اورنگ زیب کے عہد کا ایک خواجہ سرا تھا جس کا اصلی نام خواجہ نور
 متعابو قلعہ ہات گوالیار دواگرے کا قلعہ دار بھی تھا۔ اس احاطے کے
 دروازے کی پیشانی پر سنگ مرمر کی ایک تختی پر ایک ایک مصرعہ بخط نستعلیق
 نہایت خوش خط کندہ ہے کل دس تختیاں ہیں۔

بہجہ مظہر حق شاہ عالمگیر محی الدین
 کہ از عیش مجھدا سن باشد انسی د جانانی
 ازیدہ متعمد خاں ناکیا نے شاہ قطب الدین
 کہ ازین جویش من است پریشم عشرت زانی

نور قمر شہر کس تجلی یاب می گردد
شود حشر از جمال جہ این چون ماہ نورانی
کنولس عفو کن یارب زمین قرب آندامش
منور ساز خوش راز نور قطب رہا نی
سوال سال تعمیرش چو از گرو بیاں کردم
جواب آمد الہی عاقبت سبعود گردانی
اس قبر کا تنوید بالکل سادہ سودا سنگ مرمر کا تین فٹ اونچا اور تین فٹ اونچے چوڑے
پر ہے۔ اس احاطے کے مغرب جانب پانچ دروں کی ایک مسجد ہے جو ۲۰ لمبی اور ۸ چوڑی
ہے جس کے صحن میں پتھر کا فرش ہے صحن ۵۰ فٹ چوڑا ہے۔ اس احاطے میں اور چار قبریں
مشاہدہ مرزا الہی بخش صاحب کے خاندان کی ہیں۔ جو مرزا اثر یا جاہ کے والد تھے۔
اس احاطے کے اندر چوں پنج میں ایک بہت پُرانا نیم کا درخت ہے جو قبروں پر سایہ

کئے ہوئے ہے۔
مراد بخش کا مجر
۱۲۱۵ھ

بادشاہی دروازے کے پاس یہ مجر ۳۶ فٹ ۶ اینچ لمبی ہے جس کے
اطراف سنگ سرخ کی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ مجر کے اندر
چھوٹی سی سہ دری اور ایک مختصر سی خانقاہ وہ بھی سہ دری
بنی ہوئی ہے۔ اس خانقاہ میں ایک حجرہ بھی ہے۔ مجر کے اندر چار قبریں ہیں جن میں سے
ایک سنگ مرمر کی ہے۔ دو قبریں سنگ مرمر کے تنوید کی ایک سنگ سرخ کے
کٹہرے کے اندر ہیں جس کا چبوترہ سنگ مرمر کا ہے۔
اس مجر کے ردکار پر یہ کتبہ ہے۔

پیر دستگیر	اللہ و محمد علی فاطمہ حسن حسین علیہ السلام	غوث الاعظم
در عہد جہاں پناہ شاہ عالم	تعمیر نمود خانقاہ و مسجد	تاریخ زعزل چون بحسبتم گفت
صدر شکر مراد بخش ہاسد قن	پیش در گاہ قطب دین دینا	ایں جسد و خانقاہ او گرد بنا

مراد بخش کے مجر کے پاس ایک پختہ حوض ۲۵ مربع چار فٹ عمیق پنج میں فوارہ بندش
سنگ سرخ کی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب بادشاہ زیارت کو تشریف لاتے تھے تو اسی حوض
پیش و سوار سے درگاہ قطب دین دینا میں داخل ہوتے تھے۔

ادون اور شہر کے نقطہ اس میں ہے۔

مرحوم رئیس لوہا پرونے بنوا دیا ہے جس پر دو طرف قطب میں ^{۱۱۹۹}محر صاحب
شمع مزار عاشق صادق کندہ ہے اور اسی کے جوڑ کا ایک اور ستون ہے اس پر
چراغدان ^{۱۲۲۳}محمّد۔ مینو مقام ^{۱۲۳۳}مظہر الدولہ کندہ ہے۔ یہ دونوں ستون مولانا فخر
کے سنگ مرمر کے دروازے کے دونوں طرف ہیں۔

دوا اور مزار مولانا فخر الدین رحمہ کے مزار کے سراپے یہ دو مزار اور ہیں۔
(۱) شیخ حسین دانا اور (۲) شیخ احمد دینار۔

مولانا فخر الدین کے احاطے میں اور خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے درگاہ کے احاطے میں
بہت سے اولیاء کاملین اور اوسائے عظام اور عقیدت مندوں کی قبریں ہیں جن
کی کیفیت خدام درگاہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔

سماع خانہ درگاہ شریف کی مسجد کے قریب۔ ضابطہ خال کا بنوایا ہوا ہے
اگر یہ صحیح ہے تو ضابطہ خال نے مسئلہ میں انتقال کیا ہے یہی زمانہ

اس سماع خانے کی تعمیر کا سمجھئے۔ یہ ایک تین در کا دالان ہے لمبائی ۱۶ x ۹ فٹ۔ محرابیں
بنگڑی دار ہیں۔ سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے مگر چھت چوبلی کڑیوں کی ہر چھت کے چاروں
طرف چوکون برجیاں ہیں۔ سامنے بڑا لمبا چوڑا صحن ہے جو سارے قبروں سے پٹا پڑا ہے۔ اسی
صحن میں داؤد خال کی بڑی بھاری باؤلی ہے جس کا ذکر اپنی جگہ پر آئے گا۔

ضابطہ خال کی قبر انبرخ سیر کے پہلے سنگ مرمر کے دروازے سے
گزرنے کے بعد سیدھی جانب کوئی دس گز کے

فاصلے پر بہت سی قبریں ہیں ان سے اور ذرا آگے بڑھ کر یعنی سماع خانے کے
دالان سے ملا ہوا سامنے والا ایک سنگ مرمر کا چبوترہ ۱۱ x ۱۱ فٹ۔ لمبائی اور دو فٹ
اونچا ہے جس کے گرد ایک خوب صورت کٹہر ہے چبوترے پر ایک پُرانا اور گھٹنا نیم کا
درخت ہے جو قبروں پر سایہ فگن ہے۔ اس چبوترے پر سنگ مرمر کی دو خوب صورت
قبریں برابر برابر ہیں جن کے تقویدوں پر علاوہ نقاشی کے کل من علیہا فان اور کلمہ
اور گرد آیت الکرسی نقوش ہے۔ مردانی قبر ضابطہ خال کی ہے اور زانی اس کی بیوی
معصومہ بیگم کی ہے۔ یہ وہی ضابطہ خال ہیں جو سلطنت غلیہ کے قلع قمع کے بانی مبنائی
تھے اور جن کے صاحب زادے **سلام قادر خاں** تھے جو مفسدہ پردازی میں اپنے

باپ سے کئی اقد بڑھے ہوئے تھے۔

زنا پاک زادہ نداری امید
کزننگی بشتن نگر دوسفید
پرستار زادہ نیاید بکار
اگرچہ بود زادہ شہریار

سمل خانے کے صحن کی دوسری قبریں

پہلی قبر جو بائلی کی طرف ہے اس پر یہ کتبہ ہے۔
بسم اللہ۔ بکلمہ۔ تاریخ وفات ۲۷ رمضان المبارک
۱۰۹۲ھ ہجری بروز یکشنبہ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۸۷۶ء
عبدہ نواب محمد کلاہاں قوم غازی سکندریہ اسماعیلیاں

(۲) کرد رحلت زنگیتی گزراں خان دیں دارحافظ قرآن

گفت سال وصال او ہائف بود مقبول حق جو اصر خان

(۳) وہم جارف جان وقاسم جان دونوں بھائیوں کی قبریں ہیں۔ یہ قاسم جان دہری تھے جن کی مگلی دلی میں مشہور ہے۔

(۵) جناب حافظ حکیم اجل خان صاحب حاذق الملک کے جد امجد کی قبر جو چمن پیکر ہے تو
ہو الحکیم۔ ہذا مرا قدا شرف الحکماء محمد شریف خان الاولیٰ دخل الجنة بلا حساب
۱۱۲۶ھ

(۶) نواب محلدار خان کی قبر چمن کا باغ دلی میں مشہور ہے۔

(۷) شیخ حسین فیروز رحمۃ اللہ علیہ مشہور ہے کہ قحط کے دنوں میں ٹی کی گولیاں بانٹا کرتے تھے جو موتی ہو جاتی تھیں۔

نواب علاء الدین خاں کی ہڑوار

علا الدین خاں صاحب نے خرید لیا تھا اس کے احاطے میں کئی قبریں ہیں۔

(۱) هو الغفور ۱۳۲۸ھ سید مخدوم علی بہ مد و معروف ۱۳۲۷ھ۔

(۲) هو الغفور الرحیم مدفن۔ مرزا سعید الدین احمد خاں طالب لم سدی الحجۃ ۱۳۳۷ھ ہجری
یوم یکشنبہ۔

(۳) مدفن امین الدین احمد خاں بہادر ۱۲۸۶ھ۔ تعویذ پگل بن علیا خان اور کلمہ گرد آئینہ الکرسی۔

(۴) چوں ضیاء الدین احمد خاں کشید رفت از دنیا سوے دارالسلام

گفت ہائف ماضی سال وفات روز شنبہ سیزدہ شہر صیام

سراہنے یا حی یا قیوم یا ذو الجلال والاكرام قالہ وكاتھ محمد رضی الدین دہلوے۔

اس احاطے میں کل سات قبریں ہیں جن میں چار سنگ مرمر کی ہیں باقی معمولی۔ یہاں ایک سہ درہ بنا ہوا ہے جس کے محرابیں بنگڑی دار ہیں۔ کچھ قبریں سہ درے میں ہیں کچھ اُس کے سامنے کے صحن میں۔

فرخ سیر بادشاہ کا دروازہ
فرخ سیر بادشاہ نے مزار مبارک کے گرد سنگ مرمر کی جالیاں اور سنگ مرمر کا دروازہ بنوایا جس کے اندر باہر یہ اشعار کندہ ہیں:-

لکھنڈرون دروازہ۔ اللہ محمد ابن بکر عمر عثمان علی

اتمام کترین سلطان	ارسی کترین سلطان شہسوار	با اعتقاد و معتقد کامل العیاد	اتمام یا منت
استقل فرخ ناز	رفند قدسیاں بدیا بہشت عدن	تاریخ یافتہ حصار بہشت عدن	آدم بلند شہنشاہ

لکھنڈرون دروازہ اللہ محمد ابن بکر عمر عثمان علی
از حکم بادشاہ جہاں خسرو انام
گرد مزار خواجه دین قطب نہ فلک
گرد بگرد و روضہ اد آدم و ملک
تعمیر شد بحجز بہا و نظم
مانند قبلہ اشرف و چوں کعبہ منتظم

صندل کا کٹہرا
۱۵۲ھ میں خاندان مغلیہ کے آخری بادشاہ ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ نے حضرت خواجہ صاحب کے مزار مبارک کے گرد صندل کا ایک کٹہرا تعمیر فرمایا جو درخت و درخت اور پتھر سے

لگوایا تھا اور اس کا رخبرستہ مغفرت سردی حاصل کی تھی مگر کٹہرا امتداد زمانے سے بوسیدہ ہو جانے سے سرخوردہ شدہ جاہ بہادر نے اُس کی جگہ سنگ مرمر کا کٹہرا لگوادیا جس کا ذکر ہم ادھر کر گئے ہیں۔

قاضی حمید الدین ناگوری
خواجہ صاحب کے مزار مبارک کے پائنتی قاضی حمید الدین ناگوری کی ترتیب ہے۔ نام آپ کا محمد اور باپ کا نام عطا تھا آپ بخارا کے

سہنے والے تھے۔ آپ بڑے عالم اور مشائخ وقت تھے۔ اول آپ کو شیخ شہاب الدین سہروردی اور میرٹس الدین سمرقندی سے فیض خلافت حاصل تھا اور ایک سال دو مہینے مدینہ منورہ میں رہے پھر حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر رہے۔ بعد وفات خواجہ صاحب کے ۶۲۲ھ میں آپ نے انتقال فرمایا آپ کے لوح مزار پر یہ عبارت کندہ ہے:-

وہ ہذا مرقد المنور قطب الاولیائی الآفاق وغوث الاتقیاء بالاسحاق الامام العالم العادل
الولی الفاضل الکامل شیخ حمید الدین نور اللہ مرقد المنورہ عمرہ الروضہ خادم الفقرا
سلیمان بن شیخ بھیکہ سنہ ۷۱۵ھ وبعین سہائتہ وفات حضرت شیخ المحققین و
قطب العارفین شاگرد بارگاہ قدس وطاقیت کعبۃ الشہداء ودریائے حقیقت جوہر کان
طریقیت حضرت محمد محمود حمید بندگی شیخ محمد حمید نور اللہ مرقدہ در شب دوشنبہ یازدہم
ماہ رمضان فی الحمد ذلک اللیل جابر الشمس ۶۹۵ھ

باندے کے نوابوں کی ہڑوار عربی دروازے سے کوئی تیس فٹ
کی درگاہ کے احاطے کی جنوبی دیوار ہے جو سنگ مرمر کی ہے جس میں تین جالیوں ہیں۔
دوسرے سنگ مرمر کے دروازے میں داخل ہونے سے پہلے بائیں جانب
نواب صاحب باندے کا مجھڑ جس میں سنگ مرمر کی چار اور سنگ باسی کی
ایک قبر ہے۔ باندے کے نوابوں کی یہی سڑک ہے لیکن عذر کے بعد سے یہاں دفن کرنا بند کر دیا گیا۔

**حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر
کی تعمیر کردہ مسجد**

سنگ مرمر کے دوسرے دروازے
میں گزرنے کے بعد داہنی طرف ہم کو اور ایک احاطہ ملتا ہے جو احاطہ درگاہ کی مشرقی
اور جنوبی دیواروں سے بنا ہے۔ یہ ایک متعطل احاطہ ۹۸ × ۶۵ ہے جس کی مغربی دیوار
کا سہ رقع حصہ کاشی کام کی اینٹوں سے بنا ہوا ہے اور باقی دیوار پتھر چونے کی ہے۔ مغربی
دیوار کے شمالی کونے میں ایک مسجد ہے۔ اس میں بھی کاشی کام کی اینٹیں لگی ہوئی ہیں۔

اور لوگ کہتے ہیں کہ جب حضرت فرید گنج شکر تشریف لائے تھے تو آبِ ہی نے یہ مسجد بنوائی تھی۔ اس مسجد کے دونوں جانب کے در درمیانی محراب سے ٹھیک فصل پر نہیں بنائے گئے ہیں۔

قطب صاحب کی مسجد

ضابطہ خاں کی قبر سے داہنی طرف چلئے اور اسی گلی کے پختہ فرش پر چلئے جس کا ذکر اوپر آچکا

ہر تو قطب صاحب کی مسجد نے گی جو آب کی درگاہ کی جالیوں کے پاس ہے کہ قدر و منزلت میں ہم پائے بیت المقدس ہر ارفیض و برکت میں بے شک خانہ خدا ہے۔ یہ مسجد ۳۳۳۲۸ ہجری جس کے تین درجے ہیں۔ پہلا درجہ دو محرابوں کا کچا تھا یعنی صرف مٹی کا۔ اس حصے کو خود جناب حضرت قطب الاقطاب نے مع اپنے ہمراہیوں کے کہ ہر ایک دلی کامل اور شیر بیشہ نوہر و تقویٰ تھا بنایا تھا۔ ۸۵۱ھ میں اسلام شاہ نے اس درگاہ کے گرد چار دیواری بنوائی اسی کے ساتھ اس کچے درجے کے آگے پختہ درجہ بنا دیا۔ اس کے بعد فرخ سیر نے ۱۱۳۱ھ میں جس زمانے میں درگاہ کے گرد سنگ مرمر کا حجر اور دروازہ بنوایا اسی زمانے میں مسجد کے آگے بھی ایک اور درجہ بنا دیا۔ پس یہ تیسرا درجہ فرخ سیر کا بنوایا ہوا ہے جس پر یہ تاریخ کندہ ہے:-

خسرو فرخ سیر شاہنشہ مالک رقاب
مسجد زیبا بناؤ مسجد گاہ شیخ و مشاب
سال تاریخ بنائش "بیت ربی مستجاب"
۱۱۳۱ھ

مور و لطف و عنایات شہ دلا جناب
ساخت از روئے الامادت و از سرخ اعتقاد
باسر دش غیب ہالف گفت در گوش خسرو
با تمام کترین ۱۱۳۱ھ

موجودہ حالت اس مسجد کی بوجہ ترسیم کے بالکل نئی ہو گئی ہے پہلی حالت صرف اس قدر باقی ہے کہ پہلا حصہ جو خام تھا اس کا صرف ایک چھوٹا سا در باقی ہے جو بجسے تبرکات قائم رکھا گیا ہے اس کے آگے دالان در دالان ہے پھر دروازہ لمبا اور لمبا ہے چوڑا محراب جس سے ملے ہوئے تین حجر بطور ستور و رم کے ہیں جس میں درگاہ شریف کا سامان شامیانے وغیرہ رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ حجرے مانجھانوں کے بنوائے ہیں چنانچہ جنوب کی طرف کے حجرے میں ان کی

سے ایک دو تھے جنہوں نے عالم خدا بنایا ایک یہ ہیں جنہوں نے بنائے والے کے نام کو ہی عمدہ اکھیر دیا۔ رشک و مسد نے گواہ کیا کہ اس بے چارے کا نام بھی رہے ہے پادشاہ۔

بھی چڑا اور انھیں حجر دس میں کے درمیانی حجرے کی پیشانی پر مان دروازے کا کتبہ لاکر لگا دیا گیا
ہر کیوں کہ مان دروازہ اب رہا ہی نہیں۔

صحن مسجد کی قبور

(۱) شیخ نظام الدین ابوالموید رحمۃ اللہ علیہ
از شاہیر بزرگان است در زمان سلطان تمس الدین صاحب

خواجہ قطب الدین شیخ نظام الدین اولیانیر اور اویدہ است۔ میرن در فواء الفواء می نو
کہ بندہ عمر منہ داشت کرد کہ شادرتن کیر او تھے تو دید فرمود آ رہے و لے در آن ایام کودک
بودم درک معانی چندانی بمراد نبوده است۔ روزے در تذکیر اور ادبیم بردر سجد نعلین
در پائے داشت آنرا از پائے بشکید و بدست گرفت و در سجد آمد و دو گانہ بگزارد من پیچ
کس را در نماز بہتیت او ندیدہ ام دو گانہ باراحت بگزارد و بالائے منبر رفت مقری بود
کہ اورا قاسم گفتندے خوش خوان اور آیتے بخواند بعد ازاں شیخ نظام الدین آغاز کرد
کہ بخط بابائے خود نوشتہ دیدہ ام ہنوز عن دیگر نگفتہ بود کہ اس صحن در حاضران در گرفت
ہمہ در گریہ شدند آن گاہ اس دو مصرع گفت ۵

بر عشق تو و بر تو نظر خواہم کرد
جاں در غم تو زیر و زبر خواہم کرد
اس گفت و نعرہ ہا از علق بر آمد بعد ازاں دوسرہ بار ہم دو مصرع گفت آن گاہ گفت
کہ اے سلمانان دو مصرع دیگر اس رباعی یادنی آید چہ کنم اس عن بر طریق عجز گفت چنانکہ
در ہمہ جمع اثر کرد آن گاہ قاسم مقری اس دو مصرع یاد داد ۵

پہرہ در دوے بجاک در خواہم شد
پر عشق سے زگور بر خواہم کرد
اس رباعی تمام گفت و فرود آمد۔ جد شیخ نظام الدین ابوالموید را شمس العارفین گویند
و شیخ جمال کو لوی کہ مقبرہ او در کول است از اولاد او است۔

(۲) بی بی سیارہ رحمۃ اللہ علیہا۔ والدہ شیخ نظام الدین ابوالموید بسیار بزرگ بود
از متقدمین است۔ وقتے اساک باران شدہ بود مردم ہمہ دعا کردند باران نیامد۔
شیخ رشتہ از داسنی مادر خود بدست گرفت و گفت خداوند بجزمت آنکہ اس رشتہ داسنی
ضعیفہ است کہ ہرگز چشم نامحرم بر وی فادہ است باران بفرست۔ از شیخ اس حرف
گفتن و از خدا باران فرستادن۔ قبر او در پہلوے نماز گاہ کہنہ است کہ قبر حضرت
خواجہ قطب الدین پس پشت اس واقع است۔ اب بھی اساک باران کی حالت

آپ کے مزار کو غسل دے کر نیاز دلاتے ہیں اور خداوند تعالیٰ بندوں پر اپنا فضل کرتا ہے
بی بی منہل کا مزار صحن مسجد کے پاس چھوٹے۔ سے احاطے کے اندر ہے۔ احاطے
 میں ایک چھوٹی سی گھر کی لگا دی ہے تاکہ لوگ اندر نہ جا سکیں

اس احاطے میں دوز نانی قبریں ہیں۔ ایک بی بی منہل خواجہ صاحب کی دایہ آسودہ ہیں
 اور دوسری قبر خواجہ صاحب کی بیوی صاحب کی کہی جاتی ہے۔ والہ اعلم بالصواب۔

احاطہ اولاد فرخ سیر یہ بڑا وسیع احاطہ جس میں بارہ قبریں سنگ مرمر کی
 ہیں اور انیس رچ کی۔ ایک قبر پر بسم اللہ کلمہ اور

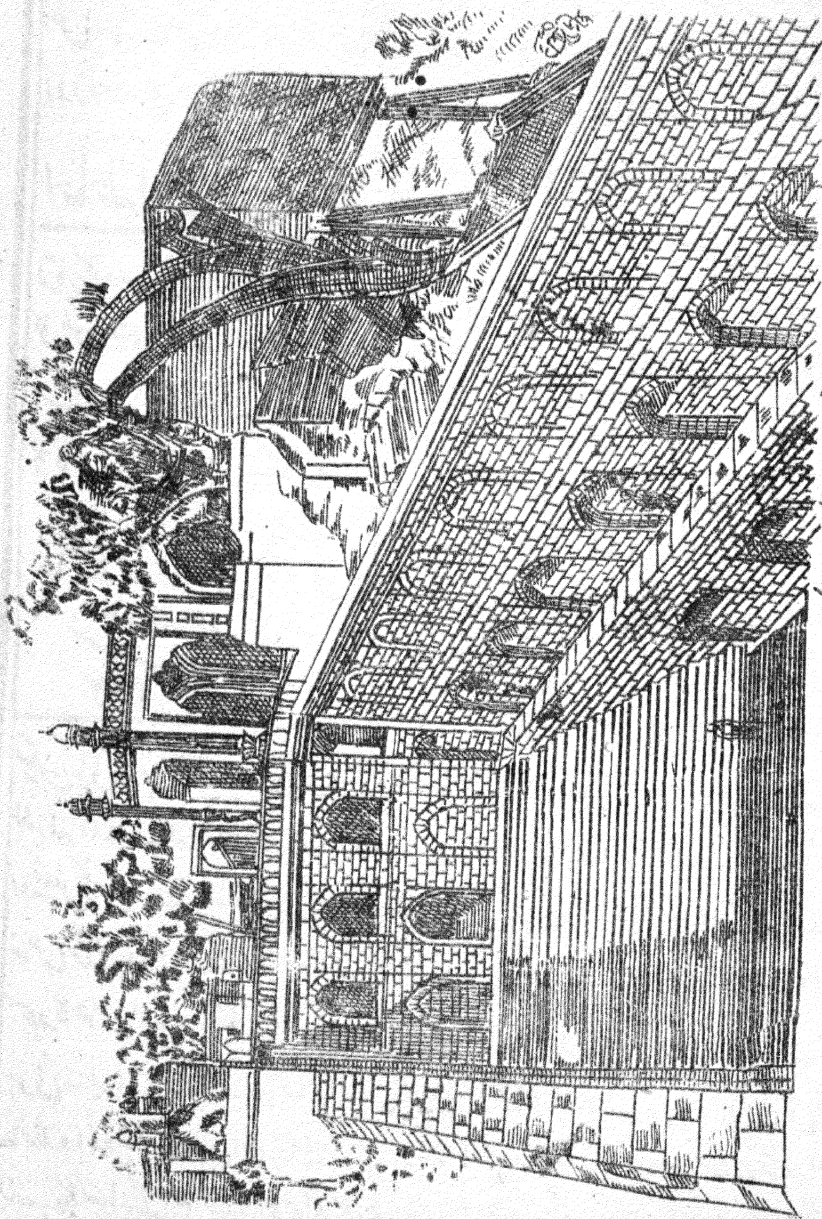
زنج وصال مرزا مدو صاحب۔ دخل فی الجنة لکھا ہوا ہے۔ باقی قبروں پر آیتہ الکرسی
 کل من علیہا فان اور کلمہ طیبہ کے طعنے ہیں۔ ان تمام قبروں میں ایک تنوین
 سنگ مرمر کا بہت ہی عمدہ نقش و نگار کا ہے جس پر بڑی نفاست اور دیدہ ریزی
 کا کام کیا ہے اور اس کے گرد آیتہ الکرسی بھی ایسی خوش خط لکھی ہے کہ دیکھنے کے قابل ہے۔

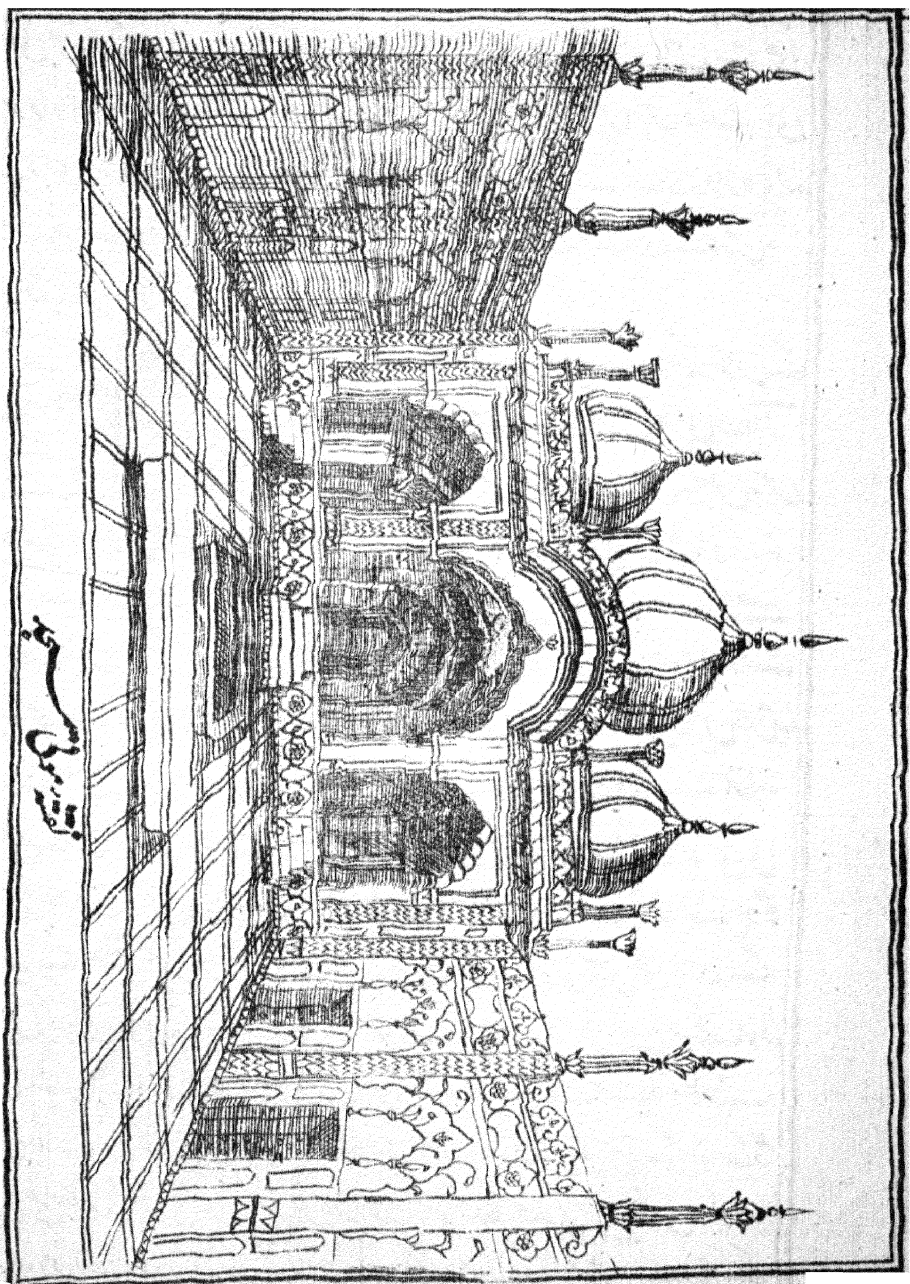
حافظ داؤد کی باؤلی قطب صاحب کی مسجد سے پچیس گز کے فاصلے پر شرق
 کی طرف یہ گہری باؤلی ہے۔ اگرچہ مسجد فی نفسہا بے نظیر
 تھی اور کچھ حاجت مزید خوش نمائی کی نہ تھی۔ م
 حاجت مشاطہ نیست روے دل آرام را

۱۲۶۳ھ
 ۶۱۸۴ھ

لیکن پانی نہ ہونے سے لوگوں کو بڑی تکلیف تھی اس نظر سے صرف بہ نیت ثواب ندیم اللہ
 خلیفۃ الملک حافظ محمد داؤد خاں مستقیم جنگ نے اس مسجد کے پاس اپنی دریا دلی
 اور فیض بخشی سے بہت عمدہ نفیس دل کشا اور دل ربا باؤلی اور اطراف کی عمارات
 خاص خدام دگاہ کے لیے بنوا دیں کہ خلق اللہ کو ان سے آرام ملے اور یہ باؤلی کیا ہے گویا
 مسجد کا حوض ہے۔ یہ باؤلی ۱۲۶۰ھ میں بنی شروع ہوئی اور ۱۲۶۳ھ میں اس کی تعمیر ختم
 ہوئی۔ یہ باؤلی حضرت نظام الدین ادلیا اور دولت خاں کی باؤلیوں کی طرح کی ہے۔
 حافظ داؤد نہایت سخی اور بڑی ہمت والے آدمی تھے اور بڑے صاحب خاندان جن کے
 نسب کا سلسلہ حضرت امام ابو حنیفہ کو فی رحمۃ اللہ تک پہنچتا تھا اور ان کے آبا و اجداد
 ہمیشہ سے خاندان شاہی میں معزز و ممتاز رہے۔ بہادر شاہ آخری بادشاہ دہلی نے
 انھیں کے والد حافظ محمد خلیل سے استغفادہ کلام مجید کیا تھا۔ ان کو دربار حضور میں

نقشه مسجد جامع باغی





قبرستان

بڑا درجہ تقرب حاصل تھا اور وہ خدمت داروہی نذر دنیا زاد علاقہ خاندانی پر شرف تھے۔ وہ بڑے بزرگ سراسر خیر محسوس تھے اور ہر دم ہر لحظہ حصولِ ثواب پر نیت مصروف رہتے تھے۔ یہ باؤلی (۹۶) فیٹ لمبی اور (۲۲) فیٹ چوڑی اور (۷) فیٹ گہری ہے۔ اس باؤلی میں عموماً چالیس فیٹ گہرائی پر رہتا ہے اور موسمِ بارش میں اس سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ باؤلی میں مغرب اور جنوب کی طرف سیڑھیاں ہیں اس وقت پانی کے اوپر (۷) سیڑھیاں تھیں جو تہ تک چلی گئی ہیں۔ مغرب کی طرف صدر دروازہ ہے جس میں دو منزلیں محراب دار حجرے ہیں جو نو فیٹ اونچے اور سات فیٹ چوڑے ہیں۔ جن کی تعداد اور عرض حسبِ گنجائش مختلف ہے۔

موتی مسجد حضرت خواجہ صاحب کی درگاہ کی شمالی دیوار اور معتمد خاں کے مزار کی جنوبی دیوار کے درمیان جو رستہ ہے یہاں مغربی دروازہ میں سے نکل کر ہم ایک احاطے میں جا پونچھتے ہیں۔ یہیں بائیں

۱۱۲۱
۶۱۷۰۹

ہاتھ کی طرف موتی مسجد جس کو محمد منظم شاہ عالم بہادر شاہ فرزند اورنگ زیب نے ۱۱۲۱ھ میں تعمیر کرایا۔ مسجد کے صحن میں سنگ مرمر کے مصلے ہیں جن پر سنگ موسیٰ کا حاشیہ ہے صحن کا طول و عرض ۵۴ × ۵۱ ہے۔ چوڑا دروازہ ادنچا ہے۔ مسجد درمی ۵۴ × ۱۳ کی ہے۔ مسجد کے دونوں طرف دو حجرے ہیں جن میں شمالی طرف کا حجرہ جدید بنا ہوا ہے۔ پہلے حجرہ کارستہ مسجد کے اندر سے تھا۔ مسجد تمام سنگ مرمر کی نہایت حسین بنی ہوئی ہے جس میں چار بچا سنگ موسیٰ کی تحریریں بڑا لطف دیتی ہیں۔ جب بجی ہوئی تو سنگ مرمر بہت شفاف ہو گا اور اسی وجہ سے موتی مسجد کہلاتی ہے کہ اس کی آب و تاب موتی جیسی تھی۔ مسجد کے تین گنبد ہیں مگر کی وضع کے نہایت خوب صورت اور سٹول جی پر سنگ ہوئی کی عمودی پیٹیاں پڑی ہوئی ہیں۔ جس طرح بیاض چشم میں مردک سیاہ لطف دیتی ہے وہی بات ان گنبدوں میں ہے۔ گاؤم مینار چھ فیٹ اونچے مسجد کے ادھر ادھر ہیں اور اسی طرح چھوٹی چھوٹی چار برجیاں نہایت نازک مسجد کی چھت کی دیوار میں ہیں جن میں سے دو نو دو نوں کو نوں پر ہیں باقی رہیں دو ان میں سے بیچ کے گنبد کے ایک ادھر ایک ادھر۔ چھت کے گرد نفیس کنگوراسی۔ میناروں پر پتھر

خوش وضع برجیاں تھیں۔ لیکن پرانی ہو جانے سے گر جانے کا اندیشہ تھا۔ ابو ظہر محمد سراج الدین بادشاہ نے ۱۲۶۲ھ میں ان کو وادیں۔ بادشاہ رہے نہیں اور کسی کو توفیق نہ ہوئی جو بنو ادیتا اس وجہ سے میناریں گنبدی گنبدی معلوم دیتی ہیں۔ شاہ عالم ثانی کے عہد میں اس مسجد کا بیچ کا گنبد ٹیچہ گیا تھا انھوں نے اسی وقت ایسی عمدہ مرمت کرا دی کہ معلوم بھی نہیں ہوتا۔ اب گنبدوں کے کلس ٹوٹ گئے صرف ایک کونے پر کے گنبد کا کلس رہ گیا ہے۔ مسجد میں اب منبر تک بھی نہ رہا۔ مسجد کی جنوبی دیوار کی طرف پانچ سیڑھیاں چڑھ کر ایک پختہ دروازہ ہے جس کے باہر ایک احاطہ ہے۔ اس احاطے کے مشرقی اور مغربی رخ پر پختہ دیواریں ہیں اور جنوب کی طرف محراب دار حجرے ہیں۔ شمال کی طرف ایک اور محصور صحن ہے جس میں خاندان سلاطین دہلی کی قبریں ہیں۔ اسی سے ملا ہوا ایک قطعہ اور ہے جس کا حصار ادھورا رہ گیا ہے یہ سب گیارہ اور دیگر نمبر ان شاہی کا مدفن ہے اور یہیں شاہ آبادی بیگم صاحبہ اور دیگر نمبر ان خاندان شاہی کی قبور ہیں۔ احاطہ شمالی کا فرش سنگ مرمر کا ہر طول و عرض ۶۵ x ۱۲۰۔ اس احاطے کی سنگ مرمر کی دیواریں دس فٹ بلند ہیں احاطے کا دروازہ جنوبی دیوار میں مغرب کے کونے میں ہے۔

موتی مسجد کے پاس بہت خفہ اور نفیس یہ محجر ہے جو سر سے پاؤں تک سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے ایسا کہ اس کی آب تاب موتی کی آب کو خاک میں ملاتی ہے اور اس کی نمائش قصرت

شاہ عالم بہادر شاہ
کا محجر ۱۲۶۲ھ
۱۲۶۲ھ

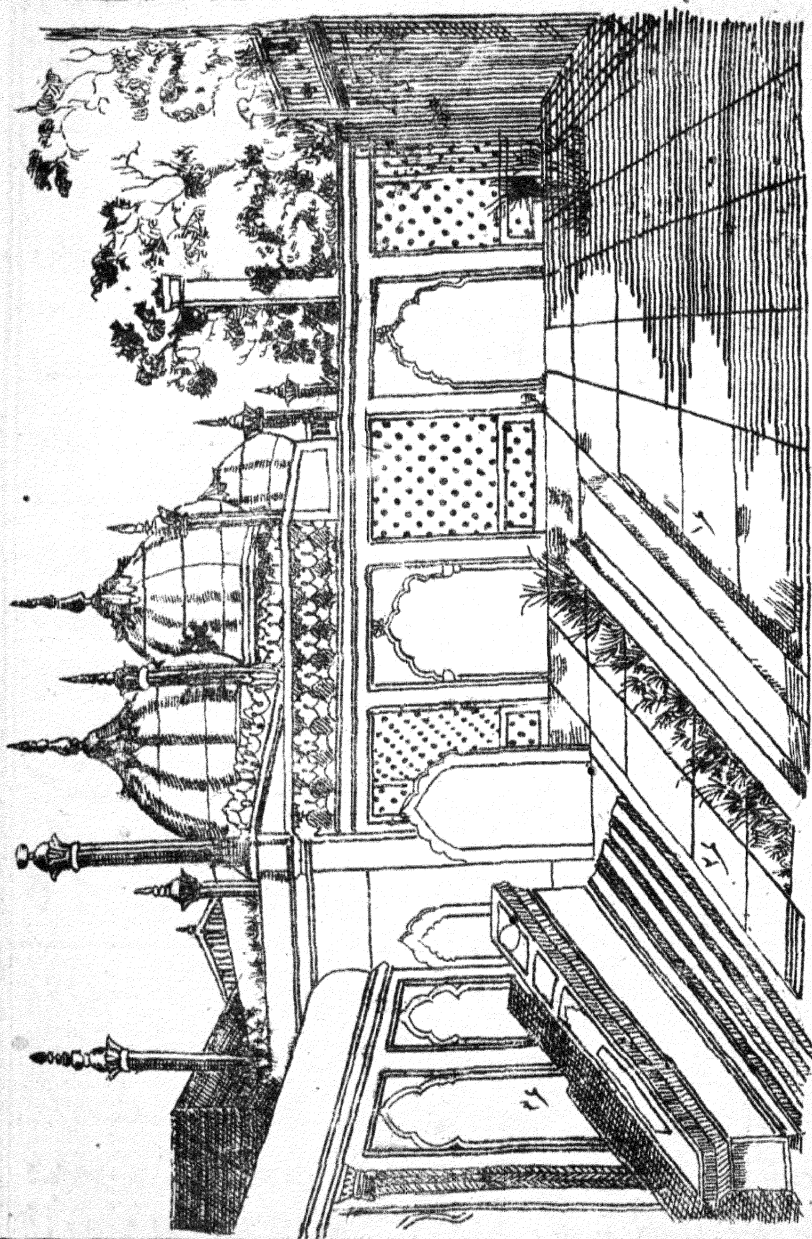
پر فوق لے جاتی ہے۔ یہ محجر ۱۲۶۲ھ میں شاہ عالم بہادر شاہ کے صاحبزادے افد جانشین معز الدین جہاں دار شاہ نے بنوایا جس کا طول و عرض ۱۸ x ۱۲ ہے اور گرد سنگ مرمر کے دے اور جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ جہاں دار شاہ خود ہا یوں شاہ کے مقبرے کے چوترے پر مدفون ہیں۔ بعد اس کے سلطان عالی گوہر شاہ عالم ثانی بادشاہ نے ۱۲۶۱ھ میں انتقال کیا وہ بھی اسی محجر میں رکھے گئے۔ پھر محمد اکبر شاہ ثانی نے ۱۲۶۳ھ میں سفر آخرت اختیار کیا وہ بھی یہیں آسودہ ہیں جن کی تیسری قبر ہے محمد معظم شاہ عالم بہادر شاہ اور ننگ زیب بادشاہ کے

علاء قشاه عالميادشاہ

نقطہ بحی

علاء قشاه عالم

علاء قشاه عالم



فرزند اکبر تھے جو اورنگ زیب کے فرزند ان دعویٰ دار سلطنت میں سب سے زیادہ ہمیز ممتاز اور قابل تھے۔ اس بادشاہ نے سکھوں کی خوب خبر لی اور کئی فاش شکستیں دیں اور مرہٹوں کا بھی بخوبی استیصال کیا۔ بہادر شاہ نے عمر طبعی کو پونچھ کر ستر برس چھ مہینے کی عمر میں انتقال کیا۔ مہاجر کی جالیوں کے ادھر سے اس کی طرف یہ بیت کندہ ہے۔

درخو زینت بامر مصطفیٰ علامت غایت شاہ عالم را بود جنت جزا
اس احاطے میں کل چار قبریں ہیں (۱) اکبر شاہ ثانی (۲) شاہ عالم۔ (۳) خانی۔ (۴) بہادر شاہ پسر عالم گیر ثانی۔ (۵) مرزا فخر و دلی عہد غرض یہ کہ اسی احاطے میں مرزا فخر و محمد سر لاج الدین بہادر شاہ ثانی کے ولی عہد کی قبر بھی جنھوں نے پیٹھ سے انتقال کیا۔ اس قبر کا تعویذ بھی سنگ مرمر کا ہے جو ۲۷۶ ہجری کے گرد دفن اونچا سنگ مرمر کا کھڑا ہے۔

یہ قبر ابوالفضل بلال الدین سلطان عالی گوہر
شاہ عالم ثانی بادشاہ کی جو عالم گیر ثانی کے بیٹے تھے۔ انھیں کے داہنی جانب ان کے بیٹے اکبر شاہ ثانی آسودہ ہیں۔ یہ قبر ۲۷۶ ہجری اور ایک فٹ دو انچ اونچی ہے۔ تعویذ پر کلمہ طیبہ اور گل من علیھا فان اور اطراف آیات قرآنی منقوش ہیں۔ اس قبر کے سراسر پر یہ قطعہ کندہ ہے۔

هو الله

و بحمل الجنة مثلاً

سید

هو الغفار

شہر امجد تاجوری و حنیف خاک
یعنی کہ شاہ عالم عالم پناہ کرد
سید نوشت خامہ معجز طراز من
و در آفتاب روئے زین بود پیش ازین
در داک از غبار کوف از اجل نہاں
زین عالم انتقال بہ نر بہت گہ جہاں
بیستہ کہ سال آنت ز بہ مصرع عیاں
شہ آفتاب زین بر زمین آہ و اہساں

۱۲۲۱

الکاتب میر کلن رضوی

۱۲۲۱

اکبر شاہ ثانی کی قبر

۱۶۵۳ء
۱۸۳۷ء

آس احاطے میں سب سے پہلی قبر ابو النصر
معین الدین اکبر شاہ ثانی پسر شاہ عالم
بہادر شاہ کی ہے۔ اس قبر کا توئید سنگ موسیٰ

کا ہے۔ یہ توئید پہلے قاسم علی ہروی کی قبر کا تھا جس کے یاقین میں "وفات
خواجہ قاسم علی ہروی" کندہ تھا جو پھیل دیا گیا۔ قبرہ لا آ۔ ۱۷ اور پانچ انجہ
اونچی ہے۔ توئید پر بسم اللہ اور کلمہ طیبہ اور بائیں طرف شیخ سعدی کا یہ شعر
منبت کندہ ہے۔

ہر کہ آمد بجاں اہل فنا خواہد بود دانکہ پائندہ و باقیست خدا خواہد بود
اور توئید کی سیدھی طرف یہ شعر ہے۔

جز بجاں حضرت غیر... ایم... دل خویش بند بندید تو ز ہم... چونکہ خدا خواہد بود (بارہم)
قبر کے سر پہ ہے تم۔ ۱۸ اونچی اور دو فٹ چوڑی سنگ مرمر کی لوح پر سنگ
موسیٰ کی پیکاری سے بہ خط نسخ یہ قطعہ لکھا ہوا ہے۔
ہی اللہ العلی الکبیر

لا اله الا الله محمد الرسول الله

شاہ اکبر فروغ بخش جہاں مخفف گشت انما قضا جوں بدہ
پی سال و فات گشت ظفر عرش آسما مکاہ عالی قدس
سر سید نے یہ قطعہ تاریخ وفات کا کہا ہے اور کیا خوب کہا ہے۔
چوں برفت از جہاں شہ اکبر شد سیہ آسمان ز دود و دگر
پاے شادی شکست و احمد گفت سال تاریخ او مدغم اکبر

۱۶۵۳ء - ۱۸۳۷ء

صرف سردابہ

شاہ عالم ثانی اور محمد اکبر شاہ ثانی کی قبروں کے بیچ
میں ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ فرزند اکبر شاہ
ثانی کا سردابہ تھا جو اپنے باپ کے جانشین ہوئے اور ساڑھے گیارہ برس سلطنت
بھی کی لیکن ۱۸۵۷ء کے غدر نے سب سے بڑا ہاتھ اس عمر بادشاہ پر صاف کیا
اور پیری میں اُن کو یہ دافع لگا کہ گھر سے بے گھر قطعہ معلیٰ سے اسی طرح بد ہوئے

جیسے کہ حضرت آدم جنت سے نکالے گئے۔ وطن سے جلاوطن اور ہندوستان سے باہر رنگون میں جا کر بقیہ زندگی نعم و اہل میں کاٹی اور آخر کار آلام دنیوی سے شامہ میں نجات ابدی حاصل کی اور یہ جگہ ظلی کی ظلی ہی۔ مٹی اُن کی رنگون کی تھی دلی کی زمین کا پیوند کیسے ہو سکتے تھے اور یہ بات سچ ہوئی کہ ۵

دو چیز آدمی را کشد ز روز رور
یکے آب و دانه و دوم خاک گور
شاہ آبادی بیگم کی قبر
اس محل کے مغرب میں کوئی خانقاہ لگا ہوئی ہے جس کے والوں کی چھت گر گئی ہے اس کے صحن میں آٹھ قبریں سنگ مرمر کی ہیں جن میں سے

ایک قبر شاہ آبادی بیگم صاحبہ کی ہے جس پر ایک لوح لگی ہوئی ہے باقی کسی قبر پر کتبہ نہیں ہے
یا افتتاح - کلمہ گرد آیت الکرسی

شہ آبادی آں ماہ زہرہ جیس
بجستیم تاریخ ہاتف بگست
کہ شد از قضا منزلش زیر خاک
خرا سید مددین با جان پاک

حضرت خواجہ صاحب
کے بعض حالات
آپ بختیار کاکی کے نام سے مشہور ہیں۔ بختیار کا لقب تو آپ کو مرشد کی طرف سے ملا تھا اور کاکی کی وجہ تسمیہ مختلف طور پر بیان کی جاتی ہے۔ سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ کے گھر میں اکثر خافہ

رہتا تھا تو آپ کی حرم محترم وقت ضرورت خواجہ شرف الدین بقال کی بیوی سے جو پڑوس میں رہتی تھی اناج وغیرہ قرض کیا کرتی تھیں۔ عورتوں کی جیسی عادت ہوتی ہے ایک دن بقال کی بیوی نے خواجہ صاحب کی زوجہ محترمہ کو طعنہ دیا کہ اگر میں وقتاً فوقتاً تمہاری مدد نہ کرتی تو تمہارا کیا حال ہوتا۔ یہ بات شدہ شدہ خواجہ صاحب کے گوش مبارک تک بھی پہنچی آپ نے اپنی بیوی کو قرض لینے کی قطعاً مانعت کر دی اور ارشاد فرمایا کہ یہ جو طاق ہے جس وقت تمیں ضرورت ہو بسم اللہ کہے اس میں ہاتھ ڈالا کرو اللہ تعالیٰ تم کو دے گا۔ چنانچہ جب آپ ہاتھ ڈالیں گرم گرم کاک اس طاق میں سے نکلتے اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ کے مچلے کے تلے سے بہ افراط کاک نکلتے تھے اس واسطے آپ دہاکاکی، مشہور ہوئے۔

افضل الفوائد میں لکھا ہے کہ حضرت امیر خسرو نے سلطان المشایخ سے پوچھا کہ حضرت خواجہ صاحب کو کاک کی کیوں کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک وقت آپ حوض شمس پر بیٹھے تھے اور ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی آپ کے ارباب نے کہا کہ اس وقت گرم گرم کاک ملیں تو کیا اچھی بات ہو۔ آپ نے فرمایا کیا کرو گے۔ انھوں نے عرض کیا کھائیں گے۔ پس آپ اٹھ کر تالاب کی طرف تشریف لے گئے اور پانی میں سے گرم گرم کاک نکال کر ان لوگوں کے سامنے ڈال دیئے جب سے آپ وہ کاک کاکی، مشہور ہو گئے۔

کتاب فردوسیہ میں لکھا ہے کہ ایک دن بادشاہی نان بائی کے کاک جل گئے وہ بے چارہ گھبرا گیا کہ اب کیا کروں کہ اتنے میں حسن اتفاق سے آپ کا گزر اس نان بائی کی دکان پر ہوا آپ نے اسے پریشان دیکھ کر فرمایا۔ اے یار کیا دیکھتا ہے تو بس اتنے کر کے تنور میں ہاتھ تو ڈال۔ اس نے جو ہاتھ ڈالا تو اچھے خاصے سرخ سرخ کاک نکلے اور اسی طرح کئی مجالس میں آپ نے آستین جھٹکی تو کاک جھڑنے لگے اور اسی وجہ سے آپ کا نام کاک کی مشہور ہو گیا۔

نقل از کتاب سیرالاولیاء خواجہ صاحب اور شیخ جلال الدین تبریزی ملتان میں شیخ بہار الدین ذکر کیا کہ یہاں تھے کہ ایک رات فوج کفار کی ملتان کے قلعے کے نیچے آگئی اور چاہا کہ شہر کو غارت کرے کہ ناصر الدین فباچہ والی ملتان ہر سہ ہزار گان کی خدمت میں فوج کفار کے دفعیہ کے لیے آئے کہ خود مستنگارو کا ہوا اور بہت بے قراری ظاہر کی۔ اتفاق سے اس وقت خواب کے ہاتھ میں ایک تیر تھا فباچہ کو عنایت کر کے فرمایا کہ اس تیر کو اپنے گھر لے جا کر دشمن کی طرف مارو اس نے ایسا کیا جس وقت وہ تیر فوج کفار میں پڑا ساری کی ساری تشر بتر ہو گئی۔

جو امر فری سے منقول ہے کہ جب سلطان شمس الدین کی سخاوت کا آوازہ چار دانگ عالم میں بلند ہوا تو ایران کی طرف سے ایک شاعر نامری ایک قصیدہ چھین بیتوں کا بادشاہ کی تعریف میں لکھ کر لایا۔ دلی پہنچ کر اس نے خواجہ صاحب کے تقدس اور کرامت کا حال سنا۔ آپ کے شان میں بھی ایک قصیدہ لکھا اور پہلے حمزہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فاتحہ پڑھی اور کہا بہت انعام لے گا۔ شاعر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا نقار کا میں طوطی کی آواز کو سننا ہی بادشاہ متوجہ نہ ہوا۔ شاعر بے چارے نے خواجہ صاحب کو دل میں یاد کیا مٹا بادشاہ متوجہ ہوا اور کہا پڑھو قصیدہ کا مطلع یہ تھا۔

ایک فتنہ از نہیب تو انہار خواستہ تیغ تو مال میل ز کفار خواستہ

قصیدے کے (۷۵) شعر تھے بادشاہ بہت مسرور ہوا اور چمن ہزار تنگہ نقری انعام سرفراز ہوا۔ ناصری بے پارسے کو کب توقع تھی کہ اس قدر زخیمیر انعام ملے گا۔ فوراً حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو نذر اپنے دل میں مانی تھی گزرائی۔ خواجہ صاحب نے وہ نذر اسی کو بخشی اور وہ خوش خوش اپنے وطن کو واپس گیا۔

سیر الاولیاء سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میں اور قاضی حمید الدین ناگوری سفر کر کے دریا کے کنارے پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک درخت کے تلے ایک شخص پڑا سوتا ہے اور درخت پر سے سانپ لٹک رہا ہے قریب ہے کہ اُسے دُس لے ناگاہ ایک بچہ نمودار ہوا اور اُس نے ایسا ڈنک مارا کہ سانپ ٹپ کر لیٹ گیا۔ ہم نے جانا کہ یہ شخص کوئی خاصان خدا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنی حفاظت میں رکھا ہے۔ جب قریب پہنچے تو دیکھا کہ وہ شخص نشہ شراب میں مست پڑا ہے پس ہم کو حیرت ہوئی کہ یہ آدمی کیسا نافرمان اور وہ کیسا مہربان۔ اتنے میں غیب سے ندا آئی کہ ”ای عزیزان اگر میں صاحبان و پارسایان را جفا ظنت کنم پس فاسقان و گناہ گاران را کہ حفاظت کنند؟“ ہم اسی بات میں تھے کہ وہ شخص ہوشیار ہوا ہم نے سارا ماجرای اُس سے کہا وہ سن کر بہت شرمندہ ہوا اور شراب خواری و بدکرداری سے توبہ کی اور خدا کے دوستوں میں سے ہوا۔ ای عزیز! تمیز کر کہ جب وقت نیک آتا ہے اور ہوا مہربانی افضل کی جلتی ہے آدمی کیسا ہی خراب ہو ایک دم میں اُس کے سارے گناہ بخش دیتا ہے اور مسند نشین اولیاء کرتا ہے۔ بر خلاف اس کے اگر قہر کی گرم ہوا چلے سینکڑوں سجادہ نشینوں کو خراب کر کے غارت کرے

اسرار العارفین سے منقول ہے کہ آپ شبانہ روز مراقبہ میں رہتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو آنکھ کھولتے اور غسل اور وضو تازہ کر کے نماز پڑھتے۔ آپ کو صغریٰ سے نیند کا غلبہ بہت رہتا تھا اور آخر عمر میں شب بیدار تھے اور باقی عمر میں تلاوت قرآن شریف اور ذکر جلی و خفی کیا۔ آپ سالکوں اور برگزیدہ مجاہدوں میں سے تھے گوشت خلوت میں رہتے تھے کم سوتے کم کھاتے اور کم بولتے تھے اور ہمیشہ چلہ کشی کرتے تھے۔

جامع الکلام میں لکھا ہے کہ آپ ہمیشہ لب بستہ اور دل شکستہ رہتے تھے اور کوئی دم رونے سے چین نہ تھا اور مجھے کا دروازہ بند کر کے اکیسے پیٹے رہتے تھے اور آپ کی زیارت گئے لوگ بہت مشتاق ہوتے تو خادم جا کر عرض کرتا آپ ایک ٹھنڈا سانس لے کر اجازت دیجئے جب لوگ آجاتے آپ کھڑے ہو جاتے اور سب پر نظر شفقت کرتے اور خادم کو اشارہ کرتے کہ سب کو ایک ایک پیالہ پانی کا دے کر رخصت کرے۔ جب تک لوگ پانی پیتے آپ کھڑے رہتے اور باتیں پسند نصیحت کی کرتے رہتے۔ جب سب کو پانی مل جاتا تو آپ رخصت کر دیتے۔

افضل الفوائد میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ آپ کی مجلس میں سلوک کا ذکر ہو رہا تھا آپ کو بدرجہ غایت سرور ہوا آپ بار بار ٹھنڈے سانس بھرتے اور زار و قطار روتے جاتے تھے کئی دن آپ کی یہی حالت رہی مگر جب نماز کا وقت ہوتا آپ جماعت سے نماز ادا فرماتے اور پھر وہی حال ہو جاتا۔ کسی طرح صبر نہ آتا۔

مراد المریدین سے مروی ہے کہ آپ حافظ تھے اور اکثر اوقات کلام مجید کا ورد فرماتے تھے۔ جب آئیں یا اس دہر اس کی پڑھتے تو زار زار روتے اور اپنا سینہ ناخن سے نوچتے یہاں تک کہ بے ہوش ہو جاتے اور جب ہوش آتا تو پھر تلاوت کرتے اور جب آئیں رحمت اور درغنا کی پڑھتے تو آپ کے چہرے سے بشاشت اور مسکراہٹ ظاہر ہوتی اور وجد کرتے اور اپنے حسب حال اشعار پڑھتے اور پھر تلاوت کرتے۔

فوائد الفوائد میں لکھا ہے کہ آپ زہد و ریاضت چھپو ال کرتے اور اپنے آپ کو خلقت سے چھپاتے اور مریدوں کو بھی اخفائے عبادت کی نصیحت فرماتے اور کرامت کے چھپانے کا حکم کرتے اور فرماتے کہ کچھ ضرورت نہیں ہے کہ یہ چیزیں مشہور ہوں۔ فقیر کے لئے مشہور ہونا محنت آفت کا سامنا ہے۔

افضل الفوائد سے منقول ہے کہ ایک دن عالم سرور و شوق میں ارشاد فرماتے تھے کہ جو کوئی راہ میں پورا اتر مقصود کو پہنچا اور جس نے زبان سے اُس کی حمد کہی تو اُس سے باتیں کیں اور جس نے کہ آنکھ سے اُس کا جلال دیکھا مینا ہوا اور جس نے اُس کی وحدت کی شراب پی مراد کامل ہوا اور اُس میں سستی پیدا ہوئی اور اُس کا غلغلہ بلند ہوا۔ جیسا کہ حضرت نظامی فرماتے ہیں۔ نہ قطعہ

چومت خلوتش کشتی فلک را خمیہ برم زن
ستون چرخ در جہاں طنائک سماں در کش
طرقتش بے قدم می زن تہش بے نہاں می گو
جاش بے بصیری میں شر آش بے جہاں در
راحت القلوب میں لکھا ہے کہ آپ اکثر مع اہل و عیال کے فاقہ سے رہتے اور صبر
فرماتے اگر ایسی حالت میں کوئی مسافر آسکتا تو آپ مولانا بدر الدین غزنوی کے
پاس جو مرید اور خادم خالقہ کے تھے بھیجتے اور اشارہ فرماتے کہ خیر پانی تو لاؤ کہ
آج کا دن بخشش و عطائے خالی نہ جائے اور مجلس میں پونچ کر آپ ہر ایک مسافر کو پانی کا پیالہ دیتے
اسرار الادبیاء میں لکھا ہے کہ جب آپ کو فاقہ ہوتا تو آپ اس کا اظہار کسی پر نہ فرماتے اور
اگر احیاناً اس حالت میں بادشاہ یا کوئی امیر کچھ چیز بھیجتا تو آپ قبول نہ کرتے چنانچہ
شمس الدین بادشاہ نے ایک مرتبہ ایک حقیلی اشرافیوں کی آپ کے پاس بھیجی اور
کہا بھجھا کہ اگر آپ اس کو قبول کر لیں گے تو میں بہت ممنون ہوں گا۔ آپ نے فرمایا
کہ واپس لے جاؤ بادشاہ سے کہو کہ تم کو اپنا بڑا دوست جانتا ہوں اور تم مجھ سے
دشمنی کرتے ہو جس چیز کو خدا نے تعالیٰ دشمنی اور غضب سے اپنے کلام پاک میں یاد کرے
اور تمام دوستوں کو اس سے پرہیز کرنا بتا دے تو تم ہمارے واسطے ردارہتے ہو اور
ہم کو اس میں آلودہ کرنا چاہتے ہو۔

کتاب راحت القلوب سے منقول ہے کہ شیخ فرید الدین گنج شکر راوی ہیں کہ
ایک دن سلطان شمس الدین کا وزیر آیا اور ایک طشت پر از طلا اور ایک فرمان دس
مواضع جاگیر کا لایا اور کہا کہ بادشاہ نے اظہار بندگی کر کے یہ فرمان اور طشت زرا آپ
کے غلاموں کے لئے بھیجا ہے۔ خواجہ سکرانے اور فرمایا کہ ہمارے پیروں نے ایسے چیزیں
قبول نہیں کی ہیں۔ اس لئے میں بھی نہیں لیتا۔ وزیر نے عاجزی شرم کی آپ نے
فرمایا کہ اگر میں آج ان کی متابعت نہ کروں اور جاگیر ات اور اس زر کو قبول کر لوں تو
میں قیامت کے دن ان کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ اہل ان کے زمرے میں کیوں کر
شامل ہوں گا۔ ان چیزوں کے طالب اور بہت سے ہیں ان کو دود۔ ناچار وہ
مع ہدایا کے واپس چلا گیا۔

ایک دن آپ کی خدمت میں قوال آئے اور اس شعر کو نہایت خوشنما اور دل ربا
طور سے گارہے تھے۔

سرود حسیت کہ چندیں فنون عشق در ست
سرود محرم عشق تست و عشق مجرم ادست
شعر حسن کر آپ پر حالت طاری ہوئی اور کئی دن بے ہوش رہے دانہ پانی نہ کھایا
مگر نماز کے وقت ہمیشہ ہوش میں آ جاتے تھے۔

آپ نے اور قاضی حمید الدین ناگوری نے ایک دفعہ مجلس سماع منعقد کی جس میں
بہت سے لوگ جمع ہوئے سلطان شہاب الدین غوری نے سنا اور کہا کہ امام ابوحنیفہ
کے ہاں گناہ حرام ہی اگر یہ میرے شہر میں گانا بجانا کریں گے تو میں ان کو نکال دوں گا
آپ نے سنا تو فرمایا کہ ”جو شخص ظالم شخص ہی اس پر سماع بے شک حرام ہے اور ہم پر
طلال ہی مجھ کو وہ کیا نکالے گا اگر خدا نے بھی چاہا تو وہ خود ہی نکل جائے گا“ اس بات
پر چند دن بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ غزنی جاتے ہوئے رہنک مقام پر لگے گھر والے نے
اسے مار ڈالا اور پھر پلٹ کر دلی آنا نصیب نہ ہوا۔

ادبیار است قدرت الہ
تیر جنتہ باز گرداند ز داہ
کبھی آپ بے ساختہ شعر بھی کہہ دیا کرتے تھے چنانچہ یہ نظم آپ ہی کی ہے۔
اگر بگوش رویت عالمے پر او نہ
وزن شیریں تو شور است در سرخانہ
من بچندیں آشنائی من خورم خون جگر
قلب کیں مگر گناہے می کنند عیش کن

گر رسد از تو گوشتم کہ میرا سحری
تائب گور باغ از ذکر امت بروم
در بدنام پدرم کہ حشرم بالست
از لحد حق کناں تا بقیامت بروم

علامت اور وفا

جب آپ کی عمر آخر ہونے آئی تو ماہ رمضان تھا کہ آپ کو ضعف ہونا شروع ہوا مگر آپ
نے سارے روزے رکھے جب عید ہوئی تو عید گاہ تشریف لے گئے اور وہاں
سے پلٹ کر جس جگہ آپ کا فرادی پونچھ کر چول کہ وہ جگہ مصفا اور پاکیزہ تھی دیر تک
کھڑے رہے۔ آپ کے ہمراہیوں نے کہا کہ آپ گھر تشریف لے چلیے کہ لوگ
زیارت اور مبارک باد کے لیے منتظر ہیں اور کچھ کھانا تناول فرمائیے اور لوگوں کو
خصت کیجیے آپ نے فرمایا کہ ”ایں جامرا بوے دلہامی آید“ یہ کہہ کر آپ کو بہت
رفت طاری ہوئی۔ اور فرمایا کہ میرا یہ دل چاہتا ہے کہ میرا دفن اسی زمین میں ہو اور اسی
دقت مالک راضی کو بلو کر اس کو قیمت دی اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔

ایک روز شیخ علی سکرئی کی خانقاہ میں مجلس سماع تھی خواجہ صاحب بھی تشریف فرما تھے۔

قوال شیخ احمد جام کا قصیدہ نہایت خوبی سے گارہے تھے جب اس شعر پر پوچھے۔

کشتگانِ خنجر سلیم، را
سر زماں از غیب جانِ دیگر است

تو آپ ایسے متاثر ہوئے کہ حالت نزع کی ہو گئی اسی حالت میں آپ کو گھراٹھا کر

لائے اور چار دن تک اسی حالت میں رہے اور بار بار قوالوں سے اسی شعر کی تکرار

کراتے تھے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو ہوش میں آ جاتے اور نماز ادا فرمانے و مولینا

نضر الدین زراوی اپنے رسالہ اصول السماع میں لکھتے ہیں کہ جب آپ کو سماع میں زیادہ

استغراق ہوا اور حالت دیگر گوں ہوئی تو آپ کے مرید حکیم مسمیٰ لدین صاحب کو جو اپنے

زمانے کے بڑے حاذق طبیب تھے بلایا انھوں نے نبض دیکھ کر کہا کہ مدد! آپ کی

آتش عشق سے جل کر کباب ہو گیا اور جگر آپ کا ٹک ٹوک رہا ہے آپ کی سوا شربت ویدار کے اور کچھ نہیں

لَقَدْ كَسَعَتْ حَيَاتِي كَيْدًا
فَلَا حَيِّبَ لَكَ وَلَا سَاقِ

إِلَّا الْحَبِيبُ الَّذِي قَدْ شَقَقْتُ بِهِ
فَعِنْدَكَ رُقِيَّتِي وَ مَدْرِيَا

قوال جب مصرعہ اول پڑھتے تو آپ کو سکون ہوتا اور مصرعہ ثانی سے ترطیب

پیدا ہو جاتی بالآخر اسی حالت میں آپ کا وصال ہو گیا کہ آپ کے سر مبارک تو

قاضی حمید الدین کے زانو پر تھا اور پائے شریف شیخ بدر الدین غزنوی کی گود میں

کہ بدر الدین صاحب کی آنکھ چپک گئی اور ایسا معلوم ہوا کہ آپ فرماتے ہیں کہ ابو الدین خدکے دوستوں کو موت نہیں آتی

مرا زندہ پندار چوں خلیفتن
من آمم بحال گر تو آئی بن

دار البقا کی طرف رحلت فرما چکے تھے شمس الدین التمش نے جب آپ کی وفات

کا حال سنا جو روز و شنبہ ۱۱- ربیع الاول ۸۳۳ھ کو تخمیناً (۵۲) اور بقولے

(۵۴) سال کی عمر میں ہوا تو فوراً دوڑا ہوا آیا اور خود آپ کو غسل دیا اور آپ ہی جہاز

کی نماز پڑھائی اور میت کو خود کندھا دیا۔ بادشاہ کو آپ کی صحبت کا نیک اثر ہوا تھا کہ خود

بڑا متشرع اور سختی سے پابند موم و صلوات تھا اور کہا جاتا ہے کہ اس نے کبھی نماز کا وقت

ٹلنے نہیں دیا قضا کرنا تو ایک دوسری بات تھی۔

۱۵ میرے جگر محبت کو ایسا ٹکڑس گیا ہے جس کے لیے نہ کوئی طبیب ہی کافی ہو سکتا ہے

نہ کوئی منتر ہی پڑھنے والا۔ البتہ جس دوست پر میں فریضہ ہوں اس کے پاس میرا

جس دن آپ نے وفات پائی اسی سال سلطان شمس الدین التمش نے بھی سفر آخرت اختیار کیا۔ حضرت کی وفات کی تاریخ کا یہ قطعہ ہے:-

فیم بخش جهان بعدن بقیم
اسوہ دہر و قدوہ عالم
لقبش بختار لاکای دین
از ر بیع تخت چار دہم
روز ترحیل آں دوشنبہ داں
عقل تایع نقل آں محمود
باز گوسال نقل آں نامی
عمر پنجہ و چار سالش بود
مرقد پاک او بہ دہلی داں
سال نقلش بہ بھر دیگر نیز

سوال اے ولی نیک خو

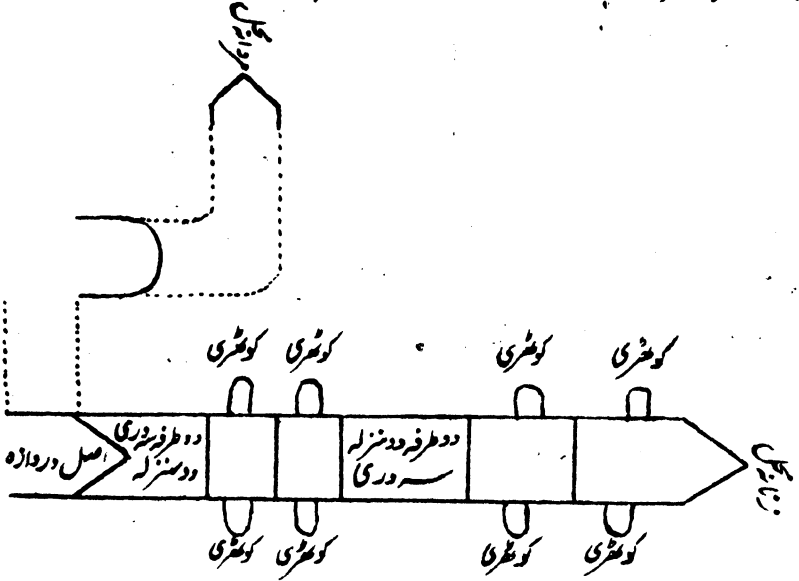
بہویدر و سہر قطب الدین بگو

خواجہ صاحب کی درگاہ کے باہر کی عمارتیں

بادشاہی دروازہ | حضرت خواجہ صاحب کی درگاہ کے باہر درپٹا ہوا بڑا عالی شان دروازہ ہے جس کی بلندی ۹ فٹ اور عرض ۱۲-۹ فٹ اس پر چڑھنے کا (۷) سیڑھیوں کا چکر دار زینہ ہے۔ لوگ اس کے درگاہ کا دروازہ کہتے ہیں اور میں اسے ایک جدا گانہ محل کا دروازہ سمجھتا ہوں کیوں کہ اس دروازے کے اندر بڑے بھاری محل کے کھنڈر ہیں۔ یہ دروازہ سنگ سرخ کا ہے جس پر سنگ مرمر کی پٹیاں پرسی ہوئی ہیں۔ دروازہ بالکل درست حالت میں ہے۔ اور یہ منزلہ جس کی پیشانی پر یہ کتبہ ہے۔

(کتب پر صفحہ آئندہ)

اس دروازے چو شد مکرم بناحب المراد
 سنہ گفت دل سال بناباب نطفہ پائندہ باد
 دروازہ سات گہا ہر یعنی ایک کے اندر ایک سات حصے ہیں اور مردانے محل
 کی طرف بڑے دروازے کے اندر بائیں طرف تین دروازے ہیں۔ ان دروازوں
 میں دوسرا دوسرا بادشاہ کا باقی مع عماری کے چلانے کا تھا۔



محل تو اب رہا نہیں مگر یہ بات ظاہر ہے کہ جس محل کا دروازہ ایسا بنا یا اب ہو وہ محل
 خود کیوں نہ لا جواب ہو۔ دروازے کے حصوں کی بعض جھپٹیں لڑاوی ہیں بعض چوبی
 کڑیوں کی ہیں۔ اسی کے پاس خاص محل کے کھنڈر ہیں۔ یہ دروازہ مغلیہ خاندان
 کے خاتم السلاطین بہادر شاہ مرحوم و مغفور کا بنوایا ہوا ہے۔

خاص محل کے عقب میں سرانے شاہی کی قدیم
 اور شکستہ عمارت ہے۔ اب اس میں زیادہ تر گیلے

ٹھہرتے ہیں چو طرف ریل کل جانے سے اب سرائیں بیکار ہیں۔ مسافروں کی
 ریل پیل بھٹیاریوں کی کشمکش اب نظر نہیں آتی۔ تہذیب یافتہ نئی روشنی
 والے ڈاک بنگلہ اور ہوٹل دھونڈتے ہیں معمولی حیثیت کے لوگ دلی سے سویرے
 سویرے چلے سیر پاتے ہیں دن گزار شاموں شام گھران داخل سرائیوں میں

رہے تو کون۔ بھٹیاریے بھٹیاریوں کا روزگار بند اب جدھر دیکھو خانہ سال اور پیلوں کا دور دورہ ہو۔

بادشاہی دروازے کے پاس شیخ سلیمان دہلوی کا مزار ہے۔ جو بہت خوب صورت قلمدان نالداوی پنج درہ سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے جو ۳۳۱ھ میں ہے۔ اس میں دو قبریں سنگ مرمر کی ہیں۔ پہلی

شیخ سلیمان دہلوی
کا مقبرہ ۹۴۴ھ

قبر شیخ صاحب کی ہے اور دوسری اُن کے بھائی کی کہی جاتی ہے جن کا نام معلوم نہیں۔ شیخ سلیمان بن علفان المندومی الدہلوی در ارشاد و ترتیب طالبان و تلقین واذکار و اشغال درویشان یگانہ عصر بود۔ مسافرت بسیار کردہ و نعمتہا یافتہ۔ گویند کہ ویرا نقل ارواح کہ مرتبہ الیت از مراتب تصرفات نفس ناطقہ انسانی حاصل بود و بحجت اُن از اکثر احوال قرون ماضیہ خبر دادے۔ گویند کہ دگر در تجوید قرآن یگانہ عصر بود و در معاملہ قرآن راپیش اُن سرور مصلح تجوید نمودہ و شیخ عبد القدوس پیش او تجوید کردہ و مدتے مدید در خلفاء اولودہ۔ وفات او شب چہار دہم ماہ محرم ۷۴۲ھ و مقبرہ او عقب مقبرہ خواجہ قطب الدین است۔

بادشاہی دروازے اور خاص محل سے مغرب

مین بازار اور باولی

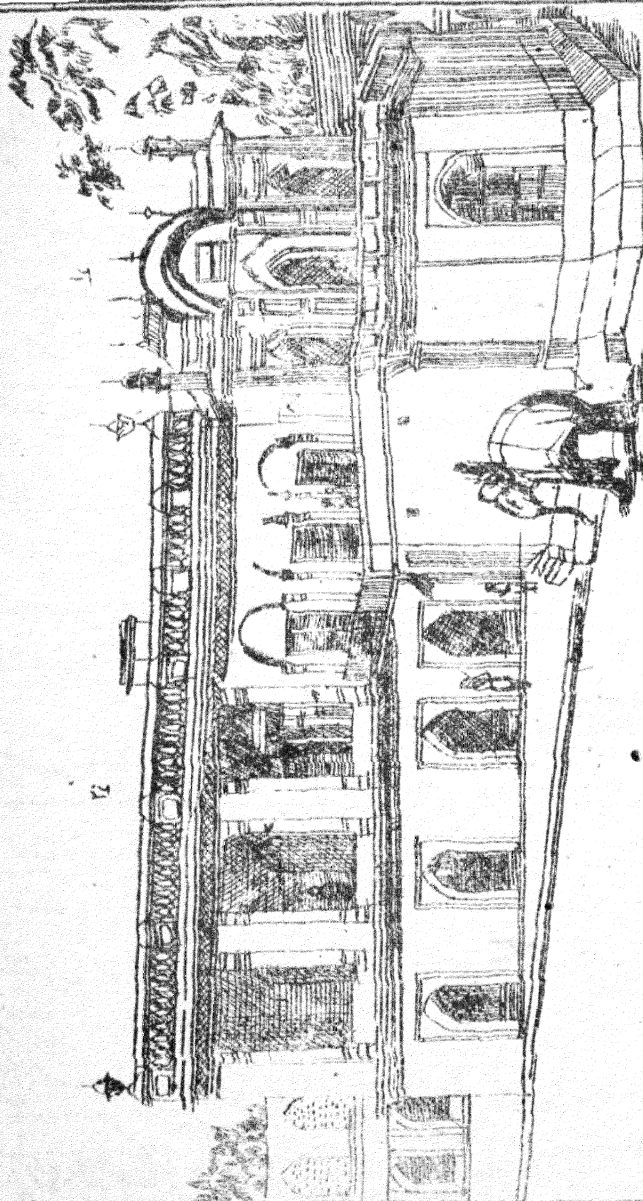
یہ وہی بازار ہے کہ جس کے دورویہ بنگلے ہیں جو عرس شریف کے موقع پر بھاری بھاری کرائے پر جاتے ہیں اسی کے شروع میں ایک بڑا عذار ہشت پہل کنواں ہے جو کہتے ہیں کہ اورنگ زیب نے بنوایا تھا۔ کنواں ہشت پہل بنا ہوا ہے جس کا ہر ضلع ۱۴۱۰ لمبا ہے۔ بہت عمیق اور کشادہ ہے۔ اب تک بھی کثرت سے اس کا پانی استعمال کرتے ہیں اور اچھی حالت میں ہے۔ بہت پختہ بنا ہوا ہے۔

ہر گاہ شریف کے قریب یرمکان نہایت خوش نامہ سر راہ واقع ہے جو مشہور زمانہ احترام الدولہ عمدہ الحکماء

مسجد و مکان حکیم احسن الدخان
۱۲۶۱ھ و ۱۲۶۳ھ

مفتد الملک حافظ الزمان حکیم محمد احسن الدخان صاحب بہادر ثابت جنگ کا بنوایا ہوا ہے

نقشہ کا امجدیم احسن الدخان بہادر



بہا در شاہ کے دور آخری کے سب سے بڑے رکن رکنین ہی تھے۔ مسجد اور مکان دونوں پر قطعات تاریخی لگے ہوئے ہیں اور وہ یہ ہیں:-

تاریخ مسجد

مسجد کے ساخت چوں بحسنِ عمل
از ظفر بہر سال تارِ کنش
احسن اللہ خان پاک سرشت
خامہ ام "خانہ خدا" بنوشت
۱۳۶۱

تاریخ مکان

از سال بنائے نو بدر گاہ
بود اشیت سر از دیارِ دہلی
پیر خردم نمود آگاہ
تعمیر تعمیر احسن اللہ
اب اس مکان میں عیسائی لوگ رہتے ہیں۔ اسی کے پاس مرزا اثریا جاہ کی
حوالی بھی ایک قدیم عمارت ہے۔

گندھک کی باولی
در گاہ کے باہر یہ ایک بہت بڑی باولی ہے۔
۱۳۸۱ء تا ۱۳۸۲ء پانی کے اوپر کا مٹی ہے۔ پانی کے اوپر
۹۴) سیڑھیاں مٹی ہیں جس کا سلسلہ تہ تک چلا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ باولی
شہس الدین التمش کی جو آئی ہوئی ہو طرز اس کا راجوں کی بائیں اور باولی درگاہ
حضرت نظام الدین کا سا ہے۔ باولی کے شمال کی طرف سہ درے ہیں جس کے ایک
کے اوپر ایک پانچ درے ہیں۔ اس باولی میں اب بھی پانی موجود ہے جو کسی قسم کے
معدنی اجزاء گندھک وغیرہ سے مرکب ہے اور اسی وجہ سے یہاں نہانا امراض
جلدی کو مفید ہوتا ہے۔

بستی دروازے کے
در گاہ شریف کے بستی دروازے
کے سامنے بیچ میں رستہ چھوڑ کر دو
نقاہ خانے قدیم زمانے کے بنے ہوئے
ہیں کہتے ہیں کہ شیر شاہ ۹۵۰-۹۵۱ء
اور سلیم شاہ (۹۵۰-۹۵۱ء) کے زمانے کے بنے ہوئے ہیں۔ درگاہ کا ایک

درد ازہ و تاضی کا دربار بھی ہر جو جنوب میں ہے۔

راجوں کی بائیں کے پاس کا ایک و مقبرہ

راجوں کی بائیں کا حال اوپر آچکا ہے اسی کے پاس ایک نامعلوم مقبرہ ۳۳ مربع ہر جو بہشت پہل ہے اور سنگ - رخ کے در ہیں - اس گنبد میں دو قبریں ہیں نامعلوم - اسی گنبد کے

پاس ایک بہت بڑا کھنڈر ایک مسجد کا ہے - مسجد دل کے اس طرح متعبد کھنڈر میں چنانچہ راجوں کی بائیں کے پاس اور دو ٹوٹی پھوٹی بڑی بڑی مسجدیں ہیں جو بالکل منہدم ہو گئی ہیں - غرض یہ کہ راجوں کی بائیں کے چو طرف بہت سے کھنڈر ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں یہ بائیں آبادی کے وسط میں تھی اور اب تو کھنڈروں کے بیچ میں ہے کہ اکیسے دیکھ لے جاتے ہوئے بھی ڈرے۔

ناظر کا بیان

یہ باغ قطب صاحب کے جھرنے کے پاس ہے - جو سرسبز و شاداب اور ایک اچھی سیرگاہ ہے - اس میں مکانات مزعوب بنے ہوئے ہیں - پھول والوں کی سیر میں ہزاروں آدمیوں

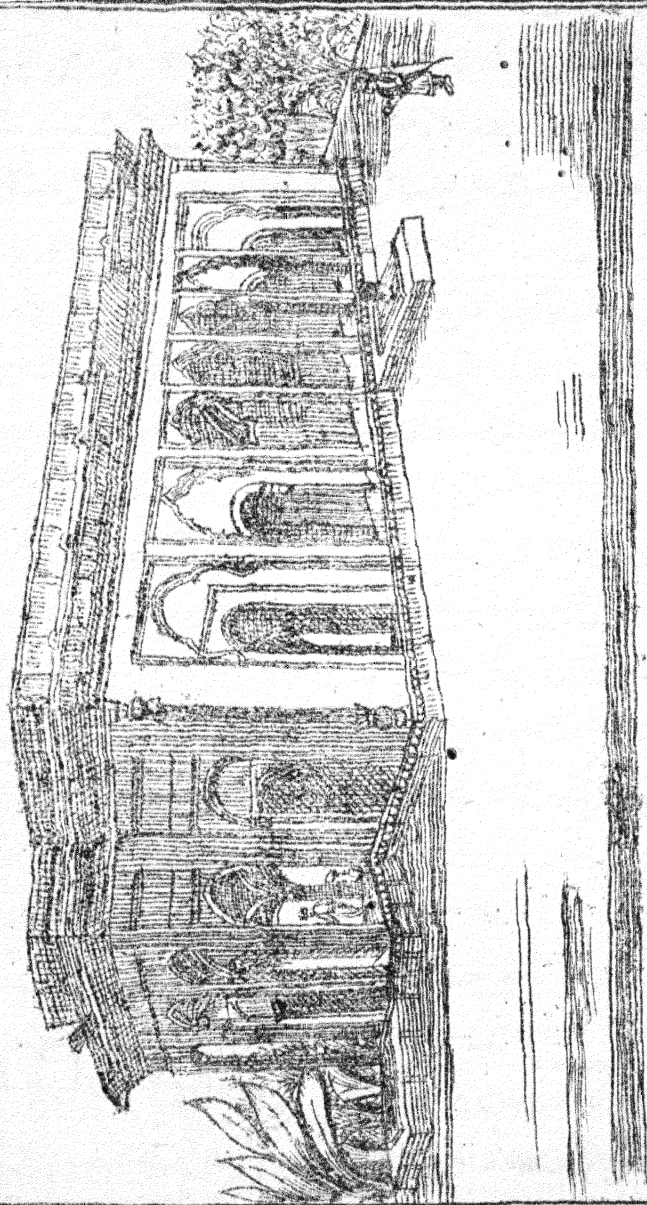
کا مجمع گھٹایا ہوا رہتا ہے اور بڑی رونق کا میل لگتا ہے - اس باغ کو ناظر روز افزوں نے محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں بنایا تھا - اس کے دروازے پر یہ کتبہ ہے جس سے اس کا سال بنا معلوم ہوتا ہے -

بفرمان محمد شاہ عادل
بنائے گلشن در قطب گردید
بود سرسبز دایم روز افزوں
یہ تاریخ ساختش گفت ہاتف

۱۱۶۱
۱۱۶۱

اس باغ کے گرد اگر درختوں کا کنگورے دار نہایت مضبوط چار دیواری ہے جس نے اب تک بھی جنبش نہیں کھائی - البتہ مشرق کی طرف کی دیوار گر گئی ہے اور اند چاروں طرف مکانات سنگین سنگ سرخ کے نہایت عمدہ بنے ہوئے ہیں اور ایک مکان

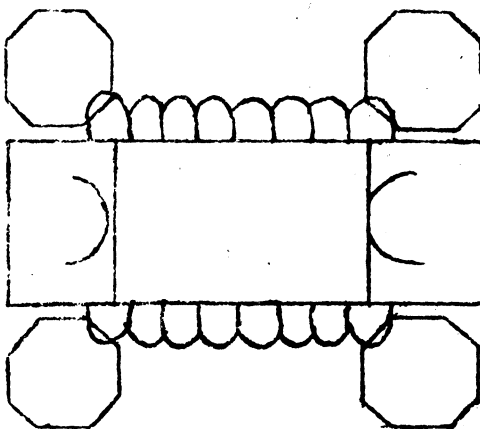
نقشه باغ ناظر



بانع کے بچوں بیچ بنا ہوا ہے کہ وہ سب سے بڑا اور بہتر ہے۔ صدر دروازہ مغرب رو بہ
سنگ سرخ کا ہے جو دہرا ہے جس کی بلندی ۴۴ ہے۔ دو طرفہ چھبیس چھبیس میٹرھیوں کا زمین
ہے۔ چوبلی پٹ ہیں مگر شکستہ۔ دروازے کے اندر دو طرفہ دو منتر لہ۔ درمی ہر طرف
یہ کہ دروازہ بڑا عالی شان ہے اور ایسے نفیس بانع کا دروازہ بھی ایسا ہی ہونا چاہیے
تھا۔ گواحط کے حصار دروازے تھے مگر وہ مغربی حیثیت کے تھے صدر دروازہ
یہی تھا جس پر کہ کتبہ ہے نہ پہلے یہ ایک کٹش بانع تھا اور اب نرا چھاڑ چھٹا ہے۔ روشوں
تالیوں اور کیاریوں کے نشان اب بھی موجود ہیں مگر جس میں ہل بھر جاے اور زراعت
ہونے لگے تو اب کیا فاک رونق رہ سکتی ہے۔ بارہ دریوں اور پُر لطف شہ نشینوں
میں جن کی نفاست اور پُر مختلف وضع قطع دکھیا کر اب بھی دل لوٹ جاتا ہے جب
سویچی باندھے جائیں اور اُن کے گوبر کے چوتھہ ہر طرف لگے ہوئے ہوں اور اُن کے
پیشاب کی بو سے ناک نہ دی جاسکے اور جاچا پوئیوں کے انبار اور بھسکے ڈھیر
لگے ہوں اُن کی کس سپرسی کی یہ حالت دیکھ کر خدا کی قدرت یاد آتی ہے کہ بنائے
وائے نے روپیہ کی بکھیر کر دی اور اس مقام کو دل چسپ بنائے میں کوئی دقیقہ
نہ اٹھا رکھا اور آج اس میں گدھے لوٹ رہے ہیں اور بجائے طرح طرح کے پھولوں
کے تختوں کے زراعت ہو رہی ہے اور پھولوں کی بھینی بھینی مہک کے بدلے گوبر اور
سوت کی سڑاند ہے۔ کون سا پتھر کا کلیجہ ہے جو اس تباہی کو دیکھ کر متاثر نہ ہو۔ اب بھی اس
بانع میں اُسی زمانے کے پُرانے اور بڑے بڑے اعلیٰ۔ کھرنی۔ آم۔ جامن۔ نیم۔ شہتوت
ذغیرہ کے درخت اور دو کنویں موجود ہیں۔

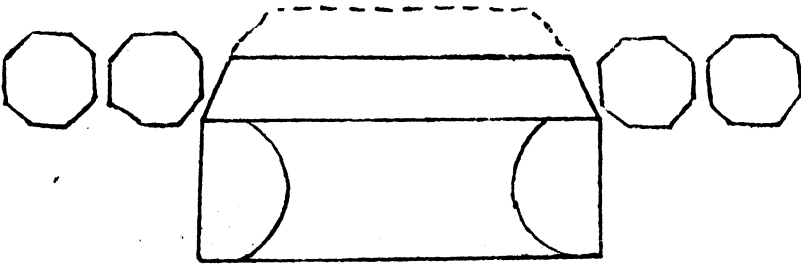
بیچ کی بارہ دری

نہایت خوش نما اور بہت بڑی
سنگ سرخ کی بارہ دری ہے
نقشہ یہ ہے۔



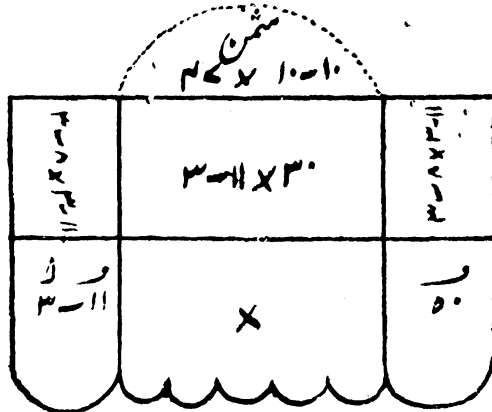
مشرق مغرب کی طرف یہ بارہ درسی دھڑے والاؤں کی ہر اندر سے ۱۳x۵ - ۴ -
 باہر سے ۱۶x۸ - ۳ شمال جنوب میں ایک ایک برآمدہ ہے۔ چاروں طرف
 پختہ حوض ہیں جن کے بیچ میں فوارہ ہے۔ عین جانب کے حوض ایک ہی وضع قطع
 کے ۵x۳ - ۹ اور ۳x۳ عمیق ہیں۔ صرف شمال کی طرف کا حوض ذرا بڑا ہے۔
 ۱۳x۱۰ - ۳ - ۳ عمق دو فیٹ باقی مٹی بھری ہوئی ہے۔ باہر سے عمارت کا طول و
 عرض ۵۲x۳۶ - ۳ - ۵ بلندی پتھر کی سلوں کی لداوی چھت۔ گردو چڑا چھب
 جس کی سلیں چایا سے گرنی ہیں۔ اس کے سامنے شامیانہ بھی تانا جاتا تھا جس کے
 مردے لگے ہوتے ہیں۔

مشرق کی طرف کا پتچ درا | بائیں کے مشرق میں یہ عمارت سنگ بسی
 کی بہت نفیس بنی ہوئی ہے یہ عمارت
 ۳ بلندی اور دو طرفہ اکیس اکیس سڑھیوں کا زینہ ہے۔ شہ نشین کی دیوار میں
 سنگ سرخ کی جالیوں باہر وار کو لگی ہوئی ہے۔ جو سب ضائع ہو گئیں کہیں کہیں
 کوئی ٹکڑا لگا رہ گیا ہے۔ اس میں ایک دھچکتی بھی ہیں۔ نظری اور سرسری نقشہ یہ ہے۔



جنوب کی طرف کا پتچ درا
 یہ بھی سنگ بسی کا پتچ درا ہے جس کی کرسی ۵x۳ - ۳ ہے
 اور شہ نشین کی کرسی اندر وار سے ۱ - ۳ - ۳ ہے۔ یہ
 عمارت باہر سے ۵۳x۲۹ - ۳ عمارت کے گرد
 چوڑی چوڑی سلوں کا چھب تھا یہ سلیں اب جا بجا
 سے گرنی ہیں۔ اس عمارت کی چھت بھی لداوی ہے اور سلوں سے پٹی ہوئی ہے۔

اس کو ملا کر اب تین مکان باقی رہ گئے ایک بائع کے بیچ میل اور دو تیخ درے قیاس یہ چاہتا ہے کہ ایسے ہی تیخ درے مغرب اور شمال میں اور ہوں گے مگر اب نہیں ہیں اس عمارت کا نظری نقشہ یہ ہے۔



بائع ناظر کے پاس یہ تین در کی بختہ مسجد ۳۰ × ۱۱ × ۳ اور دروں کی اونچان ۳ اور چوڑان ۳-۱۱-۳ ہے۔ پیش میں

مولانا محمد الدین حاجی رحمۃ اللہ علیہ
کا مزار اور مسجد ۳۰ × ۱۱ × ۳

چوڑا چھوٹا سنگ خارا کا نیچے بھاری توڑے ہیں۔ فرش اور منبر ٹوٹ بھوٹ گیا۔
مینار شروع ہی سے منقطع۔ مسجد کی بائیں طرف ایک حجرہ بھی ہے اور اسی طرف
گیارہ سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ دہائی طرف صرف چھ سیڑھیاں ہیں شاید اذان دینے
کا چوڑا بنایا ہو کیوں کہ سقف مسجد تک سیڑھیوں کا سلسلہ نہیں ہے۔ اس کے صحن
میں بہت سی قبریں ہیں مولانا کی قبر شریف پر یہ کتبہ لگا ہوا ہے "مولانا محمد الدین حاجی
۳۰ × ۱۱ × ۳" آپ کی قبر گچ کی صحن مسجد میں ہے۔ اخبار الاخبار میں مولانا کے متعلق لکھا
ہے کہ "آپ کا ذکر کسی ملفوظات شاہج میں نہیں ملا لیکن بعض بزرگوں سے میں نے
سنا ہے کہ آپ خاندان سہروردیہ کے ایک بزرگ اور شیخ شہاب الدین سہروردی
کے مرید تھے۔ آپ نے بارہ حج کیے تھے اور آخر کار دہلی تشریف لائے سلطان
شیر الدین اتش نے آپ کو صدر ولایت بنایا آپ اس خدمت سے
ناراض تھے تاہم دو سال تک اس خدمت جلیلہ کی مہارت کو جو اتم سر انجام دیا

اور خوب انتظام بٹھلایا اور بخوبی بندوبست کرنے کے بعد اتھاس کیا کہ فقیر کو اب معاف کریں۔ بادشاہ نے آپ کا فرمان قبول کیا اور منصب صدارت سے سبکدوش کیا۔ ایام تشریق میں کہ زمانہ اکل و شرب اور ضیافت کا ہے اس بوزاح کے لوگ شہر کے باہر آپ کے مزار پر جمع ہوتے ہیں اور اس اجتماع کو ختم مولانا مجدد حاجی کہتے ہیں۔

صحن مسجد میں اور بھی بہت سی قبور ہیں جن میں سے صرف تین قبروں پر کتبے ہیں اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ سرکار کی طرف سے دولتیت قتبے بنا کر ان تینوں قبروں کی بخوبی حفاظت کر دی ہے۔ پہلے قتبے میں دو بہت پرانی قبریں ہیں۔ اور دوسرے میں صرف ایک لڑکے کی جس نے سات برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا تھا۔

اللہ

(۱) وَكَانَ وَكَانَتْ... الْعَبْدُ الضَّعِيفُ..... المرحوم محمد بن علی بن عثمان

الملقب بنظام الدین (۲) فی الرابع من شهر المبارک رجب عام مباح ۱۰۸۵ھ

ثمان و ثلاثین و ستمائة (۳) ھ

یہ پتھر سنگھ کی شکل کا محراب دار ہے۔ بڑی شکل سے اتنی عبارت فکلی ہے۔ اس پتھر کے کنارے کنارے نصف دائرے کی شکل میں آیت الکرسی منقوش ہے۔

دوسری قبر (۱) لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْخَيْرُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ الْخَيْرُ سُبْحَانَ ذِي الْمَلِكِ وَالْمَلَكُوتِ وَ سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوتِ -

(۲) لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَيُّ الْمُبِينُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ الصَّادِقِ الْأَمِينِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَأْمُرُ وَلَا يَنْهَى سُبْحَانَ قُدُّوسٍ سُبْحَانَ رَبِّ الْمَلَأَ عَمَلَهُ وَالْوَدُوحَ -

فرزند اعز قرة العین ثمرۃ القوادس

محمد اسعد بن حسین نو سارا اللہ
در ہفت سالگی علامہ اللہ

حفظ کرد و برحمت خدای پیوست

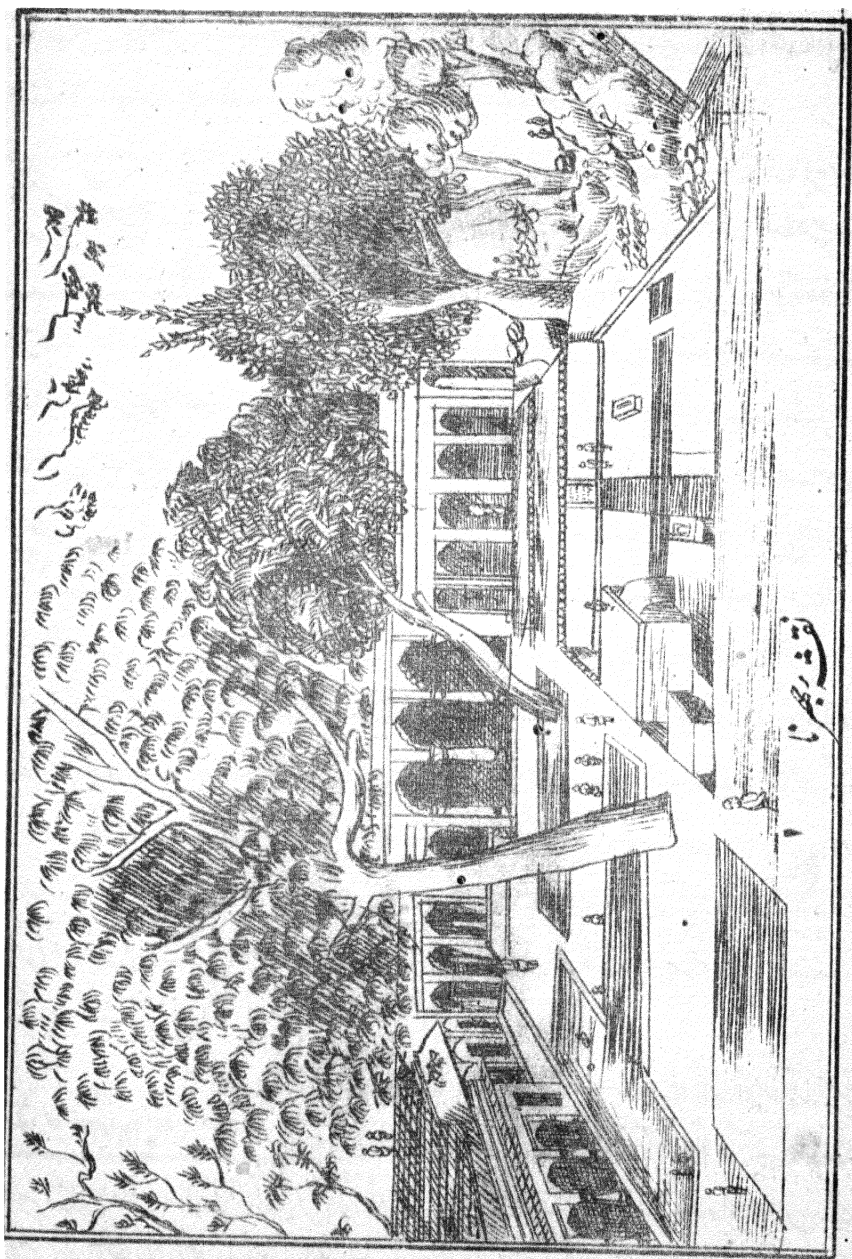
پاس پاس دو گنبد اور ایک قناتی مسجد اس مسجد کی داہنی طرف رستے کے اُس پار ایک ہی وضع قطع کے

یا رسول اللہ قال الملک دعائ (۳) الملک العلی... فاذا کان الراعی دنیا فین یعی... فاذا کان الطیب
مریضاً من یبدا یدعی الخ والوہاد لا الخلق فاذا کان اللہ بحداً کما... اللہ اللہ چہ مرتہ۔ یہ کوئی حدیث
شریف ہے جو بابجائے جھڑگئی ہے اس وجہ سے مسلسل عبارت نہیں پڑھی جاتی۔ یہ حدیث کسی
کتاب میں بھی نہیں ملی جو اس سے مدد ملتی۔ (۳) کلمہ۔ قل ھذا اللہ پوری امد اشھد ان محمدًا
عبدہ ورسالہ والحمد للہ

جھرنہ
۱۱۱۲
۱۶۰۰

قطب صاحب کا جھرنہ کہلاتا ہے جو درگاہ شریف کے پاس ہے۔ یہ کچھ
عجیب و غریب۔ لطیف و نفیس۔ دل چسپ و دل کشا فرحت
بخش و دل ربا سیر گاہ ہے جس کی سیر سے دل سیر نہیں ہوتا۔ درختا
سر سبز و شاداب۔ نہر دوڑتی ہوئی حوض چھلکتے ہوئے یا ع جنت یاد دلاتے ہیں
اور بہشت کا سما آنگھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ پہلے پہل سلطان فیروز شاہ
نے اس مقام پر ایک بند بنایا تھا چنانچہ جھرنے کی دیوار دی بند ہے جو اب تک موجود
ہے اور حوض شمسی کا پانی روک کر نو لکھی نالے میں ڈالا تھا۔ وہاں سے یہی پانی تغلق
آباد کے قلعے کی خندق میں پونہچا یا گیا تھا۔ چند مدت کے بعد وہ قلعہ نو دیران
سو گیا اور وہاں پانی جانا بھی موقوف ہو گیا۔ حوض شمسی کا پانی اس بند سے نکل کر
جھل میں ریاگاں جانے لگا تو سنہ ۱۱۱۲ میں نواب غازی الدین خاں فیروز جنگ
نے اس بند کے آگے حوض اور نہر چاوریں اور فوارے بنوا دیئے چاروں کا چھوٹا
فوارہ دل کا اچھلنا ایک عجب عالم دکھاتا تھا اور دل کو بھجاتا تھا۔ اب وہ چادر اور
فوارے تو سب بند ہو گئے۔ کبھی کبھی دیواریں سے پانی البتہ رسنے لگتا ہے اور
حوض میں تھوڑا سا جمع ہو جاتا ہے جھرنے کے چاروں طرف کچھ کچھ مکانات
بنے ہوئے ہیں جن کا ذکر ہم مختصراً لکھتے ہیں:-

مکانات جانب غرب | بجانب غرب اس دیوار سے لگ کر سنگ سنخ
کا ایک سہ درہ دالان ۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵



نقش رنجنا

کو تباہ کوئی جگ پھیری پھر کر اور کوئی بچنی کھا کر اور بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ ایک قوی
ہیکل آدمی کو کھڑا کیا اور دو آدمی اس کے کندھوں پر چڑھ گئے اور درختوں کی ٹہنیاں پھول
دار ہاتھ میں لیں اور سب سے نیچے کے آدمی نے زغند ماری اور حوض میں کودا اور جواہر چڑھے
ہوئے تھے وہ بھی لامحالہ ساتھ ہی کودے اور اس طرح کے کودنے کو اصطلاح تیراکی میں
”درخت کا کودنا“ یا ”جھاڑ جھنکار کا کودنا“ رکھا ہے۔ غرض طرح طرح کے تماشے برسات میں
پھول والوں کی سیر میں ہوتے ہیں۔ اس دالان کی چھت ساری کی ساری اندر سے خالی
ہر جس کے چھبے کے نیچے تیرہ انبوے بطور فورے کے لگے ہوئے ہیں۔ اس چھت پر بھی پانی
چڑھتا تھا اور ان انبووں میں سے دھاریں چھوٹی مٹھیں اور حوض میں گرتی تھیں۔ اس دالان
کے اندر بھی ایک چادر ہے۔ ۳۔ چوڑی جو ۴۔ کی اونچائی پر سے گرتی ہے۔ اس کے نیچے
چراغ جلانے کے طاق بنا دیئے ہیں۔ چادر کا چھوٹا اور اس میں چراغوں کا جھلانا بجنا ایسا
معلوم دیتا تھا جیسا کہ آتش بازی کے پھول جھڑ رہے ہیں یا تارے ٹوٹ ٹوٹ کر زمین پر لوٹ
رہے ہیں۔

نظر آئی واں چاندنی کی بہار	کہ آنکھوں نے کی خیرگی اختیار
درد بام یک تخت سائے سپید	ہر اک طاق محراب صبح آسید
لبالب وہ چوڑ کی پاکبند نہر	پڑے چشمہ ماہ سے جس میں نہر
سب نہر پر صاف جو غور کی	تو پیری تھی وہ ایک بلور کی
بڑے اس میں فوائے چھٹے تھے	ہو ابیں وہ موتی سے لٹے ہوئے
زین نور کی آسماں نور کا	جہر دیکھئے داں سماں نور کا
ہر کرتی نگہ جس طرف کو گذر	بجز نور آتا نہیں کچھ نظر

یہ حوض ۲۶ مربع اور ساڑھے سات فٹ عمیق ہے۔ دہانہ ایک فٹ ۷ انچ کا ہے جس سے
اس حوض میں پانی آتا ہے۔ حوض کے سامنے ایک بہت خوش نما نہر ۲۲ لمبی اور چھ فٹ
چوڑی اور ساڑھے تین فٹ گہری ہے۔ اس نہر کا پانی چادر پر جا کر بہتا ہے۔ یہ بڑی چادر ہوئی
اس کے سوا شمال اور جنوب میں آٹھ سائے دو چھوٹی چھوٹی چادریں اور ہیں جو ۲ چوڑی
ہیں اور دو فٹ کی بلندی پر سے گرتی ہیں۔ ان چادروں کے آگے ۴۔ ۵ کی بہت کاری کی

سلامی تھہر لگا دیئے ہیں جن کے خاروں میں پانی اٹک اٹک کر لہرانا انگھیلیاں کرتا عجب خرام ناز اور عشق و تازہ انداز سے جاتا ہے کہ اس کی خوبی حیطہ تحریر سے باہر ہے۔ ان تینوں چادرؤں کے سامنے نہر ہیں۔ بڑی چادر کے سامنے کی نہر سہ لمبی۔ چوڑی ساؤنٹ بھر گہری ہے۔ اس نہر کے سامنے سنگ سرخ کا ایک بارہ درہ منڈوا آ۔ ۱۰ فٹ چار حصہ میں ایک پڑانا درخت جاسن کا ہے اور کئی درخت آم اور نیم کے ہیں۔ موجودہ نقشہ اس کا یہ ہے۔



جھرنے کا دالان

چھوٹی نہروں کے سامنے کی نہر ۱۵۔ ۳ لمبی۔ ۶۔ ۹ چوڑی اور آٹھ انچ گہری ہیں۔ اب سب ٹوٹ سکا گروارے اور چادریں سب بند ہیں اور پانی جھل میں بہ جاتا ہے۔ اب اس مکان کی خوبی اور نفاست کیا لکھی جاے نہ وہ مکان ہی رہا نہ وہ مکن ہی رہے۔ نہ وہ عیش پسند طبیعتیں رہیں نہ وہ مذاق رہا۔ اب زمانے میں کچھ اور ہی ہوا چلی ہے۔ ہم اس ٹوٹی بھوٹی حالت کو بھی دیکھ کر ٹٹو ہوئے جاتے ہیں۔ چادرؤں کا گرنہ پانی کے دھواں دھواں گھل جانوروں کا ہرے بھرے درختوں پر بھدکنا اور چھمانا۔ کول کی کو کو پیچھے کی پی کہاں کی صدلہ مور کا جھنگارنا اور ناچنا۔ فاحتاؤں کا گونجنا خلقت کی کثرت اور ریل پیل۔ تماشائیوں کا بن سنور کر عمدہ عمدہ رنگ رنگ کے لباسوں میں گشت کرنا۔ حسینوں کے جھرمٹ۔ کانے کی لاپ طبلے کی تھاپ۔ کٹوروں کی جھنکار۔ سودے والوں کی پکار۔ دکانوں کی سجادٹ۔ یار دوستوں کی لگاٹ۔ پھول گجرؤں کی بہار۔ خوشبود عطریات کی مہکار۔ کچھ عجیب سا تھا۔ بلا سبالغہ یہ معلوم دیتا تھا کہ راجہ اندر کا اکھاڑا یا پرستان زمین پر آتے آیا ہے۔ بڑے ٹھڈے اسے بھی یاد کر کے مزے لیتے ہیں بھلا ہماری تقدیر ایسی کہاں تھی کہ ہم اس بہار کو دیکھتے ہمارے نصیب میں تو بس یہی رہ گیا ہے کہ گل کی جگہ خار دیکھ کر کف افسوس ملیں۔ گلی آنکھیں تو دیکھا کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں بتانا باغیاں رمد و وہاں غنچہاں گل لختا

مکانات جانب شمال

۵۳-۱۲۲۱ م
۳۷-۱۸۰۶ م

اس طرف ایک دہرا دالان پختہ و سنگین بہت خوش نما بنا ہوا ہے جو طول میں ۳۱-۸ اور دونوں دالانوں کی چوڑائی ۲۴ ہے۔ یہ دالان ابوالنصر معین محمد اکبر شاہ ثانی بادشاہ سے ہے۔

۱۔ چھ عہد سلطنت میں (جن کا زمانہ ۵۳-۱۲۲۱ م تھا) بنوایا تھا جو اب بھی موجود ہے۔ یہاں سب مکانوں میں یہی ہر اعتبار سے بہتر ہے۔ اسی سے ملا ہوا ایک دروازہ ۳۱-۱۸۰۶ م ہے جس کی چھت چوبی کڑیوں کی ہے۔

مکانات جانب جنوب

۱۲۲۱-۱۱۷۳ م
۱۸۰۶-۶۱۷ م

اس طرف ایک سردار دالان ہے جس کی بغلی میں دو دروازے ہیں چنانچہ اسی وجہ سے وہ پنج درہ کہلاتا ہے۔ اور اگر ادھر ادھر کے دروازے ملاو تو ست درہ ہو جاتا ہے۔ یہ شاہ جی کے بھائی سید محمد صاحب نے

ابوالمظفر جلال الدین سلطان عالی گوہر شاہ عالم ثانی بادشاہ (۱۸۰۶-۱۱۷۳ م) کے زمانے میں بنوایا تھا جس کا اب نشان تک نہیں رہا۔ البتہ پچ میں بہادر شاہ (۱۷۵۳-۱۸۰۶ م) نے ایسی سنگین بارہ درہ بنوائی تھی جو اب بھی موجود ہے۔

مکانات جانب شرق

۶۱-۱۱۳۱ م
۶۸-۱۷۱۵ م

اس طرف کوئی مکان نہیں ہے پہاڑ بھی پہاڑی۔ روشن اختر ابو الفتح محمد شاہ بادشاہ نے (۶۸-۱۱۳۱ م) ایک پھلوں پتھر کے اس پر لوگ چڑھنے اور پھسلنے سے رکھوا دیا تھا۔ یہ پتھر ۱۸-۳۳ لمبا اور

۷-۸ چوڑا تھا جو اب بالکل ٹوٹ چھوٹ گیا۔ اب صرف لچھ لچھ نشان باقی رہ گیا ہے۔ دروازہ اس کا کچھ نشان دار نہیں ہے معمولی آٹھ فیٹ اونچا اور ۵-۳ چوڑا ہے۔ اس کو آہنی جٹلے کے کاڑھال میں چڑھا دیئے ہیں۔

یہیں پاس بہت سے آم کے درخت ہیں جو "امریاں" مشہور ہے۔ پھول والوں کی سیر میں سیلابی جھوٹے یہاں جھولے ڈالتے اور لمبی لمبی پتیلیں

امریاں

بڑھاتے ہیں۔ شہر کی تمام طوائف آتی اور شوق و محبت کی ڈوریاں ٹل کر شوق و ذوق کی انگلیں بڑھاتی ہیں۔ تماشہ بینوں اور اوباشوں کی بے جانی اور ہندوؤں کی کمائی کا اچھا ذریعہ ہے۔ اس مقام پر ایک قبر بھی ہے جس پر پتھر

عارف حکیم فاضل یازد پُر قناعت
 کردہ ہلاک ادا قرائت بد دیانت
 تین سال اور ہاتھ مرا خبر داد
 ریح شہید عابد آدمیان جنت
 غرض اس فلسفہ کے کمال کیا لکھوں اس کا نقشہ کوئی عاشق مزاج ہی خوب کھینچ سکتا جو شیخ کیا جا صابن کلمہ اور
 سالوں بھادوں کے پہینے ہر سال بڑی دھوم سے
پھول والوں کی سیر میلہ ہوتا ہے۔ اب اس گئے گزرے زمانے میں بھی

بہت کچھ اہتمام اور دھوم دھڑکا ہوتا ہے ایسا کہ سارا شہر لوٹ پڑتا ہے۔ پہلے زمانے میں
 آٹھ آٹھ دن ٹنگل میں ٹنگل رہتا تھا۔ بعد سے جمعہ تک تین دن تو میلہ شباب پر رہتا ہے اور
 بڑا ہجوم ہوتا ہے عین میلے کا دن جمعرات کا ہوتا ہے۔ لاکھ و طیر لاکھ آدمی سے کم جمع نہیں ہوتا۔
 پھول والے اور اہل حرفہ نہایت خوش نمائش بناتے اور باجے گاجے نورت تھارے
 وھول تاشے روشن چوکی کے ساتھ لے جا کر حضرت قطب صاحب کی درگاہ پر چڑھاتے
 ہیں۔ اس وجہ سے اس میلے کا نام ”پھول والوں کی سیر“ ہے۔ میلے میں شہر کی دکانیں اور
 بازار خوب سجائے جاتے ہیں۔ سارے مکانات بھر کر لوگ میدان میں رات کو پڑے
 رہتے ہیں جس طرف دیکھو آدمی ہی آدمی نظر آتے ہیں۔ شہر سے لے کر قطب صاحب تک
 بہلیوں۔ بکٹوں۔ گاڑیوں۔ اور موٹروں غرض ہر قسم کی سواریوں کا تاننا نازگار ہوتا ہے اور
 میدان چلنے والوں کا تو کچھ شمار ہی نہیں۔ سال بھر یہاں کے مکانات اور بنگلے جو سیر راہ ہیں
 خالی پڑے رہتے ہیں مگر ان تین دنوں میں ایسا کرایہ وصول ہو جاتا ہے جو سال بھر کی آمدنی کے
 برابر ہوتا ہے۔ میلے میں لاکھوں روپے کی خرید و فروخت ہو جاتی ہے۔ ہزار ہا آدمی حوض میں نہاتے
 ہیں اور بالان کی چھتوں دیوار کی منڈیروں اور درختوں پر سے حوض میں کودتے ہیں اور
 پھلے پھلے پھلے اور انبرتوں میں جھولے جھولتے۔ اس میلے کو اس زمانے کی بڑی بھاری
 کینک سمجھیے۔ دلی والا کام پیشہ کوئی ایسا نہ ہو گا جو نہ جاتا ہو۔ مہینوں پہلے سے طیاریاں
 شروع کرتے ہیں۔ گھر میں چاہے کھانے کو نہ ہو مگر پھول والوں کی سیل (سینا پڑھے
 کام پیشہ یوں ہی بولتے ہیں) ناغہ نہ ہو۔ قرض کریں گے وام کریں گے۔ جو روکا ٹوم چھٹلا
 پیچیں گے مگر پھول والوں کی سیل ناغہ نہیں ہو سکتی۔ چون کہ ادنیٰ درجے کے لوگ بہت
 جاتے ہیں اور یہ لوگ وہاں جا کر ادھم مچاتے اور طوفان بے تمیزی برپا کرتے ہیں لہذا
 آجے پوش شریف دراجانے میں ہچکچاتے ہیں۔ ایسا ہی شوق چڑا یا تو صبح گئے اور شام کو

اپنے گھر چلے آئے۔ بلا سبب ساری دلی خالی ہو جاتی ہے اور چوروں کی بن آتی ہے کثرت کے چوریاں ہوتی ہیں۔ یہاں کے پراٹھے اور کباب بہت مشہور ہیں۔ بات یہ ہے جنگل کی ہوا اور اس پر چلنا پھرنا بھوک خوب لگتی ہے اور بھوک میں سب ہی چیز اچھی معلوم دیتی ہے سو اس کے اور کوئی خصوصیت نہیں۔ بادشاہی زمانے میں اس سیلے کا رنگ روپ کچھ اور ہی تھا اور اب دلی والوں کو بس اتنی تفریح بھی غنیمت ہے۔ جہاں روکھ نہیں وہاں از بند ہی روکھ ہوتا ہے۔

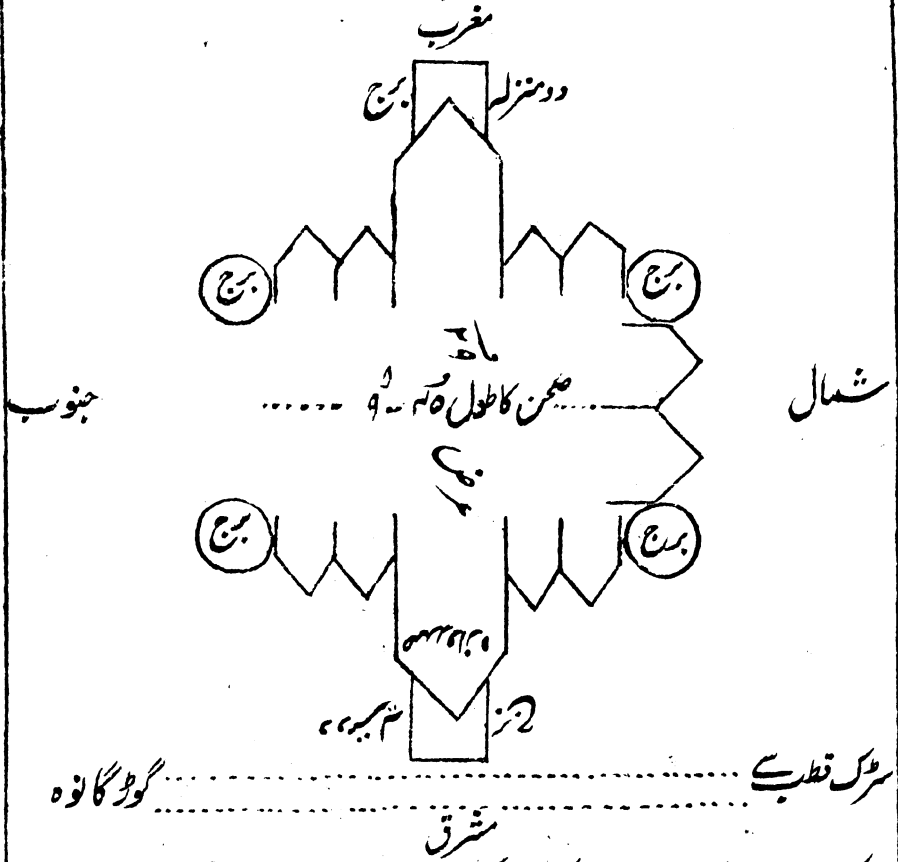
زمانہ دگرگوں شود ہر نفس
نگرد و بیک گو نہ با ہیچ کس

گوڑگانوں کی سڑک پر کی عمارتیں

بادشاہ پسندائے سڑک کے بائیں طرف ایک بہت وسیع اور پختہ سرائے بنی ہوئی ہے جس کا ایک عالی شان سہ گہا ویروازہ سڑک سے ملا ہوا ہے۔ اس کے مربع احاطے میں چاروں طرف سو درے مکان آن لوگوں کے واسطے بنے ہوئے ہیں جو الگ مکان پر درے کی جگہ اپنے زمانے کے واسطے چاہیں۔ باقی تین طرف نو فوٹو تجربے مسافروں کے لیے ہیں۔ یہ تجربے نو فوٹو گیارہ فوٹ اپنی محراب کے ہیں جن کے سامنے نو فوٹو کا براآمدہ ہے۔ مغرب کے رخ صدر دروازہ ہے اور دھڑ دھڑ چار چار تجربے ہیں۔ چاروں کونوں پر نو فوٹو سیڑھیوں کے زینے ہیں۔ شمال اور جنوب کے دونوں کونوں میں ایک ایک کوٹھری بھی رکھی گئی ہے۔ چوں کہ یہ سرائے موجودہ بستی سے ذرا پورے پورے بلند و بالا شکل ویران ہے۔

جہاز محل یا لال محل شیش محل سڑک کے بائیں طرف ناہوا دہنی طرف جہاز محل ہے جسے بعض لوگ لال محل بھی کہتے ہیں کہ سرتاپا سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے اور شیش محل بھی یہی کہلاتا ہے شاید کسی زمانے میں شیشہ آلات لگے ہوئے ہوں اب تو صرف جہاز کے نام سے مشہور ہے۔ وجہ تسمیہ اس کی کچھ معلوم نہیں ممکن ہے کہ جہاز کی شکل کا ملبو تر ہونے سے یہ نام پڑ گیا ہو۔ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ کسی سوداگر کا جہاز تباہی میں آ گیا تھا اس نے منت مانی تھی کہ اگر اس کا جہاز صحیح

سلامت آج تک تو وہ ایک مکان رفاہ عام کے لیے بنا دے گا اور اُس کی مراد پوری ہونے سے اُس نے یہ مکان بنوادیار سنا جانا ہی کہ بہادر شاہ یا درشاہ بھی اس محل میں ٹھہرا کرتے تھے۔ سرسید نے تو لکھا ہی کہ وہ آپ غریب کر زمین کے برابر ہو گیا۔ صرف نام ہی نام ہو گیا ہی، لیکن موقع پر تو اس محل کا بہت کچھ حصہ اب تک بھی باقی ہے اور اُس وقت تو اس سے بھی بہتر حالت ہوگی۔ ہم موجودہ حالت کا خاکہ ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ پہلے تو نقشہ ملاحظہ فرمائیے۔



سڑک سے آٹھ سیرھیاں چڑھ کر محل کے صدر دروازے میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ مکان مستطیل ہے چاروں کونوں پر چودھویں در کے برج ہیں۔ صدر دروازے اور اُس کے مقابل کے دروازے کے اوپر بارہ بارہ در کا برج ہے۔ یہ برج اور دروازے سنگ سرخ کے ہیں باقی اصل محل سنگ خارا اور چوڑے کاپڑے جنوب کی طرف کا ضلع ہے مگر گیارہ باقی تین طرف کا حصہ جوں کا توں کھڑا ہے۔ چاروں طرف لدا دی چھت کے علاوہ

اور حجرے ہیں۔ برجوں کے قبول پر صحنی کا لاجور دی کوٹ ہی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محل کے اندر بھی صحنی کا کام ہوگا لیکن جب پلاستر ہی سارا جھڑ گیا ہے تو اب رنگ کہاں باقی رہ سکتا ہے۔ عمارت کی بلندی چھت تک ۱۴ ہے۔ زینہ چھت پر جانے کا پسند درہ سیڑھیوں کا ہے۔

بارہ درہ جہاز محل کے سامنے سڑک کی بائیں جانب اونچے ٹیلے پر بارہ درہ ۸۰-۱۰ کا گنبد سنگ خارا کا کھڑا ہے۔ اس کے چو طرف دالان تھے اور بیچ میں یہ گنبد تھا۔ دالان تو سب گر گرائے گئے گنبد باقی ہے۔ گنبد کے اندر ایک زمین دوز قبر تھیں کی ہے اور گنبد کے باہر چوترے پر ایک سنگ خارا کے تعوید کی قبر ہے۔

جھرنے کے پاس ایک اونچے ٹیلے پر اس سڑک کے **گورکنوں کی مسجد** بائیں جانب گورکنوں کی مسجد ۴۶ x ۲۶ ہے تین در

ادھرتین در اُدھر بیچ میں نو سیڑھیوں کا زینہ۔ دروں کی اونچان چھ فیٹ اور چوڑان ۱۶ ہے۔ چھت لداؤ کی ہے۔ سامنے مسجد کے صحن ہی مگر چوترے اشکستہ ہے اسی چوترے کے نیچے جھرنہ ہے۔ مسجد چوں کہ ٹیلے پر بنائی گئی ہے اس واسطے سڑک کے کنارے پانچ در کا ایک لداوی دالان بنا کر اس پر مسجد کی عمارت بنائی ہے۔ یہیں سنگ خارا کا ایک ہشت درہ منڈوا ۱۱۶ مربع ہے جس میں ایک زنانی قبر سنگ خارا کی ہے۔

یہ مسجد مسمیٰ تالاب کے کنارے شرق کی طرف سڑک کے **اولیا مسجد** لگی ہوئی داہنی طرف ۴۵ x ۳۶ کے ایک پست احاطے

میں واقع ہے۔ بعض جگہ تو دیوار تین ہی فیٹ اونچی ہے۔ اہل مسجد تو اب نہ ایک چبوترہ ہی چبوترہ ہے۔ صرف مغرب کی طرف ایک محراب چھ فیٹ کی بنی ہوئی ہے۔ مسجد کے صحن میں تین میلے سنگ خارا کے ہیں جن کی نسبت لوگ کہتے ہیں کہ یہاں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور خواجہ قطب الدین صاحب نے میلہ کھینچا تھا اور چوں کہ حضرت خواجہ صاحب امدد و سرنگوں نے خود لوگ ریاں ڈھو ڈھو کر یہ مسجد بنائی لہذا اولیا مسجد مشہور ہو گئی۔ اب اس کی مسجد کو لوگوں نے تچا بنا دیا ہے اور ایک کمرائین در کا دالان ۲۶ x ۶۶ کا لوہے کے گروڈا اور چوکوں کی چھت کا بنا دیا ہے اور سامنے صحن میں گچ کا فرش کر دیا ہے۔ اس میں ایک بڑا کابست بڑا درخت ہے جس سے تمام

مسجد پر سایہ رہتا ہے۔ مسجد کی بلندی ۷۰ فٹ ہے۔ دروں کی اونچائی ۱۲ فٹ اور چوڑائی ۹-۹۔ ایک طرف زمین ہے۔ مسجد کی کچھیت کی دیوار میں دو کھلے دروازے ہیں۔ صحن میں ایک کنواں بھی ہے۔ حوض شمس میں اترنے کی آٹھ سیڑھیاں ہیں نیچے داراصل مسجد جس کی ایک چھوٹی سی قدیم محراب باقی ہے اور بہت چھوٹا سا منبر بھی بنا دیا ہے۔ بہہ حصہ ۳۲۲ ۳۲۲ ہے۔ اکثر بزرگان دین مسجد کے اس حصے میں چلے گئے تھے اور موقع بھی تخلیہ کا بہت عمدہ ہے۔ مسجد کی غزنی دیوار شمس تالاب سے صرف تھم کے فاصلے سے ہے۔ اب حال میں مسجد کے جنوب میں ایک شرق رودیہ دالان نئی محمد کرم اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب مرحوم رئیس دہلی نے بنوا دیا ہے جس سے لوگوں کو بہت آرام ملتا ہے۔ مسجد کے پختہ صحن کے بعد ایک کونے میں خام صحن کے حصے میں کچھ قبریں بھی ہیں۔

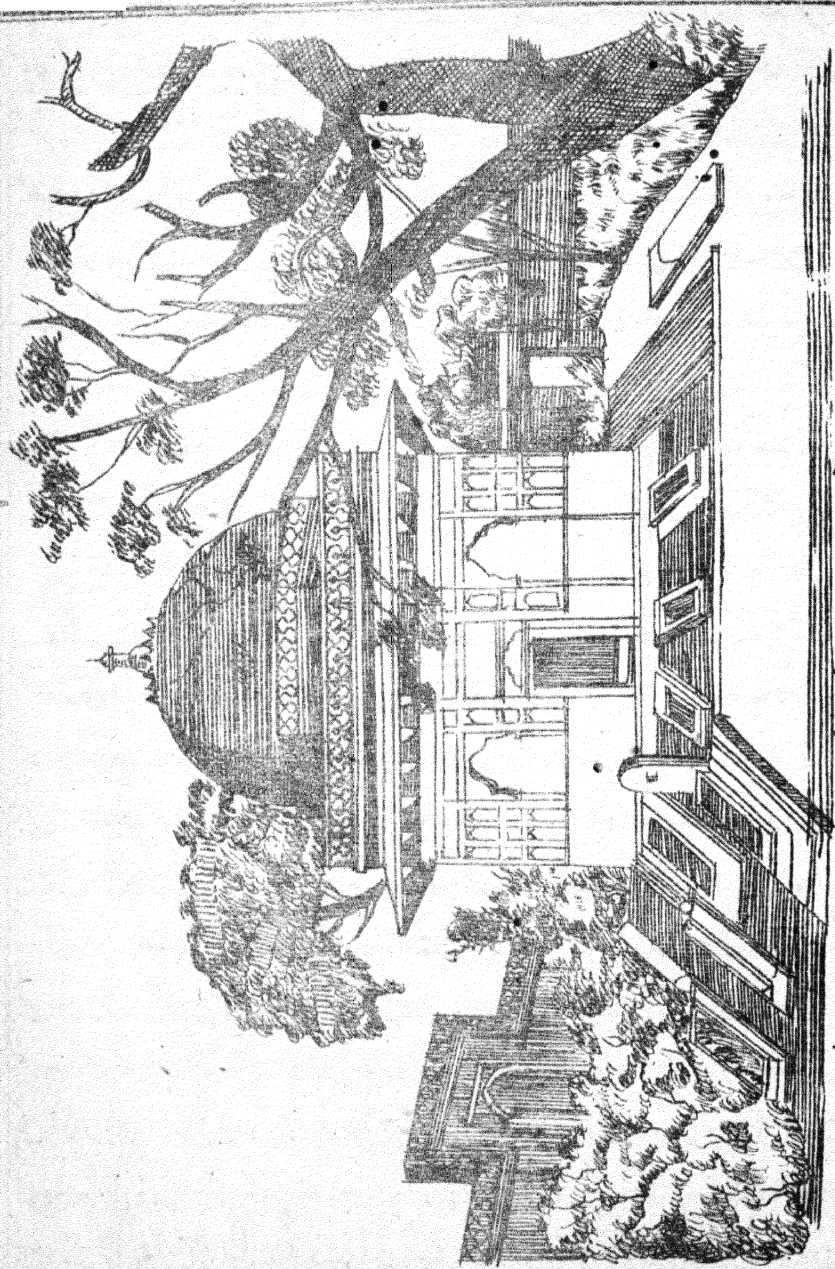
اوجھل گرتن بے جاں تر خاکش سپری
توانی کہ نگو نامیش از یاد بری
حضرت خواجہ صاحب کی درگاہ
سے آگے بڑھ کر پختہ سڑک پر

مقبرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی

۱۰۵۲ھ
۱۶۴۲ء

تھوڑی دور چلنے کے بعد حوض شمس کے کنارے داہنی طرف آپ کا گنبد پختہ بنا ہوا ہے۔ آپ بڑے عالم متبحر محدث اور مفسر اکبر اور جہانگیر کے عہد کے تھے۔ ملک ہند میں سب کے ادل علم حدیث کی ترویج آپ ہی نے دی اور آپ ہی کی وجہ سے کلام رسول مقبول کی شہرت اس ملک میں ہوئی۔ آپ کے جد اعلیٰ آقا محمد اپنے وطن اصلی بخارا سے بعد سلطان محمد علاء الدین غلی مجاہدین ۶۶۵ھ ۱۲۷۱ء ایک جماعت کثیر کے ساتھ دہلی تشریف لائے اور تخییر ممالک گجرات و بنادر کے مامور ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ سیف الدین تھا جنہوں نے ۷۲۷ھ ۱۳۲۵ء میں ستر سال کی عمر میں بعد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ انتقال کیا اس وقت آپ کی عمر ۳۲ سال سات ماہ کی تھی۔ آپ کی ولادت ماہ محرم ۷۵۸ھ ۱۳۵۶ء کے عہد میں ہوئی اور وفات ۸۲۲ھ ربیع الاول ۸۲۲ھ شہنشاہ کے عہد میں ہوئی۔ دہلی میں اب تک موجود ہے۔ آپ کے ۹۵۰ھ کی اولاد تھیں مفتیان تالابیم خاں میں رہتی ہے۔ آپ کی نو بیست بیست میں مولوی محمد احسان الحق صاحب دہلی کے سربراہ و دروہ لوگوں میں تھے۔ ان کے فرزند اکبر خاں بہادر مولوی محمد انور الحق صاحب (بقیہ صفحہ آئندہ)

نقشه درگاه حضرت شیخ عبدالحق



مقبورے کی نسبت مرآۃ الحقائق میں لکھا ہے کہ نواب مہابت خاں سپہ سالار عہد شاہجہاں نے آپ کی حیات میں بنوایا۔ نواب ممدوح کو حضرت سے عقیدت مفرط تھی۔ مقبرہ طیار ہونے کے بعد حضرت کی خدمت میں اطلاع دی گئی کہ مقبرہ طیار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم بھی طیار ہیں۔ سرسید نے لکھا ہے کہ یہ مقبرہ شیخ الاسلام نے بنوایا مقبرے کی شمال رو یہ دیوار پر یہ کتبہ نصب ہے۔

و بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مجھے از احوال کرامت منوال مقتدا سے وقت صاحب المفاخر ابوالمجد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اُن کے از مبادی شعور بطاعت حق و طلب علم کلمہ سبتہ باوان بلوغ اکثر علوم دینیہ تحصیل کرد و دوسن سبت و دوسالگی از سبہ اُن قانع شدہ و کلام مجیدہ از گرفتہ برسند نشست۔ وہم در عنفوان جوانی ہاؤبہ الہی در رسید۔ بیک بار دل از یاس و دیار بر کند۔ متوجہ حرمین مجتہدین گشت۔ مدے مدیدہ اُن مقامات شریفہ اقامت و زریہ باقصاب زماں و ادنیائے کبار صحبتہا داشتہ بودائع اجمند و رخصت ارشاد طالبان اختصاص یافت۔ و علاوہ اُن تکمیل متن حدیث نمودہ بابرکات فراواں بموطن مالوف مراجعت فرمود۔ و مدت پنجاہ و دو سال بحبیبیت ظاہر و باطن مکن یافتہ

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) راجپوتانے کی رزیڈنسی کے بڑے نامور افسر میرٹھی تھے جو بڑے ذی علم باخدا اور صاحب تقویٰ تھے۔ فرزند وہ مولوی وحیدالحق۔ تھے جو جوان مرے۔ فرزند سوم مولوی سیف الحق صاحب ادیب بڑے ہاسے کے شاعر تھے جو دکن حیدرآباد میں پریس رپورٹر تھے یہ بھی لوجوان مرے۔ چوتھے اور سب سے چھوٹے صاحب زادے خان بہادر مولوی شرف الحق صاحب خاکسار کے برادر بستی تھے اور حیدرآباد میں مہتمم ہندو تھے انھوں نے وہیں انتقال کیا اب گیارہویں پشت میں کئی صاحب ایم۔ اے اور بی۔ اے معزز عہدوں پر ہیں جن میں سے مولوی شرف الحق کے دو صاحب زادے جو میرے سگے بھانجے ہیں۔ ہیں۔ بڑے صاحب زادے ڈاکٹر شرف الحق۔ پی ایچ ڈی ڈاکٹر کالج کے سائنس کے پروفیسر ہیں اور چھوٹے ڈاکٹر شرف الحق۔ ایم۔ بی۔ سی۔ ایچ۔ بی۔ اناج قلندہ کو لکندہ ٹورنٹنٹ سرکار عالی نظام کے ڈاکٹر ہیں۔ عرض یہ کہ حصول علم میں شیخ کا تصرف اب بھی جاری ہر ادولہ کی جھلک اس خاندان میں اب بھی نظر آتی ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ وہ علم الادبیات سے بدل کر علم الادیان ہو گیا ہو باعرب کے جگہ انگریزی نے لے لی ہو۔ سو یہ اقصائے زمانہ ہر اور اب اسی کی ضرورت اور قدر ہے۔ شرف الحق نے بھی اس نوٹ لکھنے کے بعد ۱۹۲۳ء کو بعالم شباب پریس میں مقام ڈھاکہ انتقال کیا ہے ۱۱

تکمیل فرزند اوطالبان بجا آورد۔ و منہ علوم سیمائے بعلوم شریف حدیث پرداختہ۔
 بہ ہنجیکہ در دیار عجم احد سے راز علمائے متقدمین و متاخرین دست نداده است۔
 ممتاز دست نشانی گردید۔ و در فنون علمیہ خاصہ فن حدیث کتب معتبرہ تصنیف کرد۔
 چنانکہ علمائے زمان اعتنا بآں ورزیدہ دستور العمل خود قرار نہ۔ و اہل دانش از خواص
 و عوام بجاں خریداری می نمایند۔ تصانیف این فیاض دلا گہ از صغیر و کبیر یصد مجلد
 بحسب شمار ابیات ببالند ہزار رسیدہ است۔ و محرم ۹۵۸ھ میں نور اتم پر تو ظهور
 بعالم عنصری داد و در ۹۵۸ھ تمام آگہی دکشادہ پیشانی بعالم قدس خرامید۔ تاریخ
 ولادت و ششخ اولیا، و تاریخ رحلت و فخر العالم است۔

قطعة تاریخ وفات حضرت شنج

فاضل ہند شنج عبدالحق	حائمی شرع دین بہ نیک نسق
عالم و متقی و عارف بود	بعلم غریبہ واقف بود
شرح مشکوٰۃ از تصانیفش	تازی و فارسیست تالیفش
آخچہ اوراد گر تصانیفست	چہ نظم و چہ نثر تالیفست
بتہائش کہ در شمار آمد	ہنگی ہشت صد و ہزار آمد
عمر او بدیکصد و دہ سال	کاں زمان شد از سر مال
سال نقلش خرد عیاں و نہفت	محلین بہشت مرتد گفت
مکن اور بشہر دہلی داں	مدفن او بشہر دہلی داں

شاہ عبدالحق صاحب را گنبد ۱۰۰۰ مربع ہے۔ دروازہ ایک ہی طرف جنوب رویہ
 ہے۔ یہ گنبد ایک خوش نماباخ اور پر فضا مقام پر واقع ہے۔ درخت اب تک بھی بہت سے
 ہیں۔ مقبرے کے صحن میں آپ کی آل اولاد کی بہت سی قبریں ہیں مگر گنبد کے اندر صرف
 آپ ہی کا مزار ہے۔ گنبد کے گرد چاروں طرف اجارے کی دیوار پر نہایت عمدہ خوش خط
 بڑے بڑے ہر حرف میں آیت الکرسی لکھی ہوئی ہے۔ گنبد اور اس کا فرش چوئے گچی کا ہے۔ گنبد بہت
 سادہ سودا ہے کچھ تکلف اس میں نہیں کیا گیا مگر اس سادگی میں بھی کچھ عجیب لطف ہے کہ

۱۵۰۰ سال تک مکمل ہے اور اس شریف بھی آپ کا (۹۰۷) سال ہوتا ہے نہ کہ (۱۱۰۰)۔ ۱۲

انسان کے دل میں کشش پیدا ہوتی ہے۔ چوں کہ آپ کی اولاد محلہ مفتیاں تریاہ بیرم خاں
میں موجود ہے آپ کا عرس ہر سال ہوا کرتا ہے اور اسی وجہ سے گنبد کی نگہداشت سرت
آہک پاشی اور صفائی ہمیشہ ہوتی رہتی ہے۔ آپ کے صاحبزادے کا بھی مزار یہیں ہے جس
پر یہ کتبہ ہے: وشیخ نورالحق ابن شاہ عبدالحق صاحب ۸۳۰ھ، گنبد کے سامنے
صحن چھوڑ کر ایک دو منزلہ بسہ درہ لداوی والان بطور خانقاہ کے ہے جس کا بیج کا
حصہ گر کیا ہے۔ گنبد کا کمرس پتھر کا ہے جو قائم ہے۔

خانقاہ نسیب ز محمد صاحب

حضرت شیخ عبدالحق کے مقبرے کی
پشت ہر ایک احاطہ کے اندر صحن میں

صرف ایک قبر بچنے بنی ہوئی ہے جس پر یہ کتبہ لگا دیا ہے: سید نسیب ز محمد صاحب رحمۃ اللہ
اور اسی احاطے میں ایک چختہ والان جنوب رویہ نیا بنا ہوا ہے۔ ان بزرگوار کا کچھ حال دستیاب

نہیں ہوا۔

حوض شمس

صفت حوض کہ در قلعہ سنگیں کوئی
ریختہ دست فلک زاب خضر صورت جاں
در کمر سنگ میان دو کوہ آب گہر صفوت و دریا شکوہ

درسد کوہ آئینہ زاب حیات
آب خوش چشمہ فراموش کرد
کس نخورد در ہمہ شہر آب خوش
تری آں آب ز علت بریست
کز بزم در خورد آبے چنین
کوہ تو اند بہ دل شب شمر د
باز دہد آب ہمد سیاہ
کوہ تیر د امنی اتر ار کرد
د آب ز کوہ آمد و رفتہ باز
گشت از اں ساغر صافی حباب
چوں زلی آب از حبتہ عوں

ساخہ سلطان سکندر صفات
تا خضر آب خوش اولوش کرد
شہر گرازوے بود آب کش
آب کہ علت ز بلے تر لیست
در نخورد آب و کز اندر ز میں
ز تر آبش ز صفار یک خرد
سوی بلندش کہ رسد تا باہ
سبیل وی آہنگ بکھسار کرد
چوں مد و جزرش ز نشیب و فراز
چو ترہ و قصر بلندش د آب
رویہ زوشدہ تا آب جوں

مرغ بہر رود دے اندر سرود
شیشہ گری کرد بلش حباب
باد کہ بروے خط زیبا نوشت
عنق دروکار بجائے کشید
رقت زمیں را چو حجاب از میاں
نیم فلک بہت بزیں زمیں
بسکہ زمیں رفت بہمراہیش
حوض نکویم کہ جہانے ز نور
گرد دے از اہل تماشا گروہ
رقص کنناں ماہی از آوار رود
شیشہ خالی وہاں پر گلاب
لنحہ ماہیت دریا نوشت
گزتہ اور گشتہ زمیں تا پدید
گشت پدید از تہ آب آسمان
چوں تہش نیست زمیں آں میں
گاؤ زمیں شد غورش ماہیش
لوز کرو دیدہ بد باد دور
دامن خیمہ شدہ دامان کوہ
(امیر خسرو از سنوی قرآن السعدین)

یہ تالاب شمس الدین التمش نے ۶۲۳ھ میں بنوایا تھا اور اسی کے نام سے مشہور ہے۔
خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ المعروف بقطب صاحب ہندوستان کے
بہت بڑے بزرگ التمش ہی کے زمانے میں تھے اور بادشاہ کو بھی حضرت سے بہت
عقیدت مندی تھی۔ اس حوض کے بنانے کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ جناب
حضرت علی کرم اللہ وجہہ بادشاہ اور حضرت خواجہ صاحب دونوں کے خواب میں تشریف
لائے۔ بادشاہ نے خواجہ صاحب سے خواب کی تعبیر پوچھی تو خواجہ صاحب نے فرمایا
کہ جس مقام پر آپ نے حضرت علی کی زیارت کی ہے وہاں ایک تالاب بنوایا جائیے۔
چنانچہ بادشاہ نے تعمیل ارشاد خواجہ صاحب یہ تالاب بنوادیار جو حوض شمسی کے نام سے
مشہور ہے۔ تالاب کے گرد سنگ سرخ کی بندش تھی لیکن اب اس کا نام بھی باقی نہ رہا۔
تالاب کا رقبہ ۵۰۰۰ مربع فٹ ہے۔ پختہ ہر لیکن برسوں کی کس مہر سنی کی وجہ سے بالکل مٹی سے
اٹ گیا ہے اور اب ایسے ہی زوکی بارش ہو تو پیٹے میں کچھ پانی ٹھہیر جاتا ہے ورنہ ہمیشہ
خشک پڑا رہتا ہے۔ سلطان علاء الدین خلجی نے جب تالاب کی خراب حالت
دیکھی تو گل بر آری اور مرمت کرا دی تھی اور اسی زمانے میں اس کے بچوں پنج ایک لدا دی
جیو ترا جو نیچے سے غالی ہے بنا کر اس پر ایک نہایت خوش نما برجی بنا دی تھی جس کے
سولہ استون آٹھ آٹھ فٹ اونچے ہیں اور برجی کا مسقف حصہ ۲۴ مربع ہے۔

جس کے دست میں براق کے قدم کا نشان ہونا کہا جاتا ہے جو تصدیق طلب ہے۔ دو صدی بعد محمد شاہ تعلق نے جب سنا کہ لوگوں نے شرارت سے آمدنی آب کے ذرائع سد و کر دیئے ہیں تو ان کو قرار واقعی مزا دی گئی اور آمدنی کے منافذ کھلو کر صاف کر دیئے گئے اور تالاب کی بھی مرمت کرادی۔ اسی تالاب سے قطب صاحب کے جھہ نے پانی جاتا ہے اور اسی تالاب کا پانی تعلق آباد کے قلعے کی خندق میں جاتا تھا۔ حقیقت میں انا بڑا فاضل تو کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ لوہے کی لاٹ سے یہ تالاب کوئی ایک میل کے فاصلے پر ہے اور یہ جگہ اویاے کرام۔ بزرگان دین اور بڑے بڑے مشاہیر کے مزارات اور قبروں سے بچی پڑی ہے۔ اس تالاب کے گرد کی زمین تاریخی معرکوں کا مخزن ہے۔ اس سرزمین کے چپے چپے پر مقدس اور بہادر لوگوں کی ہڈیاں گڑی ہوئی ہیں جن کا سلسلہ برابر چھ سو سال تک جاری رہا۔ یہیں مشہور اولیاء مسجد ہے جس میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور خواجہ صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ نے سلمان بادشاہوں کی کامیابی کی دعا کی تھی۔ حوض کے جنوب میں اندھیلا باغ ہے جس کے اب دس پانچ سی درخت باقی رہ گئے ہیں۔ اور پانی پت کے کنبوہوں کی ہڑواڑ ہے اور مشرق میں اولیاء مسجد۔ اور لال محل ہے جسے جہاز محل بھی کہتے ہیں۔ مغرب میں مولنا شاہ عبدالحی صاحب محدث دہلوی مصنف اخبار الاخبار کا گنبد اور اس کے شمال میں ایک اُجاڑ بانج ہے۔ علاوہ اس کے بہت سے مزارات ہیں جن کا کچھ پتہ نہیں چلنا اور بعض مقامات یہ ہیں۔ بلخی شاہ زادے کا باغ۔ شادی باغ۔ زین الدین زمر دین۔ شیخ وجیہ الدین خلیفہ سلطان المشائخ۔ شیخ امجد دہلوی۔ شیخ آصف دہلوی۔ مولنا شعیب۔ سید نور الدین مبارک غزنوی۔ مولنا حامد الدین پیر مولنا جمالی کے مزارات چاندنی چوترہ بنا کر وہ محمد شاہ جو اب باقی نہیں ہے۔ پھیل والی کوئیں۔ سوہن بروج۔ یارانی چوترہ۔ چیل تن چیل من۔ تکیہ دین علی شاہ۔ خالقہ عنایت خاں۔ خالقہ نواب حفیظ الدین۔ ولی مسجد وغیرہ وغیرہ۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں حوض شمسی اور حوض فاص کی وہ حالت جو قدیم زمانے میں تھی خوب دکھائی ہے ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

اس حوض میں برسات کا ہی پانی جمع ہوتا ہے اور لوگ یہی پیتے ہیں۔ اس کا طول

دوسیل اور عرض ایک میل کے قریب ہے۔ حوض کے مغربی جانب عید گاہ کی طرف سنگ بست لکھاٹ چوڑوں کی شکل بنی ہوئی ہے جو اوپر تلے بنے ہوئے ہیں۔ چوڑوں سے لب آب تک سیر بھاں ہیں اور ہر چوڑے کے کوئے پر گنبد بنا ہوا ہے جس میں بیٹھ کر تماشائی سیر کرتے ہیں اور حوض کے بیچ بھی منقش پتھروں کا دو منزلہ گنبد بنا ہوا ہے۔ جب تالاب میں پانی زیادہ ہوتا ہے تو لوگ کشتیوں میں بیٹھ کر گنبد تک جاتے ہیں اور جو تھوڑا پانی ہو تو یوں نہیں آتے جاتے رہتے ہیں۔ اس کے اندر ایک مسجد بھی ہے جس میں اکثر زاہد اور متوکل رہا کرتے ہیں۔ جب پانی بہت جاتا ہے تو کناروں پر تائیز بوندہ سیتے ہیں۔ خبر بوزہ گوجھوٹا ہوتا ہے مگر شیریں بہت ہوتا ہے۔ دہلی اور دارالخلافہ میں ایک اور حوض حوض خاص کے نام کا ہے جو حوض سہی سے بھی بڑا ہے جس کے کناروں پر کوئی چالیس گنبد ہیں اور اس کے گرد اہل طرب رہتے ہیں اس سبب سے طرب آباد کہلاتا ہے۔ یہاں اہل طرب کا ایک بہت بڑا بازار ہے اور اس میں ایک جامع مسجد بھی ہے اور سوائے اس کے اور مسجدیں بھی ہیں۔ کہتے ہیں کہ گانے بجانے والی عورتیں جو اس محلے میں رہتی ہیں رمضان شریف میں تراویح کی نماز پڑھتی ہیں اور جماعت بھی ہوتی ہے اور ان کے امام بھی مقرر ہیں۔ عورتیں تعداد میں بہت ہیں اور ڈوم ڈھاڑی بھی بہت ہیں اور میں نے امیر سیف الدین بہتی کی شادی میں دیکھا کہ جوں ہی اذان ہوئی ایک ڈوم وضو کر کے مصلیٰ بچھا نماز پڑھ کر اہو گیا۔

مولنا وجیہ الدین پانی کا مزار شمسی تالاب کے مغربی کنارے پر آپ کا مزار ہے حضرت سلطان المشائخ کے آپ خلیفہ ہیں۔ ۳۲۵ تا ۲۷۳ طول و عرض اور ۲-۱۹ اونچے چوڑے پر آپ کی قبر ہے اور یہیں ایک نیم کا درخت سایہ کیے ہوئے ہے۔

دانش مند تجربہ بود استاد وقت و در زہد و در ع ممتاز و در آخر مرید شیخ نظام الدین اولیاء شد و کمال اعتقاد بخداست و ادانت لقل است کہ و می گفت و تکتی در پانی پست می رفتم در اثناے راہ صوفی را ویدیم پیدا شد و در دل من نوعی انکار آید کہ صوفی گفت یا مولنا چیزے مشکل داری و مراد عظم مشکلات ماندہ بود ہر کیے را با و گفتم او جو اہلے موجب می گفت چنانکہ خاطر من می آسود تا آن حد کہ مسئلہ قضا و قدر اہم بیان

شانی فرمود بعد از تمام بحث پد سید قوم ریگیتی گفت مری سلطان المشائخ والدین او
گفت شیخ نظام الدین قطب باست۔ قبر او بر سر حوض شمسی است در خفیہ قاضی
کمال الدین صدر جہاں وقتلغ خاں کہ نسبت شاگردی بہ مولنا داشتند (از اخبار الاخیار)
شیخ ادھن دہلوی کا مزار مولنا شیخ عبدالحق کے گنبد کے مشرق
میں کوئی سو قدم کے فاصلے سے ایک

مزار ہے جس پر یہ کتبہ ہے شیخ زین العابدین عرف ادھن رحمۃ اللہ علیہ، دھام صل
ایشان زین العابدین است عرف شیخ ادھن۔ دانش مند کامل بود متورع
ومتعبد و در غایت خشوع و انکسار و آداب و وقار صاحب الاخبار الاخیار از والد
خود ناقل است کہ می فرمودند کہ پیچ کس را ندیدیم کہ در بیرون و درون یکساں باشد
الا ایشاں بہاں آداب و اوضاع کہ در میان مردم می بودند درون خانہ نیز بودند و
زبان ایشاں دایم بذکر اللہ مشغول بود و حلیہ در غایت جمال و نورانیت داشتند
چنانکہ انوار علم و تقویٰ از جبین ایشاں لایح بود۔ اکثر احوال صائم بودے و در لغتہ
احتیاط تمام داشتے۔ سلطان ابراہیم بن سلطان سکندر لودی ایشاں را بجا بست
خوش خواند قبول نکردند۔ وے مرید مولنا ساء الدین دشا گرد میان عبد اللہ
طلبی است۔ وفات اور در ۹۳۴ھ است و مقبرہ اور جانب غربی حوض شمسی
است، (از اخبار الاخیار)۔

چہل تن چل من سڑک کی بائیں جانب ٹیلے پر ایک بارہ فیٹ
مریج گنبد بنا ہوا ہے جس کا فرش ربل سٹون
(بن گھڑے پتھر) کا ہے اس میں کوئی قبر نہیں۔ گنبد کے سامنے ایک پختہ فرش کا
احاطہ ۳۵x۲۵ کا ہے جس میں برابر برابر چالیس قبریں ہیں۔ ان بزرگواروں کے حالات
کچھ معلوم نہیں کہتے ہیں کہ چالیس ابدال کی قبریں ہیں۔ جو سید احمد کبیر کی اولاد سے ہیں
اور اسی میں سید صاحب موصوف کی قبر بھی ہے۔ ٹیلے کے نیچے اٹھارہ سیڑھیاں اتر کر ایک تین
مسجد ۳۲x۵ کی ہے جس کا منبر تک باقی نہیں ہے۔

سوہن برج یا ہشتل سڑک کی بائیں طرف۔ ہر یہ دراصل ہڑوار
مگر کس کی ہر خبر نہیں اتنا بڑا عالی شان

خوش نما برج اور ہال اور حال کچھ کھلتا نہیں۔ ایک طرف تین دروں کا بڑا بھاری پختہ دروازہ کا بنا ہوا تین کمروں کا ہال ۲۵ x ۱۵۔ ۹ کاہر جس پر تین گنبد ہیں اور سرے پر ایک مربع حجرہ ۱۵ x ۱۵ کاہر جس پر ایک اونچا برج ہے اور یہی سوہن برج کہلاتا ہے۔ بعض ہشت محل بھی کہتے ہیں۔ اس مکان کے نیچے شہ خانہ بھی ہے اور اسی کے متعلق ایک قناتی مسجد آٹھ مربع ہے جس کی پانچ پانچ دو طرفہ دیوار دوز محرابیں ہیں اور بیچ میں ایک بڑا پیش طاق۔ اس مسجد کا صحن پختہ ہے جس میں متعدد قبریں ہیں۔ اس کا صدر دروازہ مشرق کی طرف ہے اس کے آگے بھر ایک بہت اونچا اور وسیع چبوترہ ہے جس کی بیس سیرمیاں ہیں۔

(۱) سوہن برج کے دروازے سے کوئی چھپیں قدم کے فاصلے پر بالکل بالمقابل ایک اونچے

دونا معلوم مقبرہ

ٹیلے پر سوطھا سیرمیاں چڑھ کر ۸ مربع ایک گنبد ہے جس میں قبر نہیں ہے۔ اسی کے پاس شمال کی طرف ایک چھوٹی سی تین دیوار دوز محرابوں کی قناتی مسجد اور چھوٹا سا چبوترہ ہے۔ (۲) اس مسجد سے کوئی پچاس قدم آگے بڑھ کر شمال کی طرف ایک دوسرا گنبد ۲ مربع دو دروازوں کا ہے ایک مشرق میں ایک مغرب میں۔ قبر اس میں بھی نہیں ہے جو دو حال سے خالی نہیں یا تو قبر تلف ہو گئی یا یہ کہ یہ برج اسی قسم کے ہیں جیسے کہ تاجر بنا بنا کر طیار رکھتے تھے جن کو ضرورت ہوتی تھی لے لینے ورنہ یوں ہی خالی پڑے رہے۔

ہر واروں کا جغفیسہ

چلا گیا ہے۔ ہم سب کا حال کیجائی طور پر بیان کرتے ہیں۔ (۱) قناتی مسجد تین دروازہ تین آدھ بیچ میں بڑی محراب۔ طول مسجد کاٹھ۔ دونوں سروں پر دو گول برج ۲۵ x ۱۵ قطر کے اور بیس دونوں طرف ایک ایک محراب دار در۔ اس طرح :-



اس کے سامنے ۶۹ چوڑا چوڑا جس پر متعدد قبریں ہیں۔ شمال جنوب میں ایک، ایک دروازہ۔

(۲) ہشت پہل برج۔ قطر ۱۲۔ پنج میں ایک قبر گچ کی جس پر کلمہ کھدا ہوا ہے۔ دوسری ایک قبر اور پختی جس کا صرف نشان باقی ہے۔ پانچ در کھلے ہوئے۔ دو مین اینٹ کی جالیاں ایک پیش طباق بجانب مغرب۔ اور انہی طرف قناتی مسجد کی دیوار دروں کی اونچان ۶۶ چوڑا ۳۰۔

(۳) پنج دری قناتی مسجد ۴۰ x ۴۰۔ مع چبوترہ۔ جنوب رویہ دالان ۱۵ x ۳۰۔ سیڑھیاں زمین کی سترہ۔

(۴) یہ سب سے بڑی سڑواڑ ہے۔ ۹۰ x ۲۴۵۔ کا احاطہ اور پختہ فرش پر صدمہ قبریں۔ قناتی مسجد ۱۱ x ۹۰۔ ۹۔ شکل یہ :-



جنوب میں پنج درہ دالان اور پندرہ سیڑھیوں کا زینہ۔ بارہ دری میں چھ قبریں گچ کی جن میں سے ایک حضرت مولنا سماء الدینؒ کی کہتے ہیں۔

مولنا سماء الدین جامع بود میان علوم ربی حقیقی و تقوی و درع از دنیا زیادت بر قدر مایحتاج اختیار نکرده۔ وے مرید شیخ کبیر است نیزہ مخدوم جہانیاں سید عبداللہ الدین البخاریؒ و گویند پیش مولنا سماء الدین کہ از شاگردان میر سید شریف جرجانی بود آئند کردہ بود و از ملتان بسبب بعضی وقائع کہ دران دیار واقع شدہ برآمدند تبار زتبہ بنور و بیانہ و غیرہ آں گزرانیدہ بعد ازاں بہ دہلی آمد و توطن کردہ سن کبیر و در آخر عمر حالتہ بفرش رفتہ بود حق سبحانہ و تعالیٰ بے واسطہ علاج بصارت سا ہوئے زوکرده (از اخبار الاخیر)

(۵) بارہ دری سنگ غار ۱۲ مربع۔ چھ قبریں۔ قناتی مسجد۔ پنج میں بڑی محراب ادھر ادھر و دو محرابیں۔ دونوں سردوں پر ایک ایک چھوٹی محراب۔ مکن۔ ۵۳ مربع۔

(۷) قناتی پنج درہی مسجد ۲۸ x ۳۸ - صحن میں قبریں۔

(۸) مسجد سقف ۹ x ۳۶ ۱/۲ صحن ۲۸ x ۳۶ - صحن میں قبریں۔

قلعہ رائے پتھور بقول

سید سیمت کبرمی

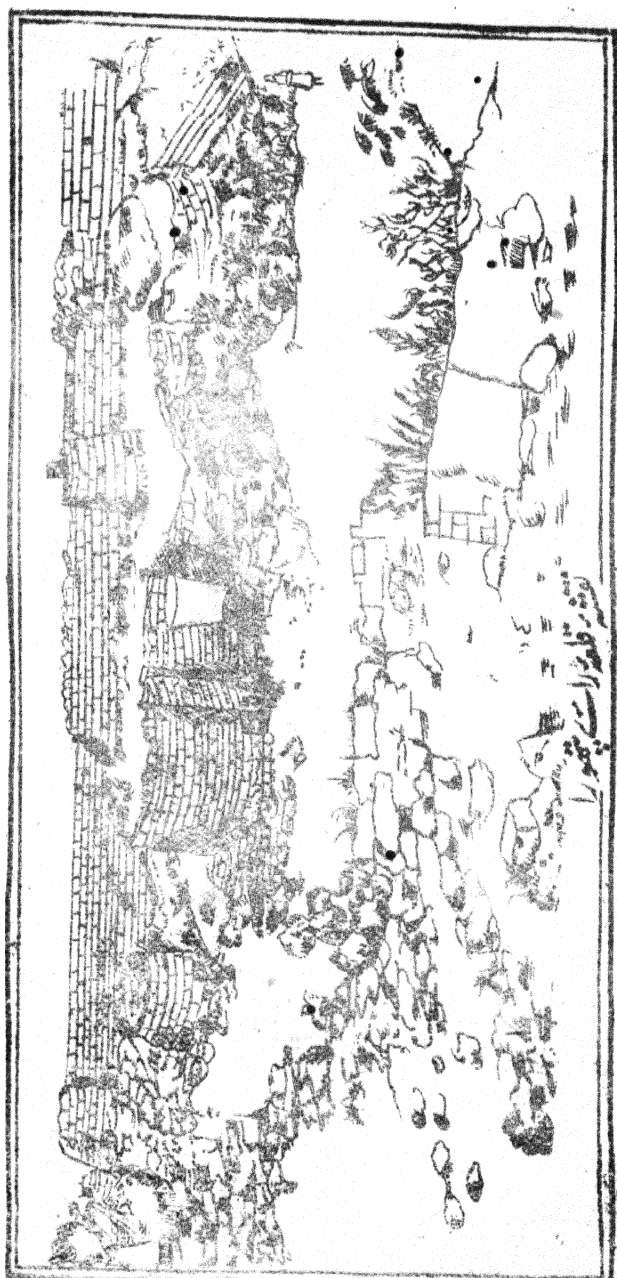
۱۱۹۸ھ

۱۱۸۶ھ

۱۱۸۶ھ

جہاں کل جواہر کے انبار تھے کروڑوں درہم اور دینار تھے وہاں کیا بڑا خاک اور ہنگامے عجب کچھ زمانے کا نیزنگ ہر شہر دہلی سے سات گوس جنوب کی طرف قطب صاحب کی لاٹ کے پاس یہ قلعہ پر تھی راج نے جو زیادہ تر قلعہ پتھور کے نام سے مشہور ہے بنوایا تھا یہ راجہ سومپور راجہ کا بیٹا اور سال دیو جو بان فتح دہلی کا پوتا انیک پال سوم کی بیٹی کے بطن سے تھا۔ جنرل کننگھم اس راجہ کی مدت سلطنت (۲۲) سال ۱۱۸۰ء بتلائے ہیں اور سید (۴۹) برس ۱۱۸۲ء لکھتے ہیں۔ سر سید

خلاصہ التواریخ پر سے قلعہ کی تعمیر کا سال ۱۱۸۳ء لکھتے ہیں اور جنرل صاحب ہنود کی پڑائی اور قلعہ کتابوں پر سے (جو میرے خیال میں زیادہ معتبر ہیں) ۱۱۸۶ء لکھتے ہیں۔ اب ان میں قول نصیحت کون کرے؟ جنرل صاحب لکھتے ہیں کہ یہ قلعہ صرف ہندو سکے شمال رخ پر سے جو مسلمان بڑھنے چلے آ رہے تھے ان کی ہمیشہ قدمی روکنے اور شہر کو ان کی زد سے بچانے کے لئے بسا یا گیا تھا محمود غزنوی کی اولاد نے پھر اس سے پنجاب پر اپنی حکومت جمالی تھی اور رائے پتھور کی گدی نشینی کے بعد محمد غوری نے لاہور میں غزنوی حکومت کا قلعہ قمع کر ڈالا تھا جس سے پنجاب سے اس طرف شرم بڑھانے کا زبردست خدشہ لگا ہی ہوا تھا اس لیے ایک قلعے کے بنانے کی ضرورت دہی ہوئی۔ اب تو قلعہ بالکل منہدم ہو گیا ہے اور زمانہ ہی نام مرہ گیا ہے کہیں کہیں ٹوٹی بھوٹی فصیل کا کوئی ٹکڑا باقی رہ گیا ہے۔ اس قلعے کے کھنڈر اور شکستہ دیواروں کو دیکھ کر اس کی عظمت و شان کا خاکہ زہنوں تلے پھر جاتا ہے کہ کتنا بڑا یہ قلعہ تھا اور کیسے کیسے بڑے بڑے عالی شان مستحکم و مضبوط اس کے برج تھے اور کس اتہام اور کس قدر زرخیز کے صرے سے بنا ہوا کیا آج صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گیا۔ اس قلعے کے آثار اور نشانات دو دو تین تین کو کس تک معلوم ہوتے ہیں اور تمام



تھورا کا محل اور سند جہاں اب قطب صاحب کی لاٹ پر سب اسی کے اندر تھے۔ یہ قلعہ ایک چھوٹی سی پہاڑی پر بنایا اور اس کے گرد پہاڑ ہی میں خندق بھی بنائی ہو اور اس خندق میں سارے جنگل کا پانی گھیر لیا ایک بند بنا کر ڈالا تھا کہ بارہ مہینے بھری رہتی تھی۔ یہ قلعہ سب طرف سے شکستہ ہو گیا لیکن مغرب کی طرف کہ یہاں دو غزنی دروازہ تھا تفصیل کا کچھ کچھ نشان باقی ہے اور غزنی دروازے کا بھی ٹوٹا دھیر معلوم دیتا ہے۔ قلعے کا بہترین منظر شمال و مغرب کی طرف سے ہے اور قطب صاحب کی لاٹ پر سے تو یوں نظر آتا ہے جیسا کہ شبلی میں۔ قلعے کے حدود کی ابتدا ہادیم نماں کے مقبرے سے کرتے ہیں کیوں کہ قلعے کی تفصیل اس مقبرے کے احاطے سے باہر ملتی ہوئی ہے۔ اس جگہ سے تفصیل سیدھی مغرب کی طرف اُس دروازے تک چلی گئی ہے جو چاند سوئیٹ کا فاصلہ ہے۔ اور پھر ذرا سے سوڑے کے بعد شمال مغرب کی جانب پائوسیل تک تفصیل چلی گئی ہے یہاں سے شمال شرق کی طرف رخ پھرتا ہے اور کوئی دو سو فٹ آگے بڑھو تو رنجیت دروازہ ملتا ہے اسی سیدہ میں دو سو قدم آگے جا کر ایک بڑا برج ملتا ہے جو اب بھی اچھی حالت میں ہے۔ کنگم صاحب اس حصے کو لال کوت کی غزنی تفصیل قرار دیتے ہیں۔ تفصیل تیس فیٹ چوڑی اور خندق کی تہ سے ساٹھ فیٹ بلند ہے۔ خندق کی چوڑائی مختلف طور پر ۱۵ سے ۳۵ فیٹ تک ہے۔ پہلے دروازے میں کوئی خاص نبات قابل ذکر نہیں ہے دوسرا دروازہ درنجیت دروازہ ہے جسے کنگم صاحب مسلمانوں کا غزنی دروازہ لکھتے ہیں البتہ ایک بہت بڑا عظیم الشان بڑے سر کے کام مقام ہے جہاں تین دھس بنے ہوئے ہیں۔ یہ دروازہ آج چوڑا ہے جس میں پتھر کا ایک کھم سات فیٹ اونچا دروازہ اٹھائے اور گرائے کا اب تک موجود ہے۔ تفصیل کا یہ حصہ ”فتح برج“ پر ختم ہو جاتا ہے فتح برج کا قطر اسی فیٹ ہے۔ یہاں تفصیل کے شمال و مغرب میں پرانی عید گاہ کے کھنڈر ہیں جو اب تک بہت وسیع اور بلند عمارت تھی جہاں دہلی کے لوٹنے سے پیشتر امیر تیمور کا کیمپ تھا اور دربار ہوا تھا (از سوانح عمیری تیمور مصنفہ سٹر بلگر)۔ فتح برج سے تفصیل کی دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ نیچے دہلی شاخ شمالی رخ لیے ہوئے راجہ تھورا کے شہر کو محصور کرتی ہے اور بالائی شاخ سیدھی شرق کی طرف قلعے کے حصار کی ہے جو آگے وار کو بڑھی چلی گئی ہے۔

اول الذکر شاخ ”سوہن برج“ سے جاتی ہے۔ جو بمقابلہ فتح برج کے ذرا پست ہے اور ان دونوں برجوں میں صرف دو سوفیٹ کا فصل ہے۔ فتح برج اور سوہن برج کے درمیان بھی غالباً ایک دروازہ جیسا کہ ادہم خاں کے مقبرے کے پاس ہے تھا جس کا اب کوئی نشان سوائے اس کے نہیں کہ فصیل میں بقدر دروازے کے جگہ خالی چھٹی ہوئی ہے۔ سوہن برج سے تین سوفیٹ کے فاصلے پر ”سوہن دروازہ“ ہے اور یہ بھی پرانے نام ہے صرف فصیل کے ٹوٹ جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی ایک دروازہ تھا۔ یہاں سے فصیل بسنت جنوب ادہم خاں کے مقبرے تک جو نصف میل کا فاصلہ ہے نظر آتی ہے۔ شہر برج اور سوہن برج کے بورچوں کے درمیان بھی چھوٹے چھوٹے سلامی خاددے تھے جو نیچے سے بہت پھیلے ہوئے تھے اور جن کے بالائی دود کا قطر کم تھا اور ایک دوسرے درمیانی فصل سے ملتا تھا۔ یہ ددے گر گر اگر اب بھی تیس تیس فیٹ اونچے باقی ہیں۔ اس فصیل کے علاوہ ایک بیرونی فصیل اور بھی ہے جسے بطور دوس (Faussebraye) کے بنایا تھا جو تیس فیٹ اونچی ہے۔ سوہن دروازے سے پھر اونچی فصیل کی دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ اُچرے پُچرے نشانات سے جنوب کی طرف فصیل کا سلسلہ یوں معلوم دیتا ہے کہ انیک تال کے پاس سے گزر کر پھر دو بھنڈ دروازہ ملتا ہے اور فصیل ادہم خاں کے مقبرے پر جا کر ختم ہو جاتی ہے۔ دوسری شاخ سوگڑ تک جنوب مشرق کے رخ پر چلی گئی ہے اور علار الدین غلجی کے ناتام مینار کو اگر مرکز فرض کیا جائے تو ایک باقاعدہ ربع دائرے کی شکل بنتی ہے جو مینار سے تین سوگڑ کے نصف قطر کو قائم کرتی ہے اور قوس کے آدھوں آدھ پر دہلی کی سڑک سے تقاطع کرتی ہے اور تعلق آباد کی سڑک کے قریب جا کر ختم ہو جاتی ہے۔ یہاں سے ادہم خاں کے مقبرے تک کوئی ثلث میل تک فصیل کا پتہ نہیں ہے۔ جنرل کننگھم اس ربع دائرے کی شکل کو لال کوٹ کی مشرقی دیوار قرار دیتے ہیں لیکن انھیں کے اسسٹنٹ مسٹر بگلر جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے لال کوٹ کو مغربی فصیل اور ان کھنڈروں کی لین کے اندر ہی اندر محدود کرتے ہیں جو لین کے سوہن دروازے سے ادہم خاں کے مقبرے کو جاتی ہے۔ انیک پال کا لال کوٹ اور اسے پھورا کا قلعہ باطل دو جگہ گانہ جیس ہیں۔ عرض کننگھم صاحب بگلر صاحب کو برسر غلط کہتے ہیں کہ انھوں نے انیک تال کے تالاب کو لال کوٹ کی حدود میں شامل نہیں کیا لیکن سٹیفن صاحب کی رائے میں نصف

دائرے کی شکل کا خطہ لال کوٹ کی پرانی فصیل کی جدید توسیع جو قریب زمانے کے قلعے کا اصلی جزو کسی طرح قرار نہیں دیا سکتا جس کی مغربی اور اندرونی فصیلوں کا تفصیلی ذکر بنگلہ صاحب کر چکے ہیں۔ بنگلہ صاحب کی رائے نہایت محکم اصول پر مبنی ہے۔ دونوں فصیلوں کی ساخت اور مال سائے میں فرق تین ہے۔ جو کھلی دلیل اس بات کی ہے کہ نصف دائرے کی شکل کا ٹکڑا لال کوٹ کے پُرانے قلعے کا اصلی جزو نہیں ہے۔ ستر بنگلہ اس کو صحیح طور پر علاء الدین خلجی کے زمانے کی توسیع خیال کرتے ہیں۔ ضیاء الدین برنی تاریخ فیروز شاہی میں لکھتے ہیں کہ جب مغلوں نے ۱۲۹۷ء میں دہلی پرورش کی تو سلطان علاء الدین خلجی نے دیکھا کہ پرانی دہلی کی فصیلیں خراب و خستہ حالت میں حالت میں تھیں۔ اس حملے کے وقت اہالی شہر کی سرکاری ناقابل بیان تھی اور جنگ و جدال کے چلے گئے تو یہ بات سن جانے والا شہر اور بہت مستحکم سمجھی گئی اور لوگوں کی جان میں جان آئی۔ علاء الدین خلجی شہر کی اس مخدوش حالت سے آگاہ تھا اس نے مغلوں سے مقاومت کے لیے پُرانی فصیلوں کی مرمت کرائی اور پُرانے قلعے کی توسیع کی۔ ۱۳۱۷ء میں قطب الدین مبارک شاہ اپنے بھائی شہاب الدین عمر کا جانشین ہوا تو اس نے بھی اس شہر اور پُرانے قلعے کی تعمیر کی تکمیل کی جس کو اس کا باپ علاء الدین خلجی نامہ چھوڑ گیا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ علاء الدین خلجی اور مبارک شاہ نے بہت تعمیر اور توسیع کرائی چنانچہ ابن بطوطہ جو دہلی میں ۱۳۳۳ء میں آیا تھا لکھتا ہے کہ قلعے کی فصیل کا حصہ زیرین پتھر کا بنا ہوا ہے اور بالائی اینٹ کا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فصیل کا نیچے کا حصہ جو قدیم ہندوؤں کا بنا ہوا اور اوپر والا جدید حصہ مسلمانوں کا۔ اب پھر فتح برج سے چلیے جہاں سے فصیل کی دو شاخیں بھوٹی ہیں۔ ان میں سے ایک شاخ جو مشرق کی طرف جاتی ہے وہ قلعے کی فصیل ہے اور دوسری سیدھی شمال کی طرف چلی گئی ہے اور اس جگہ بچوں بیچ میں ایک دروازے کا نشان ہے۔ اسی رخ پر فصیل قریب قریب نصف میل تک جا کر جہاں پناہ کی شمالی ویران فصیل سے جا ملی ہے۔ یہاں سے فصیل کا رخ جنوب مشرق کو بیٹھا ہے اور تین سو گز سے کچھ اوپر ہی اوپر جا کر ایک دروازہ ملتا ہے اور آگے جنوب کی طرف بڑھو تو جنوب مشرقی رخ پر ایک اور دروازہ ملے گا اور اس حصے کے درمیان میں دہلی پہرہ والی کی سڑک سے تقاطع بھی ہوتا ہے۔ اور ایک پاؤ میل پر ایک تیسرا دروازہ ملتا ہے جہاں قلعے کی فصیل جہاں پناہ کی دوسری فصیل سے

پھر مل گئی ہے۔ اب یہاں سے تفصیل کا رخ سیدنا جنوب کی طرف ہو گیا ہے اور یہیں
 "حوض رانی دروازہ" ہے اور اسی سیدہ میں آگے چل کر ایک بڑا بھاری دروازہ ہے جو "ہلالی
 دروازے" کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں سے تفصیل جنوب مغرب کی طرف چلتی ہے اور
 قطب صاحب سے جو تعلق آباد کو سرک جاتی ہے اس سے تقاطع کرتی ہے یہاں سے
 آدھ میل کے بیچ میں "برقعہ دروازہ" ملتا ہے۔ یہاں سے تفصیل مغرب کی طرف مڑی ہے
 اور تین سو گز جا کر ایک ویران دروازہ ملتا ہے جس کے باہر دھس بنے ہوئے ہیں۔ یہاں
 سے جمالی مسجد تک جو تین سو گز کا فاصلہ ہے تفصیل کا سلسلہ لوٹ گیا ہے۔ پھر جمالی مسجد سے
 تفصیل ادم خاں کے مقبرے سے جا ملی ہے۔ اس طرح یہ پورا حیکر ختم ہوا اور جہاں سے
 ہم نے شروع کیا تھا وہیں پھر آن پونچے۔ قلعہ کے اطراف خندق ہے جس میں اس
 پہاڑی حصے کا جو شمالی رخ پر ہے پانی جمع ہو کر تمام سال خندق میں رہتا ہے۔ ابھی
 تھوڑا تعلق کے زمانے میں دلی آیا تھا اس نے اس قلعہ کی تفصیل کی نسبت لکھا ہے کہ
 "تفصیل کا آثار مسجید جس کے اندر حجرے بنے ہوئے ہیں جس میں رات کو پہرے والے
 اور دربان رہتے ہیں۔ انھیں کوٹھڑیوں میں غلہ۔ سامان۔ رسد۔ گولی بارود وغیرہ کے
 مخزن بھی ہیں۔ ان حجرہوں میں غلہ بگڑتا نہیں محفوظ رہتا ہے تفصیل اس قدر چوڑی ہے کہ اس کے
 اندر ہی اندر سوار اور پیدل ایک سرے سے دوسرے سرے تک بے تکلف چلے
 جا سکتے ہیں" اس قلعے کے دروازوں کے نام ہم اور بتلا چکے ہیں۔ اکثر معتبر روایات ان
 دروازوں کو پڑانی دلی کا بتلاتے ہیں اور ساتھ اس کے اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں
 کہ مسلمانوں کی عہد حکومت میں اسے پتھور کی پڑانی دلی کے بعض دروازوں کے
 نام بدل بھی گئے ہیں۔ حضرت امیر خسرو دہلی کے بارہ دروازے بتلاتے ہیں لیکن
 امیر تیمور کی روایت اور مٹرجگر کی تصدیق سے شہر کے دس دروازے
 ہونا ہی زیادہ صحیح معلوم دیتا ہے۔ سر دست مٹرجگر کے کے نشان دادہ "حوض رانی"
 اور "برقعہ" نامی دو دروازوں سے بحث کی جاتی ہے۔ جو بدایوں دروازے کے
 شمال مشرق اور جنوب مغرب میں ہیں۔ قلعہ اسے پتھور کا نقشہ ملاحظہ کرنے
 سے ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ حوض رانی کا موضع رانی پتھور کے شہر کی مشرقی
 تفصیل کے مقابلے میں جہاں پناہ کی جنوبی تفصیل سے زیادہ قریب ہے۔ لغو غلط تیوری

جس کا حوالہ شمس الدین یزوی نے جا بجا اپنے ”ظفر نامے“ میں دیا ہے اور اسی کا سٹرنگلر بھی حوالہ دیتے ہیں اُس میں لکھا ہے کہ سلطان محمود اور ملو خاں جب قلعہ جہاں پناہ چھوڑ کر پہاڑوں پہاڑوں بھاگ گئے تھے تو اول الذکر تو ”راہی دروازے“ سے بھاگ تھا اور آخر الذکر دربرقعہ دروازے“ سے۔ ظفر نامے کو جو دیکھا تو یزوی نے صاف لکھا ہے کہ یہ دونوں دروازے یعنی حوض راہی اور برقعہ دروازہ جہاں پناہ کے جنوب میں تھے۔ غزنی دروازے اور برقعہ دروازے کا موقع محل تو متعین ہے مگر باقی دروازوں کا ٹھکانا یقینی طور پر مقرر کرنا نامکن ہے۔ قلعہ راہی پتھور کے ضمن میں غزنی دروازے کا ذکر اور آچکا ہے۔ پُرانی دلی کا ایک یہ واقعہ قابل ذکر ہے جب کہ چند محدثوں نے لکھنا شروع کیا ہے۔ جامع مسجد پر یورش کی۔ ان میں کے کچھ لوگ تو ”قلعہ نور“ (جس کی جگہ معلوم نہیں) سے ”معزی دروازے“ پر جا پونہچے جو ایک مسجد کے دروازے کے مشابہ تھا۔ اب اس میں جو معزی دروازے کا ذکر آیا ہے اُس کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ ”معزی دروازہ“ جس کا نام تھا اس کی وجہ تسمیہ کے دو وجوہ قرار دیئے جاسکتے ہیں یا تو وہ ہندوؤں کا بسا یا ہو اور دروازہ ہو گا اور معزی امراء نے قبضہ کر لیا ہو گا اور اپنی طرف سے یہ نام رکھ دیا ہو گا یا یہ کہ خود انھیں امراء نے بنوایا ہو گا۔ سلطان معز الدین محمد عرف شہاب الدین غوری کے عہد کے امراء کو مورخین معزی امراء کہتے ہیں۔ دہشتہ اراکل، نام کے دروازے کا بھی سراغ نہیں ملتا۔ غالباً یہ دروازہ لال محل اور جامع مسجد کے بیچ میں کہیں ہوگا۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ملک حمید الدین کے پارٹی کے لوگوں نے حاجی سولی کا بلوہ جو علاء الدین خلجی کے مقابلے میں ہوا تختہ فرو کیا تھا۔ یہ لوگ غزنی دروازے سے قلعے میں داخل ہوئے تھے اور شہر میں بلوایوں سے کچھ جھڑپ ہونے کے بعد وہ بھنڈار گل دروازے تک پہنچ گئے۔ یہ دروازہ غالباً اُس تفصیل کا ہو گا جو قلعہ اور شہر میں مشترک تھی۔ بدایوں دروازے کی سبٹری جدا گانہ ہے۔ ابن بطوطہ نے اسی کو سب سے بڑا دروازہ لکھا ہے اور واقعی یہ تھا بھی صدر دروازہ کیوں کہ اسی میں سے پانی دلی کے بڑازے کے مشہور بازار کا راستہ نکلتا تھا۔ اس دروازے کے سامنے تفصیل میں حجرے بنے ہوئے ہیں جن میں شراب خواروں کو بند کیا جاتا تھا۔

یہی وہ دروازہ ہے جس کے سامنے علاء الدین خلجی نے مغلوں کو حوض رانی کے میدان میں شکست جے کر ان کے سر کاٹ کر دو مرتبے چبوترے بنائے تھے تاکہ آنے والی نسلوں کو عبرت ہو۔ طبقات ناصری میں لکھا ہے کہ حوض رانی کا میدان بھی تاریخی لحاظ سے عجیب و غریب مقام ہے جس میں بڑے بڑے بیہیت نامک واقعات ہوئے ہیں۔ باغی مغلوں اور بلوانی محمدین کا قتل عام اسی جگہ کیا گیا۔ ان میں سے کوئی تو ہاتھی کے پاؤں کے تلے روندواے گئے۔ کیسوں کے ترکوں نے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیے یا جہلاؤں نے سر سے پاؤں تک ان کی زندہ کھال کھینچ لی۔ اسی بدایوں دروازے پر علاء الدین خلجی نے شراب سے توبہ کی اور صراحی و جام اور تھامی نوازمات شراب نوشی کو توڑ پھوڑ ڈالا اور ساری شراب بہادی جو اس قدر تھی کہ سارے میدان میں ایسی کچھڑ ہوئی جیسی کہ برسات میں ہوتی ہے۔ یہ بدایوں دروازہ ہی پیر و نجات کے حمد آور جگہاں و شاہان دہلی کے فیما بین قاتلانہ حملوں اور محرکہ ہائے کارزار کا پہلا مورچہ رہا نیز اس دروازے سے بڑے بڑے جلوس نکلتے ہیں۔ غیر مالک کے ایلچی یا سفیر جو کوئی بھی آیا۔ اسی دروازے سے جب سے اس قلعے سے مستقر سلطنت اٹھا دیرانی اور تباہی کا بیش خیمہ آیا۔ وہ دروازہ جو کبھی باب السلطنت تھا اب مٹی کا ڈھیر ہے۔ دوسرے دروازوں کے صرف نام ہی نام یاد رہ گئے ہیں۔ دروازہ دو حوض خاص، کا نام بھی کہیں کہیں تاریخ میں آیا ہے اور بغدادی، دروازے کا ذکر تو متعدد مقامات پر ہے۔ یہ وہی بغدادی دروازہ ہے جہاں ابراہیم لودی بادشاہ نے گوالیار سے ایک برنجی بیل لا کر استاد کیا تھا برہم آج کوئی نہیں بتلا سکتا کہ یہ دروازہ تھا کس جگہ۔ قلعہ اور راج پتھور کی دلی کا گھیر قریب قریب (۵ میل کے ہے۔ امیر تیمور نے پڑانی دلی کے دس دروازے لکھے ہیں جن میں سے بعض باہر وار کو کھلتے تھے اور بعض جہاں پناہ کی طرف۔ یزدی اپنے فخر نامے میں اٹھارہ دروازے لکھتا ہے جن میں سے پانچ جہاں پناہ کی طرف کھلتے تھے۔ جنرل کننگھم امیر تیمور کے بیان کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اب ان دس دروازوں کا بھی ٹھیک ٹھیک پتہ نہیں چلتا کہ کہاں کہاں تھے اور چلے کیسے کیوں کہ فصل تو بجایا سے ٹوٹ گئی ہے اور بعض بعض

جگہ خالی تھی ہوئی ہو مثلاً شمالی مشرقی فصیل کی دیوار۔ ایرانی دلی اور جہاں پناہ کی مشترکہ دیوار
 میں خالی جگہ موجود ہے۔ بہر حال۔ نقشے میں دس دروازوں کی جگہ بتلائی گئی ہے۔ ^{۱۹۱۱ء} اسٹیشن میں رائے تھوڑا
 سے سلطنت منتشر ہو کر مسلمانوں کا دور دورہ شروع ہوا۔ دریا کے ٹھکڑے کنارے
 رائے تھوڑا جیسے بہاؤ دریا سے صحیح۔ جزی اور دلاور چوہاں خاندان کے ممبر کا خاتمہ ہوا اور اسی کے
 ساتھ اس کی تمام سطوت و جبروت بھی خاک میں مل گئی۔ پہلا مسلمان بادشاہ جس نے دلی
 کو دارالسلطنت قرار دیا اور وہاں رہا قطب الدین ایبک تھا۔ شروع شروع میں تو رائے تھوڑا
 ہی کا قلعہ مسلمان بادشاہوں کی تخت نشینی کا مرکز اور دارالسلطنت رہا۔ آگے چل کر
 جلال الدین فیروز شاہ غلجی نے گوکھری میں معو شک لعل، محل بنوایا۔ جب سے ہی
 رائے تھوڑا کا شہر پرانی دلی، کہلائے لگا اور جلال الدین غلجی کا شہر دلی دلی، مشہور ہوا۔
 ابن بطوطہ نے بھی ہندوؤں کے شہر کو پرانی دلی ہی لکھا ہے۔ رائے تھوڑا کے پانچ میل کے
 محصور شہر کی سرزمین دلی بڑی بڑی شہر یادگاروں سے بھرپوری ہے۔ لوہے کی مشہور لاٹ
 جس کی دریافت سے ماہرین آثار قدیمہ چکڑیں ہیں اسی محاط کے اندر ہے۔ اسی میں ہندو
 راجاؤں کے نامے ہوئے میوں مندر تھے جن کو مسلمانوں نے ڈھا ڈھوا ان کا
 مال لا اپنی مسجدوں میں لگا دیا۔ یہی خطہ دلی کے قدیم سلاطین کا دارالسلطنت
 تھا۔ یہیں قطب الدین ایبک کا قصر سفید نامی شہر موآفاق وہ محل تھا جس میں چھ بادشاہ یکے بعد دیگرے
 تخت نشین ہوئے۔ اسی احاطے میں قطب صاحب کی وہ عجیب و غریب لاٹ ہے جو اولوخرم
 مسلمان بادشاہوں اور ہندو صناعوں کی قابل فخر یادگار ہے۔ غرض یہ خطہ زمین کا عجیب و
 غریب ٹکڑا ہے اسی میں سلطنتیں بنیں اور بگڑیں۔ کسی بادشاہ کا عروج ہوا تو کسی کا زوال۔ کوئی
 سر فراز ہوا تو کوئی پامال کسی کو خلعت ملا کسی کی گردن ماری گئی۔ کسی کے ہاں خوشی کے
 شادیاں بنے تو کسی کے ہاں کہرام مچ گیا۔ غرض کوئی بن گیا اور کوئی بگڑ گیا۔ کسی کو انباری
 ملی تو کسی کو دولت و خواری نصیب ہوئی۔ کسی نے جشن منایا تو کوئی قید میں سڑ سڑ کر مر گیا۔
 لاکھوں کے سرتن سے پیدا ہو گئے۔ خون کے ندی نالے بہ گئے۔ اسی میدان میں زور و زور
 و امراء کی گردنیں ماری گئیں۔ قتل عام۔ غارت گری۔ آتش زنی۔ غرض کہ بے چاری دلی
 پر جو کچھ بلا آئی وہ سب اسی زمین پر گزرا۔ یہ زمین جنت اور دوزخ دونوں کے خواص رکھتی
 تھی۔ جس سر کو آج تاج پہناتی تھی کل اُسی کو خاک میں ملا بھی دیتی تھی۔ ۵

آرام تہ گنبدِ افلاک نہیں
جُز مُرد تہ جہاں یہاں خاک نہیں

جہاں ای برادرِ نازِ بند بس
دل اندر جہاں آنرزِ بند بس

خواہاں طرب ہے اور اک نہیں
بیانہ گردوں میں کہاں بادۂ عیش

بابا حاجی روز بہ کامزار

اس قلعہ کی خندق میں ایک پتھر کی چار دیواری کے اندر نیم کے درخت کے تلے
بابا حاجی روز بہ کامزار آپ بڑے دلی التہ تھے اور اوش کے رہنے والے تھے۔
راکھ پھور کے وقت میں یہاں آئے اور اس خندق میں جہاں آپ کامزار ہیں آئے۔
راکھ پھور کے وقت میں جو ختم تھے انھوں نے ان کے آئے کو فال بد سمجھ کر راکھ پھور
سے کہا کہ اس شخص کے آنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قریب میں مسلمانوں کی غلّ داری
ہوئے دالی ہے اور ایسا ہی ہوا بھی۔ کہتے ہیں کہ راکھ پھور کی بی مایابی عرف بیلارانی
نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور مسلمان ہوئی چنانچہ آپ کے مزار کے پاس مشرق
کی طرف جو ایک عورت کی قبر ہے وہ اسی لڑکی کی کہی جاتی ہے۔ جب تک آپ زندہ رہے
ہزاروں مسند و مشرف بہ اسلام ہوئے روز بروز شوکت اسلام کی زیادہ ہوتی گئی
اور اسی وجہ سے ”روز بہ“ آپ کا لقب پڑ گیا۔ آخر آپ نے انتقال فرمایا اور جہاں
آج آپ بیٹھے تھے وہیں آپ کو دفن کیا۔ پورے حالات آپ کے کہیں نہیں ملتے۔
آپ کے مزار کے مغرب میں قلعہ کی فصیل میں اب تک ایک چھوٹا سا دروازہ ہے۔
بیلارانی اسی دروازے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھی۔ کہتے ہیں کہ وہ سات
سہیلیوں سمیت مسلمان ہوئی تھی حضرت کے مزار کے قریب تین قبریں اور ہیں جو کہتے
ٹھوڑے اور سانپ کی بتلائے تھے۔ نیم کا درخت جس کی نسبت مشہور ہے کہ جو حصہ اس کا
آپ کی قبر پر سایہ کیے ہوئے تھا وہ مٹھا تھا باقی کڑا اب وہ درخت ہی نہیں رہا جو اس بات
کی تصدیق ہو سکے نیم کے کڑے بیٹھے ہونے کی روایتیں اور مزاروں سے بھی
منسوب کی جاتی ہیں اور یہ بھی ایک تصرف سمجھا جاتا ہے۔

راکھ پھور کے قلعہ کے غرب میں فصیل سے
کوئی نہارت مہٹ کر ایک احاطے کے
اندر ۱۲ مربع چوکھنڈی میں حضرت

شیخ شہاب الدین عاشق کامزار

۱۷۱۷ھ

موصوف کا مزار ہے جس پر بھی آپ کے نام کا کتبہ منہ کے لگا ہوا ہے تو یہ سنگ خارا کا ہے۔ پائنتی آپ کے ایک بہت چڑا ناپیلو کا درخت ہے۔ اس چو کھنڈی کے باہر یامین میں آپ کے بھائی کا مزار ہے جن کا نام بھی معلوم نہیں۔ اس مزار سے آٹھ سیڑھیاں چڑھ کر ایک چبوترے پر سات قبریں ہیں جن کو سات بادشاہوں کی قبریں کہتے ہیں۔ یہی مقام تو وہ مقام ہے جہاں اور بادشاہ اور گدامیں تہیز نہیں ہوتی۔ قبریں بہت پرانی ہیں سنگ خارا کے پتھر جوڑ دیے ہیں چونے کی بندش نہیں کی اور چبوترہ بھی اسی طرح کا بنا ہوا ہے۔ اس چبوترے کے قریب نشیب میں ایک لداوی درے کے اندر ایک چھوٹا سا خام مزار ہے جو بی بی سرخ بے نام کے نام سے مشہور ہے کہتے ہیں کہ یہ بی بی بھی کوئی بڑی عابدہ زادہ راسے پتھورا کے زمانے میں تھیں۔

عید گاہ شمس الدین لٹمٹش بہت پرانی اور نہایت بے مرست حالت میں ہے جس کی ایک وسیع چار دیواری ہے۔ مغربی رخ

کی دیواریں میں آٹھ دیوار دوزخ میں ہیں لکھوری اینٹ کی بنی ہوئی ہے۔ عید گاہ کے پیچھے ایک چھوٹی سی سردی مسجد ہے جس کی چار دیواری سنگ خارا کی بعد کی بنی ہوئی ہے اس پر یہ کتبہ نہایت خوش قلم بخط نسخ ہے۔

والاعلیٰ العظیم

ظفر چوں بزمیم آفخون جی صفادادایں مسجد کہنہ را
سید سال مرست ز عقل بگفت آفرین نیک مرد خدا

سب کے ضمن میں اوحد الدین کرمانی کا مزار ہے۔ یہیں ایک شکستہ چبوترے پر چند قبریں ہیں جو چیل پیلوں کے مزار کہلاتے ہیں۔ عید گاہ کی بجھت کی دیواری سے ملے ہوئے چند مزار ہیں جن میں سے دو کے نام لوگ بتاتے ہیں جتانہ دہپا شیخ جلال الدین شہر یزی اور تین قبریں بے نام ہیں۔

مالاب پیراں قلعہ راسے پتھورا کے مغرب میں ایک چھوٹا سا مالاب ہے جس کے گرد چار دیواری ہے اس کو لوگ مالاب پیراں کہتے ہیں

اور یہ بھی کہتے ہیں کہ شمس الدین لٹمٹش نے بنوایا تھا۔ چھان بین کا کوئی موقع نہیں جو لوگ کہہ دیں اسے امتنا صدقہ کہنے کے سواے اور کیا چارہ کار ہے۔

بھیم کی چٹنگی

قلعہ کے مغرب میں پہاڑوں کی چٹانوں پر ایک پتھر ۶۴ x ۳

عرض و طول میں اور دبازت میں ۴-۸ رکھا ہوا ہے۔ چوں کہ

وہ ادھر رکھا ہوا ہے اور باوجود اتنا بھاری ہونے ایک ہی آدمی اسے ہلا سکتا ہے۔

اس واسطے اس نام سے مشہور ہے مگر بھیم جس کے نام سے شہر بنایا گیا اس کا یہ نہیں کہ کون تھا۔

ہر سراسر غریب و دھم دکان تاج مغفورہ تخت عاقانی

بے حقیقت ہر شکل موج سراب جام خمرشید و ریح ریحانی

یہ جیوتہ بھی اسی زمانے میں بنا تھا جب کہ قصر فیروزی بنا۔

چبوترہ ناصرو
۶۴۵
۱۲۴۶

اس کا نام ہی بتلا رہا ہے کہ سلطان ناصر الدین محمود (۶۵۰-۱۲۴۶ء) کا بنوایا ہوا ہے۔ جب

جلال الدین خلجی نے علم بغاوت بلند کیا اور قلعہ بند ہو کر کلوکھری کے پاس پہاڑ میں بیٹھ گیا

اور کیتبا و کا صغرسن لڑکا دلی کا بادشاہ ہوا تو اس نے اسی جگہ کئی مہینے تک دربار

کیا۔ جب علاء الدین خلجی (۶۹۵ء) ملک دکن میں دیوگیری (دولت آباد) کو جو ہم سرحد

وزنل تھا۔ لوٹے کرتلی واپس آیا تو کچھ مال غنیمت لایا تھا اسی چبوترے پر سب بچھ لایا

گیا تھا۔ جہاں امرا و دارالین سلطنت سب جمع تھے اور یہیں اس نے جلوس بھی کیا

اور دربار کے لئے ایک بڑا سیاہ شامیانہ تانا گیا۔ یہ تمام محلات قصر سفید کو شک

فیروزی۔ کو شک سبزر۔ چبوترہ ناصرو۔ رائے پتھور کے قلعے کے اندر ہی تھے اور

امراے معزی خاندان غلامان کے بنائے ہوئے تھے۔ ہالوں بادشاہ کے محل

کا بھی سراغ نہیں ملتا کہ وہ کہاں تھا۔ البتہ صرف اتنی بات کا پتہ چلتا ہے کہ وہ ہالوں

دروازے کے پاس تھا۔ بعض لوگ ہالوں کا محل جہاں پناہ میں بتلائے ہیں

جب شاہی محلات کا یہ حال ہو کہ ڈھونڈے پتہ نہ لگے تو وہاں بر حال ماوشما کے

سکانوں کے جن پر ہم آج فخر دنا کرتے ہیں اور بچھولے نہیں سماتے اور مونچھوں پر

تاؤ دیتے ہیں۔

اسی نقش مہم پر ناز ہے جہاں اک طلسم خدا ساز ہے

ہماری مثال اس چوہے کی ہے جو ایک ہلدی کی گرہ پا کر پیساری بن بیٹھا تھا۔ امیر تیمور کا

تدم جب پرانی دلی میں آیا (۸۵۳ء) اور لوٹ مار شروع کی تو اس نے چن چن کر

محلات کو برباد اور تاراج کیا اور اس شے سے یہ محلات بھی نہ بچ سکے۔ یہ بتلانا

بہت مشکل ہو کہ جن مملات کا ذکر اوپر آیا ہے ان میں سے کوئی ٹوٹ کھسوٹ سے بچا بھی
یا نہیں (از ظفر نامہ مولینا شرف الدین علی یزدی)

رہنے والے ہیں یہ نادان کہ جائے والے
خاک سمجھے نہ مکانات کے بنائے والے

قصہ سفید
۱۲۰۵ھ

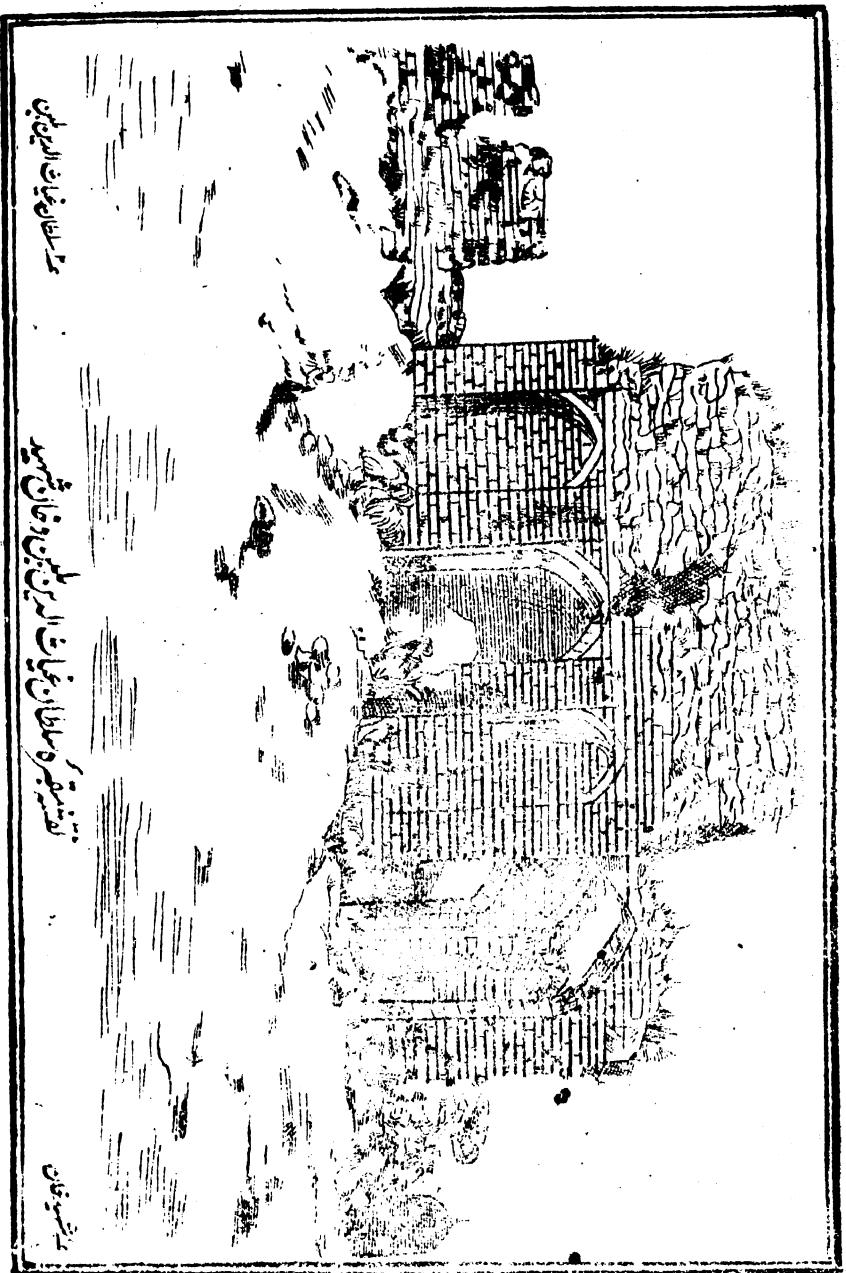
۱۲۰۵ء میں جب کہ رائے پتھورا کو مرکز سولہا برس ہوئے
تھے قطب الدین ایرک نے ایک محل جو تانچ میں قصر سفید کے نام سے مشہور تعمیر
کرایا تھا۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں سفید محل کا ذکر کیا ہے اور ضیاء الدین بنی نے
جو تانچ میں معزی محل کا بیان لکھا ہے وہ غالباً یہی محل تھا۔ ممکن ہے کہ ایک ہی محل کے دو
نام رہے ہوں۔ ابن بطوطہ پتہ بتلاتا ہے کہ یہ محل بڑی مسجد کے پاس تھا۔ خدا کی قدرت
اور زمانے کے فنا کرنے والے اور مٹانے والے زبردست ہاتھوں کو دیکھو کہ جو محل
کسی زمانے میں بادشاہوں کے قدموں سے منور اور مشہور زمانہ تھا اور جس میں تقدیروں
کے فیصلے رات دن ہوتے تھے اور جشن شاہانہ بیارہتے تھے آج وہ ایسا پردہ دنیا
سے مفقود ہے کہ ڈھونڈنے سے بھی اُس کا نشان نہیں ملتا۔ ملک بختیار خلجی جو شاہ الدین
غوری کا ایک بڑا فوجی سردار اور فاتح بنگال تھا وہ اسی محل کے احاطے میں لڑا تھا۔
اسی محل کی چار دیواری کے اندر خاندان غلامان کے سب سے بڑے اور مامور
بادشاہ سلطان شمس الدین التمش اور اُس کے پوتے ناصر الدین محمود شاہ نامور
بلبن۔ اور دوسرے بھی چند بادشاہوں کی تخت نشینی کے جشن ہوئے۔ جلال الدین
فیروز شاہ خلجی کلوکھری میں کی قباد کو (جس نے کلوکھری بانی تھی) قتل کر کے بادشاہ
ہو گیا مگر حسب دستور سلاطین ماضیہ تخت نشینی اُس کی بھی اسی محل میں ہوئی اور اسی طرح
اس کے بعد اس کا بھتیجا علاء الدین خلجی بھی اسی محلے میں تخت پر بیٹھا۔ تاریخ فرشتہ میں
لکھا ہے کہ ناصر الدین محمود شاہ (۱۲۵۹ء) نے ہلاکو خاں کے چچ کو اسی محل میں بڑی
شان و شوکت سے باریابی سے سرفراز کیا تھا۔ محمود شاہ یعنی الرحیم تعلق آباد میں
تخت پر بیٹھا مگر چالیس دن بعد پھر قصر سفید ہی میں باقاعدہ مراسم ادا ہوئے اور
ندیم تخت سلاطین دہلی پر یہیں رونق بخش ہوا۔ محفل محض تخت نشینی یا دربار یا
باریابی سفر اور اطمینان کے لیے مخصوص نہ تھا بلکہ کبھی کبھی اس میں ذی مرتبت لوگ قید بھی

رہے ہیں۔ بعض وقت اس میں خون کے ندی نالے بھی بہ گئے ہیں۔ ملک اختیار الدین کو جو معز الدین بہرام شاہ کا وزیر تھا فرمان قضا شیم کے مطابق تخت شاہی کے سامنے دو ترکوں نے ۱۲۴۱ء میں قتل کیا۔ جب کبھی امور عظام میں مشورہ کی ضرورت ہوتی یا بیر و نجات کے حلوں کا خطرہ پیش آتا تو مجلس شوریٰ اسی محل میں منعقد کی جاتی تھی اور یہیں سے مقابلہ مقتلہ اور مجادلے کے سبب مراتب استدائی طے ہوتے تھے (از طبقات نامری)۔ بہرام شاہ کے جانشین کو جو اس محل میں نظر بند تھا کو شک فیروزی میں بخطاب سلطان علاء الدین مسعود تخت نشین کیا۔ جب سے یہاں سے دارالسلطنت اٹھ کر دلی چلی گئی اور یہاں کے محلات چھوڑ دے گئے بس تباہی شروع ہو گئی۔

عیش دنیا سے ہو گیا دل سرد
دیکھ کر رنگ عالم فانی
یہ محل غالباً سلطان اتمش نے بنایا تھا ۱۲۴۱ء

کوشک فیروزی
۱۲۴۱ء

جو سب سے بڑا محل تھا جس میں رضیہ سلطانہ کی والدہ یعنی سلطان اتمش کی بیگم رہا کرتی تھیں۔ ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ معز الدین بہرام شاہ کی جگہ سلطان علاء الدین مسعود شاہ کو ۱۲۴۱ء میں قصر سفید سے لا کر یہیں تخت نشین کیا تھا۔ اور اسی محل میں سلطان ناصر الدین محمود شاہ نے جو علاء الدین کے بعد بادشاہ ہوا اپنا پہلا دربار کیا تھا۔ بائیں طرف اس کا نشان نہیں ملتا کہ کہاں تھا۔ ایک کاش کھنڈ رہی باقی رہتے!۔ اب صفحہ دنیا سے بالکل مٹ گیا۔ صرف نام ہی نام رہ گیا۔ سٹر بھگرنے مسجد قوۃ الاسلام کے عقب میں کھدوایا تو کئی ٹوکرے سبز رنگ چینی کی اینٹوں کے نکلے جن پر الفاطع علی اور طرح طرح کے گل بوٹے منقش تھے۔ اس پر سے قیاس دیا گیا کہ یہ اینٹیں کوشک سبزی ہوں گی جن کا ذکر آگے آئے گا لیکن جنرل صاحب ان اینٹوں کا رنگ نیلا بتلاتے ہیں جس میں کچھ سبزی کی بھی جھلک مارتی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ اینٹیں اسی محل کی ہوں یا کسی اور رنگین محل کی ہوں۔ گر پڑ جانے کے بعد اس پر طرہ یہ ہوا کہ زمین کے اندر مدفون۔ بھلا اسی رنگ اور اس کی آب و تاب کیسے برقرار رکھ سکتی ہے۔ اسی زمانے کے مال سلسلے کی خوبی ہے جو اتنا بھی باقی رہا در نہ



مسطان غياث الدين بن

لغنيق و سلطان غياث الدين بن و خان سعيد

بن شير خان

راکھ ہو جاتا۔

کوشک سبزو
۶۰۴
۱۲۱۰ھ

کچھ نہیں جز علم خواب و خیال
گوشہ فقر و بزم سلطانی

فقر فیروزی اور محمل دولوں ساتھ ساتھ بنے تھے۔

تاریخ میں اس کا ذکر پہلے پہل ناصر الدین محمود شاہ خلف سلطان التمش کے عہد میں
میں آیا ہے جس کی تخت نشینی اسی محل میں ہوئی تھی۔ اور یہیں اُس نے ہلاکو خاں کے
سفیر کو باریابی کی عزت بخشی تھی۔ جب کہ جمعیت کی بیس قطاریں لکوکھری سے
لے کر یہاں تک کھڑی کی گئی تھیں۔ لیکن فرشتہ اس واقعہ کا قصہ سفید میں ہونا
لکھتا ہے۔ اور منہاج السراج مہقات ناصری میں کوشک سبز میں بتلاتا ہے اور یہی
زیادہ قرن قیاس ہے۔ نصف صدی بعد رکن الدین پسر اصفہر سلطان جلال الدین
خلجی یہیں تخت نشین ہوا۔ جلال الدین خلجی کو علاء الدین خلجی (رکن الدین کے بیٹے) نے
قتل کیا تھا غرض جشن دربار حکم احکام سب یہیں سے ہوتے تھے۔ ظفر خاں بعد
فیروز شاہ تغلق خاں جہاں سے ملنے دلی آیا تھا تو اسی محل میں اتارا گیا تھا۔

بزم تیغ جہاں گیر و گرز قلعہ کشا
جہاں سخن شد چون سخن سحر راے
بے بلا و گرفت یک فشردن دست
بے قلع کشود یک فشردن پائے
چو مرگ ناخن آرد و پیچ سودداشت
بقایاے خدا بیت و ملک ملک خداے

کوشک محل یا قلعہ مرز عن
۶۶۶
۱۲۶۵ھ

یا دارالامان و شاہ عیث الدین بلبن
۶۶۶-۸۶
۱۲۶۵-۸۶ھ

۵ سرسید اس محل کا بانی جلال الدین فیروز خلجی کو بتلاتے ہیں اور سال تعمیر ۶۸۸ھ۔ لیکن
کار شیخ صاحب نے کوشک فیروزی کو سلطان التمش کا بنایا ہوا بتلایا ہے اور کوشک سبز کو
بھی اسی زمانے کا بنایا ہوا بتلاتے ہیں۔ بہر حال اس محل کا بعد وقت تخت نشینی ناصر الدین محمود
شاہ کے تھا اور جس کا سال تخت نشینی ۷۲۶ھ۔ تو لا محالہ اس سال سے پیشتر کا بنایا
ہوا ثابت ہوتا ہے۔ و التدرع علم بالصواب۔

اس محل اور قبر کے حالات چوں کہ ایک دوسرے سے ملے جلے ہیں۔
 لہذا یکجہائی طور پر بیان کئے جاتے ہیں۔ سرسید لکھتے ہیں کہ سلطان غیاث الدین
 بلبن نے پچھلے میں کو شک لعل جسے لال محل بھی کہتے ہیں تعمیر کرایا تھا۔ اس
 محل کے حالات بہت کم معلوم ہیں۔ تاریخ بھی سرسید کی بتلائی ہوئی ہے جلال الدین
 عہد بلبن کے سرداروں میں سے تھا۔ جب بلبن کا پوتا کیقباد محمد نوشی کی کثرت سے
 نفوے اور فالج میں مبتلا ہو گیا تو جلال الدین قصر سفید میں تخت شاہی
 پر جلوہ افروز ہوا۔ کچھ عرصے بعد کو شک لعل میں گیا جو سلطان بلبن کا دیوان خاص
 تھا۔ وہاں پونچھ دوستو قدیم کے موافق گھوڑے سے اتر پڑا۔ مقرران خاص سے
 ایک نے سبب پوچھا تو کہا کہ میں اس مکان کا ادب اس لئے کرتا ہوں کہ وہ میرے
 آقا کا بنوایا ہوا ہے مجھے اپنی جان کے خوف سے مجبوراً بادشاہ بنا پڑا اور نہ
 میں کہاں اور تخت شاہی کہاں؟ خاندان غلامان میں التمش کے بعد بلبن
 ہی کا مرتبہ تھا۔ کو شک لعل میں مختلف سلطنتوں کے مہندرہ ذی مرتبت اشخاص
 اس بادشاہ کی سپاہ میں تھے اور بڑے بڑے علماء و حکماء اور نامور اشخاص کا
 ایک بڑا اچھا مجمع اس قدر دان بادشاہ کے گرد تھا۔ اس محل کے متعلق اور
 اہم واقعات قابل تذکرہ ہیں یعنی سلطان بلبن اور علاء الدین خلجی کی وفات
 ضیاء الدین برنی لکھتا ہے کہ در بلبن بادشاہ کی نعش سیری کے لال محل سے برآمد
 ہو کر جامع مسجد کے سامنے دفن ہوئی، سیفین صاحب کی رائے میں کو شک لعل
 رائے پھورا کے شہر کے اندر تھا جو خلافت رائے سرسید کے ہے۔ سرسید صاحب
 اس محل کو درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء کے قریب بتلائے ہیں جہاں پچھ
 اُس کے ٹھنڈے کے نشانات اب تک بھی موجود ہیں۔ برنی نے یہ بھی لکھا ہے
 کہ در بلبن کے بیٹے کیقباد نے شہر کے لال محل کی سکونت چھوڑ کر کلوکھری میں
 ایک نیا قلعہ بنایا تھا، شہر کے لفظ سے غالباً پُرانی دلی مراد ہے اور جب کہ
 بلبن نے قلعہ رائے پھورا کو درست کرایا تھا تو یہ بات بعید القیاس ہے کہ اُس نے
 اپنا محل اس قلعے کی حدود کے باہر بنوایا ہو۔ سری میں کسی عمارت کا نام لال محل
 کہیں سنائے نہیں گیا بلکہ برخلاف اس پُرانی دلی میں لال محل کا ذکر جایا جاتا ہے۔

اگر فرشتہ کی۔ وایت صحیح سمجھی جائے کہ علاء الدین غلی لال محل میں رہتا تھا اور وہیں وہ مرا بھی اور وہیں ہے اُس کی نعش دفن کی غرض سے مچلی تو یہ محل ضرور بلبن ہی کا ہوگا جو راجپوتوں کی دلی میں جس کو پرانی دلی بھی کہتے ہیں ہوگا۔ سرسید لکھتے ہیں کہ قلعہ مرزغن کو شک نعل کے پاس ہی بنایا گیا تھا اور بلبن اُس میں دفن کیا گیا، اس سے بھی کو شک نعل کے مقام کے یقین میں مدد ملتی ہے کہ بلبن کی قبر اور کو شک نعل دونوں راجپوتوں کی دلی کے حروف میں تھے اور قلعہ مرزغن بھی وہیں تھا۔ بقول امیر خسرو اور ابن بطوطہ کے مرزغن کو قلعہ غلطی سے کہا گیا ہے۔ مرزغن کو بلبن نے ۶۷۶ھ میں دلی کی تخت نشینی کے وقت بنوایا تھا۔ وجہ تسمیہ اس کی کچھ معلوم نہیں ہوئی لغوی معنی تو اس کے دوزخ۔ گورستان اور نکلیٹھی ہیں۔ قدیم مورخین نے اس کو صرف ایک مکان سے تعبیر کیا ہے جو بالعموم ”دارالامان“ کے نام سے مشہور تھا۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ ”اس محل میں قرض داروں کے قرضے چکائے جاتے تھے اور ہر شخص کے معاملات کا منصفانہ تصفیہ اس میں ہی ہوتا تھا۔ ہر دشمن کو یہاں پناہ اور امن ملتا تھا۔ تیرھویں صدی میں جب ابن بطوطہ دہلی میں آیا تو یہ محل موجود تھا چنانچہ اُس نے لکھا ہے کہ وہ بلبن نے ایک محل بنوایا تھا جس کا نام ”دارالامان“ تھا۔ بادشاہ اسی محل میں دفن ہوا اور میں خود اس کی قبر پر گیا ہوں۔“ یا بر بھی اس محل میں آیا تھا اور بلبن کی قبر پر بھی گیا تھا اُس نے بھی کسی قلعے کا ذکر نہیں کیا۔ ابو الفضل نے البتہ اس محل کو قلعہ لکھا ہے جس کی تقلید مابعد کے لوگوں نے بھی کی ہے۔ امیر خسرو ابن بطوطہ مکان ”کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ۶۸۳ھ میں بلبن کا بڑا بیٹا جو ملتان کا گورنر تھا منسلوں کی لڑائی میں لاہور میں مارا گیا۔ برنی لکھتا ہے کہ اس ناگہانی سانحے سے ملتان میں گہرام پڑ گیا اور اُسی وقت سے شانہ اوے کو خان شہید کا لقب ملا۔ بادشاہ کے صدمے اور الم کا کچھ نہ پوچھیے۔ دن کو دربار کرتا تھا لیکن ساری ساری رات اُسے ترپتے گزرتی سی۔ اپنا لباس فرط غم سے چاک کر ڈالتا اور سر پر خاک مڑاتا تھا۔

گر پیر نو د سالہ میر و عجیبے نیست
ایں ماتم سخت است کہ گویند جواں مو

اس وقت بادشاہ کا سن اسی برس کا تھا۔ بلبن کی سلطنت قریب الاختتام تھی اور اسی صدے میں گھل کر اُس نے ۶۸۶ھ میں انتقال کیا اور دارالسلام میں دفن ہوا۔ بلبن کی قبر قطب مینار سے چند سنت کا رستہ پر اور قطب صاحب کی ویران بستی کے کھنڈروں سے جواب بالکل آجڑی سو گز کے فاصلے پر ہے۔ یہ قبر بڑے بڑے پتھروں کی چھوٹی چھوٹی دیواروں کے احاطے میں جس میں چھوٹے چھوٹے اساق بنے ہوئے ہیں۔ اسی کے پاس ایک بہت بڑے احاطے کا نشان ہے جو غائبانہ کوئی محل سرا ہے مگر اب اور اغلب ہے کہ یہی محل دارالامان تھا۔ اب جو حالت قبر کی پر وہ بس یہ ہے کہ خالی چار دیواری کھڑی ہے کہ جس کے سارے پتھر باہر کے لوگ اکٹھا کر لے گئے اور دیواریں بحالت موجود پتھر اور پونے کا ایک ڈھیر پڑا ہوا ہیں اور بیاد کے دیکھنے سے دیوار کا آثار نو فیت کا معلوم دیتا ہے۔ بلبن کی قبر انش کی قبر سے دو چند بڑی ہے۔ اس کے گنبد کو گرے ہوئے کچھ بہت زیادہ عرصہ نہیں ہوا کہ اب بھی چو طرف لمبے بکھر پڑا ہے۔ قبر کا تعویذ تک لوگ اکٹھا کر لے گئے لیکن خالی قبر کا نشان اب بھی موجود ہے۔ اس گنبد کے چار دروازے ہیں۔ مغرب اور جنوب کے دروازے بہ نسبت مشرق اور مغرب کے دروازوں کے ذرا بڑے ہیں۔ مشرقی اور مغربی دروازوں کی پشیمانی پر اب بھی کچھ مٹے مٹائے نشان کتبوں کے ہیں جو باطل پڑے جانے کے قابل نہیں ہیں۔ گنبد کے کونے باہر سے گول کیے ہوئے ہیں اور گنبد کی شکل بہت پہلو تھی۔ اسی کے قریب ایک اور چار دیواری ہے اس کا گنبد بھی گر پڑا ہے۔ یہ سید اس گنبد کو بلبن کے بیٹے خان شہید کا بتلاتے ہیں۔ یہ گنبد بہ نسبت بلبن کے گنبد کے بہت چھوٹا ہے اس میں قبر کا پتہ نہیں۔ اس گنبد کا دروازہ بہت بڑی محراب کا اور کشادہ ہے مگر اب بالکل گرنے کے قریب ہے۔ اس کی محراب کے اندرونی رخ پر دیکھنے سے کچھ جھلک رنگ کی بھی نظر آتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگین کام بھی تھا۔ شمالی دیوار میں کوئی دروازہ نہیں ہے۔ جنوبی دیوار میں البتہ ایک دروازہ بلبن کے منبر کے میں آئے جانے کا ہے۔ مغربی دروازہ اب تک موجود ہے۔ مغربی اور جنوبی دیواروں کے دروازے بہ مقابلے صدر دروازے کے جو مشرق رو ہے بہت چھوٹے ہیں۔ چھوٹے صحن کے گنبد کی دیواروں اور

محراب دار دروازوں کے نشانات اب بھی بعض بعض جگہ ملتے ہیں۔ بڑے احاطے کے نشانات اور بھی زیادہ معدوم ہیں مگر پھر بھی کہیں کہیں نظر آجاتے ہیں۔ عام خیال یہ ہے کہ غیاث پور غیاث الدین بلبن کا بسایا ہوا جیسا کہ اُس کے نام سے خود ظاہر ہے مگر یہ ایک معمولی سا گاؤں تھا جس کی شہرت پرانی دلی۔ کلوٹھری سیری یا تعلق آباد کی طرح نہ تھی۔

لال کوٹ

ہم کو یہ معلوم نہیں کہ اننگ پال اول کے کتنے جانشین تھے جنہوں نے اُس کی دوبارہ بسائی ہوئی دلی میں سلطنت کی۔ جنرل کننگھم دو ہندی متلی کتابوں پر سے لکھتے ہیں کہ اننگ پال دوم جو نگار پال کا جانشین تھا اور جس نے سن ۱۲۶۷ء میں دلی بسائی تھی۔ اُس نے اپنے آباد شہر کے پاس ہی ایک قلعہ بھی بنوایا تھا جو ”لال کوٹ“ کے نام سے مشہور ہے۔ دلی کے پینڈوؤں کو جھاٹوں کی تحریرات میں کہیں لال کوٹ کا پتہ نہیں ملتا۔ راجیو نل صاحب آئری مجسٹریٹ جو دلی میں سب سے زیادہ ان امور سے واقف ہیں اُن کا خیال ہے کہ زمانہ مابعد کے کوٹنگھل کی طرح لال کوٹ بھی بادشاہوں کی اقامت گاہ رہا ہوگا۔ مگر چاند یا دوسرے مسلمان مورخین نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ جنرل صاحب کہتے ہیں کہ مسلمان مورخین لال کوٹ کو قلعہ راجیو تھورا کا ایک جزو سمجھتے تھے اور اسی وجہ سے جداگانہ طور پر اُس کا کہیں ذکر نہیں آیا۔ موضع مہرولی کے باشندے جہاں لال کوٹ کے ٹھنڈے ہیں کہتے ہیں کہ تھورا کے مندر کے پاس لال کوٹ نام کی ایک بڑی مشہور عمارت تھی جیناچہ چند شاعر کا بیٹا ہے کہ اننگ پال نے بیاس کی بات سن کر غور کیا اور ایک محل بنا دیا شروع کیا (کانواول پر تھی راج ریاس) مسلمان مورخین کے سکوت نے ہم کو بڑی شکل میں ڈال دیا ہے اور اُن کا یہ سکوت ہمارے تحیر کا باعث ہے کیوں کہ یہ لوگ بڑے پائے کے اور تفصیلی وقائع نگار تھے۔ مقامی لوگوں کا کہنا کچھ زیادہ لائق اعتبار نہیں۔ اس پر یہ طرہ یہ کہ ہندو مورخین بھی اس معاملے میں بالکل ساکت اور صامت ہیں۔ سٹر بگلر نے جنرل کننگھم کی

رای کے خلاف لال کوٹ کی حدود سے مسلمانوں کے مسمار کردہ
 منادر۔ وہاں کی لاٹ اور خشک شدہ سنگ تال سب کو خارج کر دیا
 سنگ پال کا لال کوٹ غالباً سنگ سرخ کا ایک بڑا محل تھا جس کی حیثیت
 کو یا توجہ ہانوں نے بدل دیا یہ کہ اُن کی نظر ہو کر نیست و نابود ہو گیا۔

انہیک تال
بکری برکت ۱۰۹

کے شمال کے رخ پر سجدت الاسلام کے شمال و مغرب کی
گوشتے میں کوئی پاؤ میل پر جو ایک بڑا گہرا اخلا نظر آتا ہے وہ اسی تالاب کا
ہے جس کا طول شمالاً جنوباً ۱۶۹ اور عرض مشرقاً مغرباً ۱۵۴ اور عمق ۴۴
ہے یہ تالاب راہ انیک پال تور ثانی دلی کے راہ نے بنوایا تھا چنانچہ
اُسی کے نام سے اب تک مشہور ہے۔ سرسید لکھتے ہیں کہ ^{۱۳۱۱ھ} ۱۸۹۶ء تک یہ
تالاب درست حالت میں تھا۔ اور ^{۱۳۱۷ھ} ۱۹۰۰ء میں ^{۱۳۱۷ھ} ۱۹۰۰ء کی
ادھوری لاٹ کی تعمیر کے لئے اسی تالاب سے پانی جاتا تھا جس کی
نالیوں کے نشانات اب تک بھی بعض بعض جگہ پائے جاتے ہیں۔
اب یہ تالاب بالکل خشک ہے حتیٰ کہ موسم بارش میں اتنا بھی پانی نہیں
ٹھہرتا کہ اس کے شکم تو تر رکھ سکے۔

انیک پور
بکرمی سہ ماہی ۱۹۶۶ء

پانی رو کا گیا ہے۔ اگر ہم اس بند کی قدامت کو خیال کریں جس پر صدیوں کی صدیاں کس میرسی کی حالت میں گزر گئیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شمالی حصہ ہند میں یہ فن تعمیرات کا بڑا مصاری کام ہے۔ یہ بند ایک گھاٹی پر بنایا گیا ہے جس کا منسوب ہے۔ اسی عظیم الشان اور پر شوکت بند کے شمال میں یہ موضع ہے جس کی

آبادی تخمیناً ہزار نفوس کی ہے۔ سرسید لکھتے ہیں کہ اس گاؤں کو راجہ انیک پال تنورثانی نے جو دہلی کا راجہ تھا ۱۶۶۶ء میں آباد کیا تھا اور اسی کے نام سے یہ گاؤں موسوم ہے لیکن جنرل کننگھم اس سمت کو بلتھی سمجھتے ہیں اور اس حساب سے موضع کی آبادی کا سال ۱۶۸۰ء قرار دیتے ہیں۔ اسی راجہ نے بہاؤوں کے پنج میں سیر و شکار کے واسطے ایک نہایت نفیس بند بن کر پانی کوڑو کا ہے۔ اس بند کے دو طرف تو پہاڑ ہیں اور پنج میں ایک چھوٹی سی گھاٹی تھی اُس گھاٹی کو بند سے بند کر دیا۔ یہ بند بالکل پختہ اور مستحکم ہے اور سرتا پانچھڑ کا بنا ہوا ہے۔ بند پایہ میں ۵۰ چوڑا اور ۲۰ اونچا ہے۔ اس بند کے پنج میں ایک دروازہ گہرا اور ۲۰ چوڑا ہے۔ اس در کے سامنے تین نالیاں آٹھ آٹھ فیٹ اونچی بنی ہوئی ہیں یہ نالیاں دیوار کی ساری چوڑائی میں دوڑی ہوئی ہیں۔ ان نالیوں کی دونوں طرف پانی چھوڑے اور بند کرنے کی کھڑکیوں (Sluice) کے نشان اب تک موجود ہیں۔ اس محراب کے دونوں جانب ۳۷۔۷۷ فیٹ لمبی دیوار جس کی سترہ سیڑھیاں اب موجود ہیں اور پرانے زمیندار بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ہوش میں تندر آدم سے سوا اور نیچا تھا اور کئی سیڑھیاں اور کھلی ہوئی تھیں جو اب دب گئی ہیں۔ موری اس بند کی اتنی بڑی ہے کہ کھڑا آدمی اُس میں سے چلا جاتا ہے۔ اگرچہ اس بند میں اب پانی نہیں ٹھہرتا مگر پچھڑ بھی جرڈوں میں سے بارہ مہینے پانی رستار ہوتا ہے۔ اسی زمانے میں راجہ نے اسی بند کے پاس ایک بہاؤ کی چوٹی پر گاؤں کے شمال مغرب کی طرف ایک چھوٹا سا قلعہ بنانا شروع کیا تھا۔ مشہور ہے کہ قلعے کی چار دیواری کے سوا اور کچھ بننے نہیں پایا تھا۔ اب وہ چار دیواری بھی نہ رہی۔ کہیں کہیں سے دیوار کا ٹوٹا چھوٹا نشان اب بھی دکھائی دیتا ہے۔ کنور بھوپال جو انیک پال کا بیٹا تھا اس جگہ آباد ہوا جینا پنے ایک عرصے تک اُسی کی آل اولاد بستی رہی جو تھی پشت میں سہی سا کرانے ایک گوجر نے گھر میں ڈال لی اور اُس سے

تاریخ نوشتہ جناب محمد چندیانی صاحب نامی کوہ سوار نظامی صدر مدرس دہلی

ضلع راجپور دکن

مشہور ہونے میں یہ آپ بے عدیل
یہ جلوہ گاہ بطور ہی شکر کی کھیل
نمروہ آستان یکہمی گلخن خلیل
معیار غیر و شر کی ہو دنیا میں یہ دلیل
رہتے تھے جس میں شیر و شکر کثرت و دلیل
حکمائے بے نظیر کی یہ ساحت ذلیل
شعراے نامدار کی یہ مسند جلیل
ایک ہی بساط پر تھے یہاں اشرف و ذلیل
یہ جلوہ گاہ حضرت اور نگ شاہ عقل
ہو چپہ چپہ فن عمارت کا خود وکیل
رہتے تھے اس میں شیر مکن شہسوار پیل
بازار حسن - حلقہ خوبان مہجیل
دہلی تھی سرزمین پر فردوس کی شیل
جس کا خیال موجب آسائش طویل
جان بخش کائنات رہی جس کی قال قیل
جو فاضل بیکانہ ہیں علامہ عدیل
انداز گفتگو ہو روانی مسلسل
سرمایہ حیات ہو انداز قال و قیل
حالات میں صحیح صحیح تاریخ ہو آہیل

دہلی کا ضلع روئے زمیں پر نہیں ہو آج
اسلام و کفر نے کیے یاں راجد ہا نیل
عزل و نصب رہا ہونے کا قاعدہ
آماجگاہ ایض و اسود ہوا اس کی شان
ترک و عرب کی جان تھی اک وہ بھی عہد تھا
علمائے علم کے اسے مرکز کا فخر ہو
عقلائے روزگار کی یہ بزم عام تھی
ہر ایک علم و فن کے یہاں آزمودہ تھے
یہ تخت گاہ اکبر و محمد و پد شکوہ
آثار جن کے آج میں مشہد کائنات
اس کو خرف ہونے کا خاص و عام کا
دنیا میں اس کا نام عروس البسلام تھا
آتے تھے اس کو دیکھنے سیاح نامور
جس کا سودا باعث تسکین اضطراب
ہر روزہ ذرہ جس کا راجا جان افتاب
تاریخ اس کی لکھی بشیر نذیر نے
طرز بیان حسن ادا دل فریب ہو
کوثر میں جو معلی ہو وہی یہ زبان ہو
مبسوط واقعات میں دہلی کے بے بدل

تاریخ الطباع بگفتہ سرور شغیب
نامی بدل نویس کہ ہے تاریخ بے عدیل

قلعہ سرزغن ۶۶۵ھ

جب سلطان غیاث الدین بلبن بادشاہ ہوا اُس نے ۶۶۵ھ میں ایک قلعہ بنایا اور اُس کا نام سرزغن رکھا اب اس قلعہ کا نشان تک باقی نہیں رہا مگر لوگ کہتے ہیں کہ جہاں حضرت نظام الدین اولیا کا مزار ہے وہاں تھا بلکہ اسی کی آبادی کا موضع غیاث پور نام ہے۔

قلعہ علاول ۶۹۵ھ

جب کہ سلطان علاؤ الدین خلجی بادشاہ ہوا اُس نے اپنے عہد میں کہ ۶۹۵ھ سے شروع ہوا تھا ایک اور قلعہ بنایا اور اُس قلعہ کا نام سری رکھا۔ چنانچہ اب بھی قطب صاحب کو جاتے ہوئے بائیں ہاتھ کو اُس قلعہ کا کچھ کچھ نشان پایا جاتا ہے۔ یہی قلعہ علاول بھی کہلاتا تھا۔

سیری یا دہلی علانی

۳۳۱ھ ہجری

دیدم چغندشتہ در صبح و پکار

بر کنگرہ مقبرہ نوشرواں شاہ

فریاد کنان ز رو عجزت می گفت

کو اں ہمہ حشمت و منال آن جا

بقول میر سید علاؤ الدین خلجی نے ۷۱۳ھ میں سیری نام موضع کے پاس اسی نام کا ایک قلعہ بنوایا۔ یہ موضع راجی پتھورا کے قلعے سے شمال و مشرق میں کوئی دو میل پرے ہٹ کر ہے اب اس جگہ شاہ پور یا شاہ آباد آباد ہے۔ مغل حملہ آوروں نے دو مرتبہ پرانی دلی کو لوٹا۔ اس لئے علاؤ الدین نے راجی پتھورا کے قلعے کو دور کیا اور اس کے علاوہ خود بھی ایک نیا قلعہ بنایا جس کا نام "سیری" رکھا۔ دلی کی پیالی لوٹ کا بدلہ علاؤ الدین خلجی نے یوں لیا کہ اُس نے اُس قلعے کی بنیاد اور فصیلوں میں ایک دم سے آٹھ ہزار غیلوں کے چنوا دیئے۔ قلعہ کی فصیل پتھورا چوڑے کی پختہ بنی ہوئی تھی۔ یہ قلعہ کیا بہ اعتبار عمارت کے اور کیا لحاظ

مقاصد فوجی کے اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ ۹۴۰ھ میں شیر شاہ نے اس قلعے کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اس کا سارا مال مسالا ڈھلو کر ایک نیا شہر شیر گڑھ اپنے نام سے بسایا اور اُس میں لگایا۔ تیمور نے سیری کی نسبت لکھا ہے کہ ”یہ ایک دور شہر ہے جس کی عمارت بلند اور دیواریں اینٹ پتھر کی نہایت مضبوط بطور گڑھی کے ہیں۔ پرانی دہلی میں بھی اسی قسم کا ایک قلعہ مرکروہ اس سے کچھ بڑا ہے۔ اس قلعے سے پرانی دہلی تک ایک نہایت مضبوط فصیل پتھر پونے کی ہے۔ سیری کے سات دروازے ہیں چار باہر وار کوئین جہاں پناہ کی جانب اندر وار کو۔“ یزدی نے اپنے ظفر نامے میں لکھا ہے کہ ”سیری کی شمال مشرقی فصیل سے پرانی دہلی کی جنوب مغربی فصیل تک دو طرف ایک اور فصیل بنائی گئی ہے اور اس کا دینی قلعہ جہاں پناہ کہلاتا ہے۔“ عبد اسلامی کی تیسری سلطنت سیری میں تھی۔ سلاطین خاندان غلامان نے باسنشائے کیقباد جو اس خاندان کا آخری بادشاہ تھا سب قلعہ راجہ پتھوراہی میں رہے۔ جلال الدین خلجی نے کیقباد کے کلہو کھری والے قلعے کی تکمیل کی جس کا نام بعد میں ”نیا شہر“ پڑا۔ اُس کے نہیچے اور جانشین علاء الدین خلجی نے سیری کا قلعہ بنایا جو ۱۳۲۱ء تک دار السلطنت رہا۔ جس کے بعد سلطان غیاث الدین تغلق نے تغلق آباد کا ایک نیا شہر بسایا اور وہیں قلعہ بھی بنایا۔ قلعہ سیری کے ٹھیک مقام کی نسبت اختلاف ہے۔ برجس۔ لونی۔ کوپا و کیمبل صاحب قطب صاحب میں بتاتے ہیں۔ لفٹنٹ برجس کے علاوہ کرنل لونی اور مسٹر کوپ جھوں نے آثار قدیماہ دہلی پر نہایت عمدہ مضامین لکھے ہیں لیکن انھوں نے اس قدر تعجیل سے لکھا ہے کہ ان کی رائے استناد امیں نہیں کی جاسکتی۔ مسٹر کیمبل البتہ سوچ سمجھ اور تحقیق سے لکھنے والے ہیں لیکن جنرل کننگھم صاحب کی تحقیق سے زیادہ قابل توثیق ہے۔ چنانچہ سٹیفن صاحب نے بھی بہت کچھ جھان بین کے بعد بھی یہی رائے قائم کی ہے کہ اگر موضع شاہ پور وہ جگہ نہیں ہے جہاں کہ سیری کا قدیم شہر بنا تھا تو پھر یوں سمجھنا چاہئے کہ اور کسی دو سیری جگہ تو اس کا پتہ چل بھی نہیں سکتا تیمور اور یزدی کے جو دہلی کے تینوں شہروں کا تذکرہ کیا ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شہر کی آبادی کا شمالی مشرقی حصہ سیری تھا اور سیری کے شمال مغرب

میں دہلی شہر تھا جو سیری سے کہیں بڑا تھا اور ان دونوں کے بیچ میں جہاں پناہ کی آبادی تھی جو دہلی سے بھی بڑا شہر تھا۔ جنرل صاحب نے سیری کا مقام وہی قرار دیا جو جہاں کہ فی زمانہ شاہ پور آباد ہو رہا ہو اور یہی راجہ مسلمان مورخین کی بھی موجودہ دہلی کو شاہ پور کے جنوب و مغرب میں بتلاتے ہیں اور جہاں پناہ کو دہلی اور شاہ پور کے بیچ میں اور ساتھ ہی اس کے شاہ پور کو دہلی سے چھوٹا بتلاتے ہیں۔ سیری کی جغرافیائی پوزیشن (تعیین مقام) کے متعلق برجس صاحب اور ڈان کے ساتھ اور چند اصحاب کی رائے ایک طرف اور جنرل صاحب کی رائے ایک طرف۔ مزید برآں جنرل صاحب کی رائے کی تائید میں بہت قوی دلائل موجود ہیں:-

(۱) قلعہ راجہ پتھورا کے باہر سیری کی بستی تھی۔ حوض رانی کے میدان کی طرح سیری کی زمینات بھی بطور کیمپ کے استعمال کی جاتی تھیں۔ جب کی قباو نے ۱۶۹۶ء میں سیری کو دارالاقامہ مقرر کیا تو کہا جاتا ہے کہ لشکر کا میمنہ تل پٹ میں تھا اور میمنہ پٹ میں تو قلب لشکر لا محالہ بجوں بیچ میں موضع شاہ پور میں آکر ٹھہرتا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ سیری کی بستی قلعہ راجہ پتھورا کے باہر تھی اور مواضع اندر پٹ اور تل پٹ کے بیچ میں تھی۔

(۲) سیری کی بنیاد خواہ بطور شہر کے سمجھی جائے یا بطور قلعے کے ۱۶۹۶ء ہی لیکن سیری کی بستی کا وجود ۱۶۹۶ء سے پایا جاتا ہے کہ وہ جنہا کے کنارے پرانی دہلی اور نئے شہر دونوں کے بیچ میں سیری نام کی ایک بستی تھی جب علامہ الدین خلجی کا بھانجا رکن الدین ابراہیم پرانی دہلی میں تخت نشین ہوا تو علامہ الدین کا قیام سیری میں تھا (برنی)۔ اس زمانے میں سیری کے نام کا کوئی قلعہ نہ تھا تو علامہ الدین لا محالہ سیری کی بستی ہی میں رہتا ہوگا۔

(۳) ۱۶۹۶ء میں سلطان علامہ الدین نے بڑے ترک و احتشام سے دہلی سے کوچ کیا اور اپنے خیام سیری میں نصب کرائے (برنی)۔ تو یہ خیام ضرور دہلی شہر کے قریب تھا۔ یہی ہونے لگاتار باب شہر میں تو بہ نہیں سکتا ضرور کے باہر ہی ہوگا۔

(۴) ایک دوسرے موقع پر یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ علامہ الدین نے شہر سے کوچ کر کے

سیری میں مقام کیا۔ شہر سے مراد پرانی دہلی ہے اس سے بھی ظاہر ہے کہ سیری ایک جداگانہ مقام تھا۔

(۵) مغلوں کے پیاؤ خطرناک حملوں نے علاء الدین خلجی کو دہلی کے پرانے قلعوں کی مرمت کرنے پر مجبور کیا اور اُس نے ایک نیا قلعہ بھی بنوایا پس اگر یہ نیا قلعہ پرانی دہلی کے اندر ہی ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ اُس کا ایک جداگانہ نام سیری رکھا جاتا۔ ابو الفضل نے جو سیری کا ذکر کیا ہے بالکل غلط ہے کہ شہر بنا ایک جگہ ہو اور نام دوسری جگہ کا رکھا گیا ہو۔ جب کہ نئے قلعے کا نام سیری تھا تو یقیناً وہ راہ پتہ اور اس کے قلعے کی چار دیواری کے اندر تو بنا ہی نہ ہوگا۔ ہم اوپر امیر تیمور اور بیزدی کی تحریرات کا حوالہ دے آئے ہیں جن میں اُنھوں نے تین شہروں کا ذکر کیا ہے جو سب مل کر دہلی کہلاتے تھے۔ ابن بطوطہ نے ایک چوتھی دہلی بھی لکھی ہے یعنی ہندوؤں کی دہلی کہتی تھی۔ پرانی دہلی اور سیری کو وہ مسلمانوں کا دار السلطنت کہتا ہے۔

اگر پردہ برگیری از روئے خاک

روی تابہ مغیتم زمیں درمغاں

قصر ہزارستون

۳۱۳ھ

رخ نوعروسان مہوش بود

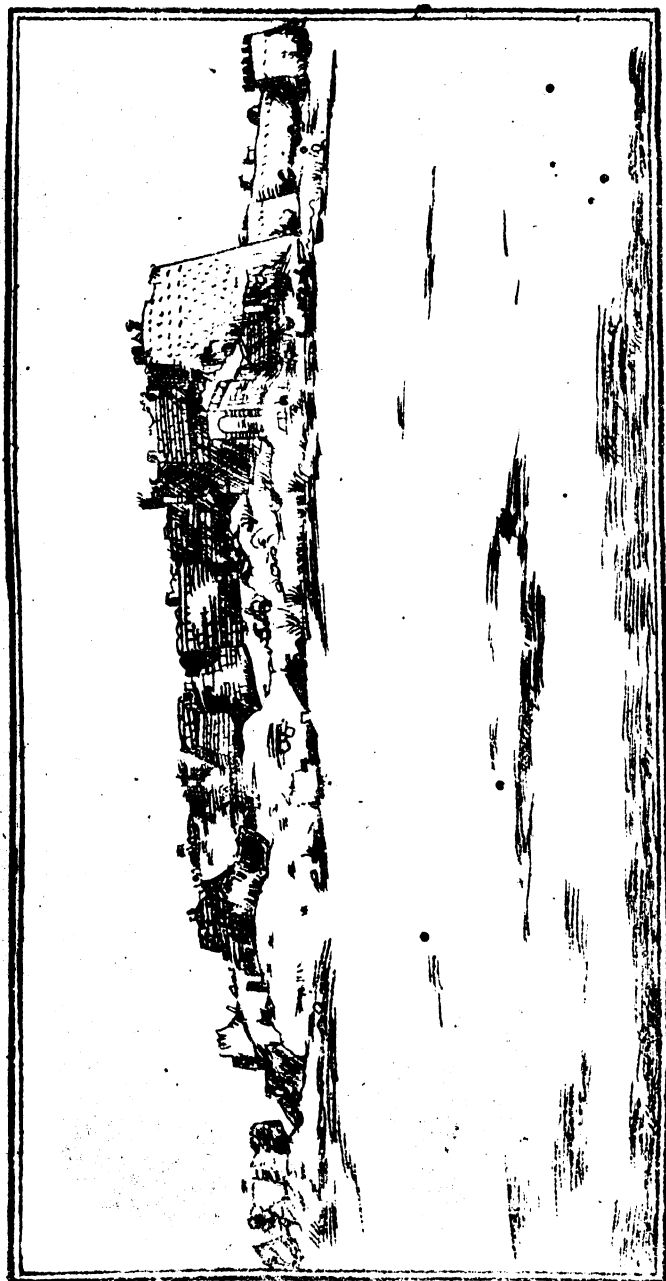
ہمہ فرق شاہان سرکش بود

پس و پیش او حیرت و حسرت است

سرپائے گیتی ہمہ غیرت است

۳۱۳ھ میں جب علاء الدین خلجی سیری میں قلعہ بنوا چکا تو اُس نے ایک محل بھی بنوایا جس کا نام چوتھی دہلی پوچھ بھی تعجب کی بات نہیں رڈلی ہرن صاحب نے اپنی کتاب میں سات دہلیاں بتلائی ہیں پہلی دہلی۔ شہری۔ تعلق آباد۔ جہاں پناہ۔ فیروز آباد۔ شیر شاہ کی دہلی۔ شاہ جہاں آباد۔ اور آٹھویں دہلی راہی سینا میں اب انگریزوں کے عہد میں بن رہی ہے۔ صَاہُا اللہ تَعَالٰی عَن حَوَادِثِ اَلْاَمَیَّاتِ





11. 12. 13. 14.

نام ”ہزارستون“ رکھا۔ اُس زمانے کے دستور کے موافق اس محل کی بنیاد اور
 سطوں کے ہزاروں سرچن ڈگئے۔ جنرل کنگسٹن اُس محل کا مقام قلعہ سیری قصبہ شاہ پور کے
 اندرونی نصف مغربی حصے میں بتلایا ہے۔ مسٹر بگلر نے اس کے خلاف قلعہ سیری
 میں جنوبی فصیل سے کچھ آگے بڑھ کے اس کے کھنڈور یافت کیے ہیں۔ امیر تیمور
 نے اس محل کو عمارت ہزارستون سے گڈنڈ کر دیا ہے جس کو محمد تغلق شاہ عرف
 بجونا شاہ نے عادل آباد عرف محمد آباد میں ۱۳۶۸ھ میں پچیس برس بعد بنوایا تھا۔
 چنانچہ محمد شاہ تغلق نے زمانہ شاہزادگی لکھا ہے کہ ”بیمات نے محل ہزارستون
 کے دیکھنے کی خواہش کی جسے ملک بجونا نے قلعہ جہاں سناہ کے اندر بنوایا تھا۔“
 کھنڈر کے دیکھنے سے اس محل کی اصلی شان و شوکت کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا
 امیر خسرو لکھتے ہیں کہ ”ملک کافور جو علاء الدین غازی کا ایک نامور سردار تھا جب وہ بھگل سے
 سٹے شمار دولت لوٹ کر لایا تو وہ ساری ساری سنہری محل کے سامنے لوگوں کو
 دکھلائی گئی تھی لیکن تاریخ فیروز شاہی میں اسی واقعے کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے
 مگر وہ اس واقعہ کو قصر ہزارستون میں ہونا لکھتا ہے۔“

علاء الدین غازی کی وفات ۱۲۱۰ھ کے پچیس دن بعد ملک کافور شیر عظم سلطان
 علاء الدین کو قطب الدین مبارک شاہ کے غلاموں نے اسی قصر ہزارستون میں قتل کر دیا۔
 ۱۲۱۰ھ میں خسرو خاں کے ہندو ملازمین نے سلطان قطب الدین مبارک شاہ کو
 اسی محل کے کوٹھے پر قتل کیا جس کے چند مہینے بعد خسرو خاں بھی غیاث الدین تغلق شاہ
 کے حکم سے اُسی جگہ جہاں قطب الدین مبارک شاہ مارا گیا تھا اس کی بھی گردن
 ماری گئی اور جس طرح قطب الدین کا سر محل کے نیچے پھینکوا گیا تھا اس کی نعش
 بھی سر راہ پھینک دی گئی اور کہہ کر دو کہ نیافت کا مضمون صادق آیا۔ اور اسی سال
 اسی محل میں تغلق شاہ بھی تخت نشین ہوا اور سردار قطب الدین اور علاء الدین
 اپنے مرہٹوں کے دوسرے بیٹوں کے ساتھ جو براسلوک ہوا تھا اُس پر پرت رویا۔
 اس مشہور محل میں ایسے ایسے اہم و سترگ تاریخی واقعات گزرے لیکن
 یہ کہ یہ محل کس قسم کا تھا کچھ بہتہ نہیں چلتا سوائے اس کے کہ ہم اس کے نام پر
 اندازہ کر لیں کہ جس محل کے کہ ہزارستون ہوں گے وہ اسی مناسبت سے کہتی بڑی

اور کیسی عظیم الشان عمارت ہوگی لیکن فنا کی دست درازی کا سبب شکار ہیں۔ دنیا کی ساری چیزیں فانی اور مٹنے والی ہیں چنانچہ اس محل کو لیجئے کہ با این شان و شوکت آج ہم کو ضرورت اس تلاش کی پڑی ہو کہ وہ کس مقام پر تھا۔
ایسا مکان بناؤ جو بن کر گرا نہ ہو پیدا ہوا ہو کوئی بشر جو مرانہو

جہاں پناہ

۶۲۸
۱۶۶۶ء

ویرانہ دہلی میں جو گیا اک فاختہ مجھ سے یوں بولی
پیغام تھے اک دیتی ہوں سن ای غافل کو کو میری
یہ ویرانے جو دیکھتے ہو معمور تھے آبادی سے کبھی
یاں شہر بھی تھے باغات بھی تھے بستی تھی کنار جو میری

گوچرخِ فلک کی گردش سے روپوش ہوئی محفل اپنی
ہر آج کے دن تک تجسس یہ چشمِ نظارہ جو میری
شاہوں کے مقابر کو دیکھو عبرت کے مناظر کو دیکھو

اینٹ اینٹ میں قصرِ مجیدی ہو دیکھتی آنکھ ہر سو میری
تھا شور جہاں تکیروں کا ہنگامے تھے جڑوں کے

اب عالم ہو ہر چار طرف بانی ہر فقط کو کو میری

نت رنگ نیا ہو دنیا کا مایوس نہ ہوا میرے خبرو

کہتی ہو یہ کو کو میری۔ کہتی ہو یہ کو کو میری

خاندانِ غلامان دہلی کے عہد میں قلعہ راجہ پتھورا کے چو طرف دور دور تک بستی ہی بستی پھیل گئی تھی۔ میواتیوں کی لوٹ مار سے قلعے والے پریشان تھے۔ کیتباد کی ضعیف حکومت نے ان لیٹروں کے حوصلے بہت بڑھا دیئے تھے سلطان علاء الدین خلجی کو تخت پر بیٹھتے ہی پہلے ہی مشکل پیش آئی کہ کھلے خزانے لٹس مچ رہی تھی۔ پانی بھرنے کے لیے جو عورتیں کنوؤں اور حوضوں پر جاتی تھیں ان کی جان غضب میں تھی۔ سیواتیوں کا یہ آسان شکار تھا ان کے کپڑے تک اُتروا لیتے تھے اسی لیے مغرب ہونی کہ شہر کے دروازے بند ہو جاتے تھے۔ یہ بادشاہ فیروز شاہ کی طرح نرم تھا اس نے اپنی سطوت اور جبروت کا سکہ اس طرح

بٹھایا کہ اُس نے میواتیوں کے ملک پر تاخت کی اور ایسی تلوار اور آگ برساتی
 کہ سب کے گھٹنے درست ہو گئے۔ جب مغلوں نے جلال الدین خلجی کے وقت
 میں دہلی پر حملہ کیا تو شہر کے مقامات کو لوٹ لاٹ کرتا ہوا چلا گیا اور جب جلال الدین خلجی
 سیرمی کی بنا ڈالی تو راجہ پتھورا کے قلعے کے مقامات اتنے بڑھ گئے تھے
 کہ دونوں شہر مل گئے تھے اور مواضع حوض رانی۔ ٹوٹی سرا۔ اور کھنڑی بھی
 اسی سلسلے میں آ گئے تھے۔ محمد تغلق شاہ کو خیال ہوا کہ تمام مختلف مقامات جو
 پرانی دہلی اور سیرمی کے بیچ میں پڑتے ہیں ان سب کو ملا کر میرے وقت میں ایک
 جداگانہ شہر بنائیوں نہ بسایا جائے جس سے مغلوں اور میواتیوں کی روک تھام
 کے علاوہ سیرمی ایک یادگار بھی رہے چنانچہ شہر میں یہ ارادہ پورا ہوا اور پرانی
 دہلی اور سیرمی دونوں کی آبادیوں کو فضیلیں کھڑی کر کے ملا دیا گیا اور جہاں پناہ نام
 رکھا گیا۔ شمال مغرب کی طرف کی فصیل قریب دو میل۔ کے اور شمال جنوب و شمال
 مشرق کی طرف کی دو فصیلیں سوا دو میل لمبی ہیں۔ اور تینوں فصیلوں کی لمبائی پانچ
 میل ہے۔ شمال مشرق کی طرف کی دیوار سیدھی نہ تھی بلکہ ٹیڑھی میڑھی تھی
 وہ تو گر گرائی اور مشرقی دیوار کو سیدھی تھی مگر وہ بھی گر گئی اب راجہ تمبیر سی پناہ
 جو جنوب رخ پر تھی وہ بھی بالکل سیدھی تھی اُس کا ایک ٹکٹ حصہ تو کر گیا ہو
 باقی موجود ہے۔ اس نئے شہر جہاں پناہ کے تیرہ دروازے پرانی دہلی اور سیرمی
 کے ملا کر تھے۔ ان تیرہ دروازوں میں سے چھ تو شمال مغرب میں تھے جن میں سے
 ایک کا نام میدان دروازہ تھا لیکن پرزوی اس کا نام حوض خاص دروازہ لکھتا ہے
 کیوں کہ وہ اسی نام کے حوض کی طرف کھلتا تھا (از تاریخ مبارک شاہی) باقی دروازے
 جنوب و شمالی رخ پر تھے۔ جن میں سے صرف دو کے ناموں کا اور بتہ چلتا ہو
 ایک حوض رانی دروازہ اور دوسرا برقعہ دروازہ۔ اس نئے شہر کے دیواری
 کے اندر ایک مشہور عمارت بدیع مندر جس کو عوام بچے منڈل کہتے ہیں تھی
 جس کا بیان اپنے موقع پر آیا ہے۔ ابن بطوطہ جہاں پناہ کے متعلق لکھتا ہے کہ وہ حضرت
 محمد شاہ تغلق نے رہنے کی غرض سے بنایا تھا اور اس شہر کی تعمیر سے اُس کا
 ارادہ یہ تھا کہ پرانی دہلی۔ سیرمی۔ جہاں پناہ۔ اور تغلق آباد۔ ان سب کو ملا کر محصور

کر دیا جائے۔ چنانچہ بادشاہ نے تفصیل کا کچھ حصہ بنوایا تھا لیکن چوں کہ مصارف و مہاشا ہوتے تھے لہذا دھور چھوڑ دیا۔ جنرل کنتنگم جہاں پناہ کو دلی کا ساتواں قلعہ لکھتے ہیں اور مشہور ضرب المثل ”سات قلعے یا باون دروازے“ کی صراحت یوں کرتے ہیں کہ حسب ذیل سات نو قلعے تھے۔ (۱) لال کوٹ۔ (۲) قلعہ راج پتھورا۔ (۳) سیری یا قلعہ علائی۔ (۴) تعلق آباد۔ (۵) قلعہ تعلق آباد۔ (۶) عادل آباد۔ (۷) جہان پناہ باون دروازوں کی یہ تفصیل ہے۔ لال کوٹ ۳۔ قلعہ راج پتھورا ۱۰۔ سیری ۲۔ جہان پناہ ۳۔ تعلق آباد ۱۳۔ قلعہ تعلق آباد ۲۔ عادل آباد ۲۔ جملہ ۵۲۔ لیکن مسٹر فنج اور مٹلارٹ نو قلعے لکھتے ہیں اور یہی صحیح بھی ہے۔ کیوں کہ کنتنگم صاحب نے کلمہ کھری اور غیاث پور کے قلعوں کو شمار نہیں کیا جو پہلے محصور تھے۔ رہا لال کوٹ اُس کا شمار ہندوستانیوں کی روایتوں میں قلعوں میں نہیں ہے۔ ہندوستانی مورخین صرف تعلق آباد کے باون دروازے اور چھین برج لکھتے ہیں لیکن کنتنگم صاحب سوطا ہی دروازے لکھتے ہیں جو غالباً وہ دروازے ہوں گے جو اب باقی ہیں اور پھر جنرل صاحب نے تعلق آباد کے پاس دو اور چھوٹے قلعے جو ہیں وہ بھی چھوڑ دئے ہیں اور ان کے دروازوں کو بھی قلعہ تعلق آباد کے دروازوں میں شمار نہیں کیا۔

باد منڈل جہاں پناہ میں اس نام کا ایک وسیع چبوترہ ہے جس پر سے اطراف و جوانب کا ایک عمدہ نظارہ ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ چبوترہ سلطان محمد تغلق کے قصر ہزار ستون کا ایک جزو ہے۔

دوسرا باب سلطان غازی

یہ مقام قطب صاحب سے تین میل ہو مگر رستہ پہاڑی ایسا پتھر ملا ناقص اور ناہموار کہ گھسی تو گھسی کہ بھی نہیں جاسکتا ہاں بیل گاڑی چل سکتی ہے بشرطیکہ اُلٹ نہ جائے۔ میں کہنے کو بیتے پر گیا مگر مجھے اپنے ہاتھ پاؤں تڑا بنے نہ تھے گیا بھی پیدل اور آیا بھی پیدل۔ قطب صاحب سے جاتے ہوئے داہنے ہاتھ کو پھوٹا۔ برج

ماتا ہوا اور بائیں ہاتھ کو سوباقوں کا گنبد ہی جو ایک بارہ درہ ہشت پہل برج ہو۔ راستہ دروغ برگردن راوی۔ مشہور یہ ہے کہ اس میں ایک فقیہ کی قبر ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے سوباتین کی تحقیر۔ یہیں ایک وسیع اور بچہ فصیل نما احاطہ بھی ہے۔ اس گنبد کے شمال کی طرف ایک اور چار دیواری میں مولینا شعیب کا مزار ہے۔ آپ مولینا کمال الدین ابو جمال الدین رحمۃ اللہ علیہما کے خلیفہ تھے۔ اس سے آگے بائیں ہاتھ کو پامنن کا مندر اور چوٹہ ہے جس میں مہادیو کا پندہ ہے۔ یہ مندر بہت پہل ہے جس کا ہر ضلع ۶ فٹ کا ہے۔ دو دروازے ہیں ایک جنوب میں دوسرا مشرق میں۔ سفر کی جانب ایک نیا بیچ درہ والاں بنا ہوا ہے اور اسی کے پاس جوٹہ یعنی چھوٹا سا تالاب ہے جسے دکن میں گنڈہ کہتے ہیں۔ اسی رخ پر اوپر کے والاں سے بٹا ہوا ایک اور بیچ درہ والاں ہے علاوہ اس کے سہ دریاں بھی ہیں مندر کے سامنے صحن میں ایک پرانا پیل کا دخت بھی ہے اب مندر سے آگے بڑھتے تو گنیشی لال دلی کے کسی باخیر شخص کا پختہ تالاب ہے اس سے آگے جو گاؤں ہے وہ مسعود پور کہلاتا ہے۔ سامنے واکچہ فاصلے پر جھکند نظر آتے ہیں یہی سلطان غازی کا مزار ہے۔

نصیب ماز باغ آفرینش میوہ غم شد
مقبرہ سلطان غازی ۱۲۳۱ھ

۱۵ عالم عامل در صورت و سیرت ملک مثال بود و در عطف تذکیر بے نظیر زبان خود در زمانے کہ او وعظ گفتہ و قرآن خواندے ہیچ کس را مجال عبور از اسجاں بودے اگرچہ خود بارگراں بر سر و ایستادہ شد و بہت جمع نمودے و اور اور وعظ حسب اختلاف مقامات و عدد و وعید حالات مارض شدے۔ جمیع اکابر و علماء شہر و ہائے وعظ او حاضر شدندے و اکثر از موالی و اہالی شہر و ابتدا شاگردا و بودند و الدماجدا و مولنا منہاج در آوان صفر از بدۃ لاہور بہ قصد تحصیل علم و دینی آمد و در تحصیل علم ریاضت شاکہ کشید بعد ازاں در عہد دولت سلطان بہلول بودے مفتی شہر شد و ہمیں جاسکوت فرمود۔ نقل است کہ مولنا منہاج در بعضے اوقات آرد و دروغن از دکانہا گدائی کردے و از اں چراغ ساختہ و تمام شب بظلمت پر دستختہ و چون روز شدے از جہاں نان بنتے و جہاں قدر کتفا کردے و بتابریں حال گزارید تا سطلے دست آورد۔ وفات مولانا شعیب در ۱۳۷۰ھ و قبر او بالاحض شمسیت متصل غافلک زین الدین کر اصلک انان مکند بود۔ (از اخبار الاخبار)



ناصر الدین محمود شاہ خلف اکبر سلطان شمس الدین التمش لکھنؤی کا حاکم تھا۔ تمام اراکین سلطنت اور رعایا اسی کو ولی تہد مانتے تھے مگر حکم قضا و قدر اس کے خلاف تھا۔ انسان سوچتا کچھ تو اور ہوتا کچھ تو۔ شاہزادہ یکایک ایسا بیمار پڑا کہ جان نہ ہو سکا۔ جب اس کی وفات کی خبر پہنچی تو اس کی دلی پوچھی تو اس کے ساتھ ہوش رہا سے شہر بھڑیں ایک کبرام بچ گیا۔ جو ان کی پیشگی مہلت کا دارا اس کے والدین التمش کو ایسا پونچا کہ جتنا غم کتنا تھوڑا تھا۔

سن چوں زیم کہ سیدہ من جاگ کردہ اند
نخست جگر بریدہ تہ خاک کردہ اند
نفس لکھنؤی سے دلی لائی گئی اور موضع یکایک پور میں جو قطب صاحب کے جنوب مغرب میں ساڑھے تین کو س پر بنی تھی کیا گیا۔ مرنے کے تین سال بعد ۱۲۶۹ھ میں باپ نے اپنے چھیتے چھیتے کا مقبرہ باپ کی چاہست کی آخری یادگار بنایا۔ اس مقبرے کا تہ خانہ بشکل ایک غار کے ہو اس واسطے غاری مشہور ہو گیا۔ تہ خانے کی وضع سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد اسلامی سے پیشتر کا بنا ہوا ہے۔ مگر اس بات کا فیصلہ مشکل ہے کہ یہ عمارت سرے سے اہل ہنود ہی کی تھی یا یہ کہ مسلمانوں نے ہندو کا گرو سے بنوائی تھی۔ مسلمان اس بات کو گوارا نہیں کر سکتے کہ اتنے بڑے بادشاہ نے اپنے چھیتے چھیتے کو کسی ہندو بت کے سے میں دفن کرنا گوارا کیا ہے۔ گنبد ایک مربع پختہ احاطے کے اندر ہے۔ اسے کرسی بوجہ کھنگی کے سیاہ پڑ گئی ہے۔ گنبد کا چھوٹا چارٹ ٹوانچ اونچا ہے۔ جس پر گول قبة بنا ہوا ہے جس کے چاروں کو ٹونچ برجیاں ہیں۔ گنبد میں داخل ہونے کا محراب دار و روازہ مشرق کی طرف ہے۔ صدر دروازہ احاطے کی دیوار سے تین گز بہت کر بغلی حجروں سے چار فیٹ کے فاصلے سے ہے جس کے اوپر ایک نشیمن نما کھڑکی ہے۔ صدر دروازہ تیس فیٹ اونچا اور چار فیٹ چوڑا ہے جس کے ادھر ادھر کے در چار فیٹ بہت ہیں۔ دروازے کی محراب کا احاطہ یہیں

مسلمین کے لیے ملاحظہ ہو صفحہ ۳۴۶

۱۵ اس شہر کا قدیم نام گوڑ تھا۔ بنگال کے ہندو راجاؤں کا دار الخلافہ تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ شہر کا نام لکھنؤی یعنی لکھنؤی تھا اور علاقے کا نام گوڑ بنگالہ تھا۔ ۱۲۰۰ء میں جب مسلمانوں نے ملک بنگال کو فتح کیا تو اپنا دارالحکومت اسی شہر میں رکھا اور تین سو سال تک (مقتدر نوٹ برصغیر آئینہ)

(محققین نے اسے کھنڈیوں میں کچھ دلوں کے حصے بادشاہ پنڈو میں جا رہے تھے
 جس کو حضرت پنڈو کہتے ہیں وہ بھی مالدرہ کے ضلع میں گورکھ کے قریب ہی واقع ہے۔
 فیروز آباد بھی اسی شہر کے ذرائع میں واقع تھا۔ شمس سراج عقیقہ نے لکھا ہے کہ فیروز شاہ
 نے سسٹھ میں کھنڈیوں پر چڑھائی کی تو اُس وقت اس شہر کا نام فیروز آباد رکھا تھا لیکن یہ غلط
 ہو گیا کہ اُس زمانے سے پہلے سکوں میں فیروز آباد نام درج ہو اور غلطیاً نام سلطان شمس الدین
 فیروز بن ناصر الدین بغرابی بنی بن لکھا تھا۔ جب گنگا کی وہ شاخ جس پر یہ شہر واقع تھا سوکھ گئی
 اور اُس کا پانی کسی اور سمت بہنے لگا تو لالہ کے باعث شہر کی آب و ہوا بگڑ گئی بنگال کے بادشاہوں
 نے اپنا پایہ تخت بدل دیا لیکن پھر بھی وہ ماکہ نہیں جگہ رہی۔ مسئلہ میں اُس کو شیر شاہ نے
 لوٹ لیا اور مسئلہ میں منعم خاں غاغاناں نے جو اکبر کا سپہ سالار تھا اُس پر حملہ کیا۔ آب و ہوا
 کے بگڑ جانے کے سبب سے حد اکثر شکاریں رہا بھلی گئیں اور فان خاناں بھی وہیں مر گیا۔ یعنی کہ جسے
 کہ اس زمانے کے بعد پھر گورکھ آباد ہو گیا لیکن یہ غلط ہو گیا کہ ابوالفضل نے جو
 آئین اکبری میں اس شہر کی بابت لکھا ہے اُس سے اس کی تردید ہوتی ہے اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے
 کہ شاہ شجاع کے وقت مغربی حصہ دارا اسی شہر میں رہے۔ حقیقت میں یہ شہر اُس وقت غیر آباد
 ہوا ہے۔ جب شاہ شجاع نے راج محل کو بنگالے کا دارالخلافہ بنالیا اور اُس کے بعد آباد نہیں ہوا۔
 پچیس تیس میل مربع میں مسجدوں اور بازاروں اور محلوں کے کھنڈر اب تک نظر آتے ہیں۔ اجڑے
 کے بعد اس کثرت سے جنگل ہو گیا تھا کہ آدمی کو وہاں جانے کا ہشت معلوم دیتی تھی لیکن اب کچھ عرصے
 سے جنگل مٹا دیا گیا ہے اور وہاں چھوٹی چھوٹی بھتیاں نکلتی چلی آتی ہیں۔ اُس کی اینٹوں سے
 انگریز آباد۔ مرشد آباد۔ مالدرہ اور پرنیہ کی عمارتیں بنائی گئی ہیں۔ اس کے دیواروں
 کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں یہ شہر کلکتہ سے کم نہیں تھا اور چھ یا سات لاکھ
 کی آبادی رہی ہوگی۔ اُس کی فعیل جو غلط شمال کی طرف تھی ہونی چاہی کہ وہ دیکھی گئی تو اُس کی
 بنیادیں سو فیٹ چوڑی ہیں اور کبھی کبھی خندق کا نشان ملتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سوا سو فیٹ سے کم
 چوڑی نہیں تھی۔ فعیل کے شمال مشرقی کنارے پر ایک محل کا کھنڈر پایا جاتا ہے جو سو فیٹ مربع تھا
 اُس کو راجہ بلال سین کا محل کہتے ہیں۔ فعیل کے باہر بھی آبادی کے کھنڈر ہیں اُس میں ایک تالاب
 سا گروٹی سو گھاسو گڑ لیا اور آٹھ سو گڑ چوڑا ہے اب تک موجود ہے جس کی بندش پچھتے اینٹوں کی جڑوں
 پر بنائی مٹات اور غریب گروہوں کے پاس ایک تالاب پیاس ناٹھی نام اب تک ہے
 (بھگت پرنیہ آباد)

لیکن اس کا پانی کھاری ہو کہتے ہیں کہ یہ تالاب قیدیوں کے استعمال کے واسطے بنایا گیا تھا۔ ابو الفضل نے بھی اس تالاب کا ذکر کیا ہے۔ قلعہ اور پیاس باڑی کے درمیان سنہری مسجد ہو جو ساتھ گزلبی اور پیس گز چوڑی اور پیس گزاؤ پچی عمارت ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی چھت پر تین تیس گنبد تھے۔ ابو الفضل آئین اکبری میں لکھتا ہے کہ "جنت آباد پرانا شہر ہو۔ پہلے پایہ تخت تھا جسے لکھنؤ فی اور بعضے کو کہتے تھے ہمایوں بادشاہ نے اس کا نام جنت آباد رکھا تھا۔ یہاں ایک بہت عمدہ قلعہ ہو اور شرق میں ایک تالاب ہو جس کا نام چھتیا بتیا ہو۔ اس میں بہت سے ناہو ہیں اگر اس کا بند ٹوٹ جائے تو سارا شہر ڈوب جائے۔ شہر کے شمال میں ایک کوس کے فاصلے پر ایک عمارت اور حوض ہو جس کا پانی زہر کی خاصیت رکھتا ہو اس حوض کو پیاز (پیاس) باڑی کہتے ہیں جن قیدیوں کو مار ڈالنا منظور ہوتا تھا وہاں قید رکھتے تھے یہ پانی پی پی کر تھوڑے دنوں میں مر جاتے تھے ہمارے بادشاہ نے اس کی ممانعت کر دی۔" شیخ اخئی سراج کی خانقاہ بھی گور میں ہو۔ آپ سلطان الشاہ حضرت نظام الدین اویار کے خلیفہ تھے۔ یہ خانقاہ شہر کے ایک فواح میں ہو جس کو سعد الملوچر کہتے ہیں ساگر ڈگٹی تالاب کے شمال مشرقی گوشہ پر واقع ہو آپ کا وصال ۷۹۵ھ میں ہوا۔ باہر دروازے پر ایک کتبہ ہو جس پر ۸۱۷ھ درج ہو اور یہ دروازہ حسین شاہ بادشاہ بنگال کا بنایا ہوا ہو۔ خانقاہ غالباً سکندر شاہ کی بنائی ہوئی ہو لیکن بات مستحق نہیں۔ کتبہ کی جگہ خالی پڑی ہوئی ہو۔ کلکتہ کے عجائب گھر میں کچھ اینٹیں گور سے آئی تھیں ان میں غیاث الدین بن سکندر شاہ کا نام لکھا ہوا تھا اور سنہ سات سو کے اوپر کچھ اور لکھا ہوا ہو۔ کشتہ صاحب کا خیال ہو کہ پیمائش کی رو سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ اینٹیں اسی کتبہ کی جگہ کی ہیں لیکن یہ بڑا ایک قیاس ہی قیاس ہو ممکن ہو کہ صحیح ہو کیوں کہ یہ سلطان غیاث الدین سکندر شاہ کا بیٹا تھا اور وہ بادشاہ تھا جس نے خواجہ حافظ کو شیراز سے طلب کیا تھا اور آپ نے وہ غزل جس کا یہ شعر ہو اس کے پاس بھیج گلائے کا عذر کیا۔

شکر شکن شوند ہمہ طویان ہند نہیں قند ہا رسی کہ بہ بنگالہ می رود

کتاب اخبار الاحیاء میں لکھا ہو کہ شیخ سراج الدین عثمان المشہور باخی سراج از شاہیر خلفا شیخ نظام الدین است و وی از مغز ان شباب کہ ہنوز مو سے رمیش آواز نہ شدہ بود و حلقہ ارادت شیخ درآمدہ بود و در سلک خدمت گماراں پد و ش یافتہ بعد از چند سال براسے ویدن والدہ بہ مقام لکھنؤ کہ آلاں ہو گو دشہور راست رفت و باز بہ خدمت می رسید۔ در وقت عطلہ سے خلافت اور شیخ فرمود کہ اول چیز (بقیہ صفحہ آئندہ)

سنگ سرخ کا ہوا اورا جارے کے اوپر سنگ مرمر۔ ستونوں اور محرابوں وغیرہ پر جا بجا آیات قرآنی بخط نسخ و کوفی کندہ ہیں۔ چبوترے۔ دروازے کی بغلیاں۔ دیواریں اور برجیاں سب چونسٹے پچی کی پختہ بنی ہوئی ہیں۔ دروازے پر پونہچنے کی سیڑھیاں دہری ہیں۔ پہلے آٹھ سیڑھیاں چڑھ کر تو چبوترے پر پونہچتے ہیں اور پھر چودہ سیڑھیاں اور چڑھ کر ایک کمرے میں پونہچتے ہیں جو زمین سے چودھ فٹ اونچا ہے اور اسی میں منے گنبد کے صحن میں جا پونہچتے ہیں۔ صدر دروازے کی دونوں طرف صدر دیواریں دو محراب دار کھڑکیاں بھی ہیں اور احاطے کی دیوار کے دونوں سروں پر ایک ایک برجی ہے اس میں بھی دو دو کھڑکیاں ہیں لیکن پتھروں سے چن دی گئی ہیں۔ اس طرف کا گنبد کا ضلع سو فیٹ لمبا ہے۔ احاطے کی شمالی دیوار بھی پختہ ہے اس کے دونوں سروں پر برجیاں ہیں اور دوسری دیواریں اس کے علاوہ اور چھ کھڑکیاں تین تین ملی ہوئی ہیں۔ احاطے کی غریبی دیوار شمالی رخ کے طرح کی ہے لیکن چوں کہ اسی کے وسط میں مسجد بھی ہے لہذا یہ دیوار کچھ آگے بڑھی ہوئی ہے۔ احاطے کے جنوب رخ کی دیوار جا بجا سے گر گئی ہے اور اس کی بعض کھڑکیاں بھی بند کر دی گئی ہیں باقی حالت شمالی دیوار کی سی ہے۔ گنبد اندر سے بہت پر رولتی اور راستہ ہے۔ اندرونی دروازے کی دہلیز پر بہت کچھ نقش و نگار ہیں اور یہیں یہ لکھتہ ہے:-

امر بہ بنائے هذه البقعة المباركة السلطان المعظم شاهنشاه الاعظم
مالك رقاب الامم ظل الله في العالم ذوالامان... سلطان السلاطين شمس

(دیکھو نوٹ صفحہ ۳۴۸)

دین کار علم است اور چنداں نصیب از علم نیست مولانا فخر الدین زرا دی عرض کر کہ اور اوشن ماہ عالم می کنم بعد ازاں مولانا فخر الدین زرا دی تعلیم کرو۔ مولانا براے اول تقریفے تفضیفے کرد اور عثمانی نام نہاد بعد ازاں پیش مولانا رکن الدین کافیہ و مفصل و قدوری و مجمع البحرین تحقیق کرد بعد ازاں انتقال شیخ سہ سال دیگر تعلیم کرو و بعضے کتب از کتاب خانہ شیخ رقت بود جا بہا و خلافت نامہ کہ از خدمت شیخ یافتہ بود با خود برد و آن دیار را بہ ہمال ولایت خود بیا راست۔

مد باب او منقش شیخ چنین رفتہ ہو کہ او اپنے بند وستان بہت۔ ۱۲

الدنيا والدين المخصوص ببنایت رب العالمین ابی المنظر ایلقمش السلطان
ناصر امیر المومنین خلد الله ملکہ ابی الفتح محمود نعمہ الله بغفرانہ بحبویۃ
جنانہ فی شہور سہد لشع وعشیرین وستمائۃ ۔

اس دروازے میں داخل ہو کر ہم ایک کمرے میں پونچ جاتے ہیں جس میں سے
صحن کا رستہ نکلتا ہے۔ اس کمرے کی چھت سنگ سرخ کی ہو کر دیواریں سنگ مرمر
کی ہیں۔ باہر وارے، بنیلیوں کے دروازے کا جو حصہ نظر آتا ہے وہ درحقیقت
دو چھوٹی چھوٹی کونٹھریوں کی مشرقی دیوار ہے جو بڑے کمرے کے ادھر ادھر ہے۔
ان دونوں کونٹھریوں کی دیواریں اور چھت سب سنگ مرمر کی ہیں۔ جس میں چار چار
ستون ہیں۔ صحن میں پونچ جاتے ہوئے بعد ایک پٹا ہوا حصہ ہے جس میں چھ
دیوار دو ستون ہیں اور چھ ستون چھ چھ فیٹ کے فاصلے پر ہیں۔ یہ دالان
دیوار کی ساری لمبائی کی برابر نہیں ہے بلکہ صرف ۲۴ فٹ لمبا ہے۔ اس کے مقابل
میں احاطے کی غریب دیوار سے ملا ہوا ایک اور دالان ہے جو شمال سے جنوب کی طرف
جا کر احاطے کی دیوار سے جاملتا ہے۔ ان دونوں دالانوں کے ستونوں میں تختیں
ہیں۔ مغرب رخ کے دالان میں چودہ دیوار دو ستون ہیں جس کی شکل ایک
پست گنبد کی سی ہے جس میں آگے نکلے ہوئے نقشین پتھر ہندوانی وضع کے
لگے ہوئے ہیں۔ اسی دیوار کے بچوں بیچ ایک تین در کی چھوٹی سی مسجد ہے۔
اس مسجد کے دونوں طرف سنگ مرمر لگا ہوا باقی لال پتھر ہے۔ مسجد کی دونوں
جانب دو دالان سنگ مرمر کے ہیں جن میں بارہ ستون ہیں۔ ان کا وہ حصہ جو مسجد
کے محاذی ہو سنگ مرمر کا ہی باقی سنگ سرخ کا۔ ان دو دالانوں کے سوا سنگ مرمر
کے چار ستون بطور مسجد کے مکتب کے ہیں۔ اس طرح مسجد میں سنگ مرمر کے سات
ستون ہوئے تین تو دروں کے سامنے اور دو ادھر ادھر۔ مسجد دس فیٹ مربع
ہے۔ چھت شمن شکل کی سنگ سرخ کی قبة نما ہے۔ چوترا چھوڑ کر گنبد ۴۴ فٹ اونچا چھوٹی
کا بنا ہوا ہے۔ مسجد کی دیواروں اور محرابوں میں سنگ مرمر لگا ہوا ہے اور مختلف قسم
کے طے آبات قرآنی کے منقوش ہیں۔ مغربی جانب کے احاطے کی دیوار کی
کھڑکیاں کھلی ہوئی ہیں۔ جنوبی رخ کی دیوار کے گنڈرونی رخ پر بیچ میں چراغ

جلاسنے کے طاق بننے ہوئے ہیں۔ شمالی دیوار میں کوئی خاص بات نہیں۔
 احاطے کے چاروں کونوں پر جو نوک دار برجیاں ہیں وہ ہندووانی وضع کی ہیں۔
 ناصر الدین کی قبر ایک بہت ہشت پہلو غار میں ہے۔ اس غار میں ستون کھڑے کر کے
 بڑی مضبوطی سے پاٹ کر چھت پر ہشت پہلو چوڑا ترہ ۷۰ فٹ ۲۰ فٹ اونچا بنا دیا
 ہے۔ یہاں کوئی روشن دان نہیں ہے اور تہ خانے میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔
 اس تہ خانے میں تیرہ خیریاں اتر کر جانا پڑتا ہے جو چھپیں فیٹ عمیق اور اٹھارہ
 فیٹ چوڑا ہے جس میں سنگ غارا لگا ہوا ہے۔ اس چھت کی سبجال کو چودہ
 ستون لگائے ہیں جن میں سے آٹھ دھڑے ستون تو دیواروں سے لگے
 کھڑے ہیں اور چار اکھرے ذرا دیوار سے الگ ہیں۔ یہ ستون سلطان قلی
 کے زمانے کے ہیں۔ اس تہ خانے کے ہشت پہلو اضلاع میں سے ہر ضلع
 میں دو دو طاق ہیں۔ تہ خانے کا عمق ۶ فٹ ہے جو بلحاظ طول و عرض ۲۰ فٹ
 ۶ انچ مربع ہے گریخت اس کی ہشت پہل ہے۔ داخلی دروازہ جس کو کھڑکی کہنا چاہیے
 جنوب کی طرف ۲ فٹ ۹-انچ اونچا اور صرف دو فیٹ چوڑا ہے۔ اوپر چوڑا ہشت پہل
 ہے جس کا ہر ضلع ۱۰ فٹ ۴-انچ ہے۔ اندر چار قبریں ہیں جو سنہ ۱۰۰۰ کی جن پر عرس کے
 موقع پر جو ۱۷-۱۸-ویں قعد کو ہوتا ہے سفیدی کر دی جاتی ہے۔
 (۱) ۹ فٹ ۷-انچ ۶ فٹ طول و عرض ۵ فٹ ۴-انچ بلندی سلطان غازی
 کی قبر ہے جو سب سے بڑی اور تہ خانے کی مغربی دیوار سے ملی ہوئی ہے۔
 (۲) ۸ فٹ چار انچ ۵-انچ بلندی ۲ فٹ ۴-انچ کے پائیں میں۔
 (۳) ایک چھوٹی ہی قبر سیرتھیوں سے ملی ہوئی کسی بچے کی ۲ فٹ ۴-انچ ۲ فٹ ۴-انچ بلندی۔
 (۴) ۷ فٹ ۶-انچ ۲-انچ بلندی ۳ فٹ ۸-انچ۔

مسجد کا ذکر اوپر آچکا ہے صرف اس کا پیش طاق ہی گہرا ہے۔ سلطان غازی کی
 قبر گویا اسی مسجد کے صحن میں ہے۔ یہ سارا پیش طاق سنگ مرمر کا ہے جو پہلے
 کلمہ ادھر ادھر اللہ اللہ پھر وَاِنَّ الْمَسْجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحْداً اَنْس
 کے نیچے اللہ۔ اس کے گرد خط کوئی میں آیات ہیں جو پڑھی نہیں جاتیں پھر

(۱) اِنْ اَوَّلَ يَنْبِتٍ وَضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مَا قَانَ اللهُ غَنَى عَنِ الْعَالَمِينَ -

(۲) خط کو فی - سوائے بسم اللہ کے کچھ ٹرھا نہیں جاتا -

(۳) اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا مَا وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللهِ فَوْزًا عَظِيمًا -

ستون سنگ مرمر کے ہیں - فرش گچ کا ہر پہلے سنگ مرمر کا تھا جس کی سلیں کہیں کہیں

باقی ہیں - پیش طاق کا قطعہ ۵ فٹ - ۴ - انچ 12×12 فٹ 2×2 - انچ ہر - حصہ مسجد کے

چھ در وادھر چھ اُدھر بیچ میں پیش طاق ہر - صحن مسجد 4×4 فٹ 4×4 ہر - والاں کا

مسقف حصہ 4×4 فٹ 4×4 - پیش طاق کے آگے سنگ مرمر کے چار ستونوں کا

برآمدہ ہر - کمپونڈ وال دس فیٹ اوپری ہر جس میں طاق طاق ہیں اس پر چڑھنے کا

بارہ سیڑھیوں کا زینہ ہر - اس احاطے کے چاروں کونوں پر برجیاں ہیں - مسجد

کے صحن کے سامنے مشرق رو یہ ایک بیچ درہ ہر جس میں صدر دروازہ ہر اوچے کے

ادھر اُدھر دو دو در ہیں - سات سیڑھیاں اُتر کے صدر دروازے میں پونہچتے

ہیں - ان سیڑھیوں میں ایک سنگ سرخ کی ہر ایک سنگ مرمر کی - صدر دروازہ مشرق

پٹ چولی ہیں مگر بعد کے - صدر دروازے کے ہر دو جانب بغلی میں ایک ایک درہ

۵ فٹ - ۱۰ - انچ مربع ہر - صدر دروازے کی سیڑھیاں ہیں ہیں - دروازے کی

محراب کی بلندی ۲۲ فٹ - کنگورا دو فیٹ - چبوتری ۴ فٹ - ۹ - انچ - جملہ ارتفاع

۲۸ فٹ - ۹ - انچ - چوڑائی دروازے کے بیرونی حصہ کی ۱۰ فٹ - ۵ - انچ - اندر

چوڑائی ۵ فٹ - ۸ - انچ - بلندی اندر سے ۸ فٹ 4×4 - صدر دروازے کی

چوڑائی سنگ مرمر کی ہر جس کے چاروں طرف کتبے ہی کتبے ہیں ایک کتبہ تو ہم اوپر

لکھ آئے ہیں باقی یہ ہیں :-

(۱) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

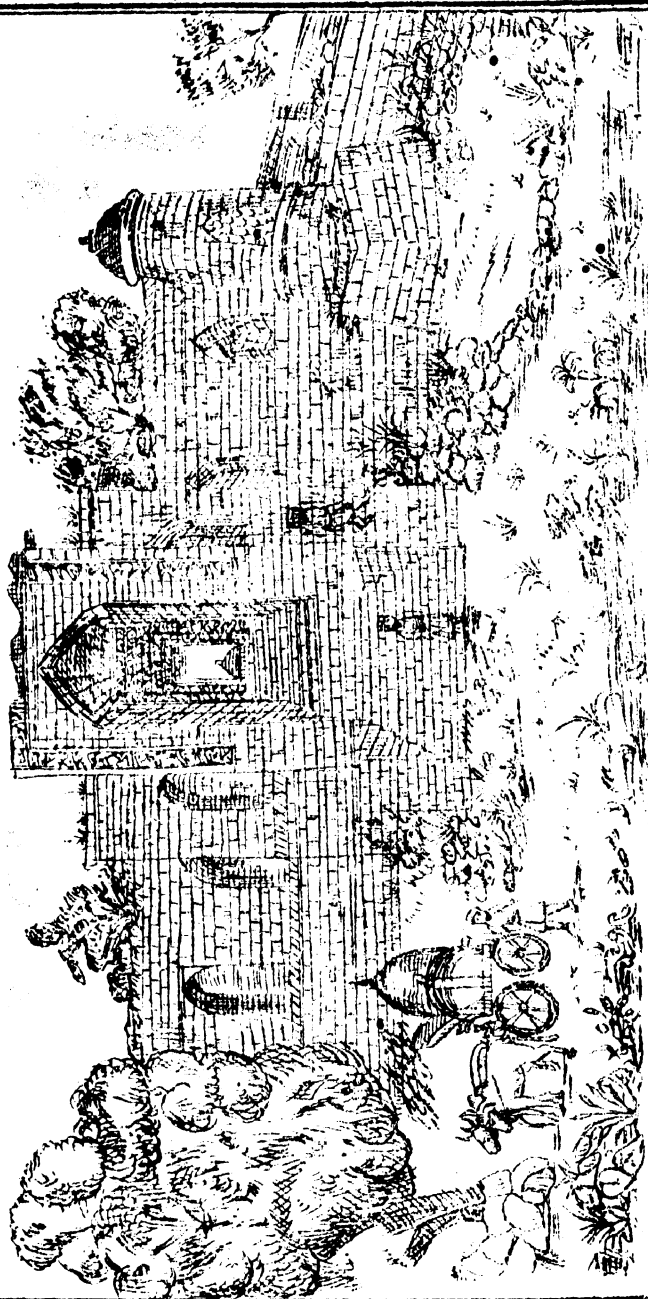
تَا اَنْ یَّکُوْلُوْا مِمَّنْ الْمُهْتَدِیْنَ -

(۲) خط کو فی کا وہی کتبہ جو اوپر لکھا گیا -

(۳) بِسْمِ اللّٰهِ اور آیتہ الکرسی تا ہم فیما خال دون -

ہشت درہ | سلطان غازی کی درگاہ سے جنوب رخ سے ملا ہوا سنگ غازی کا

نقشه دروازه سلطان محمود غوری غازی



ایک کھلا ہوا ہشت درہ ، افٹ قطر کا ہے۔ فرش باقی نہیں رہا تہہ کا صرف نشان ہی نشان رہ گیا ہے۔ دروں کے سردل بوجھ سے سب ترخ گئے اس سبب سے ہر در میں ایک ایک فیل پایہ کھڑا کر کے چھت کو اوڑھا لگا دی ہے جس سے چھت تنہم گئی ورنہ کبھی کی گرجاتی۔ آٹھ اصلی در سنگ خارا کے نو فیل پائے نو احداث اب اس طرح سترہ در ہوئے۔ ہشت درہ ہشت پہلو عمارت ہے جس کے گرد سلون کا چوڑا چھتھا جو جا بجا سے گر گیا ایک آدھ سل رہ گئی ہے۔ معلوم نہیں تھا کہ یہ کس کا مقبرہ ہے۔

منہرہ مکانات

سلطان غاری کا مقبرہ ویرانہ میں نہ تھا جیسا کہ اب ہو چکا آبادی کے بچوں نے جہ میں تھا یا یہ کہ اس گنبد کی وجہ سے آبادی ہو گئی ہو بہر حال اس کے چو طرف دور دور عمارتوں کے کھنڈر پھیلے ہوئے ہیں۔ گنبد کے پاس ہی دو بڑے بڑے احاطوں میں مکانات پھیلے ہوئے ہیں۔ ان مکانات کی صرف چار دیواریاں رہ گئی ہیں۔ ایک چھوٹی مسجد بھی تھی جس کی صرف غریبی دیوار رہ گئی ہے باقی گر گئی۔

بڑی مسجد

اور ایک بہت بڑی مسجد غار کے مشرق میں ہے جس کی پشت غار کی جانب ہے۔ یہ مسجد بیچ درمی تہرے دالانوں کی ہے۔ باہر والے دالان کا شمالی رخ کا ڈیڑھ گنبد گر گیا ہے۔ مسجد کا طول ۶۰ فٹ اور تینوں دالان ملا کر چوڑا ۲۶ فٹ ہے۔ دروں کی چوڑا ۱۰ فٹ ۳ انچ ہے۔ تینوں دالانوں کے کل درچوبیس ہیں۔ فرش اور منبر باقی نہیں رہا۔ یہ مسجد سنگ خارا اور چوٹے کی ہے۔

دو محلوں کے کھنڈر

اوپر والی مسجد کے سامنے ایک بڑے عالی شان اور وسیع محل کی چار دیواری کھڑی ہے جس کے اندر دالانوں کمرؤں کو ٹھریوں کی دیواریں کھڑی مکان کی پوری حیثیت

شان اور وسعت بتلاتی ہیں صرف چھت نہیں ہو۔ محن بھی وسیع ہو جس کے چاروں طرف دالان اور پیش دالان تھے۔ اس سے ملا ہوا شمال کی جانب ایک اور محل ہو جو سارے کا سارا گر گیا اب صرف نئے چھت کا ایک دالان رہ گیا ہو جس کے تین در کھڑے ہیں اور ادھر ادھر بنلی جھروں کی دیواریں۔ یہ دونوں محل بھی سنگ خارا اور چونے کے ہیں۔ باقی چھوٹے موٹے گرے پڑے مکانوں کا کچھ شمار نہیں۔

غرض یہ کہ سلطان غازی کا مزار جس طرح اب ویرانے میں ہو کہ انسان کا نام نہیں اکیلے جاتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہو پہلے اس کی یہ حالت نہ تھی بلکہ گنگھان آبادی کے بچوں بیچ میں تھا۔

رکن الدین فیروز شاہ اور معز الدین
بہرام شاہ کے مقبرے ۳۸۰ھ

بیس نامور بزرگزمین دفن کردہ اند
کزہستیش بہ زیر زمیں یک نشان ماند
واں پیرلاشہ را کہ سپردند زیر خاک
خاکش چناں بخورد و کزوا آتخاں نہ ماند

رکن الدین فیروز شاہ سلطان شمس الدین التمش کا بیٹا تھا جو باپ کی جگہ شہنشاہ ۳۸۰ھ میں تخت پر بیٹھا۔ وہ تو ملک اعزاز الدین حاکم ملتان کی تنبیہ کو پنجاب کی طرف روانہ ہوا اس کے پیچھے امراء و ارکان سلطنت نے سازش کر کے جمعہ سلطان رضیہ بلیم کو تخت پر بٹھلادیا۔ بادشاہ یہ خبر سن کر عجلت و دلی الہیں آیا۔ یہاں آکر دیکھا بساط آلت گئی تھی۔ کلو کھری کے میدان میں لڑائی ہوئی گرفتار ہوا اور قید میں ہی ۳۸۰ھ میں مر گیا۔ اس نے صرف ۶ ماہ ۲۸ یوم سلطنت کی۔ مرنے کے بعد اپنے بڑے بھائی سلطان ناصر الدین محمود شاہ کے مقبرے کے قریب ہی موضع ملک پور میں ایک دوسرے گنبد میں دفن کیا گیا۔ رضیہ بلیم کے بعد ۲۸ رمضان ۳۸۰ھ میں بروز شنبہ معز الدین بہرام شاہ سلطان التمش کا چھوٹا بیٹا تخت نشین ہوا۔ وہ سنے چارہ دو سال ایک چھینے دو دن ہی سلطنت کرنے پایا تھا کہ نظام الملک ہندب الدین اور دوسرے امراء بادشاہ

ڈلی میں محصور کر لیا اور تین مہینے تک ہر روز لڑائی رہی آخر کار بادشاہ کو بیکار
۸ فروری ۱۶۳۹ء میں مار ڈالا اور وہ بھی یہیں ایک گنبد میں دفن کیا گیا۔

شربت سلطنت جہاں جہاں شیرین است
کہ سہاں از پری او خون برادر ریزند
خون آزادہ دلاں زاز پری ملک مریز
کہ ترانیز ہماں جرعه باغ ریزند

رکن الدین کا مقبرہ معز الدین بہرام شاہ نے ۹۳۸ھ میں بنوایا اور معز الدین
بہرام شاہ کا مقبرہ علاء الدین مسعود شاہ پسر رکن الدین فیروز شاہ نے ۹۳۹ھ
میں بنوایا۔ ہر سید و دونوں مقبروں کی تعمیر میں ایک سال کا آگے بھاڑا تھا
لیکن یقینی طور پر نہیں معلوم ہو سکتا کہ رکن الدین کا مقبرہ کون سا ہے اور بہرام شاہ کا
کون سا۔ اسی واسطے دونوں کا ذکر یکجائی طور پر کیا گیا ہے۔ دونوں گنبد
میں بالکل ایک ہی وضع قطع کے ہیں۔ ان کے گنبدوں میں پتھر کی سلیں
لگی ہوئی ہیں جن کے اوپر سترکاری ہے۔ گنبدوں میں آٹھ دریں۔ ہر
گنبد کے گود ایک چھوٹی نشی سنگ بست بست چار دیواری ہے جس کے
مشرقی جانب ایک چھوٹا سا دروازہ ہے۔ گنبدوں کے اندر اب کوئی قبر
باقی نہیں ہے نہ کوئی کتبہ ہے۔ اگرچہ مہرولی کے گنبد بتلاتے ہیں کہ یہ فلاں
کا مقبرہ ہے وہ فلاں کا مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ ہم کسی گنبد کو کسی ایک
شخص سے مخصوص کر سکیں ہاں اتنا ضرور ہے کہ دونوں گنبد التمش کے بیٹوں
اور دونوں بھائیوں کے ہیں۔ ان گنبدوں کے ستون تو کسی قدیم عمارت
کے معلوم دیتے ہیں اور گنبد اس کے بعد کے بنے ہوئے نظر آتے ہیں۔
سٹرٹ بلٹ ان گنبدوں کو فیروز شاہ کے بنوائے ہوئے کہتے ہیں کیوں کہ
ان گنبدوں کی وضع قطع اہل ہندو کے قدیم زمانے کے گنبدوں سے
مختلف ہے چنانچہ انھیں کے بھائی سلطان غازی کے گنبد کو ہی دیکھ لیجئے

جو یہیں پاس کے پاس کھڑا ہو اور جس کی وضع ان سے بالکل الگ ہو اور صاف طور پر یہ گنبد زمانہ مابعد کے بنے ہوئے معلوم دیتے ہیں۔ اور بن کھڑے پتھروں کے بنے ہوئے ہیں جو خاص کر فیروز شاہی طرز تھا البتہ پتھر کی ہی ٹہنی سلیں جو ستونوں کے اوپر چڑھی ہوئی ہیں وہ اُس زمانے کی نہیں معلوم دیتیں۔ مسٹر بگلر ان گنبدوں کو مسلمانوں کی ایک معمولی طرز کی عمارت بتلائے ہیں کیوں کہ سلطان الغمش کے زمانے سے مسلمان اس طرز سے واقف ہو چکے تھے۔ مسٹر بگلر نے ان مقبروں کی مرمت جو فیروز شاہ نے کرائی تھی اُس کا کچھ ذکر ہی نہیں کیا۔ خود فیروز شاہ نے تاریخ میں لکھا ہے کہ ”مقبورہ سلطان معز الدین پسر سلطان شمس الدین جو ملک پور میں ہو بالکل گر بڑا تھا حتیٰ کہ قبر کا نشان تک باقی نہ رہا تھا۔ میں نے گنبد چبوترے اور احاطے کی تعمیر از سر نو کرائی۔ سلطان رکن الدین پسر شمس الدین کے مقبرے واقع ملک پور کے احاطے کو میں نے بنوایا۔ نیا گنبد طیار کرایا اور ایک خانقاہ بنوائی“

تیسرا باب قطب صاحب تعلق آباد

پانچ میل کا فصل ہے۔ سیدھی سڑک ہے۔ رستے میں لاٹ سے نکلتے ہی لاڈو سرائے ملتی ہے پھر داہنی طرف دو میل چھ فرلانگ پر سید العیاض کی بستی ذرا سڑک سے ہٹی ہوئی۔ ساڑھے تین میل پر خان پور چوتھے میل پر تیکری یہ دونوں گاؤں بھی سڑک کی سیدھی طرف ہیں اس کے بعد قلعہ تعلق آباد بائیں طرف تعلق شاہ کا مقبرہ داہنی طرف آگے تعلق آباد کی بستی۔ قلعہ سے تین میل آگے بدر پور ہے اور یہیں تعلق آباد نام کا ریلوے اسٹیشن ہے جو قلعہ سے چار میل اور دلی سے براہ ریل بارہ میل ہے۔

حضرت قطب صاحب کا چلہ | لاٹ سے چلتے ہی پہلے حضرت قطب صاحب کے چلے کا سترک مکان ملتا ہے جو بالکل سڑک کے کنارے داہنی طرف ہے

اور لاڈوسرا سے بائیں طرف - یہ ایک لداوی پتھری نما مکان ہے تین دروازے ہیں۔
بلندی محراب ۶ فٹ - تینوں حجرے الگ الگ ہیں پہلا حضرت بابا صاحب
فرید الدین گنج شکر کا چلہ ہے دوسرا حضرت قطب صاحب کا اور تیسرا خالی -
چلہ شریف کے سامنے کا صحن ۲۰ فٹ مربع ہے - شمال کی جانب مسجد کا ایک چھوٹا
ہے - تین درخت نیم کے ہیں - حضرت قطب صاحب کے چلے کے درمیان ہی سلاخیں
لگا دی گئی ہیں - اس احاطے کے دو دروازے ہیں شمال میں ایک دوسرا
جنوب میں دونوں کو لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی ہیں - احاطے کی دیوار گیارہ
فیٹ بلند ہے -

لاڈوسرا سے
عرف چٹال پور

چلہ شریف سے دو سو قدم پر بائیں طرف لاڈوسرا
کی بستی ہے لوگ اسے خدا جانے کیونچٹال پور
بھی کہتے ہیں - اس فواح میں سراسے کے نام
پر بہت سی بستیاں ہیں مگر سراسے کسی میں بھی نہیں

شیخ شہاب الدین کی مسجد | یہ ایک بہت بڑی سہ درمی قناتی مسجد ایک وسیع
احاطے کے اندر ہے - دیوار پر برجیاں اور گنگوڑ

بنے ہوئے ہیں - خواجہ شہاب الدین کے نام سے یہ مسجد مشہور ہے - مسجد
کے بڑے احاطے کے اندر ایک چھوٹی سی چار دیواری کے اندر بہت سی قبریں
ہیں - بیلو کے درخت کے نیچے دو قبریں ہیں جن پر زمانہ حال میں کتبے نصب
کئے گئے تھے جو کسی وجہ سے اکھاڑ لیئے گئے - اسی احاطے میں ذیل کی
قبریں ہیں :-

(۱) مولانا شہاب الدین امام اول سلطان المشایخ - آپ شیخ فرید الدین قدس سرہ کے
فرزند تھے علوم و فنون و فضائل سے آراستہ -

(۲) رکن الدین امام دوم ایضاً

(۳) شیخ شہر دیک (۴) فرید الدین چاک پڑاں -

۱۷ شیخ رکن الدین ابو الفتح بن شیخ صدر الدین بن شیخ الاسلام بابا و الدین صاحب
(بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

سجودہ رستین بہاؤ الدین است۔ درمنا ولسے صوفیہ کہ یکے از مریدان ایشان تعنیف کردہ است
 ذکر او بسیار می کند و در مجمع الاخبار می نویسد من ملفوظات فی بعض رسائل الی بعض المریدین مقرر
 عزیز باد کہ مجموع آدمی عبارت است از دو چیز صورت و صفت و حکم صفت راست نہ صورت را
 ان الله لا ينظر الى صوركم ولكن ينظر الى قلوبكم (اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا
 بلکہ وہ دیکھتا ہے تمہارے دلوں کو) اما ظہور حکم صفت بسبیل تحقیق خبر در دار آخرت صورت بہندہ
 و چہ آنجا حقائق اشیا ظاہر گردد و این صورت متلاشی شود و بہر کس را در صورتیکہ ظاہر صفت او باشد
 حشر کنند چنانچہ بلعم باغورا یا چنداں طاعت در صورت سکے بر انگیزند فمثله کمثل الکلب (اُس
 کی مثال کہتے کی سی ہے) و چہیں صاحب ظلم و تقدی غوغین را در صورت گرگے بند و صاحب کبر در
 صورت پتنگے و صاحب بخل و حرص در صورت خوکے فَكُنْتُمْ أَهْلًا لِّعَذَابِكُمْ غَفَاءً لِّكُمْ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ
 حَدِيدًا (جو بہرہ ویزی آنکھوں پر پڑا نقاب ہم نے تیرے (اُس) پردے کو تجھ پر سے ہٹا دیا تو آج تیری نگاہ بڑی تیز
 (معلوم ہوئی) ہو۔ و ایں باشد و تا آن گاہ کہ مروج ازیں اوصاف و صمیمہ تزکیہ نہا بدہنوز در عذاب
 بہائم و سباع است اُولَئِكَ كَانُوا لَافْعَالٍ لِّعَذَابِكُمْ اَصْحٰبُ سُلٰطٰنٍ (یہ لوگ پارہا یوں کی مثل ہیں بلکہ
 ان سے بھی گئے عذاب ہوئے) و تزکیہ نفس حاصل نشود مگر بہر التماس و استعانت و حضرت
 عزت و مَا اَبْرَأَ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَآ مَارِدَةٌ اِلَّا بِالشَّوْعِ اَلَا مَا رَحِمَ رَبِّيْ اِنَّ رَبِّيْ
 لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (میں بھی کہہ رہی ہوں) اے نبی! نہایت نہیں کہ اس (روح کو) کچھ کچھ مان نہیں ہوں کہ کھنچ دے اے خداوندی! کہ
 تافضل و رحمت او دست گیری کند تزکیہ حاصل نشود و لو کہ فضل اللہ علیکم و رحمۃ ما ر کے
 مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اَبَدًا و علامت ظہور ایں فضل و رحمت آنست کہ او را بیعوب نفس غرضی نکند و
 بہر تفسے از انوار عظمت الہی کہ ہمہ کمونات و جنب آں متلاشی است بر ورونہ او بناید تا ہمہ دنیا و
 بندگی مائے آں در نظر او خاک بود و اہل آزاد دل و سرنگے نامد چوں ایں حالت بر ورونہ مستولی
 گشت ہر آئند از اوصاف سبکی کہ ارباب دنیا بدان گرفتار اند اور انفرت آید و خواہد کہ بجائے آں
 اوصاف اخلاقی ملکی روئے نماید چنانچہ بجائے ظلم و غضب و کبر و بخل و حرص ہمہ غفور و عظیم و تواضع و عفو
 و ایثار پدید آید و ہنوز ایں مسامحت طلب عقیق راست کار طالبان حق بالا تا ازین است تَخَلَّقُوا
 بِاخْلَاقِ اللّٰهِ (اللہ کے سے اخلاق اختیار کرو) ایشان را مسلم است فہم ہر کس بدان نزدیک
 عہدیت ممر کہ نگیرم بجز تو دوست شریعت ممر کہ خواہم مجسمہ تو بسج
 و نیز در مجمع الاخبار می گوید کہ شیخ رکن الدین در بعضہ رسائل خود کہ بہ بعضے مریدان فرستادہ نوشتہ است
 اے او اگر تم پروردگار خدا را کہ ہمہ کمونات و جنب آں متلاشی است بر ورونہ او بناید تا ہمہ دنیا و بندگی مائے آں در نظر او خاک بود و اہل آزاد دل و سرنگے نامد چوں ایں حالت بر ورونہ مستولی گشت ہر آئند از اوصاف سبکی کہ ارباب دنیا بدان گرفتار اند اور انفرت آید و خواہد کہ بجائے آں اوصاف اخلاقی ملکی روئے نماید چنانچہ بجائے ظلم و غضب و کبر و بخل و حرص ہمہ غفور و عظیم و تواضع و عفو و ایثار پدید آید و ہنوز ایں مسامحت طلب عقیق راست کار طالبان حق بالا تا ازین است تَخَلَّقُوا بِاخْلَاقِ اللّٰهِ (اللہ کے سے اخلاق اختیار کرو) ایشان را مسلم است فہم ہر کس بدان نزدیک عہدیت ممر کہ نگیرم بجز تو دوست شریعت ممر کہ خواہم مجسمہ تو بسج

شیخ مخدوم حیدر کا مقبرہ

لاڈو سراسے کے پاس ہی شترک کی داہنی طرف ایک معمولی سا گنبد ۱۹ فٹ مربع شیخ مخدوم حیدر کسی بزرگ کا حجر جن کو حضرت نظام الدین اولیا کے خلیفہ کہتے ہیں۔ اس کا ایک ہی چھوٹا سا دروازہ اور اندر ایک ہی قبر ہے۔ آپ کا عرس دہلی کے صابن گر لوگ کرتے ہیں آپ کے پچھواڑے زیر سامت شاہ طیفور شامی کا مزار ہے۔

سید العجائب یا سید الحجاب

اب سید العجائب نام کا گاؤں ہے۔ بعض پرے لوگ صحیح نام سید الحجاب کہتے ہیں حاجب کے معنی تو دربان کے ہیں لیکن حاجیوں کے میر قافلہ ہونے سے انہی رنگ کا یہ نام پڑا ہے۔

(تخلیوٹ برصغور شستہ)

شیخ رکن الدین بایں کلمہ رفع تو جم او کرد و اور ازین توقع نا امید ساخت۔ یک بار شیخ رکن الدین در مرض بجمعت عیادت شیخ نظام الدین آمد فرمود کہ عشرہ ذی الحجہ است ہر کس نہایت دریافت سعادت حج سعی ہی کند من سعی کردم تا سعادت زیارت شیخ المشایخ دریابم۔ بعد ازاں شیخ نظام الدین رحلت فرمود و ناخجائزہ را شیخ رکن الدین حاضر شد و گفت کہ ظاہر اکملت آل کہ ما رسہ سال در دہلی دشتند حصول این نعمت بود و در ادنی مدت رجوع بوطن اصلی فرمود۔

۲ شیخ مسعود یک از اقرباے سلطان فیروز است نام اصل او شہر خان است سید و لباس اغیا و اہل دولت بود ناگاہ جذبہ از جذبات حق گریباں گیر حال او شد و بجمعت درویشان و طبقہ حجت ایٹان آمد مرید شیخ رکن الدین بن شہاب الدین امام شد۔ بغایت حاکم و داشت و می ازستان باد و وحدت فہم مکنانہ خزانہ حقیقت است سخن ستانہ می گوید۔ در سلسلہ چشتیہ پیچ کس این خلیفہ امر حقیقت را فاش نکند و سنی نکرہ کہ او کرد و بگویند کہ اشک او بجد سے گرم بود کہ اگر بدست کیے می افتاد می سوخت۔ و در علم تصوف و توحید لغنیفات بسیار وارد و دیوان و اشعار وارد و قصائد و غزل و باقی اقسام سخن در کتاب او موسوم ہے بہتیدات ہے اکثر قصائد و اشعار امیر خسرو را جواب گفتہ اگرچہ در بعضے مواضع طریقہ شاعری نامرئی مانده اما بعضے سخنان متین شاعرانہ نیز آمدہ۔ مرآۃ العارفین نیز از تصنیفات اوست (از اخبار الاخیار)

۳ فرید الدین چاک پڑاں۔ آپ کا حال کسی کتاب میں نہیں ملا لوگ کہتے ہیں کہ آپ پر حالت بہت شدت سے طاری ہوتی تھی اس واسطے آپ کے گلے میں کھلکا چاک ڈال دیتے تھے کہ اس کو بھی لیکر آپ اُڑ جاتے تھے واللہ اعلم بالصواب

کسی کتاب میں آپ کا حال احقر کی نظر سے نہیں گزرا۔ اس گاؤں میں سوا ہندوؤں کے مسلمان کا نام نہیں ہے۔ موضع سے بجانب شمال کوئی ایک میل پر ایک اونچے ٹیلے پر ایک پختہ چوڑا ۱۲۰ × ۸۰ کا بنا ہوا ہے جس کے بیچ میں پانچ قبریں سنگ خارا کی ہیں اور تین چوڑے کی۔ دو قبروں کے بیچ میں جو ایک قبر ہوا سے سید العجائب کی بتلاتے ہیں لیکن کوئی کتبہ نہیں۔ چوڑے کے مغربی رخ پر ۹۰ × ۲ دیوار ہے جس میں جالیاں بنی ہوئی ہیں جو شکل ایک قناتی مسجد کی ہے۔

اب گاؤں میں چلیے تین چھوٹے چھوٹے گنبد برابر برابر ایک ہی لین میں ہیں جن میں گاؤں کے لوگ رہتے ہیں باقی گرمی پڑی عمارتوں کے کھنڈ ہیں جن میں کوئی خاص بات نہیں۔ گاؤں کے پچھواڑے ایک دو گہی پختہ سہ دری سنگ خارا کی مسجد ۳۱ × ۱۰ فٹ ۳۰ انچ ہے جس کے اندر وار کو چھ برج ہیں سب کھنڈ ہوئے۔ یہیں سنگ خارا کا ایک بارہ کھمبہ دار بنا ہوا ہے بینڈ سٹینڈ کی طرح کا جس کے اندر تین قبریں ہیں مسجد کے سامنے ایک وسیع صحن قبرستان کا ہے جس میں سنگ مرخ کی تعویذ کی متعدد قبریں ایک ہی کینڈے کی ہیں اور بہت پرانی ہیں جن پر کلمہ طیبہ اور سورہ اخلاص کندہ ہے اور جن پر خاص کتبے ہیں وہ ہم نقل کر دیتے ہیں :-

(۱) اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ غَفِيْرٌ اَلْعَفْوُ قَاْعَتْ عَنْ عَبْدِكَ اَلْمُسْفِيْ عَلَى نَفْسِهٖ
(۲) حُطِّبَتْ بِهٖ الْمَعْرُوْفُ مُحَمَّدٌ ابُو بَكْرٌ بَنِیْ مَعْرُوْفٌ بَنِیْ وَحِيْدٍ الْعَرَبِیُّ
(۱) يَا كَرِيْمُ الْمَعْرُوْفُ يَا قَدِيْمُ الْاِحْسَانِ -

(۲) اَحْسِنِ اِلَيْنَا يَا اِحْسَانُكَ الْقَدِيْمُ
(۱) اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ
الدِّیْنُ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ مَا قَاتَ اللّٰهُ سَرَّیْعُ الْحِسَابِ - بارہ (۳) سورۃ آل عمران
(۲) آیۃ الکرسی پوری -

(۱) شَهِدَ اللّٰهُ اَنْهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلٰٓئِکَةُ وَاُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ تَا وَ
هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

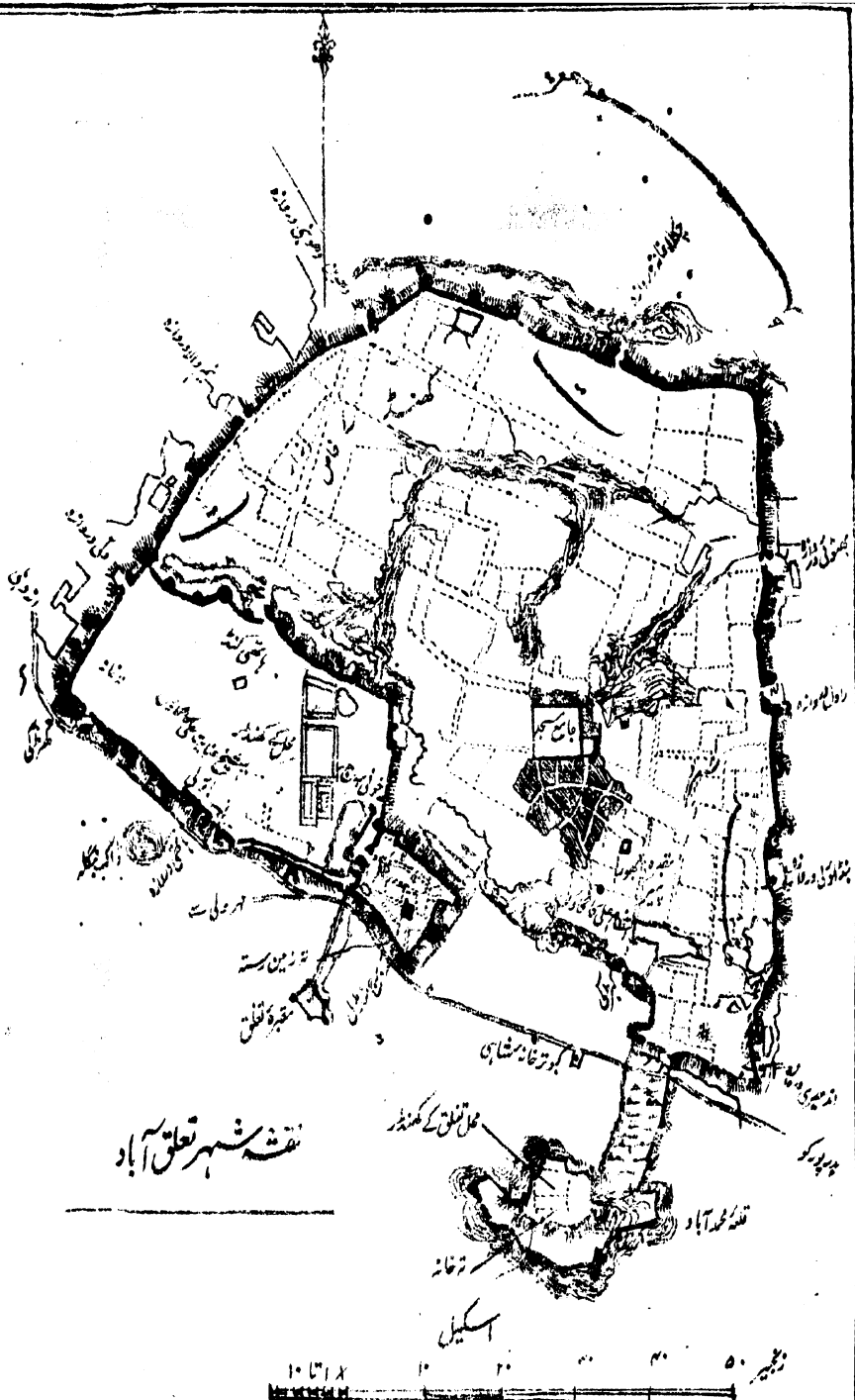
(۲) سَرَّیْنَا سَرَّیْنَا سَرَّیْنَا اَنْتَیْہِ فِی الْاِسْلَامِ نَبَا تَا حَسَنًا وَاَسْکَیْہُ جَنّٰتِہٖ حَسَنًا
يَا حَسِيْنَ الْخَافِیْ اَحْسِنِ اِلَیْہِ وَاَجْعَلْہُ بَعْدَ مَوْتِہٖ حَسَنًا -

نام کے لحاظ سے یہ قبریں عربوں کی معلوم دیتی ہیں اور وضع قطع بہت پرانی ہی چنانچہ مومنغ خیر پور کے دو حیوں کے اُس کے مقبرے کے سامنے جو مسجد کا دروازہ کہلاتا ہے۔ بحسنہ اسی طرح کی ایک قبر ہے۔

از بلندی مشرق و جنوب
آتش دید باں ز نور نعل

قلعہ اور شہر تغلق آباد
از ۱۳۲۱ھ تا ۱۳۲۳ھ

یہ قلعہ اور شہر دہلی کے جنوب رخ پر چھ کوس کے فاصلے پر ہے۔ اس نام کا جی۔ آئی پی ریلوے کاسٹیشن ہے مگر وہاں سے بھی چار میل کا فاصلہ ہے اور رستہ خراب لہذا جانے والے زیادہ تر قطب صاحب ہو کر جاتے ہیں۔ یہ مقام پہلے بلب گڑھ کے راجہ کے علاقے میں تھا۔ غدر ۱۸۵۷ء میں راجہ کی بغاوت کی وجہ سے کام کرنے ضبط کر لیا۔ سرسید لکھتے ہیں کہ اس قلعے اور شہر کی بنیاد ۱۳۲۱ھ میں ہی او تکمیل ۱۳۲۳ھ میں ہوئی۔ دارالسلطنت دہلی کا ایک بعد دیگرے یہ چوتھا شہر تھا۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ ”پہلا شہر پرانی دلی یہ راجہ پتھور کا قلعہ تھا۔ دوسرا کلوکھری یا نیا شہر۔ تیسری سیری اور چوتھا تغلق آباد۔ فرسٹ صاحب نہایت واجبی طور پر اس کو ”افغان حکمرانوں کا ایک عظیم الشان قلعہ“ لکھتے ہیں۔ اس قلعے کی شکل متقاعد مشن کی ہے جس کے تین چھوٹے قلعے مشرق مغرب اور جنوب میں ہیں۔ جن میں کا ہر ایک ضلع تین چوتھائی میل سے کچھ بڑا ہے۔ جانب جنوب اس شکل کا قاعدہ دیکھ سیکل لمبا ہے جس کے برابر برابر خندق دوڑی ہوئی ہے جو ایک بڑا تختہ آب ہے جس کے جنوب و مشرق کے کونے میں ایک عالی شان کٹھ (بند) باندھ کر پانی کو روک دیا کرتے تغلق آباد کا سا را دور چار میل سے صرف ایک ہی فرلانگ کم ہے۔ قلعہ ایک مرتفع پہاڑی ٹیلے پر واقع ہے جو چاروں طرف سے پہاڑی دروں سے گھرا ہوا ہے۔ صرف ایک ہی طرف نشیب ہے جو غالباً خشک شدہ تالاب کا شکم ہے۔ قلعے کی تفصیل بڑے بڑے بھاری پتھروں کی ہے جو غیر معمولی جسامت کے ہیں۔ فصیلوں میں



میں دو ستر لہ برجی دار حجرے بنے ہوئے ہیں۔ اس فصیل میں سب بڑا بھاری پتھر جو جنرل صاحب نے دیکھا وہ ۱۴×۲۰ لمبا اور ۲×۱ اونچ چوڑاں میں تھا۔ جس کا وزن چھٹن یعنی ۱۶۸ من سے زیادہ ہوگا۔ جس ہیاڑی پر قلعہ بنا ہوا ہے اس کا جنوبی رخ ڈھلواں ہے اس مقام کی فصیل ۴۰ فٹ اونچی ہے۔ جس میں جا بجا بندوق مارنے کی جھانجیاں بنی ہوئی ہیں۔ جن پر سات فیٹ اونچا کنگورا ہے۔ اس اونچی فصیل کے عقب میں ایک اور ۵ فٹ اونچی فصیل ہے اور جہاں نشیب آگیا ہے بلندی یکساں کرنے کو فصیل کی بلندی ۹۰ فٹ تک پہنچ گئی ہے۔ جنوب و مغرب کے کونے میں بالا حصار سارے قلعے کے پچھٹے حصے میں ہے اور اسی میں ایک بہت بڑے عالی شان محل کے کھنڈر بھی نظر آتے ہیں۔ فصیل کے اندرونی رخ پر لداؤ کے متعدد حجرے ہیں جو بقول جنرل کنگھم قلعے کی فوج کے رہنے کے کو اڑ رہے تھے۔ فصیل کے بعض برج اب بھی بالکل درست حالت میں ہیں۔ فصیل کا رخ اندوار کو مڑی ہوئی کی طرح کا و دم ہے۔ قلعے کی وسعت۔ اس کی نئے انتہا مضبوطی اور چڑھنے کو دیکھنے انتہا مستحکم اور پائدار۔ تعلق آباد کی عمارت کی نسبت ایک تعجب خیز عظمت شان و شوکت۔ کا خیال پیدا کرتا ہے (از آرکیالوجیکل رپورٹ جلد اول صفحہ ۳۱)۔ کیپٹن آرچر لکھتے ہیں کہ "تعلق آباد کو دیکھتے ہی اس کی حالت ظاہری شان و شوکت و عظمت کا ایک ایسا نظارہ پیش نظر ہوتا ہے کہ میں نے اس سے بڑھ کر اور کھیں نہیں دیکھا۔ مجھے تعجب ہے کہ پتھروں کے اتنے بڑے بڑے ٹنڈ (ڈھیم) کیوں گھرے گئے ہوں گے اور کس طرح (اوپر چڑھا کر) اپنے اپنے موقع سے جمائے گئے ہوں گے۔ تھارنٹن گزیٹر میں لکھا ہے کہ "قلعے کی فصیل ایسی عظیم الشان ہے کہ اس کو اگر کبھی کچھ زوال آسکتا ہے تو بجز زلزلے کے اور کوئی حادثہ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ فریٹکلن صاحب لکھتے ہیں کہ "قلعے کی حفاظت نہایت مضبوطی سے مورچوں اور برجوں سے کی گئی ہے۔ قلعے کے اندر ہی شاہی محل بھی تھا۔ خطرے کے وقت شاہنشاہ یہاں ہر طرح محفوظ و معصوم تھا کیوں کہ اس قلعے کی چڑھائی اب تک بھی بہت موڑ توڑ کی اور مشکل ہے۔ چٹانوں کی ڈھلان کی

وجہ سے وہاں تک پہنچنا ہی مستحضر ہو۔ قلعے کے پائیں میں ایک بڑا وسیع اور عمیق تالاب ہو۔ جس سے ساری فوج کو پانی میسر آتا تھا۔ قلعے کے کھنڈروں پر سے جو اندازہ اُس وقت کی عمارت کا کیا جاسکتا ہو اُس کی نسبت مسٹر بیکر لکھتے ہیں کہ ”صحن کی تین طرف اور بعض جگہ چاروں طرف مکانات ہی مکانات تھے۔ ہر مکان کی چار دیواری کے اندر جانے کا ایک ہی دروازہ تھا۔ عموماً دروازے کے سامنے ایک والان ۲۲ x ۱۲ ہوتا تھا اور والان کی دونوں طرف دو دو کوٹھریاں ہوتی تھیں جن کا رستہ والان اور صحن میں نکلتا تھا۔ بعض جگہ والانوں کے پیچھے واریجی متعدد چھوٹی چھوٹی کوٹھریاں ہوتی تھیں۔ ہر کمرے میں کئی کئی طاق رہتے ہیں لیکن باہر کھلتی ہوئی کوئی کھڑکی نہیں ہوتی۔ قلعے کے صدر دروازے کی چڑھائی بڑی سخت اونچی اور پتھر کی ہے۔ چوں کہ قلعے کے اندر کی اکثر عمارتیں منہدم ہو گئی ہیں تو اُن کے بلے سے رستہ اور بھی اٹ گیا ہے۔ یہ چڑھائی ایسی بے ڈھب ہے کہ چڑھتے چڑھتے دم چڑھ جاتا ہے۔ صدر دروازے بڑے بڑے پتھروں کے ڈھیلوں سے پٹے ہوئے ہیں جو پاس کے پاس اسی پہاڑ میں سے تراش لیے ہیں۔ قلعے کے کل تیرہ دروازے ہیں اور بالا حصار کے تین اس کے سوا۔ سرسید جو روایتوں کی بنا پر پیشتر لکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ شہر اور قلعے کے ملاکر (۵۶) کوٹ (برج) اور (۵۷) دروازے تھے۔ لیکن جنرل کسٹنگم کا قول اس کے خلاف ہے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ تغلق آباد میں سات تالاب ہیں اور بڑی بڑی عمارتوں کے کھنڈروں کا تو کوئی شمار نہیں مثلاً جامع مسجد اور برج مندر۔ جنرل کسٹنگم صاحب تغلق آباد میں برج مندر کا ہونا تسلیم نہیں کرتے اور سرسید بھی اس نام کا مندر جہاں پناہ میں ہونا کہتے ہیں اور یہی صحیح بھی ہے جس کی صراحت اپنے موقع پر آئے گی۔ فرینکلن صاحب لکھتے ہیں کہ ”یہاں تین بڑی بڑی باولیاں بھی ہیں جو اب بھی درست حالت میں ہیں۔ یہاں بڑے بڑے پختہ تہ خانے بھی ہیں جو تیس سے لے کر پانچ چالیس

قلعہ کے ایک برج کا نام ٹیر منڈل ہے اور تغلق آباد کہاں اور بھجے منڈل کہاں۔ بھجے منڈل ہا

سیلزمین سے گہرے ہیں۔ شاہی خانے میں چھ مدور کمرے ہیں جنکی چھت محراب پر جمی ہوئی ہو اور چھت میں دو فیٹ قطر کا روشن دان بھی ہو۔ یہ کمرے بیس بیس فٹ قطر کے ہیں جو گرمی میں سرد خانے کا کام دیتے تھے۔ ان کمروں کے ساتھ ۳۰۰۴۰ کے پختہ سنگ بست ۸ حوض بھی ہیں۔ علاوہ دو بادلیوں کے تیسری بادلی بالاحصار کے پاس ہو۔ بالاحصار تو بالکل تباہ اور نرا کھنڈر ہی کھنڈر رہ گیا ہو۔ بالاحصار کے پیچھے کا حصہ تو شاید کبھی آباد رہا ہو تو رہا ہو۔ قلعہ جس قدر دور سے بجائی بھل اور شان دار عظیم الشان معلوم دیتا ہو اندر جا کر اتنی ہی مایوسی ہوتی ہو کہ بجز ٹوٹی پھوٹی عمارتوں۔ کھنڈروں اور سٹی پتھر کے ڈھیروں۔ ویرانی اور تباہی کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ سیاح جب اس ہیبت ناک نظارے کو چھوڑ کر باہر نکلتا ہو تو پھر عالی شان فصیل سرخشاہک مورچوں کو دیکھتا ہو اور اس کی نظروں کے سامنے وہی سما پھر جاتا ہو کہ السدا کبر جس قلعے اور شہر کی بیرونی حالت ایسی پر شوکت شان ہو اس کے اندر کیا کچھ نہ رہا ہوگا۔ کبھی تو قلعہ تھا اور یہ ایک بڑا بھاری شہر یا ایسی بساط الہی کہ آج صرف گوجروں کا ایک کم حیثیت گاؤں رہ گیا۔ جس کا نام صرف اُن اُبڑے پچڑے مکافوں اور کھنڈروں کی بدولت چار دانگ عالم میں مشہور ہو اور دور دور سے لوگ زمانہ گزشتہ کی شان و شوکت غرمت و جبروت کی اس عجیبی گری پڑی باقی ماندہ یادگار کو دیکھنے کے لیے برابر چلے آتے ہیں۔ دیکھتے ہیں اور حسرت و افسوس کرتے ہیں کہ فنا کے زبردست ہاتھوں کے سامنے سب خاک ہو۔

۵ زمین مہین گل کھلاتی ہو کیا کیا۔ بدلتا ہو رنگ آسماں کیسے کیسے جو بیان قلعہ تغلق آباد کا اوپر لکھا گیا وہ اس ویرانے کی بہت عمدہ تصویر ہے لیکن بطور قنیشنگ چچ (کیفیت مختتم) کے اتنا اور لکھا جاتا ہو کہ گو قلعے کے متعدد دروازے ہیں مگر سڑک کی جانب جو دروازہ ہو وہ تو بالکل معمولی سنگ خارا کا ہو اور اتنا بلند بھی نہیں کہ اس میں سے ہاتھی جا سکے سیڑھیاں ساری ٹوٹ پھوٹ گئیں قلعہ تک پہنچنا بھی وقت طلب ہو۔ دروازے سے آگے بڑھنے کے بعد بائیں طرف ایک بڑا عمیق وسیع گڑھا ملتا ہو جس میں اب زراعت ہوتی ہو۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی تالاب تھا جو خشک ہو گیا ہو کہتے ہیں کہ نہیں یہاں پہاڑ تھا

اسی کو کاٹ کاٹ کر قلعے کے لیے پتھر لیے ہیں اس وجہ سے یہ گرٹھا ہو گیا ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو کر یہ گرٹھا قدرتی طور پر چاروں طرف سے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے اور ایک بنا بنا یا مضبوط اور قدرتی بند کا تالاب ہے۔ اس کے بعد پھر ایک دروازہ ملتا ہے اس کے اندر سے قلعے کی عمارتوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے یہیں ایک قلعہ خانچہ کی چھوٹی سی شکستہ مسجد ہے لیکن قلعے کی وسعت اور مکانات کی کثرت کے لحاظ سے بڑی مسجد اور کوئی رہی ہوگی جو ہم کو نہیں ملی۔ پہلے ہم منہ سے اوپنچے برج پر چڑھے جو شیر منڈل کہلاتا ہے اور اچھی حالت میں ہے اس پر سے سارے قلعے کی عمارتوں کو بخوبی دیکھ سکتے ہیں اور دور دور کا نظارہ ہوتا ہے۔ تعجب ہے کہ قلعے کے اندر کی ساری عمارتیں کیا چھوٹی کیا بڑی سب کی چھتیں گر گئی ہیں چار دیواریاں کھڑی ہیں والان پیش والان کو ٹھہریاں غسل خانے پائخانے۔ در اندر کے چھوٹے دروازے اور باہر کے بڑے پھاٹک سب موجود ہیں مگر چھت کسی کی نہیں خدا جانے چھتوں پر کیا آفت آئی تھی۔ مکان چھوٹے معمولی حیثیت کے اور بڑے بڑے محل کی منزلہ اور دو منزلہ اور بعض سہ منزلہ سب قسم کے ہیں بعض طبعیت بڑے بڑے محل ہیں بعض خالی محرابیں کھڑی ہیں۔ جا بجا تہ خانے بھی ہیں۔ معمولی حیثیت کے لوگوں کے مکانات بھی ہیں اور امراء کے عالی شان محل بھی۔ ساری عمارتیں سنگ خارا کی چوڑے سے بنی ہوئی ہیں اور مکانات کی وہ کثرت اور کچھ بچ ہو کہ تل وحرے کو خالی جگہ نہیں۔ پہلے ضرور سڑکیں اور رستے ہوں گے مگر اب تو ساری جگہ کو جھاڑیوں اور کانٹوں نے گھیر لیا ہے۔ مکانات جو گر گئے ہیں ان کے طبقے اور پتھروں نے رہا سہا رستہ بھی بند کر دیا اور ایسی چٹخیں ہو گئی ہیں کہ قدم دھرنا محال ہے۔ فصیل کے بڑے بڑے برج بعض قائم ہیں بعض گر گئے کچھ گر رہے ہیں۔ فصیل بھی جا بجا سے گر گئی ہے مگر پھر بھی بہت بڑا حصہ قائم و برقرار ہے اسی میں مقررہ فصل سے برج بنے ہوئے ہیں عمارتوں کی موجودہ حیثیت سے نزاکت اور نفاست نہیں معلوم ہوتی۔ صدر دروازہ بھی بچتا ہے جس میں بڑی بڑی لمبی لمبی کڑیاں لگی ہوئی ہیں اور انہیں کڑیوں کا ٹپاؤ بھی ہے۔ شیر منڈل کے برج پر سے دیکھو تو دہلی کا سارا شہر اور عمارتیں صاف نظر آتی ہیں۔ شمال مشرق کی طرف ریل دوڑتی ہوئی نظر آتی ہے اور اُس کے پیچھے اوکھلا

شمال کی طرف کا لکھاجی کا مندر۔ درگاہ حضرت نظام الدین کا گنبد۔ کلوکھر کی ریوٹیشن
 ہمایوں کے مقبرے کا انڈے کی طرح کا سفید سفید خوش نما گنبد پرانے قلعے کی فصیل کا
 کچھ حصہ۔ جامع مسجد کے مینار۔ لال قلعے کے وائرلس ٹیلیگراف کے اونچے اونچے
 کتبے۔ صفدر جنگ کا مقبرہ۔ رائے سینا کی عمارتیں وغیرہ وغیرہ۔ اب کم سے کم
 اتنا چاہیئے کہ قلعے کے اندر کے کھربے ہوئے پتھر ایک طرف کر دیئے جائیں کچھ
 جھاڑی کٹوا دی جائے کہ ذرا چلنے کا راستہ نکل آئے اب تو بے ٹھوکر کھائے اور
 ہاتھ پاؤں زخمی کیئے کے دو قدم چلنا مشکل ہو۔ شیر منڈل کے پاس ایک بہت بڑی
 سنہریہ باؤلی ہو ۱۱ x ۷۔ اور ستر فٹ گہری جو دھ گئی ہو اور شکم جھاڑ جھنگ
 سے آٹ گیا ہو۔ یہ ہاؤلی سنگ خارا کے بڑے بڑے ڈھیموں سے بنائی گئی ہو
 اور سنگ خارا کی بندش چو طرف ہو۔ پہلے سیڑھیاں بھی ہوں گی جن کا اب صرف نشان
 رہ گیا ہو۔ باؤلی مستطیل ہو۔ شمال اور جنوب کے دو طرف کی بندش کی دیواریں اب تک
 باقی ہیں اور یہی اُس کا طول ہو مشرق مغرب عرض کی دیواریں دھ گئی ہیں۔ یہیں ایک
 بڑی بھاری لمبی اور گہری سرنگ ہو جو ایک طرف بدر پور روڈ کی جانب ملے کے
 باہر نکل گئی ہو اور دوسرا رخ اُس کا خدا جانے کہاں تک گیا ہو۔ سرنگ کا ایک
 دروازہ ہو تھوڑی دور تک دو طرفہ طاق نما حجرے بنے ہوئے ہیں مگر تاریکی کے
 سبب سے اندر جاتے ڈر لگتا ہو۔ آگے چل کر حجروں کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہو نرمی
 سرنگ چلی گئی ہو جو تھوڑی دور آگے بڑھ کر ٹیم گئی ہو۔ سرنگ میں بالکل اندھیر
 ہو لائٹین ساتھ ہونا ضروری ہم دیالائیاں کھینچ کھینچ کر ٹٹول ٹٹول کر قدم بڑھاتے تھے
 پچاس سیڑھیاں اتر کر ہم کھڑکی میں پونہچے۔ شروع شروع میں تو کچھ اُجالا ہی پھر
 اندھیرا کھپ سیڑھیاں کچھ درست ہیں کچھ شکستہ جو درست ہیں اُن پر بھی روڑے
 گر کر پاؤں نہیں جمتا۔ پہلے تو ہم سیدھے چلے آئے اندھیرے کے ساتھ سر پہ
 چٹان بھی آگئی بیٹھ کر کھسٹنا پڑا اب کھڑکی اُنی جان میں جان اُنی تاریکی سے روشنی
 کی نعمت پائی۔ کھڑکی کا پٹ پتھر کی سلوں کا ہو اُس کے پیچھے سیٹھ اٹ جانے سے
 برابر نہیں کھلتا کچھ بھڑا ہوتا ہو دُبلّا پتلا آدمی تو خیر معمولی جسامت کا آدمی آڑا تر چھا
 ہو کر دب و بار نکل جاسکتا ہو مگر موٹے آدمی کا گزر نہیں اب ہم قلعے کے دامن

میں آگئے پھر یہاں سیریاں مچی ٹوٹ بھوٹ گئیں غرض پھسلتے پھسلاتے سڑک پر پہنچے
کیوں کہ قلعہ بالکل سڑک سے ملا ہوا ہے۔ قلعے کے دروازے اس وقت جو مشہور ہیں
وہ یہ ہیں۔ چکلا خانہ دروازہ۔ دھوبن دھوبنی دروازہ۔ نیم والا دروازہ۔ دلی دروازہ
کھڑکی دروازہ۔ ہاتھی دروازہ۔ اندھیری دروازہ۔ بنداولی دروازہ۔ راولی دروازہ
بھٹولی دروازہ۔ کھجور والا دروازہ۔ چوک دروازہ۔ ہوٹری دروازہ۔ لال گھنٹی دروازہ
تکھنڈ دروازہ۔ طلائی دروازہ۔ وغیرہ وغیرہ۔

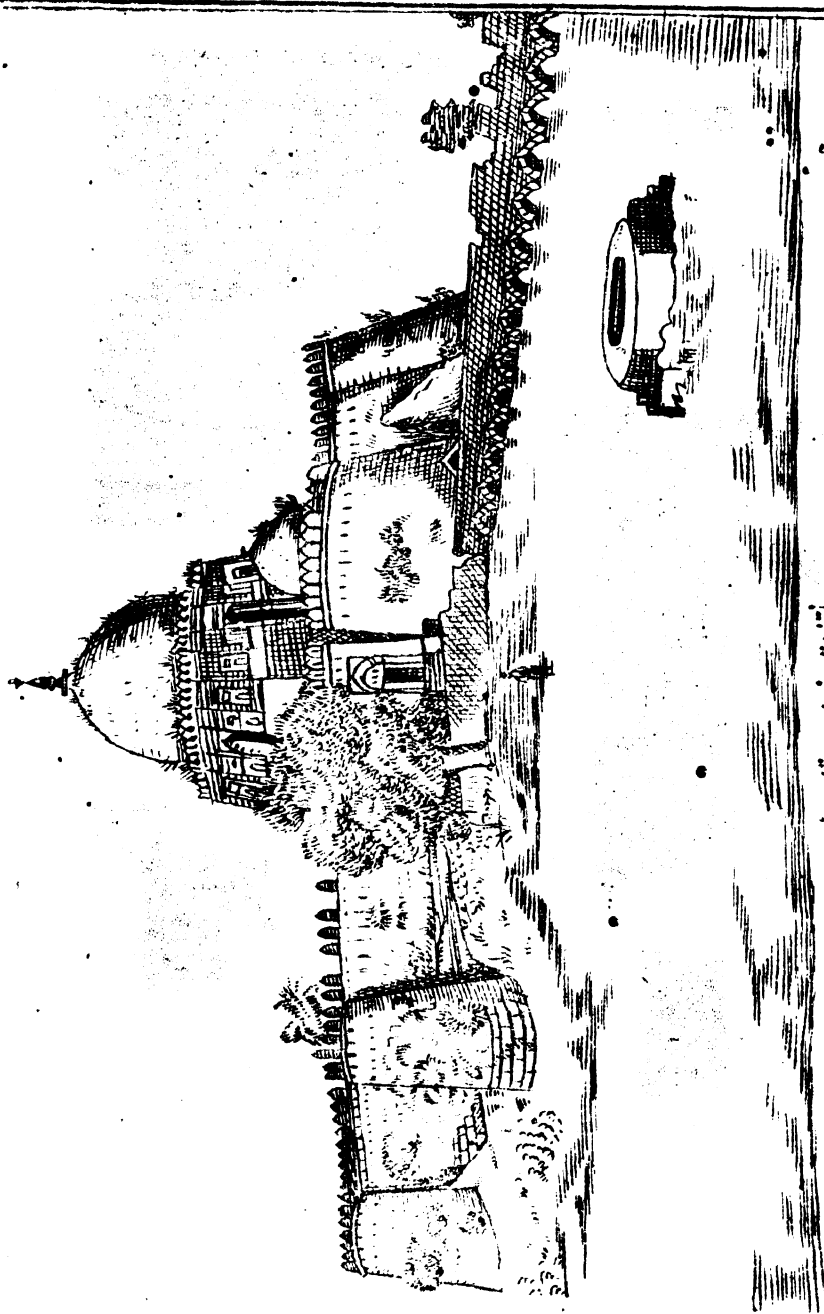
مقبرہ غیاث الدین تغلق شاہ

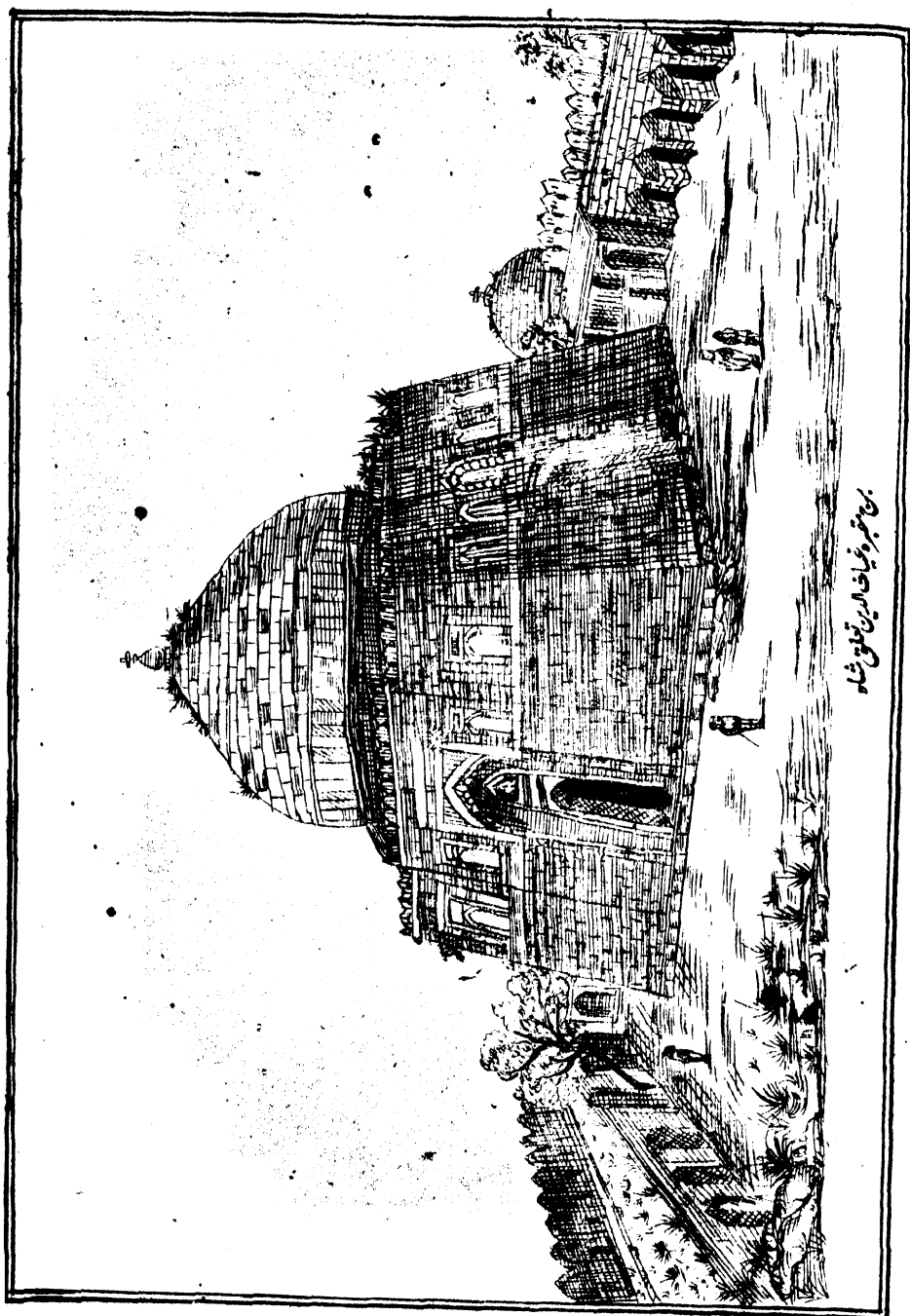
۲۵-۲۱ء
۲۵-۱۳۲۰ء ہجری

ایں دہر کہ بود مدتے منزل ما
نامد بجز از بلا و عسّم حاصل ما
افسوس کہ حل نہ گشت یک مشکل ما
رفقیم و نزار حسرت اندر دل ما

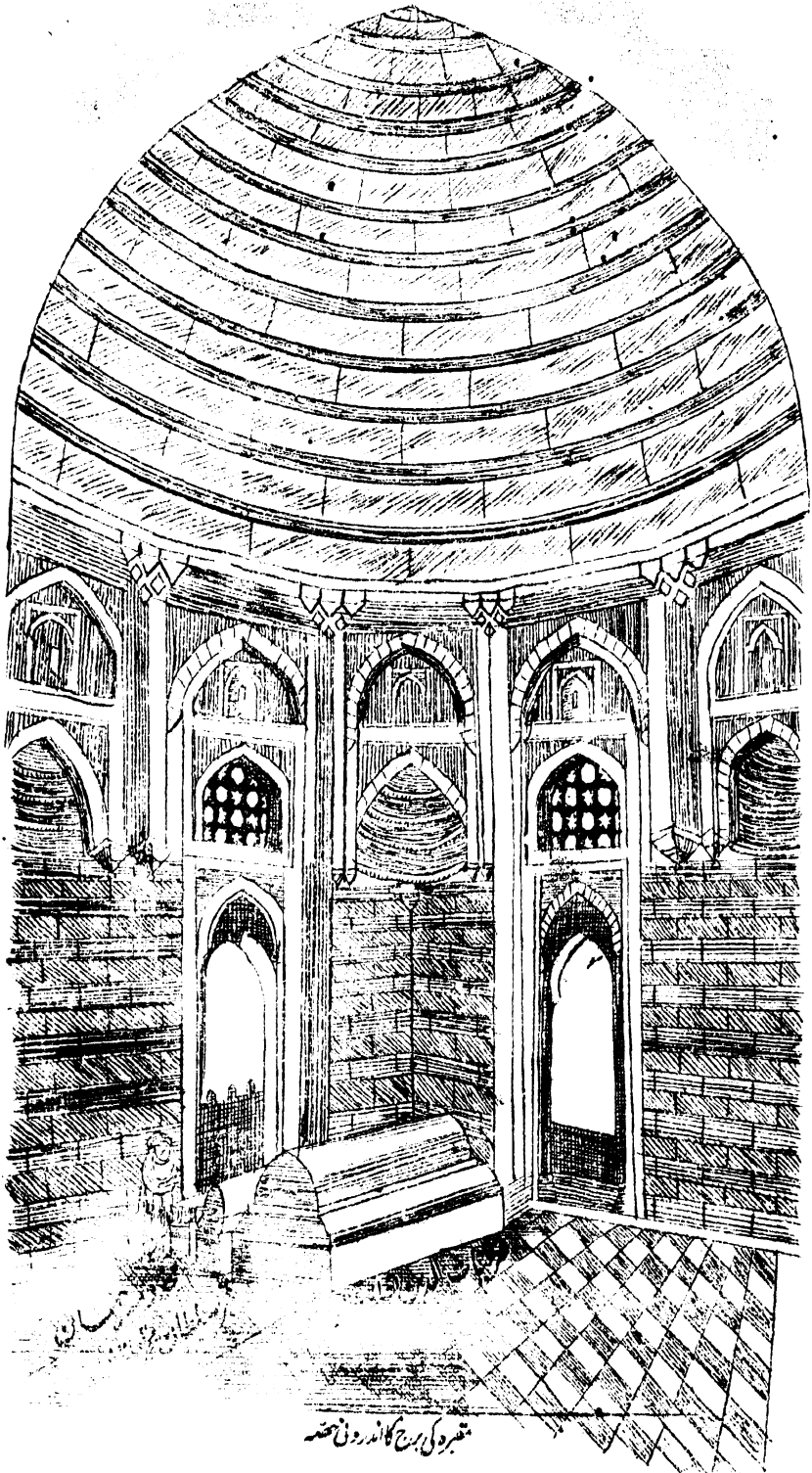
اس بادشاہ کا مزاج عجیب و غریب اور انوکھا تھا۔ لیکن بڑا جفاکش اور جرمی تھا
اس نے مغلوں کے دانت کھٹے کر دیئے اور بیابانی چار حملوں کا منہ اس زور و شور
اور قتل عام سے پھیرا کہ مغلوں کے پرچے اڑ گئے اور وہ ایسے مرعوب ہوئے
کہ پھر اس بادشاہ کی زندگی تک تو مغلوں نے ہندوستان کا رخ بھی نہ کیا۔ اس
بادشاہ کی غایت درجے کی جرات۔ ہمت اور استقلال کے ڈنکے دنیا میں بج گئے
۲۵ھ میں بنگالہ پونج کروہاں کے صوبہ دار کی سرکوبی کی اور اُس کے گھلے میں
رستی بندھوا کر گھسٹا ہوا دلی بھی لایا اور خود بھی بعد فتح و نصرت دلی کو واپس ہوا۔
وہیں خبر لگ گئی تھی کہ بادشاہ کے غیاب میں چند بڑے بڑے لوگ کہہ رہے ہیں
کہ بس اب بادشاہ دلی آچکا اور بخوبی بھی اُن کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں لیکن
اس اولوالعزم نے ذرا بھی ان جملات کی پروا نہ کی اس کا منہ سنا اور اُس کا منہ
اُڑا دیا ان بادہوائی باتوں سے ذرا بھی اُس کی ہمت اور استقلال میں فرق نہ آیا۔
حضرت نظام الدین اولیا بھی بادشاہ سے کچھ بدظن تھے اور کہا جاتا ہے کہ اُن کا
رجھاں خاطر شاہزادے محمد شاہ تغلق کی طرف زیادہ تھا اور وہی آپ کا مورد عنایات
والطاف تھا۔ بادشاہ کو حضرت کا شاہزادے کی طرف ضرورت سے زیادہ متوجہ ہونا

تقسیم غیاث الدین قلندر





بعض من عجایب الدین تعلق شام



اور اپنے سے رکاوٹ ناگوار تھی حکم دیا کہ اُن سے کہہ دو کہ دلی سے چلے جائیں اور یہ جی کہا کہ خیر جس کے دل میں جو آئے کہہ لینے دو۔ ذرا مجھے دلی پہنچ بیٹے پھر دیکھنا کیسی ان سب کی خبر لیتا ہوں۔ آخر الامر بادشاہ کی آمد آمد کا غفلت پڑا اور یہی معلوم ہوا کہ بادشاہ کی سواری دلی کے قریب تک آں پونچھی ہو اور اب کوئی دن باقی ہو کہ دلی میں داخل ہوگی۔ حضرت کے حلقے کے لوگ بادشاہ کی آمد آمد سن کر گھبراے کہ خدا جانے کیا واقعہ پیش آئے اور آپ کو ملتان دشمن لے چلنے کی صلاح دی۔ لیکن آپ کا بھروسہ خدا کی ذات پر تھا اور بڑے کوہ وقار و ستائش شہر تھے اور لہ تحشع الا اللہ (ہم سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرتے) پر پورا عمل رکھتے تھے۔ ذرا بھی آپ کو ہراس نہ ہوا اور جب آپ نے سنا یہی فرمایا ”ہنوز دلی دورست“۔ آخر کار بادشاہ افغان پور تک آں پونچھا جو دلی سے صرف چھ میل ہی۔ افغان پور ہی میں بادشاہ کے نزول اجلاں کے لیے دلی عہد نے ایک چوبی محل طیار کرایا تھا جو صرف تین دن میں بنا کر کھڑا کر دیا تھا۔

نسیار الدین برنی مصنف تاریخ فیروز شاہی لکھتے ہیں کہ ”یہ مکان صرف بادشاہ کی شبشب استراحت کے لیے بنوایا گیا تھا تاکہ اس میں شب باسن ہو کر صبح جاؤں گے ساتھ شاہی سواری دار السلطنت میں داخل ہو۔ بادشاہ کی سواری دو چرخے رونق افروز ہوئی اور اسی محل کو اپنے قوم ہیمنت لاروم سے شہر منتخا۔ بادشاہ دو چرخے کے غاسے سے فارغ ہوا۔ اور دار السلطنت ہاتھ لگا کر باہر نکلے کہ اسی اتار میں بجلی گری اور چیت و صطرام سے آں بڑی۔ بادشاہ اور اس کے ساتھ اور پانچ چھ شخص دب کر فرم گئے۔“ ابن بطوطہ نے ایک اور ہی تذکرے میں لکھی ہے اور بجلی گرنے کے مقابل میں وہ زیادہ قریب قیاس معلوم دیتی ہے۔ ابن بطوطہ نے پہلے تو اس عارضی عمارت کا حال لکھا ہے بعد یہ بھی لکھی ہے کہ وہ سوئے و خفاں تاک کر ہی ایسی حکمت سے بنایا گیا تھا کہ ذرا سی ٹھیس کے ساتھ و صطرام سے آں پڑے۔ غرض یہ کہ بادشاہ اسی محل میں اُترا اور لوگوں کی دعوت کی اور لوگ کھاپی کر جدھر کے اُدھر چلے گئے۔ دلی عہد نے معروضہ پیش کیا کہ ہاتھیوں کا جلاس نظر انور سے گزرے جو مقرون اجابت ہوا۔ بادشاہ کچھتا مٹا محمودی ہم کتاب بھی

القصد جب ہاتھی اُس طرف سے گزر رہے تھے (تو خدا جانے کیا واقعہ پیش آیا) کہ ایک دم سے محل بیٹھ گیا۔ بادشاہ اور شاہزادہ محمود دونوں اُس میں دب گئے۔ محمد شاہ گھبرایا اور فوراً کدال پھاڑے وغیرہ لانے کا غل مچایا مگر درپردہ آنکھ مار دی اور شاموں شام تک کسی نے خبر نہ لی۔ شام ہونے کے بعد کہیں کھدائی کی نوبت آئی تو بادشاہ کی نعش اُس حیثیت سے نکلی کہ بادشاہ تو اوپر تھا اور شاہزادہ نیچے۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ بادشاہ شاہزادے کو بچانے کے لیے اوپر گیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ بادشاہ کا دم نکل گیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں زندہ تھا لیکن اُسے مار ڈالا۔ یہ واقعہ یکم ربيع الاول ۱۰۲۵ھ کو ہوا۔ نعش کو راتوں رات جا کر اُس مقبرے میں دفن کیا جو خود بادشاہ نے تغلق آباد میں بنوایا تھا۔ یہ سب چال بازی خواجہ جہاں وزیر کی تھی کیوں کہ وہ محمد شاہ کا طرف دار تھا اور اُسی کی سفارش سے مرتبہ وزارت کو پہنچا تھا اور اُسی کا کلمہ پڑھتا تھا۔ ابن بطوطہ نے تو ساری بلا محمد شاہ تغلق کے سر دھری اور باپ کے قتل کا مجرم اُسے ٹھیکر دیا اور پہلے سے بھی باپ بیٹوں میں کشیدگی تھی۔ باپ حضرت نظام الدین اولیاء کے صاف نہ تھا اور بیٹا اُن کا حد درجے معتقد اور ہمیشہ اُن کی مجالس میں آیا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت نے حالت وجد میں تحت و تاج کی اُسے بشارت دیدی تھی۔ ابو الفضل وزیر اعظم اکبر شاہ بالکل اس بات کو بے اصل لکھتا ہی اور وہ لکھتا ہو کہ محمد شاہ تغلق پر فوراً بھی اشتباہ نہیں۔ چوں کہ محل جلدی میں بنوایا گیا تھا اُس کا گر جانا محض ایک اتفاقی حادثہ تھا۔ الغرض جب محمد شاہ تغلق تخت نشین ہوا تو سب سے پہلے وہ حضرت کا قدم بوس ہوا اور جب حضرت کا وصال ہوا تو آپ کے جنازے کو کندھا بھی دیا۔ بقول ابن بطوطہ کے ”غیاث الدین تغلق کا مقبرہ خود اُسی کا بنوایا ہوا ہی اور ایسا ہی ایک مقبرہ اُس نے اپنی صوبہ دار کی کتاب میں بتا میں بھی بنوایا تھا۔“ لیکن قول مرجع و معتبر یہ ہے کہ یہ مقبرہ محمد شاہ تغلق نے اپنے باپ کی وفات کے بعد برس کے اندر ہی اندر بنوایا۔ دارالامان کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ یہ وہ محل ہے جہاں بلبن بادشاہ کی قبر ہے لیکن غیاث الدین تغلق کا مقبرہ بھی اسی نام سے مشہور ہے۔ فیروز شاہ تغلق جو غیاث الدین تغلق کا پوتا تھا یہ لکھتا ہو کہ یہ مقام مدفن اصحاب کبار

کاہی۔ میں نے اس میں صندل کی لکڑی کے دروازوں کی نئی چوڑیاں چڑھوائیں اور بزرگوں کے مزاروں پر شامیائے تنوائے اور پردے ڈلوائے۔

اس مقبرے کی حالت جو جنرل کنگنھم صاحب نے اپنی رپورٹ میں لکھی ہو وہ یہ ہے۔ یہ مقبرہ ایک مصنوعی جھیل کے پیٹے میں بنا ہوا ہے۔ جس میں حوض شمسی کی چادر اور قلعے کے اطراف کے قدرتی نالوں کا پانی جمع ہوتا ہے اور کسی زمانے میں یہ قلعے کی خندق کا کام دیتا تھا جس سے ایک گوندہ محافظت بھی تھی۔ جھیل کی بیرونی شکل پانچ ضلعوں کی ہے۔ جو قلعے سے بذریعہ ایک چھ سو فیٹ لمبے محراب دار پست پل سے ملا دی گئی ہے۔ پل کے ستائیس درمیں۔ مقبرہ مربع شکل کا ہے۔ جو اندرونی ۲۸ فٹ اور باہر سے ۶۱ فٹ ہے۔ بیرونی دیواریں گنگورے تک ۳۸ فٹ اونچان میں ہیں۔ جن میں فی فٹ ۳۳ ر ۲ کا ڈھلان ہے۔ اس حساب ۳۸ فٹ میں کل ڈھلاؤ ۱۱ فٹ کا ہے۔ دیوار کا آثار پا سے میں ۱۱ فٹ ہے جو اوپر جا کر صرف چار فیٹ رہ گیا ہے۔ اتنی بلندی پر صبح پیمائش کرنے کا کوئی فوریہ نہ تھا مگر جہاں سے گنبد شروع ہوتا ہے وہاں سے آثار چھ یا سات فیٹ کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ گنبد کا قطر اندر سے ۳۴ فٹ اور باہر سے ۴۴ فٹ اور بلندی ۲۲ فٹ ہے۔ گنبد تمام سنگ مرمر کا ہے۔ کل مقبرے کی بلندی ۷۰ فٹ ہے اور کھس جو سنگ سرخ کا ہو ملائیں تو اونچان اسی فیٹ کے قریب ہو جاتی ہے۔ گنبد کی چاروں طرف چار بڑے بڑے محراب دار جوہیں چوبیس فیٹ اونچے دروازے ہیں۔ گنبد کا داخلی دروازہ جو بڑے دروازے کے اندر ایک اور چھوٹا دروازہ ہے صرف ۵ فٹ وس اونچ چڑا ہے جس کی محراب میں سنگ مرمر کی موٹی جالی لگی ہوئی ہے۔ مقبرہ باہر وار سے مختلف رنگ کے پتھروں سے آراستہ ہے۔ جا بجا سرخ پتھر کے ساتھ سنگ مرمر کے پتھر کے مائیکے اوکارنس لگانے سے دوبالا رونق ہو گئی ہے۔ محرابیں سب سنگ مرمر کی ہیں اور ایک چوڑا پتھر سنگ مرمر کا جہاں سے محرابیں شروع ہوتی ہیں عمارت کے چاروں طرف دوڑا ہوا ہے۔ ایک اور سنگ مرمر کا چوڑا اور کھڑا پتھر چار فیٹ بلندی سیدھی سلیوں کا جہاں سے کہ گنبد شروع ہوتا ہے گردا گرد ہے۔ موجودہ حالت اس مقبرے کی عمدہ اور نفیس رنگ کے پتھروں کی وجہ سے بہت دل خوش کن اور نظر فریب ہے لیکن

زمانے کے استداونے کچھ اور نکھارا اور روپ اور حسن پیدا کر دیا ہو۔ سنگ سرخ کا چھوڑا تا شوخ رنگ جا کر ہلکا پیاز سی ہو گیا ہو اور صر سنگ مرمر کی شفافی اور چمک دمک اور جلا سے بھی خیرگی دور ہو کر اعتدال آگیا ہو۔ غرض سرخی اور سفیدی کے رنگ میں جو پہلے تباہین کھلی تھا اب ایک جان و دو قالب ہو کر ایسے کھل مل گئے کہ اُس میں ایک نئی لطافت اور توافقی پیدا ہو گیا ہو۔ مقبرہ مجموعی حیثیت سے بنی الجملہ اچھی حالت میں ہو، (از آرکیالوجیکل رپورٹ جلد اول صفحہ ۱۲۶)

جب کہ مستقل مزاج تجربہ کار سورما تغلق شاہ نے (۱۳۱۷ء) میں نئی دہلی کی جو اُس کے نام سے مشہور ہو بنا ڈالی تو اُسی کے ساتھ ساتھ اُس نے اپنا مقبرہ بھی بنوایا۔ جیسا کہ عموماً دستور ہے (کہ بادشاہ اپنی زندگی میں اپنا مقبرہ بنوا لیتے ہیں)۔ یہ مقبرہ کسی باغ میں نہیں بنایا گیا بلکہ ایک نہایت مضبوط اور محصور قلعے میں ایک مصنوعی جھیل کے اندر بنایا ہو گا و دم دیواریں اور مصر کی عمارتوں کے طرز کا مستحکم مقبرہ جو عظیم الشان حصار اور شان دار برجوں کے بچوں بچ ہو اس شہج بادشاہ کے لاثانی سہترے کی تصویر نظر میں جمادیتا ہو جو بمقابلہ اُس کے مابعد کے ٹھنڈے دل والے اس پسند خاندان کے مقبروں سے جو نفیس اور ہرے بھرے باغوں میں ہیں بالکل ایک جدا گانہ حیثیت رکھتا ہو (از ہسٹری آف ارکٹیکچر فرگسن صاحب جلد دوم صفحہ ۶۵۳)۔ مقبرے کا باہر کا دروازہ بڑا عالی شان سرخ چتر کا بنا ہوا ہو جس پر تین سیڑھیاں چڑھ کے پونچتے ہیں۔ آراٹے کی دیواروں میں بہت سے حجرے ہیں جو غریب غربا کے آرام کے لیے بنائے گئے ہیں۔ گنبد میں تین قبریں ہیں۔ بیچ والی قبر سلطان غیاث الدین تغلق کی ہو اور اس کے ادھر ادھر ایک ایک قبر ہو اُس کی نسبت یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ کس کی ہیں۔ اس پر جو سنگ مرمر کا حظیرہ بنا ہوا تھا وہ خدا جانے اُٹھاڑ لیا گیا یا ٹوٹ پھوٹ گیا۔ ان دو قبروں میں سے ایک تغلق شاہ کے حرم محترم مخدومہ جہاں کی کہی جاتی ہو اور دوسری محمد شاہ تغلق فرزند غیاث الدین تغلق شاہ کی جس نے بخارا سے سندھ میں ۱۱۳۳ھ میں انتقال کیا۔

یہ مروا قعات تاریخی سے پایہ ثبوت کو پونچ گیا ہو کہ ہندوستانی شاہزادوں کی تعلیم کبھی ایسے عمدہ اصول پر نہیں دی جاتی جن سے اُن کے اوصاف اخلاقی راسخ

اور مستحکم ہو جائیں چنانچہ اس کی ایک کھلی ہوئی مثال محمد شاہ تغلق کے حالات ہیں۔
یہ شخص تمام سلاطین ماضیہ دہلی سے قابلیت اور لیاقت میں بدرجہ با برہا ہوا تھا۔
اس کی وسیع معلومات، علوم و فنون و ریاضی کی اس درجے بڑھی ہوئی تھی کہ اُس
وقت کے علماء اور فضلا جنہوں نے اپنی ساری زندگی اکتسابِ علوم میں صرف
کر دی تھی وہ بھی اس کی اعلیٰ درجے کی قابلیت کے معترف تھے۔ لیکن افسوس
ہو کہ محمد شاہ تغلق ایک بیکار، بے اصول جابر تھا۔ بدقسمتی سے وہ اپنے جذبات
پر قابو نہ رکھتا تھا اور اُس کی چھبیس سالہ سلطنت مصائب و آلام کے واسطے
مشہور ہوئی۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ ”اس میں صفات متضاد اور فوق العادہ خصائل
تھے۔ اُس کی داد و دہش ایسی تھی کہ گویا ہاتھ میں ہڈی نہ تھی سح ہذا خون کے
نڈی نالے بہا دینا بھی اُس کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔ ملکی پیچیدگیوں اور بیماریاں نے ٹھٹھے
کے مقام پر اُس کا خاتمہ کر دیا۔ سلطنت کی حالت اس وقت بہت متزلزل تھی۔
اُس کا بھانجا اور جانشین فیروز شاہ تغلق ایک ہر دل عزیز بادشاہ تھا اور ساتھ ہی
اس کے بہت نرم دل بھی تھا۔ وہ ہمیشہ محمد بن تغلق کی سختیوں کو سخت تاسف کی نگاہ سے
دیکھتا رہتا تھا۔ تخت پر بیٹھتے ہی اُس نے سب سے پہلے تلافیِ مافات اور مرحوم
کی روح کو ایصالِ ثواب اور مواخذہِ عقبیٰ سے بچانے کی کوشش کی۔ گناہ و قسیم کے
ہوتے ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد، حقوق العباد بدوین شخص متضرر کے معاف کیے کے سوا قوت
نہیں ہوتے۔ فیروز شاہ کی نیک دلی نے بہت کچھ اشکِ شوق کی اور لوگوں کے زخمی
دلوں کو چٹکا کیا۔ جن جن کے ہاتھ پاؤں اور نائیں کٹوائی تھیں یا آنکھیں نکلوا ڈالی
تھیں سب کو بہت کچھ دے دلا کر استمالت اور دل جوئی کی اور اُن کے تحریری معافی نامے
ایک صندوق میں رکھ کر بادشاہ کے سر پہنے دفن کر دئے تاکہ ارحم الراحمین اپنی
رحمت سے اُس کی خطاؤں پر قلمِ غفور چھیر سکے۔ حقِ مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

ربا علی

ممکن نہیں نجد سے عبادت تیری لطف و کرم و عطا ہی عادت تیری
قطرہ قطرہ ہیں گو کہ عصیاں میرے دریا دریا مگر ہو رحمت تیر سی
دلی میں سنگِ سرخ کی غمار تیں کثرت سے ہیں لال قلعہ اور جامع مسجد میں زیادہ تر

سنگ سرخ ہی ہے مگر تعلق شاہ کے مقبرے کا سنگ سرخ اپنے پتھر آتے شوخ رنگ کا ہو کہ آج بھی نظر میں کھبا جاتا ہے۔ ایک تو پتھر چندہ اُس پر پالش ایسی کی نظر پھلنی ہے پھر وصل ایسا کیا ہو کہ باوجود صد ہا برس گزر جانے کے اب تک ایک درز بھی نہ کھلی ایسا معلوم دیتا ہے کہ آج بنا ہے۔ قلعہ کے پاس مغرب کی طرف یہ مقبرہ ہے۔ گنبد کا طرز مصری وضع کی عمارتوں کا ہو دیواریں اوپر سے سکرٹھی نیچے سے چوڑی۔ اسی طرز کا دقتی میں قاضی کے حوض کا پولیس سٹیشن بنا ہے۔ دیواروں میں اجارے تک سنگ مرمر لگا ہوا ہے۔ فرش سنگ خارا کے چوکوں کا ہے۔ اندر تین قبریں دو ایک ہی وضع کی ۵x۵x۹ فٹ۔ مشرق کی طرف کی قبر ۴x۴x۹ فٹ ہے۔ یہ قبریں مشرق کی طرف ہٹا کر بنائی گئی ہیں مقبرے کے وسط میں نہیں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اور قبروں کے لئے عمارت جگہ چھوڑی گئی ہے۔ عینوں طرف کے دروازوں کے اوپر سنگ مرمر لگایا ہے۔ مغرب میں پیش طاق اور دروازہ بند ہے۔ دروازوں کی چکلاں چھ فیٹ کی ہے۔ مقبرہ اندر سے ۳۸ فٹ۔ ۹-۱۰ انچ مربع ہے۔ مقبرہ باہر سے شمن ہے جس کا ہر ایک ضلع ۸ فٹ ہے۔ جنوب کی طرف ایک سہ گنہ دالان کے باہر وارا ایک کنواں ہے جو پورے کانواں کہلاتا ہے۔ اس طرف تہ خانے کا دروازہ ہے جو اندر ہی اندر چلا گیا ہے۔

کریم مقبرے کے ایک وسیع کنڈورے دار فصیل نامکپونڈ ہے جسکی دیوار ۱۲ فیٹ اونچی ہے جس میں (۴۶) کوٹھریاں ہیں۔ مکپونڈ کے چاروں کونوں میں سہ دریاں بنائی ہیں۔ مقبرے اور مکپونڈ وال کے درمیان ۲۹ فٹ کا فصل ہے۔ مکپونڈ وال کیا ہے قلعے کی فصیل ہے کہ بہت بلند کرسی دے کر مقبرہ بنایا ہے۔ مکپونڈ کے چاروں کونوں پر برج نما فیل پائے دھس کی طرح کے بنائے ہیں۔ مقبرے کے مشرق میں ایک دالان میں قبعا ایک تعویذ سنگ خارا کا ۲x۲x۱۳-۱۳-۱۳-۱۳ فٹ۔ ۱۰-۱۱ انچ اونچا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ گھٹتے کی قبر ہے مگر مجھے اس میں شک ہے۔ مجھے تو وہ کسی قبر کا کھڑا ہوا تعویذ معلوم دیتا ہے جو اس دالان میں یونہی لاکر ڈال دیا ہے۔ مسلمانوں کے ہاں تو کتنا ناپاک ہے پھر اُس کی قبر کیسی۔ مجھے تو یہ لوگوں کی من گھڑت معلوم دیتی ہے۔ مقبرے کا سنگ سرخ کا صدر دروازہ کوٹھی کرسی دے کر بنایا ہے مگر مقبرے اور مکپونڈ کے لحاظ چھوٹا ہے ۸-۱۳ فٹ اونچا اور چھ فیٹ کی چوڑائی کا دروازہ بالکل غیر عموماً ہے پٹ چونی ہیں

مگر زمانہ حال کے پینے کے اصلی کوارٹھ نہیں رہے۔ کلس سنگ سرخ کا ہی اور پرکانو کدار حصہ ٹوٹ گیا حصہ زیرین باقی ہے۔ اس گنبد میں اوپر چڑھنے کا کوئی ذریعہ نہیں رکھا گیا۔

مقبرے کے دروازے

کے پاس کا نامعلوم مقبرہ

سلطان محمد تغلق کے مقبرے کے کمپوٹ کے اندر مشرق کے کونے میں اور صد دروازے کے بائیں کونے میں خدا جاگس کی قبریں ہیں جو فیروز شاہ کی ترمیم کے وقت بھی موجود تھیں بس اتنا ہی

سٹیفن صاحب لکھ کر چپ ہو گئے اور سرسید نے تو اس برج کا ذکر ہی نہیں کیا۔ مقامی لوگ ان قبور کو محمد تغلق کے وزیر اور ان کی بی بی کی قبریں بتلاتے ہیں مگر نام کسی کا نہیں لیتے۔ مقبرے کے داخلی دروازے پر ایک لمبا چوڑا کتبہ ہے جو باوجود غور کے مجھ سے پورا نہیں پڑھا گیا لیکن بادشاہ کا نام علاء الدولہ والدین صاف ہے جس کا زمانہ ۱۳۱۵-۱۲۹۵ء ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ کے عہد میں یہ مقبرہ بنا اور طرز عمارت اور کتبوں کے خط کی روش بھی علانی دروازے کی سی ہے۔ کتبہ میں سے صرف اس قدر عبارت نکلی ہے:- ”باب عمارت خیر در عہد ہمایون مجلس اعلیٰ..... عالم علاء الدولہ والدین المظفر.....“

یہ مقبرہ ہے تو چھوٹا سا جس کا قطر ۱۹ فٹ ہے مگر بہت خوب صورت ہشت پہل نہایت پائس کیے ہوئے سنگ باسی اور سنگ خارا کا بنا ہوا ہے جس کا ایک ضلع افٹ ہے۔ اندر تو آٹھ در ہیں مگر دروازے دو ہی ہیں ایک جنوب میں دوسرا مشرق میں جو تنگ اور پست ہیں اس سبب سے مقبرے کے اندر تاریکی رہتی ہے۔ گیلری ۶ فٹ ۷ انچ چوڑی ہے مقبرے کے اندر صرف دو قبریں ہیں ایک سنگ مرمر کی ۴-۲ x ۲-۲-۲-۲-۲-۲-۲-۲-۲-۲ اونچی۔ دوسری گچ کی ۵-۲ x ۲-۲-۲-۲-۲-۲-۲-۲-۲-۲ اونچی۔ ہر در کی محراب پر کلام مجید کی آیتیں کثرت سے لکھی ہوئی ہیں۔

جنوب کی طرف پہلی آرج بسم اللہ - قل ہواللہ - دوسری - شہد اللہ
اِنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ تَا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اور آیۃ الکرسی - تیسری - بسم اللہ -
قل ہواللہ - چوتھی - پانچویں - چھٹی آیۃ الکرسی - ساتویں بسم اللہ - قل ہواللہ

آٹھویں شہد اللہ اور آیۃ الکرسی۔

مشرق کی طرف۔ پہلی آرج۔ بسم اللہ قل اللہم اے الہ الملک تو فی الملک من تشاء و تنزع۔ دوسری الملک من تشاء تا انک علی کل شیء قدير۔ تیسری تو لیج اللیل فی النهار تا و تشرق تشاء بغير حساب۔

چوتھی۔ بسم اللہ انا فتحناک فتحاً مبیناً تا ما تقدم من ذنبک۔ پانچویں۔ و ما تأخر تا و یصورک اللہ نصر اعزیزاً۔ چھٹی۔ هو الذی انزل السکینۃ تا و اللہ جود السموات و الارض۔ ساتویں تا تون اعظماً۔ آٹھویں۔ و یعذب المنافقین و المنافقت تا عزیزاً حکیماً۔

بالائی محرابوں پر۔ (۱) بسم اللہ سورۃ الفجر۔

(۲) بسم اللہ۔ سورۃ قل و اور آیۃ الکرسی تا لہ ما فی السموات۔

(۳) و ما فی الارض تا لا یما تشاء۔ (۵) وسع کرسیہ السموات تا و هو العلی العظیم۔ (۶) لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ رب قل اتیتنی من الملک و علمتنی تا و الحقنی بالصالحین۔ (۷) یسلونک عن النجی و المیسرتا لعلکم تتفکرون۔

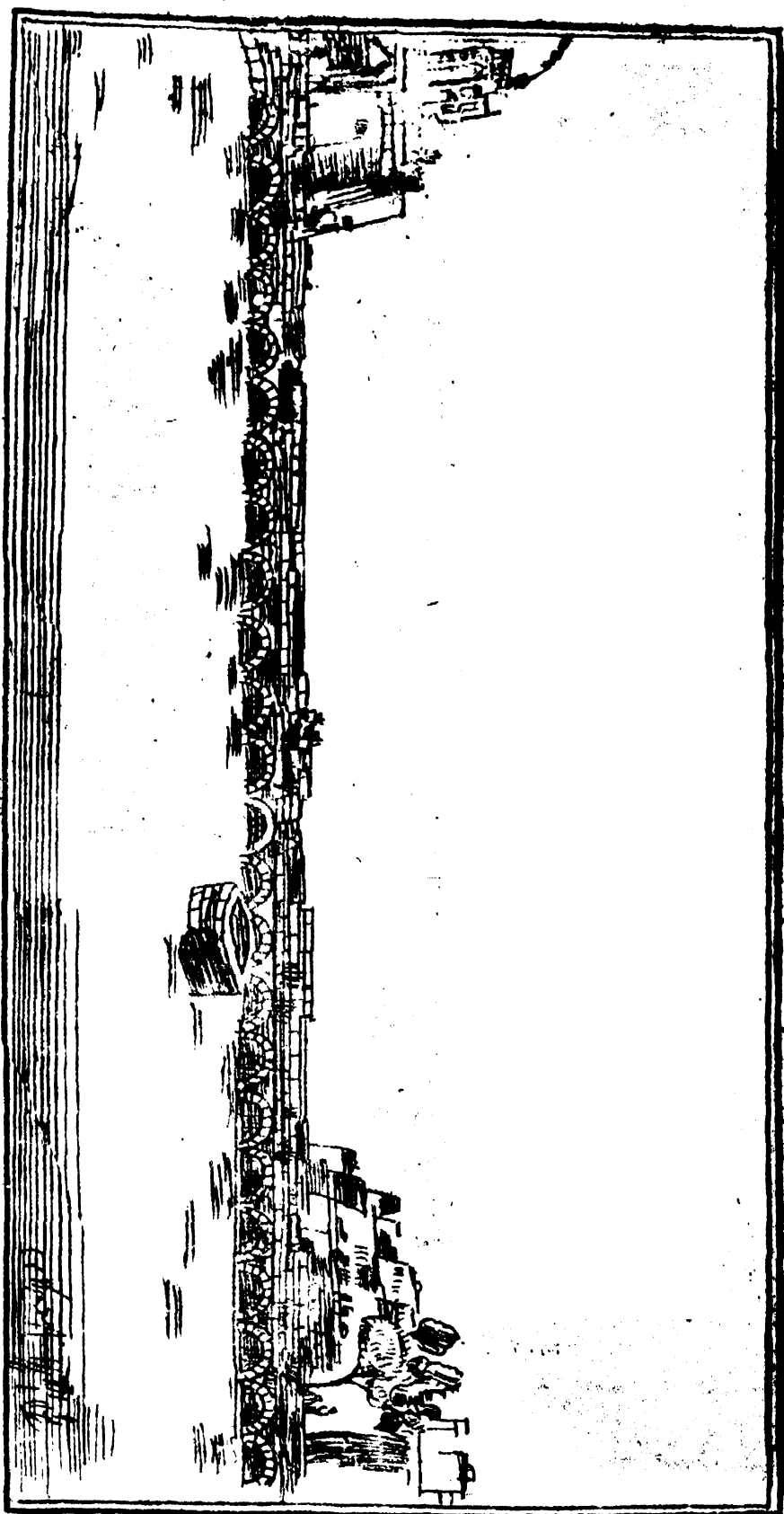
اب صرف ایک کتبہ رہ گیا اور وہی بڑا بھم ہر جس میں بانی وغیرہ کا نام ہر یہ جنوب رخ پر دروازے کی دہلیز میں اندر وار لگا ہوا ہے۔ کچھ بہت اونچے پھنجی نہیں ہر لیکن اول تو اندھیرا ہی دوسرے یہ کہ لوگوں نے چرنے اتارنے کی غرض سے روشنائی لگا لگا کر بالکل غارت کر دیا ہے صرف داو خاں مرحوم ہمدار پڑھا جاتا ہے باقی حصہ نہیں نکلتا اگر یہ کتبہ پڑھا جاسکے تو اس مقبرے میں کون دفن ہے صحیح طور پر اس کا پتہ معلوم ہو جائے۔

فصیل مقبرہ

اس مقبرے کی فصیل اور دروازہ بھی نہایت شان دار

اور بغایت خوب صورت ہے۔ دروازہ تمام سنگ مرمر

کا ہے اور اس میں ایک دالان ہے۔ تینیس سیڑیاں چڑھ کر مقبرے کے صحن پر پہنچتے ہیں۔ فصیل اس کی نہایت عجیب ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ



پشت

بنانے والے نے اُس کی فصیل ایسی میڑھی میڑھی کیوں بنائی شاید جس طرح کا پہاڑ ہوگا اُسی لحاظ سے فصیل کو بیچ و خم دے دیں ہوں گے۔ اگرچہ یہ مقبرہ تگونیہ کوٹ کر کے مشہور ہو یعنی مثلث پر یہ بھی غلط ہو اس واسطے کہ دونوں سابقین اُس کی مستقیم نہیں ہیں ان کے بیچ میں بھی ایک ایک زاویہ منفرد پیدا ہو گیا ہو۔ فصیل میں قلعہ کی طور پر برج و بارہ بنے ہوئے ہیں۔ ایک برج تو اس مثلث پر جانب جنوب ہو اور دوسرا مثلث کے شرقی ضلع پر اور تیسرا اور چوتھا قاعدہ مثلث پر جانب شمال اور غرب بنا ہوا ہو۔ تیسرے برج پر ایک اور برج ہو اور اُس میں بھی کچھ نامعلوم فرمیں ہیں اور ضلع غربی میں مقابل بیچ ضلع شرقی کے چٹا کنواں ہو کہ اُس کا پانی مقبرے کے رہنے والوں کے رُج میں آتا تھا۔ فصیل کے اندر کے رخ حجرے فقرا اور ساکین کے رہنے کے بنے ہوئے ہیں۔ گرد اس مقبرے کے سلطان فیروز شاہ نے پانی کا بند بنایا تھا اور مقبرے اور قلعے کے دروازے کے بیچ میں پل باندھا تھا کہ اس سبب سے اس مقبرے اور قلعے کو عجیب رونق ہو گئی تھی۔

مقبرے کا پل

یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ پل کس نے بنایا ہو لیکن قرینہ اس بات پر دال ہو کہ یہ پل

فیروز شاہ بن سالار جب کا بنوایا ہوا ہو جو سلطان محمد تغلق شاہ کے بعد تخت پر بیٹھا تھا۔ فیروز شاہ نے اپنے عہد میں بہت سے پل اور بند بنائے ہیں عجیب نہیں کہ یہ بھی اُسی سٹے بنایا ہو۔ اگر یہ بات صحیح ہو تو شاہ کے بعد یہ پل بنا ہوگا۔ اس پل اور پانی کے بند بندھنے کے سبب حقیقت میں اس قلعے اور مقبرے میں جان پڑ گئی ہو۔ مشرق کی طرف تو تغلق آباد کا قلعہ ہو اور مغرب کی طرف پہاڑ اور جنوب کی طرف عمارت ہزار ستون شمال کی طرف سے پانی اگر قلعے کے نیچے کو سوں تک بھرا رہتا تھا اور اس مقبرے کے گرد پانی بھر کر عجیب عالم دکھاتا تھا اور یہ مقبرہ کٹورہ سا

معلوم دیتا تھا۔ پانی کا لہریں کھانا اور ٹھنڈی ہوا کا چلنا اور پہاڑوں پر سے
 سبزے کا دکھائی دینا جنت کی یاد دلاتا تھا۔ مقبرے کے چاروں طرف
 اس قدر پانی بھرا رہتا تھا کہ مقبرے میں جانے کو رستہ نہ ملتا تھا اس واسطے
 یہ پل مقبرے کے دروازے سے قلعے کے دروازے تک بنایا گیا تھا۔
 سرسید نے جب ۱۸۶۳ء میں آثارالصنادید لکھی تھی اس وقت تک بھی مقبرے کے
 گرد پانی بھرا ہوا تھا مگر اب تو ایک قطرہ بھی نہیں زراعت ہوتی ہے۔ یہ بند
 پہلے بلم گڑھ کے راجہ ناہر سنگھ کی عمل داری میں تھا جب ہی وہ شکستہ
 تھا اب سرکار نے اس کی مرمت کرا دی ہے۔ مقبرے سے سڑک تک پل
 برقرار ہے اور سڑک کی دوسری طرف سے قلعے تک کا حصہ ٹوٹ گیا۔ اب
 یہ پل صرف ۸ فٹ چوڑا ہی جس پر ۳ فیٹ اونچی منڈیری ہے اور گہرائی ۹ فیٹ
 ہے۔ پہلی حالت قائم نہیں اب تو صرف رستے کے طور بنا دیا گیا ہے۔ درجی بیت
 بھر جانے سے آٹ گئے ہیں۔ اسکے وقتوں میں بڑے بڑے نالے جو اس
 نواح میں جاری تھے اس بند میں کاٹ کر ڈالے گئے تھے اور قطب صاحب
 کے شمسی تالاب سے اس میں بارہ جہینے پانی آتا تھا چنانچہ جھرنے میں بانگ
 بند سوچو رہی۔ اب وہ تالاب بھی ٹوٹ پھوٹ گیا اور اس کے شکم میں بھی زراعت
 ہونے لگی۔ غرض یہ کہ ذرائع آمدنی مسدود ہو گئے اب پل صرف برائے نام
 باقی ہے۔

عادل آباد۔ یا محمد آباد

یا عمارت ہر استون

اسی زندگانی پر سبست ہیں
 اسی نقش موہوم پر ناز ہے
 کوئی ملک گیری میں ملے تاب ہے

غضب ہو کہ دہن ہو فصل بہار
 چڑھے گا چمن پر خزاں کا بخار
 یہی ہستی چند روزہ بھی ہے
 کہ دو دن میں ہر دفتر عیش طو
 کہ دو دن میں سب جو صلے پست ہیں
 جہاں اک طلسم خدا ساز ہے
 کوئی عیش و عشرت میں نہ خواب ہے

تعلق آباد کے جنوب میں اسی قلعے کے ساتھ دو قلعے اور بھی ہیں جنوب مشرق کے کونے میں جو ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے اُس پر کا قلعہ محمد شاہ تعلق کے نام پر سے محمد آباد کہلاتا ہے اور چوں کہ بادشاہ کا پورا نام محمد عادل تعلق شاہ عرف فخر الدین جو بنا تھا اسی کو بعض لوگ عادل آباد بھی کہتے ہیں اور ہزارستون سنگ مرمر کے اس میں لگائے تھے اس سبب سے عمارت ہزارستون بھی کہتے تھے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکان صرف بطور سیرگاہ کے پہاڑوں کے بیچ میں میدان پر جس میں ہمیشہ پانی رہتا ہے اُس پہاڑی پر جو بالکل لب آب ہے یہ قلعہ بنایا اور شہر تعلق آباد کے دروازے سے اس قلعے کے دروازے تک ایک پل بنایا اور اُسی میدان کے غرب میں اپنے باپ کا مقبرہ بنوایا اور مقبرے اور اس قلعے کے دروازوں کے پاس بھی پل بنوایا اور قلعے کی شمالی دیوار کے آگے پانی کے کنارے عمارت ہزارستون بنائی۔ اب تو اس قلعے میں کچھ باقی نہیں رہا

ساری عمارتیں گر گرائی ہیں اور عمارت ہزارستون کا تو نام و نشان بھی باقی نہیں لیکن وضع و قطع مکانات کے لحاظ سے قرینہ مقضیٰ اس امر کا ہے کہ ہزارستون کی عمارت بارہ درمی کی وضع کی تھی اور دو منزلی تھی بلکہ عجیب نہیں کہ سہ منزلی بھی رہی ہو۔ اس قلعے کے تعمیر کی تاریخ فاذی خلوٰی تھا۔ ہے۔ بعض لوگوں کو شبہ پڑا ہے کہ یہ وہی محل تھا کہ جس کے تلے غیاث الدین تعلق شاہ دب کے مرا تھا حالانکہ

یہ بات بالکل غلط ہے وہ چھوٹا سا محل افغان پور کے پاس تین دن میں پہنچنے میں بنا تھا جو بجلی کے صدرے سے گزرتا ہے اور وہ محمد تعلق نے زمان ولی عہدی میں بنوایا تھا اور یہ اپنی تخت نشینی کے بعد بنوایا۔ کہاں وہ کہاں یہ؟۔ اس بطور پر اس بادشاہ کی شان میں بہت کچھ زہر اگلا ہے اور بہت کچھ برا بھلا کہا ہے مگر الحق یَعْلَمُ اَقْلًا یَعْلَمُ اُس کے منہ سے بھی یہ نکلا کہ یہ بادشاہ سب سے زیادہ حد تک

تھا۔ شہر تعلق آباد کے جنوب و مشرق میں جو قلعہ ہے اُس کے کئی نام ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہوں کے رد و بدل کے ساتھ مقامات کے نام بھی بدلتے رہے ہیں۔ کوئی تو اسے ”قلعہ شاہنشاہی“ کہتا ہے کوئی ”دھوبی کا قلعہ“ کوئی ”واہنا قلعہ“ دونوں قلعے بالکل چھوٹے سکیل پر قلعہ تعلق آباد کی نقل ہیں۔ ان کی تفصیل بھی سچے

پھیلی ہوئی اور اوپر سے سکڑی ہوئی جو بڑے بڑے پتھر کے ڈھیلوں سے بنی ہوئی عمارتوں کے اندر
 قلعے کے علاوہ بستی بھی تھی۔ عادل آباد کا دُور کوئی نصف میل کا ہوا۔ دوسرے قلعے کا اس سے بھی کم۔
 وہ نوں قلعوں کے اندر بالا حصار مرتفع مقام پر بنا ہوا ہے جو خود فصیل سے محصور ہے۔ عادل آباد کا
 صدر دروازہ بالا حصار کا بھی داخلی دروازہ ہے۔ باہر کی فصیل قلعے کے جنوب میں بستی کی طرف ہے۔ مشرق
 کی جانب تعلق آباد کے سلسلے کے ٹول سے فصیل دھری ہو گئی ہے اور پل کے برابر دور تک چلی گئی
 ہے۔ جنوب میں بنا ہوا ہے۔ اس قلعے میں ہزار ستون نامی ایک مشہور محل تھا جو عمارت الدین غلی کے
 اسی نام کے محل سے بالکل جدا تھا اور جو بعد میں جہاں پناہ کے حصار میں آگیا تھا۔ سرسبز
 اس محل کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے ستون سنگ مرمر کے تھے اور یہ محل سہ منزلہ تھا۔ لیکن اب بظاہر
 اس کے خلاف اسے ایک بڑا ہال لکھتا ہے کہ جس کے ستون چوبی وائش کیے ہوئے تھے اور چھت
 بھی چوبی تھی جس پر نہایت عمدہ اور نفیس رنگ کیا ہوا تھا۔ دوسرا قلعہ گوچھو نامی مگر وضع قطع میں
 پہلے قلعے کی طرح کا ہے۔ اس قلعے کے چاروں طرف رکانات اور بلندات کے کھنڈے پڑے ہیں اور جا بجا
 گھڑے گھڑائے اور نقش و نگار کیے ہوئے پتھروں کے ٹکڑے بکھرے ہوئے ہیں۔

ستونوں کے مٹھ

تعلق آباد کے پاس ہی ایک پہاڑ پر چار برج ہندوانی وضع کے
 بنے ہوئے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہندوانی عورتوں کے ہیں جو اپنے شوہروں
 کی وفات کی وجہ سے تپو گئیں اور زیادہ کوئی تفصیل معلوم نہیں۔



ستونوں کے مٹھ (تعلق آباد)

حصہ سوم واقعات دارالحکومت دہلی

ضمیمہ (۱) فراین شاہی وغیرہ

دلی کے عجائب خانہ آثار قدیمہ واقع قلعہ میں بہت سے فرمانوں اور مراسلوں کو بڑی خوش اسلوبی سے سجایا ہو۔ یہ ایک نادرجموعہ جس کی نقل ہم ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ عجائب خانے کے فراین کے علاوہ بھی کچھ بتیاب ہوئے تھے وہ بھی اس میں درج کیئے گئے۔ فرمانوں کی خطاطی اور عبارت رالی دونوں قابل قدر ہیں۔ اب انٹرنے میں نہ یہ خط باقی ہیں نہ یہ سیاہی میسر آتی ہو جو صد ہا سال کے بعد بھی ایسی منجلی ہو کہ گویا آج کا لکھا ہوا ہو۔ ان فراین کے ملاحظہ سے پرانے زمانے کی شاہی مراسلت اور احکام کا طرز اس زمانے کے محصولات مقامی کے نام ایسے نظر سے گزریں گے جن سے ہمارے کان آشنا نہیں۔ فراین کے نقل کرنے میں تاہم اسکان اصل فراین کی طرز کتابت کا متبع کیا گیا ہو زمانہ حال کی اٹلانیسی کے طریقے کی پابندی نہیں کی گئی اور جہاں سطر ختم ہوئی ہو وہاں ایک جلیبہ بنا دیا گیا ہو۔ یہ تمام فراین اس قابل ہیں کہ ان کے نوٹو دیئے جائے مگر اس صرف خطیر کے بار کا عمل ناممکن تھا پھر بھی آپ کو صحیح نمونہ دکھلانے کے سلیئے دو فرمانوں کے نوٹو دیئے ہیں اسی پر سے ان کی خوبی کا اندازہ ہو سکتا ہو۔

(۱) فرمان سلطان علاء الدین خلجی بنام راجہ رتن سین راجہ چوڑا سچ جواب راجہ موصوف بسماع اقدس و ہمایون مار سیدہ کہ آن زبدہ راجگان عقیدت نشان کنیز خوش جمال فرخندہ خصال از جزیرہ سراندپ آورده است باید کہ آن تحفہ صنعت الہی و نمونہ ندرت ایزوی را بزودی روانہ در گاہ فلک اشتباہ ماسازد ہر ائمینہ بظہور این خدمت مشایستہ سور و تفضلات شاہی و مطلع نظر الضاف خسروی تواند بود و در صورت انحراف و تاخر مانی بپاداشش کردار بخلاہد رسید۔

عرضی جوابی راجہ رتن سین | بر ضمیر آفتاب نظیر آں خدیو کشور گیر معنی سخا ہر بود

کہ شاہان دین دار و خواقین عدالت شعار حرمت محترمت و مخدرات محضات ذویان
خاص و جان نثاران باختصاص رائیگ و ناموس خود تصور می فرمایند و ذات قدسی صفات
خویش از غفل الحق دانسته مخلوق الہی را بر زیر سایہ حفاظت و امنیت خود نگاہ می دارند
نہ باغوا سے فضا نی و ترغیب شہوانی از حد حق پرستی و دائرہ خدا شناسی بیرون
شتافتہ راہ نا واجب طری می نمایند۔ حیف است کہ مسیحا کار اجل فرماید و خضر طریقہ گروی
نماید۔ پاسباں را زد و شدن نشاید و راعی را اگر گ برون نباید و اگر حق طویت
ہمی اقتضای کند بسم اللہ این گوے و این میداں۔ ۵

بیان و نوشتن کن پیمانہ چند قد است مقدست پیمانہ چند
لیکن معلوم است کہ در عالم غیرت و ناموس ذرہ با خورشید جمشیدی نمی کند و موبار سلیمان
مقابل میشود۔ اینک بخش ہمت و مردانگی ما در صفت و سر شجاعت و شیر دلی برف
۵ وقت ضرورت چو ننماند گریز دست بگیرد سر شمشیر تیز

(۲) عرضداشت خان اعظم مرزا کوکلتاش مدجواب فرمان اکبر بادشاہ

کہ از مکہ معظمہ فرستادہ بود و منقول از و بار اکبری

کمینہ فراشان آستان کیواں مکان ملایک آشیان خاقان جمشید ہشان
فریدون شان کیخسرو و سنگگاہ کیومرث بارگاہ سکندر جاہ عالم پناہ انجم سپاہ
آسمان عجب گاہ غل سبانی غریز کو کہ بعرض میرساند کہ اسے انور بر طلب این غلام کمینہ
فایض و صاد گشتہ بود جان و دل را کہ خلاصہ آب و گل است با جمعی کثیر از رؤسای
انخلاص و اتہال بخدمت حجاب در گاہ گیہاں پناہ کہ مبدا سے سخا و منشا عظمت کبریا
فرستادن چوں مفتی عقل و فتوی قاضی گماں بلکہ یقین سبیل بحیران محوری کہ در دست
شہ و راں نوشتہ دادہ بود و بر ناقابلی فرسودہ دست ملالت در گردن کردہ ماند چوں
داشتہ یقین کہ اعادیت تحریک اعدا موثر و کار افتادہ فراج اشرف را بعینیت تویش چند
کہ بسامع جاہ و جلال رسانیدہ از کمینہ در گاہ مخوف ساختہ اند و ہادی رائے عالم آرائے

بساط بوسان آن درگاہ بہ قتل و قلعہ میں گناہ راہنموں گشتہ بخاطر رسید کہ چشم
 خاکسار نے مقدار راکہ در خدمت قابلان آند گاہ آسمان نشان پرورش غم نہاد عظم خانی
 و عزیز کو گلی و حکومت گجرات سہرا فراز شدہ ہم بواسطہ میں تشریفات بنجاک مکہ معظمہ
 مقدسہ منورہ رسانیدہ کہ باکافران بندوستان جہمی راکہ پروردہ خوان الوان الغام
 واحسان بادشاہ جہاں پناہ باشد در یک خاک و در یک محل مدفون سازد و محض تاجی
 وغایت خط ادبی است ولا جرم گجرات راکہ آنکہ معمورہ دارالسلطنتہ بود بہ معتمدان سپردہ
 غبار طلال و اختلال خویش را از گوشہ خاطر خاکروبان آن ہستان طلائک آشیان شستہ
 دست از مطالبات آنجا و پاسے ادب را کوتاہ ساختہ موسیقی کہ محض سبغی ہائہ ہاری
 خود از معمارک کفار جمع ساختہ بود بدست عدل بیرون آوردہ از حلال ترین چیز ہا
 دانستہ سفر گزیدہ آن قدر جمعیت از مکاسبات مذکور بدست آورد کہ اگر نخواہد منصب
 اعظم خانی را در بارگاہ بادشاہ روم کی اشرف مکان ریح مسکون بہر طرف ایشانست
 میتوان خرید۔ اما خلاصہ ہمت مصروف آنست کہ وظیفہ ببرد مسمی مصالح پاک دین آن
 ملک مقرر سازد و مدرسہ بنام نانی حجاب بارگاہ بندہ پروردہ حضرت غازی با تمام رساند
 کہ تا انقرض عالم و زبان مورخان جلالت باشد و خود راں مدرسہ بحث علوم دینی و فکر شعر کہ
 عبارت از توحید و لغت و منقبت اصحاب بودہ باشد و دعا سے دولت روز افزون
 اشتغال میداشتہ باشد۔ امید آنست کہ از رفیق این کمرہ میں غلامان ریاضیہ ضمیر
 خاکروبان آستان عبار سے نخواہد نشست بلکہ مطلب سخن چینان و عیب کندگان کہ
 عدم بود این معدوم است بحصول نخواہد پیوست کہ منصب اعظم خانی و حکومت گجرات
 و عشرت عزیز کو گلی را باین محروم نمے مشغول بنا چار جمع مذکور است را پیشکش عیال
 نمودہ کہ ایشان را میسر نیست بیون بندہ و ممکن کہ اہل مکینہ را میسر باشد بیون
 ایشان چون آخر الامر ہم لطف شامل حال بوستان مطالب و مقاصد دیگران
 شد و نہال امید و حقوق خدمت بندہ سوم محرومی خشک سالی بخشیدند۔ بندہ
 از فدوی کہ نہاد عاقبت اندیشی بابک گمان آن آستان چند کلمہ گستاخی نمودہ بعض
 می رساند کہ جمعی خاطر اشرف را از دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیگانہ و تنجیب می سازد
 ماسا کہ دوست باشند و مکینہ کہ نیک نامی دنیا و عقبی می طلبد دشمن و واجب الاخراج

باشم و الاکار دنیا باز چھو ایست ناپا نڈار بر طرف دوسہ خوش آمد گوئی آخرت
بدنیا فروش اعتماد نباید کرو۔ ہمہ عالم را گوش ہوش است۔ پیش ازین سلاطین
بودہ اند کہ ہمہ صاحب حکمین بودند بیچ بادشاہی را دند نہ نہ شد کہ دعوی پیغمبری و نسخ
دین محمدی نماید۔ بل ما دلسے کہ چون مصحف اعجازی چوں چار بار چند بار پسندیدہ باشد
و شوق قمر با مثال این چیز را واقع بود مردم میکنند یارب و غنہ چار بار یا ربون کلام حیات
رامی شدہ باشد۔ قلیج خان صفائی ظاہر و باطن و عصمت جلی دار دیا صادق خاں
کہ شرف رکاب داری از پیرام خان یافتہ با ابو الفضل کہ شجاعت و حیاض بجای
علی و عثمان می تواند بود بخداوند بخاکپا سے بادشاہ قسم جز عزیز کسی کہ نیکنامی طلب
باشد نیست و ہمہ مدار بر خوش آمد و روز گذرانیدن وارند و آنکہ نیکنامی طلب بندہ
است کہ تابو و جز حرف نیکنامی بر زبان نہ آید الحال ہم در کہ مقدمہ منورہ کاری
خواہد کرد کہ خلاف نیکنامی باشد۔

خلاف پیغمبر کے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
فرقہ کہ میان اکابر مجلس بہشت آئیں و بندہ کمتربن است ہمین است کہ ابوالغازی
در فرمان بندہ اضافہ کردہ دیگران کا فرمان را بر مسلمانان ترجیح دادند کہ بر صحت
لیل و نہار خواهد ماند۔ آنچه بر بندہ واجب است در آن تقصیر زنت والدعا۔

(۳) فرمان مہری شاہنشاہ جہانگیر۔ جس کی رو سے پچاس بیگہ اراضی پر گنہ
سکیت میں فیروز خاتون زوجہ سید محمود کو بطور مدد معاش عطا ہوئی مورخہ ۱۰۱۷ھ جلوس
مطابق ۱۶۰۸ء۔ پشت فرمان پر مہر غیاث الدین کی جو زیادہ اپنے خطاب
اعتماد الدولہ سے مشہور ہیں اور مشہور نوز جہاں بیگم کے والد تھے جوشاہنشاہ جہانگیر کی
جہیتی بیگم تھیں۔ مہر میں یہ کندہ ہو (میرید شاہ جہانگیر شد غیاث الدین)

درینوقت فرمان عالیشان سعادۂ نشان شرف اصدار وغیرہ
یافت موازی پنجاہ بیگہ زمین افتادہ لایق زراعت بار آبھے از پر گنہ سکیت سکھارہ
از ابتدا سے خریف تو شعان میل در وجہ مدد معاش مساعۂ فیروز خاتون کو ج
محمود وغیرہ بافرزند ان بموجب ضمن مقرر و مسلم شد کہ حاصلات آنرا فصل سال سال

دروہہ پیشکش خود خرچ و صرف نموده بدعا گوئی دوام دولت ابد قرین اشتغال منمودہ باشند
می باید کہ حکام و عمال و جاگیرداران و کوریان حال و استقبال و استمرار و استقرار ان حکم
اقدس اسطی کو شیدہ اراضی مذکور را پیمودہ و حکم بستہ بتصرف آنها باز گذارند
اصلاً تغیر و تبدیل بدان نند و بعلت مالوہیات و اخراجات مثل قلعہ و پیشکش و جریا
و ضابطانہ و محصلانہ و مہرانہ و بیکار و شکار و دہنیمہ مقدمی و صدوقی قانون گوئی
و ضبط ہر سال بعد از تشخیص حکم و تکرار زراعت و کل یکالیف دیوانے و مطالبات
سلطانے فراغت نرسانیدہ درین باب x ہر سال فرمان و پروانہ مجدد نطلبند و اگر
محلی دیگر چیزی داشتہ باشد آنرا اعتبار نکند از فرمودہ و نکلند نہ تحریری فی التاریخ
۳۱ رور دواہ الہی شدہ -

(۴) فرمان مہری شاہنشاہ شاہ جہاں جس کی رو سے عہدہ صدارت
سرکار سنبھل اور بدایوں مع یومیہ دو روپیہ جس کی ادائی خزانہ اکبر آباد سے کی جائے
بنام شیخ فتح محمد جو داماد تھے ملا عبد اللطیف کے مورخہ ۱۴ رمضان ۱۰۵۲
شاہجہانی (۱۸) مطابق ۱۶۹۳ء

اسد اکبر

درینوقت عالی شان سعادت نشان شرف اصدار و ایراد دریافت کہ خدمت
صدارت سرکار سنبھل و سرکار بدایوں بفضیلتا ب شیخ فتح محمد خویش ملا عبد اللطیف
سلطانپور سے و مبلغ دو عدد روپیہ روزینہ بلا تصور از خزانہ دارالخلافہ اکبر آباد
بشرط مذکور در وجہ و معاشش مشارالہ بحسب الضمن مقرر و مفوض باشد کہ کمائی ہفتے
بلوازم و مراسم آن خدمت قیام و اقدام نمودہ و تحقیق فوقی و فراری ارباب مدد معاش
و وظائف و بازیافت تغلب و لباس آنها ساعی موفورہ بتقدیم رسانیدہ موافق
دستور و قانونی کہ درینولا مقرر شدہ x بہ عمل آوردہ ہر سال نسخہ سنقہ درال باب
درست داشتہ بدایوان الصدارہ میرسانیدہ باشد می باید کہ حکام و عمال مستعدیا
مہات و جاگیرداران و کوریان حال و استقبال و استمرار و استقرار ان حکم شرف تقدس
اسطی کو شیدہ دست تقدیمی مومی الیہ را در امور متعلقہ آل امر قوی و مطلق داشتہ

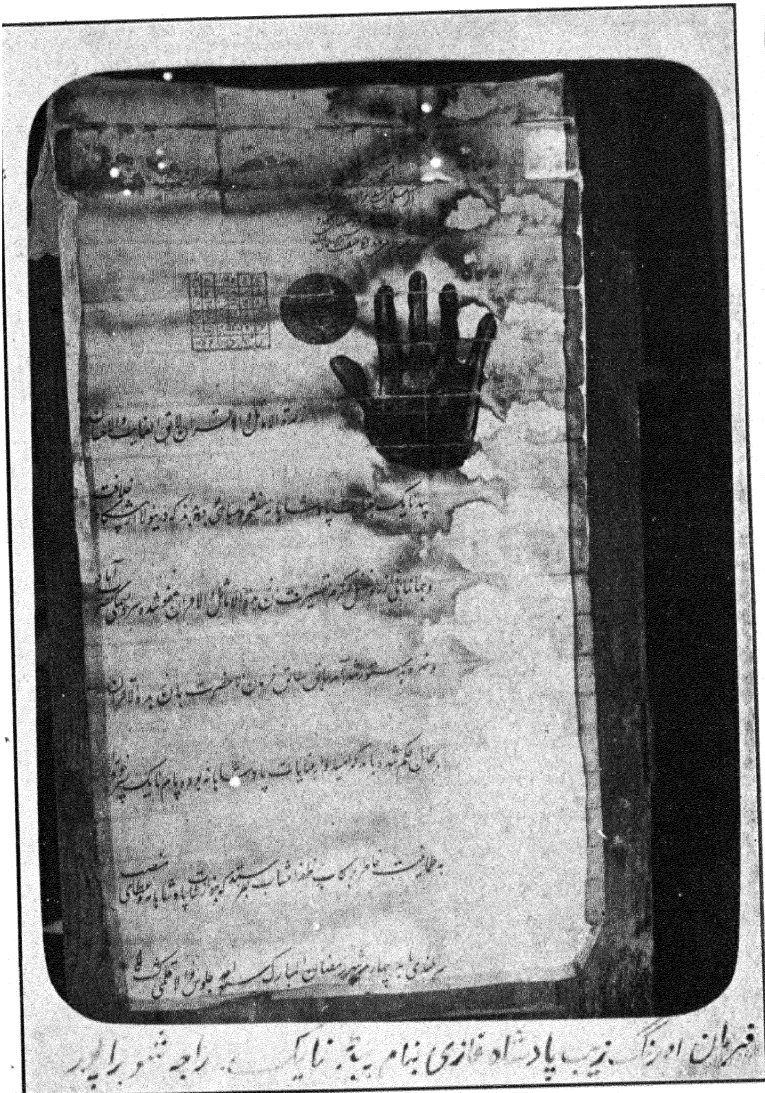
تمامی اصحاب مدد معاش و وظائف را با اسناد آہنا بدور رجوع نموده x بموجب تصدیق منظور معین شمسیدہ اراضی و وظیفہ جمعی را کہ بازیافت نمایند بھالضہ شریفہ ضبط نمایند و متصدیان مہمات دیوانہ دار الخلافہ مذکورہ مبلغ مذکور را سامان و سرانجام نموده بموئے الیہ میرسانیدہ x باشند و چیزی از انجملہ قاصر و منکر داند و اگر در محل دیگر چیزی داشتہ باشند انرا اعتبار نکند سبیل جمیع اہل مدد معاش و وظائف آں سرکار ہا آنکہ مٹا الیہ را صدر مستقل خود ہا دانستہ تمام اسناد خود را x بدو نموده اراضی جمعی را بتصحیح نرساند قابض و متصرف بودہ بدعاے دوام دولت ابدی الاتصال اشتغال بینمودہ باشند از فرمودہ تخلف و انحراف نوز و تحریرانی التایخ ۱۳ شہر رمضان المبارک ۱۲۸۵ طوس بیہمت مانوس عثمانہ ہجری۔

(۵) فرمان مہری شہزادہ داراشکوہ موسومہ راجہ ٹودرمل فرزند

۲۰ محرم ۱۲۸۵ شمسیدہ ۱۶۵۰

لائق العناہ والاحسان قابل الرحمہ والامتنان راجہ ٹودرمل بعنایات x سلطانے مغیر و مبارکی گشتہ بدانکہ چوں درینو لا شیخ السہروداؤنواسہ لاجل اللطیف مرحوم بعض عالے کہ آن مرحوم بموجب فرمان مجستہ عنوان ظل سبحانہ خلیفہ العالی یقطعہ باغ و کثرہ و کاکین چند در بدو قصہ سلطان پور داشت و در حالت حیات ... پس وثبات عقل ہمہ الماک خود را مع عیالی مسماۃ السدے کہ والدہ رافع باشد بطور و رغبت خود x تملیک نمودہ و تملیک نامہ را بدستخط و مہر خود درست کردہ باو داوہ چنانچہ رافع فرمان عالیہ شان و خط تملیک مذکور بدست ... لہذا حکم والا x شرف صدور یافت کہ آں شجاعت شعار بطریق فرمان و تملیک نامہ بطور علم نمودہ

۱۶۵۰ دونوں جگہ کے حروف کاغذ چھٹ بجائے سے ضائع ہو گئے ہیں۔ پہلی جگہ باقی اندہ س و سیاق عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ پیش و خواں ہوگا۔ حت کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ ۱۶



فرمان او زنگ نریب پادشاه قانزوی بنام ریخته نایک . راجه شیو برادر

املاک مذکورہ برابر ارفع مقرر و مسلم وارد و قدغن نماید کہ احد سے بیوجہ حساب و برخلاف حکم
مزام و مستعرض احوال او نشود و دوران املاک مداخلت ننماید و رین باب تاکید شناخته
تخلیف نواز د۔ ۲۰ حرم سلسلہ بھری۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد والشكر

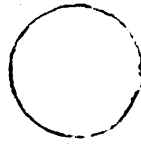
اگر مسلمان

می شد برادر

(۶) پہلا فرمان عالم گیری

۱۰۶۸

۱۶۵۹



دین باشد سے محفوظ می ماند و از بلا سے
نے وطنی و مٹنہا بعد و محفوظی ماند اما کی مٹنہا نشد



زبدۃ الاماثل والاقران لایق العناية والاعسان
پیڈ نایک بعنایت بادشاہانہ مضطر و سبا ہی بودہ بدانند کہ دریں ولا از پیشگاه خلافت و
جہانبانی از راه فضل و کرم بتعجیل آں زبدۃ الاماثل والاقران غفوشده سر و سیکلی نعت آبا

۵ یہ فرمان سلسلہ سال اول جلوس اورنگ زیب کا پیڈ نایک راجہ شورا پو ضلع کلبرگہ کے نام کا ہے
اس پر ایک چھوٹی مہر جو بالکل مٹی جوئی ہے اور دوسری مربع ہے جس میں طغرائے عربی ہے۔ لیکن دوسرے
دو فرمان چھتیسویں سال جلوس کے چکنٹا نایک دوسرے راجہ شورا پور کے نام ہیں ان پر بھی ایسی ہی
مہر ہیں جس کی عبارت ہم نے غور دیں کی مدد سے بدقت تمام پڑھ لی ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

بخط نستعلیق

نشان عالی متعالی
پادشاہ
جہان شاہ
محمد اعظم شاہ

فرمان ابواللطیف
محمد الدین اورنگ زیب عالم گیر
پادشاہ و غازی

خط املا



وغیرہ بدستور شد آمد سابق مطابق فرمان والا حضرت بآں زبدۃ الاقران بجال حکم شد
باید کہ اسید و ارعنا یات پاوشا مانہ بودہ پام نایک پس خود را بہ طمانیت خاطر برکاب
تظفر انساب بفرستد کہ بنوازشات پاوشا مانہ عطاے منصب سر بلند می یابد
چهارم شہر رمضان المبارک سنہ احد جلوس والا قلمی گشت ۔

(۷) بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیادت و نقابت مرتبت نجابت و شرافت منزلت نقاود و دومان ارشاد و تہذیب
خاندان رشاد و اخلاصت نیر جہا کتاب برج رسالت اختر نور بخش اوج ولایت المختص بعون
الباطنی والظاہری شاہ حضرت قادری بقیض ایزدی بہرہ ور باشند بعد از محقق نمایند کہ با بقا
حقیقت رسیدن مغل بموضع کر براسنگی و تکیہ تہ نگارش فرمودہ بہ سعادت تہا تر فرزند و لشکر احشام
عالیشان رفیع القدر بلند مکان مسعود خاں را بحضرت انور آوردن نگاشتنہ شدہ بود اما حال از
مکان نتمکن عدول گردند و احوال اینجا نیست کہ لشکر نعل و پیری تخریب پر گنہ جگندی تیر و
وغیرہ ملک سہمور شدہ و خان رفیع الشان شرزہ خاں را کہ حکم فرمودہ بودیم مغز الیہ بہت
بدار الخلافہ امروز کہ تاریخ ششم است بمجر و اطلاع اخبار حاوہا مات رسیدند و نعل و پیری
منشار الیہ می رسید یقین تصور نمودہ در حالتی کہ حقیقت مقومہ بطلانہ و آید مع فرزند
و لشکر و احشام خاں مغز الیہ راہ و ارسلطنتہ پیش رفتہ بیانند
والا رسیدن بآں سیادت پناہ ممکن و میسر نخواہد شد مشہور بہت
کہ کار امروز بفر و استغفار ہاں زہنا چوں شود روز دیگر نو بہار ۱۰۹۵

یا الدین مجھے
پوچھو مدد و پناہ

وگراست الحال ہجرت جلال قتل قتال صورتی دیگر مقصود نیست زیادہ آں سیادت پناہ وانا اندر
نوٹ ۔ یہ اصل فرمان مجھ کو سید احمد صاحب نیوہ قادری جاگیر دار آنا مسور سے ملا جو نہایت خوش خط نہری
نعلی و انگلہ پر لکھا ہوا ہے ۔ اس پر کوئی تاریخ نہیں ہے ہر دوستی میں مرث مدد یا محی الدین کنندہ ہی جو فرمان کے
دہنے حاشیہ پر ثبت ہو اور کسی وزیر کی معلوم ہوتی ہو کہ بلحاظ واقعات او فرمائے سلطنت علی عادل شاہ
نحانی (ع ۱۰۸۳ھ) یا او اہل سلطنت سکندر اولی شاہ کا معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں سید الیاس الخاں
بشرزہ خاں اور مسعود خاں دونوں موجود تھے اور شرزہ خاں کے نام اور رنگ زیب کا فرمان سنہ ۱۰۹۳ھ کا عیاں
(بقیہ لاٹ برصغور بعدہ)

بسم الله الرحمن الرحيم

تیاوت و تعاقب مرتبت نجابت و شرافت مرآت عاوه و دوران پرست و هدایت خاصه غایب شده
شاه حضرت قاری

نیز چنانست برج رسالت آخر تو بخش اوج ولایت المختص بموطف الباطنی و الطاهری بفضیلت

بهره و رباشند بعد از انجمنی مانده که سابقا حقیقت رسیدن معنی موضع کبریا سبکی و تکیه تکیه

گرموده به سعادت تا مفرق زنده و شکوه احسان جان عالیشان رفیع القدر بلند مکان مسعود خان را به حضور

آوردن نکاشته شده بود اما حال از مکان ممکنه عدول نکردند و احوال اینجا نیست که لشکر معنی در پی

تخریب پر کنه بکندی و میرزا و غیره ملک معزوره شده و خان و کسان شهنشاه خان را که حکم

گرموده بودیم معزوره راست بدار الخلافه اوردند که ما رنج مشتم است بجز و اطلاق

رسیدند و معنی در پی مشارالیه میرسد یقین تصور نموده در حالتی که حقیقت مرقومه بمطالعه

مع و زنده و شکوه احسان خان معزوره را دار السلطنه پیشکش نمایند و الا رسیدن

تجسبات پناه ممکن و میرزا اهدا شود راست کار امر و زنجیر و انعکاس

چون شود و زنده و زینت کاری که کرامت الحان بحر حکایت وصال قتل و قتال صورتی دیگر است و زینت زیاده آنست

(۸) منشور مہری شاہنشاہ اورنگ زیب بھٹا سے وہ بگہ اراضی واقع تھی مہیشا
صوبہ لاہور بمسماۃ عایشہ مورخہ ۱۲ رجب ۱۰۹۹ھ - یہ فرمان بحالت شہزادگی نافذ ہوا ہے کیوں
کہ اورنگ زیب گویا ۱۰۹۸ھ میں تخت نشین ہوا لیکن باقاعدہ طور پر تخت نشینی کا اعلان ۴
رمضان ۱۰۹۹ھ کو ہوا یعنی اس فرمان کی اجرائی کے دو مہینے بعد۔

البد اکبر

درینوقت منشور لامع النور شرف صدور و غرظہ دریافت کہ ×
پٹی مہیت پور من مضافات صوبہ دار السلطنت لاہور از ابتدا سے ربیع تکوزیل
در وجود و معاش مسماۃ عایشہ حسب الضمن مقرر شد × کہ حاصلات آنرا
فصل بفصل سال بسال صرف یحتاج خود نموده بدعای دوام دولت ابد طراز
اشتغال میں نموده باشد می باید کہ × حکام و عمال و جاگیر داران و کروریان حال
و استقبال در استمرار و استقرار این حکم والا کو شیدہ اراضی مذکور را پیمودہ
و حکم بستہ × بتصرف او باز گذاشتہ اکصلا و مطلقا تغیر و تبدیل بدان نہند
و بعلت مالو جہات و اخراجات مثل قلعہ و پیشکش و جریانہ و ضابطانہ × و
محصلانہ و مہرانہ و داروغہ گانہ و میگار و شکار و وہ نہیمی و مقدمی و صدوی
قانون گوئی و ضبط ہر سالہ بعد از تشخیص حکم و تکرار زراعت و کل × تکالیف
دیوانی و مطالبات سلطانی فراغت نہ رساتند و دریں باب ہر سالہ سند
مجدد نطلبند و اگر در محلی دیگر چیزی دیگر داشتہ باشد آنرا اعتبار نگنند از
قیمہ وہ در نگذرند بتاریخ ۱۲ شہر رجب ۱۰۹۸ھ ہجری ست تحریر پذیرفت ۵۵

(مکتوبات صوبہ لاہور)

موجود ہے جس سے اندازہ اس فرمان کے سنہ کتابت کا لگایا جاسکتا ہے۔ قدیم زمانے میں ایسے
فرامین مہلق اور کمندنگ کرتے تھے اور کمربند پر ایک طرف القاب اور دوسری طرف تاریخ تحریر
اور درمیان میں پنام مکتوب الیہ اور پشت پر مہر ہوتی تھی یہ طریقہ مراسلت کا میرے دیکھنے کے لیے قابل فائدہ
بہادر شاہ لاچنگ اولی کی دارالہامی تک جاری تھا۔ اب انگریزی تہذیب ان سب قیود سے آزاد کر دیا۔

(۹) فرمان مہری اورنگ زیب بھٹاے اراضی یکصد بیگہ در پرگنہ بہت
سرکار سہارنپور صوبہ دار الخلفہ شاہجہان آباد بنام مسماۃ صاحب دولت و کرامت
بظور مدد معاش مورخہ ۴ ربیع الاول سنہ جلوس ۱۰۶۳ھ

درینوقت فرمان عالیہ شان فرخندہ عنوان پسر مدد ریافت کہ
موازی یکصد بیگہ زمین افتادہ لایق زراعت خارج جمع از پرگنہ بہت متعلق بکار
سہارنپور من مضافات صوبہ دار الخلفہ شاہجہان آباد از خریف پارس ملی
در وجہ مدد معاش مسماۃ صاحب دولت و غیرہا حسب الضمن مقرر و مفوض
باشد کہ حاصلات آنرا فصل بفصل و سال بسال صرف مایحتاج خود مانودہ
بدعای بقای دولت ابدیت اشتغال بینودہ باشند و می باید کہ حکام محال
و جاگیر داران و کوریان حال و استقبال در استقرار و استقرار ایستگار و الای
کوشیدہ اراضی مذکور را پیمودہ و یک بستہ بتصرف آنہا بازگذاشتہ اصلاً و مطلقاً
تغییر و تبدیل و بدایں راہ نذہد و بطلت الوجہات و اخراجات مثل قلعہ و پیشکش
و جریانہ و ضابطانہ و محصلانہ و مہرانہ و وار و غلگانہ و بیکار و و شکار و دہیمی و مقدمی
و صدوی قانون گوئی و ضبط ہر سالہ بعد از تشخیص چک و تکرار زراعت و
کل تنکا لیفت دیوانی و مطالبات سلطانی فراحت نرسانند و دریں باب ہر سالہ
سند مجدد و نقلیہ و اگر در محلی دیگر چیزی داشتہ باشد آنرا اعتبار نکند تا بیخ
چہارم شہر ربیع الاول سنہ پنج از جلوس و الانوشتہ شد۔

(۱۰) فرمان مہری اورنگ زیب بھٹاے یومیہ عزم از خزانہ لاہور بنام محمد باقر
نبیرہ عبداللطیف مورخہ ۱۹ شعبان سنہ جلوس ۱۰۶۴ھ

درینوقت فرمان عالیہ شان سعادت نشان شرف صدور ریافت کہ
مبلغ یکروپیہ بلا تصور یومیہ از خزانہ دار السلطنت لاہور در وجہ مدد معاش محمد باقر
نواسہ ملا عبداللطیف سلطانپوری کہ طالب علم کثیر العیال است حسب الضمن

مقرر و مفوض باشد از اصراف و مایحتاج خود نموده بدعا بقار دولت ابد مدت
اشتغال بینموده باشد می باید که حکام و عمال و متصدیان مہمات و متکفلان کمالات
و داروغگان و مشرفان حال و استقبال آنجا در استمرار و استقرار انجمن
اشرف اقدس اعلیٰ کوشیدہ مبلغ مذکور را از خزائن مرہو بہ مشارالیه میرسانید
باشند و از انجملہ چیزہی قاصر و منکر نگردانند و دین باب ہر سالہ حکم و سند مجدد
نطلبند و اگر در محلی دیگر چیزے داشته باشد آنرا اعتبار نکنند تا بیخ نوزدہم شہر
شعبان سنہ شش از جلوس والا نوشتہ شد۔

(۱۱) سند مطلقا و مہری محمد شاہ بادشاہ بخط شفیعہ مشعر سرفرازی بر عہدہ
قضارت پر گنہہ جلیسر صوبہ اکبر آباد بنام شیخ محمد رضا سنہ جلوس (۱)

علین آشیان

گماشتہای جاگیر داران و کروریان و جمہور کنندہ پر گنہہ جلیسر و غیرہ کلا
و صوبہ اکبر آباد را اعلام آنکہ وکیل شیخ محمد رضا ولد شیخ محمد عوض التماس نمود کہ
موکل بموجب پروانہ عہد مرقوم بہت ہفت رجب سنہ الیہ و منصب
قضای پر گنہہ مذکور و غیرہ سرفرازی دار و امیدوار است کہ پروانہ مطابق عہد
مرحت شود حسب الحکم اعلیٰ قلمی میگردد کہ مشارالیه را بدستور سابق حسب الضمن
دانستہ دست تقدیر مومی الیہ را امور متعلقہ انخدمت مستقل دانند و دیگر را
سہیم و شریک او ندانند درین باب قدغن دانستہ حسب المسطور بعمل آید پیغم
شہر ربیع الثانی لم

۱۵ فرامین و احکام میں بر پاس ادب سطر میں جگہ عبور کرنا مبادشاہ کا پیشانی پر لکھ دیتے ہیں۔

۱۵ بحسنہ ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔

۱۵ فرامین پر سب سے دستخط کے صاف بنا دیتے تھے یا بیض کر دیتے تھے۔ ۱۵

جوہر مرآت حقیقت

و مال بانی سبانی دولت و اقبال و قیقه یاس
سرا سرسلطانی رمز شناس x عالم مزاجدانی
جوہر مرآت حقیقت دودا فروغ شمع یک رنگی و صفا
ہمد و نکشای مجلس خاص محرم خلوت سرا
صدق مخلص کار فرمای سیف و قلم مدبر امور

عالم x قدوہ خوانین بلند مکان عمدہ امرای

عظیم الشان مرید مرشد پرست بی رپرنگ نقاوہ فدویان بافرنگ استظہار
مجاہدان باعظم افتخار و لیران معرکہ ارم x امیر صیانت تدبیر ممالک مدار شیر روشن ضمیر
عالی مقدار لازم الاختصاص والاعزاز واجب الاحترام والاعتیاز رکن السلطنت
پادشاہ سلیمان اقتدار بخشی الممالک x امیر الامرا ناصر الملک نجیب الدولہ نجیخان
بہادر ثابت جنگ سپہ سردار نوبت واقعہ نگاری گترین خانہ زادان و گاہ آسمانی
عقیدت النیام x اندرام قلمی میگردد و حکم جہاں متاع آفتاب شعاع شرف نفا
یافت کہ غاز (سی) الدین حیدر بہ منصب سہ ہزاری ذات و دویہزار سوار و خطاب
خانی و بجا و رسے x سرفراز باشد واقعہ بتاریخ دوم محرم الحرام سنہ عجیب
تصدیق یادداشت قلمی شد

شرح دستخط
امارت و خجابت و تربت
شہادت و ایلالت مترت و انانی مدارج
وین و دولت شناسائی مراتب ملک نکت فرازندہ
لوا سے x شکست و شجاعت طراز با طراہیت و غلبت
اعتقاد خلافت و فرماں روائی اعتماد سلطنت و شکر گاہی
ناجی سناجج ملک و مال بانی سبانی دولت و اقبال
دقیقہ یاس سر اسرسلطانی رمز شناس
عالم مزاجدانی جوہر مرآت حقیقت

دو فافوش شمع
یک رنگی و صفا ہندم دل کشای مجید
خاص محرم خلوت کے صدق و اخلاص کا نونی
سیف و قلم دبر امور عالم قدمہ خوانین بلند مکان عمدہ امرائی
عظیم الشان مہر شد پست بی رویک نفاوہ فدیان بافرنگ
استیجا رہبان باغرم افتخار دلیران سکر زرم امیر صیانت تدبیر ملک
راز شیر و شمشیر غم علی مقدر لازم الاختصاص والاغز واجب الاحترام
نامہ الملک نجیب الدولہ نجیب خان بیاد ثبات جنگ بیچار
سوار آئندہ داخل واقعہ نمایند *

نقل خط انوار صا د

فرز مہربان صا و خاص بد فتر رسید کہ غازی الدین محمد
پیشکش غلافت و جہاں بافی اسید و القصدات فاقہ نیست
کہ بہ منصب سہ ہزار ذات و دو ہزار و خطاب خانی و بہادی
سہ ہزار شود و شرح و مستطلا
بخشی الملک آئندہ مطابق صا و خاص بعمل آرند

۳ ہزار ذات
اعمال سوار

تحریر فیتا رنج شہر صد رہ سند الیہ

(۱۴) فرمان شاہ عالم ثانی متضمن عطاے جاگیر البیتی ^{مکملہ} دوام جس کی آمدنی نو سو روپیہ تھی مورخہ ۱۱ ربیع الاول ۱۱۰۰ جلوس مطم ۱۱۰۰

درینوقت ہیمنت اقران فرمان والا شان واجب الامان صادر شد کہ مبلغ یک لک و ہفتاد و پنج ہزار پست تصد و شصت و پنچام سو شیخ کلیلہ وغیرہ عملہ پر گنہ شکر پور وغیرہ سرکار صوبہ دار الخلافہ شاہ جہان آباد کہ مبلغ ہنہ صدر و پیہ حاصل آنت بابت محال جاگیر محمدی خاں عرف بھوج خواص دو جہدہ الغام التمنانی حسین بخش وغیرہ متعلقان خان مشارالیه با فرزند ان تصدیق و یادداشت و توفیر آنچہ از حسن تردد و بر جمع آل بیضا پیدا از ابتدای ربیع او ذیل حسب الضمن مقیم شد باید کہ فرزندان نامدار کامکار والا تبار و وزرا سے ذوی الاقدار و امرای ملی مقدار و حکام کرام و عمال کفایت فرجام و مستعدین مہمات دیوانی و متکفلان معاملات و سلطان و جاگیر داران و کوریان حال و استقبال ابداء و موہب اور استقرار و استمرار این حکم مقدس معلی کو شیدہ دامحماسی مرقومہ رائے بعد نسل و بطن بعد بطن خالدا و منجملہ بتصرف آئینا و الزارند و از صوادیم تغیر و تبدیل مصصول و محروس و انسہ بعلت پیشکش صوبہ داری و فوجداری و مال و جہات و سایر اخراجات مثل قلعہ و محصلانہ و داروغانہ و دہنا بطانہ و مشکار و بیکار و دہنمی مقدسہ و صد و بی و قانون کوئی فراحم و متعرض نشوند و از کل تکالیف دیوانی و مطالبات خاقانی معاف و مرفوع القلم شمارند و درین باب تاکید الکیدہ و قدغن فرید و استہ بر سال سند مجد و نطلبند و ایریک لئیغ کرامت تبلیغ والا تخلف و انحراف ننوازند بتاریخ ہفتم شہر ربیع الاول سال بیت و دوم از جلوس ابداء نو سن معلی زیب تحریر یافت

(۱۵) نکاح نامہ مرزا شہاب الدین و مداری بیگم مورثہ شب، شوال ۱۱۰۰ مہری قاضی مرزا غلیل الرحمن جو نہایت مطلقا اور از مذہب ہی نہ نکاح نامہ ۲۰ ستمبر ۱۱۰۰ کو قلعہ معلی میں بوقت قبضہ انگریزی ملا اور سر امری شونیکر نے

(Mr Imre Schweiger) عجائب خانہ واقعہ قلعہ کوٹھنہ دیا

اطلعت بهذا

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعل النكاح سنة سنية للانام وفصلاً قاطعاً متميزاً بين \times الخلال
والحرام حصناً حصيناً عن التفاحش والانام وتمتعاً في الليام والايام \times والصلوة
والسلام على من جاوره بامرفان نحو اطاب لكم من الناس و قال تزوجوا و ناسلو \times
و تكاثروا فاني متكاثركم الامم يوم العرض واللقاء وعلى آله المعصومين واصحابهم جميعين
اما بعد اين وثيقة صحيحة شرعية نبوية بزبور صدق آراسته مشعر و مبني است برايكم \times
بتاريخ شب هفتم شوال المکرم سنة ١٢٨٥ هجرية مقدسه نبويه عليه التحية والثناء و محفل
عقد حاضر آمد \times حافظ نظام علي بن نور محمد که وکیل ثابت الوکالت بالنکاح است از
قبل تنق نشين عصمت مسماة \times مداری بگيم بنت مرزا مولانا بشبادت شاهدين
العادلين المحرمين البالغين احد همام زاحسين بخش ابن مرزا جمعه دثانيها ماز \times ميرزا حسين
بن مرزا شجاع الدين وکیل مذکور نفس نفسيه مسماة مذکوره بجوئ کابين مبلغ
بچلکه روپيه سکه رائج الوقت که ثلث ازان معجل و ثلثان منه موئل الى بقاء النکاح
بزني و زوجيت و وجه دو دمان سلاطين نامدار \times مرزا شهاب الدين بن مرزا کھو
داد و ناکھ مذکور نفس نفسيه مسماة محدوده راجعوض کابين المذكورين \times خواست
و قبول کرد و در عقد نکاح صحيح شرعي خود در آورد و بينها ايجاب و قبول شرعي
واقعه شد \times و عقد نکاح منعقد گشت نکاحاً صحيحاً شرعياً جائزاً نافذاً علی سبيل
الشهرة والاعلان ولا علی الطريق الخفية والکتمان قد وقع ذلك في التاريخ شهر
صدر و سنة اليه بصر

اس نکاح نامے کے حاشیے پر شاہزادوں کی گواہیاں حسب ذیل ہیں :-

مرزا شهاب الدین (ناکھ) مرزا کھو صاحب - مرزا ملو صاحب - مرزا محمد - محمود -

مرزا سر بلند بخت - مرزا خدا داد - مرزا بیو -

(۱۶) خط فارسی من جانب لارڈ مٹو موسومہ بہ راجہ رنجیت سنگہ پنجاب
سورخ ۳۱ اکتوبر ۱۸۵۷ء مع لفافہ طائی نگیاں اور افشاں کیا ہوا بھٹا شکستہ جس کی
پشت پر مہر گونر جنرل بہادر نے دفر کی ہے۔

مہاراجہ صاحب بسیار جہان شفیق و دوستانہ و متحابانہ معاشان سلا
بعد اشتیاق و ریاضت صلت موفی السعرت کہ متجاوزا التیور و التقریر است مشہود
خاطر مہربانی مظاہر میدار و سوال و جواب x مظاہر حاتمیکہ از وقت ورود و شہادت
و عوالمیر تب x اہبت و معالے منزلت متکلف صاحب بہادر بدر بار آتشفق x
بعل آہہ کیفیت آن مفصل از ارقام صاحب موصوف بدریافتہ مخلص رسبد
بعض مراتبیکہ در اثنا سے این گفتگو x رو بہ رو آورده موجب تیر و تاسع خاطر
اتحاد و ارض شد x نقطہ بریں گشت کہ مخلص بذریعہ قطعہ محبت نامہ کیفیت x
مانی الضمیر و مکتوبات خاطر خود محیط بیان در آورد x مشفقاً مقصود از تعینانی صاحب
موصوف بدر بار آتشفق x ہمیں یہ وہ کہ معزی الیہ از کما ہی خاطر اتیکہ عاید شدن آن
و عمر و رایام نسبت بملک آتشفق متصور است بخدمت اطلاع دادہ x جہت اندفاع
آن طرح اندازد و خلعت و موافقت ہر دو سرکار شود x چنانچہ صاحب موصوف
تفصیل این اجمال را تقریر بجانہ x در خدمت آن شفیق بمعرض اظہار در آورده اند
و اگرچہ در حقیقت تقریر انچنین سر رشته موافقت خالی از انتقاع x اس سرکار ہم
نہست زیرا کہ گروہ خدلاں پزیر و ہیکہ متبع زبان رسائے نسبت بجماعت سرکار شفیق
است x از معاندان این سرکار نیز متصور لیکن در صورت پیشقدمی x آن گروہ
محموظ و مصنون بود لیکن ملک آتشفق از آسیب و تعدی آہنا x بلا اعانت و امداد
اہالی سرکار کہ بفضل الہی نظر بر مراتب قدرت و فرط استعداد و اقتدار خود را x
اسباب حفاظت و حراست ممالک محروسہ جمیع وجہ x حاصل و واصل دارد و ام
محال است آزانجا کہ بظاہر اسباب x صداقت این مقال بروجہ حسن و روش

مستحسن منقوش (حاشیہ بر آرمی سطروں سے) خاطر مشفق گردید
 ورنہ صورت بالفعل دریافت استیعنے کہ \times آنمشفق اقبال سوال فرمود کہ کمال
 منفعت \times بل قیام سرکار آنمشفق در ان مستحسن است منحصر و مشروط برین
 داشته بودند کہ \times سرداران سکھان اینطرف رودستلج کہ از متوسلان وزیر
 سایہ \times بمخالفت این سرکار بستند اہالی این سرکار روادار دست درازی
 آنمشفق زیر تعلقات انہا شود موجب \times استعجاب خاطر اتحاد آثار گردیدہ معہذا
 ہر گاہ اینہم بظہور ہیوست \times کہ آنمشفق با وجود مقول و مسموع داشتن استیعنے کہ در
 مقدمہ \times سرداران فرہور از مخلص استصواب و استصلاح بعمل آید \times خود مع فوج
 رودستلج را عبور ساختہ در ممالک آنہا \times درآمدہ بتسخیر قلعہ جات اقدام نمودہ
 بودند مکان استعجاب \times زیادہ از سابق لاحق خاطر مودت و خائر گردیدہ شفق
 مدارج و فایزست و اعتدال پر وہی اہالی سرکار \times انگریز بہادر بر آنمشفق
 و جمیع رؤسا و سرداران ایندیہ \times بخوبی واضح و لائحہ است \times چنانچہ قوم مرہٹہ
 در ایام تسلط خود \times بممالک سمت شمال ہندوستان از سرداران سکھان \times
 پیشکش و خراج میگرفتند و دست اختیار از سرانہا \times و راز و آنہا را زیر اطاعت
 خود بامیداشتند \times بعد از ان وقتیکہ اہالی این سرکار مخص حیانت \times ممالک
 عمر و ہر از دست پیش قدمی و زبردستی قوم مزبور \times مجبوراً از تکاب محار بہ بردختہ
 بر ممالک ہندوستان \times تسلط شدند \times ایتلاف و انجذاب قلوب سرداران
 سکھان بذریعہ تثبیت سررشتہ فلاح و بہبود انہا پیشینہا و خاطر خواہ داشتند
 از اخذ پیشکش و خراج مال از ہرگونہ مطالبہ \times فراغت اجتناب مزیدہ سرداران
 مذکورین را بلا قید \times و حصر در میان تعلقات انہا مختار گردانیدہ پس ہر گاہ \times اہالی
 موصوف مخص نظر برد فاہ احوال و استقرار اختیار \times سرداران مذکور در میان تعلقات
 مفوضہ انہا \times از اجرائی حکومت واجبی نسبت با نہادست بردار شدند \times چہ جا
 امکان باشد کہ اہالی موصوف روادار حکم \times سرکاری و گریز سر سرداران
 سکھان کوہین تواند گردید \times از انجا کہ بمعنی بر را ای زریں آنمشفق نیکو خاطر خواہ بود
 در یصورت مخلص را یقین حاصل کہ آنمشفق از تقدیم ارادہ خود نسبت سرداران

فرزورین معطوف النمان خواہند گشت - مشفقاً زودی بعض مرتب یہ
Minto (منٹو)

نقل لفافہ - بمطالعہ ساطعہ مہاراجہ صاحب بسیار مہربان شفیق دوستان
استقرار مخلصان مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر سلمہ اللہ تعالیٰ معصوب باد -
لفافے کے عرض پر - مرقوم سی ویکم ماہ اکتوبر سنہ اعیسوی مطابق
دہم رمضان سنہ ۱۲۲۳ ہجری

(۱۷) لارڈ آکلینڈ کا خط سوموہ ابو نصر معین الدین محمد اکبر شاہ ثانی بادشاہ
دہلی مورخہ ۱۱ ستمبر سنہ ۱۲۲۳ء جس میں لاٹ صاحب معزز نے حضور بادشاہ ولیم چارم
کی وفات اور حضور ملکہ معظمہ و کنواریا کی تخت نشینی کی اطلاع دی ہے -

To His Majesty,

Abu Nasir Mojeeb-ooddeen

Mohammad Akber Shah Badshah Ghazni

My royal and illustrious friend,

I have learned by Dispatches recently received overland from England the mournful intelligence of the death of His most gracious Majesty King William the Fourth, whom after a happy and prosperous reign of seven years it pleased the Almighty to call to his Mercy on the 20th of June in the year of our Lord One thousand Eight Hundred and thirty seven.

The late Sovereign by his many excellent

اعمال و خدمات کا بڑے سے بڑے غنائم معلوم ہوتا ہے اور اقسام عبادت پر امت کا مستحق تانہ کی دلیل میں یہی ممکن
ہے اور کچھ عبارت یہی ہے - ۱۲

qualities, had greatly endeared himself to his subjects who deeply and unanimously lament his loss.

By the demise of His late Majesty the Imperial Crown of the United Kingdom of Great Britain and Ireland has solely and rightfully come to The High and Mighty Princess Alexandra Victoria, niece of the late Sovereign, who has been duly proclaimed, by the Grace of God, Queen of the United Kingdom of Great Britain and Ireland and Defender of the Faith. May her reign be prosperous.

Considering your Majesty as a sincere friend of the British Government I have deemed it necessary to communicate the above circumstances for information.

In conclusion I beg to express the high consideration I entertain of your Majesty and subscribe myself—

Fort William Your Majesty's Sincere friend
Auckland

11th September 1837

(ترجمہ) بمغفور ابونصر معین الدین محمد اکبر شاہ بادشاہ غازی۔

میرے شاہی اور والہاقد دوست۔ اُن مراسلوں سے جو مال میں انگلستان

سے موصول ہوئے ہیں مجھے حضور بادشاہ ولیم چہارم کی وفات کی افسوس ناک خبر ملی جو جن کو خداوند تعالیٰ نے اپنی مرضی سے سات سال کی خوش اور باقبال سلطنت کے بعد ۲۰ جون ۱۸۳۷ء میں اپنی جوار رحمت میں طلب فرمایا۔ مرحوم بادشاہ کو اپنی بہت سی صفات حسنہ کی وجہ سے رعایا بہت عزیز رکھتی تھی جو گہری طور پر متفقاً ان کی وفات کا ماتم کرتی ہو۔ حضور مرحوم کی وفات سے سلطنت متحدہ برطانیہ اعظم و آئرلینڈ کا شاہی تاج بالکلید استحقاقاً علیا حضرت شاہزادی الگزینڈیا و کٹوریا شاہیتوں کی جیتھی کے قبضہ تصرف میں آیا جو جن کے بفضل خدا ملکہ سلطنت متحدہ برطانیہ اعظم و آئرلینڈ و حامی دین ہونے کا اعلان باقاعدہ طور پر کیا جا چکا ہو۔ بخیاں اس امر کے کہ حضور سرکار برطانیہ کے مخلص دوست ہیں میں نے واقعات بالائی اطلاع دینا ضروری خیال کیا۔ خاتمہ پر میں اس واجب التعظیم خیال کا اظہار کرتا ہوں جو مجھے حضور کی ذات سے ہو۔

میں ہوں حضور کا مخلص دوست۔ آکلینڈ



(۱۸) فرمان مطلقاً اکبر شاہ ثانی موسومہ کرنل اسکندر۔ یہ جلوس (۳۰) جس پر دو طغرے طلانی اور شاہی مہر ہو اور مہر پر حیرت شاہی کی شکل بھی بنی ہوئی ہو۔ قول قرار استمرار پٹہ باسم ناصر الدولہ کرنل جیمس اسکندر پٹہ در حال یونگ۔ آفقیقت نہاد خانزاں قدیم الخاندان والاعرضی بانغضون گذرانیدہ کہ عثمیکہ پتہ ربو پورہ از ابتدای ۳۰ فصلی بغایت سہلہ واجب شانزہ سالہ بنام ندویرادہ از حضور مقرر است x در انمیاں ہفت سال منتفی گزیدہ و نہ سال باقیمت از انجا کہ رعایا سقیم و ویران بود کاشکھارا از جابجا طلبیدہ قریب چہل ہزار روپیہ در وجہ تقاوی مزارع ان سقیم x دادہ آباد نمود از قلت پیداوار سی کچھہ از تقاوی بصولی اندہ و در شخصہ حضور و الاسال بال و فصل مفصل بلا توقف و بلا عذر از قرضوام و انمودہ زیرباری کثیر برداشتہ ام و آیدہ بہ تصرف x سی چہلہزار روپیہ در آبادی و تعمیر چاہ ہای بہتہ صورت فواید و محاصل بگذارہ اینقدوسی غیر ممکن باستحقاق خانہ زادگی قدیم

امیدوارم کہ پتہ مذکور بمجموع زر شخصہ شانزدہ ہزار روپیہ سالیانہ بطور مستمر
 سال بعد نسل و بطناً بعد بطن بنام اینفدوسی مقرر گردد کہ باطنیان خاطر بصرف زر دیگر
 از قرضوام پرواختہ این فدوسی و فرزندان اینفدوسی جمیع زر شخصہ حضور انوار بآل
 و فصل بفصل داخل خزانہ عامہ کردہ باشد لہذا بعد نظر اینکه آن عقیدت کیش
 خانہ زاد این خاندان علیا است و در ادائی در شخصہ و صرف نمودن زر خطیر وجہ تعاونی
 و خانہ آبادی مقروض و وزیر بار گردیدہ بمورد تفضلات و پرورش قدیمانہ پتہ ربوہ
 تیونخاص از ابتدا ای سکہ بمجموع شانزدہ ہزار روپیہ سکہ کلدار سالیانہ مساوی ہوا
 سال بعد نسل و بطناً بعد بطن بنام ایساں مقرر کردہ شد باید کہ آن فدوسی و فرزندان
 پتہ مذکور را استمرار سال بعد نسل و بطناً بعد بطن بدین حکم محکم و مستقل برای علی الدوام
 بزمہ خود دانستہ بمخاطر جمع تمام بصرف زر دیگر پتہ مذکور آگاہ و ساختہ و جمع استمرار
 سال بآل و فصل بفصل داخل خزانہ عامہ حضور والا کردہ باشند کمی و بیشی پیداوار
 ذمہ خود شناسند و اگر خدا نخواستہ نقص و پایمالی زبردست رود بدیوہ جب تحقیقات
 این حضور انور مجرائی خواہد یافت باید کہ فرزندان نامدار کامگار عالی نسب و الاتار و
 وزرائی ذوالاقتدار و امرای عالمقدار و حکام کرام و عمال کنایت فرجام مستعد
 مہمات و دیوانی و متکفلان معاملات سلطانی و جاگیرداران و گرویان حال بہتقبال
 اید و موبدا در استقرار این حکم مقدس معلی بکشند و بوجہی من الوجہ سوائی از زر شخصہ
 طلب نسا ند و لوازمہ عہدہ داران و زمینداران و مقدمان پتہ مذکور آچنان کہ ہر آئینہ
 در اطاعت و فرمانبرداری اہلکاران آن عقیدت کیش پرواختہ پیداوار سال بآل
 و فصل بفصل اداسیکردہ باشند نوعی تخلف و انحراف ننوازند بتاریخ بست و ہفتہ شہر
 شوال ہیمنت اشتمال سنئی ام از جلوس معلی زیب تحریر یافت x

(۱۶) تصدیق نامہ متغین اس امر کے کہ سرفراز خاں کو اکبر شاہ ثانی نے
 پرورش فرما کر خطاب حبیب الدولہ محب الملک افضل الامرا شمشیر جنگ محنت مایا تھا
 اور سلاخ خانے میں ایک اعلیٰ عہدے قورخانے اور حبیب خاص پر مقرر فرمایا تھا
 یہ کاغذ ۲۰ ستمبر ۱۵۸۷ء کو بوقت فتح قلعہ انگریزوں کے ہاتھ لگا اور مٹھامری شوگر نے

عجائب خانے کو تحفہ دیا۔ یہ تصدیق نامہ مطلقاً و مذہب ہی جس پر دو بڑی شاہی
مہریں اور چودہ مہرے اور صابوں کی ہیں۔

حضرت محمد اکبر شاہ بادشاہ انارکسہ برہانہ و مرقدہ

والانکم والاشہادۃ ومن یکلمہ فانہ انکم قلبہ واللہ بما تعلمون علیم

از انجا کہ بہ مقتضای آیہ کریمہ

ادامی شہادت و دلیل سعادت و

کمالش موجب شقاوت است x لہذا از حضرت سلاطین و الایامہ عالی وقار

علماء تقوی و صداقت القیام و مہذب امور اسلام و فقرا ہدایت و صفا شعار

کرامت x و عنایہ و تار و رؤسا شکوہ و حشت مآب و امر امارت و ابیت نصاب

این خاکسار فورہ سے مقدار المناطیب بسہ فراز خان x سوال میکند و استشہاد

حق خود میخواد بر این معنی کہ حضرت عرش آرامگاہ

از عمر شیرخوارگی بظہل عاطفت و سایہ ملاطفت مثل فرزند ان پرورش فرمودہ

بتقرر معلوم و ادیب بہ تعلیم و تادیب x مشرف نمودہ بسن تمیز بتعین خدمت

شایستہ از عہدہ بابستہ اعلی خدمت قورخانہ وجیب خاص و خطاب حبیب الدولہ

محب الملک افضل الامراء محمد سر فراز خان بہادر شمشیر جنگ در اقران و امثال

معزز و ممتاز فرمودہ سند فرمان x و الاشان مہربن و شہل مہر ترک و طغرائے شہر

بمضمون مرقوم الصدور مصدرہ ششم رمضان المبارک سنہ سی و یکم طوس علی

بنام خاکسار صادر و عطا فرمودند چنانچہ سایل فرمان کرامت ترجمان را فتح اسناد

بدست x میدارد و نیز تا زمان رحلت فرمودن حضرت عرش سلطانی و حاضر بامی

در بار خاقانی بمغور سر فراز ماند حضرت را از حضرت امجد و حسین بر صحت اینحال x

و صدق ہذا المقال اطلاعی و آگاہی باشد حسبہ کتب مہر گواہی خود برین قرطاس

ثبت فرماید کہ عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور شوند x

(۲۰) سرچاپس مشکاف کا خط تحریرت مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۸۳۶ء موسوسہ

ابوالمنظر سراج الدین محمد بہادر شاہ ثانی بر حضرت ممدوح کے والد کی وفات پر لکھا گیا۔

To,

His Majesty

Abul Mozaffar Surajooddeen Mohammed
Bukhadur Shah Badshah Ghazi,

May it please your Majesty,

I have received with the deepest sorrow the mournful intelligence communicated to me by Mr Metcalfe of the demise of His Majesty on this melancholy occasion with sentiments of sincere and respectful condolence. I fervently Pray that Your Majesty may be supported and comforted by the reflection that all things proceed from the Will of the Creator; and that it has pleased Almighty Providence to take unto himself Your Majesty's venerable Father after a long and happy reign.

When time shall have mellowed recollections of a dear Parent, your Majesty will call up with pleasure to the remembrance of the amiable qualities which distinguished His late Majesty, and by which he will ever live in the memory of those who had the honor of approaching him.

I now beg leave respectfully to offer my sincere and heartfelt congratulations on your Majesty's succession

to the Throne of your ancestors.

May you be blessed with a long life, Health, Happiness and Prosperity.

Your Majesty's
Faithful Servant

Agra

The 4th October 1837. C. T. Metcalfe

(ترجمہ) بحضور ابوالمظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ

بادشاہ غازی

التماس آنکہ۔ میں نے اُس اندوہ ناک خبر کو جو سٹرکھٹاف نے حضور کی رحلت کے متعلق دی ہو نہایت افسوس اور اس الم ناک واقعہ کو مخلصانہ و مؤدبانہ خیالات و تعزیت کے ساتھ سنا۔ میں گرجو شہی سے دعا کرتا ہوں کہ حضور کو اس امر کے تصور سے سہارا اور تسلی ہو کہ تمامی امور خلاق عالم کی مرضی سے وقوع پذیر ہوتے ہیں اور یہ کہ قادر مطلق کی اسی میں خوشی تھی کہ حضور کے والد ماجد کو ایک طویل اور خوش گوار مدت سلطنت کے اپنے نزدیک بلا لے۔ جب وقت حضور کے غم (والہم) کے اشتداد کو اپنے پیارے والد کی مقدس یاد سے نرم کر دے گا تو حضور کو حضور مرحوم کی اُن صفات پسندیدہ کی یاد گاری سے جس کے سبب سے وہ ممتاز تھے مسرت ہوگی اور یہی صفات ایسی ہیں جن کی یاد ہمیشہ کے لیے اُن لوگوں کے دلوں میں تازہ رہے گی جن کو حضور ممدوح کی خدمت میں باریابی کی عزت حاصل تھی۔ اب میں ادب سے اپنی مخلصانہ اور ولی مبارک باد حضور کی اپنے آبا و اجداد کے تخت پر جلوس فرمانے کی پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ خداوند تعالیٰ

آپ کو عمر کی درازی - تن درستی اور اقبال مندی نصیب فرمائے - حضور کا
وفادار خادم - سی - ٹی - شکاف - مقام آگرہ - ہم اکتوبر ۱۸۵۷ء

(۲۱) خط مطلاً بعبارت فارسی بخط شکستہ لارڈ الٹن براہموسومہ بہادر شاہ
ثانی بادشاہ مشرق اطلاع اخذ جائزہ عہدہ جلیلہ گورنر جنرلی در ۱۸۵۷ء

ورقہ التاج افسر سلطنت و شہر یاری زیب افزائے اوزنگ خلافت و جہان داری
خدیو مملکت عدل و رافت شہر یار کشور داد و نصفت خلد اسد ملکہ و سلطانہ -
بر لوح ضمیر منیر مہر تنویر بہر بہمن و منکشف میگردد اندر خبر معین و مامور شدن ارادتمند x
در عہد ریاست ممالک محروسہ سرکار کمپنی انگریز بہادر متعلقہ کشور ہندو شہر
بذریعہ x و واسطہ معمولی و انصاف خاطر خاطر شدہ باشد بالفعل بیاس اطلاع
بخاتمہ اخلاص نگار x می در آرد کہ عقیدت اشتغال بتاریخ بست ہوشتم ماہ فروری
۱۸۵۷ء مطابق x شانزدہم شہر محرم الحرام ۱۲۵۵ھ ہجری بدر الامارۃ کلکتہ داخل گردید
انجام د x اہتمام امور متعلقہ عہدہ منوبورہ بر خود لازم گرفتہ و یقین خاطر خیر شہادت نظر
باشد کہ مدارج کمال اکرام و احترام نسبت مرتبہ خلافت منزلت و مراتب خلوص عقیدت
نسبت بذات ستودہ صفات آشنخ دیو مملکت عدل و رافت و استخواندان x سلطان بنیان
و قنائے ابرار از آن عوارہ پاس لوازم آسایش x آرامش منہبان آن و ودان
قبیکہ از طرف گورنر جنرل بہادر x سابق سمت و ضوح یافتہ از تہ دل عقیدت منزل
منقش و منطبع خاطر ارادت مظاہر است و خواہد بود و حق سبحانہ و تعالیٰ تادوام x
ماہ و مہر و قیام سپہر آل ورقہ التاج افسر سلطنت و شہر یاران را بتائیدات غیب الغیب
سود و مشید و اراد -

(النبی) Ellenborough

۱۵ خط غور اور توجہ سے پڑھنے کے قابل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گورنر جنرل بہادر سلطان مغلیہ کو
کس طرح مخاطب کرتے تھے۔ اس خط کے نیچے طرف لائ صاحب کے دستخط انگریزی میں اور پس ۱۷

(۲۲) یہ خط جو ایک بہت بڑے مظلوم و مذہب کاغذ پر نہایت خوش خط لکھا ہوا ہے بہادر شاہ ثانی بادشاہ کا ہے جو ۹ شوال ۱۲۰۹ھ جلوس (۱۸۲۹ء) کو ملکہ معظہ کو یمن و کشمیر کے نام لکھا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواہر و دہر ہزار ان ستائش و ثنا شمار پایہ عرش عظمت و اجلا ل و قدیمی کہ اور اق متفرق افراد عالم مدد عث را بشیر ازہ بندی جہان آرا می شایستہ بان والا اقدار و خواقین نصف شکار مجلد و مجموع ساختہ و مظلومان کائنات و مہوفان موجودات را بدادرسی و حق پرزوی مد فرما ز وایان نصف پرورد و خسروان معدت گستر از نعمای

۱۔ یہ طول و مفصل خط بطا خ عبارت آرائی کے بہت غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔ چونکہ بہت بڑے کاغذ پر لکھا گیا ہے قلعہ کے عجائب خانے میں تین حصے کر کے آئینہ وار چمکٹوں میں بڑا گیا ہے۔ لفاظ ایک طبعہ فریم میں ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بادشاہ کس خیال کے تھے کہ ولی عہد کی چند روزہ جدائی کی تھوہری سے پیچھے ہٹ گئے برخلاف اس کے ملکہ معظہ کو دیکھتے کہ اُن کے تینوں صاحب زادے یکے بعد دیگرے ملک چندین شہنشاہ شریفین لائے اور نہ صرف بیٹے بلکہ بیویں اور پوتے تک آئے اور خود بادشاہ سلامت مع ملکہ معظہ کے وقتی افروختہ اور اب چھ پرانسن ویز ولی عہد یار کی تشریف آوری کی جو سرست انگڑم ہے۔ یہ فوق جو عزم و ہمت ظلال آراؤ میں ہمارے اور انگریزوں کے۔ ہمارے شاہزادے مجبوروں کے پلے بھلا کیسے وطن چھوڑ کر باہر نکلتے اس خط میں بات تو مرن اتنی ہی ہے کہ میں شہزادے کو آپ کی خدمت میں بھیجا گو اُس کی ہدائی اور دوری گوارا نہ ہوئی۔ یہ بھی مٹھ کھنے کی بات ہے اور نری سخن سازی جو دہر واصل بادشاہ کو ایسا خیالی گونہ آپا ہو گا۔ اپنے بندار میں ملکہ سے اظہار خلوص و عقیدت کا یہ ایک ذریعہ ٹھہرایا ہے جسے بے انتہا لمبی چوڑی تمبید اور عبارت آرائی کے علاوہ گہرے سنہری کام سے لپیٹ دیا ہے۔ اس خط کی انشاء پر داری اور عبارت آرائی کی قدر لندن میں کس کی ہوگی اور اس کی نفیس مٹھنی اسی طرح عبارت کی وادکسٹ دی ہوگی اور جب اصل مطلب کی طرف غور کیا ہوگا تو بادشاہ کی اولو المعری ہمت و جرأت ملک داری کی نسبت و نمایان رنگ کا کیا خیال ہوا ہوگا ظاہر و باہر جو۔ اگر اسی مطلب کو سیدھی سادی انگریزی میں لکھو دیتے تو شاید اس تمام کبیرے اور کھڑک سے زیادہ موثر اور مفید ہوتا اس میں ہمیں کہ یہ خط وضم الشیخی فی غیو محلہ فرد خاگر ہر کے مصالحت خویش نکومی داند۔

گداسے گوشہ نشینے تو حافظاً مجروحش رومز مصالحت خویش خسرواں داند (من المصنف)

کامیابی حقوق واجب نواخته و لالی ستلانی فراوان نیش واقعتاً ایشا رجناب تقدس نصاب قادر قدیر
 از اتحاد و ایالت سلاطین و دیگر و بادشاہان والا گہر پرتشیدہ ترخیص اساساً سالیشت
 و آراش غلابی پرداختہ و بار تباط و رواب محبت و الغباط ضوابط مودت سرداران عظام
 و حکام عالم مقام طرح انقلع امن و امان زمان و زمانیان انداختہ پاسداری عبود و معہد
 مواہب موفق بمقتضای آہ کرمجہ او فوا با عبود و خمیرایہ ذات بابرکات x ملوک ملکی مصفا
 از تائید حکمت بالغہ اوست تا گروہ تابعین و لاحقین بغواہی الناس علی دین ملوکہم بطریقہ
 انیقہ را پیش گیرند و امتناع نقض عہد و ارتکاب خلاف بمواہی عظیمہ الذین یقتضون العہد
 من بعد ميثاقہ از تہدید قدرت کاملہ او تا عموم عوام مرکب این حرکت x و مینم و بادہی این فعل
 و ختم نشوند و در غرور و دنا معدود و نقود محمود و صلوة غیر محدود و ہدیہ بارگاہ ملائک پناہ
 حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ سلطان العرب و الجمجم فخر الانام کہف الامم آفتاب جہان تاب
 سپہر نبوت سپہر آفتاب علو و عظمت گوہر آبدار فہدایت x حصہ دوم - صدق
 گوہر شہوار شفاعت سید الثقلین سرور خافقین مسند آرامی مقام قاب توسین
 شہید ارضنا ریلہ الاسری عارج معارج اقصی صلوة اللہ علی نبینا و عمو ما علی سائر الانبیاء
 خصوصاً علی مسیح ابن مريم و علی آلہ الاطہار و اصحاب الکبار جمعین x اما بعد تحمید جامع حضرت
 کردگار و اہدای ہدایای سرور و دگر بر مرآت ضمیر قدسی تخمیر اعلیٰ حضرت کیوان منیر
 سپہر جناب رخشندہ کوکب آسمان سلطنت جہان داری درسی سماء خلافت و شہر یاری
 محمود اکاسہ و رشک افزا سے قیصرہ x شاہ مجاہد فلک بارگاہ خورشید کلاہ
 ستارہ سپاہ محی مراسم سیمہ مکرم مکارم انگلشیہ آنگہ آوازہ کمال محدثش سراسر
 آفاق فرا گرفتہ وصیت عنایت مکرمتش باطراف و اکثاف عالم و ارسیدہ انجیبت
 داور عدلش فلک کجہر قمار سرنگون x و از خوف شمعہ سیاستش برق اشعار بار
 تفتہ دروں و در مصاف معرکہ شہادتش رستم دوران ترسان و در میدان نبرد و شہادتش
 مریخ فلک بر خود لرزان با اتباع احکام مطاعش سروران نامدار غاشیہ اطاعت
 بروش و x با متثال فرمان واجب الافعالش ملوک عالمی قدر حلقہ فرمانبرداران
 انگلستان غلہ اسد ملکها و سلاطینہا و افاض علی العالمین برہا و احسانہا منطبق و منقش
 می گرداند کہ نظر بسوابق اتحادین و دو مان از زمان حضرت خاقان یتیمیستان امیر شہر

کوکان صاحبقران و مجدداً از زمان حضرت جلال الدین عرشیان انارالد برپا نمان
 خاندان عالیشان و باقاع آس یگانگت و اتحاد تا این زمان و ظهور اتحاد و عنایت و
 امداد از آن دولت ابد بنیا و نسبت باین خاندان عظمت نشان که شمه از کیفیت این سنان
 در سابق آوان بذریعہ مکتوب و سفیر مامور و مجامع آن سر و فرشتان می نشان
 رسیده است و احتمال اضاعت اوقات معدلت گستری و رعایا پروری آن کهن
 امن و امان و از تکرار تذکاران بالغ است از سنانها را و ارسال نور حدقه
 سلطنت و نور حدیقہ حشمت بر نور دار کار مکار سعادت اطوار رسد و نافرین از چند
 مرزا محمد جوان بخت بهادر که با وجود صغر سن آثار بزرگی از ناصیه اش پیدا است و آثار
 بختیاری از چهره اش و هویدا در نیمه که شعور کامل نمیشد اکثر اوقاتش بطلب
 مرضیات خالق و رضا جوئی خلق و خدمت والدین و رحم بر اهل قرابت و احقاق حق
 و ابطال باطل و شوق کسب کمال و اجتناب از خصال اراذل بدرجہ کمال مصروف
 اند و دیدن همین خصال با شرافت جوهر ذاتی خاطر مایه دولت را در کرم و محبت آن
 نونهال و همیشه جوایمی ترقی مدارش در حال و مال میدارد و بخدمت سرپا معدلت
 کمون بود تا ملاحظہ حال آن ستوده خصال باعث و نور توجہ معدلت و پرده بر چش
 شود و نسبت فرزند می که سبب برادر زاوگی هست و عمه را بر برادر زاده بیاسناطر
 برادر شفقینا بیشتر از مادر می باشد افزایش یابد و در زمره فرزندان دست گرفته
 که شایان باشکوه را پاسداری این بیشتر می شود و نسک گردد - حصه سوم - و
 بهمن حفظ و حمایت آن معدن جو و عدالت از شر حسودان مصنون و مامون ماند
 لکن و فور محبت و عدم تحمل کلفت مفارقت ازین اراده مانع آمد در خیال بهمن مناسب
 متصور شد که نقش مقصود را با رقام مختصری از احوال این نونهال و ارسال
 نقش دست این خوش خصال ارتسام یابد بهین است که هرگاه این نقش بدست
 آن شاه قوی باز و رسید پاس دست گرفتگی بر ذمت همت و الاهمت تتمم و واجب
 خواهد گردید و شاید مقصود از جلباب خفا سر بعرصہ ظهور خواهد کشید و توقع ازال

سرکردہ سلاطین والا شکوہ انیت کہ بعد ورنامہ نامی حاوی منظوری و قبول این
 مامول آگاہ فرمودہ دریں عالم ناتوانی و پیرانہ سالی از دست رنج این فکر طمانیت افزائی خاطر
 قاتر و ممنون ہزاران ہزار شاہ کا می خواهند گردانید x اوس جہانہ تعالیٰ شانہ کہ ثمرات حسنات
 بر کافہ روزگار فواید واد پروری و نتائج عدل گسری مخصوص مملوک عدالت شعار منقسم
 مرتسم ساختہ از زور بازوی اقبال آن انجم سپاہ سینہ دشمنان پر غم و آرزو مند ان
 استعانت را خوش و x غورم و شاداب و آشفته مہوارہ آب یاری افضل لازال گلستان
 دولت و سلطنت روز افزوں سبزوریان چمنستان عدل و عدالت مشکفہ خندان
 دارا دالی یوم التناو - لفافہ - لت سپہر جناب شریا قباب خشنودہ کوکب
 آسمان جہان داری و تری سہار خلافت و شہر یاری محمود اکاسہ رشک افزاے
 قیام و شاہ عہدہ فلک بارگاہ خورشید کلاہ محی مراسم سیمہ مکرم مکارم انگلشیہ شہید شہت
 فریدون شوکت نوشیروان عدالت عاتق مہمت معدن مروت بیکران منبع الطاف
 بی پایان ہمیشہ صاحبہ شفقت بسیار مہربان ملکہ معظمہ و کثوریا صاحبہ غلہ امد ملکہا و
 سلاطین ہاشم شرف باد x

(۲۳) لارڈ کالون کا خط موسومہ ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ و شاہ ولی
 مورخہ ۲۲ اگست ۱۸۵۷ء متعلق بہ انسداد کاؤکشی

To,

His Majesty Aboo Zaffar Surajooddeen
 Bahadur Shah Badshah Ghazni

۱۔ دراصل یہ خط مرزا جواں بخت کی ولی عہدی کی منظوری کے متعلق جو - خدا جانے جواب بھی
 کچھ لایا نہیں اور ملا تو کیا ملا - ع - اسی بہا آرزو کہ خاک شدہ - وہ بادی اٹ گئی بادشاہت
 ہی نہ رہی تو ولی عہدی کیسی اور کس کی؟ - یہ بھی عجیب بات سوچی کہ شاہزادے کے بچنے کی
 عوض بچہ کا چہرہ اُتر واکر بھیج کر دستگیری کی درخواست کی - وقت ہی ایسا بیڑھا آن پڑا تھا
 یہ نہ کرتے تو اور کیا کرتے؟ ۵

آں کہ شیراں را کند رو بہ فرار احتیاج است احتیاج است احتیاج ۱۳
 من المصنف

My most esteemed and Royal Friend,
I have received and attentively
perused, Your Majesty's Wascega and
its enclosures, regarding the restriction which
has been placed upon the practice of Killing
Cows in the city of Delhi.

My Royal Friend, the restriction I
objected to have been imposed by the local
authorities for the paramount object of the
preservation of the peace of the City, and reference should
be made by the parties, desirous of offer-
ing a representation on such a point,
to those authorities, as having full
power to enquire and decide regarding it.

With sincere wishes
of your Majesty's prosperity

Your Majesty's Sincere Friend

Head Quarters

22nd August 1854

S. R. Colvin

(ترجمہ) بہ حضور ابو ظفر سراج الدین محمد بہا در شاہ بادشاہ غازی -
میرے محترم اور شاہی دوست حضور کا وثیقہ شعران قیود کے گوشہ دہلی میں
گماؤ کشی کے عمل درآمد کے متعلق عائد کی گئی ہیں مع ملفوفات کے پونہ چاہتے
میں نے بغور ملاحظہ کیا - میرے شاہی دوست - جس شرط پر میں نے اعتراض

کیا تھا جو مقامی عہدہ داروں نے عائد کی تھی اور جس کی بڑی غرض شہر کا
اسن قابم رکھنے کی تھی - فریقین جو اس معاملے کو پیش کرنا چاہیں - اُن کو چاہیے
کہ اس معاملے کو اُن عہدہ داروں کے سامنے پیش کریں جن کو اس کی تحقیقات
اور تصفیہ کا پورا اختیار حاصل ہو -

مقام مستقر
۲۲ اگست ۱۹۵۵ء

اس - آر - کالون

(ضمیمہ اول ختم ہوا)

قطعات تاریخی نوشتہ جناب لوی محمد عبدالحکیم صاحب سوم تعلقہ دار ضلع اکو
فتح مملکت دہلی مبارک باد
۱۳۳۷ھ

نبشت از طبع خود تاریخ دہلی
شدہ جادو بیاں تاریخ دہلی
۱۳۳۷ھ

(۱) بشیر الدین احمد مسیح علم
پڑ تاریخ چوں رفتم بہ فکرش

لکھی تاریخ نادر چشم بد دور
جہالت سے ہوا میں سخت مجبور
ذرا سی فکر میں کیوں تو رہی رنجور
وقایع سلطنت دہلی مشہور

(۲) بشیر الدین احمد دہلوی نے
ہوئی جب فکر مجھ کو بہر تاریخ
تو ہاتھ نے مجھے مڑوہ سنایا
سرا نصاف سے تو کہہ دے تاریخ

سیرت میں سے مثال بہ صورت میں ہو جمیل
فضل و کمال اور سحر کی ہر دلیل
یہ فضل اور کمال جو از رحمت جلیل
تصنیف لاجواب کی تاریخ بیعدیل
۱۳۳۷ھ

(۳) تاریخ لاجواب لکھی ہے بشیر نے
ہر کلمہ اس کا جامع و مانع جو اس طرح
تصنیف میں بہت سی کتب اپنے لکھیں
عبدالحکیم عرض کر از حضرت بشیر

ضمیمہ دوم

قیصر ہند ملکہ منظر و کنویرادی گڈ انجہانی کے مختصر حالات

گو صفحہ دنیا سے کوئین و کنویریائی جیتی جاگتی تصویر مٹ گئی مگر احسان مندی کی قلم سے لوگوں کے دلوں پر ایسا گہرا نقش ہے کہ کمالاً بعد نسل بھی محو نہیں ہو سکتی۔ ملکہ کی بے نظیر حکمرانی نے ثابت کر دیا کہ حکومت کا وار و مدار صرف مردوں ہی پر نہیں ہے بلکہ جو مرد کر سکتے ہیں وہ عورت ذات بھی کر سکتی ہے اور ملکہ نے تو اس سے بھی بڑھ کر کر دیکھا یا کہ جو مردوں سے نہ ہو سکا وہ اس نیک ذات عورت نے کیا۔ ابھی ملکہ لڑکی ہی تھیں کم سن کہ خداوند تعالیٰ نے ان کے دست قدرت میں ایسی بڑی وسیع سلطنت دی۔ چونستھ برس کی طول طویل مدت ان کے غل عاطفت و حمایت میں ایسی گزری کہ دن عید رات شب برات۔ ان کے عہد معریت مہد میں علاوہ توسیع سلطنت کے ملک اور رعایا نے ہر اعتبار سے بے انتہا ترقی کی اور ملکہ نے اپنی خوش خصلی اور جہلی نیک کے سبب رعایا کے دلوں میں وہ جگہ پائی کہ ایسی ہر دل عزیزی کسی بادشاہ کو نصیب نہیں ہوئی۔ جو بادشاہ ہوتا ہے اس کا اثر ملک و رعایا پر پڑنا ایک معمولی بات ہے لیکن یہ بات البتہ عجیب و غریب ہے کہ جس بادشاہ نے اس ملک میں قدم تک نہ رکھا اور کالے کوسوں سمندر وں پاؤں سے دور اور نظر سے اوجھل ہو۔ یہاں کے حالات سے آجے چشم دید واقفیت نہ ہو وہ ایسی بیدار مغز ہوگی کہ ہزاروں کوئی سے اتنے بڑے ہندوستان پر حکومت کرتی رہی۔ ملکہ معطلہ کو اس پیرانہ سالی میں بھی اپنی رعایا براہی کی بہبودی اور بہتری حالت کے مقابلے میں اپنے آرام و آسائش کا مطلق خیال نہ تھا یہ بات خالی از تعجب نہیں کہ باوجود اس کثرت مشاغل و انتہاک امور اہم و سترگ سلطنت کے انھوں نے کچھ کچھ اور وہی سیکھ لی اور خاص اسی عرض سے مولوی محمد عبدالکریم خاں صاحب بہادر سی۔ آئی۔ ای متوطن آگرے کو اپنا ہندوستانی سکرٹری مقرر فرمایا اور ہندوستانیوں کی خاطر ادب پاسداری

یہاں تک مرکوز خاطر اقدس تھی کہ آخری وقت میں بھی آپ کے جنازے کے پاس دو ہندوستانی مسلمان ملازمہ نگہبان رہیں جن جن جوہلی میں بھی ہندوستانی فوج سی کا باؤڈی آپ کے جلوس کے ہمراہ تھا۔

اگر اس مبارک سلطنت کے زمانے کے مختصر اور ضروری حالات بھی لکھے جائیں تو ایک بہت بڑی کتاب بن جائے بھلا اس مختصر ضمیمے میں سوائے چند ضروری اور اہم مطالب کے اور کیا لکھا جاسکتا ہے پھر بھی اس تاریخ کی تکمیل کی غرض سے چیدہ چیدہ حالات و واقعات لکھتے کر دیئے ہیں۔ دراصل یہ بیان اس کتاب کے پہلے حصے میں آنا چاہیے تھا مگر دراصل کا نقشہ دکھانے سے بہت جگہ گھٹ گئی اور ضخامت بہت بڑھ گئی اس مجبوری سے حصہ سوم میں ملکہ معظمہ اور ان کے بعد کے دو اور بادشاہوں ان کے صاحب زادے اور پوتے کے حالات لکھنے پڑے۔

پیدائش ملکہ معظمہ ۳۴-۸۱۹ء کو چار بجے پیدا ہوئیں اس حساب سے آپ نے بیاسی سال کی عمر میں چونتیس برس کی طول طویل سلطنت کے بعد رحلت فرمائی۔ آپ محل کنسٹنٹ واقع لندن میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی ولوک آف کنٹ تھا جو آپ کی ولادت کے چند ماہ بعد قضا کر گئے اور والدہ آپ کی لویسا دکنویر یا ڈچس آف کنٹ تھیں۔ پیدائش کے ایک مہینے بعد آپ کے اصطبائح کی رسم ادا ہوئی اور آپ کا اسم مبارک الگزینڈرینا وکنویر یا رکھا گیا۔ اس مبارک رسم میں شہنشاہ روس الگزینڈر اور دوسرے عزیز و قریب موجود تھے۔ شہزادی وکنویر اپنی تعلیم و تربیت کا اہم فریضہ ان کی بیوہ والدہ ماجدہ نے بڑے اہتمام اور عمدگی سے انجام دیا۔ سر و الشرسکا مشہور فسانہ نگار نے آپ کے پانچ برس کے سن میں دیکھا تھا اور تب ہی کہہ دیا تھا کہ اس صغیر سن لیڈی کی تعلیم نہایت حزم و احتیاط سے ہو رہی ہے اور ایسی سخت نگرانی کی جاتی ہے کہ کسی کو اتنا کہنے کا بھی موقع نہیں ملتا کہ وہ تخت انگلستان کی وارث ہیں، بھول بھول ملکہ کی عمر بڑھتی گئی ویسے ہی ویسے نگرانی کی ضرورت گھٹتی گئی۔ جب آپ نے بفضل خدا اٹھارویں سال میں قدم دھرا تو آپ کی سالگرہ کی تقریب بڑی دھوم دھام سے منائی گئی۔

تختِ نبی

اس سالگرہ کے چند ہی روز بعد آپ مالک تخت و تاج انگلینڈ ہوئے۔ جارج ثالث بادشاہ انگلینڈ کے چار بیٹے تھے اور ملکہ کے والد ڈیوک آف کینٹ سب سے چھوٹے تھے۔ یہ تمام کوئی امید جناب ممدوحہ کے مالک تخت ہونے کی نہ تھی مگر جناب ممدوحہ کا ستارہ اقبال چمک رہا تھا۔ ولیم چہارم بادشاہ کے کوئی اولاد نہ ہوئی انتقال کے بعد ان کے چھوٹے بھائی ڈیوک آف کینٹ اکلوتی صاحبزادی شہزادی الگزینڈرینا وکٹوریاعہ کے فرق مبارک سے تاج انگلینڈ نے زینت پائی۔ ان دونوں ولیم چہارم کی عمر تہتر سال کی تھی اور ان کوشش کی شکایت تھی۔ سات برس سلطنت کرنے کے بعد ولیم چہارم نے ۲ جون ۱۸۳۷ء کو دو بجے شب کے انتقال فرمایا۔ آرج بشپ اور کثیر بری اور لارڈ جیمس لین دو پانچ بجے صبح کے کنگسٹن کے محل میں پہنچے۔ دربان کے بیدار کرتے ہیں بہت دستک دینا پڑی گھنٹی کو بھینچا اور دروازے کو کھٹکھٹایا تب کہیں دروازہ کھلا۔ تب صحن میں داخل ہوئے۔ دربان نے خبر نہ لی اور تھوڑی دیر ان کو انتظار کرنا پڑا پھر انھوں نے گھنٹی بجائی اور کہا کہ ہم شہزادی کو ایک اہم خبر سے فوراً مطلع کرنا چاہتے ہیں۔ تھوڑی دیر پھر سناتا رہا اور کسی نے اگر جواب نہ دیا۔ پھر تیسری مرتبہ گھنٹی بجائی تو شہزادی کی خادمہ آئی اور اس نے کہا کہ "شہزادی ایسی بھی نیند آرام فرما رہی ہیں کہ میں ان کو بیدار کرنے کی جرات نہیں کر سکتی۔" اس پر لارڈ جیمس لین نے کہا کہ "ہم انتظام ملک کی عرض سے اپنی ملک کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور وہ انتظام ایسا ضروری ہے کہ وہ اگر جواب استراحت سے بیدار بھی کی جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔" اس پر جناب ممدوحہ بیدار کی گئیں اور چند ہی منٹ میں شبِ خوابی کی سفید گون پہنے سر کے بال کھلے شانوں پر بکھرے شال اوڑھے نری سلیر پہنے برآمد ہوئیں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ جو کچھ دیر لگی وہ خود بدولت کی طرف سے نہ تھی۔ جب آپ کو ولیم چہارم کی وفات اور اپنے ملکہ انگلستان ہونے کی اطلاع ہوئی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو ڈھلایا آئے کہ ایسی ذمہ داری کے بوجھ کو یہ کم زور کندھے کیسے سنبھال سکیں گے۔ غرض یہ کہ سوئی تھیں شہزادی اور انکے جو کھولی تو انگلینڈ کی ملکہ تھیں!۔ جب اپنے

بادشاہ کے انتقال کی خبر سنی تو یوں گوہر نشاں ہوئیں کہ ”میری طرف سے آپ نماز ادا کیجئے، جس وقت آپ تخت نشین ہوئیں آپ کی عمر کیا تھی صرف اٹھارہ برس لیکن وہ اس صغر سنی میں بھی اپنی بھاری ذمہ داریوں سے بخوبی واقف تھیں چنانچہ آپ نے برسرِ دربار ارشاد فرمایا: ”دیہ بھاری ذمہ داری مجھ پر اس قدر دفعۃً کم عمری میں آن پڑی کہ اگر مجھ کو اُس باری تعالیٰ جس نے مجھ کو یہ کام سپرد فرمایا ہو پورا بھر وسنہ ہوتا کہ وہ میرے ادا کئے فرائض منصبی میں طاقت بخنتے گا اور اپنے پاک و صاف خیالات اور فہام عام کی بابت اپنی سرگرمی پر مجھ کو اطمینان نہ ہوتا جیسا کہ بچتہ اور تجربہ کار لوگوں کو ہوتا ہے تو میں ایسی بھاری ذمہ داری سے بالکل پریشان ہو جاتی۔“ جناب مددِ مہم نے اُسی وقت پیش گوئی فرمائی تھی کہ ”مہتمی المقدور اپنی ہر ذمہ داری کی رعایا کو آسائش اور راحت پہنچانے کے لیے میں کوشش کروں گی اور اُن کے حقوق کی حفاظت استحکام کے ساتھ کروں گی۔“ ہر ایک عہدہ دار آپ کے سامنے دوزانو ہو کر دستِ مبارک کو بوسہ دیتا تھا۔ ڈپوٹ آف سکس ملکہ سے کسی قدر فاصلے پر تھے اور بسبب کبر سنی کے اس ریل ہیل میں جناب مددِ مہم تک نہیں پہنچ سکتے تھے یہ دیکھ کر حضور مددِ مہم نے اپنا دست شفقت خود اُن کی طرف بڑھایا۔ حضور مددِ مہم نے باوجود حادثات سن اپنے پہلے درباری فرائض کو اس حسن و خوبی سے انجام دیا کہ ارکانِ داعیانِ سلطنت متحیر رہ گئے۔

شادی میمنت آبادی تخت نشینی کے دو سال بعد ملکہ معظمہ کی زندگی میں سب سے ضروری اور اہم واقعہ آپ کی شادی خانہ آبادی تھی جو ۱۸۴۱ء کو پرنس ایلبرٹ کے ساتھ ہوئی جن کو شادی کے بعد پرنس کنسٹنٹ کا لقب ملا اور جو آپ کے چچا بھائی تھے یہ شادی پولینڈ یا خارجی اسباب سے نہیں ہوئی بلکہ صرف باہمی محبت کی وجہ سے ۱۸ جنوری ۱۸۴۱ء کو ملکہ معظمہ نے افتتاح پارلیمنٹ کے وقت بنفس نفیس اس شادی کا ارادہ ظاہر فرمایا ملکہ اپنے شوہر سے تین مہینے عمر میں پڑی تھیں ۱۸۳۷ء میں پہلے پہل آپ کا تعارف شہزادے سے ہوا۔ تب ہی ملکہ کے دل میں اُن کی خوب صورتی اور دل فریب ماہِ ضلع و اطوار نے اپنا نقشہ جمایا تھا حضور مددِ مہم

نے اس شادی کو نہ صرف اپنی خانگی مسرت بلکہ رعایائے ملک کی بہبودی کے لیے بھی ضروری خیال کیا تھا۔ تین سال کے بعد پھر شاہزادے انگلستان تشریف لائے۔ ملکہ نے انھیں دونوں شاہزادے کے حسن و جمال اور اوصاف ایک پر جوش خط اپنے چچا شاہ بلجیم کو لکھا اور اس کے بعد اپنے وفادار شیر بہن سٹاک مار کو تحریر فرمایا کہ ”پرنس ایڈورڈ نے میرا دل جھین لیا ہے اور آج صبح سے ہم دونوں نے تمام باتوں کا تصفیہ ہو گیا ہے“ چنانچہ جب آرتھر بشپ آف کینٹنبری نے خاندانی مشورے کے وقت آپ سے یہ دریافت کیا کہ بلحاظ اعزاز شاہی کہ اگر شادی کے خطبے میں لفظ تابع خارج کرو یا جائے تو مناسب ہے۔ آپ نے فرمایا: ”مائی لارڈ۔ شادی کی رسموں میں سے کوئی چیز ترک نہ ہونے پائے۔ میں بہ حیثیت ایک زوجہ کے شادی کرنی چاہتی ہوں نہ بہ حیثیت ملکہ کے“۔ شادی کے بعد انہیں برس تک اس شاہی جوڑے کے باہمی اتحاد۔ پاکبازانہ زندگی اور سادگی وغیرہ سے انگلستان کی رعایا کے دلوں پر جو عمدہ اثر ہوا اس سے ملک کو بے انتہا فائدہ پہنچا۔ بادشاہان سلف کے زمانے میں محلات شاہی اور درباروں میں جو خرابیاں تھیں سب رفع ہو گئیں۔ ان سرد و نیک زادوں کے عمدہ رویہ نے ایسا پیش بہا فائدہ ملک کو پہنچایا کہ جس کا حد و حصر نہیں۔ ۲۱ نومبر ۱۸۴۳ء کو پہلی شاہزادی پرنسس رائل تولد ہوئیں۔

پرنس کنسرت کا انتقال شاہ ہو یا گداسب کو مرنا برحق۔ جھوٹری ہو یا محل باؤم اللذات سب جگہ موجود۔ دنیا میں آنا جانے کی خبر دیتا ہے۔ جس نے ماں کا پیٹ دیکھا وہ قبر کا گڑھ ضرور دیکھے گا پر دیکھے گا دنیا میں موت جیسی یقین اور کوئی چیز نہیں۔ ۱۶ مارچ ۱۸۶۱ء کو ملکہ متعلکہ کی والدہ ماجدہ نے سفر آخرت اختیار کیا ابھی آنسو نہ تپچھے تھے ۱۴ دسمبر ۱۸۶۱ء کو شوہر کا دہا کا بیٹھا۔ یہ جوانی اور نڈیا۔ اترا اکبر۔ یہ وہ مقام ہے جہاں بڑے سے بڑے بادشاہ کی بھی کچھ نہیں ملتی۔ اس شان شاہ کے سامنے سب کے سر تسلیم خم ہیں جس کی بادشاہت ابدی اور ازلی ہے۔ پرنس کنسرت کے متعلق اس وقت پارلیمنٹ میں لارڈ ورنلی جو تقریر کی تھی اس کا حاصل یہ تھا۔ ”پرنس ایڈورڈ کی وفات سے ہم نے اپنے ملک کا بادشاہ

کھویا ہر ملکہ کے دستقل خانگی معتمد اور متقل وزیر عظم تھے۔ ہمارے ملک کے بزرگ لوگ اور اس وقت جو جوان لارڈ اس کیسینٹ میں موجود ہیں وہ بالاتفاق تسلیم کریں گے کہ اس جرم شہزادے نے جس عقل مندی اور مصلحت کے ساتھ ملکہ انگلستان کی اکیس سال خدمت ادا کی ہر ویسی ہمارے کسی بادشاہ میں نظر نہیں آتی۔ انگریزوں میں شادی اپنی پسند کی ہوتی ہے اسی طرح ملکہ نے بھی اپنے شوہر کو پسند فرمایا تھا۔ اس انمول جوڑے میں بے انتہا محبت تھی۔ حیف ممد حیف کہ چند ماہ کے فاصل سے ماں کا سایہ سر پر سے اٹھ گیا اور پھر جوڑا بچھڑ گیا۔ یہ دوسرا صدہ ماں اور شوہر کے انتقال کا جناب ممدوحہ پر ایسا پڑا کہ تمام ملک میں غم و الم کی ٹھٹھا چھا گئی۔ سیاں بیوی نے بل جل کر صرف اکیس ہی سال سرت و انبساط سے کائے کہ ملکہ عین عالم جوانی میں بیوہ ہو گئیں۔ جس قیامت کی رات ملکہ کے شوہر نے انتقال کیا جناب ممدوحہ نے فرط غم و الم سے فرمایا: ”آج میری نظروں میں دنیا اندھیر ہو رہی ہے میرے حساب سے سب چیزیں مر گئیں، لیکن اُسی وقت دل کڑا کر کے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ”میں اپنے فرائض کی ادائیگی میں تو کبھی کوتاہی کرنے والی نہیں۔“ سبحان اللہ کیا استقلال ہے! کسی ہمت ہے! شوہر کی وفات کے بعد کئی برس تک ملکہ غم و الم میں ایسی ڈوبی رہیں کہ گویا یہ وہ ملکہ نہ تھیں جو کہ پہلے تھیں۔ لیکن زمانہ بڑا مصلح اور غم غلط کن ہے۔ جب صاحب زاوے اور صاحب زادیاں بڑے ہوئے۔ پردان چڑھے۔ پوتوں اور نواسوں نے گھر کی چہل پل اور رونق بڑھائی تو لامحالہ غم کے اشتداد میں کمی ہوئی اور ملکہ معظمہ تھوڑی بہت کچھ کاروبار دنیا میں لینے لگیں۔

ولی عہد کی خطرناک علالت اور دیگر حوادث

ہندوستان کے غدر کے بعد ۱۸۵۷ء میں پرنس آف ویلز کی خطرناک علالت نے ملکہ کے دل پر سخت صدمہ پونہ پایا۔ شہزادے کی زلیست کی اُمید

بہت کم تھی لیکن وہ کار ساز جس نے ملکہ کو ہمارے سروں پر ۸۳ سال قائم و برقرار رکھا اور ۶۴ برس اُن کی سلطنت کی برکات سے مستفید کیا۔

اُس نے ان کے بعد ایک لالچ و فالیق شہنشاہ دینے کے لئے جو اپنی والدہ ماجدہ کے قدم بقدم چلے پرنس آف ویلز کو حیات تازہ بخشی کہ وہ آگے چل کر بہ لقب ایڈورڈ وٹھم ایک لالچ۔ تجربہ کار اور ہر دل عزیز بادشاہ بنے۔ ۱۸۷۲ء میں ملکہ کی ہمشیرہ عزیزہ کا انتقال ہوا اور ۱۸۷۴ء میں شہزادی الیس کے انتقال سے آپ کے دل پر سخت صدمہ ہوا۔ ۱۸۷۹ء میں زولو کی لڑائی کے وقت ملکہ کو کچھ کم بے چینی نہیں رہی اُس پر طرہ یہ ہوا کہ کابل میں رزیدنٹ اور ان کے تمام لوگوں کا بلیموں نے قتل کیا اور اُس کے بعد ایک بھاری جنگ ہوئی۔ ۲۸ مارچ ۱۸۸۱ء کو ملکہ معتمد کے فرزند کہیں ڈلوک آف ایلینی نے عین عالم شباب بکتیس سال کی عمر میں دو چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر انتقال کیا۔ دنیا دار المحن ہو گیا اور غم سے کوئی خالی نہیں۔ ملکہ کی عمر جوں جوں بڑھتی گئی افسوس ناک واقعات کی بھی ترقی ہوتی گئی۔ شہنشاہ جرسن فریڈرک ایلینیوٹل آپ کے داماد نے انتقال کیا یہ دونوں جانکاہ صدمے ہنوز جناب معتمد کو تازہ ہی تھے کہ ۱۲ جنوری ۱۸۹۲ء کو ملکہ کے بڑے پوتے ڈلوک آف کلیئرس نے عین عالم شباب یعنی (۲۸) کی اٹھتی جوانی میں اُس وقت میں جب کہ ان کی تقریب شادی کی تیاریاں بڑی دھوم دھام سے ہو رہی تھیں سخت بخار سے انتقال کیا۔ شادی کے گھر میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ بڑھیا وادی کے غم زدہ دل پر کوہِ الم ٹوٹ پڑا۔

گر یہ نو دسالہ میریجے نیست ایں ماتم سخت است کہ گویند جوں مرد ملکہ معظمہ کو بڑھاپے میں جوان بیٹے اور ہونہار پوتے نے بڑا دانع دیا۔ یہ دوسرا صدمہ ایسا نہ تھا کہ سارے ملک میں سنسنی نہ پھیل نہ جاے تمامی سلطنت میں ان حوادث کا سخت ماتم ہوا اور رعایا و بریائے اپنی ملکہ کی مصیبت میں پوری ہمدردی کی جس کا ان کے قلب صافی پر بڑا گہرا اثر ہوا اور قلعہ آسبرن سے ۲۶ جنوری ۱۸۹۲ء کو ایک نہایت پرورد و اثر فرمان اپنی جان نثار رعایا کے نام بقلم خاص تحریر فرمایا۔ جو یہ ہے:-

دو میری سلطنت کے ہر خطے کی رعایا نے اس غلگین اور جانفکاحہ سانحے پر جو صرف

۱۵ حقیقی بہن تو آپ کی کوئی تھیں نہیں یہ کوئی رشتے کی بہن ہوں گی ۱۵

گرتا اور خدا نخواستہ کچھ آپ کے دشمنوں کو نقصان پہنچاتا۔ مگر آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچا۔ اسی وقت ایک دوسری کشتی اتفاق سے آگئی اور آپ اُس میں سوار ہو گئیں۔ ایک دوسرا حادثہ کشتی کا اس سے بڑھ کر سوا کہ آپ جس کشتی میں رونق افروز تھیں اُس کی ٹکر کسی دوسری کشتی سے ہو گئی وہ کشتی آپ کے دیکھتے دیکھتے مع اُن آدمیوں کے جو اُس پر سوار تھے ڈوب گئی جس کا آپ کو بڑا افسوس ہوا مگر قدرت خدا کی کہ آپ کی کشتی بالکل محفوظ رہی۔ ایک مرتبہ جب کہ آپ اور آپ کی والدہ بھی میں سوار تھیں گھوڑے بھڑکے اور سڑک کے بڑی خیر گزری کہ ایک راہ چلتے نے جھپٹ کر گھوڑوں کو تھام لیا۔ اس کے سوا اور بھی ایسے کئی واقعے پیش آئے ہیں مگر ہر حال میں خدا حافظ و بھیمان رہا۔

اولاد اُن کے معظمہ بہانہ بہ اعتبار سے خوش نصیب تھیں وہاں اولاد کی طرف سے بھی اُن کی گود بیٹ بھری پُر ہو گئی۔ آپ کے پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں وغیرہ ملا کر خدا رکھے بھر پُر اکٹبہ تھا لیکن ساتھ ہی اس کے آپ نے اپنے جگر گوشوں کی موت کے بڑے بڑے صدمے بھی اٹھائے۔ اول ہی آپ اپنے شوہر کے انتقال سے عمر بھر رنجیدہ اور ملول رہیں اور سوائے اکیس سال کے ساری عمر رنڈا پیر میں تیر کی اور جوان جوان صاحبزادوں اور صاحبزادیوں اور پوتوں کے مرنے کے صدمات عظیم کو بھی نہایت تحمل و استقلال اور صبر و شکر سے برداشت کیا۔ مگر بڑا پاپا میں اولاد کا داغ خدا نہ کھائے اور آخر عمر میں آپ کو بہت بڑے بڑے صدمے اٹھانے پڑے۔ ایک فرزند جو ان بیٹے ڈیوک آف ایلین کا انتقال پھر جان جو ان پوتے ڈیوک آف کلیرنس کا عمدہ اور تیسرے سبب سے اخیر ڈیوک آف اڈنبرا کا انتقال ۱۹۰۷ء کا اس دار فانی سے کوچ۔ ان صدمات کا حال اُس ماں کے دل سے پوچھا جائے جس پر یہ گزرے۔ ملکہ معظمہ کو نو پتے ہوئے وہ سب سے بڑی آپ کی وہ صاحبزادی تھیں جو بادشاہ جرمن کی خاتون محترم تھیں اور حال شہنشاہ جرمن کی والدہ۔ (۲) پرنس آف ویلز جو شہزادی ڈنمارک سے منسوب تھے اور جن کے پانچ بچے تھے۔ جن میں کے چار زندہ ہیں۔ پرنس آف ویلز کے بڑے صاحبزادے ڈیوک آف یارک (حال ملک معظم جارج پنجم)

کے چار بچے۔ ایک صاحبزادی کے دو بچے۔ ایک ناکر خدا اور ایک ادا مانہیں۔
(۳) شہزادی ایلین ماڈمیری جو سات بچے چھوڑ کر ۱۸۶۶ء دسمبر شہداء کو فوت ہوئیں۔ (۴)
ڈیوک آف اڈنبرا جن کی خاتون شہنشاہ روس کی شہزادی ہیں۔ ان کے پانچ بچے ہیں۔
ڈیوک نے ۱۸۶۷ء میں انتقال کیا۔ (۵) شہزادی ہلنا۔ پانچ بچے۔ (۶) شہزادی لوئی۔
(۷) ڈیوک آف کنٹ جو پروشیا کی شہزادی سے منسوب ہیں تین بچے۔ جناب صبح
عرصے تک ہندوستان میں کمانڈر ان چیف رہے ہیں اور پھر ۱۹۰۲ء کے کارونیشن
دربار میں بھی تشریف لائے تھے (۸) ڈیوک آف ایلینی جنہوں نے دو بچے چھوڑ کر
۱۸۸۸ء میں انتقال کیا۔ (۹) شہزادی بیائرس (چار بچے)

آپ چھ بچے چھوڑ کر میں پوتے پوتوں نواسے نواسیوں اور ان کی اولاد دہلی جائے
توجہ مر گئے ان کو چھوڑ کر بھی (۱۰) ملکہ کی زندگی تک موجود تھے۔

ڈیوک فٹارک کی شادی | پرنس میری ڈیوک آف کیرلس کی بیٹی

سدا ہارے انھیں سے ۶ جولائی ۱۸۹۳ء کو اس کے چھوٹے بھائی ڈیوک فٹارک
ملکہ عظمہ صاحبہ کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہو گئی جن کے ایک لڑکا بھی پیدا ہوا جواب
پرنس آف ویلز ہیں اور جو ملکہ مرحومہ کے پڑپوتے ہیں۔ ملکہ عظمہ کی ایک بیوی
سوانح عمری میں ہم نے ایک تصویر دیکھی جس کا عنوان چارلٹسٹ یا چارلس پرنس
اس تصویر میں ملکہ عظمہ اپنے اس چھوٹے سے پڑپوتے کو آغوشِ محبت میں لیے ہوئے
ان کے چہرے سے مسکراہٹ اور آثارِ مسرت ظاہر ہیں۔ وائیل بائیں پرنس آف ویلز اور
اور ڈیوک آف فٹارک (جارج پنجم) باپ بیٹے کھڑے ہیں۔ اس حساب سے جناب
مردودہ نے چوتھی پشت دیکھ لی جو اس زندگی ناپائدار میں سوائے ایسے خوش فقیروں
کے دوسروں کو کم نصیب ہوتی ہے۔

کچھ بچنے کی چٹنی بائیں | ملکہ عظمہ کے متعلق بے شمار کاتیں مشہور
ہیں جن میں خاص کر بچنے کی باتیں بڑی

دل آویز ہیں۔ ہونہار بروے کے بچنے بچنے بات پوسٹ کے پادوں پائے ہی میں معلوم

۱۲۔ بعد میں ادا بچے بھی ہوئے ہیں تہ بعد میں ان کی بھی شادی ہو گئی۔

دیتے ہیں اچھوں کے اچھے ہی ہوتے ہیں۔ ملکہ معظمہ شروع ہی سے بڑی خلیق اور ملنسار تھیں۔ آپ اکثر ایک خچر پر سوار ہو کر نکلا کرتی تھیں جس پر ایک سگف زین کے علاوہ خچر کے گلے میں نیلے گنڈے بھی پڑے رہتے تھے۔ آپ کی عادت تھی کہ راولپنڈی سے اکثر پوچھ لیا کرتی تھیں۔ ”اچھے ہو؟“ اور سلام میں بھی خود تقدیم کرتی تھیں۔ جو لوگ آپ کو سبز کپڑے کے اندر ہری گھانس کے تختوں پر کھیلنے دیکھ لیتے تھے اکثر آپ کے ہاتھ پدم لیتے تھے۔ آپ نے بچپن میں بھی کبھی فضول خرچی نہیں کی حالانکہ گھر میں التہ کا دیا سب ہی کچھ تھا اور پھر ماں باپ کی اکلوتی اور لاڈلی شاہی گھرانے کی بیٹی جتنا کرتیں تھوڑا تھا مگر یہ رکھ رکھاؤ اور تعلیم کی خوبی تھی جو کفایت شعار خیبر میں داخل ہو گئی۔ ایک مرتبہ کیا ہوا کہ ۱۸۶۹ء میں آپ کسی میلے میں تشریف لے گئیں۔ بہت سے عزیز واقارب دوست احباب کے لیے تحفے تیار خریدے۔ آپ کو کچھ روپیہ سیوہ خوری کے لیے ملا تھا صرف ہو گیا اس وقت آپ کو خیال آیا کہ اوہ فلاں بھانجے کے لیے کچھ نہیں لیا۔ آپ نے اس کے لیے ایک کبس پسند کیا جس کی قیمت بھی کچھ زیادہ نہ تھی صرف نصف کڑوں۔ دکان دار نے چاہا کہ آپ کی اور چیزوں کے ساتھ اس کبس کو بھی رکھ دے دام کوئی بھاگے جاتے تھے آجائیں گے۔ نیکن آپ کی گورنس بے کہا نہ نہیں۔ اس وقت دام نہیں ہیں اس وجہ سے شہزادی خرید نہیں سکتیں۔ پھر دیکھا جائے گا آپ اس کبس کو نکال کر الگ رکھ دیجئے۔“ شہزادی اس بات سے خوش ہوئیں اور جب حسب معمول آپ کو حبیط ملا تب آپ خچر پر سوار ہو کر آئیں اور اس کبس کو خرید لے گئیں۔ اس سے ہر شخص کو ایک عمدہ حق حاصل ہوتا ہے کہ جب تک پیسہ ہاتھ میں نہ ہو اُدھار کبھی بھول کر نہ کرے جو لوگ قرض سودا خریدتے ہیں وہ بے دھڑک جو دل میں آیا لے لیتے ہیں کیوں کہ دام تو اس وقت دینے ہی نہیں پڑے جو بوجھ معلوم دے۔

آپ کی اکثر عادت تھی کہ اپنے گورنس کے ساتھ بازار تشریف لے جایا کرتی تھیں ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ ایک جوہری کی دکان پر کچھ خریدنے آئیں دیکھا کہ دکان دار کسی ایک اور نوجوان گاہک لیڈی کی طرف متوجہ ہو چکا تھا لیڈی کی ایک زنجیر کا سودا کر رہی تھی۔ زنجیر پسندی۔ دام پوچھے تو بہت تھے۔ دام سن کر وہ لیڈی مل سوس کر

رہ گئی اور کہا۔ ”دام بہت ہیں اور مجھ میں اتنی سکت نہیں“ یہ کہہ کر چلی گئی کہ ”خیر کم داموں کی لے لوں گی“ شہزادی یہ سب ماجری دیکھ رہی تھیں۔ اُس کے چلے جانے کے بعد آپ نے دکان دار سے پوچھا کہ ”کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون لیڈی تھیں؟“ دکان دار ”ہاں میں جانتا ہوں“ آپ نے فرمایا کہ ”جو زنجیر اٹھوں نے پسند کی ہو وہ تم اُن کو بھیج دو اور یہ بھی کہلا بھیجو کہ وکٹوریہ جانتی ہے کہ تم اس کو اس عمدہ صفت کے عوض قبول کرو کہ تم نے جس چیز کو تم نے لے سکتی تھیں نہیں خریدی اور اپنی خواہش نفسانی کو روکا“ گئی آپس کے بعد آپ کی ایک تصویر سرتاپا پانٹی لباس میں کھینچی گئی اور آپ کے جسم پر کوئی زیور نہ تھا۔ لوگوں نے اتنا اس کی تصویر کھینچانی ہے آپ کچھ تو زیور زیب تن فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ ”نہیں۔ یہ تصویر تو میرے لوگوں میں جائے گی۔ جہاں تک میرے بس میں ہے میں یہ چاہتی ہوں کہ فضول خرچی کا سہارا باہر ہو“

ملکہ کو اس طرح اٹھایا گیا کہ غریب اور امیر سب کے ساتھ یکساں اہلیق اور پسندیدہ اطوار کا برتاؤ کریں۔ ایک دن جب کہ شہزادی بلرن میں اپنی والدہ کے ساتھ مقیم تھیں اپنے چھوٹے سے کچے ٹوٹے ہوئے اپنی ماں اور اتالیقہ کے آگے آئے دوڑ رہی تھیں کہ رستے میں اُن کو اپنی ایک ہم عمر لڑکی ملی جو تھی تو دیہاتی لڑکیاں صاف ستھرا تھا۔ بوجہ ہم سنی شہزادی کا دل چاہا کہ اس سے کچھ بات کریں تو اُنھوں نے یوں بات چھیڑی کہ ”میرا کتا بہت تھک گیا ہے کیا تم مہربانی کر کے اسے اٹھاؤ گی؟“ اُس خوش مزاج لڑکی نے جسے خبر نہ تھی کہ یہ لڑکی شہزادی ہے کہا ”ہاں کیا مضائقہ ہے“ اور جھٹکتے کو گود میں اٹھا لیا اور دونوں برابر ہنسی خوشی باتیں کرتی چلی جا رہی تھیں تھوڑی دور جا کر اُس لڑکی نے کہا کہ ”میں تو تھک گئی اور آپ کے کتے کو زیادہ دیر تک نہیں اٹھا سکتی“ شہزادی ”کیا واقعی؟“ نامکن۔ ”تم تو ابھی تھوڑی ہی دور لائی ہو“ لڑکی۔ ”میں تو خاصی دور لے آئی اور مجھے اپنی خالہ کے ہاں جانا ہے۔ اگر آپ کو کتے کو اٹھوانا ہی ہے تو آپ خود کیوں نہیں اٹھا لیتیں؟“ شہزادی۔ ”تمھاری خالہ کون ہیں؟“ لڑکی۔ ”سسر جانشین“ شہزادی۔ ”کہاں رہتی ہیں؟“ لڑکی۔ ”دوہ سائے والے چھوٹے سے گھر میں جو بیڑا کے داس میں نظر آتا ہے۔“ یہ باتیں دونوں لڑکیاں کھڑی آپس میں کر رہی تھیں کہ اتنے میں شہزادی کی والدہ اور گورنر

بھی آگئیں۔ شہزادی۔ وہ میرادل تمھاری خالہ سے ملنے کو چاہتا ہے۔ میں تمھارے ساتھ جاتی ہوں۔ آؤ ہم تم دونوں دوڑیلیں گے گورنس۔ (ملکہ کا ہاتھ پکڑ کر) شہزادی۔ نہیں۔ نہیں۔ آپ اس لڑکی سے بہت دیر باتیں کر چکیں۔ آپ کی اماں جان فرماتی ہیں کہ کھڑے چلیے، شہزادی کے لفظ کو سن کر بے چاری غریب لڑکی سٹیٹا گئی اور شرمیلے لگی۔ لیکن ملکہ کی والدہ نے اُسی وقت نہایت ملطف آمیز مہربانی سے اس لڑکی کی تکلیف فرمائی کہ شکریہ ادا کیا اور ایک انٹرنی اُسے انعام دی۔ وہ لڑکی بہت خوش ہوئی اور شکریہ ادا کیا اور دوڑی دوڑی اپنی خالہ پاس جاکر سب ماجری بیان کیا۔ وہ انٹرنی ایک چوکھٹے میں جڑ کر اب تک ملکہ کی ملاقات کی یادگار میں اُن کے مکان میں لگی ہوئی ہے۔

ملکہ کی ہمدردی اور نیک مزاجی کی بہت سی حکایتیں آپ کی تحت نشینی کے بعد کی بھی ہیں۔ ایک دن آپ کے ملاحظہ اور پسند کے لئے کچھ کنکھن پیش کیے گئے تھے۔ اُن میں سے آپ نے پچیس پونڈ کی ایک بڑی پسند فرمائی۔ اسی اشار میں کسی لیڈی نے ایک قدیم عہدہ دار کی بیوہ عورت کی عرضی پیش کیا۔ ملکہ نے عرضی پڑھی اور متاثر ہو کر وہ کنکھن تو دیئے رکھا اور اُس کی قیمت پچیس پونڈ اس بیوہ کو بھیج دی۔

برسوں سے ایک بڑھا کنسنٹس کے محل کے سامنے والی سڑک جھاڑا کرتا تھا۔ ملکہ شہزادگی کے زمانے سے جب کبھی گاڑی میں نکلتی تھیں اس بڑھے پر ترس کھا کر کچھ نفرتی سکے پھینک دیا کرتی تھیں۔ جب آپ خود ملکہ ہوئیں تو تو اُس بڑھے کی آٹھ شلنگ ہفتہ وار پنشن مقرر کر دی لیکن افسوس ہے کہ وہ بڑھا صرف چھ ہی مہینے جیا۔

ملکہ معظمہ نے اپنے والد کا ترغیب جو پچاس ہزار پونڈ تک ادا کر دیا۔ آپ کو اس بات کا بھی علم تھا کہ اُن کی والدہ بھی کچھ قرض دار ہیں۔ اُن کی راست باز صاحبزادی نے ایک دن ناشتہ کے وقت میز پر گن کی رکابی کے پاس ایک لفافے پر گن کا نام لکھ کر رکھ دیا۔ انھوں نے جو لفافے کو کھولا تو کیا دیکھی ہے کہ اُن کے سارے قرضے کی ادائیگی کی رسیدیں اُس میں موجود تھیں۔

ملکہ کی کام کی قابلیت

ملکہ معظمہ کبھی کام کرنے سے ہچکچاتی نہ تھیں۔ اوائل زمان سلطنت میں سویرے اٹھنے کے ہی سے کاغذات ملاحظہ فرماتے گنتی تھیں۔ لارڈ ملبرن ایک مرتبہ کاروبار کی فہرست اور کثیر التعداد غور طلب کاغذات کے پیش کرنے کی معذرت بھی کی۔ آپ نے فرمایا۔ ”یہ تو صرف ایک تبدیلی مشغلہ ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں نے کبھی آرام طلبی کی زندگی بسر نہیں کی۔ مجھے اپنے زمانہ سبقتوں کو چھوڑ کر ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔“ لارڈ پالمرسٹن لکھتے ہیں کہ صرف ایک سال سلطنت میں اڑتیس ہزار مراسلات ملاحظہ اشرف سے گزرے۔ ایسے اہم دسترگ کاغذات کو اس کے منسلکات کے ساتھ دیکھنا اور غور کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ ذیل کے طبقے سے حضرت ممدوح کی غایت درجے کی انسانیت، نرم دلی اور پابندی اوقات کا حال معلوم ہوگا۔ آپ کے سٹاف میں ایک عہدہ دار بڑا عہدہ باز اور گڑبڑ پاتھا۔ ایک دفعہ وہ ملکہ کی حضوری میں سلطنت کی ایک بڑی بھاری تقریب کے شعلق کچھ احکام اور ہدایات لینے کی عرض سے حاضر ہوا۔ ملکہ معظمہ نے ساری تفصیل اس سے سمجھا دی خدا جانے کعبہ اسٹ میں اس نے پوری طور سے سنا نہیں یا سنا اور باتیں ذہن سے اتر گئیں بہر حال وہ ان ہدایات کو بھول گیا اور اب بہت سہیٹا یا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ ملکہ معظمہ کی سمع مبارک تک بھی اڑتی پڑتی یہ خبر لو پہنچی۔ آپ خود بدولت کمرے میں تشریف لے گئیں اور میرے سے ایک تختہ پروگرام جو دست خاص سے ارقام فرمایا تھا وہ ایک عہدہ دار کو دیا اور کہا کہ فلاں صاحب کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ وہ خیر کچھ مضائقہ نہیں۔ میں نے جو کچھ ان سے زبانی کہا تھا وہ سب اس کاغذ میں لکھا ہوا اس سے ان کو ان امور کی تفصیل بخوبی معلوم ہو جائے گی، حضرت ممدوح بڑی پابندی سے اپنا روزنامہ بھی قلم بند فرماتے تھے جو شہزادہ ضروری واقعات سمیت جسے سب اس میں لکھتے تھے سلطنت کی نسبت اخبار میں جو مباحث درآتی تھیں ان کو بہت دور سے دیکھتی تھیں۔

التو ار کا دن بالکل چھٹی اور عبادت کے لیے مخصوص تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر یہ کہ بھنگے کی شام کو اخیر وقت ایک وزیر درودہ دست پر کچھ ضروری اور اہم کاغذات لے کر حاضر ہوا اور عرضہ کیا کہ کاغذات ضروری اور

غور طلب ہیں شب کے وقت حضور کو تکلیف دینا نہیں چاہتا صبح سویرے حاضر ہوں گا۔ ”ملکہ۔ ”دکل صبح ۹“ پھر مکر فرمایا۔ ”دکل تو اتوار ہی“ وزیر۔ ”پیر و مرشد بجا ارشاد ہوا لیکن کام ایسا ضروری ہے کہ اس میں تاخیر کا عمل نہیں“ ملکہ۔ ”ہاں۔ مجھے معلوم ہے۔ اگر کاغذات ایسے ہی سخت ضروری ہیں تو خیر کل صبح دیکھ لوں گی۔“ صبح کو ملکہ مع اپنے درباریوں اور حوالی موالی کے گرجا تشریف لے گئیں۔ گرجا میں اس روز اتوار کے دن کی عظمت اور احترام پر ہی وعظ تھا۔ نماز کے بعد ملکہ اس وزیر کی طرف مخاطب ہوئیں اور استفسار فرمایا۔ ”آپ نے سنا۔ وعظ کیسا تھا کچھ پسند آیا؟“

وزیر۔ ”یورسٹی۔ سبحان اللہ! وعظ کا کیا کہنا فی الواقع بہت ہی عمدہ تھا“ ملکہ۔ ”تو مجھے آپ سے اس امر کے پوشیدہ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ اس وعظ کا سودہ کل رات کو میں نے ہی یادری صاحب کے پاس بھیج دیا تھا۔ مجھے امید ہے کہ اس وعظ سے آپ صاحبوں کو فائدہ پہنچے گا“

اتوار کے سارے دن ان کاغذات کا کچھ ذکر نہیں آیا۔ رات کے وقت جب ملکہ وزیر کو سلام کر کے رخصت ہونے لگیں تو فرمایا۔ ”مائی لارڈ اکل صبح آپ جس وقت چاہیں اگر آپ کو پسند ہو تو سویرے سات ہی بجے میں ان کاغذات کو دیکھوں گی“ وزیر۔ ”و اتنے سویرے حضور کو تکلیف دینا میں مناسب نہیں خیال کرتا۔ جلدی سے جلدی نو بجے بھی کافی ہے“ حضرت اپنے ملازمین سے بھی اتوار کے دن غیر ضروری کام نہیں لیتی تھیں۔ نوکروں کے ساتھ آپ کا سلوک بڑی مہربانی اور شفقت کا تھا ایک بڑی دعوت پریش تھی۔ بیڈ والوں کو درست کرنا تھا۔ وہ عین وقت پر غیر حاضر ہو گئے اور اسی قصور میں خدمت سے موقوف کر دیئے گئے۔ آپ جب سنا تو فوراً بحال کر دیا اور فرمایا کہ وہیں اپنے ملازموں کو سزا دینا نہیں چاہتی۔ آئندہ خیال رہے کہ اتوار کو ان سے کام نہ لیا جائے گا

قصص حکم ملکہ کی تخت نشینی کو ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے تھے کہ جناب مدوحہ کو شاہی اقتدار زندگی یا موت کے برتنے کا اتفاق پیش آیا۔ ڈلوک آف ولنگٹن نے ایک فوجی حکم نامہ ایک سپاہی

کی بھانسی کا آپ کی منظوری کے لئے پیش کیا۔ اُس زمانے میں بھانسی کے لئے بادشاہ وقت کی منظوری مشروط تھی۔ آپ اُس کاغذ کو ملاحظہ فرما کر دستخط کرنے سے رُک گئے۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ فرمایا: ”کیا آپ اس شخص کی طرف سے کچھ کہنا نہیں چاہتے؟“ ایرن ڈیوک (رڈیں تن ڈیوک) ”جی کچھ نہیں۔ یہ تیسرا مرتبہ ہے کہ یہ شخص فرار ہو چکا ہے۔“ ملکہ: ”او ڈیوک! ذرا پھر خیال کیجئے۔“ ڈیوک: بہت خوبصورت سپاہی کی حیثیت تو یقیناً یہ شخص بد ہے لیکن میں نے سنایا کہ اس کا رویہ چھاپہ شاید وہ اپنی خانگی طرز معاشرت میں اچھا ہو۔“ ملکہ: ”تو آپ میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں اور معاف لکھ کر اپنے خوب صورت دستخط فرمائیے۔“ ملکہ معظمہ کو اس تکلیف دہ فریضے سے سبکدوش کرنے کے لئے آخر کار پارلیمنٹ سے قانون پاس ہو گیا کہ ایسے احکام رائل (شاہی) کمیشن سے جاری ہوا کریں۔

زخمیوں سے ہمدردی

آول تو عورت کی ذات یوں بھی نرم دل ہوتی ہے پھر ملکہ جیسی رقیق القلب۔ رحم دل۔ جنگ کریملیا کے بعد آپ نے خواہش کی کہیں کچھ زخمیوں کو دیکھنا چاہتی ہوں جو چنکے ہو گئے ہوں اور قصہ تکلم کو آسکتے ہوں۔ چنانچہ یہ اتباع ارشاد خداوندی چند لوگ حاضر کیے گئے۔ وہ سب ایک قطار باندھ کر ایک کمرے میں بٹھائے گئے۔ ملکہ نے سب کو بغور ملاحظہ فرمایا۔ ایک شخص سے مخاطب ہو کر یوں گوہر نشاں ہوئیں: ”ملکہ۔“ میں دیکھتی ہوں کہ تمہارا سیدھا بازو ضائع ہو گیا ہے۔ تم کہاں زخمی ہوئے تھے؟“ سپاہی: ”حضور خندق میں۔“ ملکہ: ”میں خیال کرتی ہوں کہ اب بھی جب موسم بدلتا ہے تو تمہارے درد ہوتا ہوگا؟“ سپاہی: معذور بے شک مجھے درد کی کسک معلوم ہوتی ہے۔ سپاہی جب عرض کر رہا تھا تو اُس نے اپنی انگلیاں اپنے دل پر رکھ لی تھیں مگر انگوٹھا وہ بائیں شانے کی طرف تھا کیوں کہ صرف بایاں ہی ہاتھ رہ گیا تھا۔ ملکہ معظمہ ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا: ”میں نے اکثر سنایا مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں؟ اگر ایک جانب کا بازو ضائع ہو جائے تو دوسری طرف بھی درد ہوا کرتا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟“ سپاہی: اگر غلام کو معافی دی جائے تو غلام عرض کرے؟“ ملکہ: ”میں پسند کرتی ہوں کہ اس کی وجہ اُسی شخص سے سنوں جس پر مبنی ہو بہ نسبت اُس شخص کے کہ جس پر یہ ماجری گزرا نہیں۔“ سپاہی: ”حضور والا! ایک وقت وہ تھا کہ میرا ہاتھ صحت سلامت تھا جس سے میں اپنی ملکہ کی خدمت گزاری میں ہتھیار چلاتا تھا۔ اگر میرے ایسے ایسے پچاس ہاتھ بھی ہوتے تو بھی

اگر سب تھوکن اپنی ملکہ کی خدمت کے لیے مخصوص کرتا۔ لیکن کیا کروں کہ اب وہ ہاتھی نہ رہا۔ اس بات کا رنج مجھے یہاں ہی (دل کی طرف اشارہ کر کے) ملکہ نے بھی دیکھا کہ وہ دل کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ آپ متاثر ہوئیں اور نہایت متاثر لہجے میں فرمایا۔ وہیں اس بات کے لیے تمھارا شکریہ ادا کرتی ہوں، اور پھر کمریسی کلمات زبان فیض ترجمان سے فرمائے۔ اس کے بعد چار شخصوں کو کچھ عرض معروض کرنا تھا ان کی طرف متوجہ ہوئیں۔ پھر جناب ممدوحہ نے جنگ کی خوف ناک حالت۔ لوگوں کے مصائب۔ کنہوں اور ملک کے متعدد نقصانات کا ذکر فرمایا۔ آخر کار جناب ممدوحہ ایک اور سپاہی کے پاس تشریف لائیں جو بیابھیوں کے سہارے کھڑا تھا۔ اُس سے دریافت کیا کہ ”تم کہاں زخمی ہوئے؟“ سپاہی نے ایک بھٹی آواز اور اکھڑ لہجے میں کہا۔ ”دو گولی دن کر کے میری ٹانگ میں لگی۔“ ملکہ مغظمہ نے فرمایا ”ہر تو یہ بھی اسی مرتبے کا (یعنی کہ جیسا کہ پہلا سپاہی تھا) لیکن پہلے میں خلعتی ادب تھا۔ یہ اُس کے برعکس ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ ایک پیدائشی دربار دار تھا اور نہیں“ پہلے شخص نے کس خوبی اور شاہی آداب ملحوظ رکھ کر جواب دیا اور دوسرے نے کیا اجڑنا دکھلایا۔

کچھ خوشی کی باتیں ملکہ مغظمہ کی زندگی میں جو جو افکار و حوادث پیش آئے ان کا ذکر اوپر آچکا اب کچھ دل خوش کن باتیں بھی سنئے کہ یہ

رنج و راحت جہاں میں توام ہی کبھی شادی ہو اور کبھی غم ہی
قیصر ہند کا خطاب شہنشاہ میں ملکہ ممدوحہ نے قیصر ہند کا خطاب لیا جس کا عظیم الشان جلسہ بعد لارڈ ولٹن گورنر جنرل

دہلی میں ہوا جہاں تمام رجواڑے اور رئیس مع اپنی افواج و موازیم و تزک و احتشام کامل جلوس سے موجود تھے۔ ایسا عظیم الشان جشن اس سے پہلے ہندوستان میں کبھی نہیں ہوا۔

جوبلی ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کو ملکہ مغظمہ کے پچاس سالہ دور حکومت کی شکر گزاری میں ایک بڑا جلسہ تمام ملک میں ہوا جو گولڈن جوبلی یعنی جشن طلانی

کہلاتا ہے۔ اس کے بعد ۱۸۹۷ء کو شصت سالہ سلطنت کی خوشی میں اس سے بھی بڑھ کر دھوم دھام ہوئی جو ڈایا منڈ جوبلی جشن الماسی کے نام سے مشہور ہے۔ ہندوستان میں اس سرے سے اُس سرے تک بڑی خوشیاں منائی گئیں اور ہر ہر مقام پر طے اور جشن ہوئے لیکن لندن کا منظر عجیب و غریب اور قابلِ دید تھا۔ ملکہ مغظمہ کی سواری بڑی

دھوم دھام اور جلوس سے برآمد ہوئی۔ اس وقت دوسری خوشی تھی۔ ایک یہ کہ جناب
ممدوحہ کی حکم رانی پر ساٹھ سال گزرے اور دوسرے یہ کہ آپ کا زمان سلطنت یورپ کے
کل بادشاہوں سے بڑھ گیا کسی بادشاہ کو اتنے دنوں سلطنت کرنا نصیب نہیں ہوا۔ اس
بے نظیر تقریب کے دیکھنے کو چاروانگ عالم سے لوگ جمع ہوئے کیوں کہ ایسا نظارہ
کا ہے کو کسی کو نصیب ہو سکتا ہے۔ نہ کوئی ساٹھ برس سلطنت کرے گا نہ کوئی بادشاہ اپنی
قوم کا ایسا پیارا ہوگا۔ نہ یہ جوش و خروش ہوگا۔ ہر خطہ ملک کے جہاں جہاں وکٹوریہ کا جھنڈا
لہراتا ہے سفیر اور ایٹمی تہنیت اور مبارک باد کو حاضر ہوئے۔ لندن میں آسمان ابراہم بھتا ہوا
گھر سے دھندلا رہتا ہے مگر اس دن افضال الہی سے مطلع بالکل صاف تھا گویا آفتاب عالم تاب
نے بھی اس سین کے دیکھنے کے شوق میں افق مشرق سے گردن نکالی تھی۔ لندن میں ملکہ
کی تاج پوشی سے لے کر اب تک جسے ساٹھ سال کی طویل مدت گزر چکی تھی ایسا
عظیم الشان جشن جس میں ہر شخص گن تھا اور مارے خوشی کے پاچھیں کھلی جاتی تھیں۔ نہیں
ہوا تھا۔ صبح سویرے ہی سے تمام لوگ راستوں اور ریل پر سے ٹڈی دل کی طرح
اُمنڈ پڑے جس کی نظیر کسی قوم کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ دوسری سلطنتوں کے بادشاہ
بھی یہاں تھے۔ اس تقریب میں پچاس ہزار فوج سڑک کے دو طرفہ صف بستہ کھڑی
تھی۔ ہندوستانی فوج کو یہ اعزاز خاص دیا گیا تھا وہ بطور باڈی گارڈ کے تھی۔ اس تقریب
پر پیشگاہ خسروی سے ہندوستان اور کل ممالک ایک مختصر تاریخ دیا جس کے لفظ لفظ سے
محبت ٹپکتی ہو اور وہ یہ ہے۔

وہیں تہ دل سے اپنی پیاری رعایا کا شکریہ ادا کرتی ہوں خدا ان کو برکت دے۔ اسینت
کے مشہور گرجا میں جو شکرانے کی نماز ادا ہوئی اُس کا کیا پوچھنا ہے۔ قوم کا ایک ایک شہید
دل و جان سے اپنی ملکہ کی سلامتی کی دعا کرتا تھا۔ جناب معز اپنی رعایا کے اس اظہار
عقیدت اور جوش و خروش سے نہایت متاثر ہوئیں اور بڑی شکل سے تحمل فرمایا ورنہ بڑے
بٹے کڑے دل والے اس وقت آب دیدہ تھے۔ ہر شہر۔ ہر گاؤں حتیٰ کہ ہر مکان میں
اس شب مبارک کو روشنی کی گئی۔ لندن کا تمام شہر اور بازار بقیعہ نور بن گیا تھا غریبوں
کو کھانا کھلایا گیا اور بہت سے سیر تماشے ہوئے۔ اس کے سوا جو بلی کی دوامی یادگار میں
ددا خانے۔ مسافر خانے۔ آرام گاہیں گھنٹے گھر وغیرہ بناے گئے۔ شب میں بحری قوت

ملاحظہ ہوا۔ (۱۶۶) جہاز آراستہ و پیراستہ کھڑے تھے۔ ملکہ معظمہ بنفس نفیس دن بھر کی تقاریب کی تکان اور نقاہت کی وجہ سے اس سین کو ملاحظہ فرما سکیں اور اپنی طرف سے اپنے فرزند دل بند پرس آف ویلز کو بھیج دیا تھا۔ اس موقع پر صرف شاہی مہمانوں کی اس قدر کثرت تھی کہ دو پینل ٹرینیں بھر بھر کر گئیں۔ دن کو جو کچھ بہار تھی وہ تو فحشی ہی رات کا سماں کچھ اور ہی تھا کہ ایک ہم سارے جہازوں پر بحسب کی روشنی جگمگانے لگی جو اندھیری ٹھپ رات میں نظرداں میں بھیجی جاتی تھی۔ تیس ہزار اشخاص سے اوپر ہی اور ان جہازوں پر مامور تھے۔ تیس ہزار گلوں نے جب آن اُحد میں حمیرا کا پُر جوش نعرہ لگایا ہو گا تو کہہ سادی میں اُس کی گونج کا محض تصور سے کام نہیں چلتا جس کے کانوں نے سنا ہو گا وہی اس کا لطف جانے۔

ملکہ معظمہ کی سچی ہوئی سمجھ۔ بلند نظری اور دینی سے نہایت تعجب ہوتا ہے وہ زود فہم اور معاملہ کی تہ کو اس قدر جلد پونہچتی تھیں اور نا اہل نشی اس درجے تھی کہ بڑے بڑے امرا و وزراء

دوسرے سلامین ہم عصر سے طرز مرسلت

اور شیران مملکت آپ کی فراست سے دنگ رہ جاتے تھے جس کی بشیرت شالیں تاریخ میں موجود ہیں۔ دوسرے بادشاہوں کو جب بھی مرسلت کی ضرورت داعی ہوتی تھی تو آپ ہمیشہ طریقین کی عظمت اور وقار طوطی تھیں آپ نے کبھی دب کر تحریر نہیں کی۔ یہ بات سب لوگوں کو یاد ہے کہ جناب ممدوہ نے اپنے نواسے شہنشاہ ولیم کو کس طرح ڈانٹ کر لکھا تھا اور لوئیس فلپ بادشاہ کو تو ایسی جربستہ تحریر کی کہ کسی بادشاہ نے شاید آج تک کسی بادشاہ کو نہ کی ہوگی۔ ملکہ کے طرز عمل سے یہ بات کبھی ظاہر نہیں ہوئی کہ ان کے سینے میں ایک عورت کا دل ہے۔ دوسرے بادشاہوں سے ان کے تعلقات دوستانہ تھے۔ رعایا کے ساتھ ان کی مصیبت میں بڑی ہمدردی فرماتی تھیں خصوصاً ایسے واقعات اتفاقی میں جیسے جہاز کی تباہی۔ ریل کا ٹکرا جانا۔ معدنوں کا بیٹھ جانا اور کسی مٹم کی خطرناک ناگہانی آفت۔ ایسی مصائب کے وقت سب سے پہلے آپ کا دست شفقت اور تسلی دراز ہوتا تھا خواہ کوئی تسلی آمیز فرمان جاری فرمائیں یا نقدی امداد فرمائیں جناب ممدوہ ایسی رقیق القلب تھیں کہ کسی کی تکلیف نہ دیکھ سکتی تھیں اور روتے کے ساتھ خود بھی بے اختیار رونے لگتی تھیں۔

ہندوستان پر مہر کی نظر

ملکہ معظمہ یوں تو اپنی ساری وسیع سلطنت کی رعایا پر دل و جان سے فدا ہتھیں مگر اہل ہند کی خاص جگہ آپ کے دل میں تھی۔ جب بھی ہندوستانیوں کو کوئی تکلیف پہنچی معا آپ کے تشفی اور پی فرمائی۔ آپ نے بعض اوقات اپنے وزراء کے خلاف یورپین رعایا پر ہندوستان والوں کو ترجیح دی جس کی کھلی مثال قدر کے حالات ہیں۔ جب کہ ولایت کے مارے اخبار شپور و شہب مچار ہے تھے۔ گورے کا لے پر مٹا عن اور ظالم کی بوجھاڑ کر رہے تھے۔ غرض ہر شخص جوش انتقام میں بھرا ہوا اور دُور دل تھا۔ لارڈ کینگسٹون جو اُس زمانے میں گورنر جنرل تھے جناب معز کی خدمت میں اظہار واقعات کیا۔ اس کے جواب میں بالفاق رہے گورنر جنرل ارشاد ہوا کہ ”جناب مدد و مدد یہاں کی عامہ خلافت کی اُس عام نکتہ چینی پر جو بلا امتیاز اہل دے اور خلاف شان مذہب عیسوی کی گئی ہے۔ افسوس کا اظہار فرماتی ہیں لیکن توقع کی جاتی ہے کہ یہ خیالات دیر پا نہیں ہیں۔ یہ صرف ایک اُبال ہے اُن خوف ناک مظالم کا جو بے گناہ عورتوں اور بچوں پر توڑے گئے جن کے سینے سے جسم میں خون جم جاتا ہے اور دل خون آلود ہو جاتا ہے۔ ایسے خوف ناک افعال کے مرتکبین کے لئے کوئی سی بھی سزا سخت نہیں گویہ امر بہت افسوس ناک ہے مگر سب خطا کاروں کے ساتھ پورا پورا انصاف ہونا چاہیے۔ لیکن عموماً ہندوستانی قوم وہاں کے صلح جو باشندوں بہت سے مہربان ہندوستانی دوستوں چھوٹے ہم کو مدد دی ہے اور ہمارے سچے وفادار خیر خواہ ہیں بہت بڑی مہربانی کرنی چاہیے۔ اُن کو معلوم کرانا چاہیے کہ کالے چڑے سے کوئی نفرت نہیں ہے۔ اُن کی ملکہ کی کوئی خوشی اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ وہ اُن کو خوش و خرم۔ راضی اور پھولتا پھلتا دیکھیں۔“

غدر کے بعد جب ملکہ معظمہ نے زمام سلطنت اپنے دست مبارک میں لی تو جو مسودہ شاہی اعلان کا ملاحظہ اقدس میں پیش ہوا تھا اُس میں کچھ زیادہ سی تھی جس میں جائز افعال سلطنت کی قوت اور باد کے تھے جو مذاہب پر ناجائز اور خلاف مصلحت ریاکار تھے۔ جناب مدد و مدد نے نہایت سختی سے اُس کی مخالفت کی اور تحریر فرمایا کہ ”ملکہ معظمہ اس جملے کو ناپسند فرماتی ہیں کہ اُن کو ہندوستانی مذاہب کی بیخ کنی کرنے کی قوت حاصل ہے“ ملکہ معظمہ اس بات کو ترجیح دیتی ہیں کہ اس مضمون کو اس طرز پر ظاہر کیا جائے کہ ”ملکہ معظمہ اپنے مذہب کی محبت کا خاص تعلق رکھتی ہیں اور جس سے وہ پی اور آرام پاتی ہیں وہ مانع ہے کہ وہ دوسرے ہندوستانی مذاہب میں مداخلت فرمائیں

اور یہ کہ ہمارے ملازمین کو ایسا کیا جائے کہ جاری ان ہدایات کے موافق وہ موبقیوں کریں۔ صاحب الحکم جناب ممدوحہ اس اعلان کو پھر از سر نو لکھا گیا اور جناب ممدوحہ نے لارڈ داربی کو اپنی قلم سے تحریر فرمایا کہ وہ مبدولت کو سہرت ہوگی کہ اگر اس تحریر کو لارڈ داربی خود اپنی عمدہ انگریزی میں لکھیں اور لکھتے وقت اس امر کو ذہن نشین رکھیں کہ ایک عورت ذات بادشاہ براہ راست انتظام سلطنت اپنے ہاتھ میں لیتے وقت اپنی اس کردار سے زیادہ رعایا سے خطاب کرتی ہے اور ایک خوشنوا جنگ (غدر) کے بعد ان سے وہ وعدے کر رہی ہے کہ اُس کی آئندہ مملکت کیا کرے گی۔ اُن کو میری گورنمنٹ کے اصول بتلائے جائیں۔ ایسے فرمان میں فیاضی اور مراعات اور مذہبی آزادی کے خیالات کی خوشبو آنی چاہیے اور وہ رعایتیں بتلائی جائیں جو ہندوستانیوں کے ساتھ اُن کو رعایائے برطانیہ کے برابری کے مرتبے میں رکھنے کی وجہ سے کی جائیں گی اور جس سے تہذیب کے ساتھ ملک کی شادابی ہوگی۔ چنانچہ حضور عالی کے منشا کے مطابق پرنس کنسرت کے مشورے سے وہ اعلان شائع کیا گیا جو آج سارے ہندوستان میں اس دآسائش اور فخر کا باعث ہوا۔ اسی کی بدولت اہل ہند اپنے مذہبی عقائد اور افعال میں پورے پورے آزاد ہیں۔ اس اعلان کو حصہ اول میں درج کیا گیا ہے۔

زندگی کے آخری دن اگرچہ زندگی کے آخری سالوں میں آپ کی صحت اچھی نہ تھی مگر آپ کی مستعدی میں کچھ بھی فرق نہیں

آیا تھا۔ ۱۸۹۸ء میں آپ شہر میں کو تشریف فرما ہوئیں اور ۲۵ مئی کو کوئٹہ میں کالج ملاحظہ فرمایا۔ چودھویں کو مٹلی ہاسپتال میں جس میں جنگ کے (۵۳) زخمی زیر علاج تھے تشریف لے جا کر ملاحظہ کیا۔ اس موقع پر آپ نے دو شخصوں کو تنہا بھی مرحمت فرمایا۔ اس کے دو دن بعد پھر جنگ کریمیا اور غدر کے سو بہادر دل کو ملاحظہ کیا اور ایڈمرشٹ میں افواج کو نشان مرحمت فرمائے۔ دوسرے دن بارہ ہزار فوج ملاحظہ سے گزری۔ اس عرصہ میں ملکہ آسٹریا کے قتل کی خبر آئی جس سے آپ کو بڑا صدمہ ہوا اور نیروسٹ انڈیز میں طوفان سے چالیس ہزار آدمی غافل برباد ہو گیا جن میں سے تین سو جان سے گئے۔ اس سانحے سے خاطر خاطر بہت ملول رہی۔ آپ نے پھر فوج کو نشانات سرفراز کئے تیسری سیم کو آپ پھر اسپتال میں تشریف لے گئیں اور جنگ سودان کے زخمیوں کو ملاحظہ فرمایا۔ ۱۸۹۹ء میں آپ کی ہشتاد سالہ سالگرہ بڑی دھوم سے منائی گئی۔ نومبر میں آپ نے

برسٹل میں ایک شفا خانے کا افتتاح فرمایا جو آپ کی جوہلی کی یادگار میں بنایا گیا تھا۔ ۲۶ دسمبر کو آپ نے قلعہ وینڈرز میں عہدہ دارلن جنک سوڈان کی میسوں اور بچوں کو چائے نوشی کی دعوت دی۔ ۱۹۹۱ء میں آپ آئرلینڈ تشریف لے گئیں۔ جہاں آپ کی تشریف آوری پر بے انتہا خوشی منائی گئی اور سی طرح کئی دفعہ آپ نے فوج کو ملاحظہ فرمایا۔ آپ کی اس توجہ گرانمایہ اور محبت سے ساری فوج آپ کی جاں نثار تھی۔ اسی سال کے اوائل میں یہ افواہ اٹھی کہ جناب مدد صحت کی صحت اطمینان بخش حالت میں نہیں ہیں مگر آپ حسب معمول ہواخوری کے لئے برآمد ہوا کرتی تھیں۔ سب سے آخری شاہی کام جو آپ نے فرمایا وہ لارڈ رابرٹس سے ملاقات تھی جب کہ وہ جنگ جنوبی افریقہ سے واپس آئے تھے اس وقت آپ نے ان کو ارل کا خطاب دیا۔

ملکہ معظمہ کچھ بہت دلیل نہ رہیں ان کی موت کی خبر بالکل اچانک آئی۔ مدراس میں راوی ہی کہ میڈرڈز مشیر حضور عالیہ کی ممالک میں ہر شخص اس خیال سے خوش تھا کہ ابھی ملکہ میں اس قدر

آخری حالت اور وفات حسرت آیات

جسمانی اور دماغی توانائی باقی ہے کہ ملک رانی کا کام برابر چلانے پر قادر ہیں۔ چنانچہ حال کا ذکر ہے کہ جب جنوبی افریقہ سے آپ کی فاتح افواج انگلینڈ کو واپس ہوئیں تو آپ نے ان کو کچھ خود مختار فرما کر ان کے بعض افسروں کو ملائی تمنے بھی مرحمت فرمائے۔ ۲۰ جنوری کو آپ نے لارڈ رابرٹس سے ملاقات کی اور فوج کی شجاعت اور دلیری کا شکریہ ادا فرمایا۔ ایک ماہ قبل حضور عالیہ قلعہ وینڈرز سے آسبرن تشریف فرما ہوئیں اور آپ کا قصد تھا کہ وسط فوری میں واپس تشریف لاکر تعلیم ولایت کی بعض ممالک کا سفر تقریبا فرمائیں۔ کرسٹن کا جشن آسبرن میں ہوا۔ اُس وقت تک کسی قسم کی شکایت نہ تھی اور مزاج و ہاج بالکل اچھا تھا مگر اس کے بعد ہی دفعۃً طبیعت میں ایک قسم کا تغیر واقع ہوا۔ ضعف و مانع کی علامات ظاہر ہونے لگیں۔ قلت اشتہا اور بد خوابی کی شکایت مزید برآں۔ اگرچہ باسباب ظاہر آپ کی حالت صحت تشفی بخش تھی مگر جنوبی افریقہ کی لڑائی میں تباہی خلق اللہ سے آپ کے نازک اور پر رحم دل پر کچھ ایسا صدمہ ہوا کہ اُس کا اثر دماغ معلیٰ تک جا پونہ چار چوں کہ حضور عالیہ نہایت مستقل مزاج اور ہر صواب امداد صابر تھیں کہ منہ سے کچھ نہ کہا نہ جزع خزع کی بلکہ دل ہی دل میں گڑبگڑ رہے تھے۔

اس لڑائی میں جو عزیز جانیں ضائع ہوئیں اُن کا قلق غم و الم اس قدر آپ پر عاری رہا کہ جو شخص آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھتا تھا وہ اس بات کو بخوبی دریافت کر لیتا تھا کہ حضور عالیہ سخت ملول ہیں اس لحاظ ہمارے خیال یہ کہ نعیم نہانی اثر کرتا رہا جس کے باعث و مانع ضعیف ہو گیا اور آپ کی عمر بھی زیادہ تھی ان صدات گراں کی تحمل نہ ہو سکیں۔ جب برداشت کی طاقت تھی تو آپ نے اپنے جگر گوشوں کی موت کو تحمل و استقلال سے برداشت کیا اور صحت میں خلل نہیں آیا۔ بلکہ نسیج بات یہ کہ آپ نے اپنے بچوں کی موت کا اس قدر غم نہیں کیا جو آپ نے اپنے اُن فوجی اندوس اور سپاہیوں اور رعایا کی موت کا اپنے دل پر لیا جو کہ جنگ و افریقہ میں ہلاک ہوئے۔ وہ اپنے حال شاعرانہ اور اپنی ہر دل عزیز رعایا کی عاشق تھیں۔ آپ کی موت کی بڑی وجہ یہی صدر مہ جانکا تھا۔ ۱۸ جنوری سے علامات کے تاروں کی بھر مار شروع ہوئی۔ ۱۹ کو معلوم ہوا کہ حالت نہایت خطرناک ہے۔ بیسویں کو تو یقین ہو گیا کہ آخری حالت ہے اور چند گھنٹوں میں یہ چراغ گل ہوا چاہتا ہے۔ ۲۱ کی صبح کو ذرا سکون ہوا (جسے سنبھالا کہتے ہیں) مگر پھر کرب شروع ہو گیا اور شب میں سخت بے چینی رہی۔ سوائے ڈاکٹر دل اور تیمار داروں کے کسی کو آپ کے پاس اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ ۲۲ کو تین مرتبہ شاہی خاندان کے لوگ آپ کے بستر کے پاس طلب کیے گئے آخری دفعہ سائڑھے تین بجے دن کے اور پھر تو سب وہیں رہے۔ آپ کبھی کبھی ہوش میں بھی آجاتی تھیں لیکن اُسی دن سائڑھے چھ بجے شام کے بیہوشی کی سی حالت میں رشح پرواز کر گئی۔ آپ کی نعش سلطنتی طور پر نہیں رکھی جائے گی لیکن خاندانی ملازموں کو آپ کا دیدار دیکھنے کی اجازت ہے۔ چہرہ آپ کا بالکل آسودہ اور متقل تھا۔ ایسا معلوم دیتا تھا کہ گویا میٹھی نیند آرام فرما رہی ہیں۔ سینے پر دونوں ہاتھ آڑے رکھے ہوئے تھے اور ایک طلائی صلیب سیدہ سہار پر دھری تھی۔ دو ہندی اور ایک یورپین لیڈی میت کی نگہبانی کر رہی تھیں۔ تاروں سے معلوم ہوا کہ دولت انگلیٹڈ کے سارے ممالک میں خواہ اندرون انگلیٹڈ ہو یا بیرون و ردوالم ایسا ہی محیط ہے جیسا کہ خاص لندن میں۔ دنیا کے سارے حصوں میں مستحکم علامات ہمدردی کی پائی جاتی ہیں جو اس نعش کے عمق بدولت کرتی ہیں جو ملکہ معظمہ نے سارے جہان کی خلافت کے دنوں پر جمار کھا تھا۔

انتقال پمٹل کے دوسرے حضور عالیہ کے ولی عہد پرنس آف ویلز تخت نشین ہوئے تخت نشینی کے بعد یوم

حضور عالیہ کے نشین

سخت اندوہ و غم کے آپ نے ایک مختصر تقریر فرمائی۔ کیوں کہ فرط غم سے آپ کو یارے تقریر نہ تھا مگر باایں ہمہ اداے رسم کے لئے ذیل کی مختصری سپیچ دی۔ جناب مدوہ کے آئسو جاری تھے اور جب اپنی مادر مہربان کا نام نامی آپ کی زبان مبارک پر آیا تو زبان قابو میں نہ تھی۔

یور رائل ہائینسز مائی لارڈز اینڈ ممبرس۔ آپ سے خطاب کرنے کا میرے لئے اس سے زیادہ دردناک موقع کبھی نہ ہوگا۔ میرا مقدمہ اور ریج امینز فرض یہ ہے کہ میں آپ کو اپنی والدہ ماجدہ ملکہ معظمہ کے انتقال کی اطلاع دوں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کو اور تمام قوم کو بلکہ میرا یہ خیال ہے کہ تمام عالم کو اس ناقابل تلافی صدمے میں جو ہم سب کو ہوا ہے میرے ساتھ کیسی دلی ہمدردی ہے۔ مجھے اس امر کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے کہ میری ہمیشہ یہ کوشش رہے گی کہ اس باعظیم کے اٹھانے میں جو مجھ پر اب عائد ہوا ہے عالیہ حضرت موصوفہ کی اتباع کروں۔ میرا مصمم ارادہ ہے کہ میں کانسٹیبل کو پورے طور پر ملحوظ رکھوں اور جب تک میرے دم میں دم رہے اپنی رعایا کی بہبود اور ترقی کے لئے کوشش کر دوں۔ میں نے ایڈورڈ کا نام اختیار کیا ہے جس نام سے میرے اجداد میں سے چھ سو سو رہ چکے ہیں۔ اس نام کے اختیار کرنے میں میں ایلیبرٹ کے نام کی وقعت کم نہیں کرتا ہوں جو نام مجھے اپنے عظیم الشان اجداد والد سے جن کی وفات کا ریج ہمیشہ باقی رہے گا وراثتہ پونہ چاہیے اور جو میرے خیال میں باتفاق نام ایلیبرٹ دی گڈ کے نام سے استحقاقاً ملقب ہیں میری خواہش ہے کہ یہ نام انھیں کے لئے مخصوص رہے۔ خاتے پر مجھے پارلیمنٹ اور قوم سے یہ توقع ہے کہ جو فرض عظیم مجھ پر وراثتہ عائد ہوا ہے اس کی انجام دہی میں وہ میری امداد کرے گی اور میرا مصمم عزم ہے کہ اپنی بقیہ زندگی میں اپنی تمام قوت کو اس فرض کے پورا کرنے میں صرف کر دوں۔

سرکنم نالہ اگر کتاب شنیدن داری
سینہ کش کاظم اگر طاقت دیدن داری

ہندوستان میں تم

ملکہ معظمہ کی جائگاہ وفات پر ہندوستان کے کل مقامات پر فواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے ہر قوم اور ہندو ہند کے لوگوں نے بے انتہا دلی ریج کیا جس کی نظیر ملنا محال ہے۔

اس خبر کے سنتے ہی سارے شہر دل دو گونگیاں میں بازار اور دکانیں بند ہو گئیں شہر میں ایک سناٹا سا چھا گیا۔ تمام خلقت بجز غم و الم میں غرق ہو گئی۔ سوگواری کی گہری گھٹا چھا گئی۔ بیاہ برات موقوف کر دیئے گئے۔ مختصر یہ کہ اہل ہند نے اپنی ملکہ کی وفات حسرت آیات پر ایسے حسرت و ملال کے اشک برسائے کہ شاید اس سے بڑھ کر کوئی عالم گیر غم آج تک نہیں ہوا اور یہ بڑی دلیل اس کی ہے کہ ملکہ معظمہ کو ہر شخص دل و جان سے مدد و مدد کی نیک صفات اور رعایا سے سچی ہمدردی کے لحاظ سے بہت زیادہ عزیز رکھتا تھا کسی بادشاہ نے پہلے کے دنوں کو اس طرح سحر نہیں کیا اور جب تک دلی محبت۔ عقیدت ہندی اور جوش جاں نثاری نہ ہو ایسا سچا غم بھی حکومت کے دباؤ سے ممکن نہیں۔ ہم اس مقام پر وائسرائے بہادر کے اس تاریکی نقل کرتے ہیں جو جناب ممدوح نے سکریٹری آف سٹیٹ کے نام روانہ کیا اور اس کا جو جواب ریواہ بھی اسی کے ساتھ ہوا۔

وائے کا تار من جانب وائسرائے بنام سکریٹری آف سٹیٹ۔ ۲۶ جنوری ۱۹۱۷ء۔ گورنمنٹ آف انڈیا کی جانب سے میں مودبانہ پیام ذیل روانہ کرتا ہوں تاکہ ہر بھیجی قیصر ہند کے حضور میں پیش کیا جائے۔

گورنمنٹ ہند نے کمال غم و درد کے ساتھ عالی جناب ملکہ معظمہ قیصر ہند کی وفات کی خبر سنی۔ ہر حصہ ہندوستان سے ہر قوم و ہر فرقہ و ملت کی جانب سے بے ساختہ و بے ریا غم و الم کی خبریں آرہی ہیں۔ گورنمنٹ۔ شاہزادے اور رعایا بالاتفاق ملکہ قیصر کی وفات پر عزاداری کرتے ہیں۔ جن کا یہاں اس قدر اعزاز و اکرام کیا جاتا تھا کہ کسی بادشاہ سابق کا نہ ہوا تھا اور جس کی نسبت وفاداری محبت میں غرق ہو گئی تھی۔ دلی خیال تو یہ ہے کہ ہند کا صدر ملکہ کا نہیں بلکہ ماں کے انتقال کا ہے۔ سب اقوام کی جانب سے ہم آپ کی خدمت میں یہ التماس کرتے ہیں کہ ہر بھیجی بادشاہ قیصر ہند کے حضور میں ہمارے درد و غم اور ہمدردی کے خیالات کا یقین دلاویں اور سلطنت برٹش کی تخت نشینی پر جناب ممدوح کے حضور میں ہماری عاجزانہ بندگی پیش فرمائیں۔

جوابی تار من جانب سکریٹری آف سٹیٹ۔ بخد مت وائسرائے و گورنر جنرل ہند۔ ۲۶ جنوری ۱۹۱۷ء۔ وائسرائے کا بادشاہ قیصر ہند سے مجھے فرمان صادر ہوا ہے کہ مرقوم الذیل جواب آپ کی خدمت میں جو حضور ممدوح نے اس

ایڈرس کے جواب میں جس کو آپ نے گورنمنٹ اور شہزادگان و رعایا سے ہند کی جانب سے میرے پاس روانہ کیا تھا تاکہ میں اُس کو بہتر جیسی بادشاہ قیصر کے حضور میں پیش کروں نہایت خوشی سے ارشاد فرمایا ہے۔ ”میں آپ کے پیام تعزیت میں وہ محبت اور خلوص پاتا ہوں جس کا نقش ملکہ قیصرہ نے اپنی طویل سلطنت کی عقل مندی اور انصاف پرستی اور اپنی سرگرم ہمدردی فلاح خواہی تمامی حقوق سے اپنی رعایا کے دلوں پر بٹھایا تھا اور یہ کہ جناب مدد و مدد کے انتقال کے عالم گیر تاسف و الم کے اظہار کا میرے دل پر گہرا اثر ہوا ہے۔ میری خواہش ہے کہ میری تخت نشینی پر جو رسوخیت و اطاعت بجالائی گئی ہے اُس کے تسلیم کرنے سے والیان و رعایا سے ہند کو اطلاع دی جائے جن کا ملک میں نے دیکھا ہے اور میں اُن کی محبت اور گرویدگی پر جو میرے تخت کے ساتھ ہر اعتماد و کامل رکھتا ہوں۔ اُن کی خوش حالی اور سرسبزی میں میری کمال دل چسپی اور دل بستگی رہے گی۔“

ملکہ معظمہ کا ایک دوسرا تار لم فروری ۱۹۱۵ء کا والیان ریاست اور رعایا سے ہند کے نام کا جو حکمتہ سے دہرنہ کو گورنمنٹ کی جانب سے شائع ہوا حصہ اول کتاب ہدایں درج کیا جا چکا ہے۔

غضب کا سانس آج وہ گھر سے نکلتا ہے
دل مضطرب تپتا ہے کلیجہ کوئی ملتا ہے

تجہیز و تکفین

ملکہ معظمہ کے جنازے کے ساتھ فوج کی تعداد (۳۰۷۵) تھی جن میں بلو جیکٹ اور ہرثم کی فوج اور نو آبادیوں کے (۱۲۵) اور ہندوستانی فوج کے بھی ہیں سپاہیوں کی تعداد جس راستے سے جنازہ گزرا (۳۲۳۵) سپاہیوں کی قطار بندی کی گئی تھی۔ جنازہ کی گزرگاہ پر بے حساب استاد گاہیں باندھی گئی تھیں۔ تمام مکانات پر پامی پوشش کی گئی تھی۔ جنازے کے دیکھنے کے لیے نشستگاہوں کی اس قدر کثرت سے خوشیاں تھیں کہ فی بے سایہ نشست گاہ چھ سے سات پونڈ تک اور ہر گھر کی ایک سو پونڈ سے بھی زیادہ کرایہ دینا پڑا۔ مکانات کے سامنے بے شمار ہار آویزاں کیے گئے تھے بلکہ معظمہ کا جنازہ جس پر خلعت جلوس کا غلاف تھا اور جس پر تاج۔ کرۂ اور شاہی عصا رکھا ہوا تھا جس کی مرصع کاری اور چمک دمک دھوپ میں جگمگاتی تھی۔ ایک خاکی رنگ

کی توپ کی گاڑی چرس میں آٹھ گھوڑے جتے ہوئے تھے اور گولنداز ہانک رہے تھے کہیم فردوسی کو دن کے ایک بج کر (۴) منٹ پر آسبرن کے قلعے سے برا بدہوا۔ جنازے کے صندوق پر لٹین میں یہ تحریر ثبت تھی۔ مکمل سلیم الطبع وزور اور ملکہ وکٹوریا اول حامی دین عیسوی ملکہ گریٹ برٹن و ایرلینڈ و قیصرہ ہند کی نعش یہاں آرام پاتی ہے، جنازے کے پیچھے ملکہ کے بڑے صاحب زادے یعنی ملک معظم ایڈورڈ ہفتم اور تین شاہ جرمن بہ لباس امیر البحر ڈیوک آف کنٹا بہ لباس جنرل یا پیادہ ہمراہ تھے۔ ان کے بعد دوسرے اور چھ ہزار دے تھے بعدہ بہ سرکردگی ملکہ یعنی خاتون محترمہ بادشاہ ایڈورڈ ہفتم اور نو خواتین خاندان شاہی ماتی لباس میں چہروں پر نقاب پڑی ہوئی تین تین کی صفوں میں پیادہ تھیں۔ خلاصیوں نے جنازے کے بارگرا نماہ کو دوش بدوش لے کر ایلبرٹ مائی بہان پرایک یا قونی رنگ کے شامیانے کرتے ایک گنبد نمالند جو ترے پر آسودہ کیا۔ شامیانہ چو طرف سے کھلا ہوا تھا تاکہ لوگ جنازے کو دیکھ سکیں۔ ایلبرٹا کے آگے آگے آٹھ ٹارپیڈ و جہاز تھے۔ جنازہ دول تھا جس کے سات جہازوں کی صفوں میں سے گزرتا ہوا گیسپورٹ میں شاموں شام پانچ بجے پہنچا۔ جب ایلبرٹا جہاز قریب آتا تو ہر ایک جہاز کی سپاہ نے صف بندی کر کے ماتی باجا بجا یا منٹ منٹ کے وقفے سے توپیں اس کثرت سے سر ہوئیں کہ رستے بھر سمند میں توپوں کی غمگین گرج اور باجوں کی درد مند آواز برابر سنائی دیتی رہی۔ اس شب بھر جنازہ جنگی جہازوں کی حفاظت میں رہا۔ آسبرن سے جنازہ نکلتے وقت کچھ عجیب عبرت ناک منظر تھا۔ ملکہ کے شہنائی نواز کوئی آدمی بل تک جگر پر چوٹ لگنے والا غمناک اور دل سوزی کاراگ بجاتے رہے۔ سولنٹ کے شمالی ساحل پر پانچ لاکھ آدمیوں کا ازدحام تھا۔ یہ مجمع ڈایا منڈ جوبلی سے بھی زیادہ تھا۔ دوسری فردوسی کو آدمی رات سے ہی خلقت کے بے شمار ہجوم کے اہام کے لیے لٹیں جمع ہو گیا تھا کیونکہ رات سے ہی بھیر بھاڑ شروع ہو گئی تھی صبح کی ساری ترینیں ٹھاس ٹھس بھری ہوئی تھیں لوگ ہمیشہ پارک کی طرف جوق جوق چلے جا رہے تھے۔ تمام شب فوجوں کی آمد کا نشانہا گارہا۔ جس مکان کو دیکھو ماتی کپڑے لٹکے ہوئے تھے۔ خود لندن میں لاکھوں آدمیوں کا مجمع تھا اور پھر باہر کے لوگ کچھ کچھ بھر گئے

تھے۔ جنازے کو گشت کرا کے سینٹ جارج گرجا میں نماز جنازہ پڑھا۔
 کے بعد جنازے کو ایلبرٹ مموریل گرجا میں لے گئے جہاں دو شنبہ تک رکھا رہا۔
 لندن کا مجمع کمال درجے ناموش اور باوقار تھا۔ ہر قسم کی فوج صف بہ صف آراستہ
 وپیراستہ تھی۔ ارل رابرٹس فیلڈ مارشل کا عصا لیے ہوئے اپنے سارے
 سٹاف کے ساتھ تھے۔ اُن کے بعد جنازے کا مجمع تھا۔ جنازے کے تابوت پر لوانہ
 شاہی رکھا ہوا تھا اور اوپر سفید ریشم کا شامیانہ تنا ہوا تھا۔ جنازہ ایک توپ کی گاڑی
 پر تھا جس میں آٹھ سفید گھوڑے بچتے ہوئے تھے اور گھڑ چڑھے سوار ہانک رہے
 تھے۔ جنازے کے پیچھے ایک نہایت عظیم الشان مجمع برٹش اور فارن شہزادوں کا
 بسر کردی شاہ انگلینڈ و شہنشاہ جرمن تھا۔ ہر دو بادشاہ فیلڈ مارشل کے لباس میں تھے۔
 بادشاہ جرمن ایک سفید جنگی گھوڑے پر سوار تھے۔ بادشاہ بلجیم مع اپنی ملکہ اور
 شہزادیوں کے شاہی گاڑیوں کی ایک بڑی لمبی قطار کے آگے آگے تھے۔ سب سے
 آخر کو میل اور ہندوستانی اور لٹیف گارڈ فوجوں کی جماعتیں تھیں۔ بہت سے
 وایان ملک نیابتہ موجود تھے۔ انگلینڈ کے کل معززین۔ عمائدین سینٹ جارج گرجا
 میں جمع ہو رہے تھے جہاں جنازہ ایک گنبد نما چوتھے پر رکھا ہوا تھا۔ تابوت پھولوں
 کے ہاروں سے لدا ہوا تھا۔ ملکہ کی میت ایک تچھر کے صندوق میں اپنے پیارے
 شوہر پرٹس ایلبرٹ کے پہلو میں نہر فروری لٹائی گئی تین بجے شام کے آخری
 منزل پونہ چائی گئی اور اس طرح ایک نام آور۔ نیک نہاد۔ نیک دل۔ ہمہ تن خیر خیر
 ملکہ کا خاتمہ ہوا۔ گو اُن کا جسم خاکی تر خاک ہو گیا مگر اُن کے بے حد بے شمار احسانات
 ایسے ہیں کہ کسی کے مٹاے مٹ نہیں سکتے فقط

(ضمیمہ دوم ختم ہوا)

قطعہ تاریخ نوشتہ جناب قضا حسین صاحب السبک پڑ بولیس ضلع میرٹھ

توڑ بیٹے خلل تاریخ دہلی کی
 نہ کیوں ہے بدل تاریخ دہلی کی

اگر حقوق تاریخ و سیر عرشی
 برہ نصیف مولا بشیر الدین

ضمیمہ سوم

شہنشاہ ایدورڈ چہتم (ایدورڈی پرنس میکس)
کے حالات

ولادت ۹ نومبر ۱۸۴۱ء - تخت نشینی ۲۳ جنوری ۱۹۰۱ء وفات ۷ مئی ۱۹۱۰ء

دست سلطنت (۹) سال ۱۳ ماہ

بقوے کہ نکلی پسند خدا دہ خسر و عادل و نیک را

آپ ۹ نومبر ۱۸۴۱ء بمقام قصر بکنگھم پیدا ہوئے۔ آپ بہت خوش رو اور با جمال تھے۔ آپ کے والد ماجد پرنس الیبرٹ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ دو انگلینڈ کا آئندہ ہونے والا بادشاہ نہایت شبیل اور پیارا بچہ ہے۔ جب آپ خیرے تین مہینے کے ہوئے تو ۵ جنوری ۱۸۴۲ء کو سینٹ جارج چپیل ونڈرزمیں آپ کی رسم اصدطباع ہوئی۔ شہنشاہ فریڈرک ولیم ستونی قیصر جرمن آپ کے دینی باپ قرار دیئے گئے۔ یہ تقریب بہت بڑے پیمانے پر کی گئی اور زکثیر صرف ہوا۔

ملک انگلینڈ کا وارث تخت و تاج پیدا ہونے کی بڑی خوشیاں منائی گئیں اور جان نثار رعایا آپ کے دیدار سرت آئنا کی از حد مشتاق تھی اس لئے گوکہ آپ کی عمر اس وقت صرف دس ہفتے کی تھی مگر رعایا براہ کوی عہد کا جمال مبارک دیکھنے کی جائز آرزو کو پورا کرنا از بس ضرور تھا۔ اس موقع پر ونڈر پارک میں تمام فوج صف بندی کے ساتھ آراستہ و پیراستہ کی گئیں اور شاہزادہ و لاشان کا عالی شان محل کے ایک دریچے میں مستحقین دیدار پر بہار کو جمال مبارک دکھلا یا گیا۔

۱۵ جس طرح ہارے ہاں بادشاہوں کی وفات کے بعد تغلیما جنت آسیانی عرش مکانی۔ غلاماں غفران مکان وغیرہ عقب قرار دیتے ہیں اسی طرح دکتور یا دی گڈ یعنی نیک نہاد یا خیر متیم اور ایدورڈی پرنس میکس یعنی صلح کل کہ آپ کے عہد سلطنت میں سوائے امن و امان کے کسی قسم کی جنگ نہیں ہوئی۔ ۱۲

تعلیم و تربیت

آپ کی والدہ ماجدہ اور والد ماجد کو شہزادہ کی تعلیم و تربیت کا بڑا اہتمام تھا چنانچہ ان دونوں اصحاب کی نگرانی میں تعلیم شروع ہوئی اور بسم اللہ مذہبی تعلیم سے ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ کی انتہائی تعلیم آکسفورڈ کیمبرج اور آڈنبرا کی نامی گرامی یونیورسٹیوں میں ہوئی۔ آپ کو ہر شعبے اور صنیعے کی تعلیم دی گئی مگر آپ کو تاریخ زمانہ انی اور قانون کا خاص شوق تھا چنانچہ آپ نے بیرسٹری کا امتحان بھی پاس فرمایا تھا۔ آپ نے کئی جنگی امتحان پاس کیے۔ آپ اعزازی امیر البحر اور رائل نیوی رزرو کے اعزازی کمپن اور جرمن آرمی کے فیلڈ مارشل اور بہت سی انگریزی افواج کے کرنل ان چیف قرار دیے گئے۔ ولایت میں دستور کی کہ سن رشد کو پونہچنے سے پہلے دلی عہد مذہبی اور اخلاقی جذبات کا امتحان آج لٹشپ فکٹوری لیتا ہے اس میں بھی آپ تعریف کے ساتھ پاس ہوئے تب آپ اٹھارہ سال کی عمر میں ہوتے پروردگار نے کو دلی عہد گزٹ کیے جانے کے علاوہ آرڈر آف دی گارڈن کا اعزازی تمغہ بھی آپ کو دیا گیا۔ ملکہ معظمہ نے آپ کو بلوغت پر اپنی نگرانی سے آزاد کرتے ہوئے ایک نہایت موثر تحریر بطور پند نامے کے کی جس کی بیش بہا اور مشفقانہ ہدایت کا اثر آپ پر مدۃ العمر رہا۔ ۲۰ نومبر ۱۸۵۹ء کو حضور والا کرنل بدوس وغیرہ کے ہمراہ ^{سلطنت} جرمن کو تشریف فرما ہوئے جہاں آپ کے والدین محترمین پہلے سے مقیم تھے۔ ۱۰ جنوری ۱۸۵۹ء کو آپ اٹلی کی سباحت کو روانہ ہوئے اور لوپ آف روم سے ملاقات کی۔ وہاں سے واپس آکر آپ ایڈنبرا گئے اور ہالی روڈ میں قیام فرما کر پھر مشغلہ حصول علم میں لگ گئے۔ آپ کو علم کمٹری کا بڑا شوق تھا۔ ڈاکٹر لین پلے فیئر کمٹری پر جو لکچر دیا کرتے تھے ان میں آپ خاص کر جایا کرتے تھے۔ یہ مشہور بات ہے کہ پرنس ایڈرٹ اپنے بچوں کی تعلیم میں بڑے سخت آدمی تھے۔ جب آپ نے سنا کہ شہزادے اکثر ناول پڑھا کرتے ہیں تو آپ نے بلا کر فرمایا کہ ”مجھے ییشن کر بے حد ملال ہوا کہ تم ناول خوانی آئندہ شاہ انگلستان کی تعلیم کے لیے موزوں سمجھتے ہو۔“ شہزادے نے عرض کیا کہ میں تو ^{مسلحہ} والٹر اسکاٹ کے ناول پڑھتا ہوں۔

۱۔ ناول بالعموم عشقیہ اور غریب اخلاق ہوتے ہیں جیسے ریٹالڈز کے ناول۔ (بقیہ نوٹ برصغور آئینہ)

انھیں دلوں میں آپ نے اعلیٰ جرمن اور فرانسیسی زبانیں بھی سیکھنی شروع کر دیں۔ اس کے بعد آکسفورڈ میں آپ کا زمانہ تعلیم باقاعدہ اور محنت کا گزرا جہاں آپ اپنے والد کی سخت نگرانی میں اپنی عادات کو بالکل باقاعدہ کر لیا۔ آپ ہمیشہ سات بجے صبح سے پہلے اٹھ کر تھے اور حاضری سے پہلے کم از کم ایک گھنٹہ مطالعہ کتب میں نہمک رہتے۔ جنگ کریمیا میں ملکہ معظمہ وکٹوریہ نے اہل کینڈا کی وفاداری کا ثبوت پاکر اپنی وادی دہلی سے وعدہ فرمایا تھا کہ ہم بھی کبھی امریکن مقبوضات کی سیر کو آئیں گے مگر سلطنت کے امور عظام نے آپ کو فرصت نہ دی حضور ممدوحہ نے اہالی کینڈا کو لکھا کہ وہم خود تو انہیں سکتے البتہ اپنے فرزند کو بطور نائب کے بھیجیں گے، امریکن اخباروں نے ہر جہاز جانب یہ مزہ پونہچا دیا۔ پریزیڈنٹ اضلاع متحدہ امریکہ نے اس مزہ جال کش کی خبر سننے ہی ملکہ معظمہ کی خدمت میں لکھا کہ وہ اگر آپ کے فرزند پر حیثیت نیابت اس ملک میں تشریف لائیں گے تو ان کا استقبال بڑی گرم جوشی سے کیا جائے گا اور جس حصہ ملک میں قدم رنجہ فرمائیں گے ہر جگہ یہی سلوک ہوگا، ملکہ معظمہ نے جواب میں لکھا کہ ”ہمارا فرزند آپ کا یہاں ہونا پسند کرتا ہے اور جب وہ وہاں سے واپس آکر ہم سے آپ کی عنایات اور شریفانہ سلوک کا ذکر کرے گا تو ہمیں بے حد خوشی ہوگی“ ۹ جولائی ۱۸۶۰ء کو شہزادہ والا جاہ بندہ گاہ آسبورن سے اپنے والد ماجد کی معیت میں امریکہ کے عظیم الشان سفر پر روانہ ہوئے۔ آپ کی ہم کاب ڈیوک آف نیو کیسل۔ جنرل بروکس کپتان گرے۔ ڈاکٹر ایکینڈ وغیرہ سات اراکین اعظم تھے۔ یہ معزز و محترم پارٹی ۲۵ جولائی کو سن جن واقع نیو فونڈ لینڈ میں وارد ہوئی۔ آپ کا استقبال بڑی دھوم دھام سے ہوا۔ گاڑی کے گھوڑے کھول کر جوشیلی رعایا نے خود کھینچا۔ الغرض کپتان کپٹن پھونچ کر یکم ستمبر کو وہ کام کبیل کو پونہچا جس کی اہمیت کے باعث آپ نے یہاں تک تشریف آوری کی زحمت گوارا فرمائی تھی۔ یعنی بہ حیثیت نائب ملکہ

(تکملہ نوٹ صفحہ گذشتہ) اس میں شک نہیں کہ طرز ادا اور خوبی عبارت کے لحاظ سے جیسے وہ بے نظیر ہیں ویسے ہی اخلاقی نقطہ خیال سے رہی ہیں۔ مگر سکاٹ کے نادلوں میں یہ بات نہیں عبارت اور مضمون ہر دو اعتبار سے لا جواب اور لاثانی ہیں۔ ۱۲

انگلستان پارلیمنٹ کے دونوں ہجوسوں کا سنگ بنیادی نصب فرمایا اور دریائے
مانسٹر بل کے ریلوے کے پل کا افتتاح فرمایا۔ پھر کنیڈا کے مختلف صوبہ جات اور
مشہور مقامات کی سیاحت فرماتے رہے۔ اس کے بعد اٹھارویں تاریخ بجانب
ہیملٹن نہضت فرما ہوئے جہاں آپ نے آخری و بار منعقد فرمایا اور زراعتی انجمن کے ایڈریس
کے جواب میں فرمایا:۔ وہ حضور ملکہ مظفر انگلستان کے ارشاد سے میں اُن کا نائب
ہو کر ریش شتمالی امریکہ کی سیاحت کو آیا تھا۔ یہ کام اب ختم ہو گیا اور آج سے اُن تمام
فرائض کا بار میرے کندھوں پر نہیں رہا جو بحیثیت ملکہ انگلستان کے نائب ہونے کے
مجھ پر واجب تھا۔ اب میں انگلستان جانے سے پیشتر ریپوٹ طریقے پر اس مشہور
ملک کی سیر کرنی بھی ضروری سمجھتا ہوں جس کے بزرگ باشندے اور ہمارے بزرگ
ایک تھے اور جن کی غیر معمولی ترقی کو ہر ایک باشندہ انگلستان باہمی دل چسپی سے
ملاحظہ کرتا ہے۔ اس سے پہلے کہ میں اس انگریزی معاملے سے آگے قدم بڑھاؤں میں آپ
تمام صاحبوں کو محبت سے بھری الوداع کہنی چاہتا ہوں۔ خداوند کریم اس صادق اور
قابل عزت قوم کو اپنی منتخب نعمتیں عطا فرمائے۔ اس کے بعد حضور نے حضرات متحدہ
امریکہ کی سیاحت میں مشغول ہوئے اور ۲۰ اکتوبر تک فرائع حاصل فرما کے ۱۵ نومبر کو
پلائی متھ پونچے۔ یہاں فونڈز کسٹیل میں آپ کے والدین نے بڑی محبت سے
آپ کا خیر مقدم کیا۔ ۱۸۶۱ء میں آپ کی اقامت گاہ کے لیے باضابطہ طور پر
مارلبراہوس تجویز کیا گیا۔

سیاہیانہ زندگی | بادشاہ کی ذات میں ضرور ہر کہ تبسم کی صفات
ہوں ملک داری کے نظم و نسق کے علاوہ اس میں

لمٹی سپرٹ (فوجی ولولے) کا ہونا بھی لازم و متعمم ہے کہ اس کی ذات اہل تسلیم اور سیف
و دونوں کا ملجا وادی ہے۔ جون ۱۸۶۱ء میں حضور و لاکراہ آف انگلنڈ کے کیمپ میں
تشریف لے گئے۔ یہاں آپ گریڈیر گارڈز کی اول ملٹن کے ساتھ قواعد و عمیرہ میں
شامل ہوئے تھے اور عام سپاہیوں کی طرح کیمپ کی ایک کالج میں رہتے تھے اور

۱۸۶۱ء آپ کی تعلیم میں شروع سے اس بات کا خیال تھا کہ جہاں تک حصول علم کا تعلق ہے آپ کا ذاتی مرتبہ
شاہی اس میں مغل و راج نہ ہوا اسی لیے سادگی کا بڑا خیال تھا جس کا بہترین نتیجہ ہوا کہ (لیفٹننٹ بریگیڈیئر)

ہر قسم کی فوجی ذمہ داریوں پر جفاکشی کے ساتھ کاربند رہے۔ آپ علی طور پر فوجی لائف بسر کر چکے تھے اس لیے حضور کو فوجی لوگوں کی خوشنودی اور دل جوئی کا بڑا خیال تھا۔ کراہ سے ہفصت فرما ہونے سے پیشتر آپ نے چھتیسویں پٹن کو بطور اعزاز ایک جھنڈا عطا فرمایا۔ ملاحظہ افواج کی غرض کے علاوہ حضور کے جرمنی تشریف لے جانے کی ایک اور بھی وجہ خاص تھی اور وہ ایسی وجہ تھی جس پر حضور مدوح کی آئندہ مسرت اور آرام کا دار و مدار تھا۔ یعنی ڈنمارک کی شہزادی الکزیٹڈر ان دنوں جرمنی میں تھیں۔ آپ نے ان کے اوصاف حمیدہ اور خصائل پسندیدہ کا شہرہ پہلے ہی سے سنا تھا اس لیے مناسب خیال کیا گیا کہ باہمی ملاقات سے تعلقات زن و شو کا فیصلہ کر لیا جائے چنانچہ شہزادے اور شہزادی صاحبہ کی اس اشار میں کئی ملاقاتیں ہوئیں اور ہر دو ایک دوسرے سے مل کر نہایت مسرور ہوئے۔ یہاں سے مراجعت فرمانے کے بعد آپ قصر وینڈر میں ۱۲ نومبر کو تشریف لے گئے۔ سرسہری ہالینڈ کے ذریعے سے آپ کو اطلاع ہو چکی کہ آپ کے والد ماجد پرنس کنسٹنٹین نے انتقال فرمایا۔ یہ خبر وحشت اثر سن کر آپ کو بڑا بھاری صدمہ ہوا اور ۲۲ دسمبر کو سینٹ جارج چپیل میں پونج کر شریک تجہیز و تکفین ہوئے۔ کچھ عرصے بعد آپ نے ملکہ معظمہ کی ایما سے یورپ کا سفر کیا اور اسی کے ساتھ اسکٹلنڈ پر یہ (مصر) قاصدہ وغیرہ کی سیر کی۔

شادی

یہ خبر عام طور پر شہور تھی کہ آپ کی شادی ڈنمارک کی شہزادی الکزیٹڈر سے ہونے والی ہو گا۔ سرکاری طور پر اس کی تصدیق نہیں ہوئی تھی لیکن جب ملکہ معظمہ خود ڈنمارک کو تشریف لے چیں تو اس خبر کی تصدیق ہو گئی چنانچہ فروری ۱۸۶۳ء کے اخباروں میں بھی یہ خبر علی التواتر شائع ہو گئی اور سرکاری طور پر بھی اس کی تصدیق کی گئی۔ شہزادی پہلے ہی انگلستان کے لوگوں کے دلوں میں گھر کر چکی تھیں اور بڑی ہر دل عزیزی حاصل کر لی تھی اس لیے آپ شادی سے پہلے ہی ۷ مارچ ۱۸۶۳ء کو لندن تشریف لے آئیں۔ ۱۰ مارچ کا دن انگلینڈ کی تاریخ میں ایک

(محکمہ نوٹ منوغزشتہ) سادگی آپ کے غمیر میں داخل ہو گئی۔ ۵ لے ذوق تکلف میں ہو تکلیف سراسر آرام سے وہیں جو تکلف نہیں کرتے۔ اگر شاہی اعزاز و احترام کی بچہ لگی رہتی تو آپ کے مزاج کا ادھر ہی رنگ ڈھنگ ہوتا۔ ۱۲

بڑا مبارک دن تھا۔ اس دن عام تعطیل تھی۔ سینٹ جارج کے مشہور گرجا واقع
 ونڈزنگیل میں ساڑھے گیارہ بجے دن کے بموجب دگی ممبران خاندان شاہی آرج
 آف کنیٹربری نے بمعیت آرج بشپ فو ایمر ڈین رسوم شادی اراکین حضور
 ملکہ معظمہ نفس نفیس اس مبارک موقع پر تشریف فرما تھیں مگر اپنے شوہر کے غم میں تھی
 لباس میں تھیں۔ اس تقریب پر شب میں سارے شہر میں علاوہ آرایش کے آتش باز
 چھوڑی گئی۔ صرف شہر کی آراستگی کے لیے تین لاکھ پونڈ کی رقم منظور ہوئی تھی۔ صرف
 شاہی دعوت میں دس لاکھ پونڈ کے برتن استعمال ہوئے تھے اور مصارف کا کیا
 کہنا۔ تحایف کا کچھ شمار نہ تھا جن کی مالیت دو لاکھ پونڈ کی کہی جاتی ہے۔ شہزادی کو جو کچھ
 بیش بہا زیورات اور پارچہ جات ملکہ معظمہ کی طرف دیئے گئے تھے اُس کے علاوہ
 لندن ٹیٹی نے ایک جزا دیکھی اس ہزار پونڈ یعنی ڈیڑھ لاکھ روپیہ کا نذر دیا۔ پارلیمنٹ
 نے شاہزادہ ویلز کے لیے چالیس ہزار اور شہزادی کے لیے دس ہزار پونڈ سالانہ کی جائز
 منظور کی۔ اب چوں کہ آپ متاہل ہو گئے تھے نہ صرف ونڈزنگیل میں رہنے لگے اور عارضی طور
 پر بود و باش کے لیے آپ نے ٹرانسٹریٹ کو منتخب فرمایا ہیں ۱۸ جولائی ۱۸۶۲ء کو
 فرزند زینہ پیدا ہوئے۔ ان کا نام ایلیمبرٹ وکٹر کریمچین اپڈورڈ رکھا گیا۔ ۱۷ نومبر کو
 حضور والامع اپنی خاتون محترمہ کے بزرگم یورپ کی سیاحت کو تشریف لے گئے۔
 فرانس۔ ڈنمارک۔ سٹاک ہوم وغیرہ مشہور مقامات ملاحظہ فرماتے ہوئے ۶ فروری
 ۱۸۶۵ء کو اسکندریہ (مصر) پہنچے۔ وہاں سے چند دنوں بعد شاہی جہاز حدود ترکی
 میں پہنچا۔ بڑے بڑے ترکی افسر آپ کے استقبال کے لیے حاضر تھے۔ سلطان
 محل واقع سلج بازار آپ کے قیام کے لیے آراستہ کیا گیا جہاں خود سلطان المعظم
 بذات خاص چشم بہراہ تھے اور سیڑھیوں تک اپنے معزز مہمان کے استقبال کو
 تشریف لائے۔ سلطانی حکم سے آپ کے لیے ہر قسم کا سامان آسائش اعلیٰ
 درجہ کا مہیا کیا گیا۔ سلطان کا کمرہ خاص جس میں آپ کو اتارا تھا بڑے بیش بہا سازو
 سامان سے آراستہ و پیراستہ تھا۔ رات کو بیڈ بختا رہتا تھا اور صبح کو سلطان المعظم
 آپ کی خدمت میں تازہ تازہ گلہ سستے اور نادریوہ جات کی کشتیاں بھیجا کرتے تھے
 شاہزادہ ویلز اور سلطان المعظم نے ایک ہی میز پر خاصہ بھی تناول فرمایا۔ آپ شاہانہ

تذک و احتشام اور ظاہری عظیم نام سے بہت گھبراتے تھے اور سادی سودی طرز زندگی کو بہت پسند کرتے تھے۔ مزاج میں حد درجے کی سادگی تھی اور تکلفات سے کوسوں دور تھے۔ بہت سے سفر آئے مکنہ (Mekneh) (اس طرح کہ کوئی نہ جانے) کیے۔ آپ کو بھیس بدل کر لوگوں میں گھل مل کر ان کے اصلی حالات زندگی دیکھنے اور دریافت کرنے کا بہت شوق تھا اور اس میں شک نہیں کہ بادشاہوں کے لئے نقص حالات کا یہ ایک عمدہ طریقہ ہے۔ چنانچہ قسطنطنیہ میں بھی آپ بھیس بدل کر دکانوں پر جا کر سامان خریدتے تو وہ خانوں میں جاتے لوگوں سے ملتے ملتے اور بے تکلف بات چیت کرتے اور گلی کوچوں میں مثل ایک عام شخص کے بے کھٹکے پھرتے تھے۔

۱۸۶۹ء کو قسطنطنیہ سے واپس ہو کر راہ میں جنگ کریمیا کے مشہور مقامات رکھتے بھالتے مع الحیر والعا فیتہ اپنے وطن مالوف کو تشریف لے آئے۔

زندگی اور موت کے بیچ میں

ہوا کی غرض سے کس کن اور سکالس کوہ ہائے دلمن اور کوہ وکلو وغیرہ ۱۰ چپ مقامات کی سیر کو تشریف لے گئے۔ وہاں سے تشریف لانے کے بعد نصیب اعداد مزاج و ہاج جادہ اعتدال سے منحرف ہو گیا۔ ڈاکٹر نے آپ کو سکات لینڈ جانے کا مشورہ دیا لیکن تبدیل مقام سے بجائے فائدے کے نقصان ہوا۔ سککار ہارو پونہج کر تو طبیعت اس قدر بگڑی اور ایسی خطرناک بیماری لاحق ہوئی کہ جس سے بڑے بڑے تجربہ کار اور حافق شاہی ڈاکٹروں کے بھی چھکے جھوٹ گئے۔ ہر چند بہتر سے بہتر علاج کیا گیا مگر بے سود و زبردست خطرہ زیادہ بڑھتا گیا آخر کار ۲۲ نومبر ۱۸۶۹ء کو ملکہ معظمہ کو اس خطرناک علالت کا تار دیا گیا کہ وہ شہزادے صاحب تپ محرقہ میں مبتلا ہیں۔ شہزادی الگزینڈرا شہبانہ اپنے معزز شوہر کی تیمارداری میں حاضر باش تھیں مگر بے مرضی کی حالت اور بھی نازک ہو گئی۔ تمام انگلستان میں تلاطم مچ گیا۔ ہر شخص قصر سینڈرھم کی نازہ ترین خبر معلوم کرنے کے لئے مضطر تھا مگر حضور کی حالت ساعت بساعت دگرگوں ہوتی جاتی تھی۔ ہر کہ دمہ کو حضور کی جان کے لئے پڑ گئے۔ دسمبر کے اول پہنچے میں صحت یابی

کی اُمید منقطع ہو گئی۔ پادریوں نے کہا کہ جب علاج مفید نہیں تو اب دوا کا وقت باقی نہیں باقی دعا کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جب تک سانس ہر اس بھی ہے۔ ملکہ معظمہ مع خاندان شاہی کے سینٹرنگھم پونج گئیں۔ ملکہ معظمہ نے جب اپنے نورِ نظر اور نختِ جگر کی حالت دیکھی تو غشی کا عالم تھا آپ کسی کو پہچان نہ سکے۔ ولی عہد کی ایسی پالوسانہ حالت سے سارے ملک میں سنسنی پھیل گئی۔ ہندوستان۔ کینڈا۔ اضلاع متحدہ امریکہ سب جگہ ہندو مذہب و ملت کے لوگوں نے اپنے اپنے عقائد کے موافق مسجدوں۔ مندروں۔ گرجاؤں میں شہزادے کی صحت کے لیے نمازیں پڑھیں غلوں دل سے گر گڑا گڑا کر بارگاہِ شانی مطلق میں دعائیں کیں۔ اب ۱۴ دسمبر کا وہ دن آگیا جو آپ کے والد کی برسی کا تھا لوگوں کو وہم آنے لگا۔ طرح طرح کے توہنات دل میں آتے تھے کہ کہیں باپ کی طرح یہ بھی نہ چل بسیں۔ گو اتوار سے شگل تک آپ کی حالت معرضِ خطر میں تھی مگر اسی دن سے آثارِ افاقے کے نظر آئے اور بدخواہی اور کرب دونوں میں افاقہ ہوا۔ روز بروز طبیعت سنبھلتی گئی۔ ماں کی جان میں جان آئی بیوی کی باجھیں کھل گئیں۔ نیند اور غذا وہی چیزیں ضامنِ صحت ہیں۔ گہری نیند اور غذا کی طرف میلان ہو گیا اب صرف خفیف حرارت رہ گئی تھی تاہم صحت کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔ جنوری ۱۸۷۷ء کے پہلے ہفتے میں آپ کو اس قدر توانائی آ گئی کہ آپ تر علالت سے اٹھ کر چند قدم چلنے لگے اور اسی دن آپ کا کمرہ بدلا گیا۔ اب کیا تھا اگلا دن کچھلے سے بہتر ہوتا گیا۔ اب تبدیلِ آب و ہوا ضرور تھی ڈاکٹروں کی رائے سے آپ جزیرہ و صمیمِ تشریف لے گئے اور خدا نے وہ دن دکھایا کہ آپ تن درست و توانا لندن تشریف لائے۔ نیلک نے بڑی گرم جوشی سے آپ کا استقبال کیا۔ اس دن عام تعطیل رہی شاہن دار جلوس نکالا گیا اور اظہارِ مسرت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ چوں کہ آپ کو اتنی بڑی علالت کے بعد صبی چاہیے ویسی توانائی نہیں آئی تھی نہ آپ پوری طرح جاق چوبند تھے لہذا ڈاکٹروں کی رائے سے بغرض تبدیلِ آب و ہوا پھر آپ سفرِ تشریف فرما ہوئے چنانچہ آپ اٹلی تشریف لے گئے۔ چوں کہ آپ میں نظرِ نادر و محض اور تحقیق کا مادہ زیادہ تھا اس لیے جہاں جہاں گزرے وہاں عجائباتِ رند گار کو نگاہِ حق

و تحس ہے دیکھا۔ آثار قدیمہ کے دیکھنے میں گھنٹوں مصروف رہے اور جون کے مہینے میں اس سفر سے انگلینڈ واپس تشریف لے آئے۔

مرقدم برچشم با خواہی نہاد
دیدہ در رہ می کام تابی روی

سفر سیاحت

دنیا میں جو آیا ہو اگر اُس نے سفر و سیاحت نہ کی تو کچھ بھی نہ کیا جیسا کورا آیا تھا ویسا ہی چلا گیا۔ حصول واقفیت عامہ کے لئے سفر سے بہتر کوئی چیز نہیں جس سے ہم جیسے چھوٹے موٹے آدمیوں کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ تجربہ برصغیر، عقل بخت ہوئی ہو۔ چہ جائیکہ بادشاہ جس کو سلطنت چلائی پڑتی ہو و اگر بخیر نہ ہو تو اس کی اپنی سلطنت کی مقامی حالت وہاں کے لوگوں کی سوشل لیف نہ دیکھے دوسرے ملکوں سے اپنے ملک کی حالت کا مقابلہ نہ کرے تو بادشاہ نہ ہو اسٹیمر فالین ہوا شہزادہ معظم ایک بہت بڑے سیاح تھے آپ نے سوئیزر لینڈ، جرمنی، بحیرہ روم، اٹلی (روما)، جبرائیل، ہسپانیہ، پرتگال، کوہ میں میکڈونی، سکاٹ لینڈ، آئر لینڈ، کلاسکو، کینڈا، ڈیون پورٹ، امریکہ، برگ رائل، کو برگ، ہیمپٹن، واشنگٹن، نیویارک، بوکسٹن، پولینڈ، بیرشلیم (بیت المقدس)، مصر (قاہرہ)، اسکندریہ، قسطنطنیہ، دمشق، بحیرہ بالٹک، بیروت، ڈارڈنلز، مارسلیز، براعظم یورپ، ڈنمارک، سویڈن، برلن، دایانا، فرانس، سینٹ پیٹرز برگ، بحیم، ہندوستان وغیرہ وغیرہ مقامات کو کسریٰ اور اچھتی نظر سے محض سیر تماشے کی غرض سے ملاحظہ نہیں فرمایا بلکہ خرمادہم ثواب اکثر اوقات لباس بدل بدل کر لوگوں کے اصلی حالات طرز حکومت، وغیرہ سب باتوں پر نظر ڈالی۔ جہاں جہاں آپ گئے شاہانہ اعزاز سے آپ کا خیر مقدم کیا گیا جس سے دوسری سلطنتوں کے تعاقب میں زیادہ پائیداری اور استحکام ہوا۔ ہندوستان کے سفر کے حالات حصہ اول میں آگئے ہیں۔ اس سفر وسیلۃ النظر کے جو پوشیل فوائد ہوں گے وہ وہ جانیں جن کے دست قدرت میں ملک کا رتق وفتق ہے ہم جیسے سوٹی سمجھ والے لوگوں سمجھتے ہیں کہ جب سے سلطنت کا خاتمہ ہوا ہم۔ یہ سنا کہ برٹش راج قائم ہوا بادشاہ رہا انگلینڈ میں اور ہم ہند میں۔ ہزاروں کوس کا فاصلہ پنج میں کئی سمندر مائل

وہاں تک خیال کی رسانی بھی معتذر ہندوستان کے لوگ بادشاہ کے وجود خارجی کے دیکھنے کے عادی اب ان کو بادشاہ ملا خیاالی خدا بنائے کالایا گور آدم خاکی ہر یا کوئی پتلا۔ انسان ہر یا فرشتہ۔ پرنس آف ویلز نے آکر اپنا جہاں مبارک دکھایا تب ہمیں یقین ہوا کہ وہ ہر یا ہی ملکہ کے بیٹے اور ولی عہد ہیں اور یہی آگے چل کر ہمارے بادشاہ ہونے والے ہیں جن کے ہاتھ میں ہندوستان کی باگ ہوگی۔ آہا یہ تو ہم جیسے ہی انسان ہیں ہمارے جیسے ان کے بھی ناک کان ہیں۔ خدا کے بندے ہم بھی اور یہ بھی فرق صرف اتنا ہے کہ وہ بادشاہ ہم رعایا وہ حاکم ہم محکوم۔ اب جا کر ہماری کھل سمجھ میں آیا کہ جس طرح اگیر۔ جہاں گیر۔ شاہ جہاں اور اورنگ زیب بادشاہ تھے یہ بھی بڑے پائے کے بادشاہ ہیں بلکہ ان سے بھی کسی کسی باتوں میں بڑھ چڑھ کر ہیں وہ اسی ملک میں رہ کر حکمرانی کرتے تھے اور ان کا حسن انتظام ایسا ہے کہ کالے کوسوں دور نفردوں سے غایب پھر بھی ہمارے حال سے باخبر اور ہم پر اس طرح سے حکومت کر رہے ہیں گویا کہ ہم ہی میں بیٹھے ہیں۔

۱۸۹۱ء میں آپ کی پچاسویں سالگرہ خاص طور پر بڑی دھوم دھام سے منائی گئی اور تمام انجمنستان میں جشن منایا گیا مگر ۱۸۹۲ء آپ کے لیے بڑا رنج و غم ثابت ہوا یعنی آپ کے بڑے صاحب زادے ولوک آف کلیرنس نے جن کی شادی کی تیاریاں بالکل مکمل ہو چکی تھیں عین عالم شباب میں چند روز کی علالت سے انتقال کیا بڑا عبادادی کی مورتی اور دی اور باپ کے کنبے پر وہ داغ دیا کہ ۵۰ من چوں زیم کہ سینہ سن چاک کردہ اند تخت جگر بریدہ تر خاک کردہ اند ضمیمہ اول میں اس سانحہ ہوش ربا کا ذکر در تفصیل سے آچکا ہے۔

آپ کی اولادیں آپ کے چھ بچے ہوئے۔ دلا، پرنس ایریٹ وکٹر ۱۸ جولائی ۱۸۹۲ء کو پیدا ہوئے۔ دلی سلطنت قرار پائے۔ ہندوستان کا سفر بھی کر گئے۔ تعلیم اور سیاحت ہر اعتبار سے وارث تخت و تاج قرار پائے مگر زندگی نے وفات کی اور ۱۲ جنوری ۱۸۹۲ء کو انتقال کیا۔ ۲۰ پرنس فریڈرک ارلنٹ۔ پیدائش ۳۰ جون ۱۸۹۶ء جو اپنے بڑے بھائی کے انتقال پر دلی عہد قرار پائے اور انھیں کی منگیت سے آپ کی شادی ہوئی

ہو اور بفضلِ خدا ہی ہمارے بادشاہ جارج پنجم ہیں۔

”خدا ہمارے بادشاہ کو سلامت رکھے!“

دسپرس لوئی وکٹوریا الگزینڈرا پیدائش ۲۲ فروری ۱۸۶۴ء جن کی شادی ڈیوگلف فنیف سے ہوئی۔ (۵) پرنس وکٹوریا آسکا میری۔ ولادت جولائی ۱۸۶۸ء (۵) پرنس ہائینرک ملکہ ماروسے۔ ولادت ۲۶ نومبر ۱۸۶۹ء (۶) پرنس ایلگزینڈرا (جو پیدائش سے چند ہی دنوں بعد انتقال کر گئیں)۔

جس طرح اکثر ہندوستانی امراء و روس اپنے بچوں کا لارڈ پیار میں ستیاناس کرتے ہیں یہ حال یورپ میں نہیں بلکہ جس گھر میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کو اسی حیثیت سے تعلیم تربیت کی جاتی ہے اور ہمیشہ اس کو اس پوزیشن کے قابل بنایا جاتا ہے جو خیرلی اُسے ملنے والی ہے۔ اسی اصول پر ایڈورڈ و ہنری نے اپنی اولاد کو بڑے اہتمام سے یوری طرح تربیت کی اور اعلیٰ درجے کی تعلیم دلوائی اور پھر سیاحت کر کے دنیا کے نشیب و فراز کا پورا تجربہ کر دیا۔

اشتغال و عادات آپ کو کتب بینی اور اخباروں کا بڑا شوق تھا۔ گھوڑ دوڑ اور سائیکل کی سواری سے بھی خاص رغبت تھی۔ آپ

کی رحم دلی کے متعلق ایک روایت ہے کہ ایک دن آپ گاڑی پر جا رہے تھے کہ آپ کی نظر ایک نابینا پر جا پڑی جو بے چارہ بازار کے اس سرے سے اُس سرے تک گزرنے کی کوشش کرتا تھا لیکن لندن کا ٹریفک رستہ نہ ملتا تھا اُس کو دھکے لگ رہے تھے اور بے طور ٹھوکریں کھا رہا تھا۔ اُس کی درماندگی کی حالت دیکھ کر آپ کا دل نہ مانتا آپ جھٹ گاڑی پر سے اتر پڑے اور اُس اندھے کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اس جھڑی بھڑکتے سے پار کر دیا اور چپکے سے اُسے کچھ دیا بھی۔ چند دنوں بعد آپ کے نام ڈاکے ایک لمدان پونہجا جس پر یہ عبارت کندہ تھی ”یہ نابینا تحفہ پرنس آف ویلز کی خدمت میں ایک ایسے شخص کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے جنہیں اُس نے سچے سچو کی طرح اپنے مرتبوں کو بالائے طاق رکھ کر ایک اندھے کی خدمت کرتے دیکھا ہے“

پابندی ضابطہ

ایک دن آپ چند دوستوں کے ساتھ کھیلتے کھیلتے ایک شخص کے کھیت میں سے گزرے۔ کھیت والا تھاڑا۔

اڑ گیا کہ آپ لوگ بلا میری اجازت میرے کھیت میں کیوں گئے ایک شلنگ جرمانہ سیدھے ہاتھ سے دھر دیجئے۔ آپ کے ہمراہیوں نے چاہا کہ آپ کا مرتبہ اُسے بتلا کر دھتکار دیں لیکن آپ نے منع کیا اور اُس سے معذرت خواہ ہوئے اور فوراً ایک شلنگ اُسے دے دی۔

برآوردن کار اُسید وار

بہ از قید بندی شکستن ہزار

آپ نے بہت سے کام بے ریا نیکی کے کئے ہیں اُن میں سے ایک یہ کہ ایک دن آپ ذرا دیر سے باہر سے تشریف لائے

مدر کا ایک چھوکر اور پرفیلز

دیکھا تو پچھانک پر ایک چھوٹا سا لڑکا کھڑا رہا ہے۔ آپ نے پہرے والے سے پوچھا یہ لڑکا کون ہے اور کیوں رو رہا ہے۔ سپاہی نے کہا حضور یہ چھوکر اعلیٰ ملکہ معظمہ کو دیکھنا چاہتا ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے یہی میں نے اُس سے کہہ دیا۔ لاکھ سمجھا یا مانتا ہی نہیں جب سے کھڑا رو رہا ہے مگر اُس نے جھٹ اُس لڑکے کا ہاتھ پکڑ لیا اور بڑی محبت سے کہا دو میاں! تم میرے ساتھ آؤ یہ پہرے والے تو میرے تابع دار ہیں ملکہ کو تم دیکھنا چاہتے ہو تو میں تم کو ضرور دکھلا دوں گا نا شہزادے نے اپنا وعدہ پورا کیا لڑکے کو لے جا ملکہ کے سامنے کھڑا کر دیا۔ اُس نے اس نیک نہاد ملکہ کو دیکھا کسی پیاری مگر نگین صورت تھی ساپ نے بہت سے شفقت آمیز کلمات فرمائے لڑکے کا نام اور اُس کی عمر پوچھی اور پلٹے وقت اُسے ایک اشرفی بھی دی۔

دل بدست آدم کہ حج اکبر است

از نزاراں کعبہ یک دل بہتر است

یہ لڑکا اب بڑھا چھوٹا ہو گیا سا بے بال سفید کالا ہو گئے مگر ملکہ کے کرمانہ اور محبت بھرے الفاظ اُس کے دل پر نقش ہیں اور اُس کے نزدیک سب سے عزیز چیز وی اشرفی ہے جسے اُس نے اپنے پیچھے سے لگا رکھا ہے۔ کوٹور یا اور ایڈوڈ دونوں کا وجود صفحہ دنیا سے مٹ گیا لیکن نیکی کے کام نہ کبھی مٹے ہیں نہ مٹیں گے۔ اُن کے

نام ہمارے دلوں میں زندہ ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ ہمارے دلوں میں رہیں گے۔

نئی پرانی چھتریوں کا لطیفہ

ایک مرتبہ آپ کسی دوست کے ساتھ پھرتے پھرتے ایک گاؤں میں جا نکلے۔ یہاں ایک زود کا مینہ آگیا۔

تھوڑی دیر کے لئے آپ نے ایک نان بائی کی دکان میں آکر لیا لیکن مینہ کے کھلنے کے آثار نہ تھے۔ آپ کے دوست نے دکان دار سے پوچھا کہ تمہارے پاس کوئی چھتری بھی ہے؟ اُس نے کہا کہ میرے پاس ایک چھوڑا ہوا چھتری ہے۔ وہ ایک نئی اور ایک پرانی۔ نئی چھتری تو میں کسی دھنڑے کو بھی نہ دوں خواہ وہ برنس آف ویلز ہی کیوں نہ ہو ہاں پرانی چھتری حاضر ہے۔ ابھی اس غلط سے کہ آپ واپسی کا ذمہ لیں۔ اُس کا مطلب کسی بڑے آدمی سے تمہارا پرنس کا نام آئینا نکل گیا۔ کیوں کہ اُن سے بڑا اور تھا کون اُس کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ پرنس آف ویلز قوی ہیں۔ علی یار درخانہ و ماگرد جہاں می گردیم۔ عرض وہ پرانی چھتری بھی اس وقت مغنمات سے ہو گئی۔ پرنس نے محل میں پوچھتے ہی اُس کی عزتوں پر چھتری شکر پیسے کے ساتھ واپس کی اور اُسی کے ساتھ ایک عہدہ نئی ہر دند چھتری اور صبح دی جس کو دیکھ کر نان بائی کی آنکھیں کھل گئیں۔ دیکھنے میں تو یہ ذرا سی بات ہے مگر ایک بادشاہ ذی جاہ کو ایسی جزئیات کا خیال رہنا کیا نعمت الہی سے کم ہے۔

تاج پوشی

اگرچہ بالعموم تخت نشینی سے سال بھر بعد تاج پوشی کی رسومات ادا ہوتی ہیں مگر ۱۹۰۱ء کو آپ کی ہمیشہ یعنی پرنس فریڈرک شاہ جرمن کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور ٹرینسوال میں جنگ چھڑ گئی لہذا کچھ تاخیر ناگزیر ہو گئی۔ کچھ دنوں بعد اعلان کر دیا گیا کہ انگلستان میں ۶ جولائی ۱۹۰۲ء اور ہندوستان میں یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو تخت تاج پوشی منایا جائے گا۔ آپ کا تاج نہایت خوشنما۔ شاندار اور بیندہ لاکھ روپیے کی قیمت کا نہایت مرصع تھا۔ ملکہ کے لیے ہلکا اور سبک چڑاؤ تاج کیرنگٹن ریکیٹ سٹریٹ کے جوہری بنے چڑی نزاکت اور نرمی سے تیار کیا تھا۔

جو بیش قیمت جو اس پر ات سے لپا ہوا تھا اور اسی میں کوہ نور نامی مشہور ہیرا بھی
 دھنک رہا تھا اس میں سب ملکر ۶۸۸ (۳۶۸۸) ہیرے تھے یعنی کوئین و کٹوریا آجہانی
 کے تاج سے بھی (۶۸۸) زیادہ۔ تاج پوشی کے اخراجات کے لئے سوا لاکھ پونڈ
 کی منظوری ہوئی تھی چنانچہ زرین لیسوں اور درباری تلواروں اور موڑوں پر
 (۳۵) لاکھ اور آرائش اور جلیوں پر پونے دو کروڑ روپیہ صرف ہوا۔ علاوہ
 بہت سے ہندوستانی رؤسا و امراء وغیرہ کے ہندوستانی فوج کے
 ایک ہزار جوان اور سو جوان امپیریل سروس ٹرولپس کے بھی مدعو کیے گئے تھے
 ہندوستانی شاہی مہمانوں کو بڑی بڑی بھاری بھاری پُر تکلف دعوتیں
 دی گئیں جن کی تفصیل طول طویل ہے۔

لندن میں جشن کی تیاریاں بڑے
 اہتمام اور زور شور سے اٹلی پیمانے
 پر ہو رہی تھیں اور مختلف دیار و
 امصار اور ممالک کے معزز و محترم
 مہمانوں کی تعداد کثیر آن پونہی تھی

حضور کی ناگہانی علالت اور عین وقت پر جشن کا التوا

اور بظاہر اسباب اس تقریب کے بروقت انجام پانے میں کوئی کسر نہ تھی مگر
 مشیت ایزدی کچھ اور ہی تھی کہ عین وقت پر بادشاہ سلامت کی طبیعت ناساز
 ہو گئی ۳۱ جون کو مزاج کچھ کسل مندر ہا پھر اگلے دن کمر میں درد ہوا جو باوجود علاج
 معالجہ کے رو بہ ترقی تھا۔ ڈاکٹروں نے آپ کو آرام لینے کے لئے کہا مگر ایسے موقع پر
 آرام کہاں۔ ۸ جون کو تب بھی آگئی اور دائیں پسلی میں آماس معلوم ہوا۔ ۲۲ جون
 کو اس میں پیٹ پڑ گئی جس کے لئے آپریشن ناگزیر تھا۔ آپ کو بہ متقابلے اپنی رعایا
 اور مہمانوں کی مایوسی کے اپنی بیماری کا مطلق خیال نہ تھا ڈاکٹروں سے کہا کہ کوئی
 ایسی صورت نکالو کہ یہ تقریب نہ رکنے ورنہ لوگوں کو بڑی ناامیدی تکلیف اور
 حرج ہوگا اگر میں کھڑے ہو کر رسوم تاج پوشی ادا نہ کر سکوں تو خیر بیٹھے بیٹھے لیٹے
 ہی رہی۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ آپریشن کے بعد نقل و حرکت سراسر خلاف احتیاط
 اور آپریشن کی تاخیر میں بھی مرض کے جڑ پکڑ جانے کا سخت خطرہ ہے۔ جب بادشاہ

کی جان کے ہی لاپے پڑے تھے کسی تاجپوشی اور کہاں کا دربار۔ جان ہی تو جہان
 ہے۔ ارل آف مارشل نے اس شدید مجبوری سے جشن کے التوا کا اعلان
 کر دیا۔ اس خبر کے سننے ہی ایک عام افسردگی چھا گئی اور مجمع کا تمام رخ شاہی محل
 کی طرف ہو گیا اور مجمع جب تک کہ آپریشن کامیابی سے ختم نہیں ہوا اور لوگوں کی
 جان میں جان نہ آئی وہاں سے نہ ہٹتا۔ ٹھیک بارہ بجے دن کے سر فریڈرک کے اوسن
 نے عمل جراحی نہایت کامیابی سے کیا۔ وہ پانچ گھنٹہ دے کر گیارہ چھٹانک
 سپ نکالی۔ اس کے بعد دو وقتہ ملک معظم کی حالت صحت کے بلیکین شائع ہوئے
 گئے۔ عمل جراحی کے بعد جب آپ نے آنکھ کھولی تو سب سے پہلے آپ نے
 شہزادے ویلز سے کہا: ”کیا میری رعایا میری اس مجبوری کی وجہ سے مجھے معاف
 کرے گی؟“ جس سے آپ کے اُس بے حد اُفس اور پیار کا پتہ چلتا ہے جو آپ کو
 اپنی رعایا کے ساتھ تھا۔ آپ کی صحت یابی کے لیے انگلینڈ تو انگلینڈ تمامی ممالک
 اور ہندوستان میں دعائیں کی گئیں خدا جانتے کس کی دعا لگی کہ آپ کو صحت ہو گئی۔
 زخم کے اندمال اور پوری صحت کا اندازہ مشکل تھا لہذا سفراءِ دول خارجیہ اور
 جنگی جہازوں کو رخصت کرنا پڑا۔ لیکن ہندوستانی فوج کے لوگوں کو گوکہ اجازت
 مل گئی تھی مگر وہ اپنی خوشی سے بادشاہ کی صحت عاجل کے لیے دعا کرتے ہوئے دیر
 پر پڑے رہے۔ بعض تقریبیں۔ نہرست خطابات کا شائع ہونا۔ فوجی رول۔ روشنی۔
 دربار لیوی بنیابت پرٹس آف ویلز نے غربا کی دعوت وغیرہ پوری کر دی گئیں۔ سہر
 جون کو بادشاہ کی صحت یابی کا اعلان کیا گیا اور اسی دن روشنی کے الاؤ جلائے گئے۔
 ۲ جولائی کو فوجی رول اور لارڈ لینسٹر دن کی طرف سے ایک پرتکلف دعوت دی گئی۔
 ۴ جولائی انڈیا آفس میں دربار لیوی۔ ۵ جولائی غربا کی شاہی دعوت جس کے انتظام
 علاوہ آراکین سلطنت کے حضور پرنس آف ویلز اور ڈیوک آف کنٹاٹ آپ کے
 چچا نے بھی خود جاکر ملاحظہ فرمایا اور حضور ملک معظم نے بھی لارڈ میسر کو اس دعوت کا
 خاطر خواہ انتظام کرنے کو لکھا۔ کہیں غریبوں کی دعوت سمجھ کر دعوت کو بھی
 لے آپ کو اپنی شہسوار ہندوستان میں کی خدمت کی جاری تھی جو ایک مہم کا دم اس
 ہوتا ہے وہ تحریری نوٹس جو کسی امراہم کے متعلق بطور سرکاری شائع کیا جائے۔ ۱۳

غریب نہ سمجھ لیجئے گا۔ دعوت کا اندازہ اس پرے کیجئے کہ فی کس للبعہ کا صرفہ بیٹھا۔ دعوت میں (۲۵) لاکھ کا بیاں۔ دو لاکھ چھری کانٹے۔ دس لاکھ مچھے استعمال ہوئے تھے۔ اتنی بڑی دعوت ایک جگہ کیے ہو سکتی تھی اس لئے ٹکڑے ٹکڑے کے مختلف مقامات پر ہوئی اور ہر جگہ شہزادہ ویلز برفس نفیس تشریف لے گئے۔ غریبانے نہ صرف پیٹ بھر کر لذیذ کھانے کھائے بلکہ شہزادے کو دیکھ کر دل بھی خوش کیا۔ ۵

فرض کر دم کہ بیاں تو دم خور سنداست آخر اس دیدہ دیدار طلب راجہ علارج ارجولائی کو حضور پرنس آف ویلز نے اپنے عالی شان ایوان میں ہندوستان کے معزز مہانوں کو شرف باریابی بخشا۔ اسی شام کو گلڈ ہال میں نہایت اعلیٰ پیمانے پر چھ سو معزز مہانوں کی دعوت ہوئی جس کے صدر لارڈ آف آئرش تھے۔ اس دعوت میں مہاراجہ صاحب بہادر کو ٹھاپور نے بھی تقریر فرمائی۔ ملک عظم کی طبیعت اب روز چاق ہوتی جاتی تھی ۲۶ جولائی کو آپ نے اپنے پریوی کونسلر کو جہاں پر طلب فرما کر جشن تاج پوشی کے لئے ۹ اگست کی تاریخ مقرر فرمادی اور وجہ نقاہت کے بہت سی رسموں کی کاٹ چھانٹ فرمادی۔ اس خبر سرت اثر سے پھر ملک میں جان آگئی بالخصوص ہندوستانی مہانوں کو کہ وہ اسی دن کے انتھار میں پڑے ہوئے تھے۔ تلج پوشی کی تقریب اپنی بلکہ کیا کم مسرت بخش تھی چہ جائیکہ جب اُس کے ساتھ بادشاہ سلامت کی صحت و عافیت کا مژدہ جاری بخش بھی منعم ہو عرض دہری خوش ہوئی۔ ۸ اگست کو آئرش میں لارڈ و جارج کی پشمن لئے تمام وائیان ریاست۔ ہندی رڈ ساد افسران فوج کو مدعو فرما کر اسم تاج پوشی کی تعلیم فرمائی۔

آج صبح سویرے، سے توپوں کی گرج شروع ہو گئی ولیسٹن سٹرائپی کا گرجا دہن بنا ہوا تھا جس شائع عام سے جلوس گزرتے

تلج پوشی کا مبارک دن

والا تھا صبح سویرے ہی سے لوگ آن ڈلے تھے۔ جہاں جلوس تین بجے پہنچتا تھا وہاں بھی لوگ صبح ہی سے چشم براہ تھے۔ رستے میں آٹھ جگہ مینڈ باجے کی ٹکڑیاں تھیں۔ اگرچہ عام طور پر درباریوں کی آمد آٹھ بجے ہی سے شروع ہو گئی تھی مگر ممبران

خاندان شاہی ۱۰ بجے اور حضور شاہزادہ ویلز مع اسٹاف اور ہندوستانی ایڈی کانگوں۔ مہاراجگان کوٹھاپور۔ ایڈر اور گوالیار کے جو گھوڑوں پر سوار تھے۔ پونے گیارہ بجے دربار میں پہنچے۔ حضور ملک معظم مع ملکہ معظمہ کے ٹھیک گیارہ بجے قصر بنگلہم سے برآمد ہوئے چنانچہ جس وقت محل شاہی سے گھوڑوں نے پہلا قدم اٹھایا اسی وقت توپوں کے دھننے نے لوگوں کو چونکا دیا حضور ملک معظم اور ملکہ معظمہ دونوں ہشاش بشاش دو طرفہ بڑے تپاک سے لوگوں کا سلام لیتے ہوئے گیارہ بج کر (۲۵) منٹ پر گرجا میں داخل ہوئے۔ دربار میں بادشاہ سے دومنٹ پہلے ملکہ معظمہ داخل ہوئیں جس پر ایسی سکون کے طلباء نے دھدا ملکہ الگزینڈرا کو سلامت رکھے، کا

تزازہ کیا اور دومنٹ بعد ملک معظم تشریف لائے جن کی ٹرین لاداسن کو کئی معززین اٹھا ہوئے تھے۔ بادشاہ کی تشریف آوری پر لڑکوں نے دھدا ایڈورڈ و سقم کو ابدا آباد تک زندہ رکھے، گانگیت گایا۔ چوں کہ آپ کو اتنی ہی نقل و حرکت سے قدرے تھکا ہو گئی تھی اس لیے آپ کو ایک کمرے میں جو آپ کے آرام کے لیے بنایا گیا تھا لے گئے۔

مراسم تاج پوشی
ساتھ گیارہ بجے لارڈ ولسلبری
اور ڈیوک آف ویلون شاہی ریسے

۲۵ منٹ پر بادشاہ سلامت و بارٹل میں رونق افروز ہوئے اور صوم مقرره شروع ہوئیں جن کی تفصیل کے لیے جگہ درکار ہے۔ بڑی رسم یہ تھی کہ بادشاہ سلامت کو تاج پہنایا گیا تخت پر آپ نے قدم دھرا اور خیر و برکت کی دعا ہوئی اور تمام ممبران خاندان شاہی اور حاضرین و دربار نے اظہارِ اطاعت کیا اور پھر توپوں کی سلامی پر اس مبارک رسم کا اختتام ہوا۔ واپسی کے وقت جلوس کی وہی شان تھی جو آمد کے وقت تھی سب کا سلام لیتے ہوئے بادشاہ محل شاہی میں داخل ہوئے لیکن مشتاقین دیدار شاہی کا جم غفیر محل کو گھیرے ہوئے تھا لہذا آپ دوبارہ پھر رعایا کی خاطر درشن دینے کو درست کچ میں برآمد ہوئے۔ اسی دن مہاراج کارٹیکور بھندوی مہمانان کی طرف سے ایک ایڈریس مبارک باد کا ملک معظم کے حضور میں پیش کیا۔ اسی طرح خواتین ہند کی طرف سے نواب سیم صاحبہ مرشد آباد نے تہنیتی ایڈریس گزارا۔

بادشاہ سلامت کا پیام رعایا کے نام

اسی دن ملک معظم کا یہ فرمان شائع ہوا:-
”تاج پوشی کی تقریب سعید کے متعلق جو
ہماری زندگی کا اہم اور سنجیدہ واقعہ ہے ہماری
خواہش ہے کہ اپنی تمام رعایا کی نسبت جو خاص
ہمارے وطن اور نوآبادیوں اور ہندوستان

میں آباد ہر آدمی نے اپنی گہری ہمدردی و مہربانی کی خطرناک بیماری کے دنوں میں ظاہر
کی ہر اپنا دلی شکر یہ ظاہر کریں کیوں کہ ہمارا خیال ہے کہ ہماری بیماری کے دنوں میں جو نگہبانی
طور پر ظاہر ہوئی تھی ان سب کو سخت تکلیف اور رنج کا مقابلہ کرنا پڑا ہے کیوں کہ وہ اس
تقریب کو تاج مقررہ پر نہایت فرحت و شادمانی سے منانا چاہتے تھے اور پھر اس
ناگزیر طور پر مل جاتے تھے اُنھوں نے قابلِ تفریق صبر و اعتدال کا لحاظ رکھ کر دلی
خلوص سے ہماری محنت اور سلامتی کی دعاؤں میں مصروفیت دکھائی۔ پس ان سب کو
خوشی ہوگی کہ خداوند تعالیٰ نے ان کی دعائیں قبول فرما کر ہماری زندگی کو تمام خطرات
سے بچایا اور ہم کو صحت و طاقت عطا فرمائی جس کا سچا شکر یہ ہے کہ ہم ان فرائض کو بوجہ
اس انجام دیں جو بلحاظ ایسی وسیع سلطنت کی فرماں روائی کے ہم پر عائد ہوتے ہیں۔“
قصر آسبورن کا قوم کو عطا کیا جانا حضور ملک معظم نے کمال مہربانی
سے محل آسبورن کو سوائے

چند خاص شاہی کمروں کے حضور ملک معظمہ آنجناب کی یادگار میں قوم کو عطا فرما دیا
۱۲ اگست کو لارڈ میسز آف لندن نے پیشگاہ
خداوندی میں حاضر ہو کر قوم کی طرف سے غسلِ صحت
اور تاج پوشی کی سرت میں ایک لاکھ ساڑھے سواڑھ
کا ایک چکٹیش کیا جس کو آپ نے بڑی خوشی
سے قبول فرما کر شفا خاں میں دے دیا اور خود بھی انداد کا وعدہ فرمایا۔

قوم کی طرف سے جو بیس لاکھ کا پیشکش

ہندوستانی روسا کی باریابی اسی دن ہندوستانی وادیاں
ریاست کو شرف باریابی بخشا
اور ان کی دلی سرت و فدائی پر اظہارِ شکر فرمایا۔

ہندی فوج کا سلام | آٹھ اگست کی سپرہ کو ہندوستانی فوج کے افسروں کو حضور ملک معظم نے اپنے دست مبارک کے تحفے سرفراز فرمائے اور ہندوستانی فوج کے متعلق بہت افزا کلمات بھی فرمائے۔

بحری رویو | ۱۶ اگست کو بحری رویو بھاجس میں (۱۰۸) جہاز تھے اور رات کو روشنی بھی ہوئی۔

پرنس آف ولز کا ہندوستان بھجنا | آؤ، آخر ۱۹۰۶ء میں حضور ملک معظم نے حضور پرنس آف ولز کو مع اُن کی بیگم صاحبہ کے سیاحت ہند کے لئے روانہ فرمایا تاکہ وہ بھی اپنے والد ماجد کی طرح ملک ہندوستان کی مقامی حالت اور وادیاں ملک سے ذاتی واقفیت پیدا کریں۔

پیام شاہی ۱۹۰۸ء | ملکہ معظمہ کے اعلان یکم نومبر ۱۸۵۸ء کو چل کر یکم نومبر ۱۹۰۸ء کو پورے پچاس برس ہو چکے اس لئے ملک معظم نے اس اعلان کی تجدید یکم نومبر ۱۹۰۸ء کو فرمائی۔ یکم نومبر کو اتوار آن پڑی لہذا ۲ نومبر کو حضور والیسر لئے دار و قلموں نے جو تقریب دورہ جو دھپور میں تھے وہیں ذیل کا شاہی اعلان دربار میں پڑھا اور شائع فرمایا۔

اعلان شاہی موسومہ شہزادگان اشخاص ہندوستان مورخہ ۲ نومبر ۱۹۰۸ء | آج سے پچاس سال پیشتر مابودلت کی مادر شفقت اور محترمہ پیش رو ملکہ معظمہ و کٹوریا نے جو اُس وقت تخت سلطنت پر تھیں مختلف اہم وجوہ کی بنا پر اور پارلیمنٹ کے مشورے اور رضامندی سے اس ملک کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی تھی جو اُس وقت تک سلیٹ انڈیا کمپنی کے زیر انتظام تھا۔ وہ عظیم الشان کام جو اُس وقت نہایت استحکام سے عمل میں لایا گیا تھا اُس کی یاد گاریں مابودلت تمام سب سمجھتے ہیں کہ اس اہم سالگرہ کے موقع پر وہ دیاں ریاست درعیاسے ہند کو مخاطب

کریں۔ آپ کی طویل تاریخ میں پچاس سال کی مدت نہایت تملیل ہر پھر بھی نصف صدی جو آج ختم ہوتی ہے آپ کے تاریخی سیلابوں کے درمیان نہایت نمایاں اور ممتاز نشان کا کام دے گی۔ ملک براہ راست تخت کے ماتحت ہوئے کے اعلان نے حکومت ہند کے اتحاد پر گویا مہم کر دی تھی اور اس سے ایک نئے عہد کا آغاز ہوا تھا۔ سفرِ چوں کہ نہایت دشوار تھا اس لیے ممکن ہے کہ بعض وقت زفقارست معلوم ہو۔ مگر شش ہدایات و اقتدارات کی بہت سی نہایت مختلف جماعتوں اور تقریباً تیس کروڑ نوع انسان کے اتحاد نے ثابت قدمی کے ساتھ سلسل ترقی کی ہر ہم اپنی گزشتہ صدی کی محنتوں کو صفائی نظر اور اطمینان قلب کے ساتھ دیکھتے ہیں۔

جس قسم کی مشکلات ہر زمانے اور ہر مقام پر تمام انسانی حکومتوں کو پیش آتی رہتی ہیں وہ یوں یا فیوہا اس ملک پر بھی پڑی ہیں لیکن تاج برطانیہ کے خدام نے ان مشکلات کا مقابلہ ایسی جفاکشی اور بہمت و صبر کے ساتھ اور ایسی دانش مندی اور استقلال کے ساتھ کیا ہے جس میں کبھی نقص یا لغزش واقع نہیں ہوئی۔ اگر کبھی غلطی واقع ہوئی تو مابعد دولت کی گورنمنٹ کے کار پر دازوں نے اس کی اصلاح میں تکلیف اور اشیا نفسی کا کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا۔ اگر کہیں نقائص ثابت ہو گئے تو ان کے رفع کرنے کے لیے فوراً طاقت و رہا تھ بڑھے ہیں۔

سلطنت کا کوئی ہاتھ قوط اور وبا کی مصیبت کو ٹال نہیں سکتا مگر تجربہ کار منتظموں نے تمام وہ تجاویز عمل میں لائیں جو قابلیت اور سرگرمی کے امکان میں ہیں اور قدرت کی یہ بہتیت ناک مصیبتیں ایسی جلد رفع ہو گئیں کہ آپ کے ملک کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ آپ اپنی حدود کے اندر ہولناک جنگوں سے مامون و مصئون ہو گئے ہیں۔ قومی صلح کا سلسلہ کبھی نہیں ٹوٹا۔

۱۸۵۷ء کے اعلان شاہی میں ملکہ دکنور یا نے آپ کو واثق یقین دلا ہاتھ اکہ ہر جوشی کی یی آرزو ہے کہ ہندوستان کی حرفت زندہ ہو۔ سدفاہ عام کے کاموں میں ترقی ہو اور ملک پر حکومت تمام باشندگان کے خاندے کی خاطر کی جائے۔ اس اعلان میں وہ تجاویز ہیں جو آپ ہی کی اسلیم اور ترقی کی خاطر وضع کی گئی اور لائی گئی ہیں یہ وہ تجاویز ہیں جو اپنی وسعت اور افادیت میں بے مثل ہیں

اور جو دنیا کے روبرو شہادت پیش کرتی ہیں کہ کس فیاضی اور ہم دردی کے ساتھ ان وعدوں کا ایفا کیا گیا ہے۔

ماتحت اور خود مختار مالیات کی ریاست کے حقوق و مراعات کا لحاظ کیا گیا ہے انھیں قائم رکھا گیا ہے اور ان کی حفاظت کی گئی ہے اور ان کی وفادارانہ خیر خواہی بھی مستحکم رہی ہے۔ مابعدولت کی رعایا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کو بوجہ اس کے مذہب یا عقیدے یا طریقہ عبادت کے تکلیف دی گئی ہو یا آزار پہنچایا گیا ہو یا اس کے ساتھ رعیت برتی گئی ہو۔ کل رعایا نے قانون کی حفاظت سے نفع اٹھایا ہے خود قوانین اس طور پر وضع کیے گئے ہیں کہ ان میں آپ کے مذہب و قومیت اور آپ کی مراسم و روایات کا لحاظ رکھا گیا ہے جو آپ کی تہذیب میں جو یکڑے ہوئے ہیں۔ قوانین کو سادہ رکھا گیا ہے اور اس کے کل پرزوں کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ وہ ان قدیم جماعتوں کی ضرورتوں کے مطابق ہو سکے جو آہستگی کے ساتھ نئی دنیا میں داخل ہو رہی ہیں۔

مابعدولت کی گورنمنٹ کے ساتھ بے شمار بنی نوع انسان کی قسمیں زمانہ حال و زمانہ مستقبل کے لئے وابستہ ہیں پس یہ اہم ترین فرض ہے کہ ان مفسدانہ سازشوں کا جن کے لئے کوئی معقول وجہ یا جن کا کوئی مناسب مقصد نہیں ہے قوت بارو کے ساتھ استیصال کیا جائے۔ اس جانب واقف ہیں کہ یہ سازشیں ہماری سہولتانی رعایا کے کثیر التعداد و اشتعار حصے کے لئے سخت جاں مسل ہیں پس اس جانب ان کو ہرگز اجازت نہ دیں گے کہ وہ اس جانب کو اپنے امن و عافیت کی تعمیر کرنے سے باز رہیں۔

چوں کہ مابعدولت کو یہ منظور نہیں ہے کہ یہ قابل یادگار سالگرہ الطاف مرحوم خزانہ کے نمایاں آثار کے بغیر رہے اس لئے مابعدولت نے حکم دیا ہے جیسا کہ سال ۱۹۰۳ء کے دربار تاج پوشی کے قابل یادگار موقع پر حکم دیا گیا تھا کہ وہ لوگ جن کو مابعدولت کی عدالتوں سے نفاذ کی خلاف ورزی پر سزا دی ہو ان کی سزائیں معاف یا مختلف درجوں میں کم کر دی جائیں اور مابعدولت کی یہ خواہش ہے کہ ایسے غلط کار لوگ اس شاہی ترحم کو یاد رکھیں اس کے بعد اپنی غلط کاریوں سے باز آئیں۔

اس قسم کی کوشش کی جا رہی ہے کہ اعلیٰ سرکاری عہدوں کے حاصل کرنے کے لیے قومیت کا امتیاز محو کر دیا جائے۔ مابودلت کو یقین کمال ہے کہ جوں جوں تعلیم پھیلتی جائے گی تجربہ بچتہ ہوتا جائے گا اور ہندوستان کے ذہین و قابل لوگوں کو نوڈاری کے سبق ازبر ہوتے جائیں گے اور اس جانب ترقی کی رفتار مضبوط اور یقینی ہوتی جائے گی۔

ابتدائی سے قائم مقامی کا اصول مد نظر رکھا گیا تھا اور اب وہ وقت آ گیا ہے کہ مابودلت کے والیس راے اور گورنر جنرل اور دوسرے مشیر اس اصول کو ترقی دیں۔ آپ کے درمیان جو قابل لحاظ طبقے ہیں اور جو ان خیالات کے قائم مقام ہیں جو برٹش حکومت نے قائم کیے ہیں اور جن کو برٹش حکومت نے ترقی دی ہے ان کو شہریت کی مساوات اور قانون سازی و حکومت میں زیادہ حصہ دیا جائے گا۔ ان مطالبات کے پورا ہونے سے موجودہ حکومت اور اقتدار کو ضعف نہیں پہنچے گا بلکہ اس کو تقویت ہوگی۔ نظم و نسق اور زیادہ مکمل ہو جائے گا اگر وہ عہدہ دار جن کے ہاتھ میں اُس کی ہاک ہے ان لوگوں کو جن پر وہ موثر ہیں باقاعدہ مل جوں کے زیادہ مواقع دیں اور نیز ان لوگوں کو جو ایسے اب میں عام راسے پر پرتو اور اثر ڈالتے ہیں میں ان تدابیر کا ذکر نہیں کروں گا جو اب بڑی تنہی سے ان اغراض کے لیے مرتب کی جا رہی ہیں جو بہت جلد آپ کو معلوم کرائی جائیں گی اور مابودلت کو یقین ہے کہ آپ کے معاملات کی سفید ترقی کا ایک ممتاز دور شروع ہو جائے گا۔

میں اپنی ہندوستانی افواج کی شجاعت اور وفاداری کو تسلیم کرتا ہوں اور آغاز سال میں میں حکم دے چکا ہوں کہ ان کی جنگی دانش مندی ان کی پرسکونہ تعلیم و تربیت (آرٹسٹری) اور ان کی وفادارانہ مستعدی خدمت کی نسبت میری اعلیٰ درجے کی قدر دانی کو ایک تنقل شکل میں اظہار کا موقع دیا جائے۔

ہندوستانیوں کی بہبودی ملکہ وکٹوریہ کو سب سے زیادہ عزیز تھی۔ جب سے کہ ۱۸۵۷ء میں گیارہویں ہندوستان اُس کے شہزادگان اور لوگوں کی بہبودی کو میں ایسا محبتانہ آرزو مندی سے دیکھتا رہا ہوں جو امتداد زمانے سے کم نہیں ہو سکتی۔ مابودلت کے فرزند پرنس آف ویلز اور شہزادی ویلز آپ کے درمیان سیاحت کر کے واپس آتے وقت آپ کے ملک کے ساتھ گہری دوستی اور

اُس کی بہبودی اور فلاح کا حقیقی اور دلی شعف اپنے ساتھ لائے ہیں۔ ہندوستان کے ساتھ ایسے مخلصانہ عملی بہمدی اور توقعات کے جذبات جو مابودت کے شہری خاندان اور دل کو ہیں یہ صرف ایک اظہار ہی جو درحقیقت ایک واقعی اظہار ہی اُس گہرے اور متحدہ ارادے اور مقصد کا جو اس سلطنت کے لوگوں کو ہے۔

دیکھو کہ خداوند تعالیٰ کی حفاظت اور مہربانی دانائی اور باہمی خیر سگانی کو تقویت بختے جو ایک ایسے عظیم الشان مقصد کے حصول کے لیے ضروری ہے جو کبھی کسی علاقے یا سلطنت کے تاریخی زمانے میں حکم راں یا محکوموں کو پیش نہیں آتا۔ آپ کا عہد گو بہت مختصر تھا مگر کام بہت بڑے بڑے ہوئے مثلاً پارلیامنت کی نگہداشت کے لیے ایک جداگانہ حکمہ آئینہ دیمہ کا قیام ہوا جس نے بہت سی مادرِ الوجود تاریخی عمارتوں کو جو کس میری کی حالت میں پڑی تھیں اچھی طرح سنبھال لیا جو بلحاظ بقائے نام سلاطین ماضیہ ایک بڑا اہم کام تھا۔ لارڈ کرزن وائسرائے کی جدت پسند طبیعت نے ڈھا کے اور مشرقی بنگال کو ملا کر ایک نیا صوبہ ایک جدید سلطنت کو کے ماتحت قیام کیا۔ آپ کا زمانہ پراس ہونے کے سوا ملکی سود بہبود کے لیے بھی بہت اچھا گزرا کیوں کہ آپ ہی کے زمانے میں شاہانِ یورپ نے آئے دن کی خوں ریز جنگوں کی موقوفی اور عالم گیر امن کے سوال پر توجہ کی اسی لیے آپ کو پینس میک (امن پسند) کہتے تھے۔ آپ اپنی رعایا کو جائز حقوق دینے میں ہمیشہ فیاض طبیعت ثابت ہوئے۔ آپ کی تخت نشینی کے وقت انجمنستان وٹریسوال کے بوئروں میں جنگ جاری تھی مگر جب انگریزوں نے وٹریسوال فتح کر لیا اور بوئروں کے جنرل حضور مدوح کی خدمت میں پیش ہوئے تو آپ نے اُن کی درخواست پر نہایت فیاضی سے جداگانہ پارلیمنٹ اور حکومت خود اختیاری منظور فرمائی۔

ہندوستان میں جب آپ نے ہندوستانیوں کو اعلیٰ ملازمت میں حصہ لینے اور انتظامی معاملات میں دخل دینے کے لیے جدوجہد کرتے دیکھا تو لارڈ مسٹون جیسے مشہور مدبر نے پراشل کونسلوں کے علاوہ امپیریل کونسل میں بھی ہندوؤں کے زیادہ لیے جانے کی سکیم کو منظور فرمایا۔ انڈیا کونسل میں بھی ہندوستانی ممبروں لیا جانا منظور ہوا۔ حضور وائسرائے کی اگزیکیوٹو کونسل کے مع وائسرائے کا مشترکہ

کے سات ممبر ہوتے ہیں جو پہلے ساتوں کے ساتوں یورپین ہوا کرتے تھے لیکن اب ہندوستانی بھی ہونے لگے۔

انتقال پیر ملال

اکیم می ۱۹۱۰ء کو آپ پیرس سے بعض پوسٹیکل تھیبوں کو سنبھا کر تشریف لائے تو ورنی کو آپ کے محلے

میں خراش شروع ہوئی جس نے خاق کی خطرناک شکل اختیار کر لی۔ اگرچہ پہلے بھی دو دفعہ آپ کو یہی شکایت ہوئی تھی مگر چوں کہ زندگی کے دن باقی تھے صحت بہم گئی اور اس دفعہ آٹافانیاں مرض ترقی کر گیا باوجودیکہ ایک چھوڑ سات ڈاکٹر جان توڑ کوشش کر رہے تھے مگر موت کے آگے کس کی جیتی ہر مرض کسی کے قابو میں نہ آیا حلق کی نایاب ماؤف ہو گئیں اور سخت کھانسی کے ساتھ عشی طاری ہونے لگی۔ بیماری کی حالت میں بھی آپ کا سارا خیال اپنی عزیز رعایا کی طرف بٹا ہوا تھا۔ جب آپ ہوش میں آئے تو بیمار داروں کی تشفی یوں فرماتے: ”کچھ کر نہیں۔ جس طرح پہلے آرام ہو گیا تھا اگر خدا نے چاہا تو اب بھی ہو جائے گا۔ ذرا فاقہ ہو جائے تو میرا نشانہ یہ ہے کہ دم واپس تک ملک و اہل ملک کی خدمت کر دوں۔“ جس وقت لوگوں کو بادشاہ کی علالت کی خبر ملی تو سارے کاروبار بند ہو گئے اور لوگ سراسیمہ قصر شاہی کی طرف آپ کے لیے دعائے صحت مانگتے ہوئے دوڑے اور انٹرنس ہال میں لوگوں کا ایک ٹھٹ لگ گیا کہ آرج بشب آف کینیڈا کی باریابی بھی دیر تک نہ ہو سکی۔ بادشاہ کے بستر کے گرد سارا خاندان شاہی جمع تھا۔ ابھی لوگ اُمید و بیم ہی میں تھے کہ یکایک حالت میں تغیر ہوا اور دم زدن میں رشح پرواز کر گئی اور معاشا ہی جھنڈا سرنگوں کر دیا گیا۔ آپ نے ۶۷ برس کی عمر میں ۸ مئی ۱۹۱۰ء کو صرف سو اٹھ سال سلطنت کر کے انتقال کیا۔ آپ کی امن پسندی، نیک مزاجی اور ہر دل عزیز کی وجہ سے آپ کی وفات کا بہت رنج ہوا اور چوں کہ ہندوستان فطرتاً بادشاہ پرست واقع ہوا اس لیے اس ملک میں بھی بہت کچھ رنج و غم کا اظہار کیا گیا چنانچہ ہندوستان میں بے شمار جلسہ ہائے تقریب ہونے کے علاوہ جا بجا شہنشاہ کی یادگاریں قائم کی گئیں۔ لاہور میں پندرہ لاکھ روپے کے صرف سے آپ کی یادگاریں میو ہا اسپٹل کی توسیع منظور کی گئی جس میں والیان ملک اور پرنس

کی طرف سے بھی معتد بہ چندہ وصول ہوا اور ایک آل انڈیا ممبریل دہلی میں
قرار پایا جس کا سنگ بنیاد ۸ دسمبر ۱۹۱۱ء کو ملک معظم جارج چہم نے اپنے
دست مبارک سے رکھا۔

۹ مئی کو سینٹ جیمس پبلس میں دوپہر کو ارکان دعائدین سلطنت جمع ہوئے
اور جارج پنجم کی تخت نشینی کا اعلان فرمایا اس دربار میں حضور ملک معظم مع ملکہ معظمہ میری
کے تشریف فرما ہوئے اور تخت نشین ہوئے۔ بعد مر اسم تخت نشینی کے ذیل کی
تقریر ایک پُر دروہجے میں فرمائی۔

”میرا دل اس وقت رنج و محن کا مخزن بنا ہوا ہے۔ بولنے کا یارا نہیں مگر کیا کروں اس
وقت کا فرض مجبور کرتا ہے کہ کچھ کہوں اور جو کہوں تو یہ کہ والد محترم کی ذات کی خبر وحشت اثر
کا اعلان عام ہو اس سانحہ جاہلاد سے جو غم کا پہاڑ ہم پر اور کل ماتحت تسلیم ہو پر
آپڑا ہے اس کا اندال ہماری ہونے والی رعایا کا اظہار ہم دردی ہے جو ہمارے غم میں
شریک ہو کر اپنے اس فرمان روا کے ماتم میں حصہ لے رہی ہے جس نے ان کی خوشی
اور ترقی کو اپنی خوشی اور ترقی سمجھ رکھا تھا۔ کیا کہوں ان کے انتقال سے ہمارے
سر پرے نہ صرف پدر بزرگوار کا سایہ اٹھ گیا بلکہ ہمارا اعلیٰ درجے کا اتالیق اور
جلیل القدر مشیر بھی کھو گیا ہے۔ والدہ مکرمہ کے سانحہ رعایا کی طرف سے جو غم و رنج
ہو رہی ہے اس نے میرا دل اور بھی بڑھا دیا ہے۔ والد بزرگوار نے عنان حکومت
اپنے ہاتھ میں لینے سے پہلے فرمایا تھا کہ دم واپس تک رعایا کے سودہ بیو کا خیال
رکھوں گا چنانچہ جس خوش اسلوبی سے انھوں نے اس کو پورا کیا ہے وہ انھیں اثر
ہے۔ میں بھی یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میری زندگی کا اصول یہی ہو گا اور انھیں کے نقش قدم
پر چل کر مالک غیر کے تعلقات کو اپنی رعایا کی بہبودی کی غرض سے اور بھی مستحکم
کروں گا۔ مابعد دولت کو ان بھاری ذمہ داریوں کا بڑا ہی خیال ہے جن کا بوجھ دفعت
ہمارے سر پر آ پڑا ہے اور ہم کو پوری توقع ہے کہ پارلیمنٹ جزائر برطانیہ کے رہنے
والوں اور مسند پارسی رعایا ہمارے فرض حکومت کی سرانجام دہی میں خاص مدد سے
دریغ نہ کریں گے اور ہمیں اسید واثق ہے کہ پروردگار عالم عالمیان رعایا کی دعاؤں
کے اثر سے میری ذات میں ایسی طاقت و ہدایت نمایاں فرمائیں گے جس سے

تمام گتھیاں سلجھ جائیں گی۔ ہماری تشکین خاطر کے لئے یہ بات کم کچھ کم نہیں ہو کہ ہماری ملکہ نے بھی ہماری رعایا کے سود و بہبود کے ان جملہ امور میں ہماری مدد کا خاص اظہار کیا ہو گا۔

May 10th 1910.

ملکہ معظّمہ الکزینڈرا کا قوم سے

درد بھر خط

Buckingham Palace

From the depth of my poor & broken heart
I wish to express to the whole nation & our kind
People we love so well, my deep — & felt —
thanks for all their touching sympathy
in my over — & whelming sorrow and unpeak-
able & anguish — not alone have I lost & every
thing in him, my beloved & husband but
the nation too & has suffered irreparable
loss & in their best friend, father & Sovereign
thus suddenly called & away — may God give
us all His divine help to bear this keenest &
of losses. Which he has seen & fit to lay upon
us — "His will be & done" Give me a thought in

۱۔ یہ خط ملکہ معظّمہ الکزینڈرا کے دست خاص کا لکھا ہوا ہے جس کا فوٹو عجیب کر قسیم کیا گیا
تھا اگرچہ ہم نے اس خط کا ترجمہ تاہم امکان ہے کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا ہے بلکہ کلام الملوک ملوک الکلام اس لئے
اس خط میں نقص کر دیا ہے کہ انگریزی داں اصحاب اس سے متفق ہوں۔ آپ کی ولادت یکم دسمبر ۱۸۶۲ء کو ہوئی
اس حساب سے آپ کا سن شریف ۴۷ سال کا ہے اور یہ انضال الہی صحیح و سلامت میں (بین المصنف) ۱۲

your prayers which will sustain & comfort me, in all I have to go through —

Let me take this opportunity of expressing my heartfelt thanks for all the touching letters & tokens of sympathy I have received from all classes high & low, rich & poor, which are so numerous that I fear it will be impossible for me ever to thank every body individually. I confide my dear Son into your care who I know will follow in his dear Father's footsteps, begging you to show him the true loyalty & devotion you showed his dear Father—

I know that both my dear Son and daughter-in-law will do their utmost to merit & keep it—

Alexandra

۱۹۱۰ء

بکنگھم پیس

ترجمہ

اپنے بیکس و غنوم دل کی تہ سے اپنی تمام قوم و رعایا کے گہر بان جن سے ہم کو خاص محبت ہو ان کی دل پر اثر کرتے والی ہم دردی کا شکریہ ادا کرتی ہوں جو انھوں نے میرے صدمہ پوش ربا و ناقابل اظہار عذاب تلے میں ظاہر کی پورے سیری تو دنیا ہی

شوہر محبوب کے ساتھ ختم ہو گئی قوم کو بھی ایک سچے دوست اور باپ اور بادشاہ کے دفعۂ چلے جانے سے ایسا نقصان پہنچا کہ اس کی تلانی ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اس صدمہ عظیم کی برداشت کی قوت ہم سب کو عطا فرمائے جو اس نے ہمارے مناسب حال تصور فرمایا۔ مشیت ایزدی میں چارہ نہیں کہ آپ لوگ اپنی دعا میں مجھے یاد رکھیں جس سے میرے ہر حال میں تقویت اور تسلی ہو۔ مجھے اس بات کا موقع دیکھیے کہ میرے پاس جن لوگوں کے جاں گداز خطوط لغزیت آئے ہیں اور جنہوں نے اظہارِ سم دردی کیا ہے میں ان کا دلی شکریہ ادا کروں۔ ان میں سب ہی درجے کے آدمی ہیں عالی خاندان بھی ہیں۔ معمولی اشخاص بھی۔ امیر بھی ہیں غریب بھی۔ جو اس قدر کثیر التعداد ہیں کہ ہر ایک کا شکریہ فرداً فرداً ادا کرنا ناممکن ہے۔ میں اپنے فرزند و لبند کو آپ صاحبوں کے سپرد کرتی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے والد کے قدم بقدم چلے گا اور آپ لوگوں سے استفادہ کرتی ہوں کہ جیسی سچی و فداواری اور اطاعت اس کے پیارے باپ کے ساتھ کی ہو ایسی ہی اس لڑکے کے ساتھ بھی کریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا فرزند و لبند اور میری بہو و دونوں حتی الامکان اپنے آپ کو مستحق و اہل ثواب کریں گے۔

الگزینڈرا۔

جب تک آپ کا دفن ہو آپ کا جسد مبارک فیلڈ مارشل

تجہیز و تدفین

کے لباس میں رکھا رہا اور ہر روز ایک خاص وقت پر دعا کے بعد حسرت نصیب اہل خاندان کو چہرہ مبارک کی زیارت کرائی جاتی تھی۔ اعلان شاہی کی رو سے تدفین کی تاریخ ۲۰ مئی ۱۹۱۷ء یوم جمعہ مقرر کی گئی اور حکم دیا گیا تھا کہ اس عالم گیر ماتم کے روز ٹھیک ایک بجے دن کے ہر جگہ دعائے مغفرت مانگی جائے۔ چنانچہ شاہانہ تہذیب و احتشام کے ساتھ ٹوپ گاڑی پر جنازہ رکھ کر فوجی جلوس کے ساتھ سینٹ جارج کے گرجا کے قبرستان کی طرف روانہ ہوا جس کے ساتھ خود مختار فرماں روا۔ سفیرِ نمایندہ قیصرِ جرمن و ولی عہدِ دولت عثمانیہ کے علاوہ ہر قسم کے بے تعداد لوگ شامل تھے۔ قبرستان میں پہنچ کر آرج بشپ آف کنیٹربری نے پہلے انجیل کا کچھ

حصہ پڑھا پھر مرحوم کے کچھ حالات اس طرح بیان کیے کہ سننے والوں کے دل ہل گئے۔ چنانچہ ایک طرف آنکھیں اور دوسری طرف رومال تریہ تھے بیغموم و مصیبت زدہ ملکہ الکزینڈرا کھٹنے ٹیک کر دعاے منفرت میں مصروف تھیں۔ جب جنازے کو پوند خاک کرنے کا موقع آیا تو صندوق جنازے پر سے نوازم شہنشاہی الگ کر لیے گئے اور گارڈز کنگ ایٹ آرمز نے دستور کے مطابق شہنشاہ متوفی کی تدفین کے بعد شہنشاہ موجودہ کا نام نامی علی روس الاٹھا دسنا یا۔ اس کے بعد قصر بکسکم میں ایک بڑی بھاری شاہانہ دعوت دی گئی جس میں قیصر جرمن کے علاوہ سات آٹھ بادشاہ اور ڈیڑھ سو کے قریب امراء دارکاران سلطنت شریک تھے۔ ملک معظم جارج پنجم نے اول تری و بحری فوج کی نسبت اپنی ذاتی خصوصیات کا موزوں الفاظ میں ذکر کرتے ہوئے نواہادیوں کے ایڈریس کے جواب میں اتحاد و یک جہتی کے بے نظیر اور قابل قدر خیالات کا اظہار فرمایا جس سے اُن کے خلوص و محبت میں ترقی ہو اور ہندوستانی رُوس اور عایا کے اظہار عقیدت کی نسبت ارشاد فرمایا۔

والد مکرم کے انتقال پر ملال کی خبر وحشت اثر سن کر والیان ریاست و رعایاے ہند نے جو پیام بھیجا ہے اس میں

پیام ملک معظم جارج پنجم

جس خاص ہم مددی و غیر خواہی کا ذکر کیا گیا ہے ہم اُس کا دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور اس عالم گیر نام کا جس طریق پر اظہار کیا گیا ہے اس سے ہمارے دل پر خاص اثر ہوا ہے۔ ہم اپنی سیاحت ہندوستان کے زمانے کو دل چسپی سے یاد کرتے ہیں اور ہندوستان کی یہودی کا ہمیشہ خیال رکھتے ہیں۔ مابعد دولت کو اپنے ذاتی تجربے سے بخوبی معلوم ہے کہ والیان ریاست اور رعایاے ہند کو ہمارے تاج کی خیر خواہی کا کیسا بھاری خیال ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ جس اطاعت کا اظہار ہماری جانشینی کے موقع پر کیا گیا ہے اس کا اعتراف خاص طور پر ہو کیوں کہ مابعد دولت کو بھی اپنی ہندوستانی رعایا کی یہودی کا اسی طرح خیال ہے جس طرح جدہ مکرمہ اور والد مکرم کو تھا۔

ایام ماتم

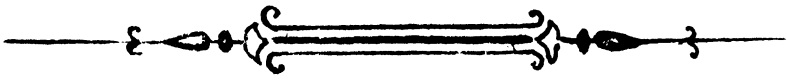
قرار پایا کہ چھ مہینے تک یعنی نومبر ۱۹۱۷ء تک بادشاہ آں جہانی کا ماتم رکھا جائے اور اس کے بعد حسن تاج پوتی کی باضابطہ تاریخ مقرر ہو۔

پارلیمنٹ میں سب سے پہلی تقریر

۱۱ ادا راکین و عائد سلطنت و سحر اصحاب !
بادشاہت اپنے عہد کی اس سب سے پہلی پارلیمنٹ کے افتتاح کرنے سے پہلے اُس بھاری نقصان کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو اس مملکت کو والد کرم کے انتقال پر پڑا ہے۔
ہوا۔ ابھی کوئی ایک برس بھی نہیں گزرا ہو گا جب مغلوں نے

اپنے تخت کی سچی و سچی ادکسی کو خواب خیال بھی نہ تھا کہ آپ کی زندگی دفنانے لگی اور جس متعدی سے آپ اپنی رعایا کی خدمت کر رہے تھے اس قدر سر لے الزوال ہو گئی۔ رضا قضا اب شہنشاہ عالم و عالمیان کے حکم کے آگے تسلیم کر کے میں آنجہانی کی مثال کو نمونہ قرار دے کر بڑے زور سے کہتا ہوں کہ ایسے وقت میں جب کہ چاروں طرف مجھ پر غم و الم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ ہر طرف سے فساد اور جاں نثار رعایا کے ہم دردی سے بھرے ہوئے تعزیت ناموں نے میری ہمت بڑھا دی اب میرے محترم چچا ڈیلوک آف کنٹا بھی جنوبی افریقہ والے مشن سے تشریف لے آئے ہیں جہاں کے مختلف شہروں اور قصبوں سے جب اُن کا گزرا تو بڑی خوشی کا مقام ہے کہ ہر ایک جماعت نے آپ کا خاطر خواہ استقبال کیا۔ واضح رہے کہ ہمارا تعلق ممالک غیر سے دوستانہ رہے گا۔ ہم ابھی سے بڑے اشتیاق کے ساتھ اُس کا نفرنس کا انتظار کرتے ہیں جس میں ہمارے ذرا سے سلطنت خاص مع وزیران خاص انگلینڈ میں آئندہ ماہ مئی میں اس غرض سے اجلاس کریں گے کہ وہ اہم امور جو سلطنت کی طرف سے اُن کی تحویل میں دیئے جائیں اُن پر غور کریں۔ ہمارا یہ بھی ارادہ ہے کہ یہاں کی تاج پوشی کے بعد ایک دفعہ پھر ہندوستان جائیں اور جلسہ تاج پوشی وہاں بھی خود نفس جا کے کریں۔ عن قریب آپ کے سامنے ایسی تجاویز بھی پیش ہوں گی جن کی رو سے دارالعوام و دارالامراء کے باہمی تعلقات کو ایسی صورت پر لایا جائے کہ علمی کارروائی بطور حسن ظہور پذیر ہو جن مقاصد کے حصول کے لئے ابھی اشتیاق

ہو چکا ہے آپ کے روبرو ایسے وسائل سے پیش کیے جائیں گے جو پارلیمنٹوں کے اجلاس میں اس سے پہلے اسی غرض سے پیش ہو چکے ہیں کہ جن کبرسنوں کو باوجود ازکار رفتہ اور کبرسنی کے غریب رلیف فنڈ سے امداد حاصل کرنے کا مستحق نہیں سمجھا جاتا اور جو خاص مستحق پیشہ ور اور ازکار رفتہ تاجروں کے روزیہ کے متعلق جرم میں دعا کرتا ہوں کہ پروردگار ہماری محنتوں میں برکت دے



ضمیمہ چہارم

ملک معظم جارج پنجم دام سلطنت ہم کے مختصر حال

آپ کی ولادت شب درمیانی ۲۰ جون ۱۸۶۵ء کی شب درمیانی میں ایک بیج کراٹھارہ منٹ کو مارلبرو ہٹوس کے قلعہ بالمورل میں ہوئی۔ آپ ایک ہی مہینے کے تھے کہ جس کمرے میں آپ اپنی والدہ ماجدہ کی آغوش میں آرام فرما رہے تھے چھت کو آگ لگ گئی لیکن فوراً خیر ہو گئی۔ آپ کو اور آپ کی والدہ کو معاً دوسرے کمرے میں بھیج دیا گیا اور چھت اڑھڑوا دینے سے آگ فرد ہو گئی۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی والدہ کو بال بال بچا دیا۔ آپ کے اصطبل کی رسم جولائی ۱۸۶۵ء کو ونڈزنگیل کے سینٹ جمیس گرجا میں بڑی کر وفر سے ہوئی۔ آپ کی دادی صاحبہ نے نرس کی گود سے آپ کو لے کر راج بسپ آپ کی ٹیڑہی کے سامنے اصطبل کے لیے پیش کیا۔ آپ کے دینی باپ ڈیوک آف کیمرج اور دینی ماں اُن کی ڈچس بنیں۔ آپ کے بڑے بھائی پرنس ایلرٹ کی اور آپ کی تعلیم ساتھ ساتھ ہوتی تھی۔ عرف شناسی کے بعد آپ کی تعلیم پادری ڈبلیو۔ بک آف النسلو کے سپرد کی گئی اور انھیں جنلا دیا گیا کہ تعلیم میں شہزادگی کی خصوصیت کا لحاظ نہ رہے بلکہ جس طرح دنیا جہان کے بچے پڑھتے ہیں یہ بھی پڑھائے جائیں چنانچہ پادری صاحب علاقہ تعلیم

دنپوی کے دینی تعلیم پر بھی زور دیا کرتے تھے۔ اخلاقی تعلیم والدین نے اپنے ذمے رکھی اور واقعی بات بھی یہی ہے کہ ماں باپ جیسی دل سوزی اور کون کر سکتا ہے۔ دونوں شہزادگان دالاتبار ایلبرٹ اور جارج ایک ساتھ رہتے ایک ساتھ پڑھتے ایک جان دو قاب تھے یکساں و سبر فورس نے چھپنے ہی میں یہ حکم رکھا دیا تھا کہ بڑا اپنے باپ کی طرح کسی قدر بلول رہتا ہے چھوٹا خوش مزاج تیز اور زندہ دل ہے ایک اور مستند شخص نے لکھا ہے کہ ”پرنس ایلبرٹ کا وقار زیادہ تھا۔ مخلوق اُن کو خاص نظر سے دیکھتی تھی (خاص کر اس وجہ سے کہ آگے چل کر بادشاہ ہونے والے تھے) دونوں کی تعلیم ایک ہی طریقے پر تھی۔ گو دونوں کی عمر میں تھوڑی سی چھٹائی بڑائی تھی مگر چھوٹے صاحب قوی الحشہ تین درست اور نومند ہونے سے بڑے بھائی کے برابر ہی سہرا بر معلوم دیتے تھے بلکہ وہ اپنی حاضر جوابی۔ باریک بینی اور جرات کے سبب تمام اُن مشاغل میں جن میں زیادہ سرگرمی اور آمدگی درکار تھی زیادہ نمودار اور ممتاز رہا کرتے تھے۔ ایک تیسرے صاحب کہتے ہیں۔ دونوں بھائیوں کو اس بات کا موقع دیا جاتا تھا کہ تابہ امکان منہی خوشی سے رہیں چنانچہ جس طرح ان کے والد ولی عہدی کے زمانے میں سینڈرز حکم میں رہا کرتے تھے ان کو بھی وہیں رکھا گیا تھا۔ ان دونوں میں استقلال۔ گرم جوشی۔ فراخ دلی۔ راست بازی کوٹ کوٹ کر بھری تھی چنانچہ کسی قصور کے اعتراف یا اصول کی پابندی میں دیکھی منتقل مزاجی اور دیانت داری کو ہاتھ سے نہ دیتے تھے۔ ایک اور مورخ نے بچپن کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ پرنس جارج کی شوخی طبع اور تیزی مام طور پر مشہور ہے۔ ایک مرتبہ ملکہ وکٹوریہ کے ساتھ ناشتے میں جارج بھی تھے اور کچھ شرارت کر رہے تھے۔ آپ کو بچوں کی بے موقع شرارت پسند نہ تھی۔ پہلے تو آپ نے دو ایک دفعہ منع کیا لیکن جب نہ مانا تو کہا میز کے نیچے چلے جاؤ اور جب تک تم اچھے نیچے نہ ہو خبردار میز کے نیچے سے نہ نکلنا۔ نیچے تو تھے ہی آپ نے کیا کیا کہ میز کے نیچے کھس سارے کپڑے اتار نیچے چم ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد دادی صاحبہ نے فرمایا۔ اچھا اب باہر نکل آؤ۔ ہاں رکھے تو اس حیثیت سے۔ ملکہ معظمہ دیکھ کر بے اختیار مسکرا دیں اور کہا کہ کپڑے پہنو۔ جب آپ کپڑے پہن چلے تو پیار کر کے اپنے برابر بٹھالیا اور

کہا کہ وہ صاحب زاوے! جو پہلے خود سروس کا حکم ماننا سیکھتے ہیں وہی آگے
 چل کر حکم کرنا بھی سیکھتے ہیں لٹو جی رات کے کمرچ اسپنڈ روز ٹاپچے میں لکھتی ہیں۔ ملکہ
 وکٹوریہ اپنے بچوں کو ہمیشہ علیحدہ رکھتی تھیں اس لیے بچوں کو اہل دربار سے اختلاط
 کا بہت کم موقع ملتا تھا۔ ان دونوں بھائیوں کی تعلیم میں بیار اور محبت سے کام لیا جاتا
 ہے۔ انھیں ان کی والدہ تقریباً ہر موقع پر اپنے ساتھ رکھتی تھیں جس سے ان کا میل
 جول اہل دربار سے بہ آسانی ہو گیا تھا۔ بچوں کو اپنے والدین سے قدرتی محبت
 ہوتی ہے ایک مرتبہ ملکہ وکٹوریہ تشریف فرما تھیں اور ڈچر آف کیمبرج بھی بارہا باب
 تھیں اور ایک لیڈی بھی تھیں کہ اتنے میں پرنس جارج کھیلے تھیلے ان ٹکٹے تیری
 لیڈی صاحبہ نے شہزادے کو اپنے پاس بلایا اور باتوں باتوں میں پوچھا کہ بھلا تو
 بتاؤ کہ مردوں میں تمھیں کون سا نام بھلا معلوم ہوتا ہے۔ شہزادے نے کہا۔ ایڈورڈ۔
 لیڈی۔ اور بھلا عورتوں میں؟۔ جان۔ الگزینڈرا۔ اور جب کتابوں میں سے
 عمدہ کتاب کا نام پوچھا تو کہا ”میری اٹ“ جس میں ہندوؤں کے عجائبات ہیں اسی
 سے قیافہ شناسوں نے تاڑ لیا کہ ان کا نام بحری قابلیتوں میں خوب چمکے گا۔
 قبل اس کے کہ ان کو بحری کالج میں داخل کیا جائے اس اصول پر کہ امیر غریب
 سب کو اپنا کام آپ کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے ان دونوں نوہنوں کو بننے
 باغیچے یعنی باڑی۔ مویشیوں کا رکھ رکھاؤ اور پرورش یہ ساری باتیں سکھائی گئیں۔
 سینڈرچم تو آپ کے والدین کا گھری تھا مگر دونوں شہزادے کو پن، سب جن
 (دارالحکومت ڈنمارک) اپنی انھیال کو بھی جایا کرتے تھے جہاں سیر و شکار کا مشغلہ
 رہتا تھا۔ گرامائی تعطیلیں اپنے خلیفے بھائیوں فیصلہ جبرین اور زار روس کے ساتھ
 بسر کرتے تھے پھر لندن کے مارلبورگ میں آجائے امد پر سات کاموں اپنی دادی کے ساتھ
 ہالینڈ کے شہر قلعے ایبرہل والی میں بسر کرتے۔ پچھڑے بعد پادری جان نیل ڈلٹن آپ کے
 آئینق مقرر ہوئے جنھوں نے پرنس کی تعلیم اسی خوش سلوبی سے انجام دی کہ آپ کے والد ماجد بہت خوش ہوئے
 جب خدا رکھے آپ ہوشیار ہوئے اور آپ کی باقاعدہ تعلیم کا وقت آیا تو عام خیال یہ تھا
 کہ دوسرے شہزادوں کی طرح آپ اٹن کالج میں داخل کیے جائیں گے مگر آپ
 کے والد ماجد نے ہمدہ امجدہ کے صلاح اور مشورے سے ونڈزر کے کپستان

پادری ڈولٹن کی نگرانی میں دونوں بھائیوں کو جون سٹیم کوکجری جنگی تجربہ حاصل کرنے کے لئے برطانیہ نامی جہاز پر بھیج دیا جو سو برس سے بحری سکول کا کام دیتا ہے جس میں دو تین سولر کے تعلیم پاتے ہیں۔ اس بات کی تاکید کر دی گئی تھی کہ ان کی تعلیم میں کوئی خاص امتیاز شہزادگی کا نہ کیا جائے بلکہ سب طلباء میں ملے جلے رہیں ہاں صرف سونے بیٹھنے کا مزہ الگ دیا جائے جب پرنس تعلیمی کورس سے فارغ ہوئے تو ستمبر ۱۸۷۹ء میں بریکانٹی نامی جہاز پر دنیا کی سیاحت کی اور بمبئی شہر کو لندن واپس تشریف لائے۔ ابھی ان کو وہی مہینے ہوئے تھے کہ یکم جولائی ۱۸۷۹ء کو پھر اسی جہاز پر بحری قلعہ میں شرکت کی غرض سے چلے گئے وہاں سے امریکہ کو واپس آئے۔ ۱۰ ستمبر کو اسی جہاز پر جنوبی امریکہ جنوبی افریقہ۔ آسٹریلیا۔ چین۔ جاپان کے سفر پر روانہ ہوئے۔ پرلنوں کو آسٹریلیا بہت پسند آیا چنانچہ انھوں نے اپنے اپنے روزنامے میں لکھا ہے کہ ”وطن کے بعد ہمیں آسٹریلیا بڑا پسند آیا“ ایڈلیڈ میں آپ سیر کو جارہے تھے۔ شہر کے باہر کوئی ایک بزرگ صورت ایک بڑا سا جھنڈا لٹے ہوئے گھوڑے پر سوار جارہے تھے۔ گھوڑا بدکا۔ بڑھا بے چارہ بے طور گرا۔ آپ فوراً گاڑی سے اترے اور اس شخص کو اٹھا کر کمال مہربانی سے پوچھا: ”کہیں آپ کو چوٹ تو نہیں لگی؟“ لالچی گاڑی میں اُسے بٹھلا کر سرائے تک پونہ چا دیا۔ (۴۲، ۴۳) میل کا سفر طے کر کے آپ امریکہ کو ہامہ (جاپان) پونچے۔ جہاں جاپان کے بادشاہ میکاڈو نے آپ کے نزول اجلال کے لئے ایک شاہانہ محل آراستہ کر رکھا تھا۔ آپ کو شاہانہ جلوس کے ساتھ اُس محل میں پونہ چا دیا گیا۔ باہمی ملاقاتوں کے علاوہ بڑی خاطر مدارات ہوئی۔ شہر میں روشنی کی گئی۔ رعایا نے بھی آپ کا شاہی اعزاز کیا۔ آپ نے شہر مقامات کی سیر فرمائی اور مختلف کھیل تماشے ملاحظہ فرمائے۔ آسٹریلیا سے جو عجیب و غریب جانور ہمارا لاے تھے وہ شاہ میکاڈو کو بطور تحفہ دیئے۔ شاہ میکاڈو کو مع جاپانی افسروں کے جہاز پر دعوت دی گئی۔ جاپان میں ہاتھ کدوائے کا بہت رواج ہے آپ نے بھی ہاتھ کدوا دیا۔ یہاں پردوں کے پھول بڑی نفاست سے بنے ہیں آپ نے

بھی ایک گلدستہ نو اکرائی والدہ ماجدہ کے لئے بھجوایا۔ آخری نومبر میں آپ
 بیکانٹی جہاز چھوڑ کر فلالی نامی جہاز پر سوار ہو کر چین کی طرف روانہ
 ہوئے۔ جہاں آپ کے واسطے بڑی بڑی تیاریاں کی گئیں تھیں شینگھائی
 میں آپ نے شکار کھیلا۔ ہانک کانگ میں کرسمس ہوا۔ نوروز کو سنگاپور
 روانہ ہوئے۔ یہاں آپ کی مدارات میں چھ لاکھ روپیہ صرف ہوا۔ جب سیام
 پہنچے تو بادشاہ کی دختر لورنہ خود مختار شاہزادے اور دانیان ریاست استقبال
 کو آئے۔ بادشاہ سیام نے ملکہ معظمہ کے نام خط دیا اور طلائی طشت نذر بھجوایا
 اور شہزادوں کو چھوٹے چھوٹے خوب صورت طلائی پیالے دیئے۔ سلطان جہیو
 نے آپ کو بڑے اہتمام سے اپنا مہمان کیا جہاں بودھ مذہب کے مندروں اور قدیم
 عمارتوں کا آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ سفر بیت المقدس یکم مارچ ۱۸۸۲ء کو پینس
 سوئیز پہنچے جہاں ایم۔ ڈی۔ سپینس جو اسماعیلیہ میں آپ کا منتظر تھا۔
 نہر سوئیز کا راستہ صاف کر رکھا تھا۔ دروز بعد اسماعیلیہ پہنچے اور جب تک
 بیکانٹی جہاز اسکندریہ میں داپس نہیں پہنچا خود یومصر کے مہمان رہے جنہوں
 نے آپ کے استقبال اور مہمان داری کی بڑی تیاریاں کیں تھیں۔ احرام مصر
 کی سیر فرمائی۔ بڑے مینار پر جب شہزادوں نے ۱۸۷۲ء کی سیاحت کے
 زمانے کے اپنے والد کے دستخط دیکھے تو وہیں دونوں بھائیوں نے اپنے
 دستخط بھی کر دیئے اور اس سنگین پختہ عمارت کو ملاحظہ فرمایا جہاں بڑے بڑے
 بادشاہوں اور نامور لوگوں کی نعشیں ہزاروں برس سے ایسا سلالہ کا محفوظ
 کی گئی ہیں جو اب تک صحیح و سالم معلوم دیتی ہیں اس سیاحت میں برکش بے
 ہمراہ رکاب تھے جو مقامی حالات سے آپ کو واقف کرتے جاتے تھے۔ خدیو کی
 کشتی میں آبشار کا ملاحظہ فرمایا۔ پھر قسطنطنیہ میں خاص طور پر ملاقات ہوئی جس
 میں آپ نے خدیو کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا فرمایا۔ یہاں سے بیت المقدس
 تشریف لے گئے۔ میجر کانڈی جو ۱۸۷۲ء میں آپ کے والد کے ساتھ اس
 سفر میں تھے وہی شہزادوں کی سمیت میں بھی تھے۔ سب سے پہلے جاف
 اُترے۔ آخر مارچ میں پینس کانسل کے ساتھ علاقہ شام کا سفر کیا۔

مستر مور نے جو آپ کے والد کے ساتھ بھی رہے وہاں کی سیر کرانی۔ آپ کی سیاحت کے متعلق ملکہ معظمہ نے سلطان معظم کو ایک اشتقاق نامہ لکھا کہ ”ان شہزادوں کو وہ تمام مقامات متبرکہ دکھلائے کی اجازت دیجیے گا جو ۱۸۶۲ء میں ان کے والد ایلبرٹ ایڈورڈ کو دکھلائے گئے تھے۔ چنانچہ سلطان معظم کی جانب سے لمبا ظروا بطو اتحاد خاص ہر ایک موقع پر پرشوں کے شایان شان خاطر مدارات کی گئی زروف پاشا مع ایک دستہ فوج یوشلم سے حیران پر استقبال کے لیے موجود تھے جنہوں نے نہایت عمدگی سے مقابرو معاہدہ کی سیر کرانی۔ حیران میں آپ نے تارین کا وہ درخت دیکھا جو حضرت ابراہیمؑ کے نام سے مشہور ہے جس پر پرنس جارج چڑھے بھی چنانچہ اس درخت پر چڑھنے کے ساتھ ہی وہ تمام قدیم واقعات جو انجیل مقدس میں درج تھے آنکھوں کے سامنے پھر گئے۔ وہاں سے بیروت واپس ہوئے اور سلطان ترکی کے علاقے سے رخصت ہونے سے پہلے بذریعہ تار سلطان معظم کی مدارات کا شکریہ کرتے ہوئے زروف پاشا اور احمد علی بیگ مصاحبین کی خدمات کا اعتراف بھی فرمایا اور مصاحبین کو تحفے اور تحائف بھی عطا فرمائے۔ ایٹینھنر دار الخلافہ یونان جاتے ہوئے بفر کی تکان کے سببے دروس اور تپ کی شکایت سے پرنس جارج کا مزاج وہاں کچھ ناساز ہو گیا اور اسی حالت میں الرینی کو جہاز ایٹینھنر پہنچا۔ شاہ یونان مع ملکہ جہاز پر استقبال کو تشریف لائے اور فوراً شاہی ڈاکٹر کو مقرر کیا جو کہ مزاج عالی بے حظ تھا پرنس ایلبرٹ کو کمر کو اپنے ساتھ لے گئے جہاں وہ ماموں ممانی سے ملے اور ایٹینھنر کے علاوہ الٹیک کے مناظر بھی دیکھے۔ ۱۸۶۲ء کو کریٹ ہو کر بحر الکامل کی کشتیوں کی دودھ دیکھی۔ امتحان سر پر آپونہی تھا صرف دو مہینے رہ گئے تھے ۲ جون کو کرفیو روانہ ہوئے ولنا اور جبر الطر کی سیر فرماتے ہوئے بندرگاہ لنسٹریل پہنچے۔ آسمورن پر آپ کے والد والدہ اور چند ممبران خاندان شاہی لینے گئے تھے۔ جہاز سے اتر سب کے سب ملکہ معظمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ۸ اگست کو آرمج بشپ آف سیٹ نے دینیات میں آپ کا امتحان لیا اور آپ کی

اصلی قابلیت سے سرزد ہوئے اور اسی دن سہ پہر کو ونگھم گرجا میں دونوں
شہزادوں کی کنفرمنس کی رسم ادا ہوئی جس کے خاتمہ پر آرج بشپ نے ایک
جامع اور مانع اور موثر تقریر کے خاتمے پر ارشاد فرمایا: "اے شہزادو! خدا کرے
تمہارے ہاتھوں وہ باتیں ظاہر ہوں جو سچی شہزادوں کے سزاوار ہو سکتی ہیں۔ کام
کرنے کے لیے آپ کے سامنے ایک وسیع میدان ہے اور بہت کچھ بھلائی کر سکتے ہیں۔"

ایکٹولیف یعنی کاروباری زندگی | پرنس جارج جب اپنے بھائی
پرنس وکٹر کے ساتھ جہاز پر

تجربہ اور دنیا کے بہت سے حصے کی سیر فرما چکے تو بڑے بھائی تو دلی عہد تھے ہی
آپ نے اپنے لیے مجری ملازمت کو پسند فرمایا۔ یکم مئی ۱۸۶۶ء کو آپ کینڈا جہاز
کے نقشہ بنے۔ ۱۸۶۹ء میں ٹارپیڈ و نمبر (۷۹) کے کمانڈر ہوئے۔ ۱۸۷۰ء
کو تھمپسن کے کمانڈر ہوئے۔ جب اتفاق ایک دن آپ کا جہاز ساؤتھ
میں کوئلہ لینے کے لیے لنگر انداز ہوا تو وہاں کے ایک مقامی ترکی پاشا نے یہ سن کر
کہ ملکہ معظمہ کا پوتا اس جہاز پر ہے ویکٹورین سے مل کر پرنس سے ملنے کی خواہش کی۔
کپتان نے آپ کو بلو ا بھیجا آپ کو ملا بھر دار ہے تھے بے کپڑے بدلے ویسے ہی
فوراً چلے آئے۔ ترکی افسر نے آپ کے سیاہی آلود لباس کی وجہ سے آپ کو نہیں
پہچانا اور متعجب ہو کر کہا کہ یہ کون ہیں؟ میں تو شہزادے سے ملنا چاہتا ہوں۔ کپتان
نے کہا یہی پرنس جارج ہیں۔ ترکی افسر۔ العدا اکبر بادشاہ کا پوتا اور یہ کام! کپتان
خدمت سے عظمت ہے اور اداے فرائض میں چھوٹے بڑے سب برابر ہیں۔
ترکی افسر۔ سچ ہے۔ "ہر کہ خدمت کر دے اور مخدوم شد"

بے شک یہ ایک عمدہ مثال ہے مبارک ہو وہ ملک جہاں کے فرماں رواؤں کی
یہ حالت ہو اور یہ دنیا میں نام آوری پیدا نہ کریں گے اور ترقی نہ کریں گے تو کون کرے گا۔
تھمپسن جہاز کی کپتانی کے زمانے میں کسی ایک دوسرے جہاز پر ایک شخص ملازم تھا
جو اپنی نافرمانی اور جہلپنی کے سبب کئی دفعہ جہاز لانے دینے کے علاوہ قیدی بھی تھکت
چکا تھا چنانچہ اس کے اعمال نامے میں ان امور کا اندراج تھا۔ اس کی حالت پر
ٹرس کھا کر اس کو اپنے جہاز پر بدلوایا اور اس کا اعمال نامہ دیکھ کر کہا دیکھو یہ باتیں

ایک بہادر سپاہی کے لیے کسی نازیبا ہیں اگر تم مجھ سے پکا وعدہ کر کہ اب سے ایسے کام نہ کرو گے تو تمہارے اعمال نامے کی کسی کو خبر بھی نہ ہوگی۔ آپ کی ہم دیکھا کہ اُس پر اتنا بڑا اثر ہوا کہ اُس نے اپنی ساری حرکات ناشائستہ سے توبہ کر لی آپ نے اُسی وقت اُس کا اعمال نامہ اُس کے رد و بروہی چاک فرما دیا۔ حسب معمول سر شام سیر سپاہی کو لوگ شہر گئے یہ بے چارہ بھگڑ پراگندہ روزی پراگندہ دل جہاز پی پڑا ہاں جب آپ کو اُس کی تنگ دستی کا حال معلوم ہوا تو اُسے بلا کر ایک پونڈ دیا اور کہا کہ تم بھی سیر کر آؤ۔ بالآخر آپ کے اس سلوک کا ایسا عمدہ اثر ہوا کہ وہ بیچ بچ کا ایک نیک اور غفنی شخص بن گیا اور تھوڑے ہی عرصے میں وہ ترقی کرتے کرتے سیجری کے عہدے پر جا پہنچا۔

۱۹۰۱ء میں شہزادہ جارج جہاز کے مستقل کمانڈر ہو گئے۔

جھک گیا اور فورٹ ولیم آج کیوں جھنڈا ترا
بکسی چھالی ہوئی ہر تجھ پہ کیوں ای انڈیا
کہہ تو ای انگلینڈ دیورپ تجھ پہ یہ کیا قصہ پڑا
کس لیے ملکیں ہر اذوقہ و ای ایشیا
کیوں گئی کوچوں میں لندن تے تم پر آج
مر گیا ہر کون عالی جاہ کس کا علم ہر آج

شہزادہ ایلبرٹ وکٹر کا انتقال
اور پرنس جارج کی ولی عہدی

ہیں پرنس فیلپز روتے آہ بھر کر دم بدم
ساراشاہی خاندان ہر منڈلاے درد و غم
کون سی آئی ہو اول جس سے یوں مرجھا گئے
اور چھوٹے لٹ سائے رنج میں ہیں بے گماں
افسران ملکی و فوجی ہیں مصروف فغاں
رنج میں ہر کل رعیت موت تو نے کیا کیا؟
ہیں پرنس آف ویلز روتے ساتھ جس کا زار
سُن کے جس کا حال ہر ساری رعایا و لشکار
جو بڑا پوتا ہماری ہند کی قیصر کا ہر

قیصر انگلینڈ و ہندوستان کے دل پر الم
ہر پرنس پرنس کے دل پر ہوا کوئی ستم
بھول سے چہرے بھوں کے یک بیک کھل گئے
آج میں ملکیں گور ز جنرل ہندوستان
صاحبان ملک کے بازو پہ ہر غم کا نشان
کس کے مرنے نے زمانے کو تہ و بالا کیا؟
یہ جنازہ کس کا اٹھا ہر بعد عز و وقار؟
ہیں پرنس پرنس کو دیکھ کر یوں بے قرار
یہ جنازہ حضرت شہزادہ وکٹر کا ہر

اٹھ گیا شہزادہ وکٹر جہاں سے ہے ہے
سلطنت کی آنکھ کے تارے پر یا نہر چھائے
کیسا ہیبت ناک ہر کام تیرا ہی اجمل
اُس کی وہ صورت وہ سن اعد و جوانی ہا ہا
کر دیا اسی موت تو نے کس کو فانی ہے ہے
بہوئی تصویر افسوس یوں خاموش ہو
یا دیکھ کچھ کون چوٹھ کی ماہ جنوری
اٹھوئیں تاج شہزادے کی پیدائش کی تھی
یہ جوانی اور مہ نازت ترا فوس ہر
ای جہاں ابو سے ہنر ہارے ابھی تک تین سال
دیکھ کر شہزادہ مرحوم کا خلق و جمال
کل جو تھا موجود سب میں آج وہ معدوم ہر
تھا ابھی لاہور میں جو اک شفا خانہ کھلا
واں سے ملتی تھی مریضوں اور بیوک دوا
یہ شفا خانہ بنا جس کے سبب وہ مر گیا
سارے رائل فمیلی اس یہی پہلے شخص تھے
تھیں پرنس ایڈی آف ڈاکان کی لیڈی ہا
پھول کھلے بھی نہ پائے پھول خود کھلا گیا
یہ وہ کم صد نہیں ہر جس کی ہم سب تاب لائیں
کیوں نہ ماریم سے چھین کیوں نہ ہم انہو نہیں
جو خدا چاہے کرے کچھ نہیں انسان کا
یا خدا کے حضرت قیصر کو روز افزوں حیات
وہ پرنس ویز کو بیٹے کے مدد سے نجات

کیا سخت افسوس ہر ایسے جوان کو موت آئے
عیش و عشرت کا پلاویں قبر کے کونے میں جاے
کس قدر بنام دیکھا نام تیرا ہی اجمل
اُس کی وہ باوقر ساری زندگانی ہائے ہائے
وہ نہیں ہر اُس کا غم اُس کی نشانی ہے ہے
یوں اہل بے ہوش کر دے اُس کو جودی شہا
تیرے گنے کی ہوئی تھی کسی دنیا میں خوشی
آج اُس بالوں کچھ اپنے دل میں سوچ بھی
پورے تانہ جس کا گھر بگھر افسوس ہر
آئے تھے ہندوستان میں وکٹر فرخندہ خاں
ہند کی ساری رعایا ہو گئی تھی بس نہال
کل جو تھا زندہ سلامت آج وہ مرحوم ہر
آپ کے ہی نام سے اُس کی ہوئی تھی ابتدا
آن میں داں آن کر بروکھ سے پائے تھے شفا
داغ مرگ نو جوانی سب کے دل پر دھڑ گیا
خاندان میں اپنے جوشادی کو راضی ہو گئے
تھوٹے ہی سے دن بس لپا تھی ہے تھے مہار
بیامہ سے پہلے ہی پہلے موت کا دن آ گیا
یہ وہ صد نہیں ہر جس کو جلدی بھول جائیں
پردہ کے حکم سے مجبور ارشد سر جہاں میں
یہاں دنیا میں ہر یہ آدمی کچھ اُن کا
اور پرنس آف ویز کی بے غم ہے دنیا میں ہر
بخش دے شہزادہ وکٹر کی روح پر صفات

لطف عیسیٰ آسمان پر عامی و غم خوار ہو
مرنے والا ہر اکبیل لا تو ہی اس کا یار ہو

پرنس ایلبرٹ وکٹر ولی عہد ہونے سے ڈیوک آف کلیئرٹس کہلائے تھے ان کی نسبت ڈیوک آف ٹاگ کی صاحبزادی پرنس وکٹوریہ یا میری سے ہو چکی تھی۔ ۱۹۱۱ء میں کرسمس کے تہوار کے وقت آپ کو کچھ انفلو انزا کی شکایت تھی اور مزاج بدشاش نہ تھا۔ بعد میں شکایت بڑھ گئی اور ۱۲ جنوری ۱۸۹۲ء کو بیوی مرض جان لے کر ہی ٹلا۔ پرنس وکٹر کی جواں مرگی سے سارا خاندان نہیں سارا انگلستان اور ہندوستان ماتم کدہ بن گیا یہ تہا اتر اصدہ تھا ایک نوجوان مرگی۔ دوسرے ولی عہد کا اٹھ جانا تیسرے شادی میں خانہ بربادی ہو جانا تسلیٰ ہر تو محض اس بات سے کہ یہ مرحلہ ہر کہ وہ کو دیر پیش ہے۔ کوئی آگے کوئی پیچھے سب کو یہ سفر نازیر ہے۔ پرنس جارج کو برابر کے بھائی اپنے قوت بازو کے دفعۃً اٹھ جانے کا بڑا قلق ہوا۔ آپ کو چھیٹھ ضروری جہاز کی خدمت پر سے طلب کر لیا گیا۔ ۲۵ مئی ۱۸۹۲ء کو پرنس کو حضور ملکہ مظہر نے اڈورڈ ہفتم کا ولی عہد تسلیم فرما کر ڈیوک آف یارک۔ ایل آف انونیس سکاٹ لینڈ اور بیرن آف کلارنی آیر لینڈ کے خطا بات دیئے۔ ۷ جون ۱۸۹۲ء کو آپ نے ولی عہدی کا حلف لیا اور ۱۸۹۳ء میں ہوس آف لارڈز میں آپ بطور ڈیوک آف یارک کے شریک ہوئے۔

شادی | چوں کہ آپ کا سن شریف تیس کے لگ بھگ تھا آپ کی شادی کی نسبت چو طرف خیال دوڑا یا گزرتا رہتا رہتا بہتر سے بہتر یہی بات قرار پائی کہ پرنس وکٹر کی سنگیتر سے بہتر اور کون ہے۔ پرنس وکٹر سے سب قرار داد ہو کر ان کی موت نے جو کھنڈرت ڈال دی اشک شونی بھی ہو جا گیا۔ ۱۸۹۳ء کو اس انعقاد کا شاہی اعلان بھی نافذ ہو گیا اور ۷ جولائی کی سبھ گھڑی قرار پائی۔ اس شادی کی بہار کا بیان صفحہ قرطاس پر خارج از امکان ہے۔ بڑی دھوم دھام سے جلوس نکلا۔ ساری سڑکیں اور سستے پٹے پڑے تھے۔ شاہ لڈنمارک۔ زار روس۔ پرنس جبرسن اور دیگر سلطنتوں کے سفیر۔ ہنر ہائیس مہاراجہ کپور تھلہ۔ ٹھاکر صاحب گونڈل۔ ہنر ہائیس سر آغا خاں اور سارے ممبران دودمان شاہی اس مبارک تقریب میں شریک تھے۔ کنگم پلیس میں شاہانہ

دعوت ہوئی۔

اس شادی سے لوگ نہال نہال تھے۔ دو طحا دلہن کے دیدار کے واسطے بے قرار۔ ملکہ معظمہ آجہانی کو اپنی عزیز رعایا کی دل جوئی فرض اولین تھا چنانچہ حضور ممدوحہ محل کی چھت پر مع دو طحا دلہن کے برآمد ہوئیں اور رعایا کو خوب دل بھر کر دو طحا دلہن اور عوسی جوڑے کے دیکھنے کا موقع دیا۔ مسٹر کلپٹر سٹون ذریعہ نے ملکہ معظمہ کو مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ۔ دو پرنس جارج گوالیہی کم سن ہیں مگر چشم بد دور اپنی صفات حمیدہ اور خصائل پسندیدہ کے سبب رعایا کے دلوں کو مسح کر چکے ہیں۔ انھوں نے اپنی ساری عمر ملک کی اُس خاص بحری خدمت کی انجام دہی میں صرف کی ہے جس پر اُن کے اہل وطن کو بجا ناز ہے۔

حضور ملکہ معظمہ کا اعلان | چوں کہ ملکہ معظمہ نے اپنے پیارے پوتے کی شادی خانہ آبادی پر رعایا برابرایا کا سچا

جوش اور خوش عقیدتی کو بہت بڑا ہوا پایا آپ نے مراحم خسروانہ سے یفرمان عطا فرمایا۔

”مابدولت اپنی رعایا کے اس جوش مسرت کے اظہار پر از حد خوش ہیں جو انھوں نے ہمارے پوتے کی شادی کے موقع پر ظاہر کی ہے۔ واقعی یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کیوں کہ ہماری رعایا ہماری شادی و عہد میں سچی ہمدردی کا اظہار کرتی رہی ہے۔ مابدولت اپنی رعایا کی ہمدردی سے بخوبی آگاہ ہیں کیوں کہ ایسا رشتہ اتحاد جو رعایا اور شاہ کے مابین ہوتا ہے استحکام سلطنت کا باعث ہوتا ہے۔ حضور مابدولت اپنی رعایا کی اس دعا میں تہ دل سے شریک ہیں کہ جو ہمارے پیارے شہزادوں کی خوشی اور سلامتی کے لئے وہ منار ہے ہیں۔“

پانچ بجے شام کے قریب ایک چواسپہ گارڈی میں دو طحا اور دلہن سوار ہو کر سینڈرنگھم کو روانہ ہوئے اور سارے رستے اُن پر بھجولوں کی بچھاؤں ہوتی رہی۔ کیمر ج میں مبارک باد کا ایڈریس پیش کیا گیا۔ آپ کو جس قدر خطاب ملے اُن کے ساتھ کوئی نقدی عطیات نہ تھے سوائے دیوک آف کارنوال کے کہ اس کی نواکھرو پیہ سالانہ آمدنی تھی۔

آپ کی بیگم صاحبہ کا بھی نولاکھ وظیفہ مقرر کیا گیا۔

(۱) پرنس ایڈورڈ ایلبرٹ کرچن جارج اینڈریو پٹرک ڈیوڈ

اولاد

پرنس

ویلز ولادت

(۲) ایلبرٹ

پیدائش ۴ اکتوبر ۱۸۹۵ء

ایلسیری کرسٹی

۱۸۹۶ء (۳)

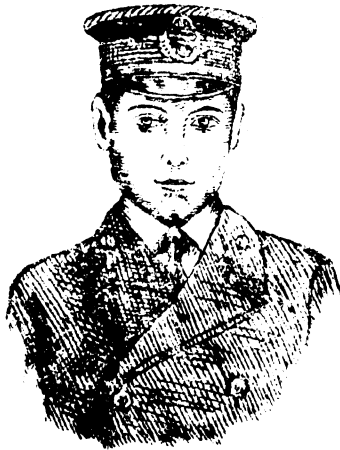
فریڈرک ایلبرٹ پرنس

(۵) جارج ایڈورڈ

ولادت ۱۰ دسمبر ۱۸۹۷ء

فریسیس ولادت

وفات ۱۹۱۹ء



شاہزادہ ویلز

۲۳ جون ۱۸۹۴ء

فریڈرک آرثر جارج

(۳) وکٹوریہ الگزنڈرا

ولادت ۲۵ اپریل

ہنری ولیم

۱۹۰۱ء

الگزنڈرا اڈمنڈ

(۶) جان چارلس

۱۲ جولائی ۱۹۰۵ء

۱۸۹۷ء میں آپس میں

بیگم صاحبہ کے سرکاری

طور پر آئرلینڈ تشریف لے گئے

شادی سے ولی عہدی تک

گورنٹ ہوس میں جہاں آپ ٹھہرے تھے آئرلینڈ والوں نے ایڈریس میں

کیا بڑی شاندار دعوت ہوئی۔ آپ کوئی ایک ہفتے تک ڈبلن دارالخلافہ

آئرلینڈ میں تشریف فرما رہے اور مختلف مقامات کی سیر فرمائی اور مناسب تقریریں

کیں۔ پھر ۱۸۹۹ء اور ۱۹۱۱ء میں پروٹ طور پر آئرلینڈ کی سیر کو تشریف لے گئے

بیسویں صدی کے شروع میں بحر ہند وغیرہ کی نوآبادیوں میں سلطنت کے

اعلیٰ تعلقات کے متعلق بائبل نئی تحریکیں شروع ہوئیں دہر دور کے علاقوں

سے جنرل گارٹون کی مدد اور خرطوم کی واپسی کے لئے فوجیں بھیجیں جن میں

نہ صرف آئرلینڈ اور کینڈن ہی شامل تھے بلکہ نیوزیلیڈ، لٹوا

طسمانیہ اور سنڈگا پور کی پلیٹیں بھی شریک تھیں چنانچہ ان نوآبادیوں

کے لوگوں نے اپنی وفاداری اور نمک حلائی کے صلے میں پارلیمنٹ ملنے کی

خواہش کی یکم جنوری ۱۹۱۷ء کو کوئین وکٹوریہ نے ان کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور اعلان فرمایا کہ جزائر نیو سووڈ و یلڈ وکٹوریہ یا جنوبی وغربی اسٹریلیا کو کمینٹر لینڈ اور طسمانیہ کی دست بستہ آسٹریلیا کا من و ملتھ کے نام سے عطا کی جائے جس کے افتتاح کے لیے پرنس جارج ڈیوک آف یارک مقرر ہوئے لیکن اسی اشار میں کوئین وکٹوریہ کی وفات کا سانحہ پیش آیا اور خیال ہوا کہ اب شاید پرنس نہ جاسکیں لیکن آخر کار یہی بات ٹھہری کہ ملکہ انجہانی کے فرمان کی تعمیل ہونی چاہیے اور ملک معظم ایڈورڈ و سقم نے عنان حکومت اپنے دست قدرت میں لیتے ہی ارشاد فرمایا کہ مابعد دولت کو اگرچہ اس زمانے میں اپنے تخت جگر کی جدائی شاق ہوگی مگر اس خیال سے کہ والدہ مکرہ کی خواہشات کی تکمیل ہونی چاہیے اور چوں کہ انھیں اور ان کے ساتھ مابعد دولت کو بھی اپنی رعایا کے آزدیے بخور سے خاص دل دہیزی ہو اس لیے ہم نے قرار دیا کہ آسٹریلیا کا دورہ موقوف نہ ہو بلکہ اس میں نیوزی لینڈ کا دورہ بھی شامل ہو پرنس کی روانگی کے لیے اوفیشی جہاز آراستہ دیر استہ کیا گیا جس میں چھاپے خانہ لائبریری اور شفا خانہ بھی تھا چھوٹے بڑے افسر ملا کر سو پائنتو ہم آ رہے تھے ۱۶ مارچ ۱۹۱۷ء کو پرنس مع اپنی بیگم صاحبہ کے روانہ ہوئے۔ ۲۰ مارچ کو جبرالٹر میں پونچے وہاں کے گورنر نے بڑا اہتمام کیا جبرالٹر سے مالٹا اور مالٹا سے عدکن پونچے جہاں پانچ میل تک ٹرک کے دورویہ آرایش کی گئی تھی مختلف مقامات پر عرب سردار سو مالی لینڈ کے حکام اور افواج استقبال کے لیے موجود تھے مختلف سلطنتوں کے جہازوں سیمروں پر ویلیکم (خوش آمدید) کے پھریرے اڑ رہے تھے۔ اور کے پونچتے ہی (۳۱) توپوں کی سلامی ہوئی۔ عدکن میں اپنے آتش خیز بھاری چٹول اور تالابوں کی سیر کے بعد شہر کے مشہور مقامات ملاحظہ کیے جس کے بعد سڑاچ سی وٹشائے ایڈریس پیش کیا اور پرنس کی طرف سے اکابر اور مقام کو دعوت دی گئی یہاں سے سیلون روانہ ہوئے۔ کلیمبو پونچے پر شینگھائیوں نے ایڈریس پیش کیا مختلف مقامات کے ملاحظہ کے

بعد دربار عام ہوا جس میں والیان ریاستہائے سیلون نے اطاعت و فرماں برداری کا اظہار کیا۔ عربی پاشا جو بطور امیر سلطانہ یہاں تھے وہ بھی باریاب ہوئے۔ جس کو معاف فرما کر اپنے وطن بلوفسٹھجوا دیباہ سنگاپور میں سلاطین ملایا سے ملاقات ہوئی۔ سنگاپور کے گرد کے جزائر کی بھی سیر فرمائی۔ ۶ مئی کو آپ کا جہاز لمبورن کے بندر پر لنگر انداز ہوا جہاں آسٹریلیا کے چار جہازوں نے سلامی دی اور (۲۵) ہزار لڑکوں نے جو سمندر کے کنارے جمع تھے ہرپ ہرپ سڑا کے نعرے لگائے اس موقع پر بے حد مجمع تھا اور گرد و نواح سے پونے چار لاکھ آدمی جمع آئے تھے۔ شاہی سواری کا بڑا بھاری جلوس نکلا ایک بڑا سلسلہ فوج اور فیس گاڑیوں کا تھا شہزادے مع خاتون محترمہ کے ایک پرتکلف گاڑی میں سوار تھے آپ کے پیچھے بہت سی گاڑیاں تھیں جلوس کے دوسرے دن نمائش گاہ والے مکان میں دربار لیوی ہوالارڈ ہوپ ٹئون گورنر جنرل نے ایڈریس پڑھا جس کے جواب میں شہزادے نے فرمایا: ”اگرچہ جدہ ماجدہ کی زندگی میں ہی میرا یہاں آکر پارلیمنٹ کا افتتاح کرنا قرار پا چکا تھا مگر ان کے فوری انتقال پر ملال سے سب کو یہی خیال پیدا ہوا کہ شاید میرا یہاں آنا ملتوی رہے لیکن والد مکرم نے اس فرمان کو پورا کرنے کا اعلان اپنی پہلی سپیچ میں فرمایا۔ جنگ ٹرینیوال میں جس قدر امداد آسٹریلیا کے بہادروں نے دی وہ بدولت آباد تک بھجولنے والی نہیں۔ آسٹریلیا تاج برطانیہ کا ایک درخشندہ جواہر ہے۔ اس کی سرسبزی میں گورنمنٹ انگریزی کی سرسبزی ہے اور اس کی بہتری و خوشی ہمیشہ فرما رہی ہے۔ روئے تخت برطانیہ کو ملحوظ خاطر ہے۔ اب میں والد مکرم کی طرف سے اس امر کا اظہار ضرور سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں کو جنگ ٹرینیوال میں ہم دردی کی وجہ سے میں آپ کو متحدہ کاسن وکٹو دینے کا اعلان کرتا ہوں تاکہ جو اختیارات اس پارلیمنٹ کو حاصل ہوں ان میں عمل میں لانے میں تاج برطانیہ کی خیر خواہی اور اراکت ہندی کو ترقی ہو اور آخر میں ہم احکم الحاکمین خداوند عالم و عالمیاں سے دعا کرتے ہیں کہ یہ اتحاد جو آسٹریلیا اور گورنمنٹ انگلشیہ کے مابین قائم ہوا ہے۔ رعایاے آسٹریلیا کی ترقی اور بہبودی کے حق میں اور بھی مفید ثابت ہو اور اس گورنمنٹ عالیہ کو اور بھی قوت ادا استحکام حاصل ہو۔“ پھر گومینز لیبٹر۔ نیو سووتھ ویلز کے صدر مقامات کے دورے کے بعد جزائر

بارشیش۔ جاوا۔ نیوز لینڈ۔ کیوبک۔ طسمانیہ وغیرہ دیکھے۔ جنوبی امریکا
 سے جنوبی افریقہ تشریف لے گئے راستے میں جزیرہ مارشیش میں چار
 روز قیام رہا۔ ۱۳ اگست کو ڈرن پونچ کر سرکاری فوج کا ملاحظہ کیا جس میں لارڈ کیننگ
 بھی شریک تھے۔ زولو قوم کے بچپن سرداروں نے سلامی دی چوں کہ بوسندوں
 سے جنگ چھڑے تھوڑے ہی دن گزرے تھے اس لئے درباری تقریریں آپ
 نے فرمایا۔ دودھ اکبر زمانہ جو بڑے بڑے عمول کو بھلا دینے والا ہے یہاں کے باشندوں
 کو طبی کامل صبر عطا فرمائے اور یہ ملک جلد ان مصائب سے نجات پائے۔ سرداران
 حبش کے ایڈریس کے جواب میں فرمایا۔ دہماری وادی صاحبہ آں جہانی کو جو محبت
 اپنی رعایا سے تھی والد کرم بھی اسے بوجہ حسن قائم رکھیں گے انھوں نے اپنی والدہ
 محترمہ کا برتاؤ رعایا سے دیکھا ہم ان شاء اللہ ان کے قدم بقدم چلیں گے اور انھیں
 کی مثال کامونہ نا کر حبش کی رعایا پر خاص توجہ مبذول فرمائیں گے یکمپ سموں
 کے لڑکوں کی دعوت ہوئی انھوں نے بڑے خلوص سے ایک ٹھوآپ کو نذر دیا کہ
 ”یہ ماجینر تحفہ اپنے شہزادے پرنس ایڈری (موجودہ دلی عہد ملک معظم جارج پنجم) کے
 لئے قبول فرمائے“ یہاں کی یونیورسٹی نے آپ کو چفیسٹر تقرر کیا۔ یہاں آپ کیسٹ
 گئے جہاں لارڈ منٹگو گورنر جنرل تھے (جو ہندوستان میں بھی نہایت مشہور تھے) گورنر
 جنرل (رہے) اس نوآبادی کے دارالصدر کیوبک نے بھی ایڈریس دیا اور
 یہاں کی شہر یونیورسٹی نے آپ کو ایل ایل ڈی کی ڈگری دی۔ شہر تارینچی
 مقامات کی سیاحت کے بعد آٹما وہ یونیورسٹی اور دیگر درسگاہوں کو ملاحظہ فرمایا
 پھر ونگوورا اور وکٹوریا دیکھنے کے بعد اس لمبے سفر کا خاتمہ ہوا۔ واپسی کے وقت
 آپ ٹارنٹو۔ آلبٹا۔ نیبرا۔ آدیکہ کرنٹنٹن۔ یوکر۔ سینٹ لارنس۔ پونچے۔ ۱۹
 اکتوبر کو سیلیٹکس اور ۲۲ کو نیو فونڈ لینڈ پہنچے۔ پونچ اخیر والعافیت وطن وصال
 ہوئے۔ چوں کہ ۹ نومبر ۱۹۰۷ء کو آپ کی عدم موجودگی میں آپ کو باقاعدہ طور پر
 دلی عہد امدارل آف چیپٹر تقرر کیا گیا تھا اس لئے لندن کی تشریف آوری
 پر آپ کا جلوس شاہی حیثیت سے بڑی دھوم دھام سے نکلا۔ سفر سے واپسی پر
 گلڈ ہال میں آپ نے ایک معجزہ الارا اسپیج فرمائی جس میں سفر کے تجربات نوآبادیوں

تہذا اور وہاں کے لوگوں کی وفاداری اور خیر خواہی کے حالات حب وطنی۔ ہزار فوج کی قواعد و سب کچھ مفصل بیان فرمانے کے بعد آخر میں یہ فرمایا کہ اگر ہمارے انگریزستان کے کاریگراں لوگوں کی ضرورت کے مطابق مال تیار کریں اور ان منڈیوں کو ہاتھ میں رکھیں تو معقول فائدے اٹھا سکتے ہیں اس کے بعد آپ چند سال وطن میں رہے۔ اگرچہ آپ کی دلی خواہش تھی کہ سلطنت کے ان حصوں کو دیکھیں جو باقی رہ گئے ہیں لیکن ملک معظم کی ناگہانی علالت کی وجہ سے جشن تاج پوشی ترک کیا تو ایسی نازک حالت میں آپ کیسے جاسکتے تھے۔

ولی عہد کی حیثیت سے ہندوستان کی سیاحت

جب آپ تاج پوشی کے دربار پر باضابطہ ولی عہد مقرر ہوئے تو آپ کے والد ماجد نے خواہش ظاہر فرمائی کہ آپ ہندوستان جا کر دیکھیں خانیجہ لارڈ کرزن وائسرائے نے یکم جنوری ۱۹۰۵ء کی دربار تاج پوشی کی سچ میں اس بات کا اعلان

فرما دیا تھا۔ ملک معظم نے اواخر ۱۹۰۵ء آپ کی سیاحت کا وقت مقرر فرمایا اور یہ بھی مزید اہل ہند کو سنایا کہ آپ کی لیڈی صاحبہ بھی ساتھ ہوں گی۔ ریلوے نامی جہاز جس میں ڈیوک آف کانٹا ہندوستان تشریف لائے تھے وہی آپ کے لیے آراستہ کیا گیا جس میں کھانے۔ سونے۔ نشست۔ تاج۔ ہسپتال۔ میسرے اور دیگر ضروریات کے کمرے جدا جدا سجائے گئے۔ آپ کے صحابین میں سر والٹر لارنس اور کئی نامور اصحاب تھے اور اسی طرح لیڈی صاحبہ کے ساتھ چند نامور لیڈیاں تھیں۔ ملک معظم نے آپ کی سیاحت کا تفصیلی پروگرام اپنی ذاتی نگرانی میں مرتب فرما دیا تھا اور یہ بھی اعلان فرما دیا تھا کہ کوئی تحفہ قبول نہ کریں گے البتہ نیو نیپال اور دیگر جماعتوں کے ایڈریس مع شکٹ (منہ و چہی) کے منظور فرمائیں گے۔

۹ نومبر ۱۹۰۵ء کو آپ کا جہاز مع خدم و حشم کے سپہرہ وقت بندرگاہ بمبئی میں پونچھا۔ لاڈ اور لیبڈی کرزن اس استقبال کے لیے موجود تھے۔ انریبل سرفروہ شاہ مہنت نے کارپوریشن کی طرف سے مبارک باد کا ایڈریس پڑھا جس میں اس طرف بھی اشارہ تھا کہ دشنہ شاہ بیگم شاہی خاندان کی پہلی لیڈی ہیں جنہوں نے سدرین

ہندوستان کو اپنے قدوم سمیت لزوم سے مفتخر فرمایا۔ ولی عہد بہادر کا جواب۔ ”کوئی بیس برس ہوئے ہوں گے جب کہ والد مکرم نے اس جگہ تقریر فرمائی تھی۔ اگرچہ ان کی سیاحت کا نام نہ مثل خواب ہی مگر وہ اس کو فراموش نہیں کرتے وہی اشتیاق مجھے بھی کشاں کشاں لایا ہوا میں تہ دل سے مشکور ہوں کہ آپ نے اس خواب کو سچ کر دکھایا ہے۔ والد مکرم کے قدوم بقدم چلنے سے اس بارے میں ہم پرانی روایات کو مستحکم کر دیا ہوا اور مجھے اُمید ہے کہ ہماری آئندہ تسلیس بھی اس کی تقلید کریں گی۔ میں نے پندرہ زنگوار اور جدہ ماجدہ سے ہندوستان اور ہندوستان والوں سے محبت ترک نہیں پائی ہے اور ایام طفولیت سے ہندوستان کے ساتھ مہربانی سے ملنا خوش اخلاقی اور بہادری کو منسوب کرتے آئے ہیں اور ہم بوٹوق کہتے ہیں کہ یہ ابتدائی خیالات آئندہ چند ماہ کے تجربے سے اور مضبوط ہو جائیں گے۔“

بمبئی میں شان دار جلوس کے علاوہ پبلک نے نہایت پر جوش استقبال کیا۔ دایان ریاست۔ ہندو مسلمان پارسی جٹلینوں سے ملاقاتیں کیں۔ کئی بلوں (پتلی گھر) اور خاص خاص حرفتی کار خالوں کو ملاحظہ فرمایا ایک عالی شان دربار میں شرکت فرمائی اور چھ روز کے قیام کے بعد اندور تشریف لے گئے یہاں سرکار عالیہ سیکم صاحبہ بھوپال، مہاراجہ صاحبان ریوال۔ اور چچا۔ دیتا۔ چمرکھاری سے ملاقات فرمائی اور ایک شان دار دربار میں ان دایان کو متنع پہناے جو ملک معظّم نے بھجوائے تھے۔ رزیدنسی میں ایک گارڈن پارٹی ہوئی جس میں مہاراجہ دیتا کے ایک ہاتھی نے خوب خوب کرتب دکھائے۔ شام کو غوا کو کھانا کھلایا گیا۔ ملکر کے رسالے اور بھوپال کے لائسنز کی قواعد بہت پسند آئی۔ ملک معظّم کی یادگار میں کنگ ایڈورڈ ہال کا افتتاح فرمایا۔ اودر پور میں آپ نے زرہ بکتر والے بہادر سپاہی اور تیس گھوڑوں ساتھ نیوں اور ہاتھیوں پر سواری ملاحظہ فرمائے۔ ہر ہائیس کی صرف ایک ہی رانی سن کر اور نیز ان کی قادر نشانی بازی پر حسین و آفرین کی۔ بیس خورد سال ٹھا کر صاحب بیدالہ بھی باریاب ہوئے جو وہی تلوار لگاے ہوئے تھے جو ان کے والد کو غصہ کی وفاداری خدات کے صلے میں ملی تھی۔ اودر پور کی تحصیل کا نظارہ بہت پسند آیا۔ جی پور۔ ہر ہائیس مہاراجہ صاحب بہادر کو دلایتند میں شرف باریابی حاصل ہو چکا تھا یہاں شاہی دولت

کے علاوہ شیر کا شکار بھی ہوا۔ بہاراجہ صاحب نے آپ کی تشریف آوری کی یادگار
 میں انڈین فینین رلیف فنڈ میں عطیہ سابقہ کے علاوہ تین لاکھ روپیہ عطا فرمایا۔
 ہزار کیس اپنی تلوار نکال کر آپ کے قدموں پر رکھ دی۔ سیرکانہ پیر یہاں کے مہاراجہ
 صاحب کو بھی ولایت سے نیاز حاصل تھا بڑا پر جوش استقبال ہوا جنگلی کبوتروں اور
 سور کا شکار ہوا۔ آپ کی تشریف آوری کی مسرت میں اپنی فوج کا لقیہ لطف حصہ
 بھی امپیریل سروس میں دے دیا۔ شاہزادے صاحب نے سیرکانہ پیر کیل کو
 کی تعریف فرمائی۔ لاہور یہاں فٹنٹ گورنر بہادر پنجاب اور دیگر حکام کے علاوہ والیان ریاست
 ہائے کشمیر۔ بیٹالہ۔ بہاولپور۔ جہلم۔ نابہہ۔ لیورنگھلہ۔ منڈی۔
 سر مور۔ مالیر کوٹلہ۔ فریڈ کوٹ۔ چیمبر۔ سکیت وغیرہ استقبال
 میں شریک تھے۔ سارا شہر آراستہ تھا۔ میونسپلٹی اور پنجاب ایسوسی ایشن کی
 طرف سے ایڈریس پیش ہوئے۔ شہر میں بھی جلوس نکلا۔ والیان ریاست اور
 بعض معززین کو شرف باریابی دیا گیا۔ چھانڈنی میاں سپر میں فوجی قواعد ملاحظہ
 فرمائی جس میں ریاستوں کی فوجیں شامل تھیں۔ راجہ کے چار روزہ قیام کے بعد
 لٹ اور کامبر آیا۔ یہاں تمام سرحدی رؤساء و قبائل حاضر تھے۔ آپ نے
 وڑہ خیر۔ لنڈی کوتل۔ علی مسجد وغیرہ سرحدی مقامات کو بھی ملاحظہ فرمایا۔
 آفریدی جگہوں نے نہایت خلوص و عقیدت سے عرض کیا کہ ہمارے سردار
 ہماری جائدادیں حضور پر نشانیں اور اپنے دستور کے موافق شہد کے چھتے
 اور بھیڑیں نڈریں۔ راولپنڈی میں لارڈ لچر کمانڈر ان چیف نے
 آپ کو ۲۵۰ ہزار فوج کی مستحق جنگ دکھلائی۔ جموں میں بڑی دھوم دھام
 رہی دعوت اور روشنی بڑی پر لطف تھی۔ آپ کی تشریف آوری کی یادگار
 میں پرنس آف ویلز کا کج قائم ہوا۔ غراب کو کھانا کھلا یا گیا۔ آپ نے ہزار
 امپیریل سروس ٹرپس کا ملاحظہ فرمایا۔ امرتسر میں دربار صاحب کا
 مشہور سنہری مندر اور خالصہ کالج ملاحظہ فرمایا اور ایڈریس قبول فرمایا۔
 جس ٹیکٹ میں ایڈریس تھا اس پر دربار صاحب کا نہایت خوب صورت
 نقشہ کندہ تھا۔ دہلی۔ تاریخی مقام پر۔ قلعہ قطب صاحب کی لائٹ۔ پلوں و

صفدر جنگ کے مقبرے۔ جامع مسجد۔ غدر کی یادگاروں میں سے فلیگ سٹاف ہاؤس
 ہندو راؤ کا مکان سب جھبیں ملاحظہ اندیس سے گزریں۔ مقامی رو سا جی
 باریاب ہوئے۔ آگرہ۔ بڑی چیز۔ تاج گنج اور دوسری مشہور عمارتیں مثل قلعہ
 و مقبرہ اعتماد الدولہ سکندرہ وغیرہ ملاحظہ ہوئیں اور ملکہ و کٹوریا کے سنگی مجسمہ کا
 افتتاح فرمایا۔ ۲۰ دسمبر گوالیار۔ یہاں کے بہاراجہ سے بھی آپ کی پہلی ملاقات تھی
 آپ نے ایک بہت بڑا نادرجلوںس ہاتھیوں کا نکالا۔ ہاتھیوں کے روپہلی سنہری
 ہودے اور عماریاں اور ان کی سجاوٹ اور جھلجھل کرکٹ ہوئی جھولیں گھٹنے
 عجیب کردار اور ایک تادرنظارہ تھا۔ دوسرے دن دربار میں نہر ہائیس تعظیم
 اپنی سند سے نیچے آئے۔ فوجی قواعد دکھائی اور اس خوبی سے کام کیا کہ
 لوگ دنگ رہ گئے۔ ریاست کے دو عمدہ کالج دکھلائے۔ پھر شکار ہوا جس میں
 آپ نے ایک شیر مارا۔ بڑا دن بھی یہیں ہوا۔ شب میں بڑی بھاری دعوت ہوئی
 لکھنؤ میں سمریس لالٹوش لفٹنگ گورنر نے تعلقہ دار صاحبان اودھ
 استقبال کیا۔ بڑا بھاری جلوس نکالا گیا جس کے بعد ریڈنسی اور دیگر مشہور عمارت
 کا ملاحظہ ہوا اور تعلقہ دار صاحبوں کا ایڈریس قبول فرمایا۔ یہاں آپ نے شاہ مینا
 کے میدان میں ٹڈیکل کالج کا سنگ بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھا
 جو تعلقہ داران اودھ نے آپ کی تشریف آوری کی یادگار میں قائم کرنا تجویز کیا
 تھا اور جس کے لئے سر ہارٹ کورٹ بیلر جوڈیشل سکرٹری موجودہ لفٹنگ گورنر
 بہادر نے بڑی سعی فرمائی اور تعلقہ دار صاحبان اودھ کی دریا دلی سے بارہ لاکھ
 روپیے کی خطیر رقم ایک قلیل عرصے میں جمع ہو گئی۔ اس چندے میں بڑی بھاری
 بھاری رقمیں راجہ سر نصرت رسول خاں۔ راجہ سر علی محمد خاں محمود آباد اور بہاراجہ
 صاحب بلرام پور کی تھیں۔ ۲۹ دسمبر سے ۶ جنوری تک کلکتہ مقام ہال لارڈز میں
 گورنر جنرل نے مراسم استقبال کے ساتھ ایک ایڈریس پیش کیا۔ امپیریل
 کینڈلٹ کور کے ممبروں کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے۔ گورنمنٹ ہوس میں
 ایک دربار لیوی بڑے اعلیٰ پیمانے پر ہوا جس میں بڑے بڑے مقامی لوگ حاضر
 تھے۔ حضور نے گنگزاولن رچمنٹ کو چندے تقسیم فرمائے۔ گورنر دوڑ

ملاحظہ فرمائی۔ یکم جنوری ۱۹۷۶ء میں کلکتہ میدان میں بڑی بھاری بریڈ ہوئی اور دوسرے اسی میدان میں ہندوستانیوں کے کھیل تماشے اور جلسے ہوئے۔ کلکتہ کے صوبہ کے روسا کے علاوہ تہمت کے تاشی لاسہ۔ بھوٹان اور سکیم کے روسا بھی موجود تھے۔ وکٹوریہ میموریل ہال کا سنگ بنیادی رکھتے وقت حضور نے ارشاد فرمایا: ہم یہاں آج ایک بہت بڑے سخی و محنت کی یادگار قائم کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ اس موقع اور قلموں ملک میں مجھ کو اور میری ٹیم کو تقریباً ہر ذرا اس بات کا ثبوت مل رہا کہ ہندوستان کس وسیع طریق پر اپنی اول ملکہ قیصرہ کی محبت کا جواب دیا ہے۔ اس عجیب و غریب طریقہ اظہار شکرگزاری نے ہمارے لیے ایک لازمی طور کے فخر اور گرم جوشانہ اسید دل کو پیدا کر دیا ہے۔ تاج محل جس نے ہم کو سرور و مفتون کر دیا اپنی خوبیوں میں آپ ہی نظیروں لیکن آئندہ نسلوں کے زمانے میں ایک بہت بڑی ملکہ کی یادگار جس کی ہم دردی نے فاصلے اور وسعت کی دیواریں توڑ دیں ایک مورخ کے دل میں ویسے ہی خیالات پیدا کر دے گی جو تاج محل کو دیکھنے سے پیدا ہوتے ہیں۔

مہاراجہ سر رانیشور سنگھ بہادر آف در بھنگ نے شہزادہ والا جاہ کے حضور میں ایک لاکھ روپیہ کی گرانٹ در رقم اس غرض سے پیش کی تھی کہ حضور جس کا خیر میں پسند فرمائیں اسے لگا دیں۔ اس میں سے نوے ہزار روپیے آپ نے مکمل کالج کو مرحمت فرمائے۔ کلکتہ سے دارجلنگ دیکھ کر فرجنوری کو آپ بارک پور میں رہے اور برمچھا جاتے جاتے دو دن رنگول میں اقامت فرمائی۔ مانڈلے۔ میں آپ نے ہاتھیوں کے جنگل سے بڑی بڑی شہتیریں لائے اُن کے اٹھالے اور چڑھالے کے عجیب و غریب کام دیکھے کہ حضرت انسان بھی حیوانات کو کس طرح سدھا کر اپنے قابو میں کر لیتے اور کس خوبی سے اپنا کام نکالتے ہیں۔ مانڈلے جو ہزار مندروں کے لیے مشہور ہے یہاں کے مشہور شوے و گین اور ارکان کے مند حضور نے ملاحظہ فرمائے۔ یہاں کی جھیلوں اور دلدلوں میں بطون کا شکار ہوا۔ مدراس۔ یہاں کے گورنر لارڈ ایکسٹنٹھل نے مع والیان ریاست کے استقبال فرمایا۔ گوئڈ (ایک جنگلی قوم) لوگوں کا عجیب و غریب تاج آپ کو ملاحظہ فرمایا گیا۔ شاہی دعوت۔ جلوس اور روشنی سب قابل دید تھی۔ میسور۔ دعوت ہوئی۔ ٹیکنیکل کالج سترنگاپٹن میں حیدر علی خاں

اور میپو سلطان کا مقبرہ ملاحظہ فرمایا اور ہاتھیوں کی گرفتاری کا تماشا جو کھیند اگلاتا
ہو اور بڑی بہار کا تماشا ہر دیکھا۔ ہر فردی کو حیدر آباد و کن ہندوستان کی سب
سے بڑی ریاست میں قدم رنجہ فرمایا۔ ریلوے سٹیشن پر حضور پرنور اعلیٰ حضرت
بندگان عالی شعالی نواب میر محبوب علی خاں بہادر مرحوم و معذور نے بنفس
نفیس استقبال فرمایا۔ جلوس سے سواری آئی دوسرے دن صبح سویرے
سکندر آباد میں جو بڑی فوجی چھاؤنی ہر پر پڑھوئی جس میں کوئینز اورن جسمینٹ
کو جہتے تقسیم کیے گئے۔ حضور پرنور آباد جو اپنی صاحبزادی کی سخت علالت کے
نہایت استقلال سے غریب رہے اور وہیں آپ کو خبر انتقال کی بھی پہنچی مگر آپ نے
ایسا ضبط کیا کہ ذرا بھی ظاہر نہ ہونے دیا۔ شاہزادے کی مہمان داری کا انتظام برے اعلیٰ
پیمانے پر تھا گو حضور پرنور کو اپنی بڑی صاحبزادی کی جوان مرگی کا سخت صدمہ تھا مگر آپ نے
فرمایا کہ سارے لوازمہ مہمان داری کے پوری طرح ادا کیے جائیں۔ گو ساری تقاریب
حسب پردگرم ہوں مگر اسی چھاؤنی میں جب شاہزادے کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے
بڑا افسوس کیا اور گہری ہمدردی کا اظہار فرمایا اور شاہزادی صاحبہ محل میں تعزیت کو شریف
لے گئیں۔ چوں کہ رافتم بھی ان تقاریب میں حاضر تھا مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ شاہزادہ
والا جاہ نے رزیدنٹ صاحب سے یہ بھی فرمایا کہ آپ نے ہم کو صاحبزادی صاحبہ
کی ایسی شدید علالت کی اطلاع نہیں دی ورنہ ہم اس موقع پر اپنا آنا ملتوی کرتے۔
شکار بھی ہوا جس میں آپ نے ایک شیر فی۔ دیکھتے اور ایک تیندوا مارا۔ وکٹوریہ
زمانہ ہاسٹیل کا افتتاح بھی آپ نے فرمایا۔ ہر فردی کو سواری باد بہار می
الورائی یہاں بھی پورا پورا انتظام تھا۔ مشہور مقامات ملاحظہ ہوئے اور دعوت ہوئی۔
بنارس میں شان دار جلوس نکلا۔ مشہور مقامات ملاحظہ ہوئے۔ گزگاہیں روشنی کی
بڑی بہار ہی۔ جن بہادر گورکھوں نے کانگریس کے زلزلے میں نمایاں خدمات کی تھیں
ان کو متعہ مرحمت ہوئے۔ ہندو کالج کا ملاحظہ ہوا۔ مسٹر اینی بسنٹ
کے مال میں چائے نوشی فرمائی۔ بنارس کے بعد میپال کا قصد کیا مگر وہاں ہمسفیر
بھوٹ پر نے سے ملتوی رہا اور بجائے اس کے دوبارہ گوالیار میں دو مہینے تک آپ
مصرف سیر و شکار رہے جہاں راجہ صاحب بہادر نے جنگلات میں کافی انتظام فرمایا تھا

ہر مارچ کو آپ محمد بن کالج علی گڑھ مسلمانوں کی سب سے بڑی تعلیم گاہ میں تشریف لائے ہر ماہ میں سر آغا خاں اور نواب بن الملک بہادر جمع ٹرسٹیوں اور معزین کے استقبال کیا۔ آپ کالج کو بڑے شوق سے ملاحظہ فرمایا اور ایڈریس بھی قبول کیا اور سرید علیہا الرحمہ کی قبر پر تشریف لے گئے۔ بعد میں تمام ٹرسٹیان کالج کے ساتھ لیچ تنادل فرما کر عزت افزائی کی۔ شملہ کی سیر فرمائی۔ ۱۲ مارچ کو کوئٹہ تشریف لے گئے جہاں سرحدی سرداروں نے آپ کا بڑے تپاک سے استقبال کیا۔ خاں قلات اور جام بسیلہ سے بھی ملاقات کی۔

سیاحت مندرجہ ذیل ختم فرما کر ۱۲ مارچ کو آپ کراچی میں داخل ہوئے یہاں آپ نے کوئٹہ وکٹوریہ کے سنگ مرمر کے مجسمہ کا افتتاح فرمایا۔ بلوچی رجسٹریٹر (۱۳) کا ملاحظہ فرمایا جس کے کرنل خود بدولت ہی ہیں اور حکم شاہی کے مطابق خطا بات اور نئے مرحمت فرمائے۔ اس تمام سفر میں بہادر جہ کونسل سرپرست تائب سنگھ بہادر بہاراجہ ایدر آپ کے ہمراہ تھے جو یہاں سے رخصت ہوئے۔ علی گڑھ ہندو اور خالصہ کالجوں میں آپ نے اپنی تصاویر کو اپنے دستخط سے مزین فرما کر بطور یادگار دیں اور ہر جگہ کے معابد کاجوں میں معقول نذرانے بھی چڑھائے۔ ۱۹ مارچ کو آپ کراچی سے اسی جہاز میں جس میں کہ تشریف لائے تھے روانہ ہوئے۔ کراچی سے رخصت ہوتے وقت آپ نے یہ تقریر فرمائی:۔
”جو لوگ میدانی ملکوں کی سخت تکلیف رساں آب و ہوا میں رہ کر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں میں نے ان کی حالتوں کو فراموش نہیں کیا۔ ہم کو بخوبی معلوم ہے کہ قحط کے دنوں میں صابرا و محنتی کاشتکاروں پر کیا کیا گزرتی ہے۔ راستے میں مصمر دیکھتے ہوئے پورٹسمتھ کی بند گاہ پر رونق افروز ہوئے وہاں آپ کے صاحبزادے اپنے والدین سے ملنے کے لیے موجود تھے۔ لندن پونہچے تو بڑا بھاری استقبال ہوا وزیر ہند۔ وزیر اعظم لارڈ کرزن کے علاوہ حضور ملک معظم مع ملکہ الگزمینڈاموجود تھے۔ بخیر و خوبی سفر ختم ہونے پر دست منسٹر ایسی میں نماز شکر ادا کی گئی۔ آپ کی مع انجیر واپسی پر گلڈ ہال میں ایک بڑی پر تکلف دعوت دی گئی جس میں بڑے بڑے امراء انجھتانا کے علاوہ چمنہ ہندوستانی معزین بھی موجود تھے۔ آپ نے ایک بہت بڑی اسپیس اس سفر کے متعلق دی جس کا اقتباس یہ ہے۔

وہ اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ اس ہندوستان کے سفر کا میرے دل پر کیا اثر ہوا تو
 میں فوراً جواب دوں گا کہ ہندوستان کی سیر کو جب ہم لوگ جاتے ہیں تو اس کی
 وسعت کا مطلق لحاظ نہیں کر سکتے۔ اس کا رقبہ روس کو چھوڑ کر کل یورپ کے برابر
 ہے جس میں تیس کروڑ مختلف قوموں فرقوں اور نسلوں کے لوگ بستے ہیں جن کی
 شائستگی کا معیار جدا اور خیالات مختلف ہیں۔ ہندوستان کی وسعت - اس کی
 عظمت - اس کی مختلف آب و ہوا - سر بفلک برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑ
 نامناہی ریلستان - بڑے بڑے دریا عظیم الشان عمارات اور قدیم روایات نے
 ہم کو محو حیرت بنادیا۔ ہندوستانیوں کا صبر و استقلال - سیدھی سادہ زندگی -
 اطاعت شعار عقیدت مندی مذہبی جوش کا خاص خاصہ ہے۔ ہم سے یہ بات مخفی نہیں
 رہی کہ ہمارے انصاف اور ایمان واری پر ہندوستانیوں کو کافی بھروسہ ہے جہاں تک
 ہم نے ہندوستانیوں کو دیکھا اور ان کی نسبت سنا ہے ہم اس کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ
 کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اگر طرز حکومت میں ہمدردی کا عنصر اور بڑھا دیا جائے تو
 ہندوستان کی حکومت بہت ہی آسان ہو جائے اور اس کے ساتھ ہی بطور
 پیشین گوئی کہتے ہیں کہ اگر ایسا کیا جائے تو جو معاوضہ ہندوستانیوں کی طرف سے پیش کیا جا
 وہ خاصہ ہوگا۔ وہ انگریزوں ہندوستان میں حکومت کرنے کے لئے جاتے ہیں انھیں
 چاہیے کہ ہندوستان جا کر خود اہل ہند کی ضروریات کو دریافت کریں اور حاکم و محکوم
 میں ایسا رشتہ ایجاد فرمیں جس سے انگلستان اور ہندوستان کے باہمی
 تعلقات اور بھی مستحکم ہو جائیں آپ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بے اثر
 نہ رہے اس کے بعد ہی ۲ نومبر ۱۹۰۵ء کو پنجاہ سالہ زمان سلطنت کا اعلان شائع فرمایا۔
 (جو دوسری جگہ درج ہوئی) جس میں حضور ملکہ معظمہ کا مشہور فرمان ۱۸۵۷ء کا دہرایا گیا۔
 ۱۹۰۹ء میں توسیع کونسل کا قانون پاس کر کے وائسرائے جی جی کونسل میں ہندوستانی
 ممبروں کی تعداد بڑھادی اور وائسرائے کی اگرزیکوٹو کونسل میں بھی ایک ہندوستانی کا
 نقرر منظور ہوا۔ سکریٹری آف سٹیٹ کی کونسل میں بھی دو ہندوستانیوں کا شمول ہوا۔
 پہلی کونسل میں ریتھ آرنیل سید امیر علی کو بیا گیا۔ آپ نے چلتے چلائے
 ارشاد فرمایا تھا کہ وہ ہمیشہ ہندوستان اور ہندوستانیوں کو گوشہ خاطر میں رکھیں گے۔

بادشاہوں کا قول قول ہوتا ہے آپ نے اس وعدے کو خوب نباہا حیدر آباد دکن میں جب رود موسیٰ کی طغیانی کی بلا سے بے درمان آئی تو آپ ہی نے سب سے پہلے حضور نظام کو ہمدردی کا پیغام بھیجا۔ جو معزز ہندوستانی اس کے بعد انگلستان پہنچے ان کو محل شاہی میں مدعو فرما کر اعزاز باریابی بخشا چنانچہ والیان ریاست اور روسا کے علاوہ قابل ترین آدمیوں میں سے بھی آخر تیل مسٹر کو کھلے کو بھی اپنے محل خاص میں کھانے پر مدعو فرما کر سرفراز فرمایا۔

سیاحت ہند کے بعد کچھ عرصے تک آپ وطن میں رہے۔ ۱۸۶۹ء میں آپ اپنی چھیری بہن یو جین و کٹوریہ آف سین برگ کی شادی کی تقریب میں سین تشریف لے گئے۔ جب دہلہ دہن گرجا سے واپس آرہے تھے اور ان سے بعد کی گاڑی میں آپ تھے کسی نے دونوں گاڑیوں کے بیچوں بیچ تاک کر ہم بھینکا مگر فضل خدا شامل حال تھا کسی کو صدمہ نہ پہنچا البتہ چند اصرار دھڑکے آدمی قربان ہو گئے۔ پھر آپ اپنے بہنوئی پرنس پیارلس آف ڈنمارک کے ناروے کے بادشاہ ہونے پر تاج پوشی کی تقریب میں سح بیگم صاحبہ کے تشریف لے گئے تھے کچھ عرصہ بعد بطور نائب ملک معظم کیوبک اور کینیڈا کے ٹرینیٹری تہوار میں تشریف لے گئے جہاں آپ نے ایک عظیم الشان فوج کاؤسبرم کی بلند یوں ملاحظہ فرمایا۔ ۱۸۹۰ء میں اپنی ذات جاگیر کار لو ال کا موٹر پر پانچ دن میں دورہ کر کے کاشتکاروں سے نہایت رحم و انصاف کا برتاؤ کیا اپنی فقر پر کے دوران میں فرمایا کہ وہ میں اس کو اپنا فرض اولین سمجھتا ہوں کہ تم لوگوں کے آرام و خوشی کا بندوبست کروں تاکہ میرے کاشتکار پہلے مجھ کو اپنا دوست سمجھیں اور بعد کو آقا۔ مجھ کو یقین ہے کہ ان کا آرام و خوشی میری بھی خوشی کا باعث ہوگا۔

ذاتی حالات

باسکول بے تکلفانہ اور سادی سودی گزرا کرتے ہیں کسی پر شاہی دباؤ ڈالنے کے رونا دار نہیں۔ امیر عرب کے ملتے ہیں بڑی کشادہ پیشانی اور درگمانہ اخلاق سے۔ عہد شلخ یرمیوہ سر سبز زمین کے پورے مصداق ہیں۔ گفتگو میں اگرچہ محتاط ہیں مگر جب فقر پر کرتے ہیں تو ہوبہو نقشہ سامنے کھڑا کر دیتے ہیں۔ آپ کا کلام بالکل صاف و سلیس چھوٹے چھوٹے

جملوں کا عام فہم اور بڑا اثر ہوتا ہے۔ ہر معاملے پر نہایت فراخ دلی اور صفائی قلب سے اظہار رائے فرماتے ہیں جس سے الجھا ہوا معاملہ بھی سلجھ جاتا ہے۔ ہمدردی اور فیاضی دونوں صفات اللہ تعالیٰ نے آپ میں کوٹ کوٹ کر بھردی ہیں۔ مصائب اور حوادث میں سب سے پہلے آپ کا دست کرم بڑھتا ہے۔ ۱۸۹۶ء کے ہندوستان کے غلط اور شہداء کے کانگریس کے زلزلے میں آپ نے ہمدردی کا تار دیا اور صیبت زدوں کے لیے ولایت میں چندہ کھولا۔ اسی طرح ہسپتالوں محتاج خانوں اور غریبوں کے ہر قسم کاموں میں امداد دیا کرتے ہیں۔ تعلیم کے کاموں سے بھی آپ کو بڑی دل چسپی ہے چنانچہ آپ نے اپنی تاجپوشی کی یادگار میں پچاس لاکھ روپیہ سالانہ کی بیش قرار امداد منظور فرمائی۔ کتب تواریخ سے آپ کو خاص دل چسپی ہے۔ بادجود بادشاہ ہونے کے بھی جب کبھی آپ کو کوئی چرانار فتن یا بحری فوج کا ملازم مل جاتا ہے تو آپ اس سے بڑے تپاک سے ملتے ہیں اور جن ریسوں سے بزمان دلی عہدی تعارف ہو گیا تھا بادشاہ ہونے پر بڑے خلوص سے ملے چنانچہ ہر تہائیں ہمارا جہ صاحب بہادر بیکانیر کو پناہیڈی کانگ مقرر فرمایا۔ اور منشی عبدالکریم صاحب سی آئی ای انڈین سکریٹری حضور ملکہ معظمہ کے پوتے کو خاص شرف تار یا بی بخشنے کے واقعات آپ کی قدما پروری کی عمدہ مثالیں ہیں۔ کھیلوں میں کرکٹ۔ بلیرڈ۔ گھوڑ دوڑ۔ بانگ اور شکار کی طرف میلان طبع ہے۔ پرلے ٹکٹ جمع کرنے کا آپ کو بڑا مذاق ہے۔

جایج آر۔ آئی

جیسا کہ ہم اعلان شاہی مطبوعہ ۱۹ جولائی ۱۹۱۰ء میں مع اور امور کے اپنے شاہی ارادے کا اظہار شہنشاہی دربار تاجپوشی منعقد کرنے کے متعلق کر چکے

اعلان شاہی دربارہ
تقریر تاریخ تاجپوشی

ہیں جس کے مطابق ہماری پیاری ملکہ آئندہ جون میں ویسٹ منسٹر کے گرجا میں کوئین تسلیم کی جائیں گی۔ ہم نے اس مبارک تقریب کو خداوند تعالیٰ کی بکات و نایاب سے منعقد کرنے کے لیے ۲۲ جون ۱۹۱۱ء یوم پنجشنبہ قرار دیا ہے۔

پس ہم اس اعلان شاہی کے ذریعے نہ صرف اطلاع دیتے بلکہ اس تقریب سعید پر فرائض مقرر کرتے ہوئے اپنی پیاری رعایا کو حکم دیتے ہیں کہ وہ فرائض جس جس عہدے اور پوزیشن اور جس قسم کے یا جن جن لوگوں خواہ افسران ماتحتوں اور مہانوں کے متعلق ہوں ہمارے دربار کارڈیشن میں خدمات انجام دینے اور اس تقریب کو کامیاب بنانے میں مدد دیں۔

اس موقع پر گل میں تقدیر بین ہوں گی جن کے جواب دہ ڈپٹی ہوں گے اور ہر ایک شخص جس کے متعلق کسی فرض کی ادائیگی عائد کی گئی ہو وہ خود یا اس کے ماتحت اسے جس دن و خوبی انجام دیں ورنہ اگر بغیر عذر اور ہماری اجازت کے کسی نے کوتاہی کی تو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا جس کی بابت ہم بعد میں سوچیں گے۔

جیسا کہ ہم نے اس اعلان شاہی میں اظہار کیا ہے اور اس سے پہلے ۱۹ جولائی کے اعلان میں ظاہر کر چکے ہیں کسی طرح بھی ہمارا ارادہ تبدیل نہ ہوگا کیوں کہ ہم اس خیال کو شاہی مرضی خیال کر کے دربار تاجپوشی کو جو سٹ منسٹر ہال میں منعقد ہوگا ایک مسرت آمیز تقریب خیال کرتے ہیں۔ مابدولت کی پیشگاہ سینٹ جیمس سے آج ۱۹ نومبر ۱۹۱۹ء کو مابدولت کے جلوس کے سال اول میں صادر ہوا۔ خداوند تعالیٰ حضور ملک منظم کو سلام پہنچا چوں کہ جلوس کا مہینا موسم خوش گوار ہونے سے برس کی رانی کہلاتا ہے اس لیے عموماً رسم تاجپوشی اسی مبارک مہینے میں کی جاتی ہے۔ جلوس کی گزرگاہوں پر آرایش اور زیبائش کا انتظام بڑے بھاری پیانے پر کیا گیا۔ ویسٹ منسٹر ایبی میں سات ہزار مہمان جلیل القدر کی نشست کا بندوبست کیا گیا۔ تمام یورپ کے سلاطین اور مملکتوں کو دعوت دی گئی جن میں سے بہت سے شریک ہوئے۔ ملکہ وکٹوریہ کی تاجپوشی پر ساڑھے دس لاکھ اور ایڈورڈ ہفتم کے وقت میں پونے آئیس لاکھ صرف ہوئے لیکن اس دفعہ بہت بڑا اہتمام تھا اور (۴۵) لاکھ روپیہ صرف ہوا۔ دربار کا وقت ساڑھے نو بجے مقرر تھا مگر آٹھ بجے تک اکثر صاحبان نے اپنی اپنی جگہ سنبھال لی تھی۔ ٹھیک ساڑھے نو بجے سواری مبارک سواری بھی رونق افروز ہوئی اور ایبی کا مغربی دروازہ آپ کی آمد کے لیے کھول دیا گیا۔ سب سے اول ولی عہد جرمنی اور شہزادیاں آئیں جب وہ بیٹھ لیں تو نجل بجا جس کے ساتھ ہی شاہی خاندان کے

ممبروں کی آمد شروع ہوئی جن میں سب سے پہلے حضور ولی عہد بہادر تشریف لا کر صف اول میں متمکن ہوئے آپ کے ایک طرف ڈویک آف کا ناٹ اور پرس آر تھر اور دوسری طرف پرس اور پرس جلوہ فرما تھیں پھر آرچ بپٹرا بجا اور حضور ملک معظم رونق افروز ہوئے ہی سب حاضرین سرور قد مود بکھرے ہوئے بعد میں ملکہ معظمہ بڑی شان و شوکت سے تشریف لائیں۔ اس کے بعد ملک معظم اور ملکہ معظمہ منہستہ پر تشریف فرما ہوئے اور مراسم تاج پوشی اصول مقررہ کے موافق ادا ہوئے جو بہت طویل طویل ہیں شائقین خواہان تفصیل انگریزی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔ بعد اختتام مراسم پھر اسی جلوس اور شان و شوکت سے جیسے کہ سواری باد بہاری رونق افروز ہوئی تھی شاہی گاڑیوں پر سوار ہو کر عایاے مشتاق کے جم غفیر کے سلاموں کا جواب دیتے ہوئے محل منکجم کو تشریف لے گئے۔ شب میں بڑی بھاری دعوت محل شاہی میں ہوئی۔ نوبال کی ایک بڑی تعداد کو بھی کھانا کھلایا گیا۔ شہر میں روشنی کی گئی اور آتش بازی چھوڑی گئی۔ دربار سے فراغت کے بعد ہندوستانی روسا کی باریابی ہوئی جن میں مہاراجہ صاحب بہادر اندور۔ مہاراجہ صاحب بہادر بڑودہ۔ ٹھاکر صاحب بہادر گونڈل۔ ٹھاکر صاحب بہادر شاہ پورہ۔ سر آغا خاں تھے۔ لندن کی تاج پوشی کا وہ جشن جس میں پنتالیس لاکھ صرف ہوئے ہوں اس کا بیان پنتالیس سطروں میں کیسے سما سکتا ہے لہذا جو چھ لکھا گیا اُس کو محض ایک جھلک سمجھنا چاہئے اُس قابل دید اور پر تکلف جشن کی جس کا انصرام بڑے کروفر سے لندن میں ہوا۔ چون کہ ملک معظم نے ملک ہندوستان میں بمقام شہر علی بنفس نفیس رونق افروز ہو کر اپنی تاج پوشی کی تقریب ہمایوں کا انعقاد فرمایا لہذا اُس کی کیفیت حصہ اول میں درج کی گئی ہے۔

۱۹۱۴ء میں جب کہ دنیا کی ساری قومیں ایک ایسی ہونناک لڑائی میں جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی ایک دوسرے کو تباہی کر رہی تھیں اس سحر کہ عظیم میں غنیم نے ہندوستان کی قابل قدر ولی وفاداری کو خوب دیکھ لیا۔ کئی سپاہیوں کو وکٹوریہ کراس ملی۔ ہندوستانی فوج کے ہر طبقے نے یورپ۔ ایشیا اور افریقہ میں بلا تفریق ملت و مذہب غم و ہندو ہو یا مسلمان یا سکھ یوہ پیوں کے ساتھ ساتھ ایک جان و وقاب ہو کر اس طرح حل کر حقیقی اور براہ راست امداد کی ہے کہ بھر پور اور اعتماد کا بیمہ ہو گیا ہے

اور حضور ملک معظم کا ارشاد بہت بجا ہے کہ ہندوستانی رعایا کے خانگی اور ملک تعلق میں آئندہ روز بروز اتحاد اور موافقت کا عنصر غالب رہے گا۔ توقع کی جاتی ہے کہ حضور اقدس و اعلیٰ جو بہ مشاورت اپنے دانش مند وزرا اور ارکان سلطنت و وقتاً فوقتاً اصلاحات فرما رہے ہیں وہ ملک اور رعایا برائے حق میں مفید ثابت ہوں گی اور ہر آنے والا دایرہ اسے جو سلطنت کے نظم و نسق کے بارگراں کو اپنے دوش پر لے کر دیکھ کر اُسے ایسی عقل سلیم اور وہ دانش مندی بخشنے جس کی ضرورت ایسی ایک سلطنت کے لیے نہایت ضروری ہے جس کی نظیر دنیا میں نہیں ہے اور نیز یہ کہ ہندوستان کی تمام مختلف قومیں اپنے بادشاہ اور حکام کو پوری وفادار نہ ادا دیں جس کے بدون کسی سلطنت کی ترقی ناممکن ہے۔ جنگ کے آغاز میں جو اعلان شاہی ۱۹۱۴ء میں شائع ہوا ہے وہ اور ۱۹۱۹ء کا وہ اعلان عظوفت نشان جو مسٹر مائٹیکو وزیر ہند اور لارڈ چیچس فورڈ اسیسٹ کے تجویزوں پر صادر ہوا ہے نہایت غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔

۱۹۱۴ء کا پیغام شاہی من جانب ملک معظم خارج چیم

حضرت ممدوح کی بالذات حکم ران گورنمنٹوں اور رعایا کے نام

گزشتہ چند ہفتوں سے مابعد دولت کی سلطنت کے کل لوگ خواہ وہ ہوم سلطنت کے ہوں یا ماوراء البحر کے یک دل اور یک بہت ہو کر اس حملے کی مقادمت اور انسداد کے لیے جو قیام سولینزیشن اور امن انسانی پر کیا گیا ہے لیے آمادہ ہو گئے ہیں کہ جس کی نظیر نہیں ہے۔ یہ مصیبت ناک معرکہ میرا برپا کیا ہوا نہیں ہے۔ میری ساری پیکار امن کی طرف تھی۔ میرے وزراء نے ایسے جھگڑے کو جس کو میری سلطنت سے تعلق نہ تھا ٹھنڈا کرنے اور اختلاف مٹانے کی سر توڑ کوشش کی۔ اگر میں ان معاہدات کے علی الرغم علیحدہ ٹھہرا ہوا جاتا جس کی ایک فریق میری سلطنت تھی۔ ہمزین بلجیم ویران ہو جاتی اور اس کے شہر آجڑ جلتے۔ جب کہ فریج قوم کا وجود خود میں معرض خطر میں تھا تو میں گویا اپنی وقت کو بٹھار لگاتا اور اپنی سلطنت اور نسل انسانی کی آزادی کو تباہ کرتا۔ میں خوش ہوں کہ

میری سلطنت کا ہر حصہ اس فیصلے میں میرے ہم خیال ہے۔ معاہدات کی اہمیت۔ حکم رانوں اور لوگوں کے موافق کاسب کے مقدم خیال رکھنا برطانیہ عظمیٰ اور اس کی سلطنت کی ہمیشہ سے میراث رہی ہے۔ میری خود حکم، اس سلطنتوں کی رعایا نے بلا شائبہ شک ظاہر کر دیا ہے کہ وہ دل و جان سے اس اہم فیصلے سے ہم زبان ہیں جس کے اختیار کرنے کی ضرورت داعی تھی۔ ماوراء البحر کی سلطنتوں کی وفاداری اور جان نثاری کے متعلق میرے ذاتی علم نے مجھے اس اُمید پر آمادہ کر دیا ہے کہ وہ بطیب خاطر بڑی کوششیں کریں گے اور بڑے نقصانات برداشت کریں گے جو معرکہ حالیہ کے ساتھ مستلزم ہیں۔ جس طرح پورے طور پر انھوں نے اپنی خدمات اور ذرائع آمدنی مابودلت کے اختیار میں دے دیے ہیں اس نے مجھے احسان مندی سے ملو کر دیا ہے اور مجھے فخر ہے کہ میں دنیا پر اس امر کے اظہار کے قابل ہوا ہوں کہ میرے ماوراء البحر کے لوگ بھی اس حق بہ جانب معاملے کو کامیاب انجام پر پہنچانے کے لیے ایسے ہی تھے ہوئے ہیں جیسے کہ ممالک متحدہ کے لوگ۔

کینڈا کی سلطنت۔ آسٹریلیا کی جمہوری سلطنت اور نیوزیلینڈ کی سلطنت نے اپنی بحری افواج مابودلت کے اختیار میں تفویض کر دی ہیں جو سلطنت کے لیے اب تک بھی اچھی خدمات کرتے رہے ہیں۔

کینڈا۔ آسٹریلیا اور نیوزیلینڈ میں زبردست حملہ آور شرک محاذ کی خدمات کے لیے تیار کیے جا رہے ہیں اور جنوبی افریقہ کی یونین نے تمام انگریزی افواج کو سبک دوش کر کے تمام اہم فوجی ذمہ داریاں اپنے ذمے لے لی ہیں جن کا انصرام سلطنت کے لیے بے انتہا قیمتی ہو گا۔

نیو فونڈ لینڈ نے اپنی بحری شاہی رزرو فوج کی شاخ کی تعداد کو المضاء کر دیا ہے اور محاذ کی عملی کارروائی میں حصہ لینے کے لیے ایک (معتول) تعداد سپاہیوں کی بھیج رہے ہیں۔

کینڈا کی سلطنت اور پراوشل گورنمنٹوں کی جانب سے سامان رسد کے کثیر التعداد اور قابل قدر تحائف میرے بحری اور فوجی دونوں لشکروں اور ممالک متحدہ کی مصافحہ کی تخفیف کے لیے روانہ ہو چکے ہیں جن کا لڑائی کی مجلس میں ہونا لازمی ہے۔

اس طریقے سے میری سلطنت کے ماوراء البحر کے تمام حصص نے باوجودیکہ اُن کے حالات اور مواقع مختلف ہیں اصول اتحاد سلطنت کو یقینی طور پر ثابت کر دیا ہے۔

ہندوستانی زوسا اور رعایا کے نام

اُن بہتے واقعات میں سے جن کے سبب سے مابودلت کی سلطنت کے باشندے ایک دم اتحاد اور راست بازی کی محافظت کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں کسی چیز نے میرے دل پر اس سے زیادہ اثر نہیں کیا ہے جتنا کہ اُس ولولہ جاب نشاری نے جو میرے تخت کے ساتھ رعایا اور باج گزار زوسا و الیان ہندو دونوں نے ظاہر کیا ہے (اور نیز اُن کے جان و مال کے فیاضانہ پیشکش نے جو انھوں نے سلطنت کے معرکے میں کیا ہے۔

اس معرکے میں پیش قدمی کے لیے اُن کے ہم آہنگ مطالبے نے میرے دل پر خاص اثر کیا ہے اور اُس محبت اور خلوص کو اعلیٰ ترین درجے پر پہنچا دیا ہے جس نے میں بخوبی جانتا ہوں کہ ہمیشہ سے ہندوستانی رعایا کو اور مابودلت کو وابستہ کر دیا ہے۔ ہندوستان کا وہ قابل قدر پیغام خیر سگالی اور یگانگت جو انگریزی قوم کو فروری ۱۸۵۷ء میں میری واپسی کے وقت دہلی میں میرے دربار تا چوٹی کے سنجیدہ مراسم کے بعد پیش کیا تھا مجھے یاد ہے اور اس آزمائش کی گھڑی میں میں ایک بھر پور ثمرہ اور ایک شریفانہ ایفادہ اُس اطمینان کا جو آپ نے دلایا تھا کہ برطانیہ عظمیٰ اور ہندوستان کا سچوگ ناقابل انفکاک طور پر جوڑا گیا ہے پاتا ہوں۔

اعلان شاہی

براج پنچم افضل ایزدی تاجدار و ولہائے متحدہ برطانیہ عظمیٰ و آئرلینڈ مقبوضات برطانوی ماورائے بحر شاہ۔ دین پناہ شہنشاہ ہند کی طرف سے مابودلت کے دائرہ اُسے اور گورنر جنرل ہندوستانی و الیان ریاست اور مابودلت کی تمام رعایا نے ہند بلا امتیاز نسل و مذہب کو بعد از سلام دلہن صبح ہو۔ کہ (۱) ہندوستان کی تواریخ میں آج سے ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ مابودلت

ایک ایسے قانون کی شاہی منظوری عطا کی ہے۔ جو ان عظیم تواریخی تدابیر میں شامل ہوگا جو اس سلطنت کی پارلیمنٹ نے ہندوستان کے نظام حکومت کی بہتری اور اس کے باشندگان کے اطمینان کی افزونی کے لیے وقتاً فوقتاً منظور کی ہیں۔ ۱۸۳۳ء کے ایکٹ آف انڈیا ایسٹ انڈیا کمپنی بہادر کے زیرِ تحت باقاعدہ نظم و نسق اور عدل و انصاف کے انتظام کی غرض سے وضع کیے گئے تھے۔ ۱۸۳۳ء کے ایکٹ نے ہندوستانوں کے لیے سرکاری عہدوں اور ملازمت کے دروازے کھول دیے تھے۔ ۱۸۵۸ء کے ایکٹ کی رو سے عنوان حکومت کمپنی بہادر کے ہاتھ سے کلکٹر تاج برطانیہ کی طرف منتقل کر دی گئی۔ اور ہندوستان کی موجودہ پبلک زندگی کی بنیاد پڑی۔ ۱۸۶۱ء کے ایکٹ نے ہندوستان میں نیابتی مجالس کا بیج بویا اور اس بیج نے ۱۹۰۹ء کے ایکٹ سے نشو و نما حاصل کی۔ جو ایکٹ اب قانون کی صورت میں منظور کیا گیا ہے۔ اس کے زیر اثر باشندگان کے منتخب شدہ نمائندوں کو حکومت میں مخصوص حصہ تفویض کیا جاتا ہے۔ اور یہ ایکٹ بعد میں مکمل ذمہ دارانہ حکومت کا راستہ بتاتا ہے۔ اگر جیسا کہ مابعد کو کمال اُمید ہے۔ وہ پالیسی جو اس ایکٹ کی رو سے اختیار کی جاتی ہے۔ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی تو اس کے نتائج انسانی ترقی کی تاریخ میں نہایت اہم ہوں گے۔ اور اس وقت مناسب اور بر محل ہے کہ مابعد دولت تھیں آج اس امر کی دعوت دیں کہ مٹی پر غور کرو۔ اور ہمارے ساتھ آئندہ مٹی اُمیدوں میں شریک ہو۔

(۲) جبکہ ہندوستان کی خیر و فلاح ہمیں تفویض کی گئی ہے۔ ہمارے شہنشاہی گھرنے اور ہمارے خاندان نے اس کو ایک مقدس امانت تصور کیا ہے۔ ۱۸۵۸ء میں ملکہ مغلیہ وکٹوریہ آجہانی نے باضابطہ طور پر اپنے آپ کو اپنی ہندوستانی رعایا کے ساتھ انہیں فرائض کے احساسات سے وابستہ کیا۔ جن سے وہ اپنی دوسری رعایا سے وابستہ تھیں۔ اور ان کی ان کی مذہبی آزادی اور قانون کی مساوی اور غیر جانبدار حفاظت کا یقین دلایا۔ اس پیغام میں جو ہمارے پیارے والدِ عظیم شاہ ایڈورڈ ویمسٹم نے ۱۹۰۳ء میں ہندوستانیوں کے نام ارسال فرمایا تھا۔ اعلان کیا تھا کہ ان کا مصمم ارادہ ہے کہ انہی ہمدردانہ اور نصفانہ نظام حکومت کے اصولوں کو غیر متغیر انداز سے برقرار رکھا جائے۔ پھر ۱۹۰۷ء کے اعلان میں اعلیٰ حضرت آجہانی نے گزشتہ پچاس سال کے وعدوں کی تجدید کی۔ اور اس ترقی

ایک نظر باز گشت ڈالی جو ان کی وجہ سے ظہور میں آئی تھی۔ ۱۹۱۷ء میں تحت لنتین ہوئے پر خود مابہ ملت نے ہندوستان کے والیان ریاست اور باشندگان کے نام ایک پیغام بھیجا تھا جس میں مابہ دولت نے ان کی وفاداری اور مطابعت کا اعتراف کیا تھا کہ ہندوستان کی خوشحالی اور شان و آوازی ہمارے لئے ہمیشہ انتہائی دل چسپی اور وابستگی کا موجب ہوگی۔ ایک سال بعد مابہ دولت نے علیا حضرت شہنشاہ سلیم کی معیت میں ہندوستان کا سفر کیا۔ اور اپنی اس ہمدردی کا جو مابہ دولت کو اس کے باشندوں کے ساتھ ہر اور اپنی اس آرزو کا جو مابہ دولت کے دل میں ان کی بہتری کے لئے ہر ثبوت دیا۔

(۳) یہ وہ جذبات محبت و شفقت میں جن سے مابہ دولت اور ہمارے پیشرو متاثر ہوئے رہے ہیں۔ ساتھ ہی پارلیمنٹ اور اس قلمرو کے باشندگان اور ہمارے جو عہدہ دار ہندوستان میں ہیں۔ ہندوستان کی اخلاقی اور مادی ترقی کے لئے یکساں سرگرمی سے مستعد رہے ہیں۔ ہم نے ہندوستان کے لوگوں کو ان کثیر التعداد برکات سے تنفیض کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو خدا نے تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہیں۔ لیکن ابھی تک ایک عطیہ باقی ہے جس کے بغیر کسی ملک کی ترقی مکمل نہیں ہو سکتی۔ اس عطیہ سے ملک کے باشندگان کا اپنے معاملات کا انتظام اور اپنے مفاد کی حفاظت کرنے کا حق مراد ہے۔ بیرونی حملوں کے خلاف ہندوستانی مدافعت کا کام تو اسپرمل مفاد اور افتخار کا مشترکہ فرض ہے۔ مگر اس کے اندرونی معاملات کا انصاف ایک ایسا بوجھ ہے جو ہندوستان جائز طور پر اپنے کندھوں پر اٹھانے کی تمنا کر سکتا ہے۔ یہ بارگراں تمام و کمال حیثیت سے اس وقت تک نہیں اٹھایا جاسکتا جب تک کہ وقت کے گزرنے اور تجربہ کے حاصل ہونے سے لوگوں میں اس کے اٹھانے کی طاقت پیدا نہ ہو جائے لیکن اب ان کو تجربہ کی ترقی اور انجام دہی کی قابلیت کے ساتھ ساتھ فوٹواری کی زیادتی کا موقع دیا جائے گا۔

(۴) مابہ دولت کی نیابتی مجالس کے حصول کے واسطے اپنے باشندگان ہند کی روز افزوں تمنا کو سمجھتے ہیں۔ اور اسے ہمدردی سے ملاحظہ کرتے رہے ہیں۔ یہ تمنا قلیل ابتدا سے شروع ہو کر ملک کے سمجھدار طبقہ میں اپنے اثر کو رفتہ رفتہ مضبوط کرتی گئی ہے۔ تحریک ہندوستانی حدود کے اندر رہ کر اخلاص اور جرات سے ترقی کرتی گئی ہے۔ اور اس بدنامی کو مٹا کر زندہ رہی ہے۔ جو مختلف اوقات اور مختلف مقامات پر نافرمان لوگوں کے رویہ سے جو محب الوطنی کے

بھیس میں سرکشانہ افعال کا ارتکاب کرتے رہے ہیں۔ اس خواہش پر عائد ہونی ہے۔ اس لرزدہ کو اسی نصب العین سے جن کے لئے برطانوی اقوام کی دولت مشترکہ جنگ عظیم میں لڑتی رہی ہے اور زیادہ تقویت پہنچی ہے۔ اور اس حصے سے جو ہندوستان نے ہماری مشترکہ جدوجہد میں انڈیشیوں اور فتوحات میں لیا ہے۔ اسے اپنے دعوے میں تائید حاصل ہوتی ہے۔ حقیقت میں سیاسی ذمہ داری کی خواہش کا سرخسہ بہ ہندوستان کے ساتھ برطانوی تعلق کی بنیاد میں موجود ہے۔ انسانی تواریخ اور خیالات کے زیادہ گہرے اور زیادہ وسیع مطالعے جس کا موقع اس تعلق سے ہندوستانی لوگوں کو حاصل ہوا ہے۔ لازمی طور پر اس لرزدہ کو پیدا کرو یا ہے۔ اس کے بغیر ہندوستان میں اہل برطانیہ کا کام نامکمل رہ جاتا ہے۔ اس لیے وہ مذاہیر دانشمندانہ تھیں جن سے کئی سال پہلے نیا بتی مجالس کا آغاز کر دیا گیا تھا۔ ان کے ملحقہ ڈاکٹر فونزل پنزل میسج کیا گیا۔ تاہم ان کے اب ہمیں نظر آ رہا ہے کہ ذمہ دارانہ حکومت کی راہ میں ایک اور قدم بڑھایا گیا ہے۔

(۵) اسی ہمدردی اور بیش از بیش دلچسپی کے ساتھ مابعدولت اس راہ پر ترقی کے متمنی ہوں گے۔ یہ راستہ آسان نہیں اور منزل مقصود کی جانب قدم زن ہونے میں مابعدولت کی رعایائے ہند کے تمام طبقوں اور قوموں کو اس میں بردباری اور استقلال کی ضرورت ہوگی۔ مابعدولت کو اعتماد دینا کہ یہ اعلیٰ صفات یقینی طور پر پیدا ہو جائیں گی۔ ہم نئی مجالس عامہ پر اعتماد کرتے ہیں۔ کہ وہ ان لوگوں کی خواہشات کی دانشمندی سے ترجمانی کریں گی۔ جن کے وہ نمایندے ہیں اور ان عوام کے مفاد کو بھول نہ جائیں گی جنہیں ابھی حقوق انتخاب نہیں دیئے جاسکتے۔ مابعدولت لوگوں کے لیڈروں یعنی آئندہ کے وزراء پر اعتماد کرتے ہیں کہ وہ اس ذمہ داری کے لیے تیار ہوں گے غلط فہمیوں کو برداشت کریں گے اور سلطنت کے مشترکہ مفاد کی خاطر بہت اشیاء سے کام لیں گے اور اس امر کو یاد رکھیں گے کہ صحیح حب الوطنی فرقہ بندی اور جماعت و اہلحدود کی پابندیوں سے بالاتر ہے۔ اور مجلس قانونی کا اعتماد قائم رکھ کر غیر ضروری اختلاف کو دور کرنے اور عادل اور مہربان حکومت کے ضروری معیار کو قائم رکھنے کے لئے مابعدولت کے عہدہ داروں کے ساتھ مشترکہ ہندو کی خاطر شریک کار ہوں گے اس کے ساتھ ہی مابعدولت اپنے عہدہ داروں سے متوقع ہیں کہ وہ اپنے نئے شرکائے کار کا احترام کریں گے۔ اور ان کے ساتھ مل کر مروت اور ہم آہنگی سے کام کریں گے۔ باشندوں اور ان کے نمایندوں کو آزادانہ مجالس کی جانب پرامن پیش قدمی میں امداد دیں گے۔ اور ان نئے کاموں میں زمانہ ماضی کی طرح مابعدولت کی

رعایا کی ایمانداری نہ خدمت کے اعلیٰ ترین مقصد پورا کرنے کا تازہ موقع پائیں گے۔

(۶) اس موقع پر ہماری یہ صادق آرزوی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو۔ ہماری رعایا اور ان لوگوں کے درمیان جو ہماری طرف سے حکومت کے ذمہ دار ہیں۔ بخش کے تمام نشانات محو کر دیئے جائیں جو لوگ زمانہ ماضی میں سیاسی ترقی کی سرگرمی میں قانون کی خلاف ورزی کر چکے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ مستقبل میں قانون کا احترام کریں۔ اور جو باس اور باقاعدہ حکومت رکھنے کے نئے ذمہ دار ہیں۔ ان کے لئے یہ ممکن ہونا چاہیے کہ ان ناجائز سرگرمیوں کو فراموش کر سکیں۔ جن کا انہیں السداد کرنا پڑا تھا۔ ایک نیا دودھ شروع ہو رہا ہے۔ لازم ہے کہ اس کا ایک مشترکہ مقصد کے لئے ہماری رعایا اور حکام کی باہمی شرکت کے عزم سے آغاز ہو۔ اس ہم اپنے واسطے کو ہدایت کرتے ہیں۔ کہ وہ ہماری طرف سے ادھارے نام پر سیاسی مجرموں پر انتہائی وسعت تک مزاحمت خسرانہ کا استعمال کریں جو واسطے کی رائے میں امن عامہ کے متناقض نہ ہو۔ ہماری آرزو ہے کہ اس شرط پر اس رعایت کو ان اشخاص تک وسیع کر دیا جائے جو گورنمنٹ کے خلاف جرائم کے پاداش میں یا خاص فوری قوانین کے ماتحت مقید ہیں۔ یا جن کی آزادی پر پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ یہیں یقین ہے کہ ان لوگوں کو جو اس سے مستفیض ہوں۔ آئندہ روش اس ترمیم کی موزونیت کو ثابت کر دے گی اور ہماری تمام رعایا اس شہم کی روش اختیار کرے گی جس سے آئندہ اس قسم کے جرائم کے لئے قوانین کا نفاذ غیر ضروری ہو جائے۔

(۷) برطانوی ہند میں نئے نظام ترکیبی کے نفاذ کے ساتھ ساتھ ہی مابعد دولت نے بخوشی دالیان ریاست کی ایوان مشادیت کی قیام کے لئے منظوری عطا فرمائی ہے۔ مابعد دولت کو اعتماد ہے کہ ان کے مشورے ریاستوں اور ان کے والیل کے لئے دائمی طور پر مفید ہوں گے۔ ان مفاد کو ترقی دیں گے۔ جو ان کے علاقوں اور برٹش انڈیا میں مشترک ہیں۔ اور بہتیت مجموعی سلطنت کے لئے فائدہ مند ہوں گے۔ مابعد دولت اس موقع پر دوبارہ پھر ہندوستان کے دالیان ریاست کو اپنے عزم و مصمم کا یقین دلاتے ہیں کہ ان کے استحقاقات حقوق اور مراتب کو بہت سو باقی برقرار رکھا جائے گا۔

(۸) مابعد دولت کا ارادہ ہے کہ اپنے فرزند دلہند پرش آف ویلر کو آئندہ موسم سرما میں ہندوستان بھیجیں تاکہ وہ مابعد دولت کی طرف سے دالیان ریاست کے نئے ایوان مشادیت اور برطانوی ہند میں نئے نظام ترکیبی کی افتتاحی رسم ادا کریں۔ مابعد دولت کی دعا ہے کہ ان کو ان لوگوں میں ایک جہتی اور اعتماد نظر آئے جن پر ملک کی آئندہ خدمت گزاری منحصر ہے تاکہ ان کی محنتیں بار آور

پوری ہوئے جب چھپے تو شاید میری زندگی وفانہ کرتی ع تا سال دیگر کہ خور و زندہ کہ ماند؟
وہ تو خدا کا شکر کہ تصنیف اور چھپائی دونوں کام ساتھ ساتھ چلتے رہے جس سے اُسید بھتی
ہو کہ دیر سویر کتاب شائع ہو جائے گی۔ جلدی کے مارے کہ کسی طرح یہ کام سلٹ جائے کتاب
بہ تفاریق چار جگہ چھپ رہی ہے اور چار ہی کاتب لکھ رہے ہیں لیکن لکھائی اور چھپائی نہ سیر
ہاتھ کا کام ہے نہ میرے پس ہیں۔ تقاضا اور تقاضائے شہید اور صارف کی برداشت میرا کام
ہے اُس میں ذرا ڈھیل نہیں انب جن کے ہاتھ میں کام ہے خدا انھیں توفیق دے کہ تن وہی
سے اُسے انجام کو پہنچائیں اور خاکسار کو زحمت مزید کے انتظار سے بچائیں۔ انواع و اقسام
کی جو جو قسمیں کاتبوں کی سبے جاناز برداری اور اہل مطابع کی خلاف توقع سہل کاری کی
جو مجھے پیش آئیں اور پیش آرہی ہیں نہایت دل آزار اور دل شکن ہیں۔ مگر

چہ تو اہل کرد مردماں اُمید باہیں مردماں بیاید ساخت

میں حصہ اول میں منشی اشتیاق احمد صاحب شتی نظامی کا شکریہ ادا کر چکا ہوں مگر کچھ اور صاحبوں
نے بھی میرا ہاتھ بٹایا ان کی مشارکت کا اعتراف بھی من لم یشکر الناس فلم یشکر اللہ تقاضائے
انصاف ہے۔ منشی حافظ محمد یوسف صاحب اور عزیز اختر حسن صاحب اور میری عزیز
مخدورات عصمت حامدہ بیگم اور اشرف جہاں بیگم صاحبان بھی میرے دلی شکر کے اور
اتفاق کی ستمی ہیں کہ انھوں نے کاپیوں اور پروف کے مقابلے اور تصحیح میں کافی مدد دی۔
جزاہن اللہ احسن الجزاء۔ اتنی بڑی کتاب کا لکھنا جس کی تین ضخیم جلدیں ہیں۔ سیکڑوں کتابوں
کی آرٹ پلٹ۔ مقامات اور عمارات کی دیکھ بھال کے لیے دواؤں پر جب نظر کرتا ہوں تو
خواہ کوئی داد دے یا نہ دے میں خود کہتا ہوں ع ازاں تن ضعیف مرایں گماں بنود۔ مگر
فضل خدا شامل حال تھا یہ شکل آسان ہو گئی۔

بہر کارے کہ بہت بسترہ گردو اگر فارے بود گلہ ستہ گردو

خدا کرے کہ کتاب لوگوں کی پسند آئے تو میری محنت ٹھکانے لگے اور مراد بر آئے والسلام
بشیر الفقیر الی اللہ عن شاکھ
دہلی ماہ اپریل ۱۹۲۲ء

انگریزی سلطنت کے بعض اہم تاریخی واقعات

سنہ	خلاصہ
۱	۲
۱۷۶۷ء	(ایسٹ انڈیا کمپنی کا عہد)
۱۷۶۷ء	ملکہ الزبتھ کا چارٹر (فرمان)
۱۷۶۷ء	چارلس دوم کا چارٹر (فرمان)
۱۷۶۷ء	ہم سر کمپنیوں کا انضمام۔
۱۷۶۷ء	ریگولیشن ایکٹ (گورنر جنرل بنگال)
۱۷۶۷ء	پٹ کا انڈیا ایکٹ (بورڈ آف کنٹرول)
۱۷۶۷ء	تجدید چارٹر
۱۷۶۷ء	(ہند کی تجارت کھول دی گئی)
۱۷۶۷ء	کمپنی کے تجارتی حقوق کی منسوخ چین کی تجارت کا اجراء
۱۷۶۷ء	سول سروس کا امتحان مقابلہ
۱۷۶۷ء	باقاعدہ طور پر کمپنی کا توڑا جانا۔
۱۷۶۷ء	غدر۔ (ہندوستان براہ راست تاج شاہی کے تحت میں)
۱۷۶۷ء	رنٹ ایکٹ۔
۱۷۶۷ء	تغزیرات ہند۔
۱۷۶۷ء	قانون کونسل۔ سول سروس ہند کا قانون۔ ہائی کورٹوں کا چارٹر۔
۱۷۶۷ء	امیردھت محمد خاں کا انتقال اور امیر شیر علی خاں کی جانشینی
۱۷۶۷ء	اوڈیسہ کا محظ
۱۷۶۷ء	نہر سوئز کا افتتاح۔
۱۷۶۷ء	ہنر اہلی ہائیس شاہزادہ ویلز کی سیاحت ہند
۱۷۶۷ء	کوئٹہ پر قبضہ۔
۱۷۶۷ء	دربار قیصری۔

سنہ	خلاصہ
۱	۲
۱۸۷۷-۷۸	جنوبی اور مغربی ہندوستان میں قحط
۱۸۷۸-۷۹	دوسری جنگ افغانستان۔
۱۸۸۵ء	معاملات پختہ۔ تیسری جنگ برصغیر۔
۱۸۸۶ء	برصغیر کے بالائی حصے کا ضم۔
۱۸۹۱ء	پرنس ایلبرٹ وکٹری تشریف آوری ہندوستان میں۔
۱۸۹۲ء	کا انتقال پڑھال۔
۱۸۹۳ء	مہم جیرال۔
۱۸۹۴ء	بھٹی میں طاعون کا شیعہ۔
۱۸۹۸ء	مہم تیراد۔
۱۸۹۹ء	تروچ سکھ طلائی۔
۱۹۰۰ء	قحط
۱۹۰۱ء	ملکہ معظمہ وکٹوریہ کا انتقال اور شہنشاہ معظم ایڈورڈ ہفتم کی تخت نشینی
۱۹۰۳ء	امیر عبدالرشید خاں کی وفات اور امیر حبیب اللہ خاں کی جانشینی
۱۹۰۳ء	دربار تاجپوشی ملک معظم ایڈورڈ ہفتم۔
۱۹۰۴ء	مہم تبت۔ یونیورسٹیوں کا قانون۔
۱۹۰۵ء	برنگال کی تحریک۔
۱۹۰۵ء	پرنس جارج کی سیاحت ہند بطور ولی عہد۔
۱۹۰۵ء	دہلی میں ہندو مجسٹریٹ امیر حبیب اللہ خاں کی تشریف آوری۔
۱۹۰۶ء	خیالات باغیانہ۔ انڈیا کونسل ایکٹ۔
۱۹۱۰ء	شاہ ایڈورڈ ہفتم کا انتقال اور ملک معظم جارج پنجم کی تخت نشینی۔
۱۹۱۱ء	ملک معظم و ملکہ معظمہ کی ہندوستان میں رونق افروزی۔ دربار تاجپوشی۔
۱۹۱۲ء	لارڈ ہارڈنگ گورنر جنرل پریم اندازی سے قاتلانہ حملہ۔

سنہ	خلاصہ
۱	۲
۱۹۱۲ء ۱۱ نومبر ۱۹۱۸ء ۱۹۱۹ء	یورپ کی عظیم الشان جنگ - جرمن وار کا آغاز - اختتام جنگ یورپ - ہنریجیٹی امیر حبیب اللہ خاں کا قتل اور ہنریجیٹی امیر ایمان اللہ خاں کی پناہ نشینی - کابل وار کا آغاز اور مصالحت پر اختتام - شاہی اعلان مزید ۲۵ دسمبر ۱۹۱۹ء

گورنر جنرل صاحبان کی فہرست

سج	سنہ	نام گورنر جنرل بہادر
۱	۲	۳
۱	اکتوبر ۱۸۶۴ء	(۱) بنگال کے فورٹ ولیم کے گورنر جنرل حبیب گوشتین ایکٹ بابت
۲	ستمبر ۱۸۶۷ء	رئیسٹ آنریبل وارن ہیسٹنگز سکوائر - دکن فروری ۱۸۶۵ء
۳	اگست ۱۸۶۳ء	سرجن مارکونیس (کارنوالس) سرجن شور (لارڈ مین مٹوختہ) - مارچ ۱۸۶۸ء
۴	مئی ۱۸۶۸ء	سر ایلیو رڈکلارک ارل آف مارننگٹن (مارکونیس ورنلی)
۵	۳۰ جولائی ۱۸۶۵ء	مارکونیس کارنوالس (دوبارہ) - (۵ اکتوبر ۱۸۶۵ء)
۶	۱۸۰۶ء	سرجن جارج بارلو سیرن (ارل آف) مٹوادل -
۷	۴ اکتوبر ۱۸۱۳ء	ارل آف مائٹرا (مارکونیس آف ہیسٹنگز - دکن جنوری ۱۸۲۳ء - جان ایڈم سکوائر)
۸	یکم اگست ۱۸۲۳ء	سیرن (ارل) ایچسٹ (دوبارہ) - (۱۸۲۳ء ویم بورد تھیلی سکوائر)

سند	نام گورنر جنرل بہادر	۱
۲	۳	
جولائی ۱۸۲۸ء	لارڈ ولیم کیونڈش ہٹنگ -	۸
۶۱۸۳۳ء	(۲۵) گورنر جنرل ہند حسب چارٹر ایکٹ ۱۸۳۳ء لارڈ ولیم کیونڈش ہٹنگ - (۲۵) مارچ ۱۸۳۳ء سر چارلس (لارڈ) ٹکس	
۶۱۸۳۶ء	پیرن (ارل آف) آکلینڈ -	۹
۶۱۸۳۲ء	پیرن (ارل آف) آٹن برو -	۱۰
۶۱۸۳۴ء	سر سہری (وائی کونٹ) ہارڈنگ -	۱۱
۶۱۸۳۸ء	ارل (مارکویس) آف دیلہونزی -	۱۲
۶۱۸۵۷ء	وائی کونٹ (ارل) کیننگ -	۱۳
۶۱۸۵۸ء	(۳) گورنر جنرل دوائیسرے حسب اعلان ملکہ معظمہ کو مین ارل کیننگ -	
۶۱۸۶۲ء	ارل آف ایلمن اول - (۱۸۶۳ء سر رابرٹ نیپیر (لارڈ) نیپیر آف میکڈال - ۱۸۶۳ء سر ولیم ڈینن -	۱۴
۶۱۸۶۲ء	سرجان (لارڈ) لارنس -	۱۵
۶۱۸۶۹ء	ارل آف میو - (۱۸۶۲ء سرجان سٹریچی (۱۸۶۲ء لارڈ نیپیر آف سیچس ٹون) -	۱۶
۱۸۶۲ء	پیرن (ارل آف) ہارڈنگ بروک -	
۶۱۸۶۶ء	پیرن (ارل آف) ٹن	۱۸
۱۸۸۰ء	مارکویس آف پین	۱۹
۶۱۸۸۴ء	ارل آف ڈفرن (مارکویس آف ڈفرن اینڈ آدا)	۲۰
۶۱۸۸۸ء	مارکویس آف لینڈ ڈون -	۲۱
۶۱۸۹۴ء	ارل آف ایلمن دوم -	۲۲
۶۱۸۹۵ء	پیرن (ارل آف) گرزن آف کڈسٹن - (۱۹۰۳ء لارڈ ایچٹھل) پیرن (ارل آف) گرزن آف کڈسٹن (دوبارہ) -	۲۳

بیگ	سنہ	نام گورنر جنرل بہادر
۱	۲	۳
۲۴	۱۹۰۵ء	ارل آف ٹنڈ (ثانی)۔
۲۵	۱۹۱۰ء	بین ہارڈنگ آف پنٹر سٹ۔
۲۶	۱۹۱۶ء	لارڈ چیمپفورڈ (موجودہ وائیکسراے و گورنر جنرل)
نہایت اہم ناموں کے نیچے خط لکھنا ہوا جو عارضی اور قائم مقام تھے۔		
لیفٹ راج صاحب قانون بدلتے پر بدستور قائم رہے ان پر جداگانہ نمبرز نہیں ڈالا گیا۔		
استے وائیکسراے میں صرف ایک لارڈ کرزن ہی ایسے تھے جو ولایت تشریف لے گئے		
اور دیوار گورنر جنرلی پر آئے۔ ۱۳۔		

انگلستان کے بادشاہوں کی فہرست

بیگ	نام بادشاہ	زمانہ سلطنت	بیگ	نام بادشاہ	زمانہ سلطنت
۱	۲	۳	۱	۲	۳
۱	ولیم اول	۸۶-۱۰۶۶ء	۱۳	رچرڈ دوم	۹۹-۱۳۶۷ء
۲	ولیم دوم	۱۱۰۰-۱۰۸۷ء	۱۳	ہنری چہارم	۱۲۱۳-۱۳۹۹ء
۳	ہنری اول	۱۱۰۰-۱۰۶۵ء	۱۴	ہنری پنجم	۱۲۱۳-۱۲۲۲ء
۴	سٹیفن (آف بٹا)	۱۱۳۵-۱۱۵۴ء	۱۵	ہنری ششم	۱۲۷۲-۱۲۷۱ء
۵	ہنری دوم	۱۱۵۴-۱۱۵۹ء	۱۶	ایڈورڈ چہارم	۱۲۷۱-۱۲۷۲ء
۶	رچرڈ اول	۱۱۸۹-۱۱۸۹ء	۱۷	ایڈورڈ پنجم	۱۲۸۳ء
۷	جان (اینگلینڈ)	۱۲۱۶-۱۱۹۹ء	۱۸	رچرڈ سوم	۱۲۸۳-۱۲۸۵ء
۸	ہنری سوم	۱۲۱۶-۱۲۱۶ء	۱۹	ہنری ہفتم	۱۲۸۵-۱۵۰۹ء
۹	ایڈورڈ اول	۱۲۷۲-۱۳۰۷ء	۲۰	ہنری ششم	۱۵۰۹-۱۵۰۹ء
۱۰	ایڈورڈ دوم	۱۳۰۷-۱۳۰۷ء	۲۱	ایڈورڈ ششم	۱۵۰۹-۱۵۰۹ء
۱۱	ایڈورڈ سوم	۱۳۲۷-۱۳۲۷ء	۲۲	میری اول	۱۵۵۳-۱۵۵۳ء

کے	نام بادشاہ	زمانہ سلطنت	کے	نام بادشاہ	زمانہ سلطنت
۱	۲	۳	۱	۲	۳
۲۳	الزنجبہ	۱۶۰۳ء - ۱۵۵۸ء	۳۱	جارج دوم	۶۰ - ۱۷۱۷ء
۲۴	جیمس اول	۱۶۰۳ء - ۱۶۰۳ء	۳۲	جارج سوم	۱۸۲۰ء - ۱۷۶۰ء
۲۵	چارلس اول	۱۶۰۳ء - ۱۶۰۳ء	۳۳	جارج چہارم	۳۰ - ۱۸۳۰ء
۲۶	چارلس دوم	۱۶۰۳ء - ۱۶۰۳ء	۳۴	ولیم چہارم	۳۷ - ۱۸۳۰ء
۲۷	جیمس دوم	۱۶۰۳ء - ۱۶۰۳ء	۳۵	وکتوریا	۱۹۰۱ء - ۱۸۳۷ء
۲۸	ولیم سوم اور مریئم	۱۶۰۳ء - ۱۶۰۳ء	۳۶	ایڈورڈ ہفتم	۱۹۰۱ء - ۱۹۰۱ء
۲۹	انی	۱۶۰۳ء - ۱۶۰۳ء	۳۷	جارج چہم	۱۹۱۰ء
۳۰	جارج اول	۱۶۰۳ء - ۱۶۰۳ء			

شاہ ابوالقاسم عمر تو باشت ہزار سال
لیکن بایں حساب بعد حشت و جلال
سلسلے ہزار ماہ و ماہ ہے ہزار سال
یوم ہزار سال و ساعت ہزار سال

اگر سرزمین دہلی چمکا ترا ستارہ
گیتی فروزا بے کردہ خسرو معظم
دنیا ترے گردے کو جس نے کیا انور
تعلیم اُس نے بددیگری کر یہ گرمی ناکہ سے
سوجود اسلطنت کے دیکھ آ کے کارنامے
گزرے ہوئے سلاطین میں پر وہ عدم ہیں
برطانیہ حکومت کرتی ہے ناز بے بس پر
وہ کون عدل گستر سلطان جارج چہم
مگر نفس سلطنت کی تو قیر ہے تو یہ ہے
دیکھو سیاست اُس کی دیکھو حکومت اُس کی
دنیا کو ملک کا دے تیرا فردغ سلطنت

پھر پائے تخت شاہی سلطان نے ستوار
یورپ کے دل سے نکلا ارمان اک ہمارا
خوشنمید بن کے ہر کامنبر کے وہ ستارا
علمی ترقیوں کا بڑھتا چلا ہے پارسا
اب خواب ہو گئے ہیں افسانہاے وارا
کرتی ہیں ان کی رگوں اس حشر کا نظارا
وہ آفتاب اب ہے دہلی میں جلوہ آرا
دنیا پر ایک پیکر ادب جان جارج چہم
انصاف کی مجسم تصویر ہے تو یہ ہے
تدبیر ہے تو یہ ہے تقدیر ہے تو یہ ہے
بس خواب سلطنت کی تعبیر ہے تو یہ ہے

بس دیکھنے کے قابل ہر سر نوشت اُس کی
 نمایاں ہر اُس کی شاہی دنیا ہر سب اسی کی
 اُس کی ننگہ کی ہیبت ہر دشمنوں پہ غالب
 دنیا کی ساری قوموا اُس پر فدا ہو دل سے
 یہ نگہاے رحمت ہوں کے مجھے مبارک

قدرت کے مقولم کی تحریر ہر تو یہ ہر
 اجمال ہر تو یہ ہر تفسیر ہر تو یہ ہر
 ترکش میں تیرے دنیا گزیر ہر تو یہ ہر
 حق میں بٹھایے کوئی اسیہ ہر تو یہ ہر
 سلطان کی پائے بوسی دہلی کو یہ مبارک

فہستہ ان اردو اور فارسی کتابوں کی جن سے مدد لی گئی

ردیف	نام کتاب	مصنف	ردیف	نام کتاب	مصنف
۱	آثار الصنادید ۱۸۴۴	سید احمد خاں	۱	استغفار والتوسل	پیر جی محمد عمر صاحب
۲	اخبار الاخبار ۱۲۸	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۲	باتار الصالحین	باتار الصالحین
۳	اخبار الاخبار	ظہیر الدین احمد عرف محمد اشرف علی لکھنوی	۳	دسید الرسول	دسید الرسول
۴	یادگار دہلی ۱۹۵۵	سید احمد دہلوی	۴	دیوان فوق	دیوان فوق
۵	دہلی گیسٹ	سید حسن نظامی	۵	آب حیات ۱۸۴۵	آب حیات ۱۸۴۵
۶	روضۃ الاقطاب	صاحبزادہ مرزا بلاتی	۶	مختار صلیب ۱۲۶۵	مختار صلیب ۱۲۶۵
۷	سوانح عمری حضرت نظام الدین اویسیا		۷	دیوان غالب	دیوان غالب
۸	نوائد الفوائد		۸	یادگار غالب	یادگار غالب
۹	سیر الاولیاء		۹	مرآۃ الحقائِق	مرآۃ الحقائِق
۱۰	سیر المتشمس		۱۰	تاریخ دیوبند ۱۹۱۸	تاریخ دیوبند ۱۹۱۸
۱۱	در بار اکبری ۱۸۹۹	شمس العلماء مولوی محمد حسن	۱۱	یادگار دیوبند ۱۹۱۸	یادگار دیوبند ۱۹۱۸
۱۲	تذکرۃ العارفين	عاجی محمد نذیر دہلوی	۱۲	سوانح دہلی ۱۵۹۶	سوانح دہلی ۱۵۹۶

مصنف	نام کتاب	مصنف	نام کتاب
۱	۲	۳	۴
۲۲	عجائب الاسفار شیخ	۳۴	خان بہادر پیرزادہ
ابن بطوطہ کا سفرنامہ	مولوی محمد حسین	۳۵	ایم اے
۱۸۹۰ء	خواتین	۱۹۱۴ء	حافظ محمد اسلم جیراجپوری
۲۳	مختارات حصہ اول	۳۶	سید ظہور الحسن
۲۴	دوم	۱۹۱۵ء	قومی پریس دہلی
۲۵	تاریخ دربار دہلی	۳۷	تاریخ بجا نگر
۲۶	واقعات مملکت	۱۹۱۵ء	بجا پور
۲۷	حیات قیصرہ	۱۹۱۵ء	ذکر شہنشاہ جارج پنجم
۲۸	مفتاح التواریخ	۱۹۱۵ء	سیاحت ہند
۲۹	کلیات شیفندہ	۱۹۱۵ء	حسرتی
۳۰	آثار اکبری	۱۹۱۵ء	محمد سعید احمد مارہروی
۳۱	۳۲	۳۳	۳۴
۳۲	۳۳	۳۴	۳۵
۳۳	۳۴	۳۵	۳۶
۳۴	۳۵	۳۶	۳۷
۳۵	۳۶	۳۷	۳۸
۳۶	۳۷	۳۸	۳۹
۳۷	۳۸	۳۹	۴۰
۳۸	۳۹	۴۰	۴۱
۳۹	۴۰	۴۱	۴۲
۴۰	۴۱	۴۲	۴۳
۴۱	۴۲	۴۳	۴۴
۴۲	۴۳	۴۴	۴۵
۴۳	۴۴	۴۵	۴۶
۴۴	۴۵	۴۶	۴۷
۴۵	۴۶	۴۷	۴۸
۴۶	۴۷	۴۸	۴۹
۴۷	۴۸	۴۹	۵۰
۴۸	۴۹	۵۰	۵۱
۴۹	۵۰	۵۱	۵۲
۵۰	۵۱	۵۲	۵۳
۵۱	۵۲	۵۳	۵۴
۵۲	۵۳	۵۴	۵۵
۵۳	۵۴	۵۵	۵۶
۵۴	۵۵	۵۶	۵۷
۵۵	۵۶	۵۷	۵۸
۵۶	۵۷	۵۸	۵۹
۵۷	۵۸	۵۹	۶۰
۵۸	۵۹	۶۰	۶۱
۵۹	۶۰	۶۱	۶۲
۶۰	۶۱	۶۲	۶۳
۶۱	۶۲	۶۳	۶۴
۶۲	۶۳	۶۴	۶۵
۶۳	۶۴	۶۵	۶۶
۶۴	۶۵	۶۶	۶۷
۶۵	۶۶	۶۷	۶۸
۶۶	۶۷	۶۸	۶۹
۶۷	۶۸	۶۹	۷۰
۶۸	۶۹	۷۰	۷۱
۶۹	۷۰	۷۱	۷۲
۷۰	۷۱	۷۲	۷۳
۷۱	۷۲	۷۳	۷۴
۷۲	۷۳	۷۴	۷۵
۷۳	۷۴	۷۵	۷۶
۷۴	۷۵	۷۶	۷۷
۷۵	۷۶	۷۷	۷۸
۷۶	۷۷	۷۸	۷۹
۷۷	۷۸	۷۹	۸۰
۷۸	۷۹	۸۰	۸۱
۷۹	۸۰	۸۱	۸۲
۸۰	۸۱	۸۲	۸۳
۸۱	۸۲	۸۳	۸۴
۸۲	۸۳	۸۴	۸۵
۸۳	۸۴	۸۵	۸۶
۸۴	۸۵	۸۶	۸۷
۸۵	۸۶	۸۷	۸۸
۸۶	۸۷	۸۸	۸۹
۸۷	۸۸	۸۹	۹۰
۸۸	۸۹	۹۰	۹۱
۸۹	۹۰	۹۱	۹۲
۹۰	۹۱	۹۲	۹۳
۹۱	۹۲	۹۳	۹۴
۹۲	۹۳	۹۴	۹۵
۹۳	۹۴	۹۵	۹۶
۹۴	۹۵	۹۶	۹۷
۹۵	۹۶	۹۷	۹۸
۹۶	۹۷	۹۸	۹۹
۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰



List of works consulted - درج ذیل کتب کا مطالعہ کیا گیا

- 1 Archaeological Survey of India Report of the year 1871-72 Delhi and Agra Vol. IV by Beglar and Colley under the Superintendence of Major General R. Cunningham C.S.I. Director General of Archaeological Survey of India 1874
- 2 The Archaeology and Monumental remains of Delhi by Lieut. Stephens. 1876
- 3 Life of H. M. Queen Victoria, G. Barnett Smith 1887
- 4 Picturesque India, W. S. Loane 1891
- 5 Delhi past & present. H. C. Farnshaw. 1902
- 6 Seven Cities of Delhi, Gordon Risley Hearn. 1906
- 7 Keen's Handbook of Visitors to Delhi. 1906
- 8 Royal tour in India, 1905-6, Stanley Reed 1906
- 9 Storia del Mogol, 1658-1708, Niccolo Manucci 1908
- 10 Sketches of Rulers of India Vol. IV Babar, Akbar & Aurangzeb, G. D. Oswell. 1908.
- 11 Life of Akbar. Col. Malletson. 1908
- 12 Loane Pool's Life of Aurangzeb
- 13 Delhi the Imperial City, Renton Denning 1911
- 14 All about Delhi, G. A. Katesan & Co. 1911
- 15 Coronation Durbar. Pundit Banka Rao 1911
- 16 The Book of the Coronation, Cassell & Co. 1911
- 17 Delhi Durbar Railway, Burt & Freeland 1911
- 18 History of India, Sri Hemalata Devi. 1911

- 19 Imperial Coronation Durbar. 2 Vols. 1911
- 20 The Portrait Book of our Kings & Queens ^{Khosla Bros.} 1911
- 21 The King & Queen in India, ^{Hare & Passcoe} Stanley Reed 1911
- 22 A Handbook to Agra & the Taj, E. V. Havell 1912
- 23 Delhi Museum Catalogue. 1913
- 24 Indian History. E. Marsden. 1914
- 25 The Historical Record of the Imperial Visit to India 1911. Compiled from Official Records 1914
- 26 Easy Stories from Indian History. E. Marsden 1915
- 27 The Oxford Students History of India Vincent ^{A. Smith.} 1916
- 28 History of India, Ram Press & Manmohan 1916
- 29 History of India. Thompson.
- 30 The King's Indian Allies, St. Nicholas Singh 1916
- 31 List of Muhammadan & Hindu Monuments Shahjahanabad Vols I & II Gordon Sanderson 1915-16
- 32 V. R. I. Her Life and Empire, Marquis of Lorne, His Grace the Duke of Argyll.
- 33 Edward VII, his Life & Times, Sir Richard Holme.
- 34 From Cradle to Crown, J. E. Vincent.
- 35 King Edward VII, Thomas Nelson & Sons.
- 36 George V Our Sailor King, Robert Hudson.
- 37 Medieval India, S. Lane Poole.
- 38 Report of Lady Hardinge Medical College and Hospital for Women and Children

تقاریظ اور قطعات تاریخی

میرے جن کرم فراؤں نے ایما ناالبیب میری نئی کتاب کو سراہا اور فطرت سے تقریظیں اور قطعات تعریفی لکھ کر میرا وصلہ بڑھایا ہے ان سب صاحبوں کی اس عنایت بے غایت کا وہ دل سے شکر گزار اور ممنون ہوں۔ ع کم کر دی الہی زندہ باشی کی چھوٹے چھوٹے قطعات تاریخی اصل کتاب میں جہاں بھی ملی مریج کر دیئے گئے ہیں جو ذرا بڑے تھے یا جن کی گنجائش نہ نکل سکی وہاں وہ لکھے جاتے ہیں۔ تقدیم و تاخر قطعات میں کسی کو ترجیح بلا مرجع رہی تاہم کوثر خاطر نہیں میرے گوشہ دل میں سب کی یکساں جگہ ہے۔ تقریظوں پر پذیر و پرتاثر اقلیم چکیدہ رقم جناب خواجہ حسن صاحب نظامی دام مجرب غریب دہلی کی ایک اور تصویر

بجاری دہلی کی بگڑی سنوری شکل کی بیسیوں تصویروں میں مسلمانوں اور انگریزوں نے اتاری ہیں یعنی دہلی کی تاریخی۔ عمارتی۔ تمدنی و سیاسی سرگزشت پختہ دیو پٹن مسلمان مصنفوں نے کتابیں لکھی ہیں مگر نئی تصویر۔ نئی تاریخ۔ نئی سرگزشت۔ ابھی حال میں تیار ہوئی جو جوہر علی کے مشہور تحقیق اور مورخ کی قلم سے لکھی گئی ہے۔ مولانا بشیر الدین احمد صاحب خلف شمس العلماء مولانا حافظ ندیر احمد مرحوم ایک نابینا اور مخفی مصنف ہیں۔ ان کے والد صاحب نے جو سراہا اور دوزبان میں علمی و اصلاحی کارناموں کا چھوڑا ہے مولانا بشیر الدین احمد صاحب اُس کی حفاظت ہی میں کوشش نہیں کرتے بلکہ رات دن اضافہ کی سعی کر رہے ہیں۔ وہ اپنے پدر بزرگ کے اکلوتے وارث ہیں اور میں اُن کی موجودہ علمی و ادبی خدمات اور اُن کے والد کی شہرہ آفاق کارگزاریوں کا لحاظ کر کے اُن کو وارث الادب بالکل جائز خطاب دیا ہے جو ہندوستان کے تمام اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ مولانا بشیر الدین احمد صاحب ریاست جید آباد میں کلکٹر تھے پٹنن کے کرگھر پر اسے تو آرام طلبی اور عیش و عشرت میں وقت برباد نہ کیا جو کچھ کل بے فکر دولت مندوں کا ایک لازمی شعار ہو گیا ہو بلکہ رات دن تصنیف و تالیف میں مصروف رہنے لگے۔ چنانچہ چند سال کے عرصہ میں دس بارہ کتابیں انھوں نے تیار کر لیں جن میں یادہ حصہ خانگی و نسولی اصلاح کا ہے۔ جس سے مولانا کو خاص مناسبت ہو چکی ہے اور جو اُن کے والد کا مقصود زندگی بھی تھا۔ مولانا کی ان اصلاحی اور تمدنی کتابوں کو ملک میں خاص محبت سے پڑھا جاتا ہے اور صریحاً پبلک ہی ان کو پسند نہیں کرتی بلکہ سلطنت میں بھی یہ کتابیں مقبول ہیں اور ابھی حال میں گزشتہ سال صوبہ دہلی کی گورنمنٹ نے ایک حصول انعام ان کی ایک اصلاحی کتاب پر دیا ہے۔ مولانا کو آثار قدیمہ اور قدامت کے تذکرہوں سے ایک دلی لگاؤ ہے۔ قیام دکن کے زمانہ میں انھوں نے تاریخ بیجا پور کے نام ایک نہایت ضخیم کتاب لکھی تھی

جوانی وزنی ہو کر میں اٹھا کر چلوں تو بائپ جاؤں۔ اس میں سلاطین و کن کے تذکرے اور آثار قدیم کے حالات و قصا و ہر میں اور معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے نہایت محنت و تلاش سے اس کو تیار کیا ہوگا۔ اب گورنمنٹ دہلی کی خواہش سے انھوں نے دہلی کے آثار پر ایک زبردست اور تاسیخ بیجا پور کے طریقے پر مستند کتاب لکھی ہے۔ جس میں دہلی قدیم و دہلی جدید کے تمام جز و کل حالات ہیں اور جو ایسے ہندو ترتیب سے قلم بند ہونے میں کہ اس کتاب کو دہلی کی تصویر کہہ سکتے ہیں جیسا کہ میں عنوان میں ذکر کیا انگریزوں نے جو کتابیں دہلی پر لکھیں ان کو ناپسند نہیں کیا جاتا مگر اس کتاب کو جو مولانا بشیر الدین احمد صاحب نے لکھی ہے یقیناً بہت پسند کیا جائے گا کیوں کہ یہ اردو زبان میں ہے اور ایسے شخص نے لکھی ہے جو انگریزوں کی نسبت دہلی کو اور اس کے حالات کو زیادہ گہرائی سے دیکھ سکتا تھا اور دہلی تعلق سے قلم بند کر سکتا تھا جب کہ کیا گیا ہے۔ اگر انسان کوئی مشین ہیں۔ تو مولانا بشیر الدین احمد صاحب نے لکھنے کی مشین میں جو اتنی جلدی تصنیف تیار کر دیتے ہیں جس پر انگریزی مشینوں کی بنی ہوئی اشیاء کا یہ شہور اشتہاری فقرہ صادق آتا ہے۔ "ہاتھوں کے چھوئے بغیر تیار ہوئی" میں نہیں جانتا وہ اس کبر سنی میں اتنا زیادہ۔ اتنا جلدی اور اتنا عمدہ کام کیوں کر کر سکتے ہیں؟ مجھ کو بھی دو ہفتے میں ایک متقل اور دو سو صفحے کی تصنیف تیار کر دیے گا مگر یہ مولانا مذکور کی تیز نگاری کے سامنے میری سریع النویسی بھی مات ہے۔

مجھے امید ہے کہ مولانا کی یہ تازہ تصنیف دہلی کی یادگاروں میں ایک مفید و دل چسپ اور متقل یادگار ہوگی اور آئندہ نسلیں اس سے اخذ کرنے کا فائدہ اٹھائیں گی جس طرح کہ آثار الصنادید مصنفہ سر سید احمد خاں مرحوم سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

یہی میری دعا ہے اور یہی میری آخری اور دہلی خواہش ہے۔

اے اگر یہی محبت کی رفتار ہو کہ دہلی کے گئے تو شین نہیں چھوڑا ہوں کی چال چلاؤ لیکن بات یہ ہو کہ خواجہ صاحب کی نظر و دکر ہمہ سائب کو بھی محاسن میں ڈھالے گئی۔ اہی حضرت ہاتھوں کے چھوئے بغیر معنی قبل یہاں تو ہاتھوں کے علاوہ پاؤں بھی گھسیٹتے گھسیٹتے چھلے پڑ گئے کیوں کہ عمارت کے دیکھنے کو کوسوں سے دیکھ رہے ہیں بیدل پلنا پڑا لیکن جس تکلیف اور زحمت کے بعد راحت ہر ایسی تکلیف بھی اچھی۔ لے میں بتاؤں۔

رباعی۔ خوش ہوتے ہیں نگہیں کامرانوں کی طرح
ہیں منت سے دوستی پہلو انوں کی طرح
(پتہ نوٹ برصغیر آئندہ)

تقریظ عربی تحریر فیاض احمد عالم بے بدل مولوی فضل
منشی فضل جناب مولوی نور محمد صاحب مدرس فارسی عربی
سینٹ سٹیفنری ہائی سکول دہلی

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

أَسْأَلُ اللَّهَ وَسَلَامُهُ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى

اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فَكُلُّ لَهَا رَاقِدٌ وَأَوْفَعَهَا فَكُلُّهَا أَتَيْنَاهَا بِعَيْنِنَا
وَجَعَلْنَا فِيهَا الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالنَّجْمَاتِ وَأَجَعَلْنَا فِيهَا قُرَارَ وَبَشٍ فِيهَا مِنْ كُلِّ رَوْحٍ بِعَيْنِنَا
فَنَزَّلْنَا الْأَلْهَامَ نَحْنُ فِيهَا لِئَلَّا يَكُنْ مِنْ أَسْبَابِ الْمَعِيشَةِ لِسكانِ الْبَرِّ وَجَعَلْنَا كُلَّ شَيْءٍ مِنَ الْمَاءِ
حَيًّا وَخَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَجَعَلْنَاهُ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُ الْقُرْآنَ وَالْمِيزَانَ وَعَلَّمْنَاهُ مَكَلِّمًا
وَاخْتَقَنَاهُ بِالسُّلْطَانِ وَالنَّبِيِّ وَنَحْنُ كُلُّ شَيْءٍ وَكُفْرًا وَتَكْرِيمًا وَاللَّهُ دَقُّ الْقَضَائِ
وَالْقَضَاءِ لِلنَّارِ وَبَنَاهُ الْبَيْتَ وَفِي الدَّوَاوَتِ تَكَرَّرُوا حَتَّى مُلِئَتِ الْأَرْضُ مِنْهُمْ مَلَأَ
وَعَرَضْنَا وَنَحْنُ الْأَمْصَارُ وَالْمَدَائِنَ الشَّيْخَةَ وَجَاءَتِ الْقُرُونُ وَقَدْ تَدَجَّلَتِ الْأَعْرُ
وَمَضَتْ وَسُوطُ الْفَنَاءِ مُسَلِّطٌ عَلَيْهِمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مِنْهُ وَالْبَشَرُ ابْنُ الْغَابِ بِسَيِّدِ
بِرَّاهِنِي وَصَدَقَ مَا كُنْتُ يَتَّقُونَ وَيَكْفُرُونَ فَكُنْ حَقَّ عِبَادَتِهِ يَسْلُكُونَ فِي الْأَرْضِ

تکامل نہت سفیر گردش، دل امن کے طرف ان کے ہیں جو کرتے ہیں شیر ہنس بول کے چہرے کی جو بانوں کی طرح

۳۵۰ این کار از تو آید و مردی چنین کنند -

۴۵ دیکھیے کہیں نغمہ نگار - ہنسبت نگار - با عالم پاک - جناب و ادا آپ نے

سنا ہوگا کہ دور کے موصول سہاؤ نے - مع عالم ہے افسانہ ماوردو بھیج -

شہ جو کاتبوں اور مبلغ والوں کی ہربانی سے باسی ہو گئی۔

لے آئے ہیں کہیں اور کہاں ہو اب بہشت - نازک زیدم طلعت زشت - ہاں اگر آپ مجھے

بزرگوں کی دوائے کرمیت مضبوط کر دی۔ ۵

بابرین مقصد عالی اخرا نیر رسید

من المصنف ١٢

وَيُنْظَرُونَ إِلَى أَنَا الَّذِينَ سَقَوْهُمْ فِي الْفَنَاءِ وَحُصُونِهِمْ الْمُحَصَّنَةُ وَصُرُوحُهُمْ لَمْ تُفْعَلْ
الَّتِي أَكْثَرُهَا أَلَيْنَ مَخَاوِيَةً عَلَى عُرُوشِهَا فَيَقْشَعُونَ جُلُودَهُمْ تَقَرُّبَيْنِ وَلَوْ بَعْدَ بَدَنِ كَرَامَةِ اللَّهِ
وَلَكِنَّا كَانَ دِهْلِي مِنْ أَغْظَمِ مَنَاطِرِ الْأَرْضِ وَأَحَبِّهَا وَلَيْسَ لَهَا عَدِيلٌ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ
فِي الْأَنْثَارِ الْقَدِيمَةِ وَأَمَّا مَرْصَرٌ وَعِنْدَ قَلْبِهَا مَوْجُهَا كَشْفِي لَا يُعْتَدِلُ بِهِ وَكَثَرُ مِنْ بَيْتِ
مُعْطَلَةٍ بِهَا وَتَصْرِ مَشِيدٍ وَكَأَنَّ مِنْ حَضْرٍ وَنَحْرٍ فِيهَا كَالْبُكَدِ بِأَنْبِيَاءٍ وَعِمَارَاتُهَا الْقَدِيمَةُ
خَارِجَةٌ عَنْ حَدِّ الْمَرْصَرِ وَأَقْعَةُ مَسَافَةٍ طَوَّلَهَا سَبْعَةٌ وَعَشْرُ مِيلًا وَعَرْضُهَا
تِسْعَةٌ أَمْيَالٍ هِيَ أُمُّ الْبِلَادِ وَمَشْهُورَةٌ فِي أَكْثَانِ الْعَالَمِ الْمُتَمَدِّدِينَ لِأَنَّهُمْ رَجَعُوا لِللَّهِ
وَمَقَرُّ سُلْطَنَتِهِمْ وَصُنِفَتْ فِي التَّحْرِيرِ أَنْبَارُهَا الْقَدِيمَةُ الْعَجِيبَةُ كُتِبَ بِكَثْرَةِ
أَسَاسِيهَا وَلَكِنَّهَا تَحَاطَّتْ لِحَاظِهَا وَهَرَا بَيْتُهَا وَمِنْ غَدَا إِذَا سُئِلَ أَحَدٌ عَنِ الْكِتَابِ
أَحَاطَ بِمَحْمَلِهِ الْأَشَارِ وَعِمَارَاتِ الدِّهْلِيِّ لَا يَهْدِي فِي جَوَابِهِ أَنَّ الْكِتَابَ كَذَا وَكَذَا
كَانَ لِهَذَا الْبَيْتِ فِي ذَلِكَ الْمُقْصِدِ الْعَالِي بَلْ يَقُولُ قَوْلًا مَدَّ يَدَهُ بِالْعَدَمِ
وَجَوَّادِ الْكِتَابِ هَكَذَا أَوْ كُنَّا عَلَى سَبِيلِ الْإِتِّدَارِ لَوْ جَوَّادِ الْكِتَابِ الْعَظِيمِ
عَلَى أَحْبَابِ الَّذِينَ خَلَدُوا مِنْ الصَّنَاءِ دِيدٍ فِي هَذِهِ الْبُلْدَةِ الْعَظِيمَةِ وَالطَّبِيبَةِ وَ
الْمُلُوكِ وَأَشَارَهُمْ وَحُصُونِهِمْ وَصُرُوحِهِمْ الْمُشِيدَةِ كَأَحْمَدَ اللَّهِ الَّذِي
يَنْبَغُ بَعْضُ النَّاسِ عَلَى بَعْضٍ فِي الْفَنَاءِ وَخَلَقَ الْمُدَّةَ وَالْمَحِينَةَ لِلْبَلَاءِ عَلَى أَنْ
عَمَلُ قَلْبِ الْعَلَامَةِ الْخَيْرِ الْخَيْرِ وَصَاحِبِ الْفَضْلِ الْعَظِيمِ أَمَّا لَنَا الْمُلُوكُ
بَنِي بَنِي الدِّينِ أَحْمَدُ خَلَفَ شَمْسُ الْعُلَمَاءِ أَمَّا لَنَا الْمُلُوكُ لَوْ
لَكَ بَنِي أَحْمَدَ الدِّهْلَوِي الَّذِي إِسْمُهُ السَّامِيُّ شَالِحٌ مَعْرُوفٌ
فِي أَكْثَانِ الْهَيْدِ إِلَى تَسْوِيٍّ بِهَذَا الْكِتَابِ الْجَامِعِ لِبَيَانِ جَمِيعِ الْأَمَلِكَةِ
الْمُقَدَّسَةِ مِنَ الْحُصُونِ وَالْمَقَابِرِ وَالْمَسَاجِدِ الَّتِي بَعْضُهَا قَائِمَةٌ
وَالْأُخْرَى عَلَى سَبِيلِ الْفَنَاءِ وَالْحَقُّ أَنَّ فِي مَنَاطِرِهَا عِبَرٌ
لَنَا ظَاهِرٌ وَبَيَانٌ يَجْعَلُ الْمُلُوكَ الَّذِينَ يَمْلِكُونَ عَلَى سِرِّ سُلْطَنَتِهِمَا
مِنْ أَوَّلٍ يَوْجَعَلُهُمَا اللَّهُ مَتَانَةً الْهَيْدِ وَاللَّهُ دَرُّ الْمُصْتَفِ الْأَكْثَرِ
هَذَا الْكِتَابُ الْجَامِعُ الَّذِي أَهْنَأْنَا مِنْ تَلْكَ الْأَخْرَافِ فَلَهُ
تِلْكَ الْعَجَائِبُ وَالْعَجَبُ كُلُّ الْعَجَبِ أَنَّ مَا مِنْ دَرْهَبٍ وَلَا كَالِي

الَا هُوَ جَا مَعَهُ وَمِنْ سُلَاسَةِ عِبَادِهِ وَصِيَّةً بَيَا نَعَهُ
 أَجَدَ رُبَّانٍ يَخُونُ عِنْدَ حُلِّ شَأْنٍ لِأَخْبَارِ الَّذِينَ
 خَلَوْا مِنَ الْأَمَمِ فِي هَذِهِ الْبُقْعَةِ الْمُقَدَّسَةِ رُوِيَ فِي تَفْخِيذِهِ لَتَكُنْ رَحْمَةً بَيْنَ
 إِنْ خَيْرٌ حَلِيلٍ فِي التَّرْمِيزِ كِتَابٌ -

کلام بلاغت نظام و فصاحت انضمام اسان العصر حضرت اکبر الہ آبادی مدظلہم العالی

ہیں علم کی محفل کی رونق دہلی میں شہید الدین صاحب
 اکرم ہوں ان کے والد کی وہ بھی میں سعادت مند ہوں
 گو علم کا چرچا تھا ہر سو پیدا ہوئے نچنے والے بھی
 جب گلشن علم مولانا سے تازہ درخشاں گل یہ کھلا
 عالی جناب لارٹن کے بہت ہوں ان کی نظر فائز ہے
 تصنیف کو جاری رکھا ہے میں مخزن علم و فن و ہنر
 بسوٹا مکمل میں ہم آگاہی کی کوئی تاریخ نہ تھی
 ”دہلی کی پہلی تاریخ“ اس فقرے میں سال طبع ۱۳۴۷

لہ دہلی میں آپ تشریف لائے ہوئے تھے اور حضرت سلطان الانشاخ کی درگاہ شریف میں جناب خواجہ حسن صاحب
 نظامی کے پاس فروکش تھے۔ میرے والد مرحوم نے نہ صرف جناب معز کو نیا ز تھا بلکہ آپ کے خاندان سے تعلقاً
 خاص اُس زمانے سے تھے جب کہ میرے والد الہ آباد میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ اس آن بان اور اس نشان
 کے لوگ اب پیلا نہیں۔ پرانی وضع کا بچھا نا انھیں بزرگوں کا کام ہے۔ بڑے شوق سے حاضر خدمت ہوا تھا
 اُس سے زیادہ آپ کے خلوص اور شفقت بزرگانہ سے مالا مال آیا۔ باپ کو کیسے دیکھتا کہ مرچکے تھے اُن کے
 دیکھنے اور جاننے والوں کو دیکھ کر قلب مضطرب ہوئی۔ آپ نے جب سنا کہ نذیر احمد کالڑ کا بیٹا جو دیکھ کر علی اور
 مضمحل تھے کھڑے ہو کر گھلے لگا یا مجھے باپ کی محبت یاد آئی۔ ان کی فزانی شکل دیکھ کر آنکھوں میں آنسو
 بھر آئے۔ اُس روز ایسی حالت تھی کہ بہتیرا کہنا چاہا مگر زبان رکن گئی کچھ نہ کہا گیا۔ دوسری ملاقات میں
 رعاسہ حردی الاظہار عرض کرنا چاہا پاس ادب اور اُن کی عیاری لئے زبان پکڑی۔ مگر عرض باؤ لی
 ہوتی ہے میں بطور تبرک آپ کے قطعہ تاریخی کا طلبکار تھا۔ عذب علم پوری کا مادہ دہلی کی پہلی تاریخ
 جو بہترین تھا آپ کی خدمت میں اس عرض سے پیش کیا کہ زحمت جستجو اور طبیعت پر تفکر کا بار نہ ہو اور
 نظم کو دینے کی خواہش کی۔ قصہ مختصر تیسری ملاقات میں یہ مرحلہ محض میری خاطر سے حل ہوا (تقریباً ۱۳۴۷ء)

قطعات تالیخی نو شہ جناب اکھور و صاحب جذب منصبدار

عالم پوری (ضلع راجپور)

لکھی پوری کی اچھی تاریخ
کہہ دو تم ”دہلی کی پہلی تاریخ“

۱۳۳۴ھ

۵

بے شک ای جذب بشیر احمد نے
اس کی تاریخ جو کوئی پوچھے

روشن ہیں ہر کی طرح جب آپ کے صفات
ہاں کہ چکے ہیں وقف جہاں آپ اپنی ذات
آنکھوں سے بس لگا تار شیل تبرکات
ہر فقرے میں ہر آپ کے اک کوزہ نبات
مردان علم دوست ہوں یا ہوں محذرات
اور خوب جانتے ہیں کہ دنیا پر بے نبات
کوزے میں بند کر دیئے دنیا کے واقعات
اب تک قدیم دار حکومت کے واقعات
راج ہر نقائے نام بھی ہر دائمی حیات
”چھاپے گئے یہ خطہ دہلی کے واقعات“

۱۳۳۴ھ

کب مجھ سے ہوتا ہے جناب بشیر دین
محسن جہاں بھوکے ہیں اس میں نہیں ہر شک
تقصیف کر دیتی کتب ہیں انھیں جہاں
ہر نقطہ بے نظیر ہر بات لا جواب
فیض آپ کی کرتے اٹھاتے ہیں ایکساں
خاموش کیے بیٹھیں گے عالم میں بے نظیر
تاریخ تین جلدوں میں لکھی ہے بے نظیر
اس طرح سے کسی نے مفصل لکھی نہیں
میں کیا کہ اک جہاں ہر مصنف کا رخ خواں
تاریخ اس کتاب کی یوں جذب نے لکھی

(نقیہ نوٹ جعفر گزشتہ) در جناب معز کی ناساوی گوارے زحمت کی متقاضی نہ تھی میری ناجیز تصنیف کو
چار چاند لگ گئے۔ آپ نے مجھ ناچیز کو بن داسوں خبر بدلیا۔ ۵
دل بدست آرد کہ حج اکبر است

از ہزاراں کعبیک دل بہتر است۔ بن المصنف ۱۲
۵ لکھ میں اکثر محققین نے ددی لی ہیں اس حساب سے دس بڑھ جاتے ہیں لیکن بعض
بعض شاملیں (۳۰) اہراد محسوب کرنے کی بھی ملیں گی اور اس بات سے میں شکی نہ
ہی اختیار کی گئی ہے۔ ۱۲

قطعات نئی رقم سر پاکرم جتالو الکمال لوی محمد رفیق حسن صفا سفیر کنوی

یہ تاریخ دہلی کی با حسن تحسین
ہر اک پر ہی حاصل انھیں حق تہدیس
یہ اپنے زمانے کے سبحان و تہیں
بنائے ادب کو ہر اک فضل تہیں
کہی اس کی تاریخ "تیر سو ستریس"
۱۲۴۴ھ

بشیر احمد دہلوی نے لکھی ہر
مصنف مؤلف مورخ میں کامل
یہ اپنے زمانے کے علامہ و ہر
سفیر زمانہ سفیر ان کی تصنیف
کمالا جب اک سن کو دو طرح میں نے

(۱) زمستان بھر میں یہ بہتر سے بہتر
(۲) ابھی پر مے میں ہر پر مے کے گذر
(۳) لگا کر سر پہ دیباچے کا جھوم
(۴) پری بن کر حسب آئے گی باہر
(۵) گریں گی بجلیاں حاسو کے دل پر
(۶) کہ خود موقع پہ کی تحقیق جا کر
(۷) تواریخی کتب دنیا کی اکشر
(۸) نوار یخوں میں ہی بہتر سے بہتر
(۹) سلاطین سلف کی زندہ پیکر
(۱۰) دہنہ پر زگو ہر ہائے خوشتر
(۱۱) حرف اشعار سے اول کے لئے کر
(۱۲) پے پیدان عیسیٰ سراسر
(۱۳) شروع کے حرف اہل سے اٹھ کر
(۱۴) کئے حامل سن ہجری سراسر
(۱۵) سفیر اس قطعہ سے جگہں برابر
۱۲۴۴ھ

بشیر احمد دہلوی نے لکھی
"کہو خوب تاریخ دہلی چھی"

(۱۶) رقم کی ہر بشیر الدین نے تاریخ
(۱۷) بنایا ہر دین دہلی کو نسیکن
(۱۸) درنایاب مضمون مرصع
(۱۹) مزین طبع کے زیور سے ہو کر
(۲۰) نگاہ برق کو خیرہ کرے گی
(۲۱) صحیح میں واقعات اس میں تم سب
(۲۲) سنی بھی اور دھیمی بھی ہیں میں نے
(۲۳) خدا شاہد کہ یہ تاریخ دہلی
(۲۴) عمارت کہن کا تازہ فوٹو
(۲۵) خزینہ پرز معلومات نادر
(۲۶) ہوئی تاریخ کی حسب فکر محب کو
(۲۷) سب اعداد اُن کے جب میں نے ملا
(۲۸) سن ہجری ہر مصرع ہائے آخر
(۲۹) عدو مجاہد کی رو سے جب نکالے
(۳۰) حساب ابجد کا ہر تاریخیں و دنوں
۱۲۴۴ھ

(۳۱) یہ تاریخ دہلی کی جامع کتاب
سفیر اس کی تاریخ جربہ تم

قطعہ تاریخ نوشتہ جناب مولوی حکیم لطیف احمد صائیں متہلی ضلع سائر

شہرِ زمانِ مولوی مالِ الٰہی
 بشیران کے بیٹے ہیں حق دارِ جائز
 دکن میں رہے مدلوں یہ کلکٹر
 ہو ستون کے کام میں اُگے مصروف
 شب و روز مشغول تصنیفِ تالیف
 ذہانت میں یکساں متانت میں فائق
 تمام ان کا عالم میں ہی نام روشن
 نظیر و مثال ان کی عالم میں عنقا
 مقولہ ہر لوگوں کا میرا عقیدہ
 اُٹھائے قلم سامنے ان کے آئے
 اگر وارثِ الٰہی ان کو کہیے
 وطن کے بھی خواہ و حامی و مدد
 تہامی قلم رو میں علم و عمل کے
 ضرورت بہت رہبری کی ابھی ہر
 جو دہلی کے دل میں تھی مدتِ حسرت
 بھید جہانِ اری جانِ حجبِ محرم

ہی تصنیف و تالیف میراثِ جن کی
 کہ یہ دولت لازوال ان سے پائی
 وظیفہ ملا ان کو خواہش پر اپنی
 دعا میں لگے لینے خلقِ خدا کی
 یہی ان کا روزہ ہی ان کی روزی
 ہر پر زور ان کی طبیعتِ غضب کی
 کہاں ہی نہیں روشنی ان کے دم کی
 غریبِ عجم تک نہیں کچھ یہ مخفی
 کہ ہیں اس زمانے میں یہ فخر دہلی
 کسی کو اگر کچھ ہو دعوائے علمی
 تو اردو زبان ان کے گھر کی بیوٹی
 شب و روز و فکرِ اصلاحِ قومی
 رکھی اپنے والد کی آباد کرسی
 خدا ان کو دے زندگیِ خضر کی سی
 اب ان کے قلم کی بدولت وہ بیکلی
 بصد کامیابی یہ تاریخِ کھجی

تاریخ گوئی میں آپ کو بڑا ملکہ و نظم آپ کی بہت جبرست آدھوتی ہے۔ نہیں لے آپ کو کبھی دیکھا نہ آجئے
 مجھے مگر ساہا سال سے دور بیٹھے دوستی کو ایسا نباہ رہے ہیں کہ میا اسس کا حق ہے آپ کی خوش
 اخلاقی اور قابلیت نے میرے دل میں خاص جگہ پیدا کی ہے۔ آپ نہ صرف میری
 ہر کتاب پر کئی کئی تاریخیں لکھ دیتے ہیں بلکہ ہر نچے کی پیدائش اور ان کی تقاریر شادی وغیرہ پر
 بھی اظہارِ محبت فرماتے ہیں غرض ناکار کو ستم دزدِ بارِ احسان کیا ہے کہ آپ کے شکر یہ سے
 عہدہ برآ ہونا ممکن ہے۔ آپ کے ایک چھوڑا پڑھ لکھے ہیں۔ ایک یہاں اور زمین اور جگہ حسبِ موقعہ
 حق کتاب میں آگئے ہیں۔ ۱۲ من المصنف۔

خدا اس کے لکھنے کا ان کو صلہ دے
رہسیر پند اخلاق تہذیب ادب میں
لکڑاں میں شاید ہی ایسی کوئی ہو
اب اس تازہ تصنیف کا ذکر سن کر
کسی سے نہ پوچھنا نہ سوچنا نہ سمجھنا
مصنف کی خوش نیتی کی بدولت
کہ از بہر سبیل الہی فلک سے
پہر اب عیسوی کوئی پوچھے تو کہہ دو

یہی اب دعوے دلی ہی ہماری
لکھی ہیں انھوں نے کتابیں بہت سی
کہیں سے لکھی ہونہ تاریخ جس کی
ہوئی دلی میں پیدا ہوا کہ گلدی سی
نہ کچھ اس میں فکر سے مدلی
ہوئی اور لطیف اس میں تائیدی
خدا آئی "از کار شاہان دہلی"
کہ "در ذرۃ المستلح تاریخ دہلی"
۶۱۹۱۵

تاریخ طبع زاد جناب برکت شیر خاں صاحب ادیب میٹھی سابق ایدیم پھر دو مصنف کتب متعدد

ابو بشیر الدین احمد دہلوی
جائیں علامہ درال ہیں آپ
خوبیاں ہر صنف کی مرحوم سے
اس زمانے میں نہیں دیکھا سنا
وہ وہ لکھی ہیں کتابیں لاجواب
آپ کی تصنیف میں پاتے ہیں ہم
فہم میں آج سے فوراً دیکھ کر
کچھ نہیں تعقید۔ انجمن۔ انتشار
صاف اور شستہ عبارت دیکھ کر
خوب کی تحریر یہ تاریخ نو
اس زمیں پر نامور جتنے ہوئے

آپ کے اوصاف ہوں کیوں کریاں
کیوں نہ ہوں پھر کتہہ رنج و نکتہ دال
ورثہ والامیں آئیں بے گساں
دلنشیں و فی اثر نادر بیباں
معترف خوبی کا جن کی اک جہاں
مستند دلی کی نکالی زباں
اتنا سیدھا سادہ عمدہ جزیباں
نثر ہر اک چشمہ شیریں رواں
لغز حیرت کیوں نہ ہوں اہل نماں
دہلی والوں کی ہر جس میں داستان
حی و قیام یا ہیں زیر آسمان

اُن کی صحبت اُن کے فن اُن کے کمال
 مدح خواں جس کا جہاں ہر آج تک
 کچھ ہیں ایسے بھی نہیں جن کا مزار
 دامن صحرائیں ہیں اسودہ خواب
 کون تھے کیا جانے کس کا دُھیر ہو
 دیتی ہر سب کا پتہ تاریخ یہ
 کیں مصنف نے بہت جانکا ہیاں
 بالیقین مجھے عسکری خوبی ہر یہ
 لکے کے سن طبع کی تھی مختصر
 خوب تاریخ ہے مثل ابراہیم

کارندے سب کرتی ہر عیاں
 کرتی ہر اُن کی بیاں یہ خوبیاں
 نام باقی ہے نہیں لیکن نشان
 خاک تک جس کی نہیں دامن کشاں
 بے خبر ہیں مردوزن خورد و کلاں
 تھے یہاں ابن فلاں ابن فلاں
 اجر مے اس کا خداوند جہاں
 کیوں نہ ہو منظور چشم مرداں
 لطف کبریا کی گود استاں
 رہنمون یادگار رستاں

۱۳۳۸ھ

تاریخ قلم زدہ جناب رفعت شیر خاں صاحب البیاب فرزند ادیب صاحب
 کاتب کتاب ہذا

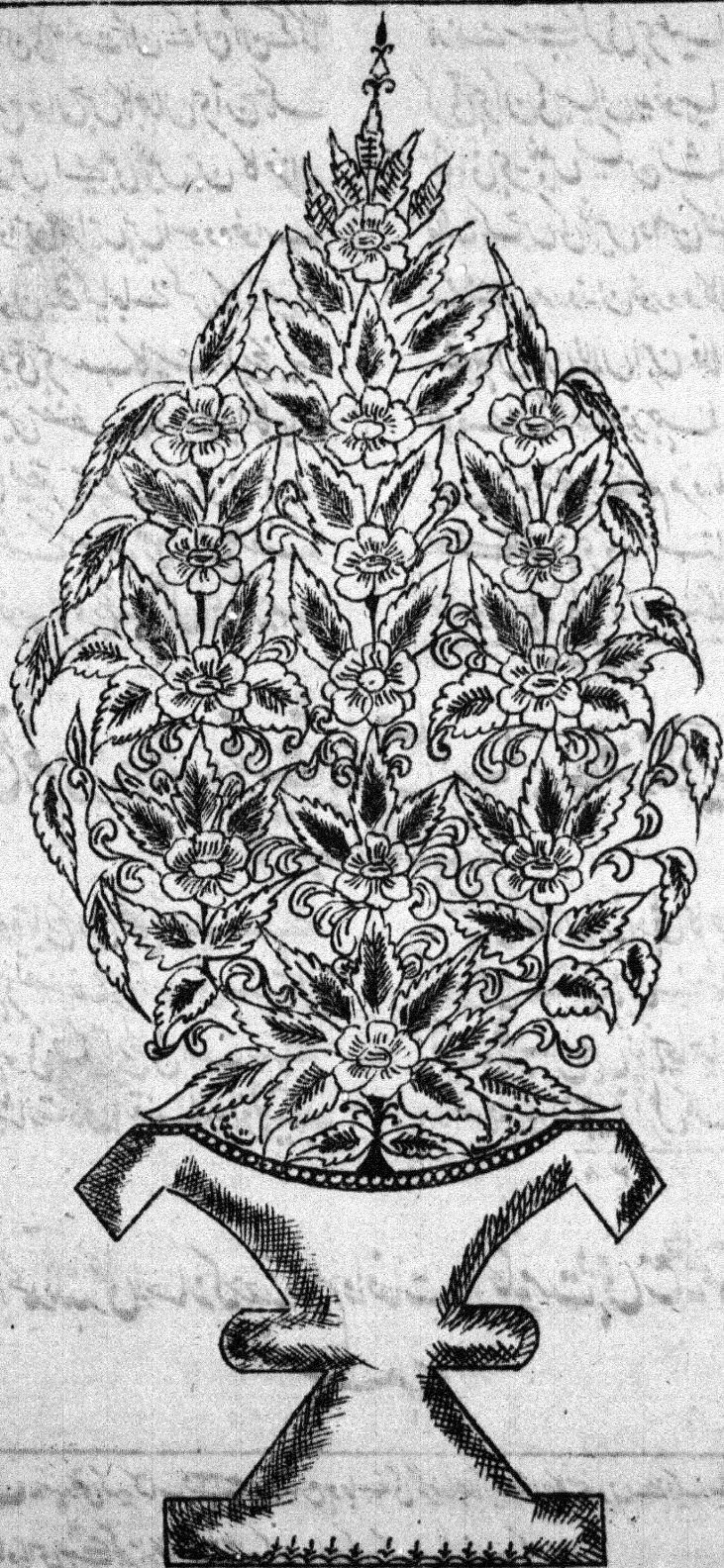
وہ تاریخ دہلی لکھی آپ نے
 ہر تصنیف بھی آپ کی بے مثل
 ہوئی فکر تاریخ کی جب مجھے
 بشارت دی ہاتھ نے یہ ابراہیم

مفصل لکھا جس میں دہلی کا حال
 کہ جس طرح سے آپ ہیں بے مثال
 فلک پر جس میں پونہ پانچاں
 کہ لکھ مجھے تاریخ ازل و کمال

۱۳۳۸ھ

الحمد للہ علی احسانہ کہ حصہ سوم واقعات دارالحکومت دہلی معہ مہتمم
 ختم ہوا

نوٹ: مسید میں کہ کتاب ۱۳۳۸ھ میں شائع ہو جانے کی گزرا تھا اگرے اُن کا جنھوں نے ایک سال گھلا کو دہلی
 سال لگا دیا ہی سب کچھ تاریخیں مستحکم کی ہیں اور کچھ ایک سال مابعد کی۔ ۱۲



HISTORY
OF
DELHI THE IMPERIAL CITY
A MOST COMPREHENSIVE ACCOUNT OF THE HISTORY
AND ARCHÆOLOGY OF DELHI
(WITH NUMEROUS ILLUSTRATIONS)

BY

BASHIR-UD-DIN AHMAD, M.R.A.S.,
FIRST TALUKDAR (COLLECTOR AND DISTRICT MAGISTRATE) RET.
H. E. H. THE NIZAM'S GOVERNMENT,
AUTHOR OF THE HISTORIES OF VIJAYANAGAR AND BIJAPUR, IQBAL DULHAN,
HUSN-E-MUASHRAT, ISLAH-E-MAISHAT, ETC., ETC. AND TRANSLATOR OF
DR. STALL'S SELF AND SEX SERIES.

VOL. III.

Archæology (*continued*)

DELHI
1919

1st Edition]

(*All Rights Reserved.*)

[1,000 Copies.

اعلان

(موجب کابی رائٹ ایکٹ ۱۹۱۲ء جلد حقوق بحق بشیر الدین احمد محفوظ ہیں)

مولوی نذیر احمد صاحب بالقابہ کی تصانیف

قرآن شریف مترجم کلاں ۲۲+۲۹۔ دو صفحہ مع فرنگ لفاظ اور دو جلد شدہ کاغذ سفید ولایتی کاغذ خانی جلد صدف

حائل مترجم ۲۲x۱۶ مترجمین السطور مع فرنگ
ایک صفحہ پختن دوسرے پر ترجمہ
موصوفہ خاشدہ

ادعیۃ القرآن۔ قرآن شریف کی عام دعائیں مع خواص۔ دہ سورہ۔ الحقوق والفرص۔ ہر سہ حصہ۔

جس میں اسلام کے تمام مسائل ہیں۔ اجتہاد جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا میں اسلام ہی سچا مذہب ہے۔

حیات النذیر۔ مولوی نذیر احمد صاحب کی مفصل سوانح عمری مع فوٹو اور دو عکسی خطوط کے۔ نظم بنے نذیر۔ مولوی

صاحب موصوف کی کل نظموں کا مجموعہ۔ مراقب العروس۔ توبۃ النصوح۔ بنات النفس۔ شخصیات۔

رویائے صادقہ۔ ابن الوقت۔ ایامی۔ موعظہ حسنہ مجموعہ خطوط۔ منتخب الحکایات۔ چندید۔ صرف صغیر

فارسی کی گریمر۔ نصاب خسو۔ یعنی خالق باری۔ رسم الخط۔ قواعد لاولیسی۔ مبادی الحکمۃ۔ منطق کار و در سالہ

بایغینک فی الصرف۔ عربی گریمر مجموعہ کچھ۔ دو جلد جس میں (۴۲۲) کچھ ہیں۔ مطالب القرآن تفسیر ہلچہ

خاکسار کی تصانیف

واقعات مملکت ہمایوں۔ تین حصے۔ ۱۲۸۷ صفحے (۲۶۶) فوٹو۔ دکن کی مکمل تاریخ جس پر ہزار روپیہ انعام ملا۔

منظورہ کسٹ بک گیتی پنجاب۔ اقبال دہن حسن معاشرت۔ اصلاح معیشت۔ منظورہ کسٹ بک

کیٹیاں پنجاب و مالک متحدہ۔ تینوں کتابیں لڑکیوں اور مستورات کے لئے از بس مفید ہیں۔ اصلاح معیشت پر

سرکار سے تین سو روپے انعام ملا ہے۔ حرز طفلان۔ لڑکوں کے لئے نشاط عمر نوجوانوں کے لئے۔

عصایے پیری۔ ادھیڑ عمر کے لوگوں کے لئے بچوں سے دو دو باتیں۔ لڑکیوں کے لئے۔

مید چاروں کتابیں بیش بہا نصاب اور اخلاقی تسلیم کی ہیں۔ عزم با بحزم۔ استقامت ارادہ بولیک

چھوٹا سا رسالہ۔

لکھنے کا پتہ

بشیر الدین احمد تعلقہ دار پشتر گھاری باولہ ملی

